اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دعوتِ اسلام

ماھنامہ
کراچی

DAWAT-E-ISLAM INTERNATONAL

Issue No.1 Vol.9, May. 2003.
Rs.15.00

سرکار ﷺ کی آمد مرحبا
اھلاً و سھلاً مرحبا

جشنِ صبحِ بہاراں

لبیک
یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم



سرکار کی آمد مرحبا
SWEET AAQA(PBUH) WELCOME

مرحبا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
محمد
آنکھوں کا تارا نام محمد ﷺ
دل کا اجالا نام محمد ﷺ

جشنِ آمدِ رسول
PUKARO YA RASOOL ALLAH


الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
کاروانِ اسلامی کی جانب سے
ماہِ نور پیکج
انعامات کی بارش دلوں کو تھام کر خوشخبری سنیں
صرف -/2600 روپے میں بکنگ کرائیں
بکنگ کی آخری تاریخ
دسمبر 2003ء
کاروانِ اسلامی کے
ماہِ نور پیکج کی
قرعہ اندازی میں حصہ
لینے والوں کے درمیان
12 فری ٹکٹ
شہید کربلا زیارات پیکیج
قافلہ برائے زیارات
ایران، عراق اور شام کی 307 زیارات
بکنگ صرف -/1000 روپے میں
آپ کے
پاکیزہ تصورات کا امین
بکنگ کی آخری تاریخ
مزید تفصیلات کے
لئے رابطہ فرمائیں
کاروانِ اسلامی
کمرہ نمبر 501 پانچویں منزل،
جیلانی ٹاور، نزد میری ویدر روڈ، ٹاور کراچی
2446818
2472575
www.karwaneislami.com www.karwaneislami.net www.karwaneislami.org
E-mail:karwaneattari@hotmail.com karwaneislami@hotmail.com

یا اللہ عزوجل

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماہنامہ دعوتِ اسلام کراچی

☆ جلد نمبر: 1 ☆ شمارہ نمبر 9 ☆ مئی 2003ء

ضروری معلومات وہدایات

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/15 روپے، سالانہ چندہ=/180 روپے، بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔ اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی، اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202ء روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں، کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے، آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط وکتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہیم ہے، کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ دس پونڈ ہے۔ امریکہ میں فی پرچہ دو ڈالر اور سالانہ چندہ بیس ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں، خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخنامہ اشتہارات: آخری صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 5 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 2500 روپے، عام صفحات فی صفحہ فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے — سالانہ چندہ 180 روپے

ضرب اسلام ہاؤس 1/2 متصل شفیق پریس

نزد آئی آئی چندریگر روڈ کراچی موبائل: 2623630

اس شمارے میں

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘

از: مفتی اعظم ھند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ

اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘

قلب کو اس کی رویت کی ہے آرزو
جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چارسو
بلکہ خود نفس میں ہے وہ سبحٰنہٗ
عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو

اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘

تو کسی جا نہیں اور ہر جا ہے تو
تو منزہ مکاں سے مبرہ زسو
علم و قدرت سے ہر جا ہے تو کوبکو
تیرے جلوہ ہیں ہر ہر جگہ اے عفو

اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘

سارے عالم کو ہے تیری ہی جستجو
جن و انس و ملک کو تری آرزو
یاد میں تیری ہر ایک ہے سو بسو
بن میں وحشی لگاتے ہیں ضربات ہو

اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘

طایران جناح میں تیری گفتگو
گیت تیرے ہی گاتے ہیں خوش گلو
کوئی کہتا ہے حق کوئی کہتا ہے ھو
اور سب کہتے ہیں لاشریک لہ

اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘ اللہ‘

نعت

اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام جس کے پڑھنے میں دونوں ہونٹ نہیں ملتے

سید کونین، سلطان جہاں!
ظل یزداں شاہ دیں عرش آستاں

کل سے اعلیٰ کل سے اولی کل کی جاں
کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں

ہر حکایت ہر کنایت ہر ادا
ہر اشارت دل نشین و دل نشاں

دل دے دل کو جان، جاں کو نور دے
اے جہان جان والے جان جہاں

آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور
روح دے اور روح کو راح جناں

اللہ اللہ یاس اور ایسی آس سے
اور یہ حضرت یہ در یہ آستاں

تو ثنا کو ہے ثنا تیرے لیے
ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں

تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا گر تو نہ ہو
کچھ نہ ہو تو ہی تو ہے جان جہاں

تو ہو داتا اور اوروں سے رجا
تو ہو آقا اور یاد دیگراں؟

التجا اس شرک و شر سے دور رکھ
ہو رضا تیرا ہی غیر از این و آں

جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

اعلیٰ حضرت رح کا یہ پیغام ہے

اے میرے دوستو اے میرے ساتھیو
عالمو قاریو حافظو مفتیو!
ہر طرف گمراہی اور اندھیرا ہے
ہوش میں اب بھی آجاؤ تو خیر ہے

غور سے تم میری نظم کو اب پڑھو
جو سزا میرے لائق ہو تم مجھ کو دو
تیری غفلت سے ہی بھیڑیا شیر ہے
توبہ کرنے میں اب تم کو کیا دیر ہے

میں تمہاری سنوں گا دل و جان سے
ہاں کروں گا نہ سمجھوتہ بے ایمان سے
مسلک اعلیٰ حضرت سے منہ موڑ کر
تم بتاؤ بھلا جاؤ گے اب کدھر

آج ''علماء'' کی جو کونسل ہے بنی
اس کی بنیا دہے ''ندویت'' پر پڑی
مفتی اعظم ہند کا التقی!
شاہ سردار احمد کا عشق ھدی

جن سے صاحب سلامت دعا بند تھی
اب انہیں کے لیے وقف ہے زندگی
میرے حشمت علی جو ہیں شیر رضا
ان کی جہد مسلسل کا ہر اک لمحا!

دیکھتے دیکھتے انقلاب آ گیا!
مرغ والوں کے ہاتھوں میں زاغ آ گیا
کہہ رہا ہے یہ سنی مسلمان سے
بچ کے رہنا وہابی گستاخ سے

دن میں ہے فون پر قاضی جی قاضی جی
رات کو ہے سمیع الحق کی گھنٹی بجی
موت کا ایک دن بالیقیں آئے گا
کروفر سارا دنیا میں رہ جائے گا

اپنے اسلاف کی کچھ بھی پرواہ نہ کی
اہل سیاست کی حب و فا کدھر گئی
کوئی عہدہ و منصب نہ کام آئے گا
کام محبوب ﷺ رب کا ہی نام آئے گا

کیا یہی ہے تقاضائے حب نبی! ﷺ
دشمنوں سے نبی کے کریں دوستی
اعلیٰ حضرت کا ساحل یہ پیغام ہے
سینوں پر بڑا جن کا احسان ہے!

نور قرآن

مجدد ملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ کے ایمان افروز قلم سے

الحمدالله رب العالمین و الصلوة والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد واله وصحبه اجمعین الی یوم الدین بالتبجیل وحسبناالله ونعم الوکیل .

اما بعد ! فاعوز بالله من الشیطٰن الرجیم . بسم الله الرحمٰن الرحیم . انا ارسلنک شاهدا ومبشرا ونذیرا☆ لتئومنوابالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بکرة وصیلا ☆ (سوره فته آیت ۸.۹)

اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں گواہ اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے، قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارا مولیٰ تبارک وتعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے۔

اول۔ یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔

دوم۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کریں۔

سوم۔ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کریں

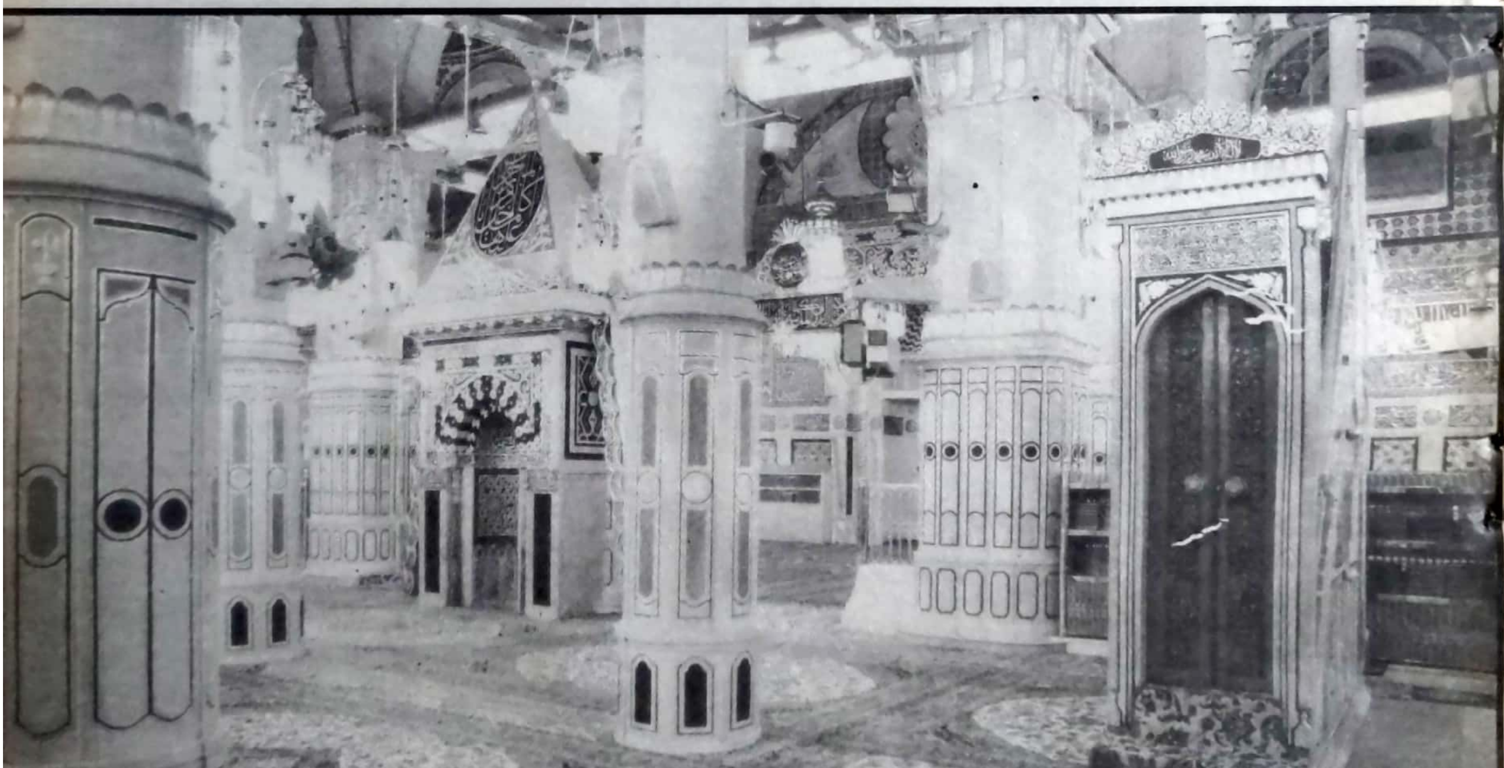
مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو، سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی تعظیم کو اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم کارآمد نہیں بہتر یہ نصاریٰ ہیں کہ نبی ﷺ کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافران لئیم میں تصنیفیں کر چکے، لکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور ﷺ کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی کریم ﷺ کی سچی تعظیم نہ ہو، عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے، سب بیکار ومردود ہے۔

جوگی راہب

بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر وعبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں کہ بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر ازاں جا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم نہیں کیا فائدہ؟ اصلاً قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں، اللہ عز وجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔

وقدمنا الی ماعملو من عمل فجعلنه هباء منثوراً.

”جو کچھ اعمال انہوں نے کئے ہم نے سب برباد



"کردیئے۔ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔"

عاملة ناصبة☆ تصلی نارا حامية☆

عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں جائیں گے، والعیاذ باللہ تعالیٰ

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مدار ایمان و مدار نجات و مدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں؟ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے،

قل ان کان ابائو کم وابنائو کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارة تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یأتی الله بامره والله لایهدی القوم الفسقین ☆

(سورہ التوبہ، آیت ۲۴)

"اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا"۔

مسلمانو! غور کرو

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس دنیا جہان میں معزز کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہ الٰہی سے مردود ہے اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دے گا اسے عذاب الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیئے، والعیاذ باللہ تعالیٰ

تمہارے پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

"تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں ﷺ

یہ حدیث بخاری وصحیح مسلم شریف میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس نے تو یہ بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے، ہرگز مسلمان نہیں

مسلمانو! محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدار ایمان و مدار نجات ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا، یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں رسول اللہ ﷺ کی عظیم عظمت ہے، ہاں ہاں ماں باپ، اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے بھائیو!

خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو:

ارشاد خداوندی ہے:

الم☆احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ☆(سورہ العنکبوت آیت ۱)

"کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔"

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے، ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی و واقعی ہونے کو درکار ہیں، وہ اس میں ہیں یا نہیں، ابھی قرآن وحدیث ارشاد فرماچکے ہیں کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اسکی آزمائش کا یہ صحیح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ، وغیرہ وغیرہ، کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں انکی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ، کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا، جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے؟ اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی (اس کی طرف سے وکالت کی) اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو اللہ اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے؟ قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں انکی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ، کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا،

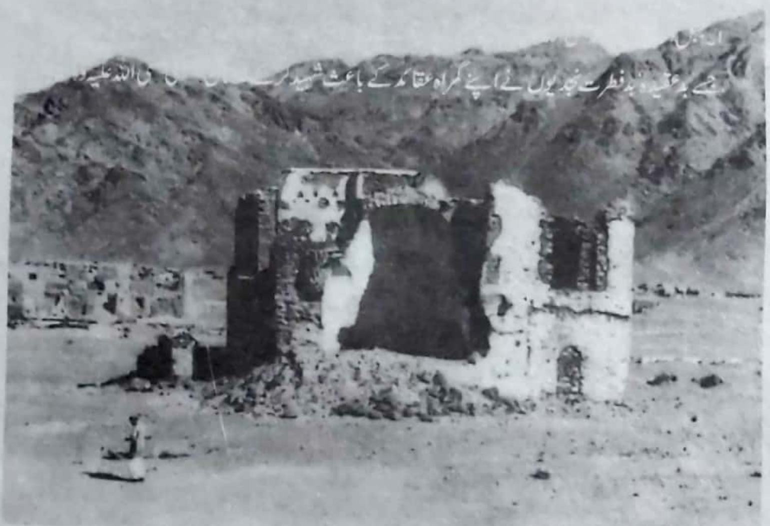
مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو (گستاخ) کی وقعت کرسکے گا؟ اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت کریگا؟ اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، اللہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ (ماخوذ از تمہید ایمان)

نور حدیث

امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ.

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔"



بعض لوگ اس حدیث کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کا محبوب بن جاتا ہے تو اس مقام محبوبیت کو پالینے کے بعد وہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز بات نہیں سنتا، اپنی آنکھوں سے خلاف حکم شرعی کوئی چیز نہیں دیکھتا، اپنے ہاتھ پاؤں سے خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتا۔

یہ معنی بالکل غلط ہے اور حدیث شریف میں تحریف کرنے کے مترادف ہے کیوں کہ اس معنی سے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں سے جو کام کرتا ہے وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں، لیکن اس معنی کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے تو حدیث شریف کا کوئی لفظ اس کی تائید نہیں کرتا کیونکہ ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچا اسنے معصیت سے پرہیز کیا، وہ خدا کی نافرمانی اور سرکشی کے قریب نہ پھٹکا بلکہ اسنے الہامی تعلیمات اور احکام کی پیروی کی، اپنی زندگی کو مرضیات الٰہی کے مطابق ڈھال لیا، تب جا کر اسے وہ مقام حاصل ہوا جس کا اس حدیث قدسی میں ذکر ہے، اگر گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی محبوبیت کا مقام حاصل ہوتا ہے تو تقویٰ اور پرہیزگاری کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ"

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی کا حصول ناممکن ہے، بندہ پہلے برے کاموں کو چھوڑتا ہے، ان سے توبہ کرتا ہے، فرائض و نوافل ادا کرتا ہے تب وہ محبوب ہوجاتا ہے، محبوب ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان ہوجاتا ہے جس سے پھر وہ سنتا ہے، اللہ اسکی آنکھ ہوجاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے، اللہ اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے، اللہ اس کے پاؤں ہوجاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے یہ سب محبوب بننے کے بعد ہوتا ہے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ برے کام بھی کرے اور محبوب بھی بن جائے اور بعد میں برے کام چھوڑے۔

تو بندہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع، بصر اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اسطرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سمع سے سنتا ہے، اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے، نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہوجاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے، جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی، اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ پر واضح ہوجائیگا کہ ایت کریمہ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون کے معنی یہی ہیں جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے، عبادت کے معنی پامالی کے ہیں، عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کردیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں

اس کی اپنی صفات عبدیت کی بجائے صفات حق متجلی ہوتی ہیں اور انوار صفات الٰہیہ سے وہ بندہ منور ہو جاتا ہے، جب قرآن سے ثابت ہے کہ درخت سے انی انا اللہ کی آواز آسکتی ہے تو عبد مقرب کے لئے یہ کیوں کر محال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمع و بصر کا مظہر نہ ہو سکے۔

علامہ امام فخر الدین رازی اسی حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: وکذا العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعاً و بصراً فاذا صار نور جلال اللہ سمعاً لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور یداً لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب انتھی۔ ''اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً و بصراً فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہی تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اسکا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے''

حدیث قدسی کی شرح میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مقرب بندہ کی شان میں جو کچھ لکھا ہے وہ عبد اور بشر سمجھتے ہوئے لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس طرح ان صفات عالیہ کا اس بندہ کے لئے ماننا اس کی عبدیت اور بشریت کے منافی نہیں۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کو سن لے گا، یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے، عکس ہے، پرتو ہے، پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے، پرتو والا مستقل ہوتا ہے پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بصر کا نور جب اس کی بصر کے صیقل شدہ آئینے میں چمکے گا تو وہ ہر چیز نزدیک اور دور کی چیز کو دیکھ لے گا، جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نور کے جلوے اس کے ہاتھ پاؤں، دل اور دماغ میں ظاہر ہوں گے تو یہ ہر آسان، ہر مشکل اور ہر دور و نزدیک کی چیز پر قادر ہو جائیگا، اب بتائیے کہ جب مشکل بندے کی قدرت میں ہوگئی تو مشکل کشا نہیں تو اور کیا ہی؟ مگر خوب یاد رکھئے کہ خدا کا مشکل کشا ہونا ذاتی ہے اور بندے کا مشکل کشا ہونا عطائی ہے، کیونکہ بندہ اگر کسی کی کوئی مشکل حل کرتا ہے یا حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ کی دی ہوئی طاقت و اختیار سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے۔

پس واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ عقیدہ شرک کی تمام جڑوں کا کاٹنے والا ہے، اب بتائیے کہ عین توحید کو لوگ شرک کہتے ہیں واسلام پھر کیا ہوگا؟

پس یہ ادراک، علم، سمع اور بصر جو مقربین بارگاہ الٰہی میں پائے جاتے ہیں اور جن میں دلیل موجود ہے ان میں آسان سے آسان کام پر بھی اولیاء اللہ کی قدرت ثابت ہوگئی اور مشکل و بعید چیزوں پر بھی ان کی قدرت ثابت ہوگئی اور یہ دلیل قائم ہوگئی کہ یہ نفع پہنچانے والے ہیں اور بارگاہ رب العالمین میں دعائیں کر کے رب کو راضی کرنے کی صلاحیتیں رکھنے والے ہین، ان مین مشکل کشائی کی قدرتیں بھی ہیں، دور سے دیکھنے کی قدرتیں بھی ہیں اور بعید کی آواز کو بھی سن سکتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مشرکین عرب جن بتوں کی پوجا کرتے تھے انہیں بھی خدا کی مخلوق مانتے تھے ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ فانی یؤفکون (سورہ زخرف، ۸۷) اور اگر اے حبیب! تم ان سے پوچھو کہ انہیں کسنے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر وہ کہاں اوندھے بہکے جاتے ہیں۔

گویا وہ بتوں کو خدا کی مخلوق جان کر اور مان کر پوجتے تھے، اس کے باوجود مشرک تھے، مزید یہ کہ سورہ الزمر کی آیت نمبر ۳ میں ہے: ''والذین اتخذوا من دونہ اولیاء مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی'' اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا شریک بنا رکھی ہے کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اسلئے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، گویا مشرکین بتوں کو خالق سمجھنے کی بجائے خدا کی مخلوق سمجھتے تھے اور انہیں بارگاہ الوہیت میں قربت اور باریابی کا ذریعہ گردانتے تھے اور یہی عقیدہ اہل سنت اولیاء اور اللہ کے محبوب بندوں کے بارے میں رکھتے ہیں، جب عقیدہ ایک ہی ہوا تو کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ تو مشرک کہلائے جبکہ ہم مومن اور موحد ہونے کے دعوے دار ہیں۔

مشرکین کا اعتقاد

اس کے جواب میں عرض ہے کہ بے شک مشرکین نے بتوں کو خدا کی مخلوق مانا، لیکن مخلوق ماننے کے بعد انہیں درجۂ الوہیت پر فائز مانا اور یہ یقین کیا کہ اگر چہ یہ بت مخلوق ہیں لیکن اب انہیں الوہیت مل چکی ہے، یہ اللہ کے حکم کے تابع اور فرمان کے پابند نہیں رہے اب خدا کا حکم ہو یا نہ ہو یہ اپنی مرضی سے سب کچھ کر سکتے ہیں اب یہ خدا کے محتاج نہیں رہے اور خود مستقلاً خدا ہیں اسی لئے وہ ان کی پرستش اور پوجا کرتے تھے، حالانکہ انہیں ماننا چاہئے تھا کہ مخلوق بہر حال اور بہر صورت اپنے خالق کی محتاج رہے گی جس طرح اس کا وجود خالق کی مرضی اور اختیار کے تابع ہوگی، لیکن انہوں نے بتوں کو خدا مان لیا اور ان کی عبادت شروع کر دی جبکہ یہ بات سب سے پہلے سمجھنا ضروری ہے کہ خدا سب کچھ عطا فرما سکتا ہی لیکن الوہیت ایسی چیز نہیں جو دی جا سکی، کیونکہ الوہیت مستقل ہے اور عطا کی گئی چیز ظاہر ہے کہ مستقل نہیں ہو سکتی، مشرکین نے یہ تصور کیا کہ لات و منات وغیرہ ایسے زاہد اور ایسے عابد تھے کہ خداوند کریم نے ان کے زاہد و تقوی اور عبادت و ریاضت کے باعث انہیں ہر پابندی اور ہر حکم سے مستثنیٰ کر دیا، فرائض و واجبات کی ادائیگی سے وہ آزاد قرار پائے اور انہیں الوہیت عطا کر دی گئی۔

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرما دیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے، مشرک اور مومن کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ مشرک غیر اللہ کے لئے عطائے الوہیت کا قائل ہے جبکہ مومن کسی مقرب سے مقرب بندے کے لئے حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے لئے بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کا قائل نہیں ہو سکتا۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (پ۳) ''کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن خداوندی کے۔'' پتہ چلا کہ بغیر اذن کے، شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید ہے، پس جب یہ عقیدہ آیا کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے تو شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو ان سے کہا: وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ (۳: آل عمران ۹) ''اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور اور کوڑھی کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔'' اب دیکھئے شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اس لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا لیکن آپ آگے فرماتے ہیں باذن اللہ یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے اذن سے کرتا ہوں پس جہاں اذن الٰہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے اور جہاں اذن گیا تو حید بھی گئی، یہی اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا بنیادی نکتہ ہے۔

عشق رسول ﷺ سے مزین دیوانوں کی روح پرور داستان

صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگیاں سرکار علیہ صلوٰۃ وسلام کی محبت میں قربان کرتے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید کر لیا

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کی خوبصورت تحریر

انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیرا لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ (الفتح: ۸، ۹)

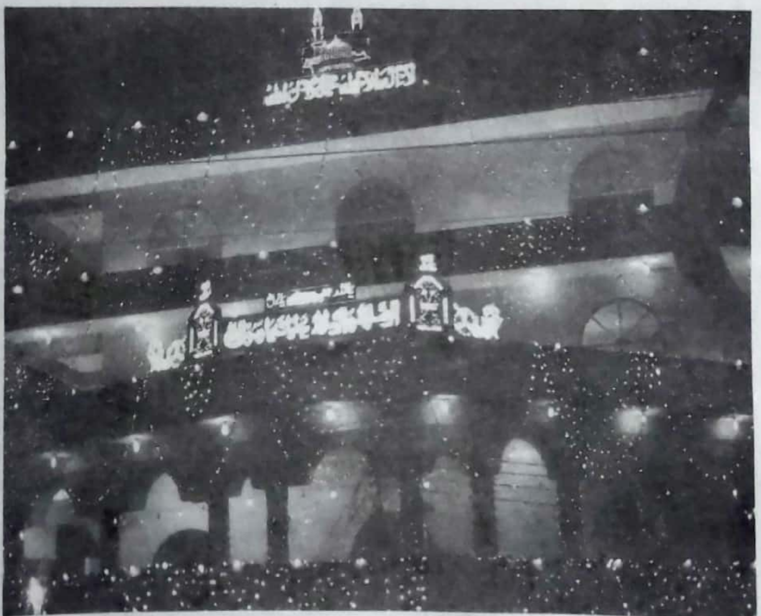
ترجمہ: "ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا تا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو"۔

اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے کہ حضور علیہ ﷺ اصل الاصول ہیں تو سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی ایسا مستحق نہیں جو حضور علیہ ﷺ سے زائد تعظیم کا استحقاق رکھتا ہو۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کی بعثت کی غرض ہی یہ ہو کہ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے کہ لام کے تحت میں جہاں یہ بتلایا ہے کہ اس ذات کو اس لئے مبعوث کیا ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لایا جائے وہاں یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ بھی غرض ہے کہ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے۔ سلمان صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپ کو اپنا حبیب بنایا:

وما خلقت خلقا اکرم علیّ ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا

یعنی میں نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک آپ سے بہتر ہو اور یقین جانئے کہ میں نے دنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ ان کو آپ کی بزرگی اور مرتبہ معلوم کراؤں جو آپ کا میرے نزدیک ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ (مواہب لدنیہ)

اور اسی ضمن میں صاحب روح البیان نے آپ کے علم پر کچھ روشنی ڈالی تھی کہ چونکہ آپ سب سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ کے بعد تمام مخلوق پیدا کی گئی تو مخلوق میں سے ایسی کوئی شے باقی نہ رہی جو آپ کے علم میں نہ آئی ہو۔ خلق لاجلہ اسلئے کہ یہ سب اسی ذات مجمع الکمالات کے لئے ہی تو پیدا کی گئی ہے۔ آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہی۔ آپ کو اجرام سمٰوات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے، کیوں پیدا کئے گئے اور آخر کیا ہو جائیں گے۔ آپ کو ہر ہر آسمان کی فرشتوں کی تمیز ہے اور اسکی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے ہیں اور کہاں جائیں گے اور انکے اختلاف مراتب اور انتہائے درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردے کے فرشتوں کی بھی تمیز ہے عالم علوی، اجرام نیرہ، ستاروں، سورج، چاند، لوح و قلم، برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہی اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی اور مقامات سب ہی تو معلوم ہیں اسی طرح تمام جہانوں کا علم ہے۔" پھر بعض شبہات کا ازالہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:



ولیس فی ھذا مزاحمۃ للعلم القدیم الازلی الذی لانھایۃ المعلومات وذلک لان مافی العلم القدیم لاینحصر فی ھذہ العوالم فان اسرار الربوبیّۃ واوصاف الالوھیّۃ التی لا نھایۃ لھا لیست من ھذا العالم فی شیء۔

یعنی "(یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضور علیہ ﷺ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر کر دیا...... اسلئے کہ) اعلم کو ذات باری یہ معنی ہماری سمجھ میں آنا بہت دشوار ہیں۔ اس کو تو وہی اہل باطن خوب سمجھ سکتے ہیں جن کی چشم بصیرت روشن ہے۔ چنانچہ ابریز شریف میں صاحب کتاب اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

روحی امتیاز میں سب سے زیادہ قوی ہمارے نبی پاک علیہ ﷺ کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور عالم کی بلندی و پستی پر اور دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے۔ لان ذالک

تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے جس کی معلومات بے انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں کہ علم قدیم کی معلومات صرف اسی عالم میں منحصر نہیں اس لئے کہ اسرار ربوبیت اور اوصاف الوہیت جن کی کوئی انتہا ہی نہیں وہ اس عالم سے ہیں ہی نہیں۔"

یہ ہیں قطب الواصلین غوث العارفین حضرت عبد العزیز دباغ قدس سرہ کے کلمات طیبات جن کی ولایت کا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء میں سے ہر عالم کو اعتراف ہے اور اولیائے کرام کی گردنیں ان کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ یہ بزرگ اس حدیث کا تو بیان فرمارہے ہیں جس میں ارشاد فرمایا کہ:

علمت ماکان وما سیکون۔

یعنی جو ہو چکا، جو ہونے والا ہے، سب ہی کا مجھے علم دیا گیا ہے۔

میرا مقصود حضور ﷺ کے متعلق کچھ زیادہ بیان کرنا نہیں۔ صاحب روح البیان نے آیہ کریمہ انا ارسلنک الخ کی تفسیر کے ضمن میں کچھ اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اسی سلسلے میں دوایک شواہد میں نے بھی بیان کردیئے۔ اصل مقصود تو میرا یہ ہے کہ میں یہ بتلاؤں کہ جب سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری اس لئے ہوئی تھی کہ موجودات عالم ان کی عزت وتوقیر کرے تو پھر ان کی عزت وتوقیر کیا کی گئی؟ لیکن یاد رکھئے کہ جب تک کسی کی عظمت کا علم نہ ہو اس کی عزت وتوقیر نہیں کی جاسکتی تو انسان اور جنات کو تو قوت مدرکہ دے کر اس کا امتحان مقصود ہے کہ اس وقت سے ان کی عظمت کا علم حاصل کرکے ان کی عظمت وتوقیر کی جائے تو ان میں سے جن کو اس کا علم حاصل ہوگیا انہوں نے تو قدر ومنزلت آپ کی اور باوجود اس کے اگر ان سے کچھ حضور ﷺ کی عظمت میں لغزش واقع ہوئی تو ان کے مولیٰ کی طرف سے اس پر تنبیہ فرمادی جاتی کہ دیکھو جس غرض سے ہم نے تم کو اپنا حبیب عطا کیا ہے اس کی پوری رعایت رکھو اور اس پر زجر وتوبیخ بھی نازل کی جاتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہوجاتے۔ چنانچہ کسی صحابی نے حضرت ﷺ کے روبرو کچھ بلند آواز سے بات کہی تو غیرت الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا۔

یا ایھا الذین امنو الاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الحجرات: ۲)

یعنی اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور بات کرو تو اس طرح آواز سے بات نہ کرو جس طرح آپس میں بات کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال ملیا میٹ نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو قسم کھالی کہ اب میں حضرت ﷺ سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی چپکے سے راز کی بات کرتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس قدر آہستہ بات کرنے لگے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ثابت بن قیس کی یہ حالت ہوئی کہ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور زاروزار رونے لگے کہ ہائے میرے سب اعمال اکارت گئے۔ اس حالت میں کہیں عاصم بن عدی کا ادھر سے گزر ہوا۔ پوچھا "کیوں روتے ہو"؟ کہا، "مجھے یہ خوف گزرا ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ میری ہی آواز بلند ہے۔"

عاصم نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "ان کو میرے پاس لاؤ"۔ جب وہ حاضر ہوئے تو شفقت کے انداز میں فرمایا، "کیوں ثابت تمہیں کس چیز نے رلایا؟" عرض کیا "حضور میری؟ آواز بلند ہے میں ڈر رہا ہوں کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔" ارشاد فرمایا، "نہیں، کیا تم اس بات سے راضی نہیں عیش وزندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور جب قتل کئے جاؤ تو اچھی حالت کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔" عرض کیا، "حضور ﷺ میں اس سے راضی ہوں۔ اب کبھی میں حضور ﷺ کی آواز پر، آواز بلند نہ کروں گا۔"

غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف اتنی بات پر کہ حضور ﷺ کے سامنے آواز بلند ہوجائے اس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ کی تمام عمر کی جانفشانیاں ضبط اور اکارت ہوجائیں اور وہ بھی ایسے اعمال ملیہ میٹ دیئے جائیں جن میں سے کسی ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہوسکتے۔ تو قیاس کیجئے کہ اس سے اونچی بے ادبیوں کی کیا سزا ہوگی۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی خود تو یہ درخواست تھی نہیں، پھر کیا بات تھی کہ اتنی سی بات پر ایسی سخت وعید؟ معلوم ہوا کہ غیرت الٰہی اس کی مقتضی تھی کہ میرے حبیب کی شان کسی قسم سے کم ہونے نہ پائے اور صحابہ بھی ہمیشہ خائف، ترساں اور لرزاں رہے کہ کہیں ایسی حرکت صادر نہ ہوجائے جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجائے، پھر جب حضور ﷺ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے تو کیا ان کی محبوبیت میں فرق آگیا؟ اور غیرت کبریائی میں معاذاللہ کچھ تغیر واقع ہوگیا؟ وہ کون مسلمان ہے جو صفات الٰہیہ میں کسی قسم کے تغیر کی گنجائش روا رکھتا ہو؟ ہماری نظر سے وہ روپوش ہیں' ان کی نظر سے تو ہم روپوش نہیں؟ پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آیت مذکورہ ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون کو پیش نظر رکھے اور حضور ﷺ کے ساتھ ظاہر وباطن میں ویسا ہی مودب رہے جیسے صحابہ کا حال رہا۔ یہ نہ خیال کرے کہ حضور ﷺ کے روبرو ادب کی ضرورت تھی، اب نہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ادب اب بھی فرض ہے اور آپ کی بے ادبی کفر۔ کہ غیرت الٰہی اس بات کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ ان کو ان کا نام لے کر بھی پکارا جائے۔ چنانچہ

لاتجعلو دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً (النور: ۶۳)

یعنی "مسلمانو! رسول کا پکارنا اپنے درمیان ایسا نہ ٹھہرالو جیسے آپس میں تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یعنی کدعاء احدکم اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظمرہ وقولوا لہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔

فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اس کا نام لے کر پکارتا ہے ولیکن ان کی توقیر وتعظیم کرو اور یوں پکارو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ!"

طرفہ یہ کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضور ﷺ کو نام کیساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا تو یا ایھا النبی! یا ایھا الرسول! یٰس! یا ایھا المزمل! یا ایھا المدثر! کے ساتھ کہ جو یا تو صفات کمالیہ کو متضمن ہیں یا انداز محبوبانہ۔ برخلاف دوسری انبیاء کے کہ باوجود ان کی جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ خطاب کیا جیسا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے پر ظاہر ہے۔

یا آدم است باپدر انبیا خطاب
یا ایھا النبی خطاب محمد است

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی کا کیا گیا ہے اس کو میں کچھ وضاحت کے

ساتھ بیان کرتا لیکن چونکہ یہ ایک علمی بحث ہے عوام کو فائدہ نہ دے گی اس لئے اس کے لئے معذور ہوں۔ لیکن اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ بجائے علم یعنی بجائے نام کے، خاص اوصاف ہی کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ندا مقصود ہے وہاں نعت بھی ایک مقصود اصلی ہے

باوصفاش رسیدن کے توانند انبیاء اورا
کہ تا نعتش نمی گوید نمی خواند خدا اورا

یہاں مجھے صرف یہی بتلانا تھا کہ انسان کو چونکہ قوت مدرکہ عطا فرمادی گئی ہے اسلئے ان کا امتحان لیا گیا ہے کہ دیکھیں انسان اس قوت سے کام لے کر کیوں کر میرے محبوب کی عظمت کو قلب میں جگہ دیتے ہیں۔

اب رہے مخلوق میں وہ افراد جن کو قوت مدرکہ عطا نہیں کی گئی تو ان کے قلوب میں تو بلا واسطہ حضور ﷺ کی پہچان اور عظم اطاعت پیوست کردی گئی ہے۔ ایسے افراد عالم علوی کے ہوں، خواہ عالم سفلی کے، سب میں یہ مادہ موجود ہے۔ چناں چہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو اونٹ نے سجدہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا، ''حضور ﷺ جانور بھی آپ کو جانتے ہیں''؟ ارشاد فرمایا، سوائے کافر انسان و جنات کے سب مجھے جانتے اور پہچانتے ہیں''۔ عالم علوی کے بڑے افراد چاند و سورج شمار کئے جاتے ہیں جن کا یہ حال ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ ''میرے اسلام لانے کا باعث آپ کی نبّت کی ایک علامت ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جھولے میں چاند کی طرف جدھر اشارہ کرتے ہیں اسی طرف وہ جھک جاتا تھا۔'' آپ نے فرمایا کہ ''میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اسی طرح وہ مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ ''میرے اسلام لانے کا باعث آپ کی نبّت کی ایک علامت ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جھولے میں چاند کی طرف جدھر اشارہ کرتے ہیں اسی طرف وہ جھک جاتا تھا۔'' آپ نے فرمایا کہ ''میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اسی طرح وہ مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا۔''

یہ تو تھا آپ کے بچپن کا حال اور جوانی کے زمانے کا حال تو خود قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ

اقترب السّاعۃ وانشقّ القمر (القمر: ۱)
یعنی نزدیک ہوئی قیامت اور پھٹ گیا قمر۔

جس کا واقعہ حدیثوں میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ قبل ہجرت کے مکہ معظمہ میں ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش نے جمع ہو کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ''اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کردو۔'' فرمایا ''اگر میں ایسا کردوں تو تم ایمان لاؤ گے''؟ انہوں نے کہا کہ ''ہم ایمان لے آئیں گے۔'' آپ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور دونوں ٹکڑے اتنے فرق سے ہوگئے کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان نظر آنے لگا۔ حضور ﷺ نے پکار کر فرمایا کہ ''او فلانے فلانے دیکھ لو اور گواہ رہو۔'' لیکن جس کی قسمت میں جہنم ہی لکھی ہو وہ کیا ایمان لاسکتا تھا۔ کہنے لگے کہ ''یہ تو سحر ہے۔'' ابوجہل نے کہا ''اگر یہ سحر ہے تو تم ہی پر تو ہوگا، سارے زمین والوں پر تو نہیں ہوسکتا۔'' دوسرے شہر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی بیان کیا کہ ہم نے بھی چاند کا شق ہونا دیکھا۔

اب آفتاب کی حکم برداری ملاحظہ فرمائیں۔ موضع صہبا میں حضور ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے زانو مبارک پر سر رکھ کر سوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی جس کی وجہ سے سخت بے چین تھے۔ لیکن یہ بھی ناگوار تھا کہ حضور ﷺ کے آرام میں خلل آئے، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے چہرے پر پریشانی کے آثار ملاحظہ فرمائے تو دریافت فرمایا کہ ''تم نے نماز عصر پڑھ لی؟'' عرض کیا ''نہیں''۔ حضور ﷺ نے آفتاب کی طرف اشارہ کیا۔ اسماء بیان کرتی ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ آفتاب لوٹ آیا، یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔ مولٰینا احمد رضا خاں صاحب نے اسی واقعہ کی طرف اپنے برض اشعار کیں اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پر دے چکے
اور حفظ جاں تو جاں فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان، انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان اشعار میں ایک معجزہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کو لے کر غار ثور میں گئے تو دیکھا کہ جا بجا اس میں سوراخ ہیں اس خیال سی کہ کوئی جانور حضور ﷺ کو تکلیف نہ دے، اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخوں کو بند کردیا۔ ایک سوراخ باقی رہا تو اس میں اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا اور حضور ﷺ کو اندر بلالیا۔ حضور ﷺ نے آپ کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدّیق اکبر کے انگوٹھے پر ملا مگر یہ جاں نثار کب اس کی سنتے تھے، اس خیال سے کہ جان جائے لیکن محبوب کے آرام میں خلل نہ آئے، پیر نہ اٹھایا، مجبوراً اس نے پاؤں میں کاٹ لیا۔ حضور ﷺ جب بیدار ہوئے تو یہ واقعہ معلوم کرکے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر لعاب دہن لگادیا، فوراً سکون آگیا۔ لیکن ہر سال وہ زہر عود کرتا، آخر اسی سے شہادت پائی۔

عمرو بن العاص کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میں بوقت ولادت حضور ﷺ حاضر تھی تو جب آپ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا اور ستارے اس قدر قریب ہوگئے تھے اور لٹک آئے تھے کہ میں نے گمان کیا کہ اب یہ زمین پر گر پڑیں گے۔

اب ذرا آسمان سے نیچے کا سماں ملاحظہ کیجئے۔ ایک مرتبہ آپ جمعہ کا خطبہ فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ! مال ہلاک ہوا جارہا ہے اور ہماری عیال بھوکوں مررہی ہے، مینہ طلب فرمائیں۔'' آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت ابر کے کسی ٹکڑے کا بھی نشان نہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ابھی آپ ہاتھ رکھنے نہ پائے

تھے کہ بادل ہر طرف پہاڑوں کی مانند گھر آئے اور آپ ابھی منبر سے اترنے نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرات گرنے لگے۔ سواس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ کو پھر کسی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ "حضور ﷺ مکان گر رہے ہیں، مال ڈوبا جارہا ہے۔" آپ نے پھر دونوں دست مبارک اٹھائے اور فرمایا کہ "ہمارے گرد برسے نہ ہم پر۔" اب جدھر آپ نے اشارہ فرمایا ادھر ہی سے ابر کھل گیا۔ یہاں تک کہ مدینہ پر تو پانی بالکل موقوف ہو گیا اور اطراف میں برستا رہا۔ اطراف سے جو لوگ آتے تھے مینہ کی کثرت بیان کرتے تھے۔ اس معجزے میں پانی اور ہوا دونوں کی اطاعت ظاہر ہے۔

اب اور نیچے آیئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کیساتھ تھا۔ حضور ﷺ اطراف مکہ کی طرف نکلے، سو میں نے دیکھا کہ جو درخت یا پہاڑ سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا "السلام علیک یارسول اللہ"۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ جبل احد پر تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے تو حضور ﷺ کے جاہ و جلال کی برداشت نہ لاکر پہاڑ تھرتھرانے لگا۔ آپ نے پائے مبارک مارا اور فرمایا کہ "او احد ٹھہر تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ اس معجزے میں جہاں پہاڑ کی اطاعت پر روشنی پڑتی ہے وہاں غیب کی خبر پر بھی کہ عثمان وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بھی بتلادیا کہ یہ دونوں شہید ہونے والے ہیں۔

اب اور نیچے آیئے جب مکہ معظمہ سے حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سراقہ بن مالک نے آپ کا پیچھا کیا اور سراغ لگاتا ہوا آپ کے قریب پہنچ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "ہمیں ایک شخص نے آلیا۔" فرمایا:

لاتحزن ان اللہ معنا (التوبہ: ۴۰)

"تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

پھر آپ نے زمین کو حکم دیا کہ:

یا ارض خذیہ

"او زمین اس کو پکڑے"

اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ چلایا کہ "مجھے نجات دیجئے، میں تمہارے طلب کرنے والوں کو بھی پھیر دوں گا۔" اور اس پر اسنے قسم کھائی۔ حضور ﷺ نے دعا کی اور اس نے نجات پائی۔ اس معجزے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے مقابل آپ دیکھیں گے تو دیکھیں گے کہ اس معجزے میں رحمت کا پورا منظر نظر آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قارون کمال زاری دعاجزی کرتا رہا لیکن انہوں نے کچھ رحم نہ کیا۔ اسی جہت سے وحی نازل ہوئی کہ "موسیٰ (علیہ السلام) تم سے قارون نے کس قدر زاری اور عاجزی کی مگر تم اس کے دبانے پر ہی جمے رہے۔ میری جناب میں اگر ایک مرتبہ بھی عرض کرتا تو میں اس کو نجات دے دیتا۔" اب حضور ﷺ کے اس معجزے پر نظر ڈالیں کہ سراقہ نے ادھر عاجزی کی اور ادھر رحمت جوش میں آئی اور اس کو اس عذاب سے نجات دے دی بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ تین مرتبہ ایسا ہی واقعہ ہوا کہ جب اس نے زاری کی، نجات دے دی اور جب اس نے کچھ شرارت کرنی چاہی، دھنسا دیا۔ کیا آپ کو کوئی ایسا کریم نظر آتا ہے کہ بار بار خطائیں کرنے پر چھوڑتا رہے۔

اب آیئے دیکھیے پانی پر کس کی حکومت تھی۔ حضور ﷺ نے تو بکثرت دریا بہائے ہیں۔ کھاری کنوؤں کو میٹھا بھی کیا ہے۔ یہاں یہ بتلا دوں کہ حضور ﷺ نے اس حکومت کا کچھ حصہ اپنے غلاموں کو بھی عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ مصر جب فتح ہوا تو لوگوں نے وہاں کے حاکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا "دریائے نیل کی یہ عادت ہے کہ جب تک ہر مہینہ ہم ایک کنواری (لڑکی) کا بھینٹ نہیں چڑھاتے، یہ جاری نہیں ہوتا۔" آپ نے فرمایا کہ "اب اسلام میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔" چنانچہ جب ایسا نہ کیا گیا تو وہ تین ماہ تک جاری نہ ہوا۔ لوگ جب تنگ ہوئے اور شہر چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تو عمرو بن عاص نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت نے ان کو ایک رقعہ لکھ کر بھیجا کہ "اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔" اس میں تحریر فرمایا تھا:

"عمر کی طرف سے۔ دریائے نیل! اگر تو اپنے آپ جاری ہوتا ہے تو جاری نہ ہو اور اگر واحد قہار کے جاری ہوتا ہے تو ہماری اس ہی سے شکایت ہے کہ وہ تجھے جاری کردے۔"

چنانچہ جس رات عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ ڈالا، اسی رات وہ جاری ہو گیا۔

اب نظر کیجئے شجر اور پتھروں کی جانب۔ ایک جہاد کے سفر میں آپ ﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "دیکھو کہیں درخت یا پتھر ہیں۔" انہوں نے عرض کیا۔ "ہاں۔" فرمایا "جاکر ان سے کہو کہ رسول اللہ تمہیں حکم کرتے ہیں کہ اکٹھے ہو جاؤ۔" سو وہ کہتے ہیں کہ "جب میں نے جاکر کہا تو خدا کی قسم! یک دم درخت قریب ہو کر ایک جگہ مل گئے اور پتھر بھی مل کر مثل دیوار ہو گئے۔" حضور ﷺ نے اس کے پیچھے بیٹھ کر قضائے حاجت کی۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا "ان سے کہہ دو کہ اب یہ حکم ہے کہ علیحدہ ہو جاؤ۔" وہ کہتے ہیں کہ "خدا کی قسم میرا یہ کہنا تھا کہ وہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔"

اب آگ کی طرف توجہ کیجئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک مرتبہ مہمان آئے، خادمہ جب دستر خوان لائی تو وہ نہایت میلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خادمہ سے فرمایا کہ "اس کو تنور میں ڈال دو۔" چنانچہ اس نے تنور میں ڈال دیا۔ مہمانوں کو بڑی حیرت ہوئی اور اس انتظار میں رہے کہ اب اس کو لو اٹھتی ہے اور دھواں نکلے گا مگر وہاں نہ لو اٹھی اور نہ دھواں نکلا۔ کچھ دیر کے بعد تنور میں سے دستر خوان نہایت سپید میل کچیل سے پاک نکلا، مہمان حیران رہ گئے۔ دریافت کیا کہ "اے انس! یہ کیا معاملہ ہے آگ نے اس کو جلایا نہیں؟" فرمایا کہ "یہ کیسے جل سکتا تھا۔ اس دسترخوان سے تو میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دست مبارک اور دہن شریف پونچھے تھے تو آگ کی کیا مجال کہ اس پر اثر کر سکے؟"

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اس معجزے کو مثنوی شریف میں لکھ کر فرماتے ہیں:

اے دل ترسندہ از نار وعذاب
باچناں دست ولبے کن اقتراب
چوں جمادی راچنیں تشریف داد
جان عاشق راچہا خواہد کشاد
دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت بایک دگر پیوستہ ایم
رشتہ ما یک تو لایش بس است
چشم ماراکیف صہبا لیش بس است
مستی او تابخون مادوید
کہنہ را آتش زد و نو آفرید
عشق اوسرمایہ جمعیت است
ہم چوخوں اندر عروق ملت است

کائنات کا ذرہ ذرہ حضور ﷺ کے کرم سے چمک رہا ہے

ولادت مبارک پر غزالی زماں حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید کاظمیؒ کی لازوال تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم حضرات!

یہ ربیع الاول کا نورانی مہینہ، وہ مقدس مہینہ ہے جس میں سید الطیبین و الطاہرین، سید المرسلین جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اے ماہ ربیع الاول تیری عظمتوں کو سلام تیرے دامن میں اللہ کے محبوب کی ولادت باسعادت کے جلوے نظر آرہے ہیں۔ جو مومنین کے دلوں کو روشن کر رہے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت نے حقائق کائنات کو منور کر دیا۔ حضور ﷺ خود نور ہیں اور اس نور نے تمام عالم کو بھی نور کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی...... یہاں حضور نبی کریم ﷺ کو بھیجنے کا ذکر ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا

اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں سے رسول کو بھیجا......

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب آئی......

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا

اے پیارے نبی! ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

قرآن پاک کے عنوانات کو دیکھیں کہ حضور ﷺ کے آنے، بھیجے جانے، مبعوث ہونے، جلوہ گر ہونے کے لیے کیسے کیسے عنوانات اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں اور اس سے حضور ﷺ کے تشریف لانے کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

...... نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ تمام کائنات کے لیے رحمت ہے۔ اور حضور ﷺ تمام عالم کے لیے ہدایت بن کر تشریف لائے اور قرآن نے صاف کہا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی

میرے دوستو اور عزیزو! حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا مضمون جب ذہن میں آتا ہے تو تین چیزیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔



روڑی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے نشان

(۱) خلقت محمدی

(۲) ولادت محمدی

(۳) بعثت محمدی

خلقت سے مراد ہے ساری کائنات سے پہلے حضور ﷺ کا پیدا ہونا۔ زبان نبوت نے فرمایا!

اول ما خلق اللہ نوری سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا۔

یا جابر اول ما خلق اللہ نور نبیک (روح المعانی)

اے جابر جو چیز اللہ نے سب سے پہلے پیدا کی وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ حضرت امام مجدد الف ثانی سیدی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں ایک حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت من نور اللہ...... حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے ہمارا مسلک ہے ہمارا مذہب ہے کہ حضور ﷺ نور رہیں اور حضور ﷺ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ انا اولھم خلقا میں سب سے پہلے پیدا ہوا ہوں "واخرھم بعثا" اور سب نبیوں کے بعد آیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اولیت کا ذکر اور مقامات پر بھی فرمایا ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

کنت نبیا و ادم بین الماء والطین یعنی میں نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی میں تھے۔ ایک اور مضمون اسی حدیث کا

ترمذی شریف میں بروایت حسن، امام ترمذی نے روایت کیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد فرمایا میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ابھی جسد اور روح میں تھے۔ یعنی ان کی روح ان کے جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی میں نبی تھا۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جب آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اللہ کے علم میں نبی تھا۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ خدا کے بندو! کیا اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اللہ کے علم میں تھے۔ اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ بھائی یہ کیا تماشا ہے۔ اور اگر حضورﷺ کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ اس لیے محققین نے صاف کہا کہ ”کنت بنیاد ادم بین الروح و الجسد“ کا مفہوم یہ ہے کہ میں مسند نبوت پر جلوہ گر تھا اور ارواح انبیاء علیہم السلام کو نبوت کا فیض عطا فرما رہا تھا۔

ہمارا مسلک ہے کہ حضورﷺ مبداء کائنات ہیں، حضور مخزن کائنات ہیں' حضور منشاء کائنات ہیں اور مجھے کہنے دیجئے کہ حضور مقصود کائنات ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے۔ لولاک لما خلقت الدنیا یعنی اے پیارے حبیب تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو نہ بناتا۔

ایک حدیث میں آیا۔ لولاک لما خلقت الا فلاک یعنی میرے نبی اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔“ اور تفسیر حسینی میں ایک حدیث نقل کی گئی۔ لولاک لما اظہرت الربوبیہ پیارے اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا۔

اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف ہیں، یہ نہیں کہتے کہ ہمارا عقیدہ ضعیف ہے۔ اور میں تو حضور نبی کریمﷺ کے اول ہونے کا مضمون قرآن سے سمجھتا ہوں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف فرمایا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین

”پیارے حبیب ہم نے آپ کو نہیں بھیج اگر سارے عالموں کے لیے رحم کرنے والا بنا کر۔“

اب بتائیے کہ سارے عالموں میں سوائے اللہ کے سب کچھ شامل ہے یا نہیں؟ ہم سے جو پہلے تھے۔ وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور جو ہمارے بعد آئیں گے وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور اب جو موجود ہیں وہ بھی العالمین میں شامل ہیں تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حضورﷺ سب کے لیے رحمت کرنے والے ہیں کہ نہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔

رحمت مصدر ہے اور راحم کے معنی میں ہیں۔ صاحب روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی نے ”وما ارسلنک الا رحمت اللعالمین“ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جب آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اللہ کے علم میں نبی تھا۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ خدا کے بندو! کیا اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اللہ کے علم میں تھے۔ اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ بھائی یہ کیا تماشا ہے۔ اور اگر حضورﷺ کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟

یعنی اے پیارے حبیب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا۔ مگر سارے عالموں کے لیے رحم کرنے والا بنا کر۔“

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سارے عالموں میں اللہ کے سوا سب کچھ شامل ہے کہ نہیں، زمین بھی، آسمان بھی، فرش بھی، عرش بھی، ملک بھی، فلک بھی، تمام جواہر بھی، اغراض بھی، عناصر بھی، تمام عالم اجسام، تمام عالم ارواح، موالید ثلاثہ، عالم خلق...... عالم امر، عالم تحت، عالم فوق، کل کائنات العالمین میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

میرے پیارے میں نے آپ کو سارے عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

میرے پیارے دوستو، اور عزیزو! یہ بات ہمارے سامنے قرآن کی آیت میں ہے کہ آپ سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں اور رحمت مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں ہے یعنی آپ سارے عالموں کے راحم ہیں، جو سارے عالموں کے لیے رحمت کرنے والا ہو۔ تو ایمان سے کہنا کہ سارے عالموں کی حاجت ان کے دامن سے وابستہ ہوگی کہ نہیں، بے شک ہوگی......

صاحب روح المعانی نے عارفین کا ایک قول نقل کیا ہے اور یہ بتایا کہ حضورﷺ کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی وجہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اصل ہیں اور العالمین فرع، اصل جڑ کو کہتے ہیں اور فرع شاخ کو۔ اب یہ بتائیے کہ جڑ نہ ہو کیا شاخیں باقی رہیں گی؟ اگر درخت کی جڑ سوکھ جائے تو کیا شاخیں ہری رہیں گی؟ یقیناً نہیں' ارے درخت کی جڑ سے تو سارا کام ہوتا ہے۔ جڑ تنے کو غذا پہنچاتی ہے۔ اور جڑ کی پہنچائی ہوئی غذا تنے سے ہوتی ہوئی شاخوں میں پہنچتی ہے۔ پھر پتوں میں پہنچتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سارا تنا اس جڑ کا محتاج ہے جب تک اس جڑ کا فیض جاری ہے تو شاخیں ہری ہیں اگر جڑ کا فیض ختم ہو جائے تو شاخیں بھی سوکھ جائیں گی۔ جس طرح جڑ کو شاخوں کے ساتھ طبعا رحمت کا جذبہ دینا پایا جاتا ہے۔ اسی طرح حضورﷺ کی ذات پاک العالمین کے ہر ذرے کے لیے رحمت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

میرے آقا حضرت محمدﷺ تمام کائنات کے ذریعے ذرے کے لیے اصل ہیں۔ اور اس کائنات کا ہر ذرہ ہر فرد اور ہر گل جو ہمیں نظر آتا ہے اور جو ہمیں نظر نہیں آتا خواہ وہ زمین کے اوپر ہے خواہ زمین کے نیچے ہے، وہ ہواؤں میں ہے وہ فضاؤں میں ہے وہ خلاؤں میں ہے۔ وہ دریاؤں میں ہے۔ وہ پہاڑوں میں ہے وہ کہیں ہے زمین مین میں ہے۔ آسمان میں ہے تحت میں ہے۔ فوق میں ہے جہاں بھی کوئی ذرہ ہے۔ مصطفیٰﷺ کی جڑ کے لیے شاخ ہے اور حضورﷺ کا فیض اسی طرح کائنات کے ہر ذرے کو پہنچ رہا ہے۔ جیسے جڑ کا فیض شاخ کے ہر جز کو پہنچ رہا ہے۔

اب یہ بتائے کہ جڑ پہلے ہوگی یا شاخ۔ یقیناً جڑ پہلے ہو گی۔ تو یوں کہیئے کہ شاخیں تو العالمین ہے اور جڑ حضورﷺ ہیں۔ تو حضورﷺ پہلے ہوئے اور العالمین بعد میں۔ اب آپ یہ بتائیں کہ شاخ کو جڑ کی حاجت ہے کہ نہیں؟ یقیناً ہے تو یوں کہیئے کہ ساری کائنت کو مصطفیٰﷺ کی حاجت

ہے۔ اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ حاجت والا بعد میں ہوتا ہے۔ تمام کائنات کو حضور ﷺ کی حاجت ہے اس لئے حضور ﷺ پہلے ہیں اور حاجت والی کائنات ہے اس لئے کائنات بعد میں ہوئی۔

میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوں تو کائنات زندہ نہیں رہ سکتی۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا
وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی
جان ہے تو جہان ہے

یہ کیا تصور ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے (نعوذ باللہ) ارے وہ مر گئے تو ہم کیسے زندہ رہ گئے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پاور ہاؤس میں تو بجلی ہے نہیں مگر میرے گھر کے تمام بلب کیسے روشن ہیں؟ یہ تو ہوسکتا ہے کہ پاور ہاؤس میں بجلی موجود ہو اور تیرے گھر میں اندھیرا ہو۔ اس لیے کہ تو نے فٹنگ نہ کرائی ہو۔ اور شاید فٹنگ بھی کرائی ہو تو کنکشن نہ لیا ہو اور ممکن ہے کہ کنکشن بھی لیا ہو تو ابھی بلب نہ لگایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بلب بھی لگا ہو مگر فیوز ہی اڑ گیا ہو معلوم ہوا کہ اگر پاور ہاؤس میں بجلی ہو تو تیرے گھر اندھیرا ہوسکتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ پاور ہاؤس میں بجلی نہ ہو اور تیرے گھر میں روشنی۔

یہ تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہوں اور ہم مر جائیں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ معاذ اللہ مردہ ہوں اور ہم زندہ ہوں کیوں کہ حضور ﷺ اصل ہی ہیں حضور مخزن حیات ہیں، منبع حیات ہیں، معدن حیات ہیں، اور ساری کائنات کے لیے بنیاد ہیں اور بنیاد کے بغیر کوئی شے زندہ نہیں رہ سکتی۔

یہاں جلد کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ حضور ﷺ پانی بھی پیتے تھے۔ حضور ﷺ زمین پر چلتے تھے، ہوا میں سانس لیتے تھے۔ تو پھر حضور ﷺ کو بھی ان ساری چیزوں کی حاجت ہوئی۔ اگر ہمیں حاجت ہے تو پھر حضور ﷺ کو بھی حاجت ہوئی اگر کوئی اپنے ذہن میں یہ تصور رکھتا ہے۔ تو معراج کی رات کا تصور قائم کرے اگر زمین ہمارے پاؤں تلے نہ ہو تو ہم کیسے ٹھہریں گے۔ ہوا نہ ہو تو ہم سانس کیسے لیں گے، پانی نہ ہو تو ہماری زندگی کیسے برقرار رہے گی لیکن جب معراج کی رات آئی تو مسئلہ حل ہو گیا، کیا ہوا، ایمان سے کہنا زمین نیچے رہی مصطفیٰ ﷺ اوپر چلے گئے۔ تم تو زمین چھوڑ کر ذرا اوپر جا کر دکھاؤ۔ تو پتہ چلا۔ معراج کی رات یہ مسئلہ حل ہو گیا اور بتا دیا کہ دیکھ لو زمین نیچے ہے۔ مصطفیٰ ﷺ اوپر ہیں اگر وہ اس کے محتاج ہوں تو اس کے بغیر کیسے رہ گئے سمجھ لو مصطفیٰ ﷺ ان کے محتاج نہیں ہیں۔

اور جب حضور ﷺ معراج پر گئے تو ایمان سے کہنا کہ پانی نیچے رہا کہ نہیں رہا۔ آگ نیچے رہی، ہوا نیچے رہی، پتہ چلا کہ حضور ﷺ نہ آگ کے محتاج تھے نہ پانی کے محتاج تھے، نہ ہوا کے محتاج تھے اور نہ زمین کی محتاج تھے۔

شاید کوئی گمان کرے کہ حضور ﷺ آسمان کے محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے پہلے آسمان کو چھوڑ کر دوسرے پر آجا تو آسمان کا بھی محتاج نہیں ہے۔ اور شاید کوئی یہ سمجھتا کہ دوسرے کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے حبیب دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے پر آجا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ دوسرے کا بھی محتاج نہیں ہے۔ پھر چوتھے پر بلایا، پانچویں چھٹے، اور ساتویں پر بلایا، پھر عرش پر بلایا۔ حضور ﷺ جب عرش پر پہنچے تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ یہ عرش کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے عرش کو نیچے چھوڑ دے تو اوپر چلا آ۔

اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو میں ایک بات کہتا ہوں کہ حضور ﷺ تو وہاں گئے۔

جہاں نہ مکاں تھا نہ لا مکاں

کیا مطلب ہوا، مکان نیچے رہا، مصطفیٰ ﷺ اوپر ہوئے۔ لامکاں نیچے رہا۔ مصطفیٰ ﷺ اوپر ہوئے۔ معلوم ہوا کہ جو کسی کا محتاج ہو وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اور ہمارے نبی کریم ﷺ نہ زمیں کے محتاج ہیں نہ آسمان کے، نہ وہ مکاں کے محتاج ہیں نہ امکان کے محتاج ہیں، ارے وہ تو ساری کائنات میں کسی کے محتاج نہیں، کائنات ان کی محتاج ہے وہ تو فقط خالق کائنات کے محتاج ہیں۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہو گیا کہ جو کسی کا محتاج ہو وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیوں کہ پرندہ ہوا کا محتاج ہے اور مچھلی پانی کی محتاج ہے (پرندوں کو ہوا سے الگ کردو تو پرندے ہوا کے بغیر مر جائیں گے اور اسی طرح اگر مچھلی کو پانی سے الگ کردو تو پانی کے بغیر مچھلی مرجائے گی۔)

اگر یہ بات ہے تو شبہ یہ ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ ساری کائنات کو چھوڑ کر لامکاں پر چلے گئے بلکہ لا مکاں کو بھی چھوڑ کر اوپر چلے گئے۔ تو اگر یہ کائنات حضور ﷺ کی محتاج تھی۔ تو یہ حضور ﷺ کے بغیر کیسے رہ گئی؟ کیوں کہ جو کسی کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ حضور ﷺ ہیں نہیں اور زمین ہے۔ حضور ﷺ ہیں نہیں اور آسمان ہے، حضور ﷺ ہیں نہیں اور جواہر ہیں۔ حضور ﷺ ہیں نہیں اور اجسام ہیں، حضور ﷺ ہیں نہیں اور ارواح ہیں، حضور ﷺ ہیں نہیں اور عرش ہے حضور ﷺ ہیں نہیں اور فرش ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو حضور ﷺ کے محتاج ہیں تو اگر حضور ﷺ نہیں تو یہ کیسے رہ گئے؟ میرے دوستو! عزیزو! میں یہی بات آپ کے ذہن میں ڈالنا چاہتا ہوں کہ ہم نے سمجھا ہی نہیں کہ حضور ﷺ ہیں کیا؟

میرے دوستو، عزیزو!

خدا کی قسم حضور ﷺ خدا نہیں ہیں، وہ خدا کے شریک نہیں ہیں۔ حضور ﷺ خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔ خدا بیٹے سے پاک ہے۔ خدا شرکت سے پاک ہے خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ حضور ﷺ نہ خدا ہیں نہ خدا کے شریک، ارے وہ تو خدا کے حبیب ہیں اور خدا کے عبد مقدس ہیں۔

شاید کوئی گمان کرے کہ حضور ﷺ آسمان کے محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے پہلے آسمان کو چھوڑ کر دوسرے پر آجا تو آسمان کا بھی محتاج نہیں ہے۔ اور شاید کوئی یہ سمجھتا کہ دوسرے کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے حبیب دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے پر آجا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ دوسرے کا بھی محتاج نہیں ہے۔ پھر چوتھے پر بلایا، پانچویں چھٹے، اور ساتویں پر بلایا، پھر عرش پر بلایا۔ حضور ﷺ جب عرش پر پہنچے تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ یہ عرش کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے عرش کو نیچے چھوڑ دے تو اوپر چلا آ۔

اب آپ کہیں گے کہ جب وہ عہد مقدس ہیں تو مخلوق ان کے بغیر کیسے رہ گئی۔ بس یہ بات آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان سب مسائل کو ہمارے سامنے رکھ دیا اور فرمایا

یضرب اللہ الامثال للناس

یعنی اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اللہ کی بیان کی ہوئی مثالوں کو دیکھو اور حقائق کو سمجھو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وکذلک نری ابرھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (سورہ بقرہ)

اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

انا ارسلنک شاهدا و مبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراج منیرا (سورہ احزاب)

"پیارے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا، ہم نے آپ کو مبشر بنا کر بھیجا، ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کو اپنی طرف اپنے حکم سے دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اے حبیب ہم نے آپ کو سراج منیر بنا کر بھیجا۔"

اللہ تعالیٰ نے میرے آقا حضور پرنور ﷺ کو سراج کس کے لیے بنایا؟ یقیناً العالمین کے لیے بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔

تو بھائی جیسا ماحول ہوگا سراج بھی ویسا ہی ہوگا۔ کوئی کسی چھوٹے کمرے کا چراغ ہوگا، کوئی کسی بڑے حال کا چراغ ہوگا۔ کوئی پورے گھر کا چراغ ہوگا۔ کوئی پورے شہر کا چراغ ہوگا اور کوئی پورے ملک کا چراغ ہوگا لیکن محمد ﷺ تو ساری کائنات کے چراغ اب بتائیے کہ چراغ ایک جگہ ہوتا ہے اس کی لو ایک جگہ ہوتی ہے لیکن اس کی روشنی کہاں تک جاتی ہے اس کی روشنی چھتوں پر ہوتی ہے۔ اس کی روشنی دیواروں پر ہوتی ہے۔ اس کی روشنی زمین پر بھی ہوتی ہے اور اس کی روشنی آسمان پر بھی ہوتی ہے۔ اب یہ تو ایک جگہ مگر اس کی روشنی سب جگہ ہے۔

میرے دوستو، عزیزو!

میرے آقائے نامدار ﷺ تو سراج منیر ہیں۔ تو سمجھ لو کہ میرے آقا فرش پر ہیں تو ان کی روشنی عرش پر جاتی ہے۔ اگر وہ مدینے کا چراغ عرش پر ہی تو اس کی روشنی تک جاری ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لامکاں تک جاری ہے۔ اور اگر وہ چراغ لامکان میں ہے تو مکان تک اس کی روشنی جارہی ہے۔ تو جہاں اس کی روشنی ہے وہاں مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں۔ اور جب موجود ہیں تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔

میرے آقائے نامدار ﷺ تو سراج منیر ہیں۔ تو سمجھ لو کہ میرے آقا فرش پر ہیں تو ان کی روشنی عرش پر جاتی ہے۔ اگر وہ مدینے کا چراغ عرش پر ہی تو اس کی روشنی تک جاری ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لامکاں تک جاری ہے۔ اور اگر وہ چراغ لامکان میں ہے تو مکان تک اس کی روشنی جارہی ہے۔ تو جہاں اس کی روشنی ہے وہاں مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں۔ اور جب موجود ہیں تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔

میرے دوستوں اور عزیزو!

یہ مصطفیٰ کا کمال، یہ حضور کا کمال، یہ حضور کا حسن، یہ حضور کا جمال حضور کا نہیں، حضور ﷺ تو خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا آئینہ ہیں، میں نہیں کہتا۔ اے زبان نبوت تجھ پر کروڑوں درود اور سلام، حضور ﷺ نے فرمایا۔

قال رسول اللہ ﷺ من رانی فقد رای الحق۔ فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری میں ہے۔ اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ ہم حضور ﷺ کو خدا کا شریک نہیں مانتے۔ ہم حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ کا مثل نہیں مانتے، ہم حضور ﷺ کو خدا کا نظیر نہیں مانتے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا اللہ تعالیٰ نظیر سے پاک ہے۔ وہ میل سے پاک ہے۔ وہ شریک سے پاک ہے۔ ارے حضور ﷺ اللہ کے شریک نہیں ہے۔ واللہ، باللہ ثم تاللہ! حضور ﷺ تو خدا کی ذات وصفات کا آئینہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال الوہیت کو اپنے حبیب ﷺ کی ذات میں ظاہر کیا۔ میں حیات ہوں کہ اگر یہ شرک ہے تو پھر ساری کائنات شرک سے بھری پڑی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں اور مجھ میں کوئی خوبی ہے۔ تو وہ کس کی ہے۔ میری اور تمہاری ہے یا خدا کی دی ہوئی ہے؟ یقیناً خدا کی عطا کردہ ہے تو جب خدا کا کمال تم میں اور مجھ میں ظاہر ہو تو کوئی شرک نہیں اور حضور ﷺ میں ظاہر ہو تو شرک ہو جائے کیا تماشہ ہے؟

میرے دوستو اور عزیزو!

ہم حضور ﷺ کو خدا کا جز نہیں سمجھتے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ تم تو حضور ﷺ کو خدا کے نور سے مانتے ہو۔ تو جتنا نور حضور ﷺ میں آیا اتنا نور خدا میں کم ہوگیا۔ لہٰذا تم نے حضور کو خدا کے نور سے مان کر خدا کے نور کو ناقص کر دیا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عزیزان گرامی!

دیکھئے یہ بات تو تب ہو کہ جب خدا کا کوئی جز ہو۔ وہ تو جز سے پاک ہے اور مجھے کہنے دیجئے کہ وہ جز ہی نہیں بلکہ وہ توکل سے بھی پاک ہے۔ نہ خدا کو جز کہہ سکتے ہیں اور نہ کل کہہ سکتے ہیں۔ ہاں وہ جز کا بھی خالق ہے اور کل کا بھی خالق ہے۔ خود جز ہے نہ کل ہے۔ جز اس لئے نہیں کہ اگر ہم خدا کو جز مان لیں تو ترکیب ہوگی اور جہاں ترکیب ہوگی وہاں حدوث ہوگا۔ اگر حدوث ہو تو خدا تعالیٰ کا وجود ختم ہوگا۔ اور اگر ہم خدا کو کل مان لیں گے تب بھی یہی بات ہوگی۔

کیوں کہ کل کے معنی تو یہ ہیں کہ بہت سے اجزاء کو جمع کرلو اور سب کو ملا لو۔ اجزاء کے مجموعے کا نام کل ہوتا ہے۔ اجزاء ہوں گے تو مجموعہ ہوگا۔ اور اگر مجموعہ نہیں تو کل نہیں اور اجزاء نہیں تو کل نہیں۔ اگر خدا کو کل کہو گے تو پہلے اجزاء ماننے پڑیں گے۔ ایمان سے کہنا کہ کیا خدا کے اجزاء ہیں، اگر اجزاء نہیں تو مجموعہ کہاں سے آگئے گا۔ مجموعہ نہیں تو کل کس کو کہو گے۔ اس لئے مان لو کہ خدا کل نہیں، خدا تو ہر کل کا خالق ہے۔ ہر کل کو خدا نے پیدا کیا خدا تو ہر کل کا خالق ہے۔ ہر کل کو خدا نے پیدا کیا خدا جز نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر جز کا خالق

ہے اور ہر جز کو خدا نے پیدا کیا لہٰذا حضور ﷺ خدا کا جز نہیں ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خدا کے نور سے کیسے پیدا ہو گئے۔ کیوں کہ خدا کا نور تو کبھی جز نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں، دیکھئے سورج آسمان پر چمک رہا ہے، آپ نیچے زمین پر آئینہ رکھ دیں۔ ایمان سے کہنا کہ اس شیشے میں سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا یا نہیں؟ یقیناً آئے گا اب بتایئے کہ اس میں جو روشنی ہے وہ سورج کی ہے یا نہیں؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں جناب یہ سورج کی روشنی نہیں اگر یہ سورج کی روشنی ہے تو جتنی روشنی اس میں آئی اتنی روشنی سورج میں کم ہو جانی چاہئے۔ کیا آپ اس بات کو مان لیں گے؟ یقیناً نہیں مانیں گے۔ آپ دوسرا آئینہ رکھ دیں تیسرا رکھ دیں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں شیشے زمین پر بچھا دیں۔ ہر آئینہ میں پورا سورج نظر آئے گا مگر وہاں کوئی کمی آئے گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں صاحب کمی تو ہو ہی گئی۔ تو میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک دو شیشے رکھنے سے کچھ کمی ہوا اور اگر ہزاروں لاکھوں شیشے رکھ دیئے جائیں تو سورج کا بالکل صفایا ہی ہو جائے۔ اور سورج کا سارا نور ان آئینوں میں تقسیم ہو کر ختم ہو جائے تو بھائی کروڑوں شیشے بھی رکھ دیئے جائیں تو وہاں کمی نہیں آئے گی۔ جب وہاں کمی نہیں آئی تو پتہ چلا کہ شیشہ جو سورج کے نیچے رکھا ہے۔ وہ سورج کا جز نہیں ہے۔ اور جو اس میں چمکتا ہوا نظر آ رہا ہے آپ اس شیشے کے نور کو کیا کہیں گے۔ سورج کا جز نہیں کہہ سکتے بلکہ سورج کا جلوہ کہیں گے۔ کیوں کہ نہ تو اصل سورج شیشے میں آیا اور نہ ہی شیشہ سورج کا حصہ بنا بلکہ شیشہ سورج کے نور کا مظہر بنا۔

میرے آقا حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔

''ان امراۃ جمال الحق'' یعنی میں تو حق کے جمال کا آئینہ ہوں۔'' شیشے میں جو نور نظر آئے گا وہ آفتاب کا نور ہوگا۔ اور مصطفی ﷺ میں جو نور نظر آئے گا۔ وہ خدا کا نور ہوگا۔ بس میں یہ کہتا ہوں کہ حضور ﷺ میں جو علم نظر آیا وہ حضور کا نہیں بلکہ خدا کا علم ہے۔ جو قدرت حضور میں نظر آئی وہ حضور کی نہیں وہ خدا کی ہے۔ اگر حضور میں خدا کی قدرت کا ظہور نہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جبل ابوقبیس پر حضور ﷺ نے چاند کو انگلی کا اشارہ فرمایا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ حضور ﷺ کی قدرت نہ تھی بلکہ خدا کی قدرت کا ظہور تھا۔

میرے دوستو اور عزیزو!

ہمیں دین ملا تو رسول اللہ کی زبان سے، خدا کی معرفت ملی تو رسول کی زبان سے، قرآن ملا تو رسول ﷺ کی زبان سے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ لیکن اللہ کا کلام ہونے کے باوجود وہ رسول کا کہا ہوا ہے میں نہیں کہتا قرآن کہتا ہے۔

انہ لقول رسول کریم

یعنی'' قرآن کلام میرا ہے قول رسول کریم کا ہے۔''

اگر یہ رسول کریم کہہ کہ نہ بتاتے تو تمہیں کیا پتہ چلتا کہ کیا ہے۔ لہٰذا خدا کے کلام کا جلوہ حضور کا علم، اللہ تعالیٰ کے کلام کا جلوہ، حضور کے کلام میں، اللہ تعالیٰ کے علم کا جلوہ، حضور کا علم، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ، حضور کی قدرت میں اللہ تعالیٰ کی سمع کا جلوہ، حضور ﷺ کی سمع میں سبحان اللہ! وہ کیسی سمع ہے! بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو حضرت بلال ؓ کو بلایا، اور فرمایا! بلال تو وہ عمل بتا جو تو کرتا ہے۔ میں تو جنت میں اپنے آگے تیرے چلنے کی آواز سنی ہے؟ یہاں لوگوں نے کہا، اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو آپ حضرت بلال ؓ سے کیوں پوچھتے، ارے یہ بات نہ تھی۔ کیوں کہ بلال نے تو ایسا کوئی عمل نہیں کیا۔ جس کا حضور ﷺ کو علم نہ ہو جس عمل کرنے سے حضرت بلال ؓ کو یہ مرتبہ مال اگر اس عمل کا علم حضور ﷺ کو نہ ہو تو عمل کرنے والا جنت میں کیسے جا سکتا ہے۔ دراصل بات یہ تھی کہ بلال تم خود اپنے منہ سے کہو تا کہ اس اہمیت والے عمل کا پتہ چلے اور لوگوں کو شوق پیدا ہو۔ یہ ایک نفسیاتی بات ہے۔

حضرت بلال ؓ نے کہا کہ میرے آقا تحیۃ الوضو بھی پڑھتا ہوں اور تحیۃ المسجد بھی پڑھتا ہوں اب یہاں میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو کیا حضرت بلال ؓ ساتھ گئے تھے؟ یقیناً نہیں گئے تھے۔ اور جب گئے نہیں تو وہاں تھے نہیں۔ اور جب تھے نہیں تو چلے بھی نہیں۔ اور جب چلے نہیں چلنے کی آواز پیدا نہ ہوئی اور جب آواز پیدا نہ ہوئی تو حضور ﷺ نے کیا سنا؟ تو یہ کیا بات ہوئی۔ بعض لوگوں کہتے ہیں بلال زمین پر چل رہے تھے۔ حضور نے وہاں ان کی آواز سن لی۔ اگر یہ بات ہے تو یہ بھی تمہارے لئے مصیبت ہے تم تو کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو یا رسول اللہ مت کہو۔ کیوں کہ آپ دور سے نہیں سنتے۔ تو بھائی جو جنت میں رہ کر یہاں کی آواز سن لے تو وہ یا رسول اللہ کی آواز کیسے نہیں سنیں گے۔ مگر یہاں تو زمین پر چلنے کی بات نہیں۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔ اے بلال میں تیرے چلنے کی آواز اپنے کانوں سے سن رہا ہوں۔ بات تو جنت میں چلنے کی ہے اور حضرت بلال حضور ﷺ کے ساتھ گئے نہیں تو یہ کیا ہو گیا؟

اب میرے ذوق کی بات ہے کوئی مانے یا نہ مانے مجھے چھوڑ دیں۔ بات یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جنت میں کوئی نبی داخل نہ ہوگا جب تک حضور ﷺ داخل نہ ہو جائیں۔ اور کسی نبی کی امت داخل نہ ہوگی جب تک حضور ﷺ کی امت داخل نہ ہو جائے۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے۔ اما اول من یقرا باب الجنۃ یعنی سب سے پہلے جنت کا دروزہ کھٹکھٹانے والا میں ہوں اور حضور ﷺ بڑی شان سے جنت میں جائیں گے۔ حضور ﷺ اپنی اونٹنی (ناقہ) پر سوار ہوں گے اور اس کی مہار بلال ؓ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اب یہاں سے کہنا کہ جس کے ہاتھ میں مہار ہو وہ پہلے آگے ہوگا کہ نہیں؟ یقیناً آگے ہوگا۔ شاید آپ دل میں یہ سوچیں کہ ہم تو سنتے تھے کہ حضور ﷺ سے پہلے تو نبی بھی نہیں جائیں گے۔ یہاں تو بلال ؓ پہلے چلے گئے تو سنیے حضرت بلال پہلے نہیں گئے یہ تو مہار کی برکت ہے مہار چھوڑ دیں پھر دیکھیں بلال کیسے جنت میں جاتے ہیں۔ حقیقت میں تو حضور ہی پہلے جا رہے ہیں۔ ورنہ بلال تو حضور ﷺ کے ساتھ لگ کر جا رہے ہیں۔ تو حضور ﷺ ناقہ سواری پر ہوں گے۔ حضرت بلال ؓ کے ہاتھ میں مہار ہوگی۔ بلال آگے آگے چلتے ہوں گے۔ جب جنت میں چلیں گے تو آواز پیدا ہوگی تو جو آواز لاکھوں برس بعد پیدا ہوگی حضور علیہ السلام نے وہ پہلے سن لی۔ سبحان اللہ! میرے آقا آپ کی قوت سماعت پر لاکھوں سلام۔

وما علینا الا البلاغ......

> ہمیں دین ملا تو رسول اللہ کی زبان سے، خدا کی معرفت ملی تو رسول کی زبان سے، قرآن ملا تو رسول ﷺ کی زبان سے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ لیکن اللہ کا کلام ہونے کے باوجود وہ رسول کا کہا ہوا ہے

قرآن کریم نے کائنات کے خزانے اگل دیئے

مسلمانوں کی پستی میں گرنے کا واحد سبب قرآن مجید سے دوری اور بے عملی ہے

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (پی ایچ ڈی)

تقریباً چار ہزار برس پہلے...... جب نار نمرود ٹھنڈی ہوچکی...... جب تعمیر کعبہ مکمل ہوچکی تو اللہ کے اس برگزیدہ رسول نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے......اور پھر وادی مکہ کی نوری فضاؤں میں یہ آواز گونج رہی تھی۔

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں خوب پاک صاف کردے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

یہ دعا آسمان کی بلندیوں سے گزر کر عرش تک پہنچی اور دربار الٰہی میں قبول ہوئی کہ ایک برگزیدہ رسول کی دعا تھی...... پھر اس نبی منتظر کی آمد کے ذکر واذکار ہونے لگے۔ ہندوستان کے ویدوں (۲) میں، اپنشدوں (۳) میں اور پرانوں میں صاف وہ نام نامی ''محمد'' اور ''احمد'' نظر آرہا ہے۔ (۴) زبور میں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفوں میں اور توریت میں آپ کی آمد کا ذکر ہے۔ اور ''محمد'' اور ''احمد'' کی گونج سنائی دے رہی ہے، گوتم بدھ کے ملفوظات میں، ''رحمۃ اللعالمین'' کی آمد آمد کا ذکر ہے (۵) اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بشارت سناتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھتے چلے گئے۔

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب کی توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور جن کا نام ''احمد'' ہے۔

بعثت نبوی سے پہلے آپ کی آمد آمد کا اتنا چرچا کیا گیا کہ سارا عالم آپ کا منتظر ہوگیا...... قرآن کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ آپ کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں...... آپ کا ذکر اتنا ہوا، اتنا ہوا کہ آنے سے پہلے آپ کی شخصیت جانی پہچانی ہوگئی...... یہ

امتیاز نوع انسانی میں صرف اور صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا..... اہل کتاب کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

الذین اٰتینھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم (۷)

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

ہاں، دعائے خلیل قبول ہوئی اور وہ آنے والا اس شان سے آیا کہ عالم کا رنگ ہی بدل گیا..... ایک بہار آ گئی..... مرجھائے ہوئے مسکرانے لگے..... ایسی روشنی آ گئی..... بھٹکنے والے راہ پر لگ گئے..... یہ نوع انسانی پر اللہ کا خاص احسان تھا، اسی کو جتایا گیا، اس کو دکھایا گیا، اور ارشاد ہوا:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ ج وان کانو من قبل لفی ضلٰل مبین (۸)

ترجمہ: بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا کہ انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ، اللہ یہ کلمات تو وہی ہیں وادی مکہ میں جن کی گونج سنی گئی تھی..... حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی وہ آرزو پوری ہوئی اور وہ تمنا بر آئی..... جبل فاران سے کبھی غروب نہ ہونے والا ایک آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا..... ہاں وہ آنے والا آیا اور سارے عالم کے لیے آیا..... اور اعلان کر دیا گیا:

یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہ ملک السموت والارض ج (۹)

ترجمہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ جس کی بادشاہی آسمانوں میں بھی ہے اور زمینوں میں بھی۔

بعثت نبوی کے وقت دنیا میں پانچ مذاہب نمایاں تھے..... مجوسی: یہ ایران خراسان، افغانستان، ترکستان اور پاک وہند میں پائے جاتے تھے..... عیسائی: یہ عرب کے کچھ علاقوں، ایشائے کوچک، یورپ وافریقہ میں پائے جاتے تھے..... یہودی: یہ بھی عرب کے کچھ علاقوں میں موجود تھے..... بدھ: یہ پاک وہند، جزائر شرقی، جاپان، چین، منگولیا، منچوریا، تبت وغیرہ میں تھے..... دفسطائی: جن کو عقلیت پرست کہا جائے، یہ دنیا کے ہر خطے میں موجود تھے..... اور عرب کا حال یہ تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ کچھ لوگ دین ابراہیمی کے پیرو تھے باقی بت پرست اور دھریہ تھے..... سب اپنی اپنی جگہ موجود تھے، سب ہدایت وحکمت کے دعویدار تھے لیکن ہدایت وحکمت ناپید تھی اور ماحول تیرہ وتار تھا..... جبل فاران میں، جبل حرا میں، جبل نور میں اس پیکر نورانی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی نامعلوم کتنی راتیں یہاں گزاریں..... لیکن آج ان راتوں کے شباب کا دن ہے..... روح القدس جلوہ گر ہیں اور سامنے محبوب کبریا ہیں:

اقرا..... پڑھیے۔ (۱۰)

آپ فرماتے ہیں:

میں پڑھا ہوا نہیں

پھر جب روح القدس نے آخری بار بغل گیر کر کے عرض کیا:

اقرا باسم ربک الذی خلق o خلق الانسان من علق o اقرا وربک الاکرم o الذین علم بالقلم o علم الانسان مالم یعلم o (۱۱)

ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھو، وہ جس نے آدمی کو خون بستہ سے پیدا کیا..... پڑھو کہ تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے..... جس نے قلم سے لکھنا سکھایا..... آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

رب العالمین کا نام آنا تھا کہ آپ پڑھتے چلے گئے..... پڑھتے چلے گئے اور سارے عالم کو یہ درس دے گئے کہ علم ودانش کی بات کرو تو اس کو نہ بھلا دینا جس نے تم کو بنایا اور سنوارا..... جس نے اس کو بھلا دیا، اس نے حکمت ودانائی کو خاک میں ملا دیا..... جس رات آپ نے یہ ادب سکھایا وہ ۶۱۰ء کی کوئی رات تھی..... وحی آنے لگی..... مینہ برسنے لگا..... سیلاب امنڈنے لگا..... ۴۰ سال کی عمر شریف میں وحی کا آغاز ہوا (۱۲) اور ۲۳ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا..... اور ۲۳ سال کے اندر اندر جس کتاب/حکمت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آرزو کی تھی دنیا کے سامنے پیش کر دی گئی..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا..... وہ آنے والا کتاب حکمت پڑھ کر سنائے..... کتاب/حکمت کی تعلیم دے اور کتاب حکمت کے چھپے بھید بتائے، حکمت ودانش نورانی سے ان کے دلوں کو جگمگا دیا..... دلوں کو جلا دیا..... آج وہ کتاب حکمت اتر رہی ہے..... آرزوئیں اور تمنائیں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں.....

قرآن حکیم نازل ہوتا جاتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام کو لکھواتے جاتے..... کاتبین وحی کی

رب العالمین کا نام آنا تھا کہ آپ پڑھتے چلے گئے..... پڑھتے چلے گئے اور سارے عالم کو یہ درس دے گئے کہ علم ودانش کی بات کرو تو اس کو نہ بھلا دینا جس نے تم کو بنایا اور سنوارا..... جس نے اس کو بھلا دیا، اس نے حکمت ودانائی کو خاک میں ملا دیا..... جس رات آپ نے یہ ادب سکھایا وہ ۶۱۰ء کی کوئی رات تھی..... وحی آنے لگی..... مینہ برسنے لگا..... سیلاب امنڈنے لگا..... ۴۰ سال کی عمر شریف میں وحی کا آغاز ہوا (۱۲) اور ۲۳ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا..... اور ۲۳ سال کے اندر اندر جس کتاب/حکمت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آرزو کی تھی دنیا کے سامنے پیش کر دی گئی

تعداد چالیس سے زیادہ ہے اور ایسے صحابہ کی تعداد ۱۳ کے لگ بھگ ہے جنہوں نے پورا قرآن حکیم لکھ کر محفوظ کیا...... ان میں یہ صحابہ بھی ہیں...... ابی بن کعب، ابوزید، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عمر بن عاص، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم (۱۳)

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتابت کراتے ور تلاوت بھی فرماتے...... اللہ اللہ وہ کیا فضا ہوگی ... وہ کیا سماں ہوگا جب زبان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کلام خدا ادا ہو رہا ہوگا!...... آنکھوں سے آنسو ابل رہے تھے...... سینوں سے دل نکل رہے تھے...... جبینوں میں سجدے مچل رہے تھے...... قرآن حکیم نے ان بے قراروں کا یہ نظارہ دکھایا ہے:

اور جب وہ سنتے جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اترا تو دیکھو کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق پہچانتے ہیں کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔ (۱۴)

ایک اور جگہ فرمایا:

اذا یتلیٰ علیھم یخرون للاذقان سجداo (۱۵)

ترجمہ: جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑے ہیں

یہ قرآن جلوتوں میں بھی پڑھا جاتا ہے اور خلوتوں میں بھی...... خلوتوں کی طرف قرآن حکیم نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

واذ کرن مایتلیٰ فی بیوتکن من ایٰت اللہ والحکمۃ ط ان اللہ کان لطیفاً خبیراo (۱۶)

اور یاد کرو جو تمہارے گھر میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بے شک اللہ ہر باریکی جانتا ہے، خبردار ہے۔

گھروں میں ازواج مطہرات بھی پڑھتیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تلاوت فرماتے تھے...... آپ کا معمول تھا نماز عشاء کے بعد باہر سے آنے والے وفود سے ملاقاتیں فرماتے...... اللہ اکبر: چراغ کی روشنی میں چٹائیوں پر بین الاقوامی مسائل طے ہوتے تھے اور امور مملکت حل کیے جاتے تھے! ایک رات دیر سے گھر سے تشریف لائے تو فرمایا آج ایک "حزب" ضرور تلاوت فرماتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم لکھوایا بلکہ آپ نے اس کے آداب بھی بیان فرمائے...... آپ نے یہ ارشاد باری سنایا:

قرآن آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (۱۸)

آپ نے فرمایا:

قرآن کو دیکھ کر پڑھا کرو کہ اس کا اجر بغیر دیکھے پڑھنے سے ایک ہزار درجہ زیادہ ہے۔ (۱۹)

آپ نے فرمایا:

اپنی آوازوں کو قرآن سے مزین کرو۔ (۱۰)

آپ نے فرمایا:

قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔ (۲۱)

آپ نے فرمایا:

اچھی آواز سے پڑھنے والا وہ ہے جب پڑھے تو معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ (۲۲)

آپ نے فرمایا:

پابندی سے تلاوت کیا کرو کہ یہ تلاوت زمین میں تمہارے لیے نور ہے اور آخرت میں سرمایہ و ذخیرہ۔ (۲۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ وہ آنے والا کتاب پڑھ کر بھی سنائے اور کتاب پڑھنا بھی سکھائے...... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کو پڑھ کر بھی سنایا کہ بھیجنے والے کا یہی ارشاد تھا:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (۲۴)

(ترجمہ) اے رسول جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے اترا ہے اس کو پہنچا دو......

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کا آغاز فرمایا...... آپ کے پاس قرآن مکتوب موجود تھا جس کا ذکر قرآن حکیم نے اس طرح کیا ہے

(ترجمہ) اور کہنے لگے (یہ تو) اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ رہی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم خود پڑھایا پھر جن صحابہ کو قرآن پڑھایا ان سے فرمایا کہ اب تم دوسروں کو قرآن پڑھاؤ...... جو قبائل مدینہ منورہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے ان کے ساتھ معلمین قرآن کر دیئے جاتے...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم نے ہر قریہ، ہر شہر، ہر قبیلے میں ایک معلم قرآن صحابی مقرر فرمایا جن کا دن رات یہی کام ہوتا کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم دیتے...... جن بستیوں میں اسلام پہنچا وہاں مسجدیں بنائی جاتی جہاں قرآن پڑھا جاتا اور پڑھایا جاتا...... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں کیا تشریف لائے گویا دبستان کھل گیا...... عہد نبوی میں جہاں جہاں معلمین قرآن کی ضرورت ہوتی وہاں معلمین قرآن بھیج دیئے جاتے...... ۴ ہجری میں بنی عامر کے لیے ۷۰ معلمین قرآن بھیجے گئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مناصب اور عہدوں پر تقرری اور ترقی کا دارومدار قرآن کو قرار دیا، جو قرآن کا زیادہ عالم ہوتا اس کو اسی اعتبار سے بڑا عہدہ دیا جاتا...... آپ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے بہت شخص وہ ہے جس نے قرآن کی تعلیم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن کے وقار کو اتنا بلند کیا کہ پھر کبھی اتنا بلند نہ ہوا...... آج ہمارا یہ حال ہے کہ قاری قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے ہزاروں لاکھوں قاری اور حافظ قرآن معاشی مشکلات کا شکار ہیں اور معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں، بعض مقام پر ان کو وہ تنخواہیں دی جاتی ہیں جو چپڑاسیوں اور کلرکوں کو ملتی ہیں اور بعض مقامات پر یہ بھی نہیں...... مسلم معاشرے میں قرآن کو پڑھانے والوں کا یہ حال سخت غم ناک والم ناک ہے......

حاصل کی اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی...... (۲۶)

ذرا غور تو فرمائیں کہ قرآن کی تعلیم نے صدر اول کے مسلمانوں کو ایسا جہاں بان و جہاں آرا بنایا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی...... آج اتنے سارے علوم پڑھ کر بھی ہم وہ مقام حاصل نہ کر سکے اور وہ خوبی پیدا نہ کر سکے...... قرآن کو بھلا کر ہم نے کچھ نہ پایا سب کچھ کھو دیا...... کاش ہم سب کچھ بھلا دیتے مگر قرآن کو یاد رکھتے...... کبھی رسوا نہ ہوتے، ہمیشہ سرفراز رہتے...... یہ محض خیال نہیں، تاریخی حقیقت ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن کے وقار کو اتنا بلند کیا کہ پھر کبھی اتنا بلند نہ ہوا...... آج ہمارا یہ حال ہے کہ قاری قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے ہزاروں لاکھوں قاری اور حافظ قرآن معاشی مشکلات کا شکار ہیں اور معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں، بعض مقام پر ان کو وہ تنخواہیں دی جاتی ہیں جو چپڑاسیوں اور کلرکوں کو ملتی ہیں اور بعض مقامات پر یہ بھی نہیں...... مسلم معاشرے میں قرآن کو پڑھانے والوں کا یہ حال سخت غم ناک والم ناک ہے...... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے...... (۲۷)

آج کتنے ویران گھر ہمارے اسکولوں میں، کالجوں میں اور یونیورسٹیوں میں ملتے ہیں......

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

وہ گھر خیر سے بالکل خالی ہے جس میں اللہ کی کتاب کا کوئی حصہ نہ ہو اس گھر کی مثال ایسے ویرانے کی سی ہے جس کا کوئی آباد کرنے والا نہ ہو...... (۲۸)

آج کتنے محل، کتنی کوٹھیاں، کتنے بنگلے، کتنے گھر، کتنی جھونپڑیاں آباد ہوتے ہوئے بھی ویران ہیں...... اللہ اللہ ہماری آبادیاں بھی ویران ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ عرب قبائل میں قرآن کی تعلیم کو عام کیا بلکہ آپ ﷺ نے شاہان عالم اور قبائلی سرداروں اور امراء سلطنت کے نام خطوط لکھ کر ''قرآن'' کا پیغام پہنچایا مثلاً

ایتھوپیا کے بادشاہ نجاشی کے نام مبارک ارسال فرمایا...... (۲۹) سلطنت روم کے بادشاہ وہ سلطنت جو نہ صرف یورپ بلکہ شمال مشرق میں ترکستان، روس، جنوب میں شام اسکندریہ، مغرب میں بحیرہ روم میں اندلس تک پھیلی ہوئی تھی اس عظیم سلطنت کے بادشاہ، ہرقل کے نام آپ نے نامہ مبارک ارسال فرمایا اور قرآن کا پیغام پہنچایا...... (۳۰)

ملک فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام نامہ مبارک ارسال فرمایا...... فارس و ایران کی حکومتیں ایشیا کی عظیم الشان طاقت سمجھی جاتی تھیں اور عرب کے اکثر علاقے اس کے زیر نگین تھے...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ہر مزان کے نام، شاہ یمامہ کے نام شاہان حمیر کے نام، حکام بحرین کے نام، سرداراں نبی کلب اور حضرت موت کے نام...... نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے اور قرآن کے پیغام کو سارے عالم میں پھیلایا...... اور دور و نزدیک سب کو حکمت کی تعلیم دی۔

قرآن حکیم اسرار و معارف اور حکمت و دانش کا خزینہ ہے...... اس کے آنے سے علم و دانش میں بہار آگئی...... ظلم و جہل کی تاریکیاں چھٹ گئیں...... ہر جدید صحت مند انقلاب کے پیچھے قرآنی تعلیمات جھلکتی نظر آتی ہیں اور علمی انقلاب کا آغاز تو نزول وحی کے آغاز سے ہو چکا تھا...... دن بدن نئے نئے علوم و فنون نکلے چلے آ رہے ہیں؟...... یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟...... پہلے کیوں نہیں آئے، اب کیوں آ رہے ہیں؟...... دنیا تو ہزاروں برس سے قائم ہے...... یہ کس نے پردہ اٹھایا...... یہ کس نے جلوہ دکھایا...... سنیے سنیے قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

(ترجمہ) ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

اور فرمایا

(ترجمہ) اور ہم نے تم پر قرآن اتارا، ہر چیز کا روشن بیان، مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت اور بشارت

اور فرمایا:۔

(ترجمہ) اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے...... نظر نظر کی بات ہے...... کسی کو الفاظ و حروف نظر آتے ہیں، کسی کو معانی اور کسی کو اسرار و معارف کا ایک دریا امنڈتا نظر آتا ہے...... قاضی ابو بکر بن عربی لکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں ۷۷ ہزار ۴ سو ۵۰ علوم ہیں......

ابتدائی صدیوں میں قرآن کا اتنا چرچا تھا کہ ایک ایک طالب علم علوم قرآنیہ پر سو سو کتابیں پڑھتا اور سماعت کرتا...... بلاشبہ قرآن کریم میں ایسے ایسے نکات اور اسرار و معارف ہیں جس سے جدید دور کے ماہرین بغیر کوشش و محنت اور تجربوں کے کلفتوں کے بہت سے حقائق معلوم کر سکتے ہیں اور کئے ہیں...... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرآن کی تعلیم دی جس کے اندر نہ معلوم کتنی صدیوں کے تجربات سمو کر رکھ دیئے گئے ہیں...... اقبال نے کیا خوب کہا ہے:۔

صد جہان تازہ در آیات اوست
عصر ہا پیچیدہ در آیات اوست

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی قرآن میں وہ کچھ دکھایا جو دوسروں کو نظر نہ آیا آپ نے دیکھا بھی اور دکھایا بھی...... خود باخبر تھے ہمیں باخبر رکھا اور ایک ایسی

قرآن کریم میں ۷۷ ہزار ۴ سو ۵۰ علوم ہیں...... ابتدائی صدیوں میں قرآن کا اتنا چرچا تھا کہ ایک ایک طالب علم علوم قرآنیہ پر سو سو کتابیں پڑھتا اور سماعت کرتا...... بلاشبہ قرآن کریم میں ایسے ایسے نکات اور اسرار و معارف ہیں جس سے جدید دور کے ماہرین بغیر کوشش و محنت اور تجربوں کے کلفتوں کے بہت سے حقائق معلوم کر سکتے ہیں اور کئے ہیں...... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرآن کی تعلیم دی جس کے اندر نہ معلوم کتنی صدیوں کے تجربات سمو کر رکھ دیئے گئے ہیں......

کتاب حکمت دی جس کے رازہائے پنہاں روز بروز کھلتے چلے جاتے ہیں...... ریاضیات والے ریاضیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں...... فلکیات والے فلکیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں...... طبیعات والے طبیعات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں قرآن کیا ہے مجموعہ عجائبات ہے۔ جو اس طرف آتا ہی خالی ہاتھ نہیں جاتا بلکہ یہاں عالم یہ ہے...... ع

مجبور یک نظر آ، مختار صد نظر جا

قرآن کی ایک ایک آیات میں دانش وحکمت کے سینکڑوں جہاں پنہاں ہیں...... نیک وبد کی اس دنیا میں، خیر وشر کے اس عالم میں ہم قطعی طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ کون سی بات اور کونسا عمل مفید ہے اور کونسا عمل مہلک، کونسا عمل ہم کو پستی کی طرف لے جانے والا ہے اور کونسا عمل ہلاک کرنے والا ہے...... ہم کو ایسے ذریعے کی جستجو ہیجو برق رفتاری کی ساتھ منزل تک پہنچادے کہ عمر بے مایہ تو پائدار ہی نہیں...... ایک شرر ہے، ایک چنگاری ہے...... تجربوں کے لیے کہاں سے عمریں لائیں؟ روز زندگیاں گنوائیں...... بلاشبہ یہ وحی ہے جو زندگی کی آواز بن کر اس مشکل مرحلے پر ہم کو سہارا دیتی ہے اور ہماری دست گیری فرماتی ہے...... بھٹکنے والوں کو راہ پر لگاتی ہے...... یہ ایک روشنی ہے جو تجربوں کے ذریعے منزل تک پہنچنے والوں کو بغیر محنت وکلفت کے منزل تک پہنچادیتی ہے...... اور مختصر زندگی میں وہ کچھ بتا دیتی ہے جو صدیوں میں بھی ہم نہ پاسکیں...... قرآن کہتا ہے:۔

(ترجمہ) وہی ہے جو اپنے بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمھیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشنیاں لے کر آئے...... نہیں نہیں خود روشنی بن کر آئے ایک ایسی تیز روشنی جو مستقبل کے دھندلکوں میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے جیسے بالکل سامنے ہو...... کیوں نہ ہو؟

(ترجمہ) اب وحی فرمائی اپنی بندے کو جو وحی فرمائی۔

اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اسرار ومعارف کے جو خزانے چھپائے تم کو کیا بتائیں؟......

احادیث کے مطالعہ سے مستقبل کا ایک نیا جہاں سامنے آتا ہے آپ نے وہ وہ باتیں بتادیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں...... سنئے سنئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمار ہے ہیں:۔

1...... زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائے گا تو سال مہینہ کی طرح ہو جائے گا اور مہینہ ایک ہفتہ کی طرح اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن ایک ساعت کی طرح اور ایک ساعت آگ کی چنگاری کی طرح......

2...... تجارت عام ہو جائے گی اور کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا تو کہے گا پہلے میں فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کرلوں......

3...... میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے، ان کے سروں پر گانے بج رہے ہوں گے......

4...... موت اچانک آجایا کرے گی، فالج اور حرکت قلب بند ہو جانا عام ہو جائے گا......

5...... فتنے ظاہر ہوں گے اور لوگ عمارتوں میں پھیل جائیں گے......

6 ...... دین بگڑ جائے گا، سجاوٹ ظاہر ہو گی اور عمارتوں کو معزز بنایا جائے گا، خون بہے گا......

7...... امین خیانت کرے گا اور خائن کو امین بنایا جائے گا......

8...... باتیں رہ جائیں گی، عمل ختم ہو جائے گا اور لوگ آپس میں مخلصانہ تعلقات ختم کر دیں گے......

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں باخبر رکھا اور حکمت و دانائی کی وہ تعلیم دی جو قرآن حکیم میں سیلاب کی طرح امنڈ رہی ہے...... قرآن حکیم کے مطالعہ سے زندگی کے جو حقائق اور اسرار ومعارف معلوم ہوتی ہیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:۔

1...... پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خیر اور نیکی کے آگے شر اور بدی کی طاقت غالب نہیں رہ سکتی خواہ بظاہر وہ کتنی ہی قوی معلوم ہوتی ہو...... مثلاً جالوت کے مقابلے میں طالوت کی فتح، فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصرت وکامیابی، قریش کے مقابلے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح ونصرت وغیرہ وغیرہ......

2...... دوسری بات یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشیائے عالم میں خالق عالم کا حکم جاری وساری ہے...... ہر شے کی تاثیر اس کے حکم سے وابستہ ہے جب وہ حکم دیتا ہے تو تاثیر بدل جاتی ہے...... مثلاً حصور موسیٰ علیہ السلام کا عصا، نمرود کی آگ۔

جن برگزیدہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنا بنالیتا ہے وہ عام انسانوں سے بہت بلند ہو جاتے ہیں اور ان کو وہ اختیار واقتدار ملتا ہے جس کا عام انسان تصور بھی نہیں کرسکتا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پالنے میں بولنا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو شق کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندوں میں جان ڈالنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی باتیں سننا اور ایک دن میں مشرق ومغرب کا سفر کرنا، چرند، پرند، حیوانات اور ہواؤں پر حکومت کرنا۔

3...... تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ قادر قدیر چاہتا ہے تو عام اصول فطرت کے خلاف واقعات ظہور میں آتے ہیں مثلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے درخت کا سبز ہو کر پھل دینا، حضرت مریم علیہا السلام ہی کے لیے بے موسم کے پھل اترنا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک سو برس کے بعد زندہ ہونا، ہزاروں بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے دوبارہ زندہ ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بن جانا۔

4...... چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر اللہ چاہے تو بغیر واسطے کے براہ راست عطا فرماتا ہے مثلا بنی اسرائیل کے لیے من وسلوہ، حضرت یونس علیہ السلام کے لیے نئی زندگی، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے بے موسم کے پھل، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے آب زمزم۔

5 ...... پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن برگزیدہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنا بنالیتا ہے وہ عام انسانوں

سے بہت بلند ہو جاتے ہیں اور ان کو وہ اختیار و اقتدار ملتا ہے جس کا عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پالنے میں بولنا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو شق کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندوں میں جان ڈالنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی باتیں سننا اور ایک دن میں مشرق و مغرب کا سفر کرنا، چرند، پرند، حیوانات اور ہواؤں پر حکومت کرنا۔

6۔۔۔ چھٹی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں سے جو چیز مس ہو جاتی ہے وہ متبرک و مقدس اور فیض رساں ہو جاتی ہے مثلاً پیرہن یوسف علیہ السلام، خاک پائے جبریل، تابوت سکینہ اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی باقیات صالحات، عمامہ، پیرہن، نعلین وغیرہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نشان قدم ''مقام ابراہیم'' وغیرہ وغیرہ۔

7۔۔۔ ساتویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ برگزیدگان حق دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی مشکل کشا ہوتے ہیں۔۔۔ مثلاً تعمیر بیت المقدس اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔

8۔۔۔ آٹھویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر مصائب پر صبر کیا جائے تو انجام کار سرفرازی نصیب ہوتی ہے مثلاً حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ایوب، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات و حوادث۔

9۔۔۔ نویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفران نعمت کرنے والی قومیں غضب الٰہی کا شکار ہوتی ہیں۔۔۔ مثلاً قوم لوط، قوم صالح، قوم عاد و ثمود، قوم نوح وغیرہ۔۔۔

جس قرآن میں یہ حقائق و معارف ہیں اسی میں مکمل دستور حیات ہے جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل معاشرے کی تشکیل نو ہوئی اور اور نوع انسان کی انفرادی زندگیاں، خاندانی و شہری زندگیاں اور سیاسی و ملکی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آیا۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے وہ حکیمانہ ارکان پیش کیے جس نے قوموں کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور ایسا زندہ کیا کہ انہوں نے دوسری مردہ قوموں کو زندہ کیا۔۔۔ آپ نے اسلام کے ارکان خمسہ کلمہ توحید، نماز، زکوٰۃ اور حج کی

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے وہ حکیمانہ ارکان پیش کیے جس نے قوموں کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور ایسا زندہ کیا کہ انہوں نے دوسری مردہ قوموں کو زندہ کیا۔۔۔ آپ نے اسلام کے ارکان خمسہ کلمہ توحید، نماز، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی۔۔۔ کلمہ توحید نے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا سارے باطل خداؤں کی نفی نے انسانی فکر و عمل کی تعمیر و تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا، جس ماحول میں انسان کو باطل خدا نظر آتے تھے اور ہر وقت وہ اپنے ماحول سے ڈرتا سہمتا رہتا تھا۔ کلمہ توحید پڑھ کر سارا غبار چھٹ گیا اور انسان نڈر بن گیا اس کے حوصلے بڑھ گئے اس کی ہمتیں بلند ہو گئیں اور فکر و نظر میں ایک ایسی ذات جلوہ گر نظر آنے لگی جس نے موت کو بھی دلربا بنا دیا اور انسان زمین سے آسمان تک بلند ہو گیا

تعلیم دی۔۔۔ کلمہ توحید نے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا سارے باطل خداؤں کی نفی نے انسانی فکر و عمل کی تعمیر و تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا، جس ماحول میں انسان کو باطل خدا نظر آتے تھے اور ہر وقت وہ اپنے ماحول سے ڈرتا سہمتا رہتا تھا۔ کلمہ توحید پڑھ کر سارا غبار چھٹ گیا اور انسان نڈر بن گیا اس کے حوصلے بڑھ گئے اس کی ہمتیں بلند ہو گئیں اور فکر و نظر میں ایک ایسی ذات جلوہ گر نظر آنے لگی جس نے موت کو بھی دلربا بنا دیا اور انسان زمین سے آسمان تک بلند ہو گیا، سارے جہاں کا مغلوب غالب ہو گیا۔ بے شک۔۔۔

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

کلمہ توحید نے اگر انسانی فکر میں انقلاب برپا کیا تو نماز نے عملی طور پر اس کی منتشر قوتوں کو یکجا کیا، باطل خداؤں کے آگے جھکنے والا اب صرف ایک اللہ کے آگے جھکنے لگا، اور ہزار سجدوں سے آزاد ہو گیا اور اس پر پہلی مرتبہ یہ راز منکشف ہوا کہ وہ خالق کائنات کا ایک عظیم شاہکار ہے جس میں نہ معلوم کتنی قوتیں اور امکانات پوشیدہ ہیں جو اگر کام میں لائی جائیں تو انسان ایک مافوق الفطرت طاقت بن کر ابھر سکتا ہے۔

زکوٰۃ نے انسان کی معیشت میں انقلاب برپا کیا اور وہ انسان جو نان شبینہ کا محتاج تھا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا تھا اب غنی ہو گیا، دوسروں کو دینے لگا اور اتنا دیا، اتنا دیا کہ لینے والے بھی نہ رہے۔۔۔ فقر و مسکینی کی جگہ استغنا
نے لے لی۔۔۔ حضور انور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایسا
خوددار اور باغیرت بنایا جس کی
نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔
پ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
رمایا:۔
سوال ذلت ہے اگرچہ والدین
ی سے کیوں نہ ہو۔
یسی خود داری کا سبق دینے
الے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
سلم نے ایک پست اور مسکین
قوم کو اتنا بلند کیا کہ سارا عالم
سکا بھکاری بن گیا۔۔۔ بے
شک مرد مومن۔۔۔ کی یہ شان نہیں کہ وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے جن کی شان یہ تھی۔۔۔

کونین کا غم، یاد خدا، درد شفاعت
دولت ہی یہی دولت سلطان مدینہ

حج نے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کیا اور ان کو اجتماعیت اور بین الاقوامیت کا گر بتایا۔۔۔ گھروں میں بند ہونے والے اور شہروں میں محدود رہنے والے انسانوں کو دنیا کی سیر کرائی، سارے عالم کے انسانوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے اپنے پیاروں کے آثار دکھائے اور سب کے دل میں اپنی لگن لگائی تاکہ دل و دماغ قوی ہوں اور آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو ارکان حج کیا ہیں یادوں کے چراغ ہیں۔۔۔ اپنی تاریخ کو یاد رکھنا زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے۔۔۔ اقبال نے خوب کہا ہے۔

ضبط کن تاریخ را زندہ شو
از نفس ہائے رمیدہ پائندہ شو

یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ بے نقاب ہوگئے

تحقیقاتی رپورٹ

اسلام دشمنوں کی سازشوں نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا دعوت اسلام تحقیقاتی سیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے وہ برگزیدہ نبی ہیں کہ جنہیں بہت سی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ جب دنیا میں تشریف لائے تو ہر طرف بت پرستی کا زور تھا۔ پورا معاشرہ بت پرستی کے خول میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت سے ایسا منور فرمایا تھا کہ آپ قدرتی طور پر بت پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ آپ نے قوم کی اجتماعی گمراہی کے خلاف تن تنہا کلمۂ حق بلند کیا اور بتوں کو پاش پاش کردیا۔ جب بادشاہ وقت نمرود کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ نے توحید الٰہی کا نعرہ بلند کیا تو نمرود نے آپ کو آگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔

آپ نے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر ہونا تو قبول کرلیا مگر اللہ کی وحدانیت کا اظہار کرنا نہ چھوڑا۔ شان الٰہی دیکھیے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کو توڑنے کی وجہ سے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینکا گیا تو حکم الٰہی سے وہ آگ آپ کے لئے گل گلزار بن گئی۔

حضرت ابراہیم کی آزمائش کا ایک دور اس وقت شروع ہوا جب خداوند قدوس نے آپ کو یہ حکم دیا کہ اپنے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کردو۔ چنانچہ باپ اور سعادت مند بیٹا حکم الٰہی کے سامنے بخوشی راضی ہوگئے۔ باپ ذبح کرنے کے لئے تو بیٹا ذبح ہونے کے لئے تیار ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کے آخری سرے پر لے گئے اور بیٹے کو حکم دیا کہ لیٹ جاؤ بیٹے نے والد محترم کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنی گردن پیش کردی اور لیٹ گئے۔ آپ نے ہاتھ میں تیز چھری لی اور حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے کسی قسم کی تاخیر نہ کی۔ اس سے پہلے کہ آپ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے حلق پر چھری پھیرتے اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا بہت پسند آئی، اپنی قدرت کاملہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچالیا اور حضرت اسماعیل کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا پہنچادیا اور ارشاد فرمایا اے ابراہیم ہم نے تمہاری قربانی کو قبول کرلیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ قربانی کیونکہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر پیش کی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ کو یہ قربانی

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے



اس قدر پسند آئی کہ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی امت کے لئے ان کی اس قربانی کو ایک سنت کے طور پر قائم کردیا۔ چنانچہ ہر سال کروڑوں مسلمان ذی الحجہ کی ۱۰ تا ۱۲ تاریخ تک جانوروں کی قربانی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو! سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم الشان قربانی پر ذرا غور فرمائیے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی راہ خدا میں قربانی کیوں کی؟ کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو خون پسند تھا؟ یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو گوشت کی ضرورت تھی؟ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کا حکم ہر صاحب نصاب مسلمان کو دیا۔ قربانی کرنے میں جو راز پوشیدہ ہے آئیے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

محترم مسلمانو! کائنات میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ مال، اسباب ہے اس کا ذاتی نہیں ہے اللہ کا عطا کردہ ہے۔ انسان کے اعضائے بدن، زندگی کی سانسیں اور جان تک پر انسان کا ذاتی اختیار نہیں۔ ہر شے پر اللہ ہی کا اختیار اور قبضہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے راہ خدا میں جو قربانی پیش کی اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ وہ جان جس کا حقیقی مالک اللہ ہے جب وہ مالک اپنی رضا کے لئے بندہ سے جان طلب کرے تو وہ انسان جس کا اس رب کائنات کے خالق و مالک ہونے پر ایمان ہے وہ اپنی اس جان کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے راہ خدا میں قربان کردے۔ اللہ تعالیٰ کو نہ تو گوشت کی ضرورت ہے اور نہ ہی خون کی بلکہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا وہ جذبہ پسند ہے جو اخلاص کے ساتھ راہ خدا میں قربان کردیا جاتا ہے۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جس عظیم الشان جذبۂ عمل کی یادگار ہے اگر اس کی حقیقت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی کے لئے تھا۔ حضور (ﷺ) کی امت جو کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ امت ہے اس امت میں حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی قربانی کو ایک سنت کے طور پر نافذ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہر بندہ مومن کا بھی یہی جذبہ ہو کہ راہ خدا میں اگر بیٹے ذبح کرنے کا حکم باقی رہتا تو ہم بھی بخوشی اس حکم کی بجا آوری کرتے ۔ ہر باپ کا یہ جذبہ ہو کہ میں ضرور اپنے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کرتا اور ہر بیٹے کا یہ جذبہ ہو کہ میں راہ خدا میں قربان ہونے کے لئے دل وجان سے قربان ہوتا۔

اسلام جو اللہ تعالیٰ کا آخری اور پسندیدہ دین ہے جو قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے نافذ العمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی سلامتی اور بقا چاہتا ہے لہذا جب کبھی اسلام پر کڑا وقت آجائے ۔ دشمن اسلام جب اسلام کے سدا بہار چمن کو اجاڑنے لگیں یا جب شمع حق کو بجھایا جانے لگے یا جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کی جانے لگے تو اس وقت ایک مرد مومن کا راہ خدا میں اپنا تن من دھن قربان کردینا ہی دراصل قربانی ہے ۔ کیونکہ جب اللہ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کے لئی اہل ایمان کا خون بہے گا تو یہ گرم اور تازہ لہو پیاسی دھرتی کو سیراب کرکے اسلام کی مرجھائے ہوئے پودے کو حیات نو بخش دے گا۔ اسلام کا یہ شجر جب اس دھرتی پر نشو نما پاکر تناور درخت کی صورت اختیار کرے گا تو لوگ کفر کی کڑی دھوپ کی بجائے شجر اسلام کی ٹھنڈی اور عدل وانصاف کی چھاؤں میں سکون کی زندگی گزار سکیں گے۔

تاریخ گواہ ہے جب تک اس دین کی ماننے والے دین حق کی راہوں پر چلتے رہے اور اپنی جان اور مال سے اسلام کے لئے قربانیاں پیش کرتے رہے تو اسلام کے گلشن میں فصل بہار رہی ۔ اسلام کی عظمت کے مینار فلک کو چھوتے رہے ۔ ساری دنیا میں اپنی شان وشوکت کا دبدبہ قائم ودائم رہا ۔ اس کے سدا بہار غنچے کھلتے رہے ۔ اسلام کے تناور درخت کے سایہ عافیت میں لوگ عزت کی زندگی گزارتے رہے ۔ مگر جیسے ہی اسلام کے ماننے والوں کا اسلام پر مرمٹنے کا جذبہ ختم ہوا، راہ خدا میں قربانی پیش کرنے کا ولولہ ٹھنڈا ہوا، اسلام کی راہوں سے دوری اختیار کی اور عیش وعشرت کو اختیار کیا تو اسلام کے سدا بہار پھول خزاں آلود ہونے لگے ۔ اسلام کا چمکتا ہوا مہتاب کو گرہن لگنے لگا ۔ دشمن اسلام پر اسلام کی شان وعظمت کا دبدبہ ختم ہونے لگا۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان خود اس کے

اسلام جو اللہ تعالیٰ کا آخری اور پسندیدہ دین ہے جو قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے نافذ العمل ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی سلامتی اور بقا چاہتا ہے لہذا جب کبھی اسلام پر کڑا وقت آجائے ۔ دشمن اسلام جب اسلام کے سدا بہار چمن کو اجاڑنے لگیں یا جب شمع حق کو بجھا یا جانے لگے یا جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کی جانے لگے تو اس وقت ایک مرد مومن کا راہ خدا میں اپنا تن من دھن قربان کردینا ہی دراصل قربانی ہے ۔ کیونکہ جب اللہ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کے لئی اہل ایمان کا خون بہے گا تو یہ گرم اور تازہ لہو پیاسی دھرتی کو سیراب کرکے اسلام کی مرجھائے ہوئے پودے کو حیات نو بخش دے گا ۔ اسلام کا یہ شجر جب اس دھرتی پر نشونما پاکر تناور درخت کی صورت اختیار کرے گا تو لوگ کفر کی کڑی دھوپ کی بجائے شجر اسلام کی ٹھنڈی اور عدل وانصاف کی چھاؤں میں سکون کی زندگی گزارسکیں گے ۔

ماننے والوں نے پہنچایا اتنا نقصان اسلام کی بدترین دشمن یہود ونصاریٰ نے بھی شاید نہ پہنچایا ہو ۔ آج عالم اسلام کی کمزوری کی وجہ اپنوں کی دین سے دوری جہاد سے غفلت اور عیاشی ، فحاشی اور بے حیائی ہے ۔ دین حق کے لئے قربانی پیش کرنے کا وہ جذبہ جو ہمارے اسلاف کا دیا ہوا ورثہ تھا آج ہم میں نہیں آخر کیوں؟ اللہ کی راہ میں سر کٹانے اور دشمن اسلام کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ دینے والا ولولہ کہاں گیا ۔ اسلام کی سربلندی کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ اور کھولتے ہوئے تیل میں کود جانے والا جذبہ آخر کیسے ٹھنڈا ہوا ۔ جذبہ جہاد کی یہ لازوال دولت کہاں کھوگئی ۔ آیئے اس حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

محترم مسلمانو! آج اسلام دشمن قوتیں طرح طرح کے حربوں سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں رات دن مصروف ہیں ۔ ان حربوں میں اسلام دشمن قوتوں کا سب سے کامیاب اور مسلمانوں کی بربادی کا سب سے ہلاکت خیز حربہ فتنہ فحاشی اور عریانی ہے ۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں جو اپنے آلہ کاروں کے ذریعے فحاشی کو عام کردینا چاہتے ہین اور اس کو فروغ دینے کے لئے ذرائع ابلاغ بالخصوص ڈش اینٹینا، وی سی/ار، ٹی وی، فحش لٹریچر اور فحش اخبارات کو پرزور طریقے سے استعمال کررہے ہیں۔

آج اسلام دشمنوں نے مسلمانوں کو عیش پرست بنانے کے لئے فحاشی کا جال اس طرح بچھادیا ہے کہ کوئی گھر ہی شاید اس سے محفوظ ہو ۔ دشمن اسلام امریکہ، برطانیہ اور فرانس یہ جانتے ہیں کہ جب مسلمان عیاش بنجائیں گے تو وہ لامحالہ بزدل بنجائیں گے ۔ جب بزدلی ان کے دلوں میں آجائے گی تو وہ جہاد جیسی عظیم نعمت سے محروم ہوجائیں گے ۔ اسلام پر اپنی جانیں قربان کردینے کا جذبہ سرد پڑ جائیگا ۔ کیونکہ جہاد مسلمانوں کا ایسا ہتھیار ہے جس سی کفار تھر تھر کانپتے ہیں ۔ جب تک مسلمانوں کے قلوب میں جذبہ جہاد ہے تو بڑی سے بڑی قوت بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

یہود ونصاریٰ کے اسلام کی خلاف عزائم کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ایک یہودی نے اپنے بیان میں کہا کہ ''اب پاکستان میں رہنے والے لوگ پہلے جیسے نہیں رہے ۔ یہودی تنظیم ''موساد'' ہندو تنظیم ''را'' اور امریکہ کی ''سی آئی اے'' سب مل کر پاکستان کے بچوں کو خراب کررہے ہیں،

گندے لٹریچر سے گندی فلموں سے، ہیروئن سے، تاکہ وہ ماں ہی نہ رہیں جو مجاہد پیدا کرسکیں اور وہ مجاہد ہی نہ ہوں جو ہم سے لڑسکیں، اسرائیلی (یعنی یہودی) سارے عرب پر حکومت کر رہے ہیں دیکھا ہم نے عراق اور ایران کو کیسے تباہ کرایا۔"

(ملاحظہ کیجئے کتاب زہر فواحش ص ۳۴)

یہ حقیقت ہے کہ آج اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کو عیش پرست بنا کر بزدل بنادیا اور جہاد کا جذبہ ختم کر کے رکھ دیا۔ ہماری اس کمزوری سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور آج دشمن اسلام امریکہ، برطانیہ اور فرانس مسلمانوں کے روحانی مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قرب آپہنچے۔ ان اسلام دشمن قوتوں کا طریقہ واردات ہمیشہ یہ رہا ہے کہ جہاں کہیں کوئی معمولی سا حادثہ پیش آیا اگر چہ وہ انہی کہ پیدا کردہ ہوتو یہ اس کو حل کرنے کے بہانے وہاں کود پڑتے ہیں۔ بظاہر مقصد تو اس ملک کو مصیبت سے نجات دلانا ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ کفر یہ طاقتیں اس آڑ میں اس ملک اور خطے کے لئے سب سے بڑا خطرہ اور مصیبت بن جاتی ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 1991 میں جب عراق حکومت نے کویت پر حملہ کیا تو سعودی حکومت نے اسلام دشمن برطانوی، فرانسیسی اور امریکن فوج کو سعودی سرزمین پر آنے اور عراق سے کویت آزاد کرانے کی پیشکش کی۔ انہوں نے اس سنہری موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ سرزمین عرب میں آدھمکے۔

ہر اہل نظر یہ جانتا ہی کہ عرق کویت کا معاملہ دو اسلامی اور پڑوسی ملکوں کا معاملہ تھا۔ عرق نے کویت پر چڑھائی کر کے ظلم کیا یا کویت نے عراق کے تیل کے ذخیروں پر قبضہ کیا۔ یہ دو اسلامی ملکوں کا معاملہ تھا جسے پچاس اسلامی ملکوں کی عالمی برادری حل کرسکتی تھی مگر بدنصیبی سے ایسا نہیں ہوا بلکہ مسئلے کے حل کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کو مدد کے لئے طلب کیا گیا اور امریکہ اپنے حواریوں کے ہمراہ اس سرزمین پر موقع غنیمت سمجھتے ہوئے آپہنچا۔ اسے سعودی حکومت نے آنے کی دعوت دی۔ آخر کیوں؟ کیا وہ سعودی حکومت اور حرمین شریفین کا صحیح محافظ تھا؟ امریکہ، برطانیہ، فرانس آخر اس سرزمین پر کیوں آئے؟

انہیں اس دھرتی سے آکر اس قدر دلچسپی کیوں تھی؟ اس حقیقت کو جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کے آئینے میں

> تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیاں اپنی تہذیب، ثقافت اور علوم کے لحاظ سے شاندار اور ناقابل فراموش حیثیت رکھتی ہیں۔ سرزمین عرب میں بغداد اور سرزمین یورپ میں اسپین دنیائے علم وفن میں سورج اور چاند کی طرح درخشاں تھے علوم سائنس کے اصل بانی مسلمان ہی تھے۔ جابر بن حیان (806ء) محمد بن موسیٰ الخوارزمی (850ء) ربان الطبری (860ء) اسحاق الکندی (837ء) ثابت بن قرہ (901ء) محمد بن جریر الطبری (923ء) محمد بن زکریا الرازی (925ء) علی المسعودی (956ء) ابن سینا (1058ء) البیرونی (1058ء) عمر خیام (1020ء) اور دیگر یہ وہ مسلمان سائنسدان تھے کہ جن کے سائنسی علوم سے اہل دنیا استفادہ حاصل کررہی ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا مسلمان سائنسدانوں ہی کی کاوشوں کا ثمر ہے۔

جھانکنا ہوگا۔ تاریخ کا مطالعہ کئے بغیر اس حقیقت کو جاننا مشکل ہوگا۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیاں اپنی تہذیب، ثقافت اور علوم کے لحاظ سے شاندار اور ناقابل فراموش حیثیت رکھتی ہیں۔ سرزمین عرب میں بغداد اور سرزمین یورپ میں اسپین دنیائے علم وفن میں سورج اور چاند کی طرح درخشاں تھے علوم سائنس کے اصل بانی مسلمان ہی تھے۔ جابر بن حیان (806ء) محمد بن موسیٰ الخوارزمی (850ء) ربان الطبری (860ء) اسحاق الکندی (837ء) ثابت بن قرہ (901ء) محمد بن جریر الطبری (923ء) محمد بن زکریا الرازی (925ء) علی المسعودی (956ء) ابن سینا (1058ء) البیرونی (1058ء) عمر خیام (1020ء) اور دیگر یہ وہ مسلمان سائنسدان تھے کہ جن کے سائنسی علوم سے اہل دنیا استفادہ حاصل کررہی ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا مسلمان سائنسدانوں ہی کی کاوشوں کا ثمر ہے۔

اسلامی [illegible] سرزمین [illegible] سے نکل کر [illegible] سرزمین [illegible] تھا تو ادھر مغرب میں اندلس اور [illegible] کے وسیع و عریض [illegible] پر بھی [illegible] کے لئے لہرا رہا تھا اور یہ [illegible] سے سمیٹ کر اس شمالی خطہ میں محصور کر دیا تھا جہاں وحشی اور جنگلی قومیں آباد تھیں جسے آج یورپ کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔

طلوع اسلام سے قبل پورا یورپ تاریکی اور جہالت کی اتھاہ کھائی میں گر چکا تھا۔ جہالت اور بربریت کے گھنے بادل پورے یورپ پر چھائے ہوئے تھے وہاں بسنے والی قومیں وحشی اور جنگلی تھیں جن کا نہ کوئی دین تھا اور نہ ہی کوئی مذہب، ترقی کے میدان میں یہ بالکل پیچھے تھے جہالت کے یہ گھنے بادل سولہویں صدی عیسویں تک چھائے رہے مسلسل پانچ صدیوں تک مسلمانوں کے ہاتھوں محصور ہونے والی یہ قوم اسلام کو زیر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی رہی۔ لیکن ہر سمت انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ 1453ء بمطابق ۸۵۷ھ عیسائیوں کا پایہ تخت قسطنطنیہ بھی عیسائیوں کے ہاتھوں سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اس عظیم الشان کامیابی سے مسیحی دنیا میں گویا ایک

زلزلہ آ گیا کیونکہ اندلس اور شمالی افریقہ میں صدیوں پہلے سے چرچ اور کلیسا کی حکمرانی چلی آ رہی تھی لیکن مسلمانوں کی آمد کے بعد صرف آٹھ سال کی مدت میں مسیحی حکمرانی کی فلک بوس عمارت اس وسیع وعریض خطہ میں زمین بوس کر دی گئی اور ان کی تمام تر شان وشوکت بڑی آسانی سے خاک وخون میں ملادی گئی۔ پوری عیسائی قوم اسلام کی آغوش میں آنا شروع ہوگئی جس سے اسلام کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ سارے کے سارے نومسلم دین اسلام کے سپاہی بن کر یہودو نصاریٰ سے ٹکرا گئے اور اسسے بھی عجیب وغریب یہ معاملہ پیش آیا کہ عربوں کی ہر چیز کو دل سے لگالیا۔حتیٰ کہ اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر عربی زبان کو اپنی زبان بنالیا اس کے برعکس عیسائی قوم اپنی متاع گمشدہ کی تلاش میں جدو جہد کرتی رہی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہی کہ ذرا موقع ملے تو دوبارہ اپنی حکومتوں کو اپنے قبضہ میں لے لے۔لیکن ان کی یہ تمام تر کوششیں ناکام ہوجاتیں ان کا اسلحہ کام آتا نہ کوئی تدبیر چلتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم کچھ ایسا ہوا کہ ان کے پیرو کار دن بدن اسلام میں داخل ہوتے گئے۔اسلام کے سحر جلال سے کلیسا کے پادری اور مملکت کے حکمران تک گھائل ہوگئے۔قریب تھا کہ ناکامی اور ناامیدی مسیحیت کے دل ودماغ کو مفلوج کر دے انہیں کوئی تدبیر سوجھ نہیں رہی تھی کہ اسلام کی گرفت سے کیسے چھٹکارا حاصل ہو۔مرد غازی سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے دور حکومت میں عیسائیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی اور بیت المقدس کو ان کے قبضے سے آزاد کرایا۔ عالم اسلام کی اس روشن اور سحر انگیز تہذیب و تمدن اور کامیابی وترقی کے وسائل کو دیکھ کر حریص یہود و نصاریٰ کے منہ میں پانی آتا ان وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے انہوں نے دوسو سال تک صلیبی جنگیں کیں مگر ناکام رہے آخر کار انہیں اپنی ناکامی اور عالم اسلام کی کامیابی کے متعلق یقین ہوگیا کہ عالم اسلام ایک ایسا آہنی قلعہ ہے جس پر چڑھائی کر کے غلبہ حاصل کرنا ناممکن اور محال ہے اب مزید اس کے لئے سر کھپانا اپنے آپ کو فنا کرنا ہے۔ البتہ مسلمانوں کو سازشوں کے ذریعہ ختم کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عیسائیوں نے بنیادی طور پر جو حربے استعمال کئے ان میں پہلا حربہ یہ تھا کہ مالی قوت کے ذریعہ ضمیر فروش مسلمانوں کو خریدا جائے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فرقوں میں بانٹ دیا جائے۔دوسرا حربہ یہ

صرف آٹھ سال کی مدت میں مسیحی حکمرانی کی فلک بوس عمارت اس وسیع وعریض خطہ میں زمین بوس کردی گئی اور ان کی تمام تر شان وشوکت بڑی آسانی سے خاک وخون میں ملادی گئی۔ پوری عیسائی قوم اسلام کی آغوش میں آنا شروع ہوگئی جس سے اسلام کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ سارے کے سارے نومسلم دین اسلام کے سپاہی بن کر یہودو نصاریٰ سے ٹکراگئے اور اسسے بھی عجیب وغریب یہ معاملہ پیش آیا کہ عربوں کی ہرچیز کو دل سے لگالیا۔ حتیٰ کہ اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر عربی زبان کو اپنی زبان بنالیا اس کے برعکس عیسائی قوم اپنی متاع گمشدہ کی تلاش میں جدوجہد کرتی رہی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہی کہ ذراموقع ملے تو دوبارہ اپنی حکومتوں کو اپنے قبضہ میں لے لے۔ لیکن ان کی یہ تمام تر کوششیں ناکام ہوجاتیں ان کا اسلحہ کام آتا نہ کوئی تدبیر چلتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم کچھ ایسا ہوا کہ ان کے پیروکار دن بدن اسلام میں داخل ہوتے گئے۔اسلام کے سحر جلال سے کلیسا کے پادری اور مملکت کے حکمران تک گھائل ہوگئے۔

تھا کہ مسلمانوں کو عیش پرست بنا کر ان کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کر دیا جائے۔ یہود ونصاریٰ جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یایھا الذین امنو لاتتخذوا الیھود والنصری

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ (پارہ ۶ رکوع ۱۲ آیت ۵۱)

آیت کریمہ سے بھی واضح ہو چکا ہے کہ یہود ونصاریٰ اہل اسلام کے دوست ہرگز نہیں بلکہ یہ اسلام کے ازلی اور بدترین دشمن ہیں۔ چنانچہ اس اسلام دشمن قوم نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھا دیا یہی وہ دشمن اسلام ہیں جنھوں نے دنیا بھر کے بکھرے ہوئے یہودیوں کو اسلام دشمنی کی خاطر مشرق وسطیٰ میں جمع کیا اور اسرائیل کی داغبیل ڈالی۔ برصغیر میں قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی،سوڈان میں مہدیت کا فتنہ کھڑا کیا، یوگوسلاویہ میں دہریت کو فروغ دیا۔ غرض یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے انہوں نے مذہبی گروہ بندی، نسلی اور لسانی تعصب کے ذریعے انتشار پھیلایا اور مسلمانوں کو گروہوں اور فرقون میں تقسیم کر کے برابر نقصان پہنچاتے رہے۔سرزمین عرب پر بھی ایک فتنہ برپا کیا۔ یہ فتنہ عالم اسلام کے لئے کس قدر خطرناک تھا اور اس سے اسلام کو کتنا نقصان ہوا اس کی تلافی قیامت تک ممکن نہیں۔

آج سے ڈھائی سوسال پہلے اسلام دشمن یہود ونصاریٰ نے ایک نئے اور گھڑے ہوئے نام نہاد اسلامی مذہب کی بنیاد رکھی۔اس مذہب کا بانی کون تھا؟ اور یہ خود ساختہ مذہب آج پوری دنیا میں کس نام سے مشہور ہوا۔ اسلام دشمن انگریز نے سرزمین عرب پر نمودار ہونی والے اس من گھڑت مذہب کو کس طرح پروان چڑھایا،قوم وملت کے ایک غدار نے امت رسول کو کسطرح دشمن اسلام کی بھینٹ چڑھایا۔ انگریز اس مقدس سرزمین پر اپنے ناپاک قدم جمانے میں کس طرح کامیاب ہوئے یہ ایک ایسی دل ہلا دینے والی حقیقت ہے جس سے آج کروڑوں مسلمان بے خبر ہیں۔آیئے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں نہایت دیانت داری سے اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے

که سولہویں صدی عیسوی کے آغاز ہی پر دشمنان اسلام یہود ونصاریٰ نے اپنی گذشتہ ناکامیوں کا بدلہ لینے کا باقاعدہ آغاز کردیا تھا اور سازشوں کا خطرناک جال بچھایا جس سے امت مسلمہ کو ایسا ناقابل تلافی نقصان ہوا کہ جس کا درد آنے والی نسلیں قیامت تک محسوس کرتی رہیں گی۔ دشمنان اسلام کا سرزمین عرب پر قبضہ کرنے کا منصوبہ نیا نہیں بلکہ تین سو سال پرانا ہے۔ جس کا انکشاف برطانوی جاسوس مسٹر ہمفرے نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ برطانوی اور عیسائی جاسوس مسٹر ہمفرے کے ان انکشافات کو جرمنوں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران ایک جرمن رسالے ''اسپیگل'' میں قسط وار شائع کیا پھر ایک لبنانی دانشور نے ان انکشافات کو عربی میں منتقل کیا۔ برطانوی جاسوس مسٹر ہمفرے کے انکشافات کو اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے اس یقین کے ساتھ پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو اس حقیقت کا یقین ہوجائے کہ آج سرزمین عرب پر اپنے ناپاک قدم جمانے کا جو منصوبہ اسلام دشمن امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے بنایا ہے اس کا آغاز آج سے تقریباً ڈھائی سو سال قبل ایک ضمیر فروش عربی شیخ کے ذریعہ ہوچکا تھا۔ ہمفرے کے انکشافات پر مشتمل یہ کتاب ایک اطلاع کے مطابق آج بھی برطانوی میوزیم میں موجود ہے

ہمفرے کا بیان ہے کہ ''ایک دفعہ نوآبادیاتی علاقوں کے وزیر نے لندن کے ایک مشہور پادری اور دیگر 25 مذہبی سربراہوں کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کیا جو پورے تین گھنٹے جاری رہا۔

پادری نے حاضرین سے مخاطب ہوکر کہا ہم اپنے آپ کو محکم ایمان اور پائیدار صبر سے مزین کریں اور تمام وسائل کو بروئے کار لائیں جو مسلمان خطوں میں عیسائیت کی ترویج کا سبب ہو۔ اگر اس میں ہمیں صدیوں کا عرصہ بھی گزر جائے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں آباؤاجداد اپنی اولاد کے لئے بیج بوتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۱۵)

ایک دوسرے اجلاس کا حوالہ دیتے ہوئے ہمفرے اعتراف کرتا ہے

شرکاء کا غور وفکر اس بات پر تھا کہ ہم کس طرح مسلمان طاقتوں کو درہم برہم کریں اور ان کے درمیان نفرت کا بیج بوئیں ... اب وقت آ گیا ہی کہ عیسائی مسلمانوں سے اپنا

مسٹر ہمفرے کا بیان ہے کہ ''میں خوشی خوشی بحری جہاز کے ذریعہ استنبول روانہ ہوا۔ میرے ذمہ دو اہم کام تھے۔ پہلے ترکی زبان پر عبور حاصل کرنا جو کہ ان دنوں وہاں کی قومی زبان تھی۔ اس کے بعد مجھے عربی زبان، قرآن اور اس کی تفسیر اور پھر فارسی سیکھنا تھی۔ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ میں ان زبانوں میں ایسی مہارت حاصل کروں کہ مجھ میں اور وہاں کے لوگوں میں زبان کے اعتبار سے کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ تاکہ کوئی میرے ترک، ایرانی یا عرب ہونے پر شک نہ کرے۔ کئی ماہ کے سفر کے بعد آخر کار ہم عثمانی دار الخلافہ میں پہنچے۔ جہاز سے اترنے سے قبل میں نے اپنے لئے ''محمد'' کا نام تجویز کیا۔ شہر میں داخلہ کے فوراً بعد میری ملاقات ایک اہل سنت کے بوڑھے پیشوا سے ہوئی اس کا نام احمد آفندی تھا وہ رسول خدا ﷺ کو انسانیت کا مظہر کام سمجھتا تھا۔ اس پہلی ملاقات میں ہی شیخ نے اپنے اعلیٰ فضائل کی بنیاد پر مجھے اپنا گرویدہ بنالیا تھا

بدلہ چکائیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کریں اس وقت سب سے بڑی عیسائی حکومت عظیم برطانیہ کے ہاتھ میں ہے جو دنیا کے طول وعرض میں اپنا سکہ جمائی ہوئے ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ اسلامی مملکتوں سے نبرد آزمائی کا پرچم بھی اسی کے ہاتھ میں ہو۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۱۵،۱۶،۱۷)

ہمفرے لکھتا ہے کہ 1710ء میں حکومت برطانیہ کی وزارت نے مجھے مصر، عراق، ایران اور عثمانی خلافت کی مرکز استنبول کی جاسوسی پر مامور کیا۔ مجھے ان علاقوں میں وہ راہیں تلاش کرنی تھیں جن سے مسلمانوں کو درہم برہم کر کے مسلم ممالک میں سامراجی نظام رائج کیا جاسکے۔ میرے ساتھ نو بہترین تجربہ کار جاسوس اسلامی ممالک میں اس کام پر مامور تھے۔ آبادی کے وزیر نے روانہ کرتے ہوئے کہا تھا ''تمہاری کامیابی ہمارے ملک کے مستقبل کا آئینہ دار ہوگی لہذا اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لاؤ تاکہ کامیابی تمہارے قدم چومے۔ (ملاحظہ ہو ہمفرے کے اعتراف ص 18)

مسٹر ہمفرے کا بیان ہے کہ ''میں خوشی خوشی بحری جہاز کے ذریعہ استنبول روانہ ہوا۔ میرے ذمہ دو اہم کام تھے۔ پہلے ترکی زبان پر عبور حاصل کرنا جو کہ ان دنوں وہاں کی قومی زبان تھی۔ اس کے بعد مجھے عربی زبان، قرآن اور اس کی تفسیر اور پھر فارسی سیکھنا تھی۔ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ میں ان زبانوں میں ایسی مہارت حاصل کروں کہ مجھ میں اور وہاں کے لوگوں میں زبان کے اعتبار سے کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ تاکہ کوئی میرے ترک، ایرانی یا عرب ہونے پر شک نہ کرے۔ کئی ماہ کے سفر کے بعد آخر کار ہم عثمانی دار الخلافہ میں پہنچے۔ جہاز سے اترنے سے قبل میں نے اپنے لئے ''محمد'' کا نام تجویز کیا۔ شہر میں داخلہ کے فوراً بعد میری ملاقات ایک اہل سنت کے بوڑھے پیشوا سے ہوئی اس کا نام احمد آفندی تھا وہ رسول خدا ﷺ کو انسانیت کا مظہر کام سمجھتا تھا۔ اس پہلی ملاقات میں ہی شیخ نے اپنے اعلیٰ فضائل کی بنیاد پر مجھے اپنا گرویدہ بنالیا تھا میں نے شیخ سے کہا ''اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے عربی زبان اور قرآن مجید سیکھنے کا خواہشمند ہوں شیخ نے میری ہمت افزائی کی اور میری خواہش کا استقبال کیا۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کے اعترافات ص ۲۳)

ہمفرے کا بیان ہے کہ ''استنبول میں دو سال کی

رہائش کے دوران مجھے عثمانی حکومت کے حالات پر ہر ماہ ایک رپورٹ لندن بھیجنی پڑتی تھی، ہمفرے کا کہنا ہے کہ دو سال کے بعد جب میں لندن دوبارہ گیا تو وزارت سیکریٹری نے پوری تفصیل پوچھی تو میں نے کہا کہ ”میں نے ترکی، عربی تجوید قرآن اور اسلامی شریعت میں سب سے زیادہ دسترس حاصل کی تھی۔ ان دو سالوں میں میرے لئے ان دو زبانوں کو سیکھنا، تفسیر قرآن اور اسلامی شریعت سے آشنائی زیادہ اہمیت کی حامل تھی ۔ دوسرے امور پر توجہ دینے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا اگر آپ بھروسہ کریں تو میں یہ کسر آئندہ سفر میں پوری کردوں گا۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۳۲)

ہمفرے کا بیان ہے کہ وزارت سیکریٹری نے آئندہ کا پروگرام دیتے ہوئے کہا کہ ”مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی نشاندہی کرو جو ہمیں ان تک پہنچنے اور ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیابی فراہم کرے۔ ان کی کمزوریون کو جان لینے کے بعد تمہارا دوسرا کام ان میں پھوٹ ڈالنا ہے اس کام میں پوری قوت صرف کرنیکے بعد تمہیں یہ اطمینان ہوجانا چاہئے کہ تمہارا اشمار صف اول کے انگریز جاسوس میں ہونے لگا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرکےاعترافات ص ۳۳)

ہمفرے لندن میں ایک سال گزارنے کے بعد پھر اپنے مشن پر روانہ ہوتا ہے اور بصرہ پہنچ جاتا ہے۔ وہاں ایک ترکھان کی دکان پر ملازمت کرتا ہے دکان کا مالک عبدالرضا شیعہ تھا اور خراسان کا رہنے والا تھا۔ ہمفرے نے اس سے فارسی سیکھی ۔ ہمفرے کا بیان ہے ان دنوں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو ترکی، فارسی اور عربی زبانوں میں گفتگو کرتا تھا۔ وہ دینی طالب علموں کا لباس پہنتا تھا اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا وہ ایک اونچا اڑنے والا، ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلا انسان تھا ۔ اس کا ذہن شیعہ سنی تعصبات سے پاک تھا ۔ یہ شخص قرآن وحدیث کا اچھا مطالعہ رکھتا تھا محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور ملاقاتوں کے ایک سلسلہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس کی اونچا اڑنے کی خواہش، جاہ طلبی، غرور، علماء ومشائخ اسلام سے اس کی دشمنی اور اس حد تک خودسری کہ خلفائے راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ بنیں اور حقیقت کے سراسر خلاف قرآن وحدیث سے

ہمفرے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ اس کو یہ آس دلاتا رہتا تھا کہ ایک تابناک مستقبل تمہاری انتظار میں ہے ۔ ایک دن میں نے اس سے اپنا ایک جھوٹا خواب بیان کیا اور کہا رات میں نے جناب ختمی مرتبت ﷺ کو بالکل اسی سراپا کے ساتھ کرسی پر بیٹھے دیکھا جیسے ذاکرین اور واعظین منبروں پر بیان کرتے ہیں ۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگان دین نے جن سے میری واقفیت نہ تھی چاروں طرف سے حضور کو گھیر رکھا تھا ایسے میں میں نے دیکھا کہ اچانک تم اس مجمع میں داخل ہوگئے ۔ تمہارے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں ۔ جب تم رسالت مآب ﷺ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کھڑے ہوکر تمہاری تعظیم کی اور ماتھا چوما اور کہا اے میرے ہمنام محمد تم میرے علم کے وارث ہو اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو سنوارنے میں میرے جانشین ہو۔

استفادہ اس کی کمزوریاں تھیں جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ میں نے سوچا کہاں یہ مغرور نوجوان اور کہاں وہ استنبول کا ترک بوڑھا آدمی (احمد آفندی) جس کے افکار ونظریات گویا ایک ہزار سال پہلے افراد کی تصویر کشی کرتے تھے اس نے اپنے اندر ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ وہ بوڑھا حضرت امام حنیفہ کا نام زبان پر لانے سے پہلے اٹھ کرتا تھا یا صحیح بخاری کا مطالعہ وضو کے بغیر نہیں کرتا تھا اور اس کے بالکل برعکس شیخ محمد بن عبدالوہاب ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا انہیں ناقابل اعتبار سمجھتا۔ ہمفرے کا کہنا ہے کہ ”میں نے محمد بن عبدالوہاب سے بہت گہرے تعلقات قائم کرلئے اور ہماری دوستی میں ناقابل جدائی استحکام پیدا ہوگیا۔ میں بار بار اس کے کانوں میں یہ رس گھولتا تھا کہ خدا نے تمہیں حضرت علی اور حضرت عمر سے کہیں زیادہ صاحب استعداد بنایا ہے اور تمہیں بڑی فضیلت اور بزرگی بخشی ہے ۔ اگر تم حضور ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً ان کی جانشینی کا شرف تمہیں ہی ملتا۔

ہمفرے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ پرامید لہجے میں اس سے کہتا ”میں چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس انقلاب کو رونما ہونا ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں سے انجام پذیر ہو اس لئے کہ تم ہی وہ شخصیت ہو جو اسلام کو زوال سے بچاسکتے ہو اس سلسلے میں سب کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں ۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۵۱-۵۲)

ہمفرے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ اس کو یہ آس دلاتا رہتا تھا کہ ایک تابناک مستقبل تمہاری انتظار میں ہے۔ ایک دن میں نے اس سے اپنا ایک جھوٹا خواب بیان کیا اور کہا رات میں نے جناب ختمی مرتبت ﷺ کو بالکل اسی سراپا کے ساتھ کرسی پر بیٹھے دیکھا جیسے ذاکرین اور واعظین منبروں پر بیان کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگان دین نے جن سے میری واقفیت نہ تھی چاروں طرف سے حضور کو گھیر رکھا تھا ایسے میں میں نے دیکھا کہ اچانک تم اس مجمع میں داخل ہوگئے۔ تمہارے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ جب تم رسالت مآب ﷺ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کھڑے ہوکر تمہاری تعظیم کی اور ماتھا چوما اور کہا اے میرے ہمنام محمد تم میرے علم کے وارث ہو اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو سنوارنے میں میرے جانشین ہو۔ یہ سن کر تم نے کہا یارسول اللہ ﷺ لوگوں پر اپنے

علم کو ظاہر کرتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خوف کو اپنے دل میں جگہ نہ دو کیونکہ جو کچھ تم سوچتے ہو اس سے کہیں زیادہ صاحب مرتبہ ہو۔

محمد بن عبدالوہاب نے میرے اس من گھڑت خواب کو سنا تو خوشی سے پھولا نہیں سمایا اور میں نے محسوس کیا کہ خواب کے تذکرے کے ساتھ ہی اسنے اپنے دل میں نئے مذہب کے اعلان کا مصمم ارادہ کرلیا۔ (ملاحظہ کیجئے ص ۶۳_۶۲)

ہمفرے کا کہنا ہے کہ جب دوسری مرتبہ میری لندن میں برطانوی وزارت سیکریٹری سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا

جن امور کو تمہیں انجام دینا ہے اس میں تم اکیلے نہیں ہو بلکہ تقریباً پانچ ہزار سچے اور کھرے افراد مختلف گروہوں کی صورت میں تمام اسلامی ممالک میں تمہاری مدد کے لئے آمادہ ہیں۔ میں تمہیں یہ خوش خبری دیتا ہوں کہ ہم آئندہ ایک صدی میں اپنی مراد کو پہنچ جائیں گے اور اگر آج ہماری نسل اس کامیابی کو نہ دیکھ سکے تو ہماری اولادیں ضرور یہ اچھے دن دیکھیں گی۔ یہ ضروری ہدایات لینے کے بعد ہمفرے کا کہنا ہے کہ ”میں نے محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ طے کرلیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء مفسرین پیشوایان دین و مذہب اور صحابہ کرام سے ہٹ کر نئے افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں (ملاحظہ کیجئے ص ۵۲) ہمفرے کا یہ بھی بیان ہے کہ میں اُس کے جنسی عزیزہ کو ابھارنا شروع کیا میں نے اس سے پوچھا کیا تم متعہ کے زریعے اپنی زندگی کو پرمسرت بنانا چاہتے ہو اس کے رضا و رغبت کی علامت سے اپنا سر جھکا لیا اور اس کو لے کر ایک بدقماش نصرانی عورت کے پاس گیا جو حکومت برطانیہ کی طرف سے بصرہ میں عصمت فروشی پر مامور تھی اور مسلم نوجوانوں کو گناہ پر ابھارتی تھی۔ میں نے اس کا عارضی نام صفیہ رکھا مختصر یہ کہ میں باہر اور صفیہ اندر سے ابن عبدالوہاب کو اپنے آئندہ پروگراموں کیلئے تیار کررہے تھے۔ صفیہ نے احکام دین کی پامالی اور آزادی رائے کا پرکیف مزہ ابن عبدالوہاب کو چکھادیا میں نے صفیہ کو تاکید کی کہ موقع ملتی ہی ابن عبدالوہاب کو نشہ میں چور کردو اور جتنا ہوسکے شراب پلاؤ دوسرے دن صفیہ نے مجھے اطلاع دی کہ اسنے شیخ کے ساتھ خوب جی بھر کر شراب نوشی کی اور رات کی آخری گھڑی میں کئی مرتبہ میں نے اس سے بدکاری کی اور

جن امور کو تمہیں انجام دینا ہے اس میں تم اکیلے نہیں ہو بلکہ تقریباً پانچ ہزار سچے اور کھرے افراد مختلف گروہوں کی صورت میں تمام اسلامی ممالک میں تمہاری مدد کے لئے آمادہ ہیں۔ میں تمہیں یہ خوش خبری دیتا ہوں کہ ہم آئندہ ایک صدی میں اپنی مراد کو پہنچ جائیں گے اور اگر آج ہماری نسل اس کامیابی کو نہ دیکھ سکے تو ہماری اولادیں ضرور یہ اچھے دن دیکھیں گی۔ یہ ضروری ہدایات لینے کے بعد ہمفرے کا کہنا ہے کہ ”میں نے محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ طے کرلیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء مفسرین پیشوایان دین ومذہب اور صحابہ کرام سے ہٹ کر نئے افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں

اب اس پر نقاہت کا عالم طاری ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے انکشافات ص ۵۷)

ہمفرے کا بیان ہے کہ ”آہستہ آہستہ میں ابن عبدالوہاب کے بدن سے ایمان کا لباس اتارنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے اس کے قلب و روح میں اتر کر شیعہ سنی فرقوں کے علاوہ ایک تیسرے فرقے کی سربراہی کی پیش کش کو قابل عمل بناتا تھا۔ (دیکھئے ص ۶۰)

ہمفرے کا کہنا ہے کہ میں ہر مہینے کی رپورٹ برطانیہ میں نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کو بھیجتا رہا ایک مرتبہ لندن میں وزارت سیکریٹری نے مجھے لندن طلب کیا اور ایک اہم راز سے پردہ اٹھایا۔ یہ راز وہ قرارداد تھی جو حکومت برطانیہ کے اعلیٰ عہدداروں نے منظور کی تھی۔ جس کے ذریعہ اسلام اور اہل اسلام کو ایک صدی کے اندر نابود (تباہ) کرنا تھا (ملاحظہ کیجئے ص ۱۱۶)

اس قرارداد کے مطابق اس عرصے کے بعد اسلام ساری دنیا سے رخصت ہو جائیگا اور صرف تاریخ میں اس کا نام باقی رہ جائیگا۔ ہمفرے کا بیان ہے کہ وزارت سیکریٹری نے مجھے ایک کتاب پڑھنے کے لئے دی کتاب کے ایک باب میں مسلمانوں کی قوت اور طاقت کو توڑنے اور انہیں کمزور بنانے کیلئے دیگر اصولوں پر بھی گفتگو کی گئی تھی جو دلچسپی سے خالی نہیں۔

(۱) ایسے افکار کی ترویج جو قومی قبائلی اور نسلی عصبیتوں کو ہوا دیں۔

(۲) شراب خوری، جوئے بازی، بدفعلی، اور شہوت زنی کی ترویج، سور کے گوشت کی استعمال کی ترویج

(۳) قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اہل کتاب کی عبادت گاہیں محترم ہیں ایرانی چرچ اور کلیسا قابل احترام ہیں۔

(۴) مسلمانوں کو عبادت سے روکا جائے خاص طور پر اس نقطہ پر زور دیا جائے کہ خدا بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے اور حج ایک بے ہودہ عمل قرار دیا جائے۔

(۵) عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں سعی بلیغ کی ضرورت ہے تا کہ عورتیں خوبخود پردہ چھوڑنے کی آرزو کریں۔ ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتیں پوری بے پردگی کے ساتھ اپنے اپ کو مسلم معاشرے میں پیش کریں تا کہ مسلمان عورتیں انہیں دیکھ کر ان کی تقلید کریں۔

(۶) مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائش پر توجہ دینا بدعت اور خلاف شرع ہے۔ آہستہ آہستہ ان قبرون کو مسمار کر کے لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا جائے۔ بقیع کے قبرستان کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے کہ وہ یکساں ہوجائے (یعنی قبے گرادیئے جائیں) اور تمام ممالک کی زیارت گاہیں (مزارات اولیاء) ویرانوں میں بدل دی جائیں۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کے انکشافات صفحہ ۱۱۰......۱۰۱)

ہمفرے کا یہ کہنا ہے کہ مجھے جو یہ کتاب دی گئی اس کتاب کا نام ''اسلام کو کیوں کر صفحۂ ہستی سے مٹایا جائے'' رکھا گیا تھا۔ حکومت برطانیہ کی وزارت آبادیاتی کے سیکریٹری نے اپنی گفتگو کے دوران کہا''، تمہیں شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے ساتھ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں گفتگو کرنی ہے۔ اسکی حمایت اور تحفظ کا بھرپور انتظام کیا جائے کیونکہ اس کی دعوت کے ظاہر ہوتے ہی ہرطرف سے اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائیگی اور خطرناک صورتوں میں اس پر حملے کئے جائیں گے۔ ہمفرے اس سلسلے میں مزید وضاحت کرتا ہے۔ کہ

حکومت برطانیہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اسلحے سے اچھی طرح لیس کرنے کے بعد ضرورت کے موقع پر اس کی مدد کی تائید کی تھی اور شیخ ابن عبدالوہاب کی مرضی کیمطابق جزیرہ عرب میں واقع نجد کے قریب علاقے کو اسکی حاکمیت کا پہلا مقام قرار دیا تھا۔ میں نے سیکریٹری سے کہا میری آئندہ ذمہ داری کیا ہوگی؟ سیکریٹری نے جواب دیا تمہارے وظیفے (تنخواہ) کو بڑی وضاحت سے متعین کیا ہے اور وہ ان کاموں کیلئے ہے جسے شیخ ابن عبدالوہاب کو انجام دینا ہے اور وہ امور یہ ہیں۔

(۱) اس کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر (یعنی کافر قرار دینا) ان کے مال عزت آبرو کی بربادی کو جائز سمجھنا۔

(۲) بت پرستی کے بہانے خانہ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضہ حج سے روکنا

(۳) پیغمبر اسلام (حضرت محمد ﷺ) ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرکت کی اور بت پرستی کے آداب و رسوم کو منانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہوسکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں (مزارات اولیاء) اور مقبروں کا انہدام

(۴) قرآن میں کمی بیشی پر شاید احادیث و روایات کی روشنی میں ایک جدید قرآن کی نشرواشاعت۔

سیکریٹری نے اپنے اس پروگرام کی تشریح کے بعد جسے شیخ ابن عبدالوہاب نے سرانجام دینا تھا اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہیں اس پروگرام کی دشواری تمہیں گھبراہٹ میں مبتلانہ کردے ہم سب کا فرض ہے کہ اسلام کی تباہی کا سبب اس سرزمین میں بکھیر دیں تاکہ ہماری آئندہ آنے والی نسل (موجودہ امریکہ، برطانیہ، فرانس) اس راہ پر آگے بڑھے اور کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ سکے (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کا اعترافات ص ۱۲۶۔۱۲۴)

ہمفرے کا بیان ہے کہ اس ملاقات کے بعد میں نے سفر کی اجازت مانگی اور گھر والوں کو الوداع کیا۔ بصرہ پہنچا معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کچھ عرصہ پہلے کسی نامعلوم مقام کی طرف خدا حافظ کہہ کر گیا ہے اور شیخ میرے نام ایک خط بھی دے گیا ہے اس خط میں اس نے اپنا پتہ نجد کا لکھا تھا۔

دوسرے دن میں نجد پہنچا اور شیخ سے اس کے گھر پر ملا۔ میں نے اسے بتایا کہ ابھی دونوں کو ملکر بہت سے امور انجام دینے ہیں چنانچہ اس مقام پر شیخ کی دعوت عام کا سامان فراہم کرنے میں ہمیں دوسال کا عرصہ لگا۔ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی مجھے یہ اطمینان دلا چکا تھا کہ وہ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگرام کو روبہ عمل لانے میں اپنی پوری کوشش کرے گا۔ تاہم اسنے دونکات کے بارے میں خاطر خواہ جواب نہیں دیا ان میں ایک مل کر تصرف حاصل کرنے کے بعد خانہ کعبہ کا انہدام تھا۔ شیخ کے نزدیک یہ ایک بیہودہ اور خطرناک کام تھا کیونکہ اہل اسلام اتنی جلدی اس دعوے کو تسلیم کرنے والے نہیں تھے دوسرا امر جو اسکے بس سے باہر تھا وہ جدید قرآن کی نگارش تھی وہ قرآن کے مقابل نہیں آنا چاہتا تھا۔ علاوہ ازیں محمد بن عبدالوہاب نے جزیرہ عرب میں نئے دین کی اعلان کا حتمی ارادہ کرلیا اور اپنے دوستوں کو اکٹھا کیا جواس کے ہم خیال تھے۔ ابتدا میں اپنے خاص اصحاب کے دائرہ میں بڑے اختصار کے ساتھ اس دعوت کا آغاز کردیا۔ نجد کے ہر طبقہ، خیال کے افراد کو بڑے پیمانے پر دعوت نامے بھیجے۔ آہستہ آہستہ ہم نے پیسے کے زور پر شیخ کے اطراف اس کے افکار کی حمایت میں ایک بڑا

دوسرے دن میں نجد پہنچا اور شیخ سے اس کے گھر پر ملا۔ میں نے اسے بتایا کہ ابھی دونوں کو ملکر بہت سے امور انجام دینے ہیں چنانچہ اس مقام پر شیخ کی دعوت عام کا سامان فراہم کرنے میں ہمیں دوسال کا عرصہ لگا۔ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی مجھے یہ اطمینان دلا چکا تھا کہ وہ نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگرام کو روبہ عمل لانے میں اپنی پوری کوشش کرے گا۔ تاہم اسنے دونکات کے بارے میں خاطر خواہ جواب نہیں دیا ان میں ایک مل کر تصرف حاصل کرنے کے بعد خانہ کعبہ کانہدام تھا۔شیخ کے نزدیک یہ ایک بیہودہ اور خطرناک کام تھا کیونکہ اہل اسلام اتنی جلدی اس دعوے کو تسلیم کرنے والے نہیں تھے دوسرا امرجو اسکے بس سے باہر تھا وہ جدید قرآن کی نگارش تھی وہ قرآن کے مقابل نہیں آنا چاہتا تھا۔

مجمع اکٹھا کیا اور انہیں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کی۔ مسلمانو! یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ اس بڑے اجتماع میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو حکومت برطانیہ نے [illegible] عرب میں پھیلائے ہوئے تھے جن کی تعداد تقریباً پانچ [illegible] کے قریب تھی [illegible] مسلمانوں کا لباس [illegible] راجستان میں [illegible]۔

ہمفرے کا کہنا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب آبادیاتی پروگرام کامیابی کی منزل طے کرنے لگا تو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے ارادہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے بھی جزیرہ العرب میں کوئی کام ہونا چاہئے چنانچہ اس نے شیخ نجدی کے ہم خیال محمد بن سعود کو ابن عبدالوہاب کے ساتھ اشتراک عمل پر مامور کردیا اور اس کام کے لئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس ایک خفیہ نمائندہ بھیجا تاکہ وہ اشتراک عمل کی ضرورت پر زور دے اور یہ تاکید کرے کہ دینی امور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کی ہاتھ میں ہوں گے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ہوگی۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کی اعترافات ص ۱۲۷۔۱۳۱)

ہمفرے اپنی گفتگو کے آخری مرحلے پر یہ بیان دیتا ہے کہ "ان دونوں رہبروں نے نجد کے قریب "درعیہ شہر" کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ برطانیہ کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت خفیہ طور پر جی کھول کران کی مالی مدد کررہی تھی۔ دونوں "محمد" اپنے فرائض سے بخوبی واقف تھے اور اپنے اپنے تلے قدموں سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اس وقت ہم ان کے ساتھ اپنی دوستی کی معراج پر ہیں۔ مرکزی حکومت (برطانیہ) تمام جزیرہ عرب میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرنے میں کامیاب ہوچکی ہے اگر کوئی ناگوار حادثہ رونما ہوا تو بہت جلد اسلامی سرزمینوں پر بکھرے ہوئے یہ بیج تناور درختوں میں تبدیل ہوجائیں گے اور ہمیں ان سے اپنے مطلوبہ پھل حاصل ہوں گے۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کے اعترافات صفحہ ۱۳۲)

محترم مسلمانو! آپنے ایک انگریز جاسوس مسٹر ہمفرے کی داستان اسی کی زبانی سنی۔ ہمفرے نے اس داستان میں برطانوی حکومت کے مذموم عزائم کو بے نقاب کیا ہے اور یہ بھی واضح کردیا کہ نوآبادیاتی برطانوی وزارت نے ہمفرے کے ذریعے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنی

> ہمفرے کا کہنا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب آبادیاتی پروگرام کامیابی کی منزل طے کرنے لگا تو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے ارادہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے بھی جزیرہ العرب میں کوئی کام ہونا چاہئے چنانچہ اس نے شیخ نجدی کے ہم خیال محمد بن سعود کو ابن عبدالوہاب کے ساتھ اشتراك عمل پر مامور کردیا اور اس کام کے لئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس ایک خفیہ نمائندہ بھیجا تاکہ وہ اشتراك عمل کی ضرورت پر زور دے اور یہ تاکید کرے کہ دینی امور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کی ہاتھ میں ہوں گے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ہوگی۔

عیاری اور مکاری کے جال میں پھانسا اور بدکاری اور شراب نوشی میں گرفتار کرکے اپنا آلہ کار بنایا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے لوگوں کو جس نئے دین کی دعوت دی وہ برطانوی حکومت کا بنایا ہوا خود ساختہ دین تھا جس پر ابن عبدالوہاب نے اپنے ہم خیال لوگ تیار کئے۔ شیخ نجدی نے اپنے انگریز آقا کی وفاداری کا ہر طرح سے پاس رکھا۔ چنانچہ جس کسی نے اس کے خود ساختہ وہابی مذہب کو قبول کرنے سے انکار کیا ان مسلمانوں کو قتل کردیا جاتا۔ شیخ نجدی کے غلط عقائد اور اسلام دشمنی پر ان کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے ایک کتاب لکھی۔ اس شہرۂ آفاق کتاب کا نام "الصواعق الالھیہ" ہے اس کتاب میں شیخ نجدی کے غلط عقیدے پر بھرپور نکتہ چینی کی گئی ہے۔ جس میں حضور کا رمﷺ ارشاد فرمایا:

اے اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت فرما۔ صحابہ نے عرض کی حضور ہمارے نجد میں۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کی۔ ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری بار ارشاد فرمایا وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا (ملاحظہ کیجئے کتاب الصواعق الالہیہ ص ۴۵۔۴۳ از شیخ سلیمان بن عبدالوہاب)

شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اس حدیث کی روشنی میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد سے یہ واضح ہوگیا کہ حضور اکرمﷺ کے بعد سرزمین نجد پر جو پہلا فتنہ واقع ہوا وہ شیخ نجدی کا فتنہ تھا جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ حضور سرور کونینﷺ نے اہل حجاز کے لئے بار بار دعا فرمائی مگر اہل نجد کے لئے دعا کرنے سے انکار کردیا۔

محترم مسلمانو! محدثین کرام فرماتے ہیں شام میں برکت کی دعا فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ اکثر انبیاء کرام کی ولادت شام میں ہوئی اور وہیں ان کے مزارات بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

بارکنا حولہ (سورہ اسراء)

ترجمہ: ہم نے مسجد اقصیٰ کے اردگرد کو بابرکت فرمادیا ہے۔

مسجد اقصیٰ جو کہ سرزمین شام میں ہے جہاں ہزاروں

انبیائے کرام کے مزارات ہیں اس لئے یہ جگہ برکت والی ہے۔یمن کے لئے دعائے خیر فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ یمن کے لوگ ایمان میں نہایت پختہ تھے۔حدیث مبارکہ میں ہے

الایمان یمان ترجمہ:ایمان تو یمنی لوگوں کا ہے۔

حضورﷺ کے عاشق صادق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی یمن کے رہنے والے تھے۔اس کے علاوہ یمن میں ہزار ہا اولیاء کرام اور علماء دین پیدا ہوئے۔

نجد کے لئے حضورﷺ نے دعا کرنے سے انکار فرمایا۔نجد موجودہ سعودی عرب کا وہ حصہ ہے جس کا مرکزی شہر ریاض ہے۔اللہ کے پیارے رسول نے گیارہ سو سال پہلے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ اسلام کے خلاف سب سے خطرناک گروہ سرزمین نجد سے نکلے گا۔

ایک مرتبہ حضورﷺ مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک گنجا ٹنڈ والا نجدی جس کا نام ذوالخویصرہ تمیمی تھا کہنے لگا۔

اتق اللہ یا محمد ترجمہ:اے محمد خدا سے ڈریں،تو ایک شخص (یعنی صحابی) نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضورﷺ نے فرمایا

بے شک اس (نجدی) کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔وہ دین سے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہوتا ہے۔(ملاحظہ کیجئے بخاری شریف) ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

وہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن ہم سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

ملاحظہ کیجئے ابوداؤد شریف)

ان حدیثوں کا مصداق محمد بن عبدالوہاب نجدی اور آج اس کے پیروکار ہیں۔جنھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور بت پرستوں سے تعلقات قائم کئے۔

طلوع اسلام سے قبل پورا عرب بت پرستی کے خول میں لپٹا ہوا تھا۔لوگ بتوں کو پوجتے اور انہیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کفار ومشرکین کے باطل عقیدے کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم شیئا ولا یضرکم (سورہ انبیاء،٦٧)

ترجمہ: کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر (سورہ فاطر،١٤)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے (یعنی کھجور کی گٹھلی) تک کے مالک نہیں۔

قرآن مجید کی یہ وہ آیات کریمہ ہیں جو مشرکین مکہ کی مذمت میں نازل ہوئیں جن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اے بت پرستو! اللہ کے سوا کسی غیر خدا یعنی بتوں کو مت پکارو ان سے مدد طلب ہرگز نہ کرو یہ تمہاری کیا خاک مشکل کشائی کریں گے یہ تو ایسے عاجز و بے اختیار ہیں کہ کھجور کی گٹھلی تک کے مالک نہیں۔یہ نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

مسلمانو! آپ کو تعجب ہوگا کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیتیں جو کفار ومشرکین کی مزمت میں نازل ہوئیں مگر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے کرم فرما انگریز سرکار کے منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لئے مذکورہ قرآنی آیات سے غلط استدلال لیا اور ان آیات کو انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کردیا۔اس نے ان آیات کی روشنی میں یہ عقیدہ گھڑا کہ اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مت پکارو، ان سے مدد طلب ہر گز نہ کرو یہ تمہاری کیا خاک مشکل کشائی کریں گے کیونکہ یہ مردہ، بے جان ہیں اور کسی نفع نقصان کے مالک نہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی شیخ نجدی کے پیروکار اپنے گرو گھنٹال شیخ نجدی کے عقیدے کی مطابق اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مدد کے لئے پکارنے کو شرک وکفر قرار دیتے ہیں۔صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو کافرومشرک سمجھ کر ان کو واجب القتل سمجھتے ہیں اور محبوبان خدا کی مزارات کو کفروشرک کے اڈے قرار دیتے ہیں۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج فرقے کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا یہ طریقہ ہے کہ جو آیات مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں ان کو وہ مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔حضور سرور کونین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "مجھے اپنی امت میں سب سے

مسلمانو! آپ کو تعجب ہوگا کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیتیں جو کفار ومشرکین کی مزمت میں نازل ہوئیں مگر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے کرم فرما انگریز سرکار کے منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لئے مذکورہ قرآنی آیات سے غلط استدلال لیا اور ان آیات کو انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کردیا .اس نے ان آیات کی روشنی میں یہ عقیدہ گھڑا کہ اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مت پکارو ، ان سے مدد طلب ہر گز نہ کرو یہ تمہاری کیا خاک مشکل کشائی کریں گے کیونکہ یہ مردہ ، بے جان ہیں اور کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی شیخ نجدی کے پیروکار اپنے گروگھنٹال شیخ نجدی کے عقیدے کی مطابق اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مدد کے لئے پکارنے کو شرک وکفر قرار دیتے ہیں ۔ صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو کافرومشرک سمجھ کر ان کو واجب القتل سمجھتے ہیں اور محبوبان خدا کی مزارات کو کفرو شرک کے اڈے قرار دیتے ہیں ۔

زیادہ اس شخص پر خوف ہے جو شخص قرآن پاک کی غلط تاویل کرکے آیات قرآن کو اس کے غیر محل میں چسپاں کرے گا۔

سید احمد زینی مکی شفعی رحمتہ اللہ علیہ شیخ نجدی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں شیخ ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنے انگریز آقاؤں کی پیروی کرتے ہوئے اپنی تحریک کا آغاز ۱۱۵۰ھ میں نجد سے کیا پھر دور صحابہ میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسلمہ کذاب کے شہر درعیہ کے امیر محمد بن سعود کو اپنا ہمنوا بنایا۔ ابن سعود نے اپنی رعایا پر زور دیا کہ وہ شیخ نجدی کی دعوت کو قبول کریں۔ اہل درعیہ کو ابن سعود نے مجبور کیا تھا چنانچہ شیخ نجدی کی یہ دعوت پھیلتی گئی اور اس کی اس دعوت پر عرب کے قبائل یکے بعد دیگرے لبیک کہتے چلے گئے ۔(ملاحظہ کیجئے خلاصتہ الکلام امراء البلد الحرام ص ۳۲۹۔۳۲۸ از سید احمد بن زینی دحلان مکی)

برطانوی حکومت کا مشن چونکہ مزارات کو مسمار کرانا تھا چنانچہ ابن عبدالوہاب نجدی اپنے آقاؤں کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے صحابہ کرام اور اولیاء امت کے خلاف دل میں بدعقیدگی کا آتش فشاں لے کر اٹھا اور اپنی اس تحریک کا آغاز مزارات صحابہ کرام کو مسمار کرنے سے کیا اور مزارات کی زیارت کرنے والوں کو مشرک قرار دیا۔ علامہ دحلان مکی فرماتے ہیں کہ شیخ نجدی حضور ﷺ کے روضہ مبارک کو سب سے بڑا بت "صنم اکبر" کہا کرتا تھا اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ اعلان کرتا کہ رسول اللہ (ﷺ) کا روضہ گرادینے کے لائق ہے (معاذ اللہ) (ملاحظہ کیجئے کتاب الدرالسنیہ ص ۵۲۱) ابن عبدالوہاب نجدی نے اس طرح بھی کہا کہ:

حضور ﷺ کا مزار گرادینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہو گیا تو گرادوں گا (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے الدرالسنیہ ،سیف چشتیائی)

شیخ احمد عبدالغفور عطار نجدی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام (ابن عبدالوہاب) عملاً قبروں پر تعمیر شدہ عمارتوں اور قبوں کو گرادیتے تھے اس لئے کہ یہی دراصل شرک اور بدعت کی آبیاری کے مرکز ہیں اور تمام عالم اسلام میں قبروں پر عمارتیں اور قبے بننے شروع ہو گئے تھے ۔(ملاحظہ کیجئے کتاب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ص ۱۶۲۔۱۶۱ از شیخ احمد عبدالغفور عطار)

شیخ نجدی نے جو سب سے پہلے کسی صحابی کا گنبد گرایا تھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت

برطانوی حکومت کا مشن چونکہ مزارات کو مسمار کرانا تھا چنانچہ ابن عبدالوہاب نجدی اپنے آقائوں کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے صحابہ کرام اور اولیاء امت کے خلاف دل میں بد عقیدگی کا اتش فشاں لے کر اٹھا اور اپنی اس تحریک کا آغاز مزارات صحابہ کرام کو مسمار کرنے سے کیا اور مزارات کی زیارت کرنے والوں کو مشرک قرار دیا۔ علامه دحلان مکی فرماتے ہیں که شیخ نجدی حضور ﷺ کے روضه مبارك کو سب سے بڑا بت "صنم اکبر" کہا کرتا تھا اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یه اعلان کرتا که رسول الله (ﷺ) کا روضه گرادینے کے لائق ہے (معاذالله)(ملاحظه کیجئے کتاب الدر السنیه ص ۵۲۱)ابن عبدالوہاب نجدی نے اس طرح بھی کہا که :حضور ﷺ کا مزار گرادینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہوگیاتو گرادوں گا(نعوذبالله)

زید بن خطاب کا قبہ تھا۔(ملاحظہ کیجئے کتاب عنوان المجد فی تاریخ جلد اول ص ۱۰۔۹)

شیخ نجدی نے اگرچہ اپنے ہم خیالوں کے ذریعہ چند مزارات گرادیئے تھے لیکن جس وسیع منصوبے کو لیکر شیخ نجدی اٹھا تھا اس کی تکمیل وہ اپنی زندگی میں نہیں کرسکا۔

شیخ احمد عبدالغفور عطار نجدی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تجدیدی مساعی کی روشنی میں اب بھی پورے زور وشور سے کام ہورہا ہے اور اشاعت اسلام (یعنی تحریک وہابیت) پر کروڑوں روپیہ صرف کیا جارہا ہے ۔(ملاحظہ کیجئے کتاب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ص ۱۲۸ از شیخ احمد عبدالغفور عطار نجدی)

محترم مسلمانو! مذکورہ بالا حقائق سے یہ واضح ہوا کہ ابن عبدالوہاب نجدی جس وسیع وعریض انگریز منصوبے پر عمل کرنا چاہتا تھا وہ اس کی زندگی میں تو نہ ہوسکا البتہ اس کے بعد اس کے ماننے والوں نے مسلسل اس ناپاک منصوبے کو جاری رکھا اور اب تک پورے زور وشور سے تحریک وہابیت پر کروڑوں روپیہ خرچ ہورہا ہے۔ اس وہابی تحریک کا آنے والی وقتوں میں عالم اسلام پر کیا اثر پڑا اور اس سے اسلام دشمن انگریز کو کیا فائدہ ہوا آیئے اس تلخ حقیقت کو بھی جان لیجئے۔

14 اگست 1914ء کی بات ہے کہ دنیا ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہوئی اور پہلی جنگ عظیم چھڑگئی اس پہلی جنگ عظیم میں بدنصیبی سے برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے مسلمانوں کی سلطنت عثمانیہ پر یلغار کی اور بہت سے مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ وہابی فرقہ جو کہ محمد بن عبدالوہاب کی وجہ سے عمل میں آچکا تھا وہ چونکہ برطانیہ کا وفادار تھا اسلئے وہ ابتداہی سے ترک اسلامی بادشاہوں سے ٹکراتا رہا۔ اس فرقہ نے سلطنت عثمانیہ کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی۔

وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی اپنی کتاب حیات طیبہ میں لکھتا ہے

عبدالعزیز (نجدی) کے بعد اس کا بیٹا سعد (نجدی) اپنے باپ سے زیادہ پرجوش نکلا اس نے اور بھی فتوحات کو وسعت دی اور ترکی سلطنتوں کی بنیادوں کو ہلادیا۔(ملاحظہ ہو کتاب حیات طیبہ ص ۲۰۸)

سعد نے بیس ہزار فوج سے سلیمان پاشا سے مختلف

مشرکین کی توہم پرستی کا جنازہ نکال کر رکھ دیا

تحریر: ارشد القادری (انڈیا)

چودھویں رات کی دوشیزہ

کہتے ہیں کہ عرب سوداگروں کا ایک قافلہ بادبانی جہاز پر سوار ہو کر اسپین کے ساحل سے روانہ ہوا یہ لوگ قیمتی جواہرات کے بین الاقوامی تاجر تھے۔ جن کا کاروبار دنیا کی بڑی بڑی منڈیوں میں پھیلا ہوا تھا۔

> شام کو جب نوجوان حکیم کے گھر گیا تو فارینا نیچی نگاہ کئے سامنے آئی اور نوجوان کا شکریہ ادا کیا نوجوان نے فارینا کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلام اپنی بیٹیوں کو کسی نامحرم کی سامنے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاں تک دیو کے چنگل سے تمہاری نجات کا سوال ہے اس کے لئے میں شکریہ کا طلبگار نہیں ہوں وہ میرے ایمان واسلام کا ایک خاموش فرض تھا جسے میں نے انجام دیا اس کے پیچھے انسانی ہمدردی کا اور کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہے

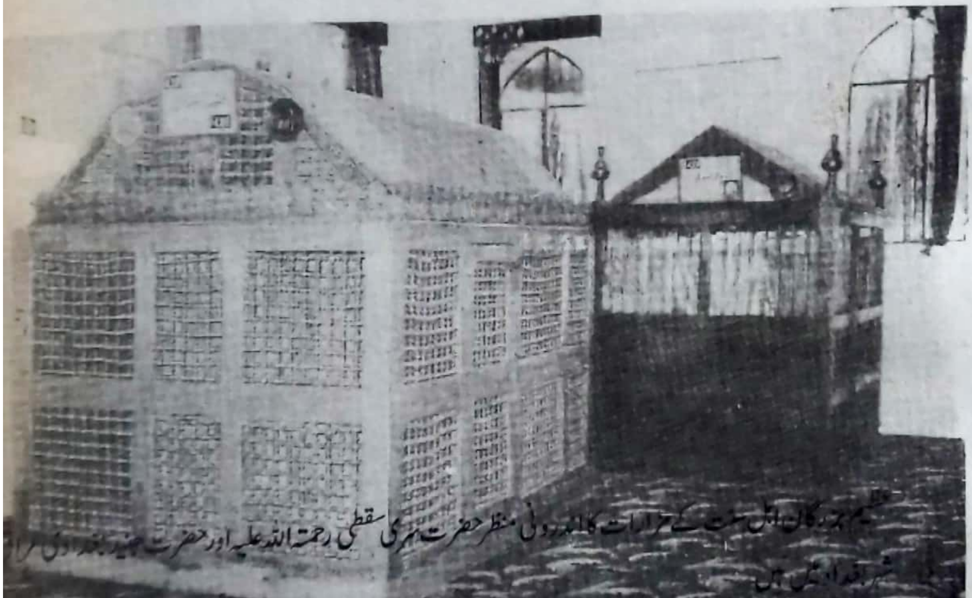
تاجروں کے اس گروہ میں ایک نہایت خوبرو نوجوان تھا جو اپنے سارے قبیلے کی آنکھ کا تارا تھا اس کی پیشانی سے طہارت نفس اور کردار کے تقدس کا نور جھلکتا رہتا تھا اس کا باوقار و حسین چہرہ اتنا دلکش و دلربا تھا کہ ایک بار دیکھ لینے کے بعد ناممکن تھا کہ بار بار اسے دیکھنے کی آرزو نہ پیدا ہو جدھر سے وہ گزر جاتا نگاہوں کے چراغ جلنے لگتے۔ بات کرتا تو موتی لٹاتا۔ مسکراتا تو پھول برستے، کتنے سینوں میں اس کی ایک نگاہ التفات کی آرزو مچل مچل کر دفن ہو گئی لیکن غیرت حیا کے بوجھ سے اس کی پلکیں ہمیشہ جھکی رہیں۔ ایک صالح پاکدامن اور اسلام کے غیور نوجوان کی جتنی خصوصیات ہو سکتی ہیں وہ تنہا سب کا آئینہ دار تھا اس کی زندگی کا سب سے خوشگوار لمحہ رات کا پچھلا پہر تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں اس کی روح ایک نامعلوم کیف سے سرشار ہو جاتی تھی گریہ ومناجات کی لذتوں نے اسے سحر خیز بنا دیا تھا۔

بارگاہ رسالت سے اسے بے پناہ عقیدت تھی۔ گنبد خضریٰ کے تصور میں پہروں اس کی پلکیں بھیگی رہتی تھیں۔ صلوٰۃ وسلام کی محفلوں میں اس کے سوز وگداز اور محویت شوق کا عالم بڑا ہی رقت انگیز تھا۔ مزارات اولیاء اور محبوبان حق کے ساتھ اس کے دل کا گہرا انس کسی تلقین کا نتیجہ نہیں تھا خود اس کے ضمیر کی آواز تھی۔

جہاز سمندر کی قیامت خیز لہروں سے ٹکراتا موجوں سے کھیلتا آگے بڑھتا جا رہا تھا آفتاب کی ٹکیہ پانی کی سطح پر چمک رہی تھی۔ چند ہی لمحے کے بعد سورج غروب ہو گیا فضا میں شام کی سیاہی بکھرنے لگی اور دیکھتے دیکھتے سمندر کی بے پایاں وسعتوں پر رات کا گھنا اندھیرا چھا گیا۔

آدھی رات گزرنے کے بعد اچانک فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی سارے اہل کشتی گھبرا کر جاگ پڑے دیکھا تو دہشت سے ناخداؤں کا برا حال ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے کانپتے ہوئے اشارہ کیا۔

وہ دیکھو! سمندر کا ایک نہایت مہیب اور خوفناک درندہ!!



عظیم بزرگان اہل سنت کے مزارات کا اندرونی منظر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی ر... شہر بغداد میں ہیں

دیکھتے ہی سارے جہاز میں کہرام برپا ہو گیا کچھ ہی فاصلے پر آبی صحرا کا ایک خونخوار جانور، جس کے جسم کی ضخامت جہاز سے کئی گنا بڑی تھی۔ جبڑا پھیلائے انگاروں کی طرح سرخ آنکھوں سے تاک رہا تھا۔ ناخداؤں نے لرزتی ہوئی آواز میں بتایا کہ بحر ظلمات کی سرحدوں پر اس طرح کے عجیب الخلقت اور مہیب جانور رہا کرتے ہیں جن کی قوت جذب اتنی حیرت انگیز ہوتی ہے کہ بڑے بڑے جہازوں کو ایک سانس میں کھینچ لیا کرتے ہیں ان کی زد پر پہنچ

جنگوں میں پے در پے فتوحات حاصل کیں ۔ (ملاحظہ ہو کتاب حیات طیبہ ص ۲۰۸)

پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ 1918ء میں ہوا اس چار سالہ جنگ عظیم میں ترکوں کی کشادہ حدود دشمنان اسلام کے قبضے میں آ گئیں ۔ بعض علاقے موجودہ سعودی عربیہ کے بھی ان کے قبضے میں آ گئے ۔ اپنی نو آبادیاتی خواہشات کو آگے بڑھاتے ہوئے برطانوی حکومت نے ان علاقوں میں سعودی حکومت کو قائم کیا۔ نجدیوں نے اپنے انگریز آقاؤں کے ایماء اور امداد پر اپنے حریفوں کو ہر محاذ پر شکست دے کر 1921ء میں صوبہ نجد (موجودہ ریاض) پر اپنی عمل داری اور بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ 1924ء میں مکہ پر قبضہ کیا۔ 1925ء میں مدینہ منورہ اور جدہ پر قبضہ کر لیا ۔ ایک ماہنامہ کی رپورٹ کے مطابق موجودہ شاہ فہد کے والد عبدالعزیز جو کہ ان دنوں کویت میں پناہ لئے ہوئے تھا حکومت برطانیہ سے پانچ ہزار پونڈ ماہانہ بمطابق (چار لاکھ بیس ہزار پاکستانی روپیہ) وظیفہ پاتا تھا اور حکومت برطانیہ کی مدد سے 1924ء میں طائف پر اور 1925ء میں مکہ اور مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح نجدی قبیلے کے سردار نے 1926ء میں مملکت سعودی عرب کے نام سے بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔ اس طرح جس تحریک کا آغاز برطانوی جاسوس ہمفرے کے کہنے پر شیخ ابن عبدالوہاب نے کیا تھا وہ ارمان آج موجودہ سعودی حکومت کی صورت میں برطانیہ کا پورا ہوا ۔ برطانیہ کے مشن کی سوسالہ تکمیل بالآخر ہو چکی تھی ۔ ان کے نمائندے سرزمین عرب پر بیٹھ چکے تھے اور وہاں سے ترکی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا ۔ چنانچہ ان آلہ کاروں نے اپنے انگریز آقاؤں کا وہ ادھورا مشن جسے ابن عبدالوہاب نجدی اپنی زندگی میں پورا نہ کر سکا اپنے دور حکومت میں پورا کر دیا۔

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ جہاں خاندان نبوت کے افراد مدفن ہیں جو محبوبان خدا، صحابہ کرام، حضور سرور کونین ﷺ کے لخت جگر، نور نظر اور چشم و چراغ کی آرام گاہ ہیں جہاں امت کی مائیں، جنت کی شہزادیاں، اولیاء، فقہائے اسلام، علمائے دین آرام فرما ہیں ان تمام مقدس ہستیون کی آخری آرام گاہوں کو بلڈوزر سے روند ڈالا ۔ ان کا نام ونشان تک نہیں چھوڑا ۔ صحابہ کرام کے بڑے بڑے مزارات بڑے بے دردی کے ساتھ گرا دئے اور زمین ہموار کر دی تا کہ اسلام کے ان درخشاں ستاروں کے آثار ہی مٹ جائیں ۔ اب قیامت تک اسلام کی ان روشن ماہتابوں کے آثار کو کوئی نہیں مٹا سکتا ۔ کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کرنے والے درندوں نے اپنے انگریز آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر اسلام کی ان عظیم نشانیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا۔

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات جسے تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے بڑے احترام کے ساتھ محفوظ رکھا ۔ تصویر کے آئینے میں دیکھئے ۔

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات جسے تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے بڑے احترام کے ساتھ محفوظ رکھا۔ تصویر کے آئینے میں دیکھئے۔ یہودو نصاریٰ کی سازشوں سے صحابہ کرام کے مزارات کا وجود ختم کردیا گیا آج ان کے نام توہیں لیکن آثار ختم کردئیے گئے

یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے صحابہ کرام کے مزارات کا وجود ختم کر دیا گیا آج ان کے نام تو ہیں لیکن آثار ختم کر دیئے گئے ۔ نیچے دی ہوئی تصویر حقیقت کے آئینے میں ۔ نجدیوں کے ظلم کا شکار ہونے والی صحابہ کرام کے مزارات مٹا دیئے گئے ۔

محبوبان خدا کے مزارات درحقیقت اسلام کی عظمت کے مینار ہیں جنھیں دیکھ کر جذبہ ایمان تازہ ہوتا ہے اور اللہ کی وحدانیت کے چراغ دلوں میں روشن ہوتے ہیں ۔ جن کا ادب و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

فلا اقسم بمواقع النجوم (سورہ واقعہ 75)

ترجمہ: مجھے ستاروں کے گرنے کے مقامات کی قسم

مشہور محقق و محدث اور مفسر قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ اس آیت میں ستاروں سے مراد صحابہ کرام اور علماء ہیں اور گرنے کے مقامات سے مراد ان کی قبریں ہیں ۔ (ملاحظہ کیجئے تفسیر روح البیان)

پس اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی قبروں کی قسم اٹھا کر صالحین کی قبروں کی عظمت و برکت کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (سورہ بقرہ 158)

ترجمہ: بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

صفا و مروہ پہاڑیوں کے وہ مقام ہیں جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے چکر لگائے چنانچہ وہ مقام اللہ کی نشانیوں میں شمار ہو گئے ۔

سورہ حج میں ارشاد ہوتا ہے

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دل کے تقویٰ کی وجہ سے ہے (سورہ حج 32)

مذکورہ آیات مبارکہ سے واضح ہوا کہ محبوبان خدا سے منسوب کردہ مقامات نہ صرف قابل تعظیم ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

آہ! ظالم وجابر نجدیوں نے جہاں 1925ء میں مکہ اور مدینہ پر قبضہ کرنے کے بعد صحابہ کرام کے مزارات مقدسہ کو منہدم کر دیا وہاں انہی نجدیوں نے حضور سرور کونین ﷺ کی والدہ ماجدہ، سیدہ طیبہ اور طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار اقدس بھی چند مہینے قبل مقام ابواء سے نکال کر بڑی بے دردی سے پامال کر دیا۔ ایک ماہنامہ کی رپورٹ کے مطابق حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کو نجدیوں نے نہ صرف مسمار کیا بلکہ جس پہاڑی کے ٹیلے پر قبر تھی اسے بڑی بے دردی سے بلڈوزر کے ذریعہ اوپر سے گرا دیا گیا۔

مقام ابواء میں حضور سرور کونین حضرت محمد ﷺ کی والدہ ماجدہ، سیدہ، طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی مقدس آخری آرام گاہ جسے نجدی بھیڑیوں نے چند ماہ پہلے بلڈوزر کی مدد سے منہدم کر دیا اور اسے چوٹی کے پہلو میں دھکیل کر گرا دیا گیا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

کر آج تک کوئی نہیں بچ سکا ہے۔ ہمارا جہاز غلطی سے بھٹک کر ادھر آگیا ہے اب چند ہی لمحے کے بعد ہم موت کے منہ میں پہنچ جائیں گے اپنی اپنی زندگی کو آخری سلام کرلو!

یہ خبر معلوم کر کے بے تحاشہ نالہ وفغاں کے شور سے سمندر کی فضا گونج اٹھی جیسے جیسے جہاز اس کے قریب ہوتا جارہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چنگاری تیز ہوتی جاتی تھی ۔شدت خوف سے لوگوں کے حواس باختہ ہوتے جارہے تھے۔ دماغ کے شعور کی توانائی موت کی ہیبت سے مغلوب ہوتی جارہی تھی یہاں تک کہ چند ہی لمحے کے بعد اس خوبرو نوجوان کے علاوہ سارے اہل کشتی بے ہوش ہوگئے۔

اب اکیلا نوجوان ایک خوفناک صورت حال کا مقابلہ کر رہا تھا اب جہاز اس کے بہت قریب پہنچ گیا تھا دہشت سے نوجوان کا کلیجہ بیٹھنے لگا اس کے پھیلے ہوئے منہ کا لقمہ بننے میں اب صرف چند قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

نوجوان نے اپنے ڈوبتے ہوئے دل کو سنبھالا ہمتوں کا بکھرا ہوا شیرازہ یکجا کیا اور شدت اضطراب کے ہیجان میں یک بیک کھڑا ہوگیا اور آنکھ بند کر کے بھرپور طاقت سے اذان دینا شروع کر دیا دوسرے ہی لمحے میں سمندر کی تاریک فضا تکبیر ورسالت کی آواز سے بوجھل ہوگئی اچانک اپنی بند آنکھوں کے ساتھ نوجوان نے کسی سخت چیز سے جہاز کے ٹکرانے کا جھٹکا محسوس کیا پھیلے ہوئے جبڑے کی زد پر پہنچنے کے بعد جیسے ہی اسے ایک بدبودار جسم کی گرمی محسوس ہوئی بیساختہ اس کے منہ سے یا محمداہ کا نعرہ بلند ہوا۔

خوف سے آنکھیں بند کیے نوجوان کو یقین ہو چکا تھا کہ اب وہ اس خونخوار درندے کی مکمل گرفت میں ہے اپنی دانست میں زندگی کی آخری ہچکی لیتے ہوئے اس نے ایک بار کلمۂ شہادت پڑھا اور سکتے کی حالت میں بیٹھ گیا۔

نوجوان کی آنکھیں بند تھیں اور دل کا حال سکرات کی کیفیت سے ہم آہنگ تھا اسی درمیان میں اچانک اسے محسوس ہوا کہ جہاز تیزی کے ساتھ پیچھے کی طرف بھاگتا جارہا ہے درندے کے منہ سے نکلنے والی اب وہ بدبو بھی محسوس نہیں ہورہی تھی نوجوان نے ہمت سے کام لے کر آہستہ آہستہ اپنی پلکوں کو اوپر اٹھایا آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ جانور سامنے موجود نہیں ہے سمندر کی فضا بھی بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے اب بپھری ہوئی موجوں پر تاریکیوں کے غلاف کے بجائے چاندنی کی سنہری کرن پھیلی ہوئی ہے یہ منظر دیکھ کر نوجوان کو خدا ورسول کی غیبی چارہ گری کا یقین ہوگیا دہان مرگ سے صحیح وسلامت نکل آنے پر انتہائے بے پایاں مسرت حاصل ہوئی نئی زندگی کے اعتراف میں سجدۂ شکر کے لئے بیساختہ اس کی پیشانی جھک گئی سجدۂ شکر سے فارغ ہو کر بارگاہ رسالت میں اس نے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا اب اسے اپنے بیہوش ساتھیوں کو ہوش میں لانے کی فکر ہوئی سب سے پہلے ناخداؤں کے منہ پر پانی چھڑکا۔ آنکھیں کھل گئیں چیخ مار کر اٹھے اور پھر سو گئے بڑی مشکل سے انہیں ہوش آیا ہوش آتے ہی نوجوان نے بتایا کہ خدا کی غیبی مدد سے وہ خوفناک بلا دفع ہوگئی اب نجات واطمینان کا سانس لیا اس کے بعد ایک ایک کر کے سارے اہل کشتی ہوش میں لائے گئے صورت حال معلوم کر کے وہ خوشی میں پاگل ہوگئے ناخداؤں نے آسمان کے تاروں کو دیکھ کر حیرت کے ساتھ بتایا کہ ہمارا جہاز بھٹک کر بحر ظلمات کے اندر داخل ہوگیا تھا لیکن اس وقت ہم لوگ بحر ظلمات سے تین دن کی مسافت پر ہیں یہ خبر سن کر سارا قافلہ ششدر رہ گیا۔

نوجوان فرط خوشی میں چیخ پڑا۔ خدا ورسول کی شان دست گیری کے قربان خطرے کی زد سے نکلنے کے لئے تین دن کی مسافت چند لمحے میں طے کرادی گئی۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں میں نوجوان کی عقیدت کا رنگ اور گہرا ہوگیا بال بال سے اس کی ہمت وبزرگی کو دعائیں نکل رہی تھیں۔ جہاز پھر اپنی رہ گزر پر چلنے لگا رات بھر چلتا رہا پہاڑوں کی طرح موجوں کا سینہ چیرتے چیرتے ناخداؤں کے بازو شل ہوگئے تھے۔ صبح ہوئی تو ہوا کا رخ بدلا اور فضا ساز گار ہوئی۔

قرطبہ کے ساحل سے چلے ہوئے آج ۲۵واں دن تھا دوپہر ڈھل چکی تھی اچانک ناخداؤں نے جہاز والوں کو خبر دی کہ سمندر کی خاموش سطح پر ایک نہایت خوفناک طوفان کے آثار نظر آرہے ہیں ہمارا اندازہ اگر صحیح ہے تو پھر ایک سنگین خطرے کیلئے ہمیں تیار ہوجانا چاہئے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ آنے والے طوفان بلاخیز میں ہمارا انجام کیا ہوگا اس خبر سے پھر جہاز والوں میں ایک کہرام برپا ہوگیا۔ پھر شور وماتم سے ایک قیامت اٹھ کھڑی ہوئی اس مرتبہ نامعلوم طور پر نوجوان کا چہرہ بھی تشویشناک ہوگیا تھا۔ غالباً اس کی روشن ضمیری نے خطرے کو محسوس کرلیا تھا اس کی گہری خاموشی جہاز والوں کے لئے خطرے کی سنگین علامت بنتی جارہی تھی جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا تھا مسافروں کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا پھر رات کی خوفناک سیاہی فضا پر مسلط ہونے لگی جونہی سورج کی آخری کرن پانی کی سطح سے غائب ہوئی سمندر میں ہولناک تلاطم کا ایک جھٹکا محسوس ہوا پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی موجوں نے جہاز کو اپنی زد پر رکھ لیا۔ طوفان کے تھپیڑے سے اچھل کر سمندر کا پانی جہاز کی فصیلوں میں داخل ہونے لگا ماتم وفغاں کا شور ہواؤں کی گڑگڑاہٹ میں دبتا جارہا تھا بادبان کی دھجیاں بکھر گئیں ترسول کا نشان سرنگوں ہوگیا۔ تلاطم کی سرکشی اب قیامت بن گئی۔ طوفان کے تھپیڑوں سے جہاز کے تختوں کے جوڑ جوڑ ڈھیلے پڑ گئے اچانک ایک موج بلاخیز سے جہاز ٹکرایا اور اس کے تختے پاش پاش ہوگئے چند لمحے کے لئے ڈوبتی ہوئی آوازوں کا ایک شور اٹھا اور لہروں کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے دفن ہوگیا۔

نوجوان نے ڈوبتے ہوئے یا محمداہ کا نعرہ لگایا تھا یہ نعرہ رائیگاں نہیں گیا پہلا غوطہ کھاتے ہی لہروں نے اسے ایک بہتے ہوئے تختے کی طرف پھینک دیا تختے سے ہاتھ ٹکرایا اور اس نے مضبوطی سے اسے تھام لیا۔

اب وہ اسی تختے کے سہارے سمندر کی لہروں پر بہتا ہوا چلا جارہا تھا۔ رات بھر یونہی اس ناپید کنار سمندر میں بہتا رہا اسے خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کس رخ پر بہہ رہا ہے موجوں کا تھپیڑا کھاتے کھاتے اس کے ہاتھ پاؤں شل ہو چکے تھے سارا جسم ٹوٹ کر چور چور ہوگیا۔

رات کے پچھلے پہر شدت کرب سے وہ بے چین ہوگیا عالم یاس میں ایک بار آسمان کی طرف دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سپیدۂ سحر نمودار ہوا سورج کی پہلی کرن چمکتے ہی اسے پہاڑوں اور صحراؤں کے سلسلے نظر آئے سمندر کا کنارا دیکھ کر اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اس نے اپنے اندر بالکل نئی زندگی کا فروغ محسوس کیا ساحل پر پہنچ کر بڑی مشکل سے اس نے اپنے آپ کو خشکی پر اتارا نمکین پانی میں پڑے پڑے پاؤں کی حس ماؤف ہوگئی تھی چلنے کی سکت باقی نہیں تھی بازو بھی حرکت کے قابل نہیں رہ گئے تھے کافی دیر تک سورج کی دھوپ میں سینکنے کے بعد جسم میں تھوڑی سی حرارت پیدا ہوئی اور رگوں کا خون گرم ہوا۔

دوپہر تک وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا اب اسے

بھوک ستا رہی تھی اور ضعف کا احساس دم بدم بڑھتا جاتا تھا خدا کا نام لے کر رزق کی تلاش میں اٹھا اس گھنے صحرا میں سوائے پھلوں کے اور کیا مل سکتا تھا کافی دور تک چلنے کے بعد جنگلی درختوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ دوپہر ڈھل رہی تھی لیکن اسے بھرے جنگل میں کوئی چیز کھانے کے قابل نہیں مل سکی جب چلنے کی سکت باقی نہیں رہ گئی تو تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا وہ آبدیدہ ہو کر اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر قریب کے ایک درخت پر پڑی جس میں سیب کے برابر سرخ رنگ کے پھل لگے ہوئے تھے اس یقین پر کہ وہ جنگلی سیب ہیں درخت کے پاس پہنچ گیا شاخیں زمین تک لٹک رہی تھیں اس لئے پھلوں کے توڑنے میں اسے کوئی زحمت نہیں پیش آئی رنگ وروپ تو سیب کی طرح تھا ہی۔ چکھ کر دیکھا تو لذت بھی نہایت شیریں تھی بھوک کے غلبے میں سیب سمجھ کر کئی پھل کھا گیا۔

دوپہر ڈھل چکی تھی اور کچھ ہی عرصے کے بعد شام ہونے والی تھی اپنے تئیں سوچا کہ جسم میں تھوڑی سی توانائی آجائے تو جلدی جلدی جنگل سے باہر نکل کر رات گزارنے کی کوئی محفوظ جگہ تلاش کی جائے۔

اسی خیال میں کھویا ہوا تھا کہ اندر سے اسے سر چکراتا ہوا محسوس ہوا شعور کا چراغ بجھنے لگا۔ رگوں کی حرارت سرد پڑنے لگی اور ایک گہرے خمار کی کیفیت میں وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ سورج ڈوب گیا رات آئی اور گذر گئی لیکن وہ ہوش میں نہیں آیا اس کے نبض کی تپش نہایت تیزی کے ساتھ نقطۂ انجماد کی طرف اترتی آرہی تھی اب وہ صرف چند گھنٹے کا مہمان تھا۔

دھوپ تیز ہوگئی تھی اور ہر طرف صحرا میں سورج کا شفاف اجالا پھیل گیا تھا۔ جڑی بوٹی اور نباتات کے ماہرین کا ایک دستہ تحقیقاتی مہم پر صحرا کا گشت کر رہا تھا گھنی اور پُرپیچ جھاڑیوں میں بھٹکتے ہوئے وہ ٹھیک اسی مقام پر آنکلا جہاں جنگلی سیب کا وہ درخت تھا درخت کے نیچے ایک انسان کی لاش دیکھ کر حیرت سے چیخ پڑا۔

دستے کا رئیس ایک نہایت تجربہ کار ذہین اور سن رسیدہ حکیم تھا لاش کے قریب پہنچ کر اس نے تھوڑی دیر تک چہرے کا نہایت گہری نظر سے جائزہ لیا نبض پر ہاتھ رکھا آنکھوں کی پلکیں اٹھائیں ناخنوں کا رنگ دیکھا اور اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ اس کے جسم میں زندگی کی آخری رمق ابھی باقی ہے اب ایک لمحے کی تاخیر بھی اسے موت کی ابدی نیند سلادی گی۔

سر جھکائے ہوئے وہ علاج کی راہ سوچ ہی رہا تھا کہ زمین پر سیب کے چھلکے اور اس کے سوکھے ہوئے ٹکڑے نظر آئے پھر درخت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو شاخوں میں اسی طرح کے پھل لٹک رہے تھے فوراً سمجھ گیا کہ اس زہریلے پھل کا یہ سارا کرشمہ ہے فوراً اپنی زنبیل سے زہر سوخت کر لینے والی ایک جڑی نکالی اور اسے ناک کے قریب رکھ دیا چند ہی لمحے کے بعد نوجوان کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

حواس اب بھی اپنی جگہ پر واپس نہیں آئے تھے اور قوت گویائی بدستور ماؤف تھی حکیم نے پھر اپنی زنبیل سے سبز رنگ کی دوچار پتیاں نکالیں اور انھیں انگلیوں میں مسل کر ایک قطرہ حلق میں ٹپکایا قطرے کا حلق سے اترنا تھا کہ نوجوان کو بڑے زور کی چھینک آئی اور اس کے بعد متلی کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد دوچار قے ہوئی اور سارا زہریلا پھل پیٹ سے باہر آگیا اب اس کی طبیعت ہلکی ہوگئی تھی ہوش وحواس بھی پلٹ آئے تھے اس گھنے جنگل میں اپنے اردگرد انسانوں کو دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حکیم نے اشارے سے روک دیا اور کچھ وقفہ کے بعد زنبیل سے ایک خاص قسم کے شربت کی بوتل نکالی اور گلاس میں ڈال کر نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اسے پی جاؤ۔ شربت پی جانے کے بعد اس کے جسم میں بجلی کی طرح ایک تازگی دوڑ گئی۔ ضعف ونقاہت کا اثر بھی زائل ہو گیا اور وہ تازہ دم ہو کر اٹھ بیٹھا۔

اب حکیم نے اس سے اس کا حال دریافت کیا اس نے شروع سے آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا حکیم اور اس کے ساتھیں کو اس کی سرگزشت معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی سب سے زیادہ تعجب اس امر پر ہوا کہ شیروں، زہریلے سانپوں اور خونخوار درندوں کے اس گھنے جنگل میں رات بھر وہ بیہوش پڑا رہا اور اسے کسی طرح کا گزند تک نہیں پہنچا حکیم اپنی ذہانت اور تفتیش وعلاج کی کامیابی پر بیحد مسرور تھا اس جنگلی پھل کے بارے میں بھی اسے ایک نیا تجربہ حاصل کر کے نہایت درجہ خوشی حاصل ہوئی تھی۔ حکیم کے ساتھیں نے فوراً ایک خاص قسم کے پتے پر نوک قلم سے اس درخت اور اس کے پھل کی تصویر بنائی اور اس کے نیچے لکھ دیا، یہ نشہ آور اور زہریلا پھل ہے۔

حکیم نے نوجوان کو بتلایا کہ سمندر کی آغوش میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے یہاں سے تین پہر کی مسافت پر سمندر کے کنارے ہمارا شہر آباد ہے میں تمھیں مشورہ دوں گا کہ کچھ دنوں کے لئے میری مہمانی قبول کرو۔ اسپین کی طرف سے سوداگروں کے جہاز آتے رہتے ہیں ایک دو مہینے کے بعد واپس چلے جانا۔ نوجوان نے حکیم کی درخواست قبول کر لی اور اس کے ہمراہ چلنے پر راضی ہو گیا۔

آج ایک عرصے کے بعد انسانوں کی آبادی کے قریب پہنچ کر نوجوان بےحد مسرور تھا نامعلوم خوشی سے چہرہ پھول کی طرح کھلا جارہا تھا درختوں کے جھاڑ میں ایک خوبصورت عمارت کی طرف دور سے اشارہ کرتے ہوئے حکیم نے بتایا کہ وہی میرا غریب خانہ ہے باغ میں داخل ہوتے ہی حکیم نے اپنی اکلوتی بیٹی فارنیا کو آواز دی۔ دوسرے ہی لمحے ایک زہرہ جمال، لالہ رخ سراپا قیامت دوشیزہ سامنے کھڑی تھی۔

حکیم نے کہا...... بیٹی! آج میں اپنے ہمراہ ایک معزز مہمان لے کر آیا ہوں اس کی زندگی کی سرگزشت نہایت ہی حیرت انگیز ہے کئی بار موت کی بھرپور گرفت سے اس نے نجات حاصل کی ہے اپنی قوت ارادی کا بے مثل انسان ہے یہ! نوجوان نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ہم لوگ قوت ارادی کو ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکیم کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ ناتمام گفتگو کا سلسلہ پھر سے جوڑا میں تمہاری ذہانت وسلیقہ مندی سے امید رکھتا ہوں کہ اپنے معزز مہمان کی خاطر ومدارات میں کسی طرح کی فرو گذاشت نہ ہونے پائے گی۔

فارنیا نے پہلی مرتبہ مردانہ حسن کا ایک سحر جلال دیکھا تھا نوجوان پر نظر پڑتے ہی مبہوت ہو کے رہ گئی۔

آفتاب کی آخری کرنیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے رخصت ہو رہی تھیں نوجوان نے حکیم سے کہا سورج ڈوبنے کے بعد پھر ہماری عبادت کا وقت شروع ہو جائے گا۔ زحمت نہ ہو تو آپ ہمیں کسی چشمے کا پتہ بتادیجئے تاکہ ہم آزادی کے ساتھ اپنے طریقہ پر ہاتھ منہ دھو کر اپنے مالک کا فریضہ بندگی ادا کر لیں، حکیم نے جواب دیا چشمہ تلاش کرنے کی کیا

ضرورت ہے اسی باغ میں نہایت صاف اور شفاف تالاب موجود ہے۔ وہیں پر سنگ مرمر کی چٹان بھی ایک طرف بچھی ہوئی ہے نوجوان نے تالاب میں پہنچ کر وضو کیا اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز مغرب ادا کی عشاء تک تسبیح وتلاوت میں مشغول رہا عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مہمان خانے کی طرف واپس ہوا۔

فارینا کے لئے نوجوان کی ہر چیز نئی اور جاذب نظر تھی جب تک وہ نماز میں مصروف رہا دور ایک گوشے میں چھپ کر نہایت حیرت سے اس کی نشست وبرخاست کا تماشا دیکھتی رہی رات کے کھانے سے فارغ ہو کر مہمان خانے میں اس کے آرام کا انتظام کر دیا گیا۔ دوپہر رات ڈھل جانے کے بعد نوجوان خاموشی کے ساتھ اپنے بستر سے اٹھا تالاب میں وضو کیا اور نماز تہجد کی روح پرور عبادت میں مصروف ہو گیا۔ تسبیح ودرود اور گریہ ومناجات میں ساری رات کٹ گئی نماز صبح سے فارغ ہو کر دن چڑھنے تک تلاوت قرآن میں مشغول رہا پھر ظہر کے بعد سے نماز وتلاوت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور عشاء کے بعد تک جاری رہا۔ نوجوان کے شب وروز کا یہی معمول تھا کئی دن ہو گئے اسے حکیم کے گھر مہمان ہوئے لیکن وفور حیا سے کبھی اس کی نگاہ اوپر نہیں اٹھی کبھی اس نے فارینا سے مخاطب ہونے کا کوئی موقع نہیں آنے دیا۔

اب رفتہ رفتہ فارینا کا دل بوجھل ہوتا جارہا تھا۔ آتش شوق میں سلگتے ہوئے وہ اکثر سوچا کرتی تھی۔

ظالم! آدمی ہے یا پتھر کی چٹان؟ ہزاروں دیوانے میرے جلوہ حسن کی پرستش کے لئے تیار ہیں اور یہ ایک نظر دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوتا۔ کیا میرے طلسم جمال کا سحر اب بے اثر ہو گیا۔؟ دلوں کے کشور میں میرے فتنہ شباب کی غارت گری کیا بلاوجہ مشہور ہے؟ نہیں! ایسا نہیں ہے! میری عشوہ طرازیوں کی تلوار زنگ آلود نہیں ہوئی ہے میرے ترکش کا تیر آج بھی بے خطا ہے۔ میری حشر بر پار عنائیوں میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا ہے۔ یہی شخص۔ انسانوں کی پرسوز فطرت سے محروم نظر آتا ہے۔

پھر سوچتی ہے۔......

''نہیں میرا خیال غلط ہے یہ کوئی بہت اونچے کردار کا آدمی ہے کسی نوجوان لڑکی پر نگاہ اٹھانا شریف انسانوں کا ہرگز شیوہ نہیں ہے۔ لیکن ہوش کے شیطان پر فتح پانے والے نوجوان آج کہاں ہیں؟ ہو سکتا ہے اس کا چہرہ مہرہ انسانوں جیسا ہو لیکن فطرت یقیناً فرشتوں کے تقدس میں ڈھلی ہوئی ہے۔

چند ہی دنوں کی مدت میں نوجوان کی پارسائی، شرافت ونیک نامی اور زہد وعبادت کا چرچا سارے شہر میں پھیل گیا تھا، اس کے عارض تاباں، شباب رعنا اور درخشاں پیشانی کا سحر بڑے بڑے عشوہ ناز کا غرور توڑ چکا تھا اب حسن کی دنیا اس کی ایک نگاہ التفات کے لئے سیماب کی طرح تڑپنے لگی تھی۔ لیکن خود اس کے دل کی لذتوں کا کیف ساری دنیا سے نرالا تھا اسے اسلام عزیز تھا۔ اسلام کی برتری اور نیک نامی عزیز تھی اور بس۔ اس کے قیام کو ایک ماہ سی زائد ہو چکا تھا۔ لیکن جب بھی حکیم کے سامنے وہ اسپین جانے کی بات چھیڑتا تو ایسا لگتا کہ حکیم کے دل پر کوئی بجلی گر پڑی ہے۔ یکا یک اس کا مسکراتا ہوا چہرہ ماند پڑ جاتا حکیم اسے اپنے گھر کی رونق وبرکت سمجھتا تھا۔ نوجوان بھی نہیں چاہتا تھا کہ اپنے محسن کا دل توڑ کر وہ چلا جائے۔

ایک دن وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب مہمان خانے میں واپس ہوا تو سارے گھر میں ایک کہرام مچا ہوا تھا حکیم شدت اضطراب میں اپنا سینہ پیٹ رہا تھا۔ فارینا پچھاڑ کھا کھا کر زمین پر لوٹ رہی تھی۔ سب سے برا حال اس کی ماں کا تھا وہ صدمہ کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو گئی تھی۔ اچانک یہ کیفیت دیکھ کر نوجوان سکتے میں آ گیا۔ حیرت کے عالم میں حکیم کا ہاتھ پکڑ کر ایک کنارے لے گیا اور اپنی قریب بٹھاتے ہوئے نہایت تسلی آمیز لہجے میں اس سے دریافت کیا۔

آخر اچانک کیا حادثہ پیش آ گیا ہے از راہ کرم میری حیرت کا ازالہ کیجئے۔ یک بیک یہ کیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے مجھے فوراً بتایئے۔ کافی دیر کے بعد حکیم نے اپنے اضطراب کی شدت اور بے تحاشا گرنے کی کیفیت پر قابو پایا اور بلبلاتی ہوئی آواز میں رک رک کر ایک نہایت لرزہ خیز حیرت افزا اور انسانیت سوز واقعہ کی اطلاع دی۔

کافی دیر تک نوجوان حیرانی کے عالم میں حکیم کی چیخوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا اس حقیقت کا سراغ لگانے کے لئے اس کے دل کا اضطراب دم بدم بڑھتا جارہا تھا کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے گھر میں ہر طرف کہرام کیوں مچا ہوا ہی غم کا تلاطم کچھ سکون پذیر ہوا تو حکیم نے یہ حیرت انگیز داستان سنائی۔

ہمارا یہ شہر جو عین سمندر کے ساحل پر آباد ہے اب سے پہلے سمندر کے ہولناک تلاطم میں غرقاب ہو چکا ہے جب جب اس شہر پر تباہی آئی یہاں کی باشندے اپنی املاک وجائیداد چھوڑ کر پیچھے ہٹتے گئے اور اس یقین کی نشاندہی پر دوسری جگہ ایک نیا شہر آباد کیا گیا کہ یہ مقام سمندری طوفان کی زد سے باہر ہے لیکن وائے افسوس! کہ چند سال کے بعد جب شہر کی آبادی شباب پر پہنچ گئی تو اچانک سمندر کی لہریں قیامت کی طرح سر اٹھائے ہوئے شہر پناہ کی دیواروں سے ٹکرانے لگیں اور چند ہی گھنٹے نہیں گزرنے پائے کہ سارا شہر سمندر کی بلاخیز موجوں کے نیچے صفحہ ہستی سے غائب ہو گیا۔ دسویں بار جب جزیرے کی سب سے اونچی سطح پر یہ شہر آباد کیا گیا تو ایک جادوگر نے بتایا کہ سمندر کے ساحلی علاقی پر ایک دیو کا قبضہ ہے وہ کبھی یہاں کے باشندوں کو چین سے نہیں رہنے دے گا یہ معلوم کر کے شہر کے راجہ نے اس جادوگر سے درخواست کی کہ وہ کوئی بھی ایسی تدبیر عمل میں لائے جس سے شہر کا مستقبل محفوظ ہو جائے۔ جادوگر نے کئی دن کی محنت وغور کے بعد راجہ کو بتایا کہ اس کی ایک ہی تدبیر ممکن ہے اگر اسے عمل میں لانے کا وعدہ کیجئے تو میں بتاؤں۔

راجہ نے دوسرے دن شہر کے تمام لوگوں کو جمع کیا انھیں ساری تفصیل بتائی اور دریافت کیا کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں جادوگر سے وعدہ کر لوں۔ ہر طرف سے آواز آئی کہ شہر کے مستقبل کا تحفظ ہمارے ہر مفاد سے بالاتر ہے۔ ضرور وعدہ کر لیا جائے۔

راجہ کے وعدہ کر لینے کے بعد جادوگر نے بتایا کہ سمندر کے اندر چالیس قدم کے فاصلے پر جس طرح بھی ممکن ہو پانی میں ایک مندر بنایا جائے جس کی قد آدم کھڑکیاں پچھم کی طرف کھلتی ہوں اور اس کے دروازے کا رخ پورب کی طرف ہو۔ مندر کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد ہر چھ مہینے پر شہر کی ایک حسین دوشیزہ منتخب کر کے عین چودھویں رات میں مندر کے اندر منتقل کر دی جائے۔ صبح کے وقت اس کی مردہ لاش جس کی ''دوشیزگی'' زائل ہو چکی ہوگی مندر سے نکال کر سمندر میں بہا دی جائے چونکہ راجہ قوم کی طرف سے زبان ہار چکا تھا اس لئے دل پر جبر کر کے لوگوں نے جادوگر کی اس تجویز کو قبول کر لیا۔

حکیم نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس واقعہ کو بیس برس سے زائد ہو گئے اس وقت سے آج تک ہر

چھ مہینے پر شہر کی ایک حسین دوشیزہ سمندر دیو کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے راجدھانی میں دوشیزاؤں کے انتخاب کے لئے باضابطہ ایک محکمہ کھول دیا گیا ہی۔ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد محکمے کے دفتر میں شہر کی ہر خوبصورت لڑکی کا نام اندراج ریاست کی قانون کی رو سے نہایت ضروری ہے۔

دستور کے مطابق ہر چھ مہینے پر چاند کی ۱۴ تاریخ کو قرعہ اندازی کے ذریعہ جان اور عصمت کی بھینٹ چڑھانے کے لئے شہر کی دوشیزاؤں میں سے کسی کا انتخاب عمل میں آتا ہے یہاں پہنچ کر اچانک حکیم کے جذبات میں رقت انگیز تلاطم کی کیفیت پیدا ہوگئی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ صبر وشکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگا۔ غم کی چوٹ ضبط نہ ہوسکی تو منہ سے چیخ نکل پڑی۔ نوجوان نے غمگسار ہمدردیوں کے ساتھ پھر اسے تسلی دی کافی دیر کے بعد جب کچھ افاقہ ہوا تو حکیم سے یہ سوال کیا۔

تمہاری اس پوری داستان میں ہمارے اس سوال کا جواب کہیں نہیں ہے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے اچانک تمہارے یہاں صف ماتم کیوں بچھی ہوئی ہے۔

حکیم نے تھرتھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا وہی بات تو منہ سے نہیں نکل رہی ہے۔ سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹ جاتا ہے تم جانتے ہو کہ میری جواں سال بیٹی فارینا مجھے کتنی لاڈلی ہے ہمارے چمنستان آرزو کی تنہا وہ ایک مہکتی ہوئی کلی ہے اس کے چہرے کی روشنی سے میرے گھر میں امیدوں کا چراغ جلتا ہے ہائے اب ہم اس کے بغیر کیسے زندہ رہ سکیں گے۔

نوجوان نے حیرت سے پوچھا خدا خیر کرے اچانک اسے کیا ہوگیا ہے۔ بڑی مشکل سے ڈوبے ہوئے جذبات میں یہ الفاظ حکیم کے منہ سے نکل سکے کہ آج شام کو محکمے کا افسر یہ اطلاع دے گیا ہے کہ اس مرتبہ قرعہ اندازی میں فارینا کا نام نکل آیا ہے۔ کل چودھویں رات کی چاندنی میں ریاست کی پالکی دروازے پر لگ جائی گی اسے دلہن کی طرح بنا سنوار کر تیار رکھا جائے۔

ہائے میری فارینا! یہ الفاظ فضا میں گونجے اور حکیم صدمے کی شدت سے بیتاب ہوکر بے ہوش ہوگیا۔ نوجوان نے حکیم کو ہوش میں لانے کے لئے اس کے منہ پر پانی چھڑکا اور کچھ پڑھ کر دم کیا اچانک اس نے آنکھیں کھول دیں جب کچھ حالت سنبھل گئی تو نوجوان نے اسے اپنے قریب بٹھایا اور دل کی اتھاہ ہمدردیوں کے ساتھ اس سے یوں مخاطب ہوا۔

میرے محسن تمہارا غم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا میں کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ میرے ہوتے ہوئے تمہاری خوشی کا چمن اجڑ جائے یقین رکھو اپنی جان کی بازی لگا کر میں تمہاری مسرتوں کو واپس لانے کی کوشش کروں گا۔ صرف میری ایک پیش کش قبول کرلو۔ دو ہی چار جملوں میں حکیم کا چہرہ امید کی کرن سے چمک اٹھا حیرت ومسرت کی ملی جلی کیفیت میں نوجوان سے دریافت کیا۔

''میں تمہارے حکم کی تعمیل کرسکتا ہوں؟''

نوجوان نے جواب میں کہا۔ ''تمہیں صرف اتنا کرنا ہوگا کہ کل چاندنی رات میں جب پالکی دروازے پر لگ جائے تو اپنی فارینا کے عوض مجھے بٹھا دینا۔''

حکیم نے اپنی آواز کا تیور بدلتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔! فارینا کے جنازے پر آنسو بہا کر میں صبر کرسکتا ہوں لیکن اپنی غیرتوں کی لاش پر تابہ زلیت مجھے ماتم کرنا ہوگا۔ میں کبھی اسے برداشت نہیں کرسکوں گا کہ بیٹی کی زندگی پر اپنے معزز مہمان کو بھینٹ چڑھاؤں۔ اپنے دامن پر ایک مقدس مسافر کے خون کا دھبہ میں ہرگز نہیں قبول کروں گا۔

نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے غمگسار میزبان! میں تمہیں اندھے اعتقاد کی تاریکی سے باہر نکالنا چاہتا ہوں۔ میرے ہاتھوں یقین کی جو تلوار ہی اس کی کاٹ سے تم ابھی واقف نہیں ہو۔ اس تلوار سے چشم زدن میں بڑی بڑی باطل قوتوں کا سر میں نے قلم کرکے رکھ دیا ہے۔ شاید ابھی تم میری باتوں کا اعتبار نہ کرسکو۔ لیکن گرہ باندھ لو کہ صبح کے وقت مندر کا دروازہ کھلتے ہی تمہاری آنکھوں کی پٹی بھی کھل جائیگی برسوں کا آفتاب اس وقت تک طلوع نہیں ہوگا جب تک کہ اس جزیرے کی تاریخ کا ایک نیا دور نہ شروع ہوجائے۔

حکیم نے استعجاب کے ساتھ دریافت کیا۔

''کیا واقعی تم اس مہیب اور خوفناک دیو پر غالب آجاؤ گے جس نے نومرتبہ ہماری جیتی جاگتی دنیا کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے اور سینکڑوں عفت مآب دوشیزاؤں کا خون پی کر جس کی بیہمانہ قوتوں کا اندازہ اب ہمارے قیاس سے باہر ہوگیا ہے۔''

نوجوان نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔

''معزز حکیم! اطمینان رکھو ایک دردناک مصیبت کے وقت میں تم سے مذاق نہیں کررہا ہوں۔ میرا لفظ لفظ حقیقت کی شہادتوں سے بوجھل ہے حق کی توانائی کا تماشا دیکھنے کے لئے کل رات کی سحر کا انتظار کرو۔

نوجوان کی گفتگو سے حکیم کی مسرتوں کی کوئی انتہا نہ رہی امیدوں کے نشے میں سرشار ہوکر اٹھا اور گھر کے صحن میں دوڑتی ہوئی جانوں کو یہ مژدہ جاں فزا سنایا۔

ایک خوشگوار امید کے سہارے حکیم اور اس کی بیوی کے غم کا طوفان تھم گیا۔ لیکن فارینا کی رات انتہائی بے چینی میں گزری نوجوان کے لئے ایک نامعلوم اضطراب کی آگ رہ رہ کر اس کے دل میں بھڑک رہی تھی۔ اسے خطرے کا نشانہ بنا کر اپنی سلامتی کی قطعاً کوئی خوشی محسوس نہیں کررہی تھی۔ اسی فکر میں غلطاں وپیچاں رات بھر وہ کروٹ بدلتی رہی کہ کسی طرح بھی نوجوان کو اپنے ارادے سے باز رکھا جائے لیکن نوجوان کے آہنی عزم کے سامنے اب کسی کی زبان نہیں کھل سکتی تھی۔

آج چودھویں رات تھی لیکن شام ہی سے فضاؤں پر سوگوار اداسیوں کا سایہ مسلط ہوگیا تھا۔ شہر کے ہزاروں نوجوان فارینا کے غم میں تڑپ رہے تھے۔ ہر گلی میں ماتم وفغاں کا ایک شور برپا تھا۔ فارینا کی تنہا زندگی ہزاروں زندگیوں کی امیدوں کا سررشتہ تھی آج جزیرے کی آبادی ایک بے مثال دیکتا پری جمال حسینہ کے وجود سے خالی ہونے والی تھی۔

راجدھانی کی سلامتی کے لئے ایک عظیم قربانی کی تقریب میں شہر کے سارے معززین حکیم کے دروازے پر جمع ہوگئے تھے ہر شخص کی زبان پر حکیم اور اس کے گھر والوں کے لئے تحسین وآفریں اور صبر وتسلی کے کلمات جاری تھے۔

دستور کے مطابق ٹھیک ایک پہر شب گزر جانے کے بعد پھولوں میں بسی ہوئی راج دربار کی پالکی حکیم کے دروازے پر آکر لگ گئی۔ پالکی کی کھڑکیوں پر مخمل کے ندنگار پردے لٹک رہے تھے۔ پیچھے بھینٹ چڑھانے کی رسومات کا سامان لئے ہوئے نیم برہنہ پجاریوں کا ایک دستہ کھڑا تھا۔ کئی مہینہ کی مدت قیام میں آج پہلی مرتبہ نوجوان نے حکیم کے زنانخانے میں قدم رکھا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی وہ اندر کی خالی کوٹھری میں داخل ہوگیا

تھا۔ وہیں اس نے مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی۔ دستور کے مطابق غروب آفتاب کے بعد بھینٹ چڑھنے والی دوشیزہ کی کوٹھری میں کوئی نہیں داخل ہوسکتا تھا۔ کسی کو چہرہ دیکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی ماں باپ بھی اس کے قریب نہیں جاسکتے تھے۔ اب وہ بالکل پرایا مال ہو جاتی تھی۔

پالکی کے ہمراہ راج دربار سے بھینٹ چڑھائی جانے والی دلہن کے لئے مخصوص جوڑے بھی آئے تھے۔ مندر کے ایک پجاری نے جوڑے کا صندوق نوجوان کی کوٹھری کے دروازے پر رکھا اور یہ آواز دیتا ہوا چلا گیا۔ ''جلوس کی روانگی کا وقت ہوگیا ہے اب جوڑے پہن کر فوراً تیار ہوجاؤ؟'' نوجوان نے صندوق کھول کر جوڑا نکالا اور اپنے پہنے ہوئے کپڑوں پر اسے پہن لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مندر کے پجاری آئے اور دروازے پر کھڑے ہوگئے۔

مہنت نے کہا۔ ''اب کوٹھری سے باہر نکل آؤ۔ پالکی دروازے پر لگ گئی ہے۔'' نوجوان اپنے جسم کو چادر میں لپیٹے، منہ چھپائے، کنواری لڑکیوں کی طرح شرماتے لجاتے، سسکیاں لیتے ہوئے باہر نکلا اور پھول کی طرح آہستہ آہستہ زمین پر قدم رکھتے ہوئے پالکی کے قریب پہنچا۔ مہنت نے آگے بڑھ کر پالکی کا پردہ اٹھایا اور نوجوان اس کی اندر داخل ہوگیا۔ جیسے ہی پالکی اٹھی حکیم کا پیمانہ ضبط ٹوٹ گیا۔ آج ایک پردیسی مہمان کے جذبہ اخلاص اور وفا کا آخری امتحان تھا۔ انجام کے اندیشے سے بے ساختہ اس کے منہ سے چیخ نکل پڑی۔ صبر وتسلی دینے والے احباب پہلے ہی سے تیار کھڑے تھے۔ ہاتھوں ہاتھ لیا۔

فارینا گھر میں موجود نہیں تھی۔ سرشام ہی اسے کسی محفوظ جگہ پر منتقل کردیا گیا تھا۔ حکیم کی بیوی بھی نوجوان کی خداکاری پر اپنا سر پیٹ رہی تھی۔

پالکی شہر کی شاہراہوں سے گزرتی ہوئی سمندر کے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک پہر رات گزر جانے کے باوجود تمام راستوں پر تماشائیوں کی ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ جذبہ عقیدت میں ہر طرف سے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ تماشائیوں کا یہ ہجوم سمندر کے ساحل تک پالکی کے ہمراہ چلتا رہا۔ مندر تک لے جانی والے راستے کے سرے پر پہنچ کر پالکی زمین پر رکھ دی گئی اور ہجوم کو الٹے پاؤں رخصت کردیا گیا۔ مہنت نے پالکی کا پردہ اٹھا کر آواز دی، ''پالکی سے اتر آؤ۔ یہاں سے مندر تک پیدل چلنا ہوگا۔'' سر سے پاؤں تک چادر لپیٹے منہ چھپائے نوجوان باہر نکلا اور مہنت کے پیچھے پیچھے مندر کی طرف بڑھنے لگا۔ مندر کی عمارت کے سامنے پہنچ کر مہنت نے دروازہ کھولا اور نوجوان کو اندر داخل کرکے باہر سے مقفل کردیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ منتر پڑھ کر رسومات ادا کیے اور اس کے بعد وہاں سے الٹے پاؤں رخصت ہوگیا۔

دروازہ مقفل ہوجانے کے بعد نوجوان نے زنانہ لباس اتار کر باہر پھینک دیا۔ چاندنی رات میں کھلی کھڑکیوں سے سمندر کی خوفناک لہروں کا طوفان صاف دکھائی پڑتا تھا۔ رات کی تنہائی سناٹے کا عالم اور منٹ منٹ پر بلاخیز موجوں کے تصادم کی آواز دل ہلا دینے کے لئے کافی تھی۔ لیکن نوجوان پر حالات کی وحشت وہیبتا کی کا مطلق کوئی اثر نہیں تھا۔ حکیم کی زبانی اسے معلوم ہو چکا تھا کہ دیو کے آنے کا وقت رات ڈھل جانے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ابھی رات کا صرف ایک پہر گزرا تھا نوجوان نے ہمت وخیال کی بکھری ہوئی طاقتوں کو سمیٹنے اور اعتماد ویقین کے معنوی ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کرنے کے لئے نماز کی نیت باندھ لی۔ حضور قلب اور نشاط بندگی کے ساتھ وہ رات ڈھلنے تک نماز میں مصروف رہا اب دل کی راہ سے عرش الٰہی اور گنبد خضریٰ کا فاصلہ اتنا قریب ہوگیا تھا کہ وہ کھلی آنکھوں سے کارساز کی قدرتوں کا تماشا دیکھ رہا تھا اب وہ اکیلا نہیں تھا اس کے جلوہ میں رحمتوں کے قافلے اتر آئے تھے۔ کفر وطغیان کے چڑھے ہوئے سمندر کا غرور توڑنے کے لئے اسکی آنکھوں میں غیرت حق کا جلال امنڈ رہا تھا اس کے خون کے قطرے قطرے میں یقین کیتوانائی جاگ اٹھی تھی۔ جیسے ہی رات کی زلف سیاکمر سے نیچے ڈھلک کر آئی اچانک سمندر کی فضا ایک بھیانک ماحول میں تبدیل ہونے لگی نوجوان بھی ایمان ویقین کے بھپرے ہوئے تیور کے ساتھ اٹھا اور سمندر کی طرف رخ کرکے کھڑا ہوگیا کچھ ہی لمحے کے بعد دور سمندر کی سطح پر پہاڑ کی طرح کوئی بھاری بھرکم سایہ اسے حرکت کرتا ہوا نظر آیا جیسے جیسے وہ قریب ہوتا جارہا تھا نوجوان کے یقین کی تلوار بے نیام ہوتی جارہی تھی پلک جھپکتے ایک نہایت مہیب اور بھیانک دیو سامنے کھڑا تھا۔ آنکھوں سے چنگاری برس رہی تھی ماتھے پر سینگ کی طرح دو نکیلی برچھیاں کھڑی تھیں۔ سر سے لیکر پاؤں تک دہشت وخوف کا ایک ہیبتناک سراپا بڑے سے بڑے جیوٹ کو بھی لرزہ براندام کردینے کے لئے کافی تھا لیکن نوجوان کے دل پر اس ہولناک منظر کا قطعاً کوئی اثر نہیں تھا۔

نگاہیں دوچار ہوتے ہی نوجوان نے با آواز بلند آیۃ الکرسی شریف کی تلاوت شروع کی قرآن کی جلالت شان سے سمندر کا کلیجہ ہل گیا اور توحید الٰہی کی سطوت جلال سے فضا بوجھل ہوگئی۔ اب نوجوان کی آواز دمبدم تیز ہوتی جارہی تھی ایک صف شکن مجاہد کی طرح ہاتھوں میں قہر الٰہی کی تلوار لئے ہوئے وہ دیو کو ہلاک کردینے پر تل گیا تھا۔ ایمانی جلال کے تیور میں ڈوبے ہوئے ایک ہی نعرہ تکبیر نے کفریت کا کلیجہ شق کردیا۔ چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک چنگاری اڑی اور سمندر کی فضا دھوئیں سے بھر گئی ایک مرد مومن کی روحانی توانائیوں نے سمندر کے خوفناک دیو کا کام تمام کردیا تھا جو عفریت سالہا سال سے انسانی آبادیوں کا خون چوس رہا تھا آج ایمان کی مخفی طاقتوں کے آگے اس کی خدائی کا سارا طلسم ٹوٹ کے رہ گیا۔

فضا صاف ہوئی تو نوجوان نے دیکھا کہ بہت دور ایک سیاہ دھبہ سمندر میں تحلیل ہو رہا تھا۔ بلا ساختہ نوجوان کی پیشانی سجدہ شکر کے لئے جھک گئی اسے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ قرآن کے وعدوں پر اسے کے یقین کو ایک نئی زندگی مل گئی تھی اس کی دانست میں ایک بندہ مومن کا یہ سب سے قیمتی سرمایہ تھا جو محفوظ رہا حجاز کی سرزمین پر کائنات کی راجدھانی میں اس نے سرشام ہی ایک پیغام بھیجا تھا اپنے آقا کی چارہ گری پر وہ فخر وناز سے مچل مچل اٹھتا تھا کہ اس کی فریاد رائیگاں نہیں ہوئی مدینے کے آسمان سے عین اس وقت رحمتوں کا قافلہ اترا جبکہ وہ سمندر کے سنسان ویرانے میں تنہا تھا اور ایک خوفناک دیو چنگھاڑتا ہوا قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا۔ سرور کیف کی ایک رقت انگیز کیفیت میں صبح تک اس کی آنکھوں کا سیلاب نہیں پیشانی میں سجدے مچلتے رہے اور ایمان ویقین کے چراغوں کی لو تیز ہوتی رہی۔

ذہن کی خاموش سطح پر بار بار یہ تصور ابھرتا رہا کہ نکھرے ہوئے ایمان میں کائنات کی کیسی کیسی طاقتیں جذب ہوگئی ہیں دل کا یقین اگر سلامت ہے اور روح کا رشتہ غیبی حقیقتوں سے مربوط ہے تو تنہا ایک مرد مومن ساری دنیا کو فتح کرسکتا ہے۔ معنوی قوتوں پر ایمان لانے کے لئے اب اسے کسی دلیل کی حاجت نہیں تھی کھلی آنکھوں سے اس نے

آسمانوں کے دروازے کھلتے ہوئے دیکھے تھے اور اور گنبد خضریٰ میں فریادوں کے باریاب ہونے کی آواز اس نے ماتھے کے کانوں سے خود سنی تھی۔ اب وہ اپنے ماتھے کی آنکھ سے حقیقتوں کا تماشائی تھا۔ وہ انہیں تصورات کی لذتوں میں گم تھا کہ ملاحوں کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اب سحر ہو چکی تھی نماز فجر کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

شہر والوں کے لئے اس طرح کی چودھویں راتیں اجنبی نہیں تھیں سینکڑوں بار گزر چکی تھیں شہر کی تاریخ میں نوجوان دوشیزاؤں کی لاشوں کا انبار لگ چکا تھا۔ اب اس طرح کی راتوں میں سوائے گھر والوں کے کسی کے یہاں بھی کوئی خاص اضطراب نہیں محسوس کیا جاتا تھا۔ آج بھی ساری رات حکیم کے گھر پر ایک کہرام برپا رہا کسی کی آنکھوں میں نیند نہیں آئی سب سے زیادہ بے چین فارینا تھی اسے رہ رہ کر نوجوان کا خیال ستا رہا تھا رات ڈھل جانے کے بعد اس کا اضطراب ناقابل برداشت ہو گیا تھا کیونکہ سمندری دیو کے آنے کا یہی وقت تھا وہ بار بار سوچتی تھی کہ نوجوان پر کیا گزری ہوگی۔ صبح کا اجالا جب ہر طرف پھیل گیا اور لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی تو راجہ کے کارندے حکیم کے گھر پر آموجود ہوئے کیونکہ دستور یہ تھا کہ لڑکی کا باپ ہی صبح کے وقت مندر کا دروازہ کھولتا تھا اور وہی اس کی بے جان لاش کو مندر کے باہر پجاریوں کے حوالے کرتا تھا تاکہ وہ اسکی آخری رسومات ادا کریں سوائے حکیم اسکی بیوی اور فارینا کے سارا شہر یہی جانتا تھا کہ دیو کی بھینٹ چڑھانے کے لئے قرعہ اندازی میں فارینا کا نام نکلا تھا پالکی میں اسی کو مندر تک پہنچایا گیا اسی خیال کے مطابق فارینا کے باپ کو راجہ کے کارندے ایک جلوس کے ساتھ مندر کی طرف لے کر چلے۔ مندر کی حدود سے باہر ہزاروں تماشائیوں کا ہجوم شہر کی سب سے حسین دوشیزہ کی لاش دیکھنے کیلئے ٹھٹ باندھے کھڑا تھا۔

مندر کے دروازے تک پہنچ کر پجاری رک گئے حکیم نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مندر کا قفل کھولا۔ اب دروازہ کھولتے ہوئے اس کا دل دھڑک رہا تھا کہ معلوم نہیں نوجوان کا کیا انجام ہے۔ ہمت کر کے جونہی دروازہ کھولا تو یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ نوجوان سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پجاری ایک غیر متوقع صورت دیکھ کر دہشت و حیرت سے چیخ پڑے بجلی کی طرح یہ خبر تماشائیوں تک پہنچ گئی۔ سارے شہر میں ایک تہلکہ مچ گیا راجہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ اپنے مصاحبین کے ساتھ دوڑا ہوا مندر کے دروازے پر پہنچا۔ ابھی تک نوجوان مندر کے اندر ہی کھڑا تھا۔ راجہ نے حیرت سے اسے دیکھا اور رعب و دہشت سے آنکھیں بند کر لیں۔ نوجوان نے باہر نکل کر راجہ کو تسلی دی کہ دہشت زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے = میں وہی نوجوان ہوں جو کئی مہینے سے حکیم کے مکان پر مقیم ہوں۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ برسہا برس سے ایک سمندری دیو آپ کے شہر کو غارت کر رہا ہے اور اس کے قہر و ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے آپ کی حکومت ہر چار مہینے پر شہر کی ایک نوجوان دوشیزہ کو اس کی بھینٹ چڑھاتی ہے تو میں اس لرزہ خیز واقعہ سے تڑپ اٹھا۔ میرے پاس ایک ایسی طاقت ہی کہ اس کے ذریعہ میں بڑے سے بڑی دیو پر فتح پا سکتا ہوں اسلئے میں نے اپنے معزز میزبان سے درخواست کی کہ وہ فارینا کے بدلے مجھے دلہن بنا کر پالکی میں سوار کرا دے تاکہ میں سمندری دیو کے قہر وستم سے اس شہر کی کنواری لڑکیوں کو نجات دلا سکوں۔ کافی اصرار کے بعد حکیم اس سنگین اقدام کے لئے تیار ہوا اور گذشتہ شب فارینا کے بجائے مجھے اس مندرہ میں مقفل کر دیا گیا۔

یہاں تک پہنچ کر وہ خاموش ہوا ہی تھا کہ راجہ نے مضطربانہ انداز میں اس سے سوال کیا۔

گذشتہ شب میں دیو کے ساتھ کیا ماجرا پیش آیا اس کی تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہوں نوجوان نے نہایت شان استغنا کے ساتھ جواب دیا۔

"وہی ماجرا پیش آیا جس کی توقع تھی رات ڈھل جانے کے بعد وہ اپنے معمول کے مطابق آیا اور مندر کی کھلی ہوئی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں ایمان و یقین کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر پہلے ہی سے اس کا منتظر تھا وہ جیسے ہی سامنے آیا میں نے اپنا عمل شروع کیا اور چند ہی منٹ میں اس کی قوتوں کا سارا طلسم ٹوٹ کے رہ گیا جلال حق کی ایک چنگاری نے اس کے دھنویں اڑا دئے۔ راجہ نے حیرت کی ساتھ دریافت کیا۔ اس کی ہیبت ناک شکل کا سامنا کرتے ہوئے کیا تم پر خوف نہیں طاری ہوا۔

نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا ایک بندہ مومن کو سوائے خدا کی کسی سے خوف نہیں ہوتا۔ اب سارا شہر اس نوجوان کو دیکھنے کیلئے بیتاب تھا فارینا بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی نوجوان کی فتح و کامرانی سے اس کی زندگی میں امیدوں کی ایک نئی سحر لیکر طلوع ہو گئی تھی وہ نہایت بے چینی کے ساتھ اس موقع کا انتظار کر رہی تھی جبکہ نوجوان کے اخلاص و ہمدردی کا شکریہ ادا کرے۔

راجہ نوجوان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے جیسے ہی مندر سے باہر نکلا پ تماشائیوں کے ہجوم نے نوجوان کو فرط عقیدت سے سر پر اٹھالیا۔ راج محل تک ساری رہگذر پر مشتاقان دید دو رویہ کھڑے تھے نوجوان جن جن راستوں سے گزر رہا تھا۔ ہر طرف پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں میں نوجوان کی عظمت و برتری کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔

راجہ نے نوجوان کے اعزاز میں شہر کے سارے معززین کو اپنے دربار میں جمع کیا سمندری دیو کے قہر و ستم سے نجات کے سلسلے میں یہ شہر کا پہلا اجتماع تھا۔ جو نوجوان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے راجہ نے کھڑے ہو کر ان لفظوں میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

معزز شہریو! آج صدیوں کے بعد وہ دن میسر آیا ہے کہ ہم نے ایک بہت بڑے خوفناک دشمن پر فتح پائی ہے اور اس عظیم الشان فتح کا سہرا اس نوجوان کے سر ہے جو چند مہینوں سے ہمارے شہر میں مقیم ہے جس دیو کو ہم اپنی موت و حیات کا مالک سمجھے ہوئے تھے آج نوجوان نے اس کے فریب کا طلسم توڑ دیا ہے۔ نوجوان نے جس طاقت کے بل پر اس موذی دشمن کا قلع قمع کیا ہے دراصل اسی طاقت کے آگے ہمیں اپنا سر جھکا دینا چاہئے۔ وہی دین سچا اور غالب ہے جس کے فیضان نے نوجوان کو ایک عجیب و غریب ہستی کا مالک بنا دیا ہے۔ کیوں نہ اس نعمت کے شکرانے میں ہم سب کے سب اسی دین کو قبول کر لیں۔

شہر کے ایک ذی اثر شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔

"اس احسان کے بدلے میں نوجوان کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ لیکن جہاں تک نوجوان کے دین قبول کرنے کا سوال ہے اس سلسلے میں میری حقیر رائے یہ ہے کہ ابھی عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ بھینٹ چڑھانے کی اب جو تاریخ آ رہی ہے اس میں ایک بار اور آزمائش کر لی جائے۔ اگر سمندری دیو نہیں آیا تو ہم نوجوان کی روحانی طاقت اور اس کے دین کی برتری بے چون و چرا تسلیم کر لیں گے۔"

راجہ کے ساتھ سارے مجمع نے اس رائے کی تائید کی۔

اسی ضمن میں ایک دانشور نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس رائے میں اتنا اور اضافہ کر دیا جائے کہ اس بار دستور کے مطابق شہر کی نوجوان دوشیزہ بھی مندر کے اندر مقفل کی جائے تا کہ نوجوان کی روحانی توانائی کا پورے طور پر امتحان ہو جائے

نوجوان نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ہمارا مقدس دین کسی بھی اجنبی مرد اور عورت کو تنہائی میں جمع ہونے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلئے اسمیں اتنی ترمیم ضرور کر دی جائے کہ نوجوان دوشیزہ مندر کے اندر مقفل رہے گی اور میں باہر پہرہ دوں گا۔

لوگوں نے بیک زبان کہا کہ یہ صورت تو اور بھی ہمارے لئے اطمینان بخش ہے۔

آج پھر وہی چودھویں رات تھی پھر بھینٹ چڑھانے کے لئے شہر کی ایک دوشیزہ منتخب کی گئی اور دستور کے مطابق ایک پہر رات ڈھل جانے کے بعد اسے مندر میں مقفل کر دیا گیا۔ آج کی رات اس لحاظ سے نہایت اہم رات تھی کہ اس کی صبح کو کئی ہزار انسانوں پر ابدی سعادتوں کا دروازہ کھلنے والا تھا آج بھی نوجوان کا سینہ گریہ و مناجات کے سوز و گداز سے معمور ہو گیا تھا۔ آج نوجوان کی صرف روحانی توانائی کا نہیں اس کے پیارے دین کا بھی امتحان تھا۔ آدھی رات ڈھل جانے کے بعد پھر وہی درد و کرب میں ڈوبی ہوئی فریادیں، پھر وہی آیات الٰہی کی حق افروز تلاوتیں شروع ہو گئیں آج نوجوان پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ بار بار رحمت خداوندی اس کا منہ چوم رہی تھی رات ڈھلتی رہی اور نوجوان کی اشکبار آنکھوں کا تلاطم دم بدم بڑھتا رہا۔ آدھے سے زیادہ حصہ رات کا گزر چکا تھا لیکن دیو کی آمد کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا اسی عالم شوق میں ستارے ڈوبنے لگے اور سمت مشرق سے سحر کی سپیدی نمودار ہوئی۔ جیسے ہی ملاحوں کی آواز کان میں گونجی نوجوان عالم بیخودی سے چونک اٹھا دیکھا تو سمندر کی شفاف موجوں پر سحر کا اجالا چمک رہا تھا۔ اذان دے کر نماز فجر ادا کی اور پروردگار عالم کے حضور میں سجدہ شکر کے لئے گر پڑا آج اس نے اپنے دین کا سر اونچا کر دیا تھا۔

آج سارا شہر انتظار کی بے چینیوں میں رات بھر جاگتا رہا جیسے ہی سورج کی ٹکیہ چمکی، ہزاروں پروانوں کا ہجوم مندر کی طرف دوڑ پڑا۔

راجہ بھی اپنے عملے کے ساتھ مندر کے لئے روانہ ہوا۔ سمندر کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اس کی نظر نوجوان پر پڑی جو ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہا تھا نوجوان کو سلامت دیکھ کر راجہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی راجہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مصاحبین نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ نوجوان دوشیزہ کا حال دیکھ کر ہی کوئی آخری فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟ نہایت بیتابی کے عالم میں راجہ نے حکم دیا کہ پچھلے دستور کو بالائے طاق رکھ کر آج مندر کا دروازہ کوئی بھی کھولے۔

کئی ہزار تماشائیوں کی آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے مندر کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں جونہی دروازہ کھلا شہر کی دوشیزہ سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی یہ منظر دیکھ کر سارا مجمع فرط مسرت میں بے قابو ہو گیا۔ نوجوان کو اپنی آنکھوں میں بٹھا لینے کیلئے پروانوں کا اضطراب نا قابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے راجہ نے عقیدت و شوق کی امنڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی اور نوجوان کی پابوسی کے لیے مجمع سے چند لمحے کی مہلت طلب کی جب مجمع کچھ پرسکون پذیر ہوا تو راجہ نے لڑکی سے رات کی سرگزشت دریافت کی۔

لڑکی نے جواب دیا۔ رات کی عجیب و غریب سرگزشت سننا چاہتے ہیں تو اس کی ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر کے سارے مرد و عورت، بچے اور بوڑھے کسی میدان میں جمع کیجئے۔ راجہ نے لڑکی کی اس شرط کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد نوجوان اور لڑکی کو اپنی ہمراہ لئے ہوئے مندر سے روانہ ہوا۔

راجہ کے کارندے ہر طرف اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ شہر کے تمام لوگ فلاں میدان میں جمع ہو جائیں ہزاروں ہزار افراد ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آن کی آن میں مقرر کردہ میدان میں اکٹھا ہو گیا۔ عین شدت انتظار کے عالم میں راجہ نے کھڑی ہو کر اعلان کیا کہ مندر میں رات گزارنے والی لڑکی کی رات کی سرگزشت سنانا چاہتی ہے۔ آپ حضرات غور سے سنیں۔ لڑکی نی نہایت دلیری کی ساتھ کھڑے ہو کر کہا۔

"میرے بزرگو! میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اس خوشنما منظر کی تصویر کھینچ سکوں جو رات میری نگاہ سے گزر چکی ہیں۔ میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آسمان سے روشن چراغوں کی قطار اتری اور نوجوان کے سینے میں جذب ہو گئی۔ کئی بار فضاؤں میں نور کے بادل منڈلائے ہوئے دیکھے اور نوجوان پر برس کر چلے گئی۔ یہ نوجوان اس دنیا کا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ رات ڈھل جانے کی بعد دیو کے خطرے سے میرا خون سوکھتا جا رہا تھا۔ لیکن نوجوان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کی برکت سے دور دور تک اس موذی دیو کی کہیں پرچھائیں بھی نظر نہیں آئی۔ بلاشبہ وہ کلام دل کی گہرائی میں اتار لینے کے قابل ہے یہ اعلان کرنے کے لئے میری روح بے چین ہے کہ میں نے نوجوان کا وہ دین قبول کر لیا ہے۔ جس کی برکتوں کی پہلی بارش سمندر کے ساحل پر ہوئی ہے لڑکی کی بات ابھی ختم بھی نہ ہو پائی تھی کہ راجہ نے جذبات کے تلاطم میں شرابور ہو کر اعلان کیا۔

"میں نوجوان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے ہمیں اور ہماری ساری رعایا کو اپنے سچے دین میں داخل کر لے۔

آج کلمہ توحید کی سربلندی کا دن تھا اسلام کی فتح کے اعتراف میں گردنیں خود بخود جھکی جا رہی تھیں پر نوجوان نصرت الٰہی کی بارش میں اس درجہ شرابور تھا کہ بمشکل تمام اس نے کئی ہزار انسانوں سے کلمہ توحید و رسالت کا اقرار لیا۔ دولت ایمان سے ساری آبادی کو مالا مال کر چکنے کے بعد اسنے راجہ کے ہاتھ سے اسی میدان میں ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھوائی۔

وہ نظارہ چشم فلک کے لئے بڑا ہی کیف آور تھا جبکہ اسی میدان میں نماز کے لئے پہلی بار ہزاروں فرزندان توحید کی قطار کھڑی تھی اور نوجوان کی اقتدار میں بیک وقت سارا شہر خدائے قدوس کے آگے سجدہ ریز تھا۔

شام کو جب نوجوان حکیم کے گھر گیا تو فارینا نیچی نگاہ کئے سامنے آئی اور نوجوان کا شکریہ ادا کیا نوجوان نے فارینا کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلام اپنی بیٹیوں کو کسی نامحرم کی سامنے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاں تک دیو کے چنگل سے تمہاری نجات کا سوال ہے اس کے لئے میں شکریہ کا طلبگار نہیں ہوں وہ میرے ایمان و اسلام کا ایک خاموش فرض تھا جسے میں نے انجام دیا اس کے پیچھے انسانی ہمدردی کا اور کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہے اس کے بعد چند مہینے اس جزیرے میں قیام کر کے نوجوان نے بہت سارے افراد کو قرآن کی تعلیم دی اور انھیں دین کی تفصیلات سے آگاہ کیا وہ دن اس شہر والوں کے لئے قیامت سے کم نہیں تھا جس دن اسپین کا ایک تجارتی جہاز ساحل پر لنگر انداز ہوا اور سارے شہر نے برستی ہوئی آنکھوں سے نوجوان کو رخصت کیا۔

محبت رسول ﷺ سے سرشار دل غیر اللہ سے نہیں ڈرتے

عشق رسول سے مزین خوشبودار تحریر

[illegible]

محبت حیرت انگیز اثر رکھتی ہے...... اور جب وہ انسان کے فکر وشعور پر چھا جاتی ہے تو محبوب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

محبت کی نظر محبوب پر رہتی ہے...... وہ دیکھتی ہے کہ محبوب کیا کہہ رہا ہے! ...... محبوب کیا کر رہا ہے! ...... جو وہ کہتا اور کرتا ہے. یہ بھی وہی کہتی اور کرتی چلی جاتی ہے...... اس کے دل میں کوئی وسوسہ نہیں آتا...... تمام اندیشوں سے پاک مردانہ وار آگے بڑھتی ہے

مثالی معاشرے کی لئے ضروری ہے کہ قلب ونظر کا ایک اور صرف ایک مرکز ہو...... وہی ایک جس کی نظر نہیں...... وہی ایک جس کی مثال نہیں...... ماضی میں، نہ حال میں اور نہ مستقبل میں...... جو اس ایک سے وابسطہ ہوگیا وہ در در کی ٹھوکرون سے آزاد ہوگیا یہ وہی تو ایک ہے کہ جب دنیا والے اس کو ٹھکرا رہے تھے تو اس کا مولیٰ اس کو آفتاب عالم تاب بنا رہا تھا...... ہاں وہ افق عالم سے آفتاب ہدایت بن کر ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم پر چھا گیا اذ رآن کی آن میں گرتی ہوئی قوم کو اس بلندی پر لے گیا کہ سارے



عالم نے اس کو ابھرتے چڑھتے اور سرفراز ہوتے دیکھا...... ہمارے دلوں میں وہی تھا...... مگر اب کیا ہوگیا......؟ خلوت خانہ دل میں سب ہی ہیں مگر وہ نہیں...... تو آؤ خانہ دل کو صاف کریں اور اس کو بسائیں جو بسانے کے قابل ہے...... یہ وہی ہے جس کی خوشبو سے دو عالم کی فضائیں مہکتی تھیں...... یہ وہی ہے جس نے ڈوبتی دنیا کو سہارا دیا ھ یہ وہی ہی جس نے اندھیروں میں اجالا کیا...... یہ وہی ہے جس نے جاں بلب انسانیت کو زندگی بخشی...... یہ وہی ہے جس نے وحشیوں کو جینا سکھایا اور غلاموں کو جہاں آراء و جہاں بال بنایا...... یہ وہی ہے جس نے خود کچھ نہ رکھا، سب کچھ لٹا دیا...... جس نے ہماری آسائش کے لئے اپنا آرام تک تج دیا

...... ہاں یہ محبوب دل لگانے ہی کے قابل ہے...... پیروی و اطاعت ہی کے لائق ہے...... جانثاری اور فداکاری ہی کے سزاوار ہے

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

سنو! سنو! قرآن کیا کہہ رہا ہے! :-

''آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے من بھاتے مکان...... اگر یہ سب چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہوں تو پھر راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ کرے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

بلاشبہ محبت رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جان ایمان ہے...... اور اطاعت اس محبت کا عملی مظہر ہے. جس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:-

(ب) اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرّسول

''فرما دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو''

(ج) من یّطع الرّسول فقد اطاع اللّٰہ

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''

(د) ما اٰتٰکم الرّسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا

''یہ رسول جو تمہیں دے، لے لو اور جس سے منع کرے، بچتے رہو''

ہاں بے شک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے، اسی لئے آپ نے جلال رسالت میں فرمایا:-

''سن لو مجھے قرآن عطا ہوا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل...... خبردار! کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا یہ کہے گا کہ یہی قرآن لئے رہو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو، جو حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو، حالانکہ جو چیز اللہ کے رسول نے حرام کی ہے وہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ نے حرام کی ہو۔''

''کیا تم سے کوئی تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہوئی ہیں؟ سن لو! خدا کی قسم میں نے حکم دئے، نصیحتیں کیں اور بہت چیزوں سے منع کیا کہ وہ قرآن کی حرام کی ہوئی چیزوں کے برابر بلکہ ان سے زیادہ ہیں۔''

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

چشم عالم نے ایسے حیرت ناک مناظر دیکھے ہیں...... یہ محبت ہی کی جلوہ گری تھی کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے آگ کو آگ نہ سمجھا...... یہ محبت ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ اسمٰعیل (علیہ السلام) نے جان کو جان نہ سمجھا...... عقل کہتی ہے، یہ کیا ہوگیا؟...... محبت کہتی ہے، یہ ہونا چاہئے تھا، ہاں

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

جس طرح کشش ثقل سے نظام عالم برقرار ہے اسی طرح محبت کی کشش سے عالم انسانیت قائم و دائم ہے......

ان کو ایک آن پسند نہیں کہ ان کے چاہنے والے ان سے صرف نظر کرلیں اور دوسروں کی چاہت کا دم بھریں...... دیکھو کیا فرما رہے ہیں:-

فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی

''جو میرے قدم بقدم نہیں چلتا وہ میرا ہے ہی نہیں،، غور کرو اور سوچو کہ جو ان کا نہیں تو پھر اس کا کہاں ٹھکانہ؟ اللہ بھی اس سے خفا۔

باباطاہر نے کیسی دردبھری رباعی کہی ہے!..... وہ کہتا ہے

خدایا وا کیاں شم و اکیاں شم
بایں بے دست و پائی و اکیاں شم
ہمہ از در برانند و اتو آیم
تو ہم گزدر برانی واکیاں شم

''خدایا! میں کہاں جاؤں، میں کہاں جاؤں! ہائے اس بے دست وپائی میں کہاں جاؤں؟ سب، در سے ٹھکراتے ہیں تو تیرے پاس آتا ہوں، تو نے بھی اگر ٹھکرادیا تو بتا پھر کہاں جاؤں؟''

وہ بڑا غیور تھا...... محبت اور غیرت کا چولی دامن کا ساتھ ہے..... ہاں وہ بہت ہی غیور تھا...... وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے چاہنے والے اس کی روش کو چھوڑ دیں اور پھر بھی اس کی محبت کا دم بھریں..... دیکھو دیکھو! مدینہ منورہ میں ایک صحابی عبد بن خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چلے جا رہے ہیں..... تہ بند بندھا ہے اور ٹخنوں سے ڈھلک رہا ہے...... اچانک پیچھے سے آواز آتی ہے:-

ارفع ازارک فانّه اتقیٰ و ابقیٰ

''تہبند اونچا کرو، اس میں پرہیزگاری بھی ہے اور پائیداری بھی،،

مڑ کر جو دیکھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں..... وہ اپنے رفیقوں پر بڑے کریم تھے، اسی کرم پر نظر رکھتے ہوئے عبد بن خالد نے عرض کیا:-

''یہ تہبند سفید اور سیاہ دھاری دار ایک چادر ہی تو ہے،،

عبدؔ بن خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ بات پسند نہ آئی..... جان رسالت میں فرمایا:-

اما لک فی اسوة

''کیا میری روش میں تیرے لئے نمونہ نہیں؟''

فضا میں ایک لرزش سی پیدا ہوئی..... یہ الفاظ کیا ارشاد ہوئے، بجلی سی کوندگئی۔

اللہ اکبر! عشق کی ایک ایک ادا کی نگرانی تھی!..... کوئی ایسا محبوب دکھائے تو سہی!..... ہر عاشق، محبوب کی بے اعتنائی کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے..... مگر یہاں حریم جاناں میں توجہ سے کوئی محروم نہیں..... سب کو نوازرہے ہیں...... سب فیضیاب ہو رہے ہیں۔

نگاہ ناز کے پیہم اشارہ ہائے لطیف
شکست شیشہ دل، بار بار، کیا کہنا!

مجازی عاشقوں کا حال آپ نے دیکھا ہوگا...... اپنے معشوقوں کے اشاروں پر چلتے رہتے ہیں...... جو کہتا ہے کرتے چلے جاتے ہیں...... اسی کا رنگ ڈھنگ اپناتے ہیں...... جس راہ پر وہ چلاتا ہے، چلتے چلے جاتے ہیں...... یہ ان محبوبوں کی اطاعت کا حال ہے جو بے وفا ہو سکتے ہیں، جو ظالم ہو سکتے ہیں، جو جفا شعار ہو سکتے ہیں...... تو وہ محبوب سب محبوبوں سے زیادہ اطاعت کا مستحق ہے جو رؤف و رحیم ہے...... اگر باطل محبوبوں کے اشاروں پر چلا جا سکتا ہے تو اس سچے محبوب کے اشاروں پر کیوں نہیں چلا جا سکتا؟...... عقل سلیم جواب دے!...... دل دردمند جواب دے!

محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ عاشق، محبوب کے رنگ طبع کو دیکھے..... جو وہ کرے، وہی کرتا چلا جائے..... صحابہ کی مقدس جماعت نے یہی کیا اور وہ پایا جو ہزار جانکاہی اور جانفشانی کے بعد بھی ہم نہیں پاسکتے..... ہماری محبت کو ہمہ وقت عقل ڈستی رہتی ہے کہ کریں تو کیا کریں؟..... یہی کیوں کریں، وہ کیوں نہ کریں؟..... چلیں تو کس طرف چلیں؟..... اسی طرف کیوں چلیں؟ اس طرف کیوں نہ چلیں؟

مجازی عاشقوں کا حال آپ نے دیکھا ہوگا..... اپنے معشوقوں کے اشاروں پر چلتے رہتے ہیں..... جو کہتا ہے کرتے چلے جاتے ہیں..... اسی کا رنگ ڈھنگ اپناتے ہیں..... جس راہ پر وہ چلاتا ہے، چلتے چلے جاتے ہیں..... یہ ان محبوبوں کی اطاعت کا حال ہے جو بے وفا ہو سکتے ہیں، جو ظالم ہو سکتے ہیں، جو جفا شعار ہو سکتے ہیں..... تو وہ محبوب سب محبوبوں سے زیادہ اطاعت کا مستحق ہے جو رؤف و رحیم ہے..... اگر باطل محبوبوں کے اشاروں پر چلا جا سکتا ہے تو اس سچے محبوب کے اشاروں پر کیوں نہیں چلا جا سکتا؟..... عقل سلیم جواب دے!..... دل دردمند جواب دے!

ہم کچھ نہ تھے، اس کے کرم نے سب کچھ بنادیا

ہچیم ما گر تو بازستانی متاع خویش
داردو عالم از تو کثیر و قلیل را

ذرا اس پیدا کرنے والے سے اپنی پیدائش کی داستان تو سنو!

۱۔ ولقد خلقنا الانسان من سللة من طین
''بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا''

۲۔ ثمّ جعلنه نطفتً فی قرارٍ مّکین
''پھر ہم نے اسے پانی کی ایک بوند بنا کر ایک محفوظ مقام (رحم مادر) میں رکھا''

۳۔ ثمّ خلقنا النطفت علقتً
''پھر ہم نے اس بوند کو خون بستہ بنایا''

۴۔ فخلقنا العلقت مضغتً
''پھر ہم نے اس خون بستہ کو پارۂ گوشت بنایا''

۵۔ فخلقنا المضغة عظم لحماً
''پھر ہم نے اس پارۂ گوشت سے ہڈیاں بنائیں۔''

۶۔ فکسونا العظم لحماً
''پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا''

۷۔ ثمّ انشانانا خلقاً اخر
''پھر ہم نے اسے اور ہی شکل وصورت میں اٹھان دی (اور کیا سے کیا بنادیا)

اللہ اکبر!..... ہم کہاں سے چلے اور کہاں پہنچے!..... خاک کو اکسیر بنادیا گیا..... ذرّے کو آفتاب بنادیا گیا..... فتبٰرک اللہ احسن الخلقین ..... اللہ بڑی برکت والا اور سب سے بہتر بنانے والا ہے..... بیشک اس نے انسان کو سب سے بہترین ساخت میں بنایا..... لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم..... صرف ایک وجود بے بود ہی نہیں بنایا..... وہ تو مصوّر ہے..... ھو اللہ الخالق البارئی المصوّر۔

وہ اللہ ہی ہے جو بناتا بھی ہے، پیدا بھی کرتا ہے اور خط وخال سے چہروں کو سنوارتا بھی ہے..... ہاں بہترین خط وخال بنائے..... کرم بالائے کرم..... خلق السمٰوٰت والارض بالحقّ وصوّر کم فاحسن صور کم والیه المصیر..... اس نے آسمان وزمین بنائے اور سچائی کے ساتھ بنائے اور تمہاری تصویر بنائی، پس کتنے اچھے خط وخال

بنائے! فطرۃاللّٰہ الّتی فطر النّاس علیھا

اب جب اس نے اپنے کرم خاص سے ہم کو بنایا، پیدا کیا اور اچھی اچھی صورتیں دیں تو کیا ہم کو یہی سزاوار ہے کہ ہم ان صورتوں کو بگاڑتے چلے جائیں؟ اور اس حال میں بگاڑتے چلے جائیں کہ وہ ہمارے ساتھ ساتھ ہے...... ھو معکم اینما کنتم ...... وہ ہماری رگ جاں سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے...... ونحن اقرب الیہ من حبل الورید

داڑھی رکھنا نئی چیز نہیں، داڑھی منڈانا نئی چیز ہے...... قدیم قومیں داڑھی رکھتی چلی آئی ہیں...... چنانچہ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:-

(ا) عشرۃ مّن الفطرۃ قصّ الشّارب واعفاء اللّحیۃ

''دین فطرت میں دس چیزیں ہیں، لبیں تراشنا اور داڑھی بڑھانا''

ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:-

(ب) فسبحنہ ما اسخف عقول قوم طوّلو الشّارب واعفوا اللّحیٰ عکس ماعلیہ فطرۃ جمیع الامم قد بدّلوا فطرتھم نعوذ باللہ

''سبحان اللہ! ان لوگوں کی عقل کس قدر بے مایہ ہے جنہوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں...... پچھلی قوموں کی جو فطرت ہے، انہوں نے اس کے بالکل برعکس کیا، اپنی فطرت وخلقت ہی بدل دی، خدا کی پناہ!''

فطری ودیعتیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں چنانچہ قرآن پاک میں نوع انسانی میں رنگوں کے اختلاف اور زبانوں کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں قرار دیا ہے۔ داڑھی فطری ودیعت اور اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، اسی لئے فرمایا:-

یا یّھاالّذین امنو الاتحلّو ا شعائر اللہ

''اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں نہ مٹاؤ''

شعائر اللہ کا یہ احترام ہی تھا جس نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمائیں:-

ینبنوٴمّ لاتاخذ بلحیتی

''اے میرے ماں جائے میری داڑھی تو نہ پکڑو''

تو قرآنی آیات اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ داڑھی کوئی نئی چیز نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں داڑھی رکھتی چلی آئی ہیں، اسلام دین فطرت ہے اور ہر نبی نے اسی دین فطرت کا پرچار کیا، دین فطرت میں کوئی بات غیر فطری ہو ہی نہیں سکتی بلکہ یہ تو ان باتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے جو فطرت کے تقاضوں کے خلاف ہیں اور ان باتوں کو قائم کرنے کے لئے جو عین فطرت ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:-

ومن اظلم ممّن مّنع مسٰجد اللہ ان یّذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا

''اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے لوگوں کو روکا اور ان کو اجاڑنے کی کوشش کی''

اب ذرا غور فرمائیں:-

(ا) مساجد انسان کی تعمیر ہیں،

(ب) مساجد کا مقصد توحید، ذکرالٰہی ہے،

(ج) مساجد عظمت اسلام کی نشانی ہیں،

اب مزید غور فرمائیں:-

(ا) داڑھی اللہ کی تعمیر ہے،

(ب) داڑھی کا مقصد توحید اتباع خدا ورسول ہے جو ذکر کی جان ہے،

(ج) داڑھی اسلام کی نشانی ہے اور اس سے شوکت اسلام کا اظہار ہوتا ہے، تو اب یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ جو مسجد انسان کی تعمیر تھی، مقام فکر الٰہی اور شعار عظمت اسلام ہونے کی وجہ ہی اس کے اجاڑنے والے کو معاشرے کا ظالم ترین انسان قرار دیا گیا...... تو جو داڑھی اللہ کی بنائی ہوئی ہو، سراپا ذکر الٰہی اور عظمت اسلام کی نشانی ہو، اللہ ورسول کے حکم کے خلاف اس کا اجاڑنے والا اللہ ورسول کی نظر میں کیا ہوگا؟

شعار اسلام کی بات تو بہت اونچی ہے...... اللہ ورسول نے تو ان چیزوں کو مٹانے کی ممانعت فرمائی ہے جن سے انسان کے دنیوی فائدے وابستہ ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے ملک شام جانے والی فوج کو جو ہدایات جاری فرمائیں، ان میں یہ ہدایات بھی تھیں:-

(ا) کھجور یا کوئی دوسرا درخت نہ کاٹنا،

(ب) نہ کوئی عمارت مسمار کرنا

ڈاکٹر بنز کریوز نے لکھا ہے:-

''جس طرح دشمن کے یرغمالی سپاہیوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہے اسی طرح غیر ضروری تباہی اور غارت گری کی بھی ممانعت ہے''

درختوں کو کاٹنے اور عمارتوں کو مسمار کرنے کی اس لئے ممانعت فرمائی کہ اس سے انسانی معیشت اور معاشرت متاثر ہوتی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے جو مذہب انسان کے دنیوی امور میں اتنا حساس ہے، وہ اس کے دینی امور میں کتنا حساس ہوگا!

لیکن یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع وپیروی ہے اگر وہ مٹانے کا حکم دیں گے تو جس چیز کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگائی گئی تھی، وہ فوراً مٹادی جائے گی...... جب مساجد کی حفاظت اور تکریم وعزت کا حکم ملا تو یہی کیا گیا اور جب مسجد ضرار کے متعلق یہ حکم ملا:-

والّذین اتّخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وّتفریقاً بین المؤمنین ...... لاتقم فیہ ابداً

''اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نافرمانی، پھوٹ ڈالنے اور مسلمانوں کے دل جدا کرنے کے لئے مسجد بنوائی...... ہاں اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہونا۔''

چنانچہ یہ مسجد حضور ﷺ کے حکم سے ڈھادی گئی اور اس کی جگہ شہر کا کوڑا ڈالا جانے لگا......

اسی طرح جب درختوں کی حفاظت کا حکم ہوا تو حفاظت کی گئی اور جب کاٹنے کا حکم دیا گیا تو درخت کاٹ کر پھینک دئے گئے...... چنانچہ بنی نضیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے درخت کاٹنے کا حکم دیا اور ایسا ہی کیا گیا

تو اصل مدعا اللہ ورسول کے احکام کی پیروی ہے...... جب وہ حفاظت کا حکم دیں گے تو معمولی سے معمولی چیز کی حفاظت کی جائیگی اور جب وہ مٹانے کا حکم دیں گے تو بڑی سے بڑی چیز قربان کردیجائیگی......

کیا آپ نے نہ دیکھا کہ جس جان کی حفاظت فرض ہے وہ اسکے حکم پر میدان جنگ میں کس طرح خوشی خوشی دے دی جاتی ہے؟...... بیشک جو جان نافرمانی میں ضائع کی گئی اس کے لئے جہنم ہی جہنم ہے...... اور جو جان فرمانبرداری اور اطاعت شعاری میں دی گئی اس کیلئے جنت ہی جنت ہے۔

اللہ ورسول کے احکام ایسے نہیں جن میں ان کا نفع ہو ...... نہیں نہیں حکم دینے والے بے نیاز ہیں ...... ایک عطا کرنیوالا ہے، دوسرا تقسیم کرنیوالا ہے...... انّما انا قاسم واللہ یعطی...... ان کے ہر حکم میں سراسر ہمارا ہی فائدہ ہے...... اللہ ورسول کا کوئی فائدہ نہیں...... مگر بتانے والوں نے اس طرح بتایا کہ جیسے وہ بے نیاز، نیازمند ہے...... نفس کا حال یہ ہے کہ اسی وقت رغبت ہوتی ہے، جب اپنا فائدہ نظر آتا ہے...... نفس کے اس چلن سے ابلیس نے فائدہ اٹھایا اور بندگان خدا کو امیدیں دلا دلا کر خوب گمراہ کیا...... اور اللہ کی طرف جانے والے، ابلیس کی طرف جانے لگے......

☆......☆......☆

بیماریاں اور ان کا علاج



سنگرھنی

مجھے بدخوابی کی شکایت تھی۔ آپ کے مشورے پر عمل کرنے سے ٹھیک ہو گئی۔ اب کچھ عرصے سے غذا کے بعد اجابت آ جاتی ہے اور آدھ گھنٹہ کے اندر اندر ٹوائلٹ جانا پڑتا ہے۔ مقامی طبیب نے دوا دی ہے، کچھ فائدہ بھی ہے مگر معدے میں درد ہونے لگا ہے۔ کھانا کھاتے ہی ایسا لگتا ہے کہ کھانا حلق میں پھنس گیا ہو پھر لمبے لمبے ڈکار آتے ہیں تو کچھ چین آتا ہے۔

منیبہ جاوید کورنگی

مشورہ

حب خلتیت دو عدد غذا کے گھنٹے بھر بعد پانی سے کھائیں، دن میں دو بار۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ غذا شدید بھوک کے بغیر نہ کھائیں۔ دو غذاؤں کے درمیان چھ سات گھنٹے کا وقفہ ضرور رکھیں۔ دو گھنٹے روزانہ کوئی کھیل کود بھی کریں۔

عجیب سا جسم

بچپن سے ہی خوراک کم کھاتا تھا جس کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ دو سال سے باڈی بلڈنگ کر رہا ہوں اس سے جسم کچھ عجیب سا ہو گیا ہے۔ کندھے دوگنے چوڑے ہو گئے ہیں۔ باقی جسم ویسے کا ویسا ہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری پسلیاں کھلیں اور چوڑی ہوں اور کمر بھی چوڑی ہو۔

ساجد ندیم کراچی

مشورہ

آپ اپنی غذا ٹھیک کریں۔ جب غذا کچھ عرصہ کھالیں تو کسی اچھے جاننے والے کی نگرانی میں باڈی بلڈنگ کریں از خود ورزش نہیں کرنی چاہیے۔ عام طور پر اچھی غذا کے ساتھ دو گھنٹے کھیل کود کافی ہوتا ہے۔ ورزش اور باڈی بلڈنگ کے لیے ہیلتھ کلب تو لوگ بنا لیتے ہیں مگر ان میں اچھا انسٹرکٹر بھی ہونا چاہیے جو ورزش کے طریقے اور حسب ضرورت ہدایات بھی دے اور نگرانی بھی کرے کہ جسم بنے نہ کہ بگڑے۔

کان کا مسئلہ

میری عمر 15 سال ہے۔ میرا مسئلہ کان کا ہے۔ تین چار سال کی عمر میں کان سے پیپ آتی تھی۔ ڈاکٹری علاج سے قطرے ڈالنے سے پیپ آنی بند ہو گئی تھی۔ اب ایک سال سے دوبارہ کان سے پانی آنے لگا، مہینے دو مہینے کے بعد کان میں ٹیسیں بھی ہوتی ہیں، خارش اور درد بھی ہوتا ہے، میں اچھی طرح صفائی کر لیتی ہوں مگر پھر بھی پانی بھر جاتا ہے۔ اس پانی میں بدبو بھی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے کان اکڑ جاتا ہے کان کو چھونے سے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ میں اس مسئلے سے بہت پریشان ہوں۔

مشورہ

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ کے کون سے کان میں تکلیف ہے۔ نزلہ زکام اور قبض کی شکایت تو نہیں رہتی۔ یہ بھی لکھنا چاہیے تھا۔ ایک تولہ نیم کے پتے ایک تولہ خالص شہد کو ایک پاؤ پانی میں اچھی طرح جوش دیں پھر چھان کو پانی سے کان کو پچکاری کے ذریعے سے صاف کریں اور صاف ستھری روئی کو شہد خالص میں لت کر کے باریک کی ہوئی پھٹکری ذرا سی چھڑک کر کان میں رکھیں، تین دن اس طرح کریں پھر چوتھے دن پچکاری بند کر دیں اور صرف روئی کی بتی کو شہد میں لت کر کے اوپر انزروت باریک کر کے چھڑک دیں اور بتی کو کان میں رکھیں، چار پانچ دن اسی طرح کر کے دوبارہ لکھیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

ریشہ اور گیس

میری عمر ساٹھ سال ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پیٹ میں گیس بہت بھرتی ہے۔ بہت سی دیسی ادویات استعمال کی ہیں لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ کیرا بہت گرتا ہے۔ چھاتی ہر وقت ریشے سے اٹی رہتی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ یہ علامات گرمیوں کم سردیوں میں زیادہ ہوتی ہیں۔ سر میں ہر وقت درد رہتا ہے اور یادداشت بھی بہت کمزور ہو چکی ہے۔

عمر، ساہیوال

مشورہ

حب حلتیت دو عدد صبح و شام کھائیں۔ غذا کے بعد اصلی جوارش جالینوس آدھی آدھی چائے کی چمچی دوپہر، رات کو کھائیں۔ چاول، دودھ، ٹھنڈی کھٹی چیزوں سے پرہیز کریں۔

آپ کے خطوط

ایڈیٹر کا مراسلہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں......ادارہ

گلوبلائزیشن

کہا جاتا ہے کہ آج کل کا دور گلوبلائزیشن کا دور ہے اور دنیا نے ایک عالمی گاؤں کی حیثیت حاصل کر لی ہے مگر کیا کبھی کسی نے سوچا کہ گلوبلائزیشن کے ذریعے صرف مغربی معاشرے نے ہی کیوں ترقی کی۔ آخر مشرقی معاشرہ کیوں آگے نہیں آیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کے تمام معاشرے ان کی حیا و ایمان رخصت ہونے کے بعد تو تباہ ہو ہی چکے ہیں اور اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ تباہی مشرق میں بھی پھیلے لہٰذا انھوں نے گھناؤنے میٹھی گولی کا سہارا لیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ برگر اور فرنچ فرائز ہر جگہ عام ہیں جبکہ لسی اور پراٹھے کہیں نہیں، جینز جیسے لباس نے شلوار قمیض کی اہمیت کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے اور رہی سہی کسر خود مسلمانون نے ان چیزوں کو اپنا کر نکال دی ہے۔ اس سیٹلائٹ کے دور میں جہاں فاصلے گھٹ گئے ہیں اور مشرق و مغرب قریب آگئے ہیں ایسے میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ مغرب کی نقالی کرنے کے بجائے مشرقی اقدار اور ثقافت کو فروغ دیں تا کہ گلوبلائزیشن کے نام پر مشرقی ثقافت کو ختم کرنے والے اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکیں اور انہیں منہ کی کھانی پڑے۔

شازیہ تبسم کراچی

غیروں کی اندھی تقلید

ہر سال پوری دنیا میں یوم مئی ''یوم مزدور'' منایا جاتا ہے۔ قارئین کی معلومات میں اضافہ کیلیے بہت عرصہ قبل امریکا کی ریاست (شکاگو) میں مزدوروں نے اپنے حقوق کی خاطر ایک ''احتجاجی مظاہرہ'' نکالا۔ پولیس نے اندھا دھند لاٹھی چارج اور پھر گولی چلائی اور اس سے چند مزدور ہلاک ہوگئے۔ قارئین یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ جس جگہ امریکا (شکاگو) میں یہ واقعہ پیش آیا وہاں کوئی تقریب یا چھٹی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس دیگر ممالک میں جلوس اور جلسے ہوتے ہیں۔ یوم مئی کے موقع پر محنت کش، مزدور اور ان کے لیڈر سڑکوں پر آکر اپنا کام چھوڑ کر مظاہرے یا جلوس نکالتے ہیں۔ یوم مئی ہو، عالمی حقوق یا یوم خواتین، ہمارے اسلام نے آج سے ساڑھے چودہ صدیاں پہلے وہ تمام حقوق بہ تمام و کمال عطا فرما دیئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ''محنت مزدوری کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کا دوست ہے۔'' ایک اور جگہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔'' جہاں تک پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں یوم مزدور منانے کا تعلق ہے۔ اس دن کا تعلق ہماری مذہبی اقدار اور نہ قومی روایات سے ہے۔ یہ ایک بھیڑ چال ہے۔ جس میں ہم پاکستانی آنکھیں بند کرکے'' جت جاتے ہیں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے محنت کش اور سادہ لوح باوقار پاکستانی ترقی کے پاسبان مزدور اور ان کے لیڈر غیر مسلم مزدوروں کی یاد میں یہود و نصاریٰ کے آرڈر کے پابند ہیں پھر جہالت کی یہ انتہا ہے کہ ان شکاگو (امریکا) کے مزدوروں کو شہداء کا مرتبہ دے کر بڑے زور اور فخر سے نعرے لگاتے ہیں۔ شرم کا مقام اور اسے کم عقلی کہتے ہیں۔ بس ہمارے اپنے پاکستانی بھائیوں خصوصاً وطن عزیز کی عزت اور ترقی کے محافظ مزدور اور محنت کش بھائیوں سے التماس ہے کہ ایسے ایام جن کا کوئی تعلق ہماری ثقافت، مذہب یا قومی روایات یا مذہبی اقدار سے نہ ہو، ان ایام کو منانا درست نہیں۔ خدارا ہوش میں آیئے! اور ایسے ایام مناتے وقت ان کی حکمت اور پس منظر دیکھ لیا کریں۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس دن چھٹی کی کیا منطق اور وجہ ہے؟ موجودہ حکومت سے گزارش ہے کہ اس چھٹی کو ختم کر کے ''شب برأت'' پر چھٹی دی جائے تا کہ مسلمان اس مبارک رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عقل وشعور سے نوازے۔ (آمین)

محمد نواز بٹ......شیخو پورہ

مصنوعی گرانی

میں قیمتوں کے ضابطہ ادارے کی توجہ روہڑی میں باڑوں کے مالکان کی جانب سے دودھ کی قیمتوں میں بلاجواز اضافے پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ گذشتہ دنوں روہڑی شہر میں باڑے والوں نے بغیر کسی وجہ سے دودھ کی قیمت میں 4 روپے فی لیٹر کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس پر شہریوں نے احتجاج کیا لیکن مقامی حکومت دوسرے تمام معاملات کی طرح اس مسئلے پر بھی سرد مہری کا مظاہرہ کر رہی ہے اور شہریوں کو گراں فروشوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ تمام ذمہ دار حکام سے درخواست ہے کہ براہ مہربانی روہڑی کے شہریوں کو مصنوعی مہنگائی کے عذاب سے نجات دلائی جائے اور باڑے کے مالکان کو سابقہ نرخ پر دودھ فروخت کرنے کا پابند بنایا جائے نیز قیمتوں کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک مستقل اور جامع نظام وضع کیا جائے تا کہ آئندہ کوئی بھی قیمتوں میں من مانا اضافہ کرنے سے باز رہے۔

اقوام متحدہ اور او آئی سی کی بے چارگی

اب تک ہم نے او آئی سی کی بیچارگی دیکھی تھی کہ ہمارے مسلم حکمران او آئی سی کے اجلاس میں بیٹھ کر تقریریں کرتے ہیں، مذمت کرتے ہیں اور قرار دادیں پاس کرتے ہیں لیکن اس کی حیثیت کسی سیاسی جماعت کے جلسے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جس پر عملدر آمد کے آثار بھی کبھی ممکن نظر نہ آتے اور اس کی بے چارگی پر تو ہم نے ہمیشہ ہی آہیں بھری ہیں۔ لیکن اقوام متحدہ تو بڑا منظم اور مضبوط ادارہ ہے جس میں پانچ سپر پاورز بھی شامل ہیں جن کو ویٹو کرنے کا حق حاصل ہے۔ جو پوری دنیا میں اقوام متحدہ کی پالیسیوں اور قراردادوں کو پورا کروانے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہے۔ کہنے کو تو اقوام متحدہ کا ادارہ اقوام متحدہ ہی ہے۔ لیکن اس نے ہمیشہ اقوام مغرب کی ہی ترجمانی کی ہے اور مسلم حکمرانوں نے ہمیشہ خوف سے لرزہ براندام ہو کر اقوام متحدہ کے ہر نا جائز مطالبہ کو بھی مانا ہے کہ اقوام متحدہ سے انحراف کا مطلب دنیا سے کٹ جانا ہوگا۔ اور مختلف مشقتیں اور پابندیاں برداشت کرنا ہوں گی۔ جس کو برداشت کرنے کی ان میں تاب نہیں عراق اور لیبیا کی مثال ہمارے سامنے ہے ان کے چوں چرا کرنے پر ان پر فرد جرم عائد کرکے پابندیاں لگا دی گئیں۔ پابندیوں پر بھی اقوام کی سپر پاور امریکہ مطمئن نہ ہوا تو انہوں نے ان پر وحشیانہ طور پر حملہ کر دیا۔ اقوام متحدہ کا وجود ان ہی سپر پاورز کی وجہ سے ہے۔ عالمی طور پر امن وامان کا علمبردار منظم اور اقوام متحدہ امریکہ جیسے تعلیم یافتہ، عالمی امن وامان کے خواہاں دنیا کو دہشت گردی سے پاک کرنے کے علمبردار مہذب ملک سے بھی اپنی بات نہ منوا سکا۔ تو سوچیے ذرا اقوام متحدہ کو آتا ہی کیا ہے؟ صرف ان بے چارے مسلم غریب، بے بس اور کم حیثیت ممالک پر حکم چلانا جو اقوام متحدہ کی سپر پاور کے لیے بے چارے اور بے حیثیت کیڑے ہیں۔ اور اب تو ہمارا ملک بھی ان ہی کم حیثیت اور بے چارے ممالک میں شامل ہو گیا ہے کہ امریکہ نے اس کی تمام قراردادوں کو نظر انداز کر کے اقوام متحدہ کے وجود کو غیر مؤثر قرار دے کر عراق پر حملہ کر دیا۔ بیچارہ اقوام متحدہ اس نے امریکہ سے کچھ کہنے کی جسارت کرلی تو سلامتی کونسل کو بھی پتہ چل گیا کہ اس کی امریکہ کے سامنے حیثیت کیا ہے۔ اقوام متحدہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکا کہ وہ کاسہ لیسی اور جی حضوری کرے۔ مسلم حکمرانوں کے لیے اقوام متحدہ کی امریکہ کے آگے بے چارگی لمحہ فکریہ ہے کہ مسلم حکمران یہ بات سمجھیں کہ جس اقوام متحدہ کی ہر بات کو وہ من وعن قبول کرتے آئے ہیں۔ جس کی پیروی میں بعض اوقات اپنا وقار تک مجروح کرنا پڑا ہے۔ وہ ایک بے بس ادارہ ہے۔ جس میں سپر پاور کا اقتدار ہے اور اس ہی کے مفادات کا فروغ ہے۔ اقوام متحدہ کو کیوں یہ خیال نہ آیا کہ سلامتی کونسل کے احترام کو مجروح کرنے والا اپنی من مانی کر رہا ہے۔ وہ کیوں سلامتی کونسل کی مرجم کو آزاد چھوڑے ہوئے ہے۔ اس پر کیوں پابندیاں عائد نہیں کرتا۔

عمران خان......کراچی


اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
Monthly
DAWAT-E-ISLAM
INTERNATONAL
Karachi
دعوتِ اسلام
ماھنامہ
کراچی
Issue No. 2 Vol. 2, October. 2004.
Rs.15.00
ایڈیٹر انچیف ناصر علی جہانگیر
کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں
دعوت اسلامی کا مشن
امیر اہلِ سنت علامہ مولانا محمد الیاس قادری کا خصوصی مضمون
آیئے آپ بھی اس قافلے میں شریک سفر بنیں!
چشم کشا حقائق اور ایمان افروز تحریروں کا خوشبودار میگزین دعوت اسلام انٹرنیشنل

یا رسول اللہ ﷺ

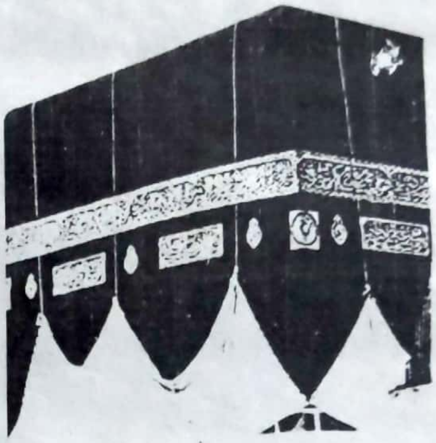
یا اللہ عزوجل

ماهنامه کراچی

دعوت اسلام

انٹرنیشنل

☆ جلد نمبر:2/شمارہ نمبر:2☆ اکتوبر 2004



چیف ایڈیٹر	ناصر علی جہانگیر
ایڈیٹر	نشید اللہ فاروقی
ڈائریکٹر مارکیٹنگ	اشرف میمن
لے آؤٹ ڈیزائنر	اختر حسین
کمپیوٹر ڈیزائننگ	ندیم میمن
پبلشر	ناصر علی جہانگیر
پرنٹر	ہمدرد پریس

اس شمارے میں

ضروری معلومات وہدایات

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ 15 روپے، سالانہ چندہ 180 روپے، بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتا ضرور لکھیں۔ اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری کا نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی، اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202 روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں، کسی ماہ پرچہ 12 شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالے سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوادیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے، آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتا والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لیے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ دس پونڈ ہے۔ امریکا میں فی پرچہ دو ڈالر اور سالانہ چندہ بیس ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں، خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخ نامہ اشتہارات: آخری صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 5 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 2500 روپے عام صفحات فی صفحہ فی اشاعت 1500 روپے رقم اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے سالانہ چندہ 180 روپے

ضرب اسلام ہاؤس 52، متصل ہمدرد پریس

نزد آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی

فون: 2443358

مناجات

المدد اے خدا، سب کے حاجت روا، آج ایمان کی جان خطرے میں ہے
رہزن دین بننے لگے رہنما، حق پرستوں کا ایماں خطرے میں ہے

یوں تو آزاد ہیں، حکمرانی بھی ہے، یوں تو سکہ کی اپنے روانی بھی ہے
درحقیقت ہیں محکوم کفار کے، اہل اسلام کی آن خطرے میں ہے

جن کے زیر نگیں ہفت کشور ہوئے، قسمت اقوام عالم کی لکھتے رہے
آج ہیں کفر کے زیر فرماں وہی، قوم کی شوکت و شان خطرے میں ہے

تھے جو پیکر کبھی عدل و انصاف کے، تھے جو پتلے کبھی حسن اخلاق کے
آج وہ ہو گئے ننگ انسانیت، ادج کا ساز و سامان خطرے میں ہے

آج اپنی خلافت بنی خواب ہے، کشتی شان مسلم ہی غرقاب ہے
خود ہی آپس میں دست و گریباں ہیں، جس سے ہر میر و سلطاں خطرے میں ہے

آہ کشمیر، قبرص، فلسطین میں یا اری ٹیریا، روس اور چین میں
حق کی خاطر مسلمان کھولیں زباں، جسم خطرے میں ہے جاں خطرے میں ہے

عہد انگریز کی سب سے لعنت بڑی، تھا جو وکٹوریہ نے بنایا نبی
اس کے اب پیروکار اس قدر ہو گئے، جس سے نظم گلستاں خطرے میں ہے

لیڈروں کے نرالے ہی اطوار ہیں، کہتے ہیں قوم کے یار و غمخوار ہیں
قومیت کو مٹاتے ہیں کچھ اس طرح، دین کا ہر نگہباں خطرے میں ہے

ناچ گانے غضب آج محبوب ہیں، آہ ام الخبائث کے مشروب ہیں
ہو رہی ہیں امیروں میں خرمستیاں، دور حاضر کا انسان خطرے میں ہے

رہزنوں کا ہوا گرم بازار ہے، رہنماؤں سے اب قوم بیزار ہے
غیرت دین و ایماں کا بیوپار ہے، آج سچا مسلمان خطرے میں ہے

کیسے تفسیر و تفہیم کے نام سے، کیسے فکر و تدبر نما دام سے
یوں مطالب بتاتے ہیں آیات کے، جن سے مفہوم قرآن خطرے میں ہے

مصطفیٰ ﷺ کے فرامین ورد زباں، مصطفیٰ ﷺ کی انہیں سے کریں کسر شاں
کس غضب کی ہیں یہ شوخیاں الاماں، تیرے پیارے کا فرمان خطرے میں ہے

اہل اسلام کو منتشر کر دیا، اب تو ہر فرد ہے ایک فرقہ جدا
دشمنان نبی بن گئے اولیاء، آج سچوں کی پہچان خطرے میں ہے

ہم نے مانا کہ بیشک خطاکار ہیں، مالک دو جہاں! ہم گنہگار ہیں
امتی ہیں مگر تیرے محبوب ہے، امت شاہ ذیشان خطرے میں ہے

بہر شاہ امم ہو نگاہ کرم، پھر ترقی کرے قوم یہ دم بدم
شان و شوکت سے اختر بھی چہکے ترا، ذوالمنن! وہ پریشان خطرے میں ہے

اختر شاہ جہان پوری مظہری

مکتبہ اسلامیہ: اسلامی کتابیں۔ تسبیاں
ٹوپیاں اور عطریات مسواکیں دستیاب
پتہ۔ مدرسہ حنفیہ شمس العلوم
نوری مسجد ریلوے اسٹیشن گکو لاری شفیق الرحمٰن

دعوتِ اسلامی کا مشن

علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری

''شرح الصدور'' میں ہے علماء فرماتے ہیں۔ بری خاتمے کے چار اسباب ہیں۔

1.....نماز میں سستی

2.....شراب نوشی

3.....والدین کی نافرمانی

4.....مسلمانوں کو تکلیف دینا

جو اسلامی بھائی نماز نہیں پڑھتے یا قضا کر کے پڑھتے ہیں فجر کے لیے نہیں اُٹھتے۔ یا بلا شرعی مجبوری کے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے بجائے گھر ہی پر پڑھ لیتے ہیں ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہیں نماز میں سستی برے خاتمے کا سبب بن جائے۔ اسی طرح شراب خور، ماں باپ کا نافرمان اور مسلمانوں کو اپنی زبان یا ہاتھ وغیرہ سے ایذا دینے والا ابھی توبہ کر لے۔

''منہاج العابدین'' میں ہے۔ حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ اپنے ایک شاگرد کی نزع کے وقت تشریف لائے اور اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف پڑھنے لگے تو اس نے کہا کہ سورۂ یٰسین پڑھنا بند کرو۔ پھر آپ نے اسے کلمہ شریف کی تلقین فرمائی تو بولا میں ہرگز یہ کلمہ نہیں پڑھوں گا میں اس سے بیزار ہوں بس انھی الفاظ پر اس کی موت واقع ہوگئی۔ حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کو اپنے شاگرد کے برے خاتمے کا سخت صدمہ ہوا۔ چالیس روز تک اپنے گھر میں بیٹھے روتے رہے۔ چالیس دن کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اس شاگرد کو جہنم میں گھسیٹ رہے ہیں آپ نے اس سے استفسار فرمایا۔ کس سبب سے اللہ عزوجل نے تیری مغفرت سلب فرمالی؟ اس نے جواب دیا۔ تین عیوب کے سبب سے، چغلی، حسد، ایک بیماری سے شفا پانے کے لیے طبیب کے مشورہ پر میں ہر سال شراب کا ایک گلاس پیتا تھا۔

اسلامی بھائیو! خوفِ خدا عزوجل سے لرز اٹھئے اور گھبرا کر اپنے معبود برحق عزوجل کو راضی کر لیجیے۔ آہ چغلی اور حسد اور شراب نوشی کی بدولت ولی کامل کا شاگرد بری موت مر کر جہنم میں جا پہنچا۔ آج کل بدقسمتی سے چغلی اس قدر عام ہے کہ لوگوں کو شاید پتا تک نہیں چلتا کہ وہ چغل خوری کر رہے ہیں۔ چغل خوری کیا ہے اس کو اس طرح سمجھیے کہ آپ کے سامنے زید نے بکر کی مذمت کی آپ نے اگر بکر کو زید کے حوالے سے یہ بات بتا دی تو آپ چغل خور ہوگئے۔ افسوس! چغلی کا مرض بالکل عام ہے اس سبب سے کئی گھر اُجڑ جاتے ہیں بلکہ سارا معاشرہ ہی اس کے باعث تباہی کے عمیق گڑھے میں تیزی سے گرتا جا رہا ہے۔

''روح البیان'' میں ہے۔

بروزِ قیامت، چغل خور بندر کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔

حدیث پاک میں ہے۔ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ لہٰذا ہمیں چغلی سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ نیز حسد کا مرض بھی بہت زیادہ پھیل چکا ہے۔ کسی کا کاروبار اچھا چلتا ہوا دیکھ کر آپ نے تمنا کی کہ اس کا کاروبار کم ہوجائے تو اچھا ہے آپ کا یہ تمنا کرنا حسد ہے اور یہ بات بالکل عام ہے۔ بلکہ آج کل دوسرے کا کاروبار ٹھپ کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی خواہ مخواہ خرابیاں بیان کی جاتی ہیں اور اس دکاندار پر طرح طرح کے الزامات ڈالے جاتے ہیں اور یوں حسد کے سبب جھوٹ، غیبت، آبرو ریزی اور نجانے کیا کیا گناہ کیے جاتے ہیں۔ آہ اب مسلمانوں میں بھائی چارہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے کے مسلمان کتنے بھلے انسان ہوتے تھے کیونکہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن احمد موذن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں طواف کعبہ میں مشغول تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غلاف کعبہ سے لپٹ کر ایک ہی دعا کی تکرار کر رہا ہے۔ یا اللہ عزوجل مجھے دنیا سے مسلمان ہی رخصت کرنا۔ میں نے اس سے پوچھا اس کے علاوہ کوئی اور دعا کیوں نہیں مانگتے؟ اس نے کہا میرے دو بھائی تھے۔ میرا بڑا بھائی ایک عرصہ تک مسجد میں بلا معاوضہ اذان دیتا رہا جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے قرآن پاک مانگا۔ ہم نے اسے دیا تا کہ اس سے برکتیں حاصل کرے مگر قرآن پاک ہاتھ میں لے کر وہ کہنے لگا۔ تم سب گواہ رہو میں قرآن کے تمام اعتقادات اور احکامات سے بیزاری ظاہر کرتا اور نصرانی مذہب (عیسائیت) اختیار کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ کفر کی حالت میں مرگیا۔ پھر دوسرے بھائی نے مسجد میں تیس برس فی سبیل اللہ اذان دی مگر وہ بھی آخری وقت نصرانی ہو کر مرا۔ لہٰذا میں اپنے خاتمے کے بارے میں بہت زیادہ فکر مند ہوں اور ہر وقت خاتمہ بالخیر کی دعا مانگتا رہتا ہوں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن احمد موذن نے استفسار فرمایا کہ تمھارے بھائی آخر کونسا ایسا گناہ کرتے تھے جس کے سبب ان کا خاتمہ برا ہوا؟ اس نے بتایا۔ وہ غیر عورتوں میں دلچسپی لیتے تھے اور امردوں یعنی بے ریش لڑکوں سے دوستیاں کرتے تھے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے حج کرنے سے نہ ظاہری حاجت مانع ہوئی نہ بادشاہ ظالم کوئی ایسا مرض جو روک دے پھر بغیر حج کیے مرگیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ معلوم ہوا کہ حج فرض ہونے کے باوجود جس نے کوتاہی کی اور بغیر حج ادا کیے مرگیا تو اس کا برا خاتمہ ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک مریض کے سرہانے تشریف لائے جو قریب المرگ تھا آپ نے کئی بار اسے کلمہ تلقین فرمایا لیکن وہ دس گیارہ، دس گیارہ کی آواز لگاتا رہا۔ جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا میرے سامنے آگ کا ایک پہاڑ ہے جب میں کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ آگ مجھے جلانے کے لیے لپکتی ہے۔ پھر آپ نے پوچھا دنیا میں تم کیا کام کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ میں کم تولا کرتا تھا۔ آہ! ناپ تول میں کمی کرنے والے تیری بربادی! سنو! سنو! تفسیر حسینی میں روایت ہے جو شخص ناپ تول میں خیانت کرتا ہے۔ قیامت کے روز اسے جہنم کی گہرائیوں میں ڈالا جائے گا اور دو پہاڑوں کے درمیان اٹھا کر حکم دیا جائے گا۔ ان پہاڑوں کو ناپو اور تولو! جب تولنے لگے تو آگ اس کو جلا دے گی۔

یہ تبلیغی تحریک دنیا کے متعدد ممالک میں مقبول ہوچکی ہے

مسلمانوں میں فکرِ آخرت پیدا کرنے اور جذبہ اتباعِ رسول ﷺ بیدار کرنے کی غرض سے دعوتِ اسلامی کی بنیاد رکھی گئی تا کہ اچھے اعمال پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ دین سیکھیں اور سکھائیں۔ رحمتِ خدا اور نگاہِ مصطفیٰ سے دیکھتے ہی دیکھتے یہ تبلیغی دنیا کے بے شمار ممالک میں مقبول ہوگئی دعوتِ اسلامی کے لاکھوں معلمین و مبلغین روزانہ خوب خوب علاقائی دورے کرتے ہیں جن میں گھر گھر، دکان دکان جا کر نیکی کی دعوت پیش کی جاتی ہے۔ دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول کی برکت سے اب تک لاکھوں افراد کی زندگیوں میں مدنی انقلاب برپا ہوچکا ہے وہ جو پہلے معاشرتی برائیوں میں مبتلا تھے آج اچھے مسلمان کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔

اسلام میں اخلاق کی اہمیت قرآن کریم کی روشنی میں

قارئین کرام کے لئے خصوصی تحریر

پیش نظر مضمون میں قرآن مقدس کے 42 مقامات سے 38 آیات کریمہ ہدیہ قارئین ہیں اس میں ان تمام آیات کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن میں قرآن نے براہ راست اخلاقی قدروں کو بیان کیا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دور حاضر کے فساد زدہ، بے قرار اور جہنم زار معاشرے کو پرسکون، خوشگوار اور امن و آتشی کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔ بخوف طوالت آیات کی تفسیر و توضیح سے قطع نظر صرف ترجمے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ آیات کی ترتیب، ترتیب قرآن کے لحاظ سے ہے، اور ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاںؒ کے مستند ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' سے من و عن نقل کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح آخر میں اخلاق رسول ﷺ سے متعلق 5 مقامات سے 8 آیات پیش کی گئی ہیں۔

ترجمہ:

''اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ (النساء آیت ۸۶)

''ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔ (النساء آیت ۱۱۴)

''اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔ (النساء آیت ۱۲۸، ۱۲۹)

''اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد اور اس سے دعا کرو اس سے ڈرتے اور طمع کرتے بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے'' (الاعراف آیت ۵۶)

''اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو'' (الحجر آیت ۸۸)

''اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔ اور اگر تم سزا دو تو ایسی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا'' (النحل آیت ۱۲۵۔۱۲۶)

''اور رشتے داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور اگر تو ان سے منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے تو ان سے آسان بات کہہ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔'' (اسرائیل آیت ۲۶ تا ۲۹)

اور ماپو تو پورا ماپو اور برابر ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک ہرگز زمین چیر نہ ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا یہ جو کچھ گزرا ان میں کی بری بات تیرے رب کو ناپسند ہے۔'' (اسرائیل ایت ۳۵ تا ۳۸)

''اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بیشک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیا ہے۔ بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے'' (اسرائیل آیت ۵۳)

''تو دور رہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے'' (الحج آیت ۳)

''سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ بتاتے ہیں'' (المومنون آیت ۹۶)

''اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزریں۔ کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (النور آیت ۲۲)

''اے ایمان والو تمہیں چاہئے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے

''اے ایمان والو تمہیں چاہئے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت، نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے شرم کے ہیں، ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمد و رفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے'' (النور آیت ۵۸)

تین وقت، نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے شرم کے ہیں، ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمد و رفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے'' (النور آیت ۵۸)

''اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے سلام کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام'' (الفرقان آیت ۶۳)

''اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل بس تم پر سلام۔ ہم جاہلوں کے غرضی نہیں۔'' (القصص آیت ۵۵)

''اور اے مسلمانوں کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقے پر مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا۔'' (العنکبوت آیت ۴۶)

''اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اتراتا نہ چل۔ بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا فخر کرتا اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر بے شک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی'' (لقمن آیت ۱۸-۱۹)

''اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں اور نیکی اور بدی برابر نہیں گی اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا'' (حم السجدہ آیت ۳۳ تا ۳۵)

''اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے بیشک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔ اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا اس پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں۔ مواخذہ تو انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔'' (الشوریٰ ایت ۳۸ تا ۴۳)

''تو ان سے درگزر کرو اور فرماؤ بس سلام ہے کہ آگے جان جائیں گے'' (الزخرف آیت ۸۹)

''اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے۔ دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت گمان سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہو گا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے'' (الحجرات آیت ۱۱-۱۲)

''وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے۔ بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل میں تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔'' (النجم آیت ۳۲)

''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے'' (المجادلہ آیت ۱۱)

''اور اگر معاف کرو اور درگزر اور بخش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' (آیت ۱۴)

اخلاق رسول قرآن کے آئینے میں

''تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوا اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گروہ سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔'' (آل عمران آیت ۱۵۹)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان'' (التوبہ آیت ۱۲۸)

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے'' (الانبیاء آیت ۱۰۷)

''اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے'' (الشعراء آیت ۲۱۵)

''قلم اور ان کے لکھے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔'' (القلم ۱ تا ۴)

اخلاق کے موضوع پر قرآن عظیم سے جو آیات مقدسہ ہم نے یہاں ترتیب دی ہیں وہ اس قدر جامع ہیں کہ ہم نے قارئین کے لئے ان کی وضاحت سے اپنے قلم کو روکا ہے۔ دوسرے یہ خیال بھی قلم گیر رہا کہ جو محترم و معظم علمائے کرام اپنے گراں مایہ مقالات رقم کریں گے ان میں وہ قرآن کی ان آیات کی تشریح و توضیح مختلف زاویوں سے ضرور پیش فرمائیں گے۔ ہماری درخواست ہے کہ اخلاق کے حوالے سے جو مقدس آیات ہم نے ترتیب دی ہیں ان پر قارئین کرام بار بار غور فرمائیں اور غور ہی نہیں بلکہ ان سے اپنی عملی زندگی کو آراستہ کریں۔ اسی میں ہم سب کی فلاح ہے۔

''تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوا اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گروہ سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔'' (آل عمران آیت ۱۵۹)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی نورانیت

(دعوت اسلام تحقیقاتی سیل)

چہرہ اقدس

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ عز و جل کے حسن و جمال کے کامل مظہر ہیں جو بھی آپ کا دیدار کرتا آپ پر فدا ہو جاتا۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ

''آقا و مولا ﷺ کے چہرہ اقدس کا ہمیشہ دیدار کرتا ہوں۔'' (المنبہات)

آپ کے حسن و جمال کے بارے میں حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔

''میں نے رسول معظم ﷺ سے زیادہ حسین کوئی نہ دیکھا۔'' (مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

''میں نے بہت حسین اشیاء دیکھیں مگر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہ پایا'' (ابن عساکر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

''آپ ﷺ کو اچانک دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا اور آپ ﷺ کے ساتھ رہنے والا آپ سے محبت کرتا اور آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا ہر شخص یہ کہتا کہ میں نے حضور ﷺ کی مثل نہ آپ ﷺ سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ آپ کے بعد'' (شمائل ترمذی)

وصف جس کا ہے آئینہ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ فرماتے ہیں۔

''حضور ﷺ اپنی ذات والا صفات کے لحاظ سے بھی بڑی شان والے تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی عظمت والے تھے آپ کا چہرہ اقدس چودھویں کی چاند کی طرح چمکتا تھا'' (شمائل ترمذی)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔

''حضور ﷺ صورت کے لحاظ سے سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے اور سیرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

''میں نے آقائے دو جہاں ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا، یوں محسوس ہوتا تھا گویا آفتاب آپ ﷺ کے چہرہ اقدس میں جلوہ گر تھا۔'' (شمائل ترمذی)

خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویف اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں

''نور مجسم ﷺ جب بھی خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ اقدس ایسے منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا'' (بخاری و مسلم)

حضرت براء بن عازبؓ سے دریافت کیا گیا، کیا نبی ﷺ کا چہرہ اقدس تلوار کی طرح چمکدار تھا، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ سورج و چاند کی طرح چمکدار تھا (یعنی گولائی کی طرف مائل تھا)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں۔

''میں نے آقا و مولی ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا آپ سرخ دھاری دار لباس زیب تن کئے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آقا و مولی ﷺ کو، آخر کار میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نور مجسم ﷺ چاند سے بہت زیادہ حسین و خوبصورت ہیں۔'' (شمائل ترمذی)

''حضور ﷺ کا چہرہ تمام انسانوں سے زیادہ حسین اور نورانی تھا، آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی تعریف کرنے والے ہر شخص نے اسے چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی، آقا علیہ السلام کے چہرہ انور پر پسینہ کی بوندیں موتیوں کی مثل معلوم ہوتی تھیں اور پسینہ مبارک خالص کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا'' (ابو نعیم، زرقانی)

حضرت امام زین العابدینؓ فرماتے ہیں

من وجہہ الشمس من خدہ بدر الدجیٰ
من ذاتہ نور الہدیٰ من کفہ بحر الھمم

''وہ جن کا چہرہ چمکتا ہوا سورج ہے اور رخسار مبارک چودھویں کے چاند، وہ جن کی ذات ہدایت کا نور ہے اور جن کی ہتھیلی میں سخاوت کا دریا ہے''

حضرت انسؓ کے فرماتے ہیں۔

''حضور ﷺ کا چہرہ تمام انسانوں سے زیادہ حسین اور نورانی تھا، آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی تعریف کرنے والے ہر شخص نے اسے چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی، آقا علیہ السلام کے چہرہ انور پر پسینہ کی بوندیں موتیوں کی مثل معلوم ہوتی تھیں اور پسینہ مبارک حالص کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا'' (ابو نعیم، زرقانی)

''مجھے نور مجسم ﷺ کے چہرہ اقدس کا آخری دیدار اس وقت نصیب ہوا جس (وصال سے قبل) پیر کے دن آپ ﷺ نے پردہ اٹھا کر ہمیں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا پس میں نے آپ کے چہرہ انور کو مصحف کا ایک ورق پایا، لوگ اس وقت ابو بکر صدیقؓ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔'' (شمائل ترمذی)

امام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

''حضور ﷺ کے چہرہ انور کو مصحف پاک کا ورق اس لئے کہا کہ جس طرح قرآنی ورق کلام الٰہی ہونے کی وجہ سے حسی و معنوی انوار کا خزینہ ہے اسی طرح آپ ﷺ کا چہرہ اقدس بھی حسی و معنوی انوار کا منبع ہے۔''

جلوہ موئے محاسن چہرہ انور کے گرد

مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

حسن بے داغ کے میں صدقے جاؤں
یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذؓ سے عرض کی کہ مجھے حضور ﷺ کے حسن و جمال کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے فرمایا۔

''اے بیٹے، اگر تو سرکار دو عالم ﷺ کا دیدار کرتا تو یہ محسوس کرتا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے'' (دارمی، مشکوٰۃ)

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں
اے جان جاں میں جان تجلا کہوں تجھے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

''اگر آپ ﷺ سے معجزات کا اظہار نہ بھی ہوتا تب بھی آپ ﷺ کے حسن و جمال کا منظر آپ کے نبوی ہونے کی دلیل تھا'' (خصائص کبریٰ)

آہنوی رحل پہ رکھا ہے قرآن جمال

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

''ایک رات میں کچھ سی رہی تھی کہ سوئی زمین پر گر پڑی میں اسے تلاش کر رہی تھی کہ نور مجسم ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کے چہرہ انور سے نکلنے والی نوری شعاعوں سے میں نے وہ سوئی تلاش کر لی'' (ابن عساکر)

حضور ﷺ کے چہرہ انور کی روشنی میں سوئی مل جانے کا واقعہ اتفاقاً نہیں ہوا بلکہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

''میں رات کے اندھیرے میں بھی رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کی روشنی میں سوئی میں دھاگا ڈال لیا کرتی تھی'' (خصائص کبریٰ)

سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

لواحی زلیخا اور این جبینہ
لاثرن بالقطع القلوب علی الایدی

''اگر زلیخا کو طعنے دینے والی عورتیں آپ ﷺ کی منور پیشانی دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کی بجائے اپنے دل کاٹ دیتیں۔'' (زرقانی)

حضور ﷺ کے چہرہ انور کو پہلی نظر میں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو پہلے یہود کے بڑے عالم تھے پکار اٹھے۔

''یہ مقدس اور نورانی چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا'' (مشکوٰۃ)

حضرت حارث بن عمرو السہمیؓ فرماتے ہیں کہ منیٰ کے مقام پر حضور ﷺ جلوہ گر تھے اور جو اعرابی آپ کا دیدار کرتا، بے اختیار کہہ اٹھتا۔

''یہ نورانی چہرہ بابرکت ہے'' (ابوداؤد)

حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں

''مجھے قریش نے حضور اکرم ﷺ کے پاس بطور قاصد بھیجا، جب میری پہلی نظر حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑی تو میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا۔'' (ابوداؤد)

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں

''اگر آپ ﷺ اپنی زبان سے اعلان نبوت نہ فرماتے تب بھی آپ ﷺ کے انوار و کمالات سے آپ ﷺ کی نبوت واضح ہو جاتی'' (تفسیر مظہری)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا ارشاد ہے۔

''اگر آپ ﷺ سے معجزات کا اظہار نہ بھی ہوتا تب بھی آپ ﷺ کے حسن و جمال کا منظر آپ کے نبوی ہونے کی دلیل تھا'' (خصائص کبریٰ)

اہل مدینہ نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

''ہم پر چودھویں کا چاند ثنیات الوداع پہاڑی سے طلوع ہوا''

حضرت عباد بن عبدالصمدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ کے گھر گئے۔ آپ نے کنیز سے کھانا لانے کے لئے کہا جب وہ لے آئی تو فرمایا رومال لاؤ، وہ ایک میلا رومال لائی آپ نے تنور گرم کروا کے وہ رومال آگ میں ڈال دیا اور پھر اسے نکالا تو وہ دودھ کی طرح سفید نکلا ہم نے حضرت انسؓ سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے فرمایا! یہ وہ رومال ہے جس سے نبی کریم ﷺ اپنا چہرہ اقدس مس کیا کرتے تھے جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے اسی طرح صاف کرتے ہیں کیونکہ اس شے پر آگ اثر نہیں کرتی جو انبیاء کرام علیہم السلام کے چہرہ مبارک سے مس ہو جائے'' (ابونعیم، خصائص کبریٰ)



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دعوت اسلام خصوصی مضمون

رحمت عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے سارا جزیرہ نمائے عرب کفر و شرک کا ظلمت کدہ تھا لیکن بعض قبائل میں خال خال ایسے افراد بھی مل جاتے تھے جو شرک اور جاہلی رسوم سے سخت متنفر تھے وہ صدق دل سے توحید کے قائل تھے اور دین ابراہیمی کی پیروی کرنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی سعید الفطرت لوگوں میں ایک صاحب زید تھے۔ ان کا تعلق قریش کے نامور قبیلہ بنو عدی سے تھا وہ عمرو بن نفیل (بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرظ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی قرشی) کے فرزند اور حضرت عمر فاروقؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ (کعب بن لوی پر ان کا نسب رسول اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے) زید عقیدہ توحید میں بہت سخت تھے ان کو نہ صرف بت پرستی اور شرک سے اجتناب تھا بلکہ وہ بتوں پر کی ہوئی قربانی مردار اور خون کو بھی حرام سمجھتے تھے۔ بعض ارباب سیر نے لکھا ہے کہ زید شعر و شاعری میں بھی درک رکھتے تھے اور اپنے اشعار میں کفر و شرک کی علانیہ مذمت کرتے تھے۔ بت پرستی کی مذمت میں یہ شعراء انہی سے منسوب ہیں۔

''میں نہ عزیٰ پر ایمان رکھتا ہوں نہ اس کی بیٹیوں اور نہ بنی طسم کے بتوں پر جب خدائی کے کام تقسیم ہو گئے تو میں ایک اللہ پر ایمان لاؤں یا ہزار خداؤں پر''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی کے بارے میں بھی انہوں نے بہت سے شعر کہے جن میں سے کچھ یہ ہیں

''میں نے اس ذات کے آگے اپنا سر جھکایا جس کے آگے صاف اور شیریں پانی والے بادلوں نے اپنی گردن جھکا دی اور میں نے اپنا سر اس کے آگے جھکا دیا جس کے آگے بھاری چٹانوں کو اٹھانے والی زمین نے سر جھکایا۔ اس نے اس زمین کو بچھا دیا اور جب دیکھا کہ وہ پانی پر مضبوطی سے جم گئی ہے تو اس نے اس پر پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے۔

ایک شعر میں لات و عزیٰ سے اپنی بریت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

''میں نے لات و عزیٰ سب کو چھوڑ دیا اور عقلمند آدمی ایسا ہی کرتا ہے''

بت پرستی اور رسوم جاہلیت کی علانیہ مذمت کرنا اور لوگوں کو دین ابراہیمی کی طرف بلانا ایسے کام نہ تھے کہ قریش انہیں ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیتے۔ وہ زید کے سخت دشمن ہو گئے

''رسول اللہ ﷺ بلدح کے نیچے زید بن عمر بن نفیل سے ملے، یہ وہ زمانہ تھا جب آپ ﷺ پر وحی نہیں آتی تھی۔ آپ ﷺ کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا، آپ ﷺ نے کھانے سے انکار فرمایا، پھر زید نے کہا، تمہارے استھانوں پر جو ذبح ہوتا ہے میں اس کو نہیں کھاتا، میں وہی کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں کو برا جانتے تھے اور کہتے تھے، بکری کو خدا نے پیدا کیا اور اسی نے اس کے لئے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے اس کے لئے سبزہ اگایا، پھر تم اس کا انکار کر کے اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو اور اس (غیر اللہ) کی تعظیم کرتے ہو۔''

اور ان کی ایذا رسانی پر کمر باندھ لی، اس معاملہ ان کے چچا خطاب (حضرت عمرؓ کے والد) سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ انہوں نے زید کو اس قدر ستایا کہ وہ تنگ آ کر مکہ سے نکل گئے اور حرار میں مقیم ہو گئے تاہم کبھی کبھی چھپ چھپا کر کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ آ جاتے تھے۔ نزول وحی سے چند سال پیشتر ایک مرتبہ رحمت عالم ﷺ اور زید کی وادی بلدح میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس موقع پر حضور ﷺ کی طرح زیدؓ نے بھی بتوں پر چڑھایا ہوا ذبح کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ بلدح کے نیچے زید بن عمر بن نفیل سے ملے، یہ وہ زمانہ تھا جب آپ ﷺ پر وحی نہیں آتی تھی۔ آپ ﷺ کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا، آپ ﷺ نے کھانے سے انکار فرمایا، پھر زید نے کہا، تمہارے استھانوں پر جو ذبح ہوتا ہے میں اس کو نہیں کھاتا، میں وہی کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں کو برا جانتے تھے اور کہتے تھے، بکری کو خدا نے پیدا کیا اور اسی نے اس کے لئے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے اس کے لئے سبزہ اگایا، پھر تم اس کا انکار کر کے اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو اور اس (غیر اللہ) کی تعظیم کرتے ہو۔''

زمانہ جاہلیت میں عرب میں دختر کشی کا عام رواج تھا، ظالم باپ اپنی ننھی بچیوں کو زندہ دفنا دیا کرتے تھے۔ زید کو اس لرزہ خیز ظلم سے شدید نفرت تھی، ان کو جب کسی شقی القلب باپ کے ارادہ کا علم ہوتا تو وہ فوراً اس کے پاس جاتے اور لڑکی کو اپنی سرپرستی میں لے لیتے اس طرح انہوں نے بیسیوں معصوم بچیوں کی جانیں بچائیں اور ان کے جوان ہونے تک کفالت کی۔ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ ''میں نے زید بن عمرو کو ان کے بڑھاپے میں دیکھا تھا، وہ کعبہ کی دیوار سے سہارا لگائے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے گروہ قریش واللہ میرے سوا تم میں سے کوئی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ وہ موودہن کو جلا لیتے تھے (زندہ رکھتے تھے) جب کوئی شخص اپنی لڑکی کو قتل کرنا چاہتا تھا، وہ کہتے تھے، قتل مت کرو، میں اس کا بار اٹھاؤں گا یہ کہہ کر لے جاتے تھے۔ جب جوان ہو جاتی تھی تو اس کے باپ سے کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو اس کو لے جا سکتے ہو ورنہ میرے پاس ہی رہنے دو، میں اس کے اخراجات برداشت کروں گا۔''

زید نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام موصل اور جزیرہ

تک کا سفر کیا اور وہاں کے یہودی اور نصرانی علماء سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا کیونکہ ان لوگوں کے خیالات بھی مشرکین مکہ کے عقائد سے مشابہت رکھتے تھے اس پر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا ''الٰہی تو گواہ رہیو کہ میں دین ابراہیمؑ پر ہوں۔''

وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ۔

''اے اللہ اگر میں یہ جانتا کہ تیری عبادت کا کون سا طریقہ تجھے پسند ہے تو میں اسی طریقہ سے عبادت کرتا۔'' پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سر رکھ کر سجدہ کرتے۔

سرور عالم ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل کسی نے بلادلخم میں زید کو قتل کر ڈالا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ورقہ بن نوفل نے ان کے واقعہ قتل پر ایک دردناک مرثیہ کہا۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر زیدؓ کے فرزند کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ زید کے خیالات کا آپ کو علم ہے کیا ہم ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا

''اللہ تعالیٰ زید بن عمرو کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم کرے ان کی وفات دین ابراہیم پر ہوئی۔''

ایک اور روایت میں زید کے بارے میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔

زید بن عمرو نے بنوخزاعہ کی ایک خاتون فاطمہ بنت بعجہ سے شادی کی تھی انہیں کے بطن سے اس مرد حق آگاہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا سعید الفطرت فرزند عطا کیا کہ جس کی جلالت قدر پر اوج ثریا نے رشک کیا اور جس کے فضائل و محاسن تاریخ اسلام کا ایک تابناک باب بنے۔ پاک نفس باپ نے اس فرزند گرامی کا نام سعد رکھا اور سعید واقعی اسم بامسمیٰ ثابت ہوئے۔ ابوالاعور سعیدؓ بن زید نے جب ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اپنے گھر میں ہمیشہ خدائے واحد اور دین ابراہیمی کا چرچا سنا۔ قیامت کے دن تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھنے والے موحد باپ کی تربیت نے ان کے دل میں توحید سے گہرا لگاؤ پیدا کر دیا۔ چنانچہ سرور کائنات ﷺ نے بعثت کے بعد جونہی دعوت حق کا آغاز فرمایا، سعیدؓ لپک کر آگے بڑھے اور دین حنیف کے حلقہ بگوش بن گئے ان سے پہلے صرف گنتی کے چند سلیم الفطرت اصحاب سعادت اندوز اسلام ہوئے تھے۔

حضرت سعیدؓ کی زوجہ فاطمہؓ بنت خطاب تھیں جو حضرت عمر فاروقؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی فطرت صالح سے نوازا تھا اپنے شوہر کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوگئیں اور یوں دونوں میاں بیوی اللہ کے ان پاک باز بندوں میں شامل ہو گئے جنہیں حق تعالیٰ نے سابقون الاولون کا خطاب دے کر کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سعیدؓ اور حضرت فاطمہؓ بنت خطاب سے پہلے صرف چھبیس آدمی ایمان لائے تھے۔ حضرت فاطمہؓ ستائیسویں مسلمان تھیں اور حضرت سعیدؓ اٹھائیسویں۔

حضرت سعیدؓ اور فاطمہؓ دونوں میاں بیوی کو قرآن حکیم سے عشق تھا وہ کلام الٰہی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضرت خبابؓ بن الارت کو وقتاً فوقتاً اپنے گھر بلاتے رہتے۔ حق کے نام لیواؤں کے لئے یہ سخت ابتلا کا دور تھا۔ مشرکین قریش اہل حق پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں شرافت اور انسانیت کی حدیں پھلانگ گئے تھے یہاں تک کہ رحمت عالم ﷺ ان کی شر انگیزی اور ایذا رسانی سے بچنے کے لئے اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ حضرت ارقمؓ بن ابی الارقمؓ کے گھر پناہ گزیں ہو گئے تھے جو کوہ صفا کے دامن میں ایک وسیع اور محفوظ احاطہ تھا۔ اس زمانے میں حضرت فاطمہؓ کے شجاع بھائی حضرت عمرؓ بن خطاب بھی کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹک رہے تھے اور سرور عالم ﷺ کے محبوب چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا بھی یہی حال تھا، ان کو دعوت حق پر غور و فکر کرنے کے بجائے سیر و شکار سے زیادہ لگاؤ تھا۔ ایک دن حسب معمول شکار سے واپس آ رہے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی ان کے راستے میں کھڑی ہوگئی اور طعن آمیز لہجے میں بولی۔

''ابو عمارہ کاش تم تھوڑی دیر پہلے آتے تو دیکھتے کہ ابو جہل نے تمہارے بھتیجے محمد ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے وہ کعبہ میں اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہا تھا کہ ابوجہل نے اس پر سب و شتم کی بوچھاڑ کر دی، مٹی اور گوبر پھینکا اور جسمانی ایذا بھی پہنچائی افسوس کہ بنو ہاشم کے یتیم کی حمایت میں کوئی ہاتھ بلند نہیں ہوا۔''

حضرت حمزہؓ سرور عالم ﷺ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی، خون اور دودھ کے جوش نے انہیں بے قرار کر دیا۔ سخت غیظ و غضب کے عالم میں اپنی کمان کھینچ کر خانہ کعبہ کی طرف دوڑے، ابوجہل ابھی تک وہیں تھا اور قریش کے ایک مجمع میں بیٹھا لاف زنی کر رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ جوش اور غصہ میں بھرے ہوئے اس پر لپکے اور اپنی کمان اس کے سر پر اس زور سے ماری کہ لہولہان ہوگیا، اس کے ساتھ ہی اسے للکار کر کہا۔

''تو محمد ﷺ کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میرا دین بھی محمد ﷺ کا دین ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں، تجھ میں ہمت ہے تو مجھے اس سے روک کر دیکھ۔''

اس پر بنو مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی حمایت کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن اس نے کہا۔

''ابو عمارہ کو چھوڑ دو میں نے واقعی آج اس کے بھتیجے کو بہت گالیاں دی تھیں، اس لئے اس کو غصہ آ گیا۔''

اس کے بعد حضرت حمزہؓ رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور کہا۔

''برادر زادے خوش ہو جاؤ میں نے عمرو بن ہشام (ابو جہل) سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''چچا جان میری خوشی تو اس میں ہے کہ آپ بت پرستی ترک کر کے دین حق کی پیروی کریں۔''

حضرت حمزہؓ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور شش و پنج کی حالت میں گھر واپس آئے۔ ساری رات ہجوم افکار میں گزری۔ صبح تک ان کے باطن کا دغدغہ دور ہو گیا اور رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سعادت اندوز اسلام ہو گئے۔

حضرت حمزہؓ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور شش و پنج کی حالت میں گھر واپس آئے۔ ساری رات ہجوم افکار میں گزری۔ صبح تک ان کے باطن کا دغدغہ دور ہو گیا اور رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سعادت اندوز اسلام ہو گئے۔

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کی خبر مشرکین پر بجلی بن کر گری لیکن پرستاران حق بے حد مسرور ہوئے۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ اسی زمانہ میں حضور ﷺ نے ایک دعا مانگی۔

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کی خبر مشرکین پر بجلی بن کر گری لیکن پرستاران حق بے حد مسرور ہوئے۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ اسی زمانہ میں حضور ﷺ نے ایک دعا مانگی۔

''الٰہی قریش کے دو ستونوں عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جس کو تو چاہے، ہدایت کا راستہ دکھا تاکہ تیرے دین کو تقویت پہنچے۔''

یہ دعا اللہ تعالیٰ نے عجیب رنگ میں قبول فرمائی۔ حضرت حمزہؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ابوجہل کی حالت ماردم بریدہ کی سی ہوگئی اس نے طیش میں آ کر اعلان کیا کہ جو شخص محمد ﷺ کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس لائے گا۔ اس کو سو سرخ اونٹ یا ہزار اوقیہ چاندی انعام دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رشتہ میں ابوجہل کے بھانجے ہوتے تھے (ان کی والدہ ابوجہل کی چچا زاد بہن تھیں) اور شجاعان قریش میں شمار ہوتے تھے۔ ابوجہل نے انہیں سخت اشتعال دلایا یہاں تک کہ وہ تلوار کھینچ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، اس کام کو میں انجام دوں گا۔

یہ کہہ کر شمشیر بدست حضرت ارقمؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے راستے میں ان کے قبیلے کے ایک صاحب نعیمؓ بن عبداللہ النحام مل گئے وہ دولت ایمان سے بہرہ یاب ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے تیور دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھنکا انہوں نے پوچھا

''عمر کدھر کا قصد ہے؟''

حضرت عمرؓ ''بس آج اس شخص کا خاتمہ کرنے جاتا ہوں جس نے قریش میں تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اور ہمارے دین میں کیڑے ڈالتا ہے۔''

حضرت نعیمؓ ''عمر، خدا کی قسم تمہارے نفس نے تم کو دھوکے میں ڈال دیا ہے، تم محمد ﷺ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا بنو عبد مناف تمہیں زندہ چھوڑیں گے۔''

حضرت عمرؓ ''مجھے کسی کا خوف نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی صحابی ہو گئے ہو کیوں نہ پہلے تمہارا ہی سر اڑا دوں؟''

حضرت نعیمؓ ''تم مجھ کو بعد میں قتل کرنا پہلے اپنے گھر والوں کی تو خبر لو۔''

حضرت عمرؓ ''میرے کون سے گھر والے؟''

حضرت نعیمؓ ''تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید جو دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔''

حضرت عمرؓ کو نعیمؓ کی باتیں سن کر سخت تاؤ آیا۔ سیدھے سعید بن زید کے گھر پہنچے۔ اس وقت سادس الاسلام حضرت خبابؓ بن الارت بھی حضرت سعیدؓ کے گھر موجود تھے اور دروازہ اندر سے بند کر کے حضرت سعیدؓ اور فاطمہؓ کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے تلاوت قرآن کی آواز سنی تو ان کا غصہ اور بھڑک اٹھا، دروازے پر زور سے دستک دی۔ تینوں پرستاران حق سمجھ گئے کہ یہ عمر ہیں۔ حضرت خبابؓ تو گھر کے پچھلے حصے میں روپوش ہو گئے اور حضرت فاطمہؓ نے کلام پاک کے اجزاء جلدی سے کہیں چھپا کر دروازہ کھولا۔

حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا ''یہ کیسی گنگناہٹ تھی جو ابھی میں نے سنی ہے؟''

حضرت سعیدؓ اور فاطمہؓ نے کہا ''تم نے کچھ نہیں سنا۔''

حضرت عمرؓ سخت غضبناک ہو کر بولے ''نہیں میں نے سنا ہے، خدا کی قسم مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو چکے ہو، میں تمہیں اس حرکت کا مزہ چکھاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ حضرت سعیدؓ سے لپٹ گئے، ان کے لمبے بال پکڑ کر زمین پر دے مارا اور پھر بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ شوہر کو پٹتے دیکھ کر بے تاب ہو گئیں اور بھائی کے ہاتھ سے انہیں چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں۔ حضرت عمرؓ نے جوش غضب میں ایک لکڑی حضرت فاطمہؓ کے چہرے پر دے ماری جس سے وہ لہولہان ہو گئیں لیکن استقلال کا یہ عالم تھا کہ اسی حالت میں بولیں۔

''ہاں، ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمد ﷺ کی متابعت اختیار کر لی ہے تو جو کچھ کر سکتا ہے کر لے۔ اسلام کا نقش ہدایت ہمارے سینے سے کبھی نہیں مٹ سکتا)

خون میں نہائی ہوئی بہن کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حضرت عمرؓ مبہوت ہو گئے ان کا غصہ ندامت میں تبدیل ہو گیا اور بولے۔

''اچھا تو جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ''

حضرت فاطمہؓ نے کہا ''ہمیں ڈر ہے کہ تم اس کو ضائع کر دو گے۔''

حضرت عمرؓ نے اپنے معبودوں کی قسم کھا کر کہا کہ ''میں اسے پڑھ کر واپس کر دوں گا۔''

حضرت فاطمہؓ کو اب کچھ امید بندھی کہ شاید ان پر کلام الٰہی کا اثر ہو جائے انہوں نے کہا۔

''ہم خدا کا کلام پڑھ رہے تھے جب تک تم غسل کر کے بدن پاک نہ کرو اس کلام پاک کو نہیں چھو سکتے۔''

حضرت عمرؓ نے اٹھ کر غسل کیا اور حضرت فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔ اس وقت سورہ طٰہٰ ان کے سامنے آئی اسے ہی پڑھنا شروع کیا۔ ابھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھی تھی کہ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، دل سے کفر و شرک کی ظلمت چھٹنے لگی۔ جوں جوں تلاوت کرتے جاتے تھے قرآن کریم کی شوکت الفاظ، ندرت بیان اور فصاحت زبان انہیں مسحور کرتی جاتی تھی جب اس آیت پر پہنچے۔

''میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میری ہی عبادت کیا کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کر)

تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور بے اختیار پکار اٹھے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ

حضرت خبابؓ بن ارت جو اندر چھپے ہوئے تھے اب باہر نکلے اور مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''اے عمر! مبارک ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تیرے حق میں قبول ہو گئی۔ حضور ﷺ نے کل ہی دعا مانگی تھی کہ الٰہی عمر بن ہشام (ابوجہل) یا عمرؓ بن خطاب میں سے جو کو تو چاہتا ہے اسلام میں داخل کر۔''

حضرت عمرؓ نے نہایت انکسار کے ساتھ حضرت خبابؓ سے درخواست کی کہ مجھے جلد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔

حضرت خبابؓ، حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر حضرت ارقمؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر دروازے پر دستک دی تو صحابہ کرامؓ نے دروازہ کھولنے میں تامل کیا شیر خدا حضرت حمزہؓ کو جوش آ گیا، انہوں نے تلوار سونت لی اور کڑک کر کہا ''عمر آتا ہے تو آئے اگر اس کی نیت نیک نہیں ہے تو خدا

حضرت عمرؓ کو نعیمؓ کی باتیں سن کر سخت تاؤ آیا۔ سیدھے سعید بن زید کے گھر پہنچے۔ اس وقت سادس الاسلام حضرت خبابؓ بن الارت بھی حضرت سعیدؓ کے گھر موجود تھے اور دروازہ اندر سے بند کر کے حضرت سعیدؓ اور فاطمہؓ کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے تلاوت قرآن کی آواز سنی تو ان کا غصہ اور بھڑک اٹھا، دروازے پر زور سے دستک دی۔ تینوں پرستاران حق سمجھ گئے کہ یہ عمر ہیں۔ حضرت خبابؓ تو گھر کے پچھلے حصے میں روپوش ہو گئے اور حضرت فاطمہؓ نے کلام پاک کے اجزاء جلدی سے کہیں چھپا کر دروازہ کھولا۔

> اس واقعہ کے بعد انہوں نے باقی تمام زندگی نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ گزاری۔ اس دوران میں ملکی سیاست میں اتار چڑھاؤ آئے لیکن وہ ہر قسم کے ہنگاموں سے کنارہ کش رہے۔ تاہم 35ھ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ مظلومانہ شہید ہوئے تو وہ خاموش نہ رہ سکے اور ظالموں کی برملا مذمت کی۔ اس زمانہ میں کوفہ میں مقیم تھے اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے کوفہ کی مسجد میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

کی قسم اس تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔"

اس پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ "دروازہ کھول دو"

دروازہ کھلنے پر حضرت عمرؓ بے تابانہ اندر داخل ہوئے۔ حضرت خبابؓ پیچھے رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا، عمر کس نیت سے آئے ہو؟

حضرت عمرؓ جلال نبوت سے کپکپا اٹھے، سر جھکا کر نہایت دھیمے لہجے میں کہا "اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے لئے۔"

یہ الفاظ سن کر صحابہ کرامؓ فرط مسرت سے بے خود ہو گئے، انہوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ وہ اپنی جرات، دلاوری، بیجگری، فراست اور تدبر کی بدولت اسلام کا ایک عظیم ستون ثابت ہوئے اور جریدہ عالم پر ایسے نقش ثبت کئے جو ابد الآباد تک ملت اسلامیہ کے لئے سرمایہ افتخار اور مشعل راہ بنے رہیں گے۔ فاروق اعظمؓ کو حق کا حلقہ بگوش بنانے میں حضرت سعیدؓ بن زید اور فاطمہؓ بن خطاب کا بہت حصہ ہے۔ یہ ان کی استقامت اور اخلاص ہی کا نتیجہ تھا کہ بنو عدی کے مرد آہن کا دل بھی پگھل گیا اور وہ آناً فاناً دشمنان حق کی صفت سے نکل کر جاں نثاران اسلام کی صف میں آگئے۔

رحمت عالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو حضرت سعیدؓ مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ پہنچے اور حضرت ابولبابہ انصاریؓ کے گھر قیام کیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ہجرت میں ان کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ کچھ عرصہ بعد جب حضور ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت سعیدؓ کو حضرت رافعؓ بن مالک زرقی انصاری کا اسلامی بھائی بنایا۔ (یہ ابن سعدؒ کا بیان ہے۔ ابن ہشام اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں حضرت ابیؓ بن کعب کا اسلامی بھائی بنایا)

2 ہجری میں بدر کے میدان میں حق و باطل کا معرکہ اول پیش آیا تو حضرت سعید بن زید ان تین سو تیرہ نفوس قدسی میں سے ایک تھے جو اپنی بے سروسامانی کے باوجود کفر کی مہیب طاغوتی قوت سے محض اللہ کے بھروسے پر بھڑ گئے۔ واقدی، ابن سعد اور کچھ دوسرے اہل سیر نے لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر سرور کائنات ﷺ نے حضرت سعیدؓ کو ایک خاص کام کے لئے حضرت طلحہؓ کے ساتھ شام کی طرف بھیجا تھا۔ وہ غزوہ ختم ہونے کے بعد مدینہ واپس آئے تاہم حضور ﷺ نے بدر کے مال غنیمت میں ان کا حصہ لگایا اور جہاد کے ثواب سے بہرہ ور ہونے کی بشارت بھی دی۔ لیکن صحیح بخاری میں واضح طور پر ان کا نام اصحاب بدر کی فہرست میں درج ہے اور ایک دوسری روایت میں بھی ان کے نام کے ساتھ بدری کا لقب مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعیدؓ نے عملی طور پر غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ بدر کے بعد دوسرے تمام غزوات نبوی ﷺ میں بھی سرور عالم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ احد، خندق، خیبر، حنین اور طائف ہر معرکے میں انہوں نے کمال درجے کی سرفروشی اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ 6ھ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا، فتح مکہ کے موقع پر ایک دستہ فوج کے افسر تھے۔ غزوہ عسرت (تبوک) میں طویل پرصعوبت سفر کی تمام سختیاں ہنسی خوشی برداشت کیں۔ غرض قبول اسلام کے بعد کوئی شرف ایسا نہیں تھا جو انہیں حاصل نہ ہوا۔

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد جب ایران اور روم سے کشمکش کا آغاز ہوا تو حضرت سعیدؓ شام جانے والے لشکر میں ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے شریک ہو گئے۔ 13ھ (عہد صدیقی) میں اجنادین کا ہولناک معرکہ پیش آیا، اس لڑائی میں نوے ہزار رومی جنگجو ایک نامور سردار اوران کی قیادت میں مسلمانوں کے مقابل ہوئے جن کی تعداد صرف بیس ہزار کے لگ بھگ تھی، مسلمان جانباز جن میں حضرت سعیدؓ بھی شامل تھے سر سے کفن باندھ کر لڑے اور اپنی قوت ایمانی کے بل پر کثیر التعداد رومی لشکر کو عبرتناک شکست دی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا رخ کیا۔ اسی زمانے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی اور خلافت فاروقی کا آغاز ہوا۔ اس وقت دمشق کا محاصرہ جاری تھا۔ اثنائے محاصرہ میں ہرقل نے ایک بڑی فوج اہل دمشق کی مدد کے لئے روانہ کی۔ سپہ سالار اسلام حضرت خالدؓ بن ولید کو اس فوج کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی فوج کے ایک حصے کو محاصرے پر چھوڑا اور باقی فوج کے ساتھ دمشق سے ایک منزل

> حضرت سعیدؓ نے نواح مدینہ میں عقیق کے مقام پر مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس جگہ انہوں نے باختلاف روایت 50ھ، 51ھ یا 52ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی۔ جنازہ عقیق سے مدینہ لایا گیا، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حنوط ملا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر حضرت سعدؓ اور ابن عمرؓ قبر میں اترے اور اسلام کے اس مہر درخشاں کو سپرد خاک کر دیا۔

دور رومیوں کی امدادی فوج کے مقابل ہوئے۔ اسلامی لشکر کی صف بندی کرتے وقت انہوں نے حضرت سعیدؓ بن زید کو رسالہ کا افسر مقرر کیا، رومی لشکر نے حملہ کیا تو سب سے پہلے مسلمانوں کا رسالہ اس کی زد میں آیا۔ حضرت سعیدؓ نے بڑی جرات اور استقامت کے ساتھ رومیوں کے پرخروش حملے کو روکا، اس اثناء میں حضرت خالدؓ نے رومیوں کے میسرہ پر اور حضرت معاذؓ بن جبل نے میمنہ پر اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور اسلامی رسالہ ان کے دباؤ سے آزاد ہو گیا۔ اس وقت حضرت سعیدؓ رومیوں پر اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ ان کی تمام صفیں درہم برہم ہو گئیں اور وہ اپنے سینکڑوں آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ لڑائی "یوم مرج الصفر" کے نام سے مشہور ہے۔ اسلامی لشکر مظفر و منصور واپس دمشق آ گیا اور تھوڑی ہی مدت کے بعد اس پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ دمشق کے بعد مسلمان قنسرین اور بعلبک کو مفتوح کر کے حمص کی طرف بڑھے جو شام کا ایک اہم شہر تھا اور جہاں رومیوں نے ایک زبردست لشکر جمع کر رکھا تھا۔ اس وقت شام کا ایک نامی جنگجو مریس، حمص کا حاکم تھا۔ اس نے پہلے تو شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن جب ایک خونریز لڑائی کے بعد مسلمانوں نے اسے شکست دی تو وہ قلعہ بند ہونے پر مجبور ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اس کو فتح کرنے کے لئے بار بار حملے کئے لیکن اہل حمص نے سخت مزاحمت کی اور مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ بالآخر مسلمانوں نے ایک جنگی منصوبہ بنایا اور اس کے مطابق تھوڑے سے سوار اور معمولی سامان پیچھے چھوڑ کر سارا لشکر دمشق کا محاصرہ اٹھا کر ایک منزل دور چلا گیا۔ حاکم حمص مریس نے سمجھا کہ مسلمان بددل اور مایوس ہو کر پسپا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی فوج ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا اور مسلمانوں کی لشکر گاہ پر ہلہ بول دیا۔ مسلمانوں سواروں نے معمولی مقابلہ کیا اور پھر پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ رومیوں کے دل بڑھ گئے اور انہوں نے تیزی سے مسلمانوں کا پیچھا کیا۔ اس طرح مسلمانوں کی چال کامیاب ہو گئی، بڑی اسلامی فوج نے دمشق سے کافی دور خفیہ مورچے قائم کر لئے تھے، جونہی رومی لشکر اس کی زد میں آیا، مجاہدین اسلام اس پر برق بے اماں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ رومی جان توڑ کر لڑے لیکن جب حضرت سعیدؓ نے ان کے سردار مریس کا کام تمام کر دیا تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان اب طوفان کی طرح حمص کی طرف بڑھے، اہل حمص کو اپنا انجام صاف نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے فوراً مسلمانوں کی اطاعت کا اعلان کر دیا اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔

حمص کی فتح کے بعد رجب 15ھ میں یرموک کی خونریز جنگ پیش آئی جس نے شام کی قسمت کا بڑی حد تک فیصلہ کر دیا، اس لڑائی میں حضرت سعیدؓ پیدل فوج کے افسر تھے وہ ایسی شجاعت اور پامردی سے لڑے کہ جہاد کا حق ادا کر دیا۔

علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے کہ اثنائے جنگ میں رومیوں نے مسلمانوں کے میسرہ پر حملہ کیا چونکہ اس حصے میں کثیر لخم اور غسان کے قبائل تھے جن کے دلوں میں رومیوں کا رعب سمایا ہوا تھا اس لئے پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن افسر جمے رہے، انہیں میں حضرت سعیدؓ اور ان جیسے دوسرے مجاہدوں کی جانبازی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رومیوں کے ٹڈی دل کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اسی زمانے میں سپہ سالار اسلام حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے حضرت سعیدؓ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا لیکن ان کے دل میں شوق جہاد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ تو جہاد کریں اور میں اس سے محروم رہوں لہذا یہ خط پہنچتے ہی میری جگہ کسی اور کو بھیج دیجئے۔ پھر دمشق کی امارت سے استعفیٰ دے کر میدان جہاد میں پہنچ گئے۔ جب تک شام مکمل طور پر فتح نہ ہو گیا وہ برابر جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہے۔ فتح شام کے بعد حضرت سعیدؓ مدینہ منورہ آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔

23ھ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ زخمی ہوئے تو حضرت سعیدؓ ان کے گھر میں تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی وہیں بیٹھے تھے، حضرت عمرؓ نے جو حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ فرمایا۔

"دیکھو میں نے کلالہ کے متعلق کچھ نہیں کہا اور کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا، جو عرب اس وقت قید میں ہیں وہ سب آزاد ہیں۔"

حضرت سعیدؓ بولے "اگر آپ کسی مسلمان کو خلیفہ نامزد کر دیں تو مسلمان آپ پر اعتماد کریں گے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں تو صرف ان چھ شخصوں کے اندر خلافت کو رکھوں گا جن سے رسول اللہ ﷺ وفات کے وقت تک راضی رہے اور جن میں بار خلافت اٹھانے کی صلاحیت بھی ہے۔"

پھر فرمایا

"اگر سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ یا ابوعبیدہؓ بن الجراح میں سے اس وقت کوئی ہوتا تو میں اس کو خلیفہ بنا کر مطمئن ہو جاتا۔"

جن چھ اصحاب کو حضرت عمرؓ نے خلافت کے قابل سمجھا ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔

یہ سب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت سعیدؓ بن زید بھی ان کے ہم مرتبہ تھے لیکن حضرت عمرؓ نے انہیں محض اس لئے خلافت کے لئے نامزد نہیں کیا کہ وہ ان کے اپنے خاندان (بنوعدی) سے تعلق رکھتے تھے۔ دوسرے کسی صاحب کا تعلق بنوعدی سے نہیں تھا۔

اس واقعہ کے بعد انہوں نے باقی تمام زندگی نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ گزاری۔ اس دوران میں ملکی سیاست میں اتار چڑھاؤ آئے لیکن وہ ہر قسم کے ہنگاموں سے کنارہ کش رہے۔ تاہم 35ھ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ مظلومانہ شہید ہوئے تو وہ خاموش نہ رہ سکے اور ظالموں کی برملا مذمت کی۔ اس زمانہ میں کوفہ میں مقیم تھے اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے کوفہ کی مسجد میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو! خدا کی قسم میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اسلام لانے کے جرم میں عمرؓ مجھے اور اپنی بہن کو باندھ دیا کرتے تھے کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور تم نے عثمانؓ کے ساتھ جو بدسلوکیاں اور زیادتیاں کی ہیں، اگر ان کی وجہ سے کوہ احد پھٹ جائے تو اس کا پھٹ جانا بجا ہے۔" (صحیح

اپنے زہد و تقویٰ اور کثرت عبادت کی بدولت حضرت سعیدؓ کو "مستجاب الدعوات" کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ امام مسلمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اروی بن اویس نامی ایک عورت نے والی مدینہ مروان بن الحکم کے پاس شکایت کی کہ سعیدؓ بن زید نے اس کی زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے۔ مروان نے ان کو طلب کر کے حقیقت حال دریافت کی تو فرمایا۔

حضرت سعیدؓ نے نواح مدینہ میں عقیق کے مقام پر مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس جگہ انہوں نے باختلاف روایت 50ھ، 51ھ یا 52ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی۔ جنازہ عقیق سے مدینہ لایا گیا، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حنوط ملا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر حضرت سعدؓ اور ابن عمرؓ قبر میں اترے اور اسلام کے اس مہر درخشاں کو سپرد خاک کر دیا۔

بخاری کتاب المناقب)

حضرت سعیدؓ نے نواح مدینہ میں عقیق کے مقام پر مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس جگہ انہوں نے باختلاف روایت 50ھ، 51ھ یا 52ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی۔ جنازہ عقیق سے مدینہ لایا گیا، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حنوط ملا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر حضرت سعدؓ اور ابن عمرؓ قبر میں اترے اور اسلام کے اس مہر درخشاں کو سپرد خاک کر دیا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سعیدؓ نے کوفہ میں (بعہد حکومت حضرت امیر معاویہؓ) وفات پائی اور والی کوفہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لیکن ابن سعدؒ اور کئی دوسرے اہل سیر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ وفات کے وقت حضرت سعیدؓ کی عمر 70 یا 73 برس کی تھی لیکن روایت کی رو سے ان کی عمر اسی برس کے لگ بھگ ٹھہرتی ہے کیونکہ 6ھ نبوت میں حضرت عمر فاروقؓ اسلام لائے تو حضرت سعیدؓ کی بھرپور جوانی تھی اور ان کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ انہوں نے اپنے والد زیدؓ کو بھی اچھی طرح دیکھا تھا جو بعثت نبوی سے پانچ سال قبل قتل ہوئے تھے۔ قیاس یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر دس گیارہ برس سے کم نہیں ہوگی اور 6ھ نبوت میں بیس بائیس برس کے پیٹے میں ہوں گے اس حساب سے وفات کے وقت ان کی عمر اسی برس سے کچھ کم یا زیادہ تو ہو سکتی ہے ستر برس کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔

حضرت سعیدؓ بن زید کا شمار ان دس عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے جن کو رحمت عالم ﷺ نے خاص طور پر نام لے کر جنت کی بشارت دی تھی، یہ اصحاب ''عشرہ مبشرہ'' کے عظیم الشان لقب سے مشہور ہیں۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت سعیدؓ بن زید ان صحابہ میں سے تھے جو صف قتال میں نبی ﷺ کے آگے اور صف نماز میں حضور ﷺ کے پیچھے (یعنی قریب تر) رہا کرتے تھے۔

اپنے زہد و تقویٰ اور کثرت عبادت کی بدولت حضرت سعیدؓ کو ''مستجاب الدعوات'' کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ امام مسلمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اروی بن اویس نامی ایک عورت نے والی مدینہ مروان بن الحکم کے پاس شکایت کی کہ سعیدؓ بن زید نے اس کی زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے۔ مروان نے ان کو طلب کر کے حقیقت حال دریافت کی تو فرمایا۔

''تم میری نسبت گمان کرتے ہو کہ میں نے اس کی زمین کا کچھ حصہ غصب کر لیا ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ایک بالشت بھر زمین پر ظلم سے قبضہ کرے گا۔ قیامت کے دن اس کو (ویسی) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''

مروان نے ان سے قسم کھانے کو کہا تو وہ اس زمین سے دستبردار ہو گئے لیکن دل گرفتگی کے عالم میں منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔

''الٰہی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اس کو اسی کی زمین میں موت دے (یا اسے اس کے گھر کے کنوئیں میں گرا دے) اور مسلمانوں پر میرے حق کو بخوبی واضح کر دے۔''

خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اروی کی بینائی زائل ہو گئی اور پھر ایک دن وہ اسی حالت میں اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر مر گئی۔ اس کے بعد اہل مدینہ میں یہ ضرب المثل بن گئی۔

''خدا تجھے اندھا کرے جیسا کہ اروی کو اندھا کیا)

حضرت سعیدؓ کا ایک خاص وصف حق گوئی تھا۔ ایک مرتبہ وہ جامع کوفہ میں والی کوفہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کچھ نامناسب الفاظ کہے حضرت سعیدؓ تڑپ اٹھے اور فرمایا۔

''مغیرہ، مغیرہ لوگ تمہارے سامنے اصحاب رسول ﷺ کو برا بھلا کہتے ہیں اور تم ان کو نہیں روکتے۔ علیؓ ان لوگوں میں جن کو خود رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔''

حب رسول ﷺ، شوق جہاد، زہد و تقویٰ، ایثار و اخلاص اور خشیت الٰہی حضرت سعیدؓ بن زید کے چمن اخلاق کے سب سے خوش رنگ پھول تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ''سعیدؓ بن زید کا دامن عمل کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا اور وہ ہمیشہ اتباع رسول ﷺ میں کوشاں رہتے تھے۔

حضرت سعیدؓ نے مختلف اوقات میں شادیاں کیں، جن سے کثیر اولاد ہوئی۔ اہل سیر نے ان کے چودہ لڑکوں اور بیس لڑکیوں کے نام صراحت سے لکھے ہیں۔ واقدی نے لکھا ہے کہ سعیدؓ بن زید طویل القامت گندم گوں تھے اور ان کے سر پر لمبے اور گھنے بال تھے۔

حب رسول ﷺ، شوق جہاد، زہد و تقویٰ، ایثار و اخلاص اور خشیت الٰہی حضرت سعیدؓ بن زید کے چمن اخلاق کے سب سے خوش رنگ پھول تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ''سعیدؓ بن زید کا دامن عمل کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا اور وہ ہمیشہ اتباع رسول ﷺ میں کوشاں رہتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی باکمال سخاوت و دریا دلی

قرآن کریم کے واقعات میں سے سب سے اچھا واقعہ قارئین کے لئے خصوصی پیش کیا جارہا ہے

اگر ہم کو مستقبل کی طرف قدم بڑھانا ہے تو ماضی سے سبق حاصل کرنا ہوگا......... ماضی کے سبق آموز واقعات دہرانے ہوں گے......... یہ تصور کہ صرف اللہ کا ذکر اور کسی کا ذکر نہ کرو، قرآنی تصور نہیں......... اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے محبوبوں اور پیاروں کا کس محبت سے ذکر کیا ہے......... اگر اللہ کو صرف اپنا ہی ذکر کرانا مقصود ہوتا تو نبیوں، رسولوں اور اولیاء اللہ کا کیوں ذکر فرماتا؟......... سارے قرآن میں صرف اللہ کا ذکر ہوتا......... اور حضور انور ﷺ سے یہ کیوں فرماتا۔

ترجمہ ''یہ سب رسولوں کے قصے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تمہارا دل مضبوط کریں'' (القرآن)

تو محبوبوں کا ذکر کرنا اللہ کی سنت ہے جو محبوبوں کے ذکر سے روکتا ہے وہ اللہ کی سنت سے روکتا ہے، جو محبوبوں کے ذکر سے روکتا ہے، وہ دلوں کو کمزور کرنا چاہتا ہے، کیونکہ ان کے ذکر سے دل مضبوط ہوتے ہیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے دلوں کو کمزور کرے (معاذ اللہ)......... فرد کمزور ہوگا تو ملت کمزور ہوگی اور ملت کمزور ہوگی تو سلطنت و حکومت کمزور ہوگی، یہ منظر آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں......... مسلمانوں کی بیسیوں سلطنتیں ہیں مگر ایک سے ایک کمزور......... جب ہم تعداد میں تھوڑے تھے اور دل مضبوط تھے تو ساری دنیا میں حکومت کررہے تھے اور اب جبکہ ہم تعداد میں بہت ہیں، مگر دل کمزور ہیں، باوجود حکومت و سلطنت کے ذلیل و خوار ہورہے ہیں......... ہمارا علاج باطن کی اصلاح میں ہے اور باطن کی اصلاح اللہ اور اللہ کے محبوبوں کے ذکر سے ہوتی ہے، دلوں کو قوت انہیں کو یاد کرنے سے ملتی ہے، کیونکہ اللہ نے ان کو مسلمانوں کے لئے نمونہ بنایا ہے......... اللہ کو نہ کسی نے دیکھا اور نہ دیکھنے کی تاب اور دیکھے بغیر انسان بنتا نہیں سنورتا نہیں، اللہ نے اپنے محبوبوں کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا اور انہیں کی راہوں پر چلنے کا حکم دیا۔

ترجمہ ''چلا ہم کو سیدھی راہ، ان کی راہ جن پر تو نے انعام کیا''

اور انہیں کی راہوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ قرار دیا

ترجمہ ''اور بے شک یہ میری راہ سیدھی راہ ہے، اس پر چلو اور راہوں پر نہ چلو کہ تم کو راہ سے بے راہ کردیں گی''

اس لئے یہ بات دل میں بٹھا لینی چاہئے کہ اللہ کے نبیوں، اللہ کے رسولوں، اللہ کے ولیوں اور سب کے محبوب و مطلوب حضور انور ﷺ کو چھوڑ کر ہم اللہ کو نہیں پاسکتے، کیونکہ ان کو چھوڑنا، اللہ کے حکم کو نہ ماننا اور اللہ کے حکم سے سرتابی کرنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا

ترجمہ ''اور اللہ سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے واقعات کا ذکر کیا ہے اور بعض کی طرف صرف اشارہ فرمایا، یہ اس لئے کہ ہم سبق حاصل کریں اور اپنے دلوں کو مضبوط کریں اور اللہ کو یاد کریں ساری بات دماغ کی نہیں، دل کی ہے، دل والوں نے ماضی میں کیا کیا؟......... دماغ والے حال میں کیا کررہے ہیں؟......... آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں......... قرآن کریم کے واقعات میں سب سے اچھا اور سب سے خوبصورت واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔

> **اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے واقعات کا ذکر کیا ہے اور بعض کی طرف صرف اشارہ فرمایا، یہ اس لئے کہ ہم سبق حاصل کریں اور اپنے دلوں کو مضبوط کریں اور اللہ کو یاد کریں ساری بات دماغ کی نہیں، دل کی ہے، دل والوں نے ماضی میں کیا کیا؟......... دماغ والے حال میں کیا کررہے ہیں؟......... آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں......... قرآن کریم کے واقعات میں سب سے اچھا اور سب سے خوبصورت واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔**

ترجمہ ''ہم تمہیں سب سے زیادہ خوبصورت قصہ سناتے ہیں۔''

اس میں زندگی کے لئے بہت سی کام کی باتیں ہیں، اس سے اللہ کے محبوبوں کی شان بھی معلوم ہوتی ہے جن سے ہم کو دور کیا جارہا ہے، جن سے ہم اپنی نادانی کی وجہ سے دور ہورہے ہیں......... قریب ہوں تو زندگی بن جائے اور سنور جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے......... حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی ماموں کی بیٹی لیا بنت لیان سے پہلی شادی کی جن سے یہ چھ بیٹے ہوئے، روبیل، شمعون، لاوی، یہودا، زبولون اور آپ کی دو کنیزیں بھی تھیں زلفا اور بلہہ ان سے چار بیٹے ہوئے وان، نفتونا، جاد اور اوشیر......... حضرت یعقوبؑ نے لیا کے انتقال کے بعد اپنی سالی راحیل سے نکاح کیا، ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے حضرت یوسفؑ اور بن یامین۔ حضرت یعقوبؑ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی ہوئی وہ سب اولاد یعقوب میں داخل ہیں۔ بخاری شریف میں حضور ﷺ نے حضرت یوسفؑ کے لئے فرمایا۔ الکریم ابن الکریم بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

حضرت یوسفؑ کی والدہ راحیل، بنیامین کی پیدائش کے چالیس دن بعد انتقال فرما گئی تھیں۔ اس لئے حضرت یعقوبؑ ان دونوں بیٹوں سے زیادہ پیار کرتے تھے کیونکہ چھوٹے چھوٹے بن ماں کے بچے تھے، حضرت یوسفؑ سے زیادہ محبت تھی کہ ان میں آپ کو آثار نبوت و رسالت بھی نظر آرہے تھے۔ اس محبت کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے دوسرے بھائیوں کو بہت جلن تھی.......... بالعموم بڑی ماں کے بیٹوں کو چھوٹی ماں کے بیٹوں سے جلن ہوتی ہے، کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ بھائیوں کو حسد اس وجہ سے بھی تھا کہ وہ کثرت میں تھے شاید کما کر لاتے ہوں گے، جو کمائی کر کے لاتا ہے اس بیٹے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ والدین بہ نسبت اس بیٹے کے جو گھر میں رہے، کام کاج نہ کرے، اس سے زیادہ محبت کریں، مگر حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ اور بنیامین سے زیادہ محبت کرتے تھے یہ دیکھ دیکھ کر بھائی اور جلتے تھے۔ لڑکپن کے اس زمانے میں حضرت یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا جو اپنے والد ماجد حضرت یعقوبؑ سے بیان فرمایا۔

اباجان! میں نے خواب میں گیارہ ستارے سورج اور چاند دیکھیں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں''

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا ''میرے بیٹے! اپنا یہ خواب بھائیوں سے نہ کہنا۔ کہیں شیطان ان کو بہکا نہ دے اور وہ تمہارے ساتھ کوئی چال چلیں۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

خواب سن کر حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی مستقبل کی ترقیوں اور بلندیوں کا اندازہ ہو گیا تھا، چنانچہ بھائیوں کو یہ خوبی بتانے سے منع فرمادیا.......... اس خواب کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان خوشخبریوں سے نوازا

ترجمہ

''اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ، دادا، ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی، بیشک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب کی بھنک بڑے بھائیوں کے کان میں پڑ گئی۔ حضرت یوسف نے صبح اپنے والد صاحب سے خواب بیان فرمایا تو سوتیلے بھائی موجود نہ تھے، شاید اپنے کام پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت یعقوبؑ نے جب یہ فرمایا کہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا تو، حضرت یوسف کی بھابیوں نے یہ بات سن لی اور بھائی جب اپنے اپنے کاموں سے واپس آئے تو انہوں نے یہ خواب ان سے کہہ دیا۔ حسد کی آگ اور بھڑک اٹھی چنانچہ برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل اور ملک بدری کا منصوبہ بنایا۔

ترجمہ

''جب بھائیوں نے کہا کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بے شک ہمارے باپ کھلم کھلا ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں، یوسف کو مار دو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔ ان بھائیوں میں ایک بھائی نے کہا اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو یوسف کو مارو نہیں، اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی چلتا اسے آ کر لے جائے۔

اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو سیر و تفریح کے بہانے اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔

ترجمہ:

''کہنے لگے، اباجان! آپ کو کیا ہوا کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیرخواہ ہیں، کل سے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، میوے کھائے اور کھیلے، بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔''

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا

''تم یوسف کو لے جاؤ گے تو مجھے فکر لگی رہے گی اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں بھیڑیا نہ پھاڑ کھائے اور تم کو پتا بھی نہ چلے۔''

برادران یوسف نے جواب دیا

''یوسف کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم اتنے سارے بھائی کس مصرف کے ہیں؟''

چنانچہ بھائیوں کے اصرار کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ نے اجازت دے دی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ روانگی سے قبل حضرت یعقوبؑ نے جنت کی وہ معجزاتی ریشمی قمیص تعویذ بنا کر آپ کے گلے میں ڈال دی جو آگ میں ڈالنے سے قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنائی تھی اور جو تبرکاً آپ کے خاندان میں محفوظ چلی آ رہی تھی تا کہ نقصان سے محفوظ رہیں.......... جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلنے لگے تو حضرت یعقوبؑ بھائیوں کے ساتھ شہر کنعان کے دروازے پر ''شجراۃ الوداع'' تک تشریف لائے اور حضرت یوسفؑ کو الوداع کہا.......... غالباً آپ کا دل گواہی دے رہا تھا کہ جدائی کی گھڑی آنے والی ہے ورنہ سیر کے لئے جانے والے بچوں کو رخصت کرنے کے لئے کوئی باپ نہیں جاتا۔ بہر حال حضرت یعقوبؑ سے اجازت لے کر یہ سب بھائی حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ کے سب سے چھوٹے بھائی بنیامین غالباً اس لئے نہ گئے کہ وہ بہت چھوٹے تھے اور حضرت یوسفؑ بارہ تیرہ سال کے تھے.......... بھائیوں نے گھر سے دور ہوتے ہی دل کی بھڑاس نکالی اور حضرت یوسفؑ کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا، ایک بھائی مارتا دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تو وہ بھی مارتا.......... بھائی مار پیٹ کر دل کی بھڑاس نکالتے رہے۔ جب بڑے بھائی یہودا یا روبیل نے یہ دیکھا تو اس کو بہت ترس آیا، اس نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ کیا یہ طے نہ پایا تھا کہ اس کو کنوئیں میں ڈالا جائے گا، قتل نہیں کیا جائے گا، کچھ کرنا ہی ہے تو یوسف کو کنوئیں میں ڈال دو، کوئی قافلہ والا یہاں سے پانی بھرے گا تو اس کو یہاں سے نکال کر لے جائے گا، تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا، باپ کی نظروں سے بہت دور دور دراز ملکوں میں چلا جائے گا.......... برادران یوسف کو حضرت یوسفؑ سے حسد تھا اور یہ تمنا تھی کی محبت یعقوبؑ کی نعمت حضرت یوسفؑ کے حق میں زائل ہو کر ان کو مل جائے.......... شریعت میں حسد کی سخت ممانعت ہے ہاں اس کی اجازت ضرور ہے کہ دوسرے کی نعمت کی آرزو کئے بغیر اپنے لئے وہی نعمت چاہے جو اس کو ملی ہوئی ہے۔ اس کو غبطہ کہتے ہیں جس کو اردو میں رشک کہتے ہیں۔

بہر حال جب یہ طے پایا کہ حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دیا جائے

ترجمہ:

''پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتا دے گا ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔''

تو بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کے ہاتھ پیر باندھ دیئے کہیں کسی طرح آپ کنوئیں سے باہر نہ آ جائیں پھر آپ کو کنوئیں میں لٹکایا اور جب آدھا فاصلہ رہ گیا تو کنوئیں میں چھوڑ دیا.......... یہ کنواں کنعان سے تین فرلانگ کے فاصلے پر مضافات بیت المقدس یا اردن میں واقع تھا، منہ تنگ تھا اور اندر سے فراخ تھا.......... بہر حال جب آپ کو اس کنوئیں میں ڈالا گیا تو خدا کے حکم سے حضرت جبرئیل نے آپ کو کنوئیں کے ایک پتھر پر بٹھا دیا اور جنتی ریشمی کرتا جو آپ کے گلے میں ڈالا ہوا تھا کھول کر پہنا دیا.......... یہ کرتا حضرت ابراہیم سے حضرت اسحاقؑ کے پاس آیا اور حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوبؑ کے پاس آیا اور جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت یعقوبؑ نے گھر سے چلتے وقت تعویذ بنا کر حضرت یوسفؑ کے

گلے میں ڈال دیا تھا۔

برادران یوسف نے حضرت یوسفؑ کا اپنا کرتا کنوئیں میں ڈالنے سے پہلے ہی اتار لیا تھا، اس کو بکری کے خون میں لت پت کر کے روتے پیٹتے اور دھاڑیں مارتے حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ترجمہ:

"اور رات ہوتے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے بولے اے ہمارے باپ! ہم دوڑتے نکل گئے یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگر چہ ہم سچے ہی ہوں اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے، (یعقوب) نے کہا کہ بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے"

کرتا خون آلود ضرور تھا لیکن پھٹا ہوا نہیں تھا، اگر بھیڑیا پھاڑ کھاتا تو کرتا کیوں چھوڑتا، یہ دیکھ کر حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ تمہارے دلوں نے یہ بات بنالی ہے........ وہ کہنے لگے ہم اگر سچے بھی ہوں تب بھی آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے بہرحال حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی شہادت کی خبر سن کر کمال صبر فرمایا، جو انبیاء علیہم السلام کے شایان شان ہے، فرمایا "صبر ہی اچھا ہے جو تم کہہ رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں" حضرت یعقوبؑ نے بنیامین کی جدائی پر بھی صبر فرمایا اور اس وقت بھی یہی فرمایا "تو اچھا صبر ہے عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب سے مجھے لا ملائے گا"........ حقیقت میں عین مصیبت کے وقت صبر کرنا ہی صبر ہے ورنہ مصیبت پر تو رفتہ رفتہ صبر آ ہی جاتا ہے۔

برادران یوسف حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال کر چلے گئے انہوں نے ایسے کنوئیں میں ڈالا جو کسی قفلہ کی گزرگاہ پر بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود نگرانی کرتے رہے کہیں کوئی آدمی ادھر آ نہ نکلے اور ترس کھا کر حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے باہر نہ نکال دے........ حضرت یوسفؑ تین دن تین رات اس کنوئیں میں رہے، تین دن کے بعد ایک قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا بھول کر ادھر آ نکلا اور یہاں پڑاؤ ڈالا۔

ترجمہ:

"اور ایک قافلہ آیا، انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا، بولا آہا! کیسی خوشی کی بات ہے، یہ ایک لڑکا ہے اور اسے ایک پونجی بنا کر چھپا لیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں میں بیچ ڈالا اور انہیں اس (سودے) میں کچھ رغبت نہ تھی۔"

قافلہ والے وارد (پانی بھرنے والے) مالک بن دعر الخزاعی نے جب پانی بھرنے کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حضرت یوسفؑ نے بحکم الٰہی ڈول پکڑ لیا اور اس میں بیٹھ گئے، ڈول بھاری ہو گیا، پانی بھرنے والے نے جب جھانک کر دیکھا تو حضرت یوسفؑ اس میں بیٹھے تھے، وہ آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گیا، خوشی سے پھولا نہ سمایا اور چیخ اٹھا "اے قافلے والوں خوشخبری ہو یہ خوبصورت لڑکا ہاتھ آیا ہے" برادران یوسف میں کوئی دور سے نگرانی کر رہا تھا جب آپ کو نکالا گیا تو وہ بھائی قافلے والوں کے پاس دوڑ کر آیا اور عربی زبان میں حضرت یوسفؑ کو خاموش رہنے کی ہدایت کی اور قافلہ والوں سے کہا "یہ ہمارا غلام ہے اور بھاگ کر آیا ہے کنوئیں میں چھپ گیا، بہت نکما ہے، کسی کام کا نہیں، اگر تم چاہو تو ہم سے خرید لو"........ بہرحال حضرت یوسفؑ کے بھائی نے حضرت یوسفؑ جیسے متاع عزیز کو اونے پونے بیچ دیا........ جس شخص کے ہاتھ حضرت یوسفؑ کو بیچا گیا اس کا نام مالک بن دعر الخزاعی تھا اسی نے آپ کو گراں قیمت پر عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور عزیز مصر نے نہایت ہی گراں قیمت پر خریدا تھا........ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی متاع اپنی حقیقی قیمت ساتھ نہیں رکھتی، اس کا اختیار اللہ کے اختیار میں ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا۔

"ہر چیز کا نرخ اور قیمت اللہ کے اختیار میں ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں چلتا۔"

جب یہ قافلہ مصر پہنچا تو مالک بن دعر الخزاعی حضرت یوسفؑ کو بیچنے کے لئے (شاید اس زمانے میں غلاموں کی خرید فروخت ہوتی تھی) مصر کے بازار میں لایا، آپ کا چہرہ مہرہ اور رنگ و روپ دیکھ کر گاہکوں کا ہجوم ہو گیا، دام بڑھنے لگے، مصر کے وزیر اعظم قطفیر مصری (جس کو عزیز مصر کہتے تھے اور جس کے تصرف میں شاہ مصر ریان بن ولید عملیقی نے ملک کے سارے خزانے دے دیئے تھے) بھی ادھر آ نکلا، دام بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچے۔

(1) آپ کے وزن کے برابر سونا

(2) آپ کے وزن کے برابر چاندی

(3) آپ کے وزن کے برابر مشک

(4) آپ کے وزن کے برابر حریر (یعنی قیمتی ریشمی کپڑا)

آخری قیمت یہی ٹھہری، آپ کا وزن چار سو رطل تھا (یعنی ایک من سے کچھ زیادہ) اور عمر شریف بارہ تیرہ سال کی تھی........ اس گراں قیمت پر کوئی خریدار نہ خرید سکا چنانچہ وزیر اعظم مصر نے اس قیمت پر آپ کو خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا اور اپنی بیوی زلیخا (راعیل) سے کہا

ترجمہ:

"اور مصر کے جس شخص (قطفیر عزیز مصر) نے اسے خریدا وہ اپنی عورت سے کہنے لگا انہیں عزت سے رکھو، شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنالیں۔"

وزیر اعظم قطفیر (عزیز مصر) نے قیافہ سے اندازہ لگا لیا تھا کہ حضرت یوسفؑ مستقبل میں ایک عظیم شخصیت بن کر ابھرنے والے ہیں، پھر وہ لاولد تھا، یہ خیال آیا ہو گا کہ مستقبل میں آپ اس کے جانشین ہوں گے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حضرت یوسفؑ کو مصر میں جمایا، نبوت رسالت عطا فرما کر معجزات سے سرفراز فرمایا اور حکومت سلطنت سے نواز کر مصر کا بادشاہ بنایا۔

ترجمہ:

"اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس زمین جماؤ دیا اور اس لئے کہ اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام کا کنعان سے مصر لے جایا جانا اور فروخت ہونا مصر میں آپ کے جماؤ کا ایک بہانہ تھا۔

ترجمہ:

"اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا، ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو"

وزیر اعظم قطفیر (عزیز مصر) نے قیافہ سے اندازہ لگا لیا تھا کہ حضرت یوسفؑ مستقبل میں ایک عظیم شخصیت بن کر ابھرنے والے ہیں، پھر وہ لاولد تھا، یہ خیال آیا ہو گا کہ مستقبل میں آپ اس کے جانشین ہوں گے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حضرت یوسفؑ کو مصر میں جمایا، نبوت رسالت عطا فرما کر معجزات سے سرفراز فرمایا اور حکومت سلطنت سے نواز کر مصر کا بادشاہ بنایا۔

یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو نبوت و رسالت سے نوازا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو خوابوں کی تعبیر کا معجزہ عطا کیا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو علم غیب سے نوازا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو ملک کے خزانوں کا مالک بنایا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کے سر مبارک پر تاج شاہی رکھا گیا اور تمام مصریوں کو آپ کا غلام بنا دیا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ نے وصال فرمایا۔

حضرت یوسفؑ بہت ہی حسین و جمیل تھے حضور انور ﷺ نے آپ کے حسن کی تعریف فرمائی اور فرمایا۔

''اوروں کا حسن مثل ستاروں کے ہے، اور یوسف کا حسن مثل چاند کے ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

''میرے بھائی یوسف زیادہ صباحت والے ہیں اور میں زیادہ ملاحت والا ہوں۔''

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ نظر آئے چنانچہ آپ نے فرمایا تمام دنیا کے حسن جمال میں سے حسن و جمال کا نصف حصہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا۔''

حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے والد حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کا نور تھے اور حضور اکرم ﷺ اللہ کے نور ہیں......... حضرت یوسفؑ زنان مصر اور اہل مصر کے محبوب تھے......... اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اپنا محبوب بنا کر ساری مخلوق پر آپ کی محبت و الفت کو فرض کر دیا جس پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر 20 گواہ ہے، یہ ہی نہیں بلکہ آپ کی اطاعت کرنے والے کو اپنا محبوب بنایا اور اطاعت کو شرط محبت قرار دیا......... حضرت عائشہؓ حضور انور ﷺ کی اس محبوبیت پر نازاں تھیں، آپ فرماتی ہیں کہ حضرت یوسفؑ کے حسن پر تو مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹے، میرے یوسف کو دیکھو جس کے حسن و جمال پر عرب کے جوان اپنی گردنیں کٹوا رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے والد حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کا نور تھے اور حضور اکرم ﷺ اللہ کے نور ہیں......... حضرت یوسفؑ زنان مصر اور اہل مصر کے محبوب تھے......... اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اپنا محبوب بنا کر ساری مخلوق پر آپ کی محبت و الفت کو فرض کر دیا جس پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر 20 گواہ ہے، یہ ہی نہیں بلکہ آپ کی اطاعت کرنے والے کو اپنا محبوب بنایا اور اطاعت کو شرط محبت قرار دیا......... حضرت عائشہؓ حضور انور ﷺ کی اس محبوبیت پر نازاں تھیں، آپ فرماتی ہیں کہ حضرت یوسفؑ کے حسن پر تو مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹے، میرے یوسف کو دیکھو جس کے حسن و جمال پر عرب کے جوان اپنی گردنیں کٹوا رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ''حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال اس جہاں کی خلقت اور حسن و جمال کی قسم میں نہیں ہے ان کا جمال بہشتیوں کے جمال کے حسن سے ہے۔''

دوسری جگہ فرماتے ہیں ''حضرت یوسفؑ اس صباحت اور حسن و جمال کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے حضرت یعقوبؑ کے محبوب ہوئے لیکن ہمارے پیغمبر ﷺ اس ملاحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے خالق ارض وسما کے محبوب ہوئے اور زمین و آسمان کو آپ کے طفیل پیدا کیا گیا۔

اسی لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ''اگرچہ اس دنیا میں دو تہائی حسن حضرت یوسفؑ کے لئے مسلم ہے باقی تہائی حصہ سب میں تقسیم ہوا ہے لیکن اس عالم میں حسن صرف حسن محمدی ﷺ ہے اور جمال بھی صرف جمال محمدی ﷺ ہے کیونکہ آپ محبوب خدا جل سلطانہ ہیں۔ دوسرے حسینوں کو آپ کے حسن سے کیا نسبت؟''

یہی حسن و جمال تھا جس کی وجہ سے ایک روایت کے مطابق حضرت یوسفؑ اکثر اپنے منہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے تاکہ غیر عورتوں کی بدنگاہی سے محفوظ رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کی بدنگاہی، بدنگاہ کو تو متاثر کرتی ہی ہے لیکن نیک انسان پر بھی اثر انداز ہوتی ہے......... خواتین کے پردے کے حکم میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ وہ بدنگاہی سے محفوظ رہیں......... ان کا حسن و جمال، عفت و عصمت بھی محفوظ رہیں، خود بھی محفوظ رہیں اور دوسرے بھی محفوظ رہیں۔

آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسا حسین و جمیل انسان جب کسی کے سامنے آیا ہو گا تو اس کے دل پر کیا گزری ہو گی......... عزیز مصر عورتوں سے رغبت نہ رکھتا تھا اس کی بیوی زلیخا (راعیل) نے آپ کے دل کو لبھایا مگر آپ نے شباب و جوانی اور تنہائی کے باوجود اس کی طرف ایک آن نہ دیکھا، خدا کی پناہ مانگی اور اللہ کے حکم سے خود کو محفوظ رکھا اور اپنے کردار کی عظمت سے دنیا کے نوجوانوں کو ایک عظیم سبق عطا فرمایا۔

ترجمہ:

''اور جس عورت کے گھر میں تھا نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور دروازے بند کر دیے اور بولی ''آؤ تمہیں سے کہتی ہوں''......... (یوسف نے) کہا اللہ کی پناہ عزیز تو میرا مربی ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا، بیشک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔''

انسان اپنے نفس پر قابو پالے تو جہاں پر غالب آسکتا ہے، قابو نہ پا سکے تو سارے جہاں کا مظلوم و محکوم بن جاتا ہے۔ آزادی و غلام کا راز خود اسی کے اندر پوشیدہ ہے۔ حضرت یوسفؑ نے خود اپنے اوپر قابو پالیا۔ حسین و جمیل مصری عورتوں کو نظر بھر کے بھی نہ دیکھا، خلوتوں اور تنہائیوں کے باوجود زلیخا سے اپنا دامن بچالیا......... اللہ نے اس کا صلہ یہ دیا کہ غلام سے آقا بنا دیا، مصر کا بادشاہ بنا کر سارے مصریوں کو آپ کا غلام بنا دیا (اللہ اکبر) کہاں وہ تنہائیوں کی پاسداریاں کہاں یہ جلوتوں کی حکمرانیاں؟.........

کردار بلند ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور بلندیاں قدم چوم لیتی ہیں......... عین وقت پر حضرت یوسفؑ نے اللہ کی برہان، ملاحظہ کی......... قرآن سے قرآن کی تفسیر کی جائے تو آپ نے حضور اکرم ﷺ کا جمال جہان آرا دیکھا کیونکہ آپ ہی برہان رب ہیں (سورہ نساء آیت نمبر 175) قرآن نے یہی فرمایا کہ عین وقت پر ''برہان رب'' کا مشاہدہ فرمایا۔

ترجمہ:

''بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا (تقاضائے نفس) اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا (تقاضائے عصمت) اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا، ہم نے یوں ہی کیا اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک جو ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔''

حضور اکرم ﷺ کے صدقے میں حضرت آدمؑ کو معافی ملی اور دوسرے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو بلاؤں سے نجات ملی......... قدرت نہ پانا بھی برہان رب کہا جا سکتا ہے......... بحکم الٰہی عین وقت پر حضرت یوسفؑ نے کردار کی بے مثال پختگی کا مظاہرہ فرمایا......... کردار پختہ ہو تو انسان پختہ ہوتا ہے......... دانائی اور حکمت بھی اس پختگی کے تابع ہیں......... انسان پختہ ہو تو معاشرہ پختہ ہوتا ہے اور حکومت مضبوط ہوتی ہے......... کردار ناپختہ ہو تو انسان ناپختہ ہوتا ہے......... انسان ناپختہ ہو تو معاشرہ ناپختہ ہوتا ہے، سلطنت کمزور ہوتی ہے، اور رعیت پریشان حال......... ساری بات

انسان کی ہے......... حضرت یوسفؑ نے جس پختہ کردار کا مظاہرہ فرمایا، اس کی گواہی خود زلیخا اور راء و شرفاء مصر کی بیگمات نے دی......... اور خواتین سے بڑھ کر مرد کی عصمت و پاکدامنی کی گواہی کس کی ہوسکتی ہے؟......... حضرت یوسف کا پختہ کردار ہر انسان کے لئے نمونہ ہے، یہ نمونہ ایسا چمک رہا ہے جیسا اندھیری رات میں چاند چمکتا ہے۔ ہم جدید تہذیب پر ناز کرتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم عظیم تہذیبیں جنم لے کر اللہ کی نافرمانیوں کے نذر ہوگئیں......... سب سے بہتر تہذیب، تہذیب نفس ہے، حضور ﷺ نے اس طرف توجہ فرمائی اور ایک عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی جس سے انسانیت کو سکھ ملا، چین ملا......... بے شک کردار مضبوط ہو تو انسان غلامی سے شاہی کی طرف سفر کرتا ہے، کردار کمزور ہو تو شاہی سے غلامی کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔

ہاں تو ذکر تھا حضرت یوسف کی کردار کی پختگی اور زلیخا کی دعوت گناہ کا......... سات مقفل کمروں میں، ساتوں کمروں کی تنہائیوں میں اللہ نے بچایا......... حضرت یوسف گناہ سے منہ موڑ کر چلے تو خدا کی شان مقفل دروازے کھلتے چلے گئے......... پیچھے پیچھے زلیخا اور آگے آگے حضرت یوسف......... آخری کمرے سے نکلے تو اچانک عزیز مصر مکان میں داخل ہوا، دونوں کی مڈبھیڑ ہوگئی، زلیخا نے خود کو سنبھالا اچانک بات پلٹی اور بولی

ترجمہ:

''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتہ پیچھے سے چیر دیا اور دونوں کو عورت (زلیخا) کا خاوند (عزیز مصر) دروازے کے پاس ملا، کہنے لگی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری بیوی سے بدی چاہی؟......... اس کو قید کیا جائے یا دکھ کی مار ماری جائے۔''

حضرت یوسفؑ نے یہ الزام قبول کرنے سے انکار فرمایا مگر وزیر اعظم کی بیگم کے سامنے غلام کی بات کون سنتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اس الزام سے اپنی برات کی بات کی تو وزیر اعظم مصر نے پوچھا کہ کس طرح یقین کرلیا جائے تم خطا کار نہیں ہو، آپ نے فرمایا کہ ''یہ چار ماہ کا بچہ جو جھولے میں لیٹا ہوا ہے یہ میری عصمت کی گواہی دے گا'' وزیر اعظم نے کہا کہ ''تم مذاق کررہے ہو'' آپؑ نے فرمایا، پوچھ کے دیکھ لو'' اللہ قادر ہے کہ وہ اس کو بات کرنے والا بنا دے اور یہ میری بے گناہی کی گواہی دے دے'' وزیر اعظم مصر نے بچے سے پوچھا تو وہ فوراً بول اٹھا۔

ترجمہ:

(یوسف نے) کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورتوں کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی، اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کا کرتا پیچھے چاک ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے، پھر جب عزیز مصر نے اس کا کرتا پیچھے سے چرا ہوا دیکھا بولا یہ تم عورتوں کا چرتر ہے بیشک تمہارا چرتر بڑا ہے۔ (پھر یوسف سے کہا) تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بیشک تو خطا کاروں میں ہے۔''

.... سننے والے حیران رہ گئے......... حضور انور ﷺ کے حکم سے کنکریوں نے کلمہ پڑھا اور بھیڑیے نے حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دی......... ایسا ہی ایک معجزہ حضرت مریم علیہ السلام کے لئے ظاہر ہوا حضرت عیسیٰؑ نے گہوارے میں حضرت مریمؑ کی عصمت کی گواہی دی اور مستقبل میں ہونے والی بہت سی باتوں سے پردہ اٹھایا......... اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی شان دکھانے کے لئے ایسے ہی معجزات دکھاتا ہے......... حضرت ابراہیمؑ جس پتھر پر کھڑے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمارہے تھے، وہ پتھر جدھر آپ جاتے آپ کے ساتھ ساتھ چلتا، اوپر نیچے، دائیں، بائیں......... آج وہ پتھر باب کعبہ کے سامنے یادگار ہے......... حضرت موسیٰؑ نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے پھوٹ نکلے، دریا میں عصا مارا تو دائیں بائیں پانی کھڑا ہوگیا، شاہراہ بن گئی اور حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ساتھ چلتے گئے، فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا۔

حضرت ایوبؑ نے پیر مارا تو زمین سے ٹھنڈا میٹھا پانی ابل پڑا، پانی پیا اور نہائے تو برسوں کا مرض جاتا رہا، صحت مند و تندرست ہوگئے......... حضرت عیسیٰؑ نے مردوں کو زندہ کردیا، اندھوں کو بینا کردیا اور لاعلاج مریضوں کو اچھا کردیا۔ مٹی کے پرند پر پھونک ماری تو دوڑتے چلے آئے اللہ اکبر......... ان عجائبات و معجزات کے ظہور کے لئے اپنے پیاروں کا انتخاب کیا......... پیاروں کی بات بہت اونچی ہے......... اللہ تعالیٰ پیاروں کی بات اونچی کرے اور ہم نیچی کریں کیسی بدبختی اور بدنصیبی ہے......... اگر حضرت یوسف کے حق میں بڑے سے بڑا بھی کوئی گواہی دیتا تو کون مانتا، پھر ایسا رشتہ دار آتا بھی کہاں سے جو وزیر اعظم کی بیگم کے خلاف غلام کے حق میں گواہی دیتا......... بات وزیر اعظم کی بیگم کی تھی کسی عام عورت کی نہ تھی......... یہ بچہ جس نے حضرت یوسف کے حق میں گواہی دی زلیخا کے ماموں کا چار ماہ کا شیر خوار لڑکا تھا جو شاید پرورش کے لئے زلیخا نے لے لیا ہوگا کہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، شادی کے بعد عورتوں میں بالعموم اولاد کی شدید خواہش پیدا ہوجاتی ہے۔ کیونکہ عزیز مصر قوت سے محروم تھا اس لئے آئندہ بھی اولاد کی کوئی امید نہ تھی، بچہ سے دو کیل بھی ہوگئی، گھر میں بھی رونق ہوگئی۔ یہی بچہ تھا جو معجزانہ طور پر بول اٹھا اور زلیخا کا منہ بند ہوگیا۔ لیکن عورت تو عورت ہوتی ہے اس لئے اس نے وزیر اعظم کو مجبور کیا کہ اس کی بدنامی کا داغ دھونے کے لئے حضرت یوسفؑ کو کچھ عرصے کے لئے قید کردیا جائے، مگر بات عام ہوچکی تھی اور وزراء اور افسروں کی بیگمات زلیخا کو طعنے دینے لگی تھیں کہ غلام کو دل دے بیٹھی۔

ترجمہ

''اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز (مصر) کی بیوی نے اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں پیر گئی، ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں۔''

زلیخا کے علم میں جب یہ باتیں آئیں تو انہوں نے بیگمات کے لئے دعوت کا اہتمام کیا، مسندیں بچھائیں، تکیہ لگائے، دستر خوان بچھائے، بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے، پھل اور میوے سجائے، تمام بیگمات کو مسندوں پر بٹھایا، گوشت اور پھل کاٹنے کے لئے ہاتھوں میں چھریاں دے دیں یہ بیگمات کھانا شروع کرنے ہی والی تھیں کہ زلیخا نے حضرت

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اس الزام سے اپنی برات کی بات کی تو وزیر اعظم مصر نے پوچھا کہ کس طرح یقین کرلیا جائے تم خطا کار نہیں ہو، آپ نے فرمایا کہ ''یہ چار ماہ کا بچہ جو جھولے میں لیٹا ہوا ہے یہ میری عصمت کی گواہی دے گا'' وزیر اعظم نے کہا کہ ''تم مذاق کررہے ہو'' آپ نے فرمایا، پوچھ کے دیکھ لو'' اللہ قادر ہے کہ وہ اس کو بات کرنے والا بنا دے اور یہ میری بے گناہی کی گواہی دے دے'' وزیر اعظم مصر نے بچہ سے پوچھا تو وہ فوراً بول اٹھا۔

یوسف کو حکم دیا کہ ان بیگمات کے سامنے آجائیں، جب حضرت یوسف سامنے آئے تو وہ دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں، گوشت اور پھل کاٹنے کے لئے چھریاں کیا چلائیں ہوش و حواس تو پہلے ہی گم تھے اپنے ہی ہاتھ کاٹ ڈالے اور یک زبان کہنے لگیں کہ یہ آدمی نہیں یہ تو دل نواز و مہربان فرشتہ معلوم ہوتا ہے......... زلیخا بیگمات کو یہ بتانا چاہتی تھیں کہ یہ جوان ہی ایسا ہے جو دیکھتا ہے دل دے بیٹھتا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور؟

ترجمہ:

''تو جب زلیخا نے ان کا چرچا سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کیلئے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف سے کہا ان کے سامنے چلے جاؤ، جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کی خوب تعریف کی اور (مبہوت ہو کر پھلوں کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں اللہ کے لئے پاکی ہے، یہ آدمی نہیں یہ تو ایک معزز فرشتہ ہے'' :

ترجمہ:

زلیخا نے عورتوں سے کہا کہ یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے طعنے دیتی تھیں اور بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور بیشک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں پڑیں گے''

حضرت یوسف نے زرق برق کپڑوں میں ان بیگمات کو ایک آن نہ دیکھا، نیچے نظریں کئے کھڑے رہے، اس حیرت انگیز شرم و حیاء نے بیگمات کو اور حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت یوسف حسن و خوبصورتی میں تو فرشتہ معلوم ہو ہی رہے تھے مگر عفت و عصمت میں بھی آپ فرشتوں سے بڑھ کر نکلے، آپ نے خواتین پر اپنی پاک دامنی کا ایسا سکہ بٹھایا کہ ان کو زندگی بھر یاد رہا۔

زلیخا کی دعوت اور بیگمات کی حرکتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کا معاشرہ کچھ ہمارے معاشرے سے ملتا جلتا تھا جس کو اعلیٰ ترین طبقہ کہا جاتا ہے اس طبقہ میں خواتین کے کرتوت کچھ ایسے ہی سننے میں آتے ہیں چند سال پہلے جب پاکستان میں زنا کے لئے شرعی حدود نافذ کرنے کی باتیں ہونے لگیں تو ایک نواب صاحب کی بیگم نے بیساختہ فرمایا کہ اس طرح تو اعلیٰ طبقہ کی بہت سی خواتین رسوا ہو جائیں گی.......... شاید مصر میں بھی اس طرح کا معاشرہ ہوگا مگر کچھ حیا بھی تھی شاید اسی لئے حضرت یوسف کو قید خانے میں ڈالا گیا۔ حضرت یوسف نے دعوت گناہ قبول کرنے کے بجائے قید خانے کو پسند کیا اور دعا فرمائی۔

ترجمہ:

''یوسف نے عرض کی اے میرے رب! مجھے قید خانہ

زلیخا کی دعوت اور بیگمات کی حرکتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کا معاشرہ کچھ ہمارے معاشرے سے ملتا جلتا تھا جس کو اعلیٰ ترین طبقہ کہا جاتا ہے اس طبقہ میں خواتین کے کرتوت کچھ ایسے ہی سننے میں آتے ہیں چند سال پہلے جب پاکستان میں زنا کے لئے شرعی حدود نافذ کرنے کی باتیں ہونے لگیں تو ایک نواب صاحب کی بیگم نے بیساختہ فرمایا کہ اس طرح تو اعلیٰ طبقہ کی بہت سی خواتین رسوا ہو جائیں گی.......... شاید مصر میں بھی اس طرح کا معاشرہ ہوگا مگر کچھ حیا بھی تھی شاید اسی لئے حضرت یوسف کو قید خانے میں ڈالا گیا۔ حضرت یوسف نے دعوت گناہ قبول کرنے کے بجائے قید خانے کو پسند کیا اور دعا فرمائی۔

زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور ناداں بنوں گا''

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی اور ان عورتوں کے مکر سے آپ کو محفوظ رکھا۔ جب حضرت یوسف قید خانے میں داخل ہوئے تو وہاں آپ کو دو قیدی ملے یونا اور مجلت ایک مصر کے بادشاہ ریان بن ولید بن عملیقی کے باورچی خوانے کا مہتمم اور دوسرا بادشاہ کا ساتھی دونوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی اس جرم کی پاداش میں یہ دونوں قید کئے گئے.......... ان میں سے ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں وہاں ایک انگور کی بیل میں تین رس بھرے خوشے لگے ہیں، بادشاہ کا جام ہاتھ میں ہے اور وہ ان خوشوں سے رس نچوڑ رہا ہے اور دوسرے قیدی نے دیکھا کہ اس کے سر پر کچھ روٹیاں ہیں، جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔

ترجمہ:

''اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو جوان داخل ہوئے، ان میں ایک بولا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے کچھ پرندے کھاتے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بیشک ہم آپ کو نیکوکار سمجھتے ہیں''

ان دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف کو اپنے اپنے خواب سنائے اور تعبیر کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا، کافر و مشرک قیدیوں نے جب خواب کی تعبیر کے لئے آپ سے رجوع کیا تو آپ نے ان کی رغبت دیکھ کر فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے مستقبل تو مستقبل ابھی ابھی ہونے والی باتیں تمہیں بتاتا ہوں کون تمہارے تمہارے لئے کھانا لائے گا، کیا کھانا لائے گا اور کب کھانا لائے گا۔

ترجمہ:

''یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے، وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے بتاؤں گا، یہ ان علموں میں سے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے''

قرآن حکیم ایسی سچی، باتیں بھی پیش کرتا ہے جو عقل کے دائرے سے بہت بلند ہیں، ان کا ایک مقصد عقل کی بے بسی دکھانا اور وحی کی قدر و قیمت جتانا بھی ہے، جس کی طرف مشرق کے مشہور فلسفی ڈاکٹر اقبال نے اشارہ کیا ہے۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہ بر ظن و تخمین تو زبوں کار حیات
فکر بے نور ترا جذب عمل بے بنیاد
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تار حیات
خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر؟
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات

یہ اس لئے فرمایا کہ آگے چل کر کچھ مستقبل کے بارے میں بتایا جائے تو وہ اس میں شک و تردد نہ کریں.......... بعض حضرات انبیاء کے علوم غیبیہ کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ یہ علوم اللہ نے عطا فرمائے ہیں، علم غیب وہ علم ہے جس میں سارے علوم و فنون شامل ہیں، جب ہم ایک علم و فن کے عالم کو بہت بڑا عالم اور اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں اور کوئی سرکش و احمق طالب علم یہ نہیں کہتا، یہ تو عالم نہیں ہیں ان کو تو ان کے استاد نے پڑھایا ہے، یہ تو کچھ نہ جانتے تھے، تو پھر علم غیب کے بارے میں یہ کہہ کر انبیاء علیھم السلام کی تحقیر و تذلیل کرنا کہ ان کو اللہ نے پڑھایا ہے، خود بخود تو آیا نہیں، صرف نفس کی شرارت ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ اللہ نے ان کو پڑھایا ہے، ہم اپنے لائق استادوں پر فخر کرتے ہیں تو پھر ان پر کیوں نہ فخر کیا جائے جن کو اللہ نے پڑھایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو عقل سلیم عطا فرمائے اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ حضرت یوسف نے سچ فرمایا

ترجمہ:

''اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا، بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے''

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ظہور کے لئے اپنے پیاروں کو انتخاب فرمایا، کسی مغضوب و مردود کے ذریعے اپنی قدرت کا اظہار نہ فرمایا، خوب غور فرمائیں اور دل سے پوچھیں وہ کیا کہتا ہے یہ نکتہ اہل علم و انصاف کے لئے قابل غور و فکر ہے کافر و مشرک قیدیوں نے جب خواب کی تعبیر کے لئے آپ سے رجوع کیا تو آپ نے ان کی رغبت دیکھ کر تصور توحید پر گفتگو فرمائی.......... اس سے یہ نکتہ ملتا ہے کہ کافر و مشرک اور بدعقیدہ جب کسی عالم و عارف کی طرف متوجہ ہو تو ان کو ان سے بیزار نہ ہونا چاہئے بلکہ ان کی رغبت سے فائدہ اٹھا کر ان کو دین کی تبلیغ کرنا چاہئے، اس کو ہدایت کا راستہ دکھانا چاہئے۔ حضرت یوسفؑ نے ایک طرف یہ نہ چاہا کہ وہ قیدی کفر کی حالت میں سولی پر چڑھایا جائے اس لئے اسلام کی دعوت دی، دوسری طرف دربار شاہی کے ساتھی کو اسلام کی دعوت دے کر دربار میں تبلیغ اسلام کا راستہ کھولا تاکہ وہ ساتھی درباریوں کو دین اسلام کی دعوت دے اور آپ کی پیاری پیاری باتیں درباریوں کو بتائے۔ حضرت یوسف نے توحید پر دل پذیر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ:

''میں نے ان لوگوں کا دین نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہ لائے اور آخرت کے منکر ہیں۔ میں نے اپنے باپ دادا، ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا دین اختیار کیا۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں ہم پر اور سب لوگوں پر اللہ کا فضل ہے مگر ہم میں سے بہت سے لوگ شکر نہیں ادا کرتے اے قید خانے کے میرے دونوں ساتھیو! یہ تو بتاؤ، کیا الگ الگ پروردگار اچھا یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ تم جن بتوں کو پوجتے ہو ان کی کوئی حقیقت ہی نہیں وہ تو نرے نام ہی نام ہیں۔ یہ بت تو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لئے ہیں، کیا اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بت بھی پوجنے کے لائق ہیں؟ اللہ نے ان بتوں کی کوئی سند نہیں اتاری۔ بات یہ ہے کہ حکم تو اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو، یہ سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

اس تقریر کے بعد آپ نے دونوں قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتائی فرمایا۔

ترجمہ:

''اے قید خانوں کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو بادشاہ کو شراب پلائے گا رہا دوسرا تو وہ سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر کھائیں گے''

جب آپ خواب کی تعبیر بتا چکے تو انہوں نے کہا ہم مذاق کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ فیصلہ ہو چکا، جو ہم نے کہہ دیا ہو کر رہے گا۔ اللہ اکبر۔ گویا کہ مستقبل کا مشاہدہ فرما رہے تھے اور زمانہ سمٹ کر آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا ممکن ہے کہ وہ مذاق ہی کر رہے ہوں مگر کاملین کے منہ سے جو بات نکل جاتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے کہ تائید الٰہی شامل حال ہوتی ہے، کاملین کو ہلکا نہ سمجھنا چاہئے اور ان سے مذاق نہ کرنا چاہئے۔''

بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا جب قیدی رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں جانے لگا تو حضرت یوسف نے قیدی سے کہا جب بادشاہ کے پاس جاؤ تو موقع دیکھ کر ہمارا بھی ذکر کر دینا کہ ایک نیک کردار اور شریف النفس آدمی کو ظلماً قید میں ڈال رکھا ہے، قیدیوں کے ساتھ آپ کے حسن سلوک نے بھی قیدیوں میں آپ کو معزز و محترم بنا دیا تھا۔

ترجمہ:

''یوسف نے ان دونوں میں سے جسے سچا سمجھا اس سے کہا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کئی برس اور جیل خانے میں رہا''

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبوں کا کسی غیر کی طرف متوجہ ہونا اچھا نہیں معلوم ہوا۔ جو اس کا ہو گیا پھر غیر سے اس کو کیا کام؟۔ معالم التنزیل میں حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رب کریم نے حضرت جبرئیل کے ذریعے یہ پیغام بھجوایا کہ ''جب غیر کی طرف توجہ کی ہے تو ابھی اور ہم تم کو کچھ مدت قید رکھیں گے'' حضرت یوسف نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا ''رب کریم مجھ سے راضی تو ہے؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا ''راضی ہے'' حضرت یوسف نے فرمایا ''پھر کوئی پرواہ نہیں'' کی خدا کی شان وہ قیدی ذکر کرنا بھول گیا، حضرت یوسف پانچ برس تو پہلے ہی قید میں رہے تھے سات برس اور گزر گئے پھر اس قیدی کو یاد آیا اور اس نے بادشاہ سے آپ کا ذکر کیا جب حضرت یوسف کا قید سے نکلنا منظور ہوا تو شاہ مصر نے ایک عجیب خواب دیکھا اور اس نے ملک کے ساحروں اور کاہنوں کو خواب کی تعبیر بتانے کے لئے جمع کیا، انہوں نے کہا یہ پریشان خیالیاں ہیں اور ہمیں تو خواب کی تعبیر بتانی نہیں آتی

کیونکہ یہ قیدی بھی حضرت یوسف سے خواب کی تعبیر پوچھ چکا تھا اور وہ بالکل سچ ثابت ہوئی تو اب اس کو حضرت یوسف کا یاد دلانا یاد آیا اور اس نے موقع پاکر آپ کا ذکر کیا۔

ترجمہ:

''اور بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھیں سات گائیں، موٹی کہ انہیں سات دبلی گائے کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی.......... اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو.......... درباری بولے یہ تو پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر بتانا جانتے بھی نہیں.......... اور بولا وہ جوان جو دونوں سے بچا تھا اور ایک مدت بعد اسے یاد آیا (کہنے لگا) میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتاؤں گا مجھے (یوسف کے پاس) بھیجو''

بادشاہ نے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے قیدی کو قید خانہ بھیجا، اس قیدی نے حضرت یوسف کو ''اے سچے یوسف'' کہہ کر مخاطب کیا کیونکہ آپ اس کو قید خانے میں کھانے کے بارے میں تفصیلات بتا چکے تھے اور خواب کی جو تعبیر اس کو بتائی تھی وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو چکی تھی قیدی نے خواب بیان کیا اور آپ نے اس کی تعبیر بیان فرمائی۔

ترجمہ:

''(جب وہ جوان یوسف کے پاس آیا تو بولا) اے سچے یوسف! ہمیں تعبیر بتائیے سات موٹی گائیوں کی جنہیں سات دبلی کھاتی ہیں اور ہر بالیں اور دوسری سات سوکھی۔ آپ (تعبیر بتائیں گے تو) شاید میں ان لوگوں کے پاس واپس

جب آپ خواب کی تعبیر بتا چکے تو انہوں نے کہا ہم مذاق کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ فیصلہ ہو چکا، جو ہم نے کہہ دیا ہو کر رہے گا۔ اللہ اکبر۔ گویا کہ مستقبل کا مشاہدہ فرما رہے تھے اور زمانہ سمٹ کر آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا ممکن ہے کہ وہ مذاق ہی کر رہے ہوں مگر کاملین کے منہ سے جو بات نکل جاتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے کہ تائید الٰہی شامل حال ہوتی ہے، کاملین کو ہلکا نہ سمجھنا چاہئے اور ان سے مذاق نہ کرنا چاہئے۔''

جاؤں اور ان کو تعبیر معلوم ہو۔ (یوسف نے) کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگا تار تو جو کاٹو تو اسے اسکی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا (نکال لو) جتنا کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات کرے برس آئیں گے کہ (سب لوگ) کھا جائیں گے جو ان کے لئے پہلے جمع کر رکھا تھا، مگر تھوڑا جو بچا لو پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں بارشیں ہوں گی اور اس میں (لوگ) نچوڑیں گے (یعنی خوب بہار آئے گی۔

قیدی نے جا کر یہ تعبیر بتائی تو بادشاہ کے دل کو لگی اور تعبیر ہی سے اس نے آپ کی خداداد ذکاوت و ذہانت کا اندازہ لگا لیا، فوراً رہائی کا حکم جاری کیا اور قیدی کو واپس قید خانے بھیجا اور دربار آنے کی دعوت دی۔

لیکن چونکہ سات برس پہلے زلیخا اور بیگمات کا حادثہ پیش آ چکا تھا اس لئے حضرت یوسفؑ نے دربار میں آنے سے پہلے اس واقعہ کی صفائی چاہی تا کہ سب پر کھل جائے کہ غلط الزام لگا کر آپ کو قید کیا گیا تھا اور آپ کا دامن صاف تھا۔

حضرت یوسف چونکہ منصب نبوت و رسالت پر فائز ہو چکے تھے اس لئے آپ نے صفائی چاہی تا کہ کار تبلیغ متاثر نہ ہو اور سب کو معلوم ہو جائے کہ آپ کا دامن بے داغ ہے، کوئی انگلی نہ اٹھا سکے اور مستقل سیدھا راستہ اور صاف ہو جائے اس سے آپ کے کمال تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ بادشاہ نے تمام عورتوں کو دربار میں جمع کیا اور ان سے اس واقعہ کے بارے میں باز پرس کی جس کو بارہ برس گزر چکے تھے، زلیخا اور ساری بیگمات دربار میں موجود تھیں، عجب منظر تھا سب نے کہا کہ ہم ہی قصوروار تھے یوسف کا دامن پاک تھا۔

ترجمہ:

''اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لاؤ۔ تو جب یوسف کے پاس ایلچی آیا (اور بادشاہ کی طرف دعوت دی) تو (یوسفؑ نے کہا) کہ اپنے رب (بادشاہ) کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے؟ بے شک میرا رب ان کے فریب جانتا ہے۔ (بادشاہ نے ان عورتوں کو بلایا اور) کہا کہ تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا؟۔ بولیں اللہ کو پاکی ہے؛ ہم نے ان میں کوئی برائی نہ پائی۔ عزیز مصر کی عورت بولی، اب اصل بات کھل گئی میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تھا اور وہ بے شک سچے ہیں۔ یوسف نے کہا یہ میں نے اس لئے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہ کی اور اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔''

حضور اکرم ﷺ نے حضرت یوسفؑ کی اس صبر و تحمل کی (کہ معاملہ کی صفائی تک قید میں رہنا پسند فرمایا) تعریف کرتے ہوئے از راہ خوش طبعی فرمایا ''اس موقع پر اگر میں ہوتا تو بادشاہ کے قاصد کے ساتھ شاید فوراً چلا جاتا اور عورتوں کے مکر و فریب کی صفائی تک قید خانے میں نہ رہتا'' اس میں ایک راز یہ بھی ہے کہ حضور انور ﷺ کی عادت شریف عفو و درگزر کی تھی کیونکہ رب کریم نے آپ کو ہدایت کی تھی خذ العفو (درگزر کی عادت ڈالو!) آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ حضرت یوسف کے عمل سے ان کا دامن تو بے داغ ہو گیا لیکن سر دربار نہ صرف زلیخا بلکہ دوسری مصری عورتوں کو بھی اقبال جرم کرنا پڑا

> ''اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لاؤ۔ تو جب یوسف کے پاس ایلچی آیا (اور بادشاہ کی طرف دعوت دی) تو (یوسفؑ نے کہا) کہ اپنے رب (بادشاہ) کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے؟ بے شک میرا رب ان کے فریب جانتا ہے۔ (بادشاہ نے ان عورتوں کو بلایا اور) کہا کہ تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا؟۔ بولیں اللہ کو پاکی ہے، ہم نے ان میں کوئی برائی نہ پائی۔ عزیز مصر کی عورت بولی، اب اصل بات کھل گئی میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تھا اور وہ بے شک سچے ہیں۔ یوسف نے کہا یہ میں نے اس لئے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہ کی اور اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔''

اور ندامت اٹھانی پڑی، یہ بات حضور انور ﷺ کے مزاج عالی کے خلاف تھی، آپ تو دوسروں کے لئے خود تکلیف اٹھانا پسند فرماتے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے الزام سے بری ہوئے بغیر بادشاہ کے دربار میں جانے سے پہلے ایک طرف تو یہ بتایا کہ تقویٰ کے مقابلہ میں جاہ و حشمت کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہ تھی دوسری طرف یہ اشارہ ملتا ہے کہ مجرم تو مجرم اگر کسی پر جھوٹا الزام بھی ہو تو اس کو الزام سے بری ہوئے بغیر کوئی اہم منصب قبول نہیں کرنا چاہئے، بادشاہ ہو، وزیر ہو، امیر ہو، اس کا کردار بے داغ ہونا چاہئے ورنہ وہ کسی منصب کے لائق نہیں ہمارے معاشرے میں زانی، شرابی، قاتل، ظالم خائن، بدکردار، اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے ہیں، یہ لوگ کام کر نہیں سکتے جو ایک نیک کردار انسان کر سکتا ہے۔ اعلیٰ عہدوں کے لئے نیکی اور پاکی بہت ضروری ہے۔

ترجمہ:

''اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے لئے چن لوں۔ پھر یوسف سے بات کی تو کہا بے شک آج ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں یوسف نے کہا، مجھے زمین کے خزانوں پر لگا دیں، بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں''

انسان اپنے حال سے سب سے زیادہ باخبر ہے اس لئے دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس منصب کو خلوص دل سے قبول کیا جائے جس کو بخوبی نباہ سکتا ہو اور وہ بھی جب کوئی منصب پیش کیا جائے، لائق اور قابل نہ ہوتے ہوئے کسی منصب کی خواہش ظاہر کرنا خیانت اور بددیانتی ہے خصوصاً جبکہ کوئی پیشکش بھی نہ ہو، اور جائز و ناجائز طریقوں سے اس کے لئے کوشش کرنا سراسر حرام ہے۔......حضرت یوسف نے بادشاہ کے پوچھنے پر منصب کی اس وقت خواہش کی جب ان کو یقین تھا کہ وہ اس منصب کو بخوبی نباہ سکتے ہیں، آپ نے عہدہ طلب نہیں فرمایا، بادشاہ کے پوچھنے پر اپنی پسند کا شعبہ ضرور بتایا اس سے آپ کے کمال دیانت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپ نے ثابت کر دیا کہ شام و مصر میں کوئی آپ جیسا قابل و لائق نہ تھا۔

المختصر یوسف علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنے عمل سے دور جدید کی Appointing Authorities کو بتایا اگر کسی کو اہم منصب پر فائز کرنا ہو تو پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ لائق ہے یا نہیں، خائن تو نہیں؟ کیونکہ خائن امانت داری کا حق ادا نہیں کر سکتا......ساری ابتری خائن کی خیانت سے ہوتی ہے اور خیانت کا تصور بہت ہی وسیع ہے......آنکھ کی خیانت، زبان کی خیانت، خیال کی خیانت، اختیار کی خیانت، مال کی خیانت، جان کی خیانت وغیرہ وغیرہ۔

جب شاہ مصر نے حضرت یوسفؑ کی شرافت و نجابت، دیانت و امانت، ریاضت و عبادت، عصمت و عفت، ہمدردی و غمخواری کا حال سنا تو اس کے دل میں آپ کی عظمت بیٹھ گئی

اور اس نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں اور شاہانہ ساز و سامان اور نفیس لباس دے کر قید خانہ بھیجی تا کہ حضرت یوسفؑ کو تعظیم و تکریم کے ساتھ دربار شاہی میں لایا جائے .... ان حضرات نے حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کا پیغام پہنچایا .... چونکہ آپ الزام سے پاک ہو چکے تھے اور زنان مصر نے شاہی دربار میں اپنے قصور اور حضرت یوسفؑ کی عصمت و پاک دامنی کا اعتراف کر لیا تھا اس لئے آپ نے بادشاہ کی دعوت قبول فرمائی ....

قید خانے سے چلتے وقت قیدیوں کے لئے دعا فرمائی پھر باہر آ کر غسل فرمایا، شاہی پوشاک زیب تن فرمائی اور معززین و مقربین کے ساتھ ایوان شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچے تو فرمایا

''میرا رب مجھے کافی ہے اس کی پناہ میں، اس کی ثنا برتر اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں''

پھر آپ قلعہ میں داخل ہوئے اور دربار سے ہی جب آپ بادشاہ کے سامنے پہنچے تو یہ دعا فرمائی۔

''یارب تیرے فضل سے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی بھلائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں''

جب بادشاہ سے نظر ملی تو آپ نے عربی میں سلام کیا .... بادشاہ نے دریافت کیا .... یہ کون سی زبان ہے .... فرمایا میرے جد محترم حضرت اسماعیل کی زبان ہے .... پھر آپ نے اس کو عبرانی زبان میں دعا دی .... یہ میرے بھائی کی زبان ہے .... بادشاہ نہ عربی سمجھ سکا، نہ عبرانی، باوجودیکہ وہ ستر زبانیں جانتا تھا .... پھر جس زبان میں اس نے گفتگو کی آپ نے اسی زبان میں اس کو جواب دیا .... اس وقت آپ کی عمر شریف 37,36 سال کی ہوگی .... یہ وسعت علم دیکھ کر بادشاہ حیران ہوا اور سامنے آپ کو تخت شاہی پر اپنے برابر جگہ دی .... آپ نے بادشاہ کے خواب کی تفصیل بھی بیان کر دی، حالانکہ آپ کے سامنے خواب مجملاً بیان کیا گیا تھا .... بادشاہ نے کہا کہ خواب تو عجیب ہے مگر آپ کا اس کی تفصیل بتانا عجیب تر ہے .... بادشاہ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے .... پھر بادشاہ نے خواب کی تعبیر بتانے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا۔

''لازم یہ ہے کہ غلہ جمع کیا جائے اور ان فراخی کے سات سالوں میں کثرت سے کاشت کرائی جائے .... اس غلہ کو مع بالوں کے محفوظ رکھا جائے، رعایا کی پیداوار میں سے خمس لیا جائے اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر اور مصر کے باہر کے باشندوں کے لئے کافی ہوگا، پھر خلق خدا آپ کے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور آپ کے ہاں اتنے خزانے جمع ہوں گے جو آپ سے پہلوں کے لئے جمع نہیں ہوئے۔''

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے یہ نہ فرمایا کہ جن سالوں میں قحط کا یقین ہے ان کے لئے آس پڑوس یا دور دراز ممالک سے غلے یا قرضوں کا انتظام کیا جائے .... آپ نے خارجی انتظام کے مقابلے میں داخلی انتظام کو ترجیح دی، خوشحالی کے سالوں میں خوب کاشت کا حکم دیا، ہم خوشحالی میں بے خبر رہتے ہیں۔ بدحالی میں ہوشیار ہوتے ہیں .... آدمی بھی موجود، زمین بھی موجود، پانی بھی موجود، سب نعمتوں کو ہم سرخ فیتے کی نظر کر دیتے ہیں اور سا کی چکی میں سب کو پیستے رہتے ہیں ہم نے حقیقتوں کو فسانوں میں گم کر دیا۔

ہمیں حضرت یوسفؑ کی اقتصادی حکمت عملی سے سبق لینا چاہئے۔

اسلام میں شدید مجبوری کے سوا قرض لینے کی سخت ممانعت ہے، خصوصاً سودی قرضہ کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ طلب و سوال سے انسان کی داخلی اور خارجی قوتیں مضمحل ہو کر مردہ ہو جاتی ہیں اور وہ نکما ہوتا چلا جاتا ہے اس لئے حضور انورﷺ نے فرمایا

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں''

غور فرمائیں حضور انورﷺ نے کیسی غیرت و حمیت کا سبق سکھایا ہے جب افراد باغیرت ہوں گے تو قوم بھی باغیرت ہوگی، دنیا میں عزت و عظمت باغیرت قوموں ہی کے لئے ہے۔

ہندوستان کے مشہور بزرگ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ دہلی سے اپنے مرشد کریم شہور معروف بزرگ بابا فرید الدین گنج شکر کے پاس پاک پٹن شریف (پاکستان) حاضر ہوئے ایک روز مرشد نے مرید سے دال پکوائی، گھر میں نمک نہ تھا مگر جب مرشد کے سامنے دال پیش کی گئی تو اس میں نمک تھا، آپ نے مرید سے پوچھا کہ نمک کہاں سے آیا؟ .... مرید نے عرض کیا، بنیے سے مانگ کر ڈال دیا .... بابا فرید الدین گنج شکر نے جو کچھ فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا۔

''فقیر مر جاتا ہے مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا'' .... اللہ اکبر .... اگر غیرت پیدا ہو جائے تو انسان زندہ ہو جاتا ہے .... غیرت نہ ہو تو زندہ بھی مردہ ہے .... غیرت کی تربیت ہر مربی پر فرض ہے .... ایک مرتبہ مانگنے کی عادت ہو جائے تو کبھی نہیں چھٹتی اسی لئے حضور انورﷺ نے ہماری عادتوں کو سنوارا اور مانگنے اور سوال کرنے سے منع فرمایا۔

بہرحال عرض یہ کر رہا تھا کہ جب بادشاہ کو آپ نے خواب کی تعبیر بتائی تو بادشاہ نے کہا آپ سے زیادہ اس کا اور کون مستحق ہو سکتا ہے؟ .... چنانچہ اس نے وزیر اعظم مصر کو معطل کر کے ملک کے خزانوں کا آپ کو مالک بنا دیا۔

ترجمہ:

''اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے، اور ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکیوں کا رنگ ضائع نہیں کرتے اور بے شک آخرت کا ثواب ان کے لئے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے''

وزیر اعظم کو شاید اس لئے معزول کیا گیا کہ اس نے حضرت یوسفؑ کو بے گناہ ہوتے ہوئے بھی زلیخا کی آن کی خاطر برسوں قید خانہ میں رکھا حالانکہ شیر خوار بچے کی گواہی سے اس کو بالکل یقین ہو گیا تھا کہ آپ بے گناہ ہیں لیکن چونکہ آپ غلام تھے اس لئے بے گناہ ہوتے ہوئے بھی آپ ظلم کا شکار ہوئے .... اس جدید دنیا میں بھی ہزاروں لاکھوں اس قسم کے مظالم کا شکار ہوتے رہتے ہیں .... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے ابتدائی سات سالوں کے اندر ہی حضرت یوسفؑ کی شاندار کارکردگی سے متاثر ہو کر بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو دربار شاہی میں بلایا، آپ کی تاج پوشی کی، تلوار اور مہر آپ کے سامنے پیش کی آپ کے سر پر تاج رکھا، اور آپ کو جواہرات سے مرصع، طائی تخت شاہی، پر تخت نشین کیا، اپنا ملک آپ کے سپرد کیا اور خود آپ کی رعیت میں شامل ہو گیا اللہ اکبر .... بادشاہ آپ کے رائے میں کبھی دخل نہ دیتا اور آپ کے ہر حکم کو مانتا۔ اسی زمانے میں وزیر اعظم مصر قطفیر مصری کا انتقال ہو گیا، بادشاہ نے وزیر اعظم کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسفؑ کے ساتھ کر دیا، اب حضرت زلیخا پستیوں سے نکل کر بلندیوں تک پہنچ چکی تھیں اور حضرت یوسفؑ کے حرم میں داخل ہو کر اللہ کے نبی کی رفیقہ حیات بن چکی تھیں۔

گاہ بحیلہ می برد، گاہ بزور میکشد
عشق کی ابتداء عجب، عشق کی انتہاء عجب

حضرت زلیخا سے حضرت یوسفؑ کے دو بیٹے ہوئے، افرائیم اور میشا ....

مصر میں حضرت یوسفؑ کی حکومت مضبوط ہوئی آپ نے عدل کی بنیادیں قائم کیں، ہر مرد و زن کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی اور آپ نے قحط کے ایام میں غلہ جمع کرنے کی تدبیر فرمائی اس کے لئے بڑے عالیشان انبار خانے تعمیر فرمائے اور کثیر ذخائر جمع کئے جب فراخی کے سال گزر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو آپ نے بادشاہ اور اس کے خدام کے لئے روزانہ ایک وقت کا کھانا مقرر فرمایا .... ایک روز دوپہر میں بادشاہ نے حضرت یوسفؑ سے بھوک کی شکایت کی تو آپ

نے فرمایا ابھی تو یہ قحط کی ابتداء کا وقت ہے......... پہلے سال جو لوگوں کے پاس ذخیرے تھے ختم ہو گئے، بازار خالی ہو گئے اہل مصر حضرت یوسف سے جنس خریدنے لگے اور ان کے تمام درہم و دینار آپ کے پاس آ گئے......... دوسرے سال لوگوں نے زیورات و جواہرات دے کر غلہ خریدا اور وہ تمام زر و جواہر آپ کے پاس آ گئے، کسی کے پاس کسی قسم کا زیور اور جواہرات نہ رہے......... تیسرے سال لوگوں نے چوپائے اور جانور دے کر غلہ خریدا اور ملک میں کوئی کسی جانور کا مالک نہ رہا......... چوتھے سال میں غلے کے لئے لوگوں نے غلام اور باندیاں بیچ دالیں......... پانچویں سال تمام اراضی اور جاگیریں فروخت کر کے آپ سے غلہ خریدا......... اس طرح سے تمام چیزیں حضرت یوسف کے پاس پہنچ گئیں.........

چھٹے سال جب کچھ نہ رہا تو لوگوں نے اپنی املاک بیچیں اور غلہ خرید کر وقت گزارا......... ساتویں سال وہ لوگ خود بک گئے اور غلام بن گئے اور مصر میں کوئی آزاد مرد و عورت باقی نہ رہا، جو مرد تھا وہ حضرت یوسف کا غلام تھا اور جو عورت تھی وہ حضرت یوسف کی کنیز تھی اور لوگوں کی زبان پر تھا کہ حضرت یوسف کی جلالت و عظمت کسی بادشاہ کو میسر نہ آئی......... حضرت یوسف نے بادشاہ سے کہا کہ اللہ کا مجھ پر کیسا کرم ہے اس نے مجھ پر ایسا عظیم احسان فرمایا یعنی اہل مصر کی تمام اموال، املاک اور جاگیریں آپ کے قبضے میں آ گئیں اور تمام مصر والوں کو آپ کا غلام بنا دیا تا کہ کوئی مصری یہ نہ کہہ سکے آپ تو ہمارے غلام تھے......... حضرت یوسف نے بادشاہ سے پوچھا کہ ان لوگوں کے حق میں تمہاری کیا رائے ہے؟......... بادشاہ نے حضرت یوسف سے کہا......... ''جو آپ کی رائے ہے وہ میری رائے ہے، ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں''

آپ نے جو کچھ فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے......... آپ نے فرمایا۔

''میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور آپ کو گواہ کرتا ہوں میں نے تمام اہل مصر کو آزاد کیا اور ان کی تمام املاک اور کل جاگیریں واپس کیں'' (اللہ اکبر)

حضرت یوسف کی اس دریا دلی سے آپ کی حقیقی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا ہے......... قحط کے زمانے میں حضرت یوسف نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا تناول نہ فرمایا، آپ سے عرض کیا گیا کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہو کر آپ بھوکے کیوں رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا

''اس اندیشے سے نہیں کھاتا کہ سیر ہو جاؤں تو کہیں قوم کو نہ بھول جاؤں'' (اللہ اکبر)

پورے ملک کا مالک ہوتے ہوئے بھی بھوکی رعیت کا اتنا خیال......... جدید سلطنتوں کی بے غیرتی کا حال یہ ہے کہ رعیت کا مال کھاتے ہیں، رعیت ہی پر غراتے ہیں اور رعیت کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتے۔

جس زمانے میں قحط پڑا حضرت یوسف بادشاہ ہوتے ہوئے بھی اپنے سامنے غلہ تقسیم فرماتے......... تقسیم کا کام معمولی سمجھ کر خدام، ملازمین اور نوکروں پر نہ چھوڑا، کسی کو ایک اونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے تا کہ مساوات قائم رہے......... قحط کا اثر جب کنعان میں پہنچا، جو حضرت یوسف کا وطن تھا تو حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف سے چھوٹے بیٹے بنیامین کو روک لیا اور دس بیٹوں کو غلے لینے کے لئے بھیجا۔

چنانچہ یہ قافلہ غلہ لینے کے لئے کنعان سے مصر روانہ ہوا......... حضرت یوسف کو کنوئیں میں ڈالنے سے اب تقریباً چالیس سال کا زمانہ گزر چکا تھا اور بھائیوں کا یہ خیال تھا کہ شاید آپ انتقال کر چکے......... آپ تقریباً تیرہ برس کی عمر میں گھر سے نکلے تھے، تقریباً بارہ برس وزیر اعظم مصر کے پاس رہے اور تقریباً بارہ برس قید خانہ میں رہے۔ تقریباً 36 برس کی عمر میں وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوئے، سات برس خوشحالی کا دور رہا، حضرت یوسفؑ کی عمر شریف 43,42 سال کی ہو چکی ہو گی، جب یہ بھائی غلہ لینے مصر آئے......... مصری خریدار کے ہاتھوں غلام کی زنجیروں میں جکڑنے والے بھائیوں کو یہ وہم و گمان تک نہ تھا جس بھائی کو غلام بنا کر بیچا گیا تھا وہ اب آقاؤں کا آقا بن چکا ہے......... سارا مصر اس کا غلام بن چکا ہے اور وہ تخت سلطنت پر شاہانہ انداز کے ساتھ جلوہ افروز ہے اس لئے انہوں نے آپ کو نہ پہچانا اور آپ سے عبرانی زبان میں گفتگو کی، آپ نے بھی اسی زبان میں جواب دیا......... آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟......... انہوں نے عرض کیا......... ہم شام کے رہنے والے ہیں جس مصیبت میں دنیا مبتلا ہے اس مصیبت میں ہم بھی مبتلا ہیں آپ سے غلہ خریدنے آئے ہیں......... حضرت یوسف نے فرمایا......... تم جاسوس تو نہیں ہو......... انہوں نے کہا .... ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں، جاسوس نہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ہمارے والد بہت بزرگ اور معمر ہیں، ان کا نام یعقوبؑ ہے، وہ اللہ کے نبی ہیں......... آپ نے فرمایا تم کتنے بھائی ہو؟......... کہنے لگے......... ہیں تو ہم بارہ بھائی مگر ہمارا ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تھا، ہلاک ہو گیا اور وہ والد صاحب کو ہم سے زیادہ پیارا تھا، فرمایا اب تم کتنے بھائی ہو؟......... عرض کیا دس بھائی......... فرمایا......... گیارہواں بھائی کہاں ہے؟......... کہا وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ جو بھائی ہلاک ہو گیا وہ اس کا حقیقی بھائی تھا، اب والد صاحب کو اسی سے کچھ تسکین ہوتی ہے......... حضرت یوسف نے ان بھائیوں کی بہت عزت کی اور بہت خاطر مدارات سے ان کی میزبانی فرمائی، سب کو ایک ایک اونٹ بوجھ غلہ دیا اور عزت سے روانہ کیا اور فرمایا اپنے گیارہویں بھائی بنیامین کو بھی لے کر آنا۔

ترجمہ:

''اور یوسف کے بھائی آئے تو یوسف کے پاس حاضر ہوئے، یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ اس سے انجان رہے۔ اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا (یوسف نے کہا) اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لاؤ، کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں بے شک بہتر مہمان نواز ہوں۔ پھر اگر اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو تمہارے لئے میرے یہاں ناپ (غلہ) نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا۔ بولے ہم اس کے باپ سے اس کی درخواست کریں گے، اور یہ کام ہمیں ضرور کرنا ہے۔ یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا کہ یہ ان کی پونجی کو ان کی خورجیوں میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں''

بھائیوں نے غلہ کے لئے جو رقم دی تھی حضرت یوسفؑ نے وہ بھی غلہ کے ساتھ ہی غلہ میں رکوا دی تا کہ جب گھر جا کر غلہ انڈیلیں تو رقم دیکھ کر خوش ہو جائیں ذوق و شوق سے جلد واپس آئیں......... چنانچہ ان بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ سے عرض کیا، اب کے بنیامین کو بھی ساتھ کر دیں تا کہ ایک بوجھ اونٹ اور زیادہ آ جائے، انہوں نے وہ رقم بھی دکھائی جو حضرت یوسفؑ نے غلہ کے ساتھ رکھ دی تھی اور کہا بادشاہ کتنا مہربان ہے کہ ہماری رقم بھی ہم کو واپس کر دی......... آپ نے فرمایا کہ تم نے پہلے بھی اس کے بھائی کو ہلاک کر دیا تھا کہیں اس کو ہلاک نہ کر دینا انہوں نے قسم کھائی تب آپ نے جانے کی اجازت دی۔

بھائیوں نے غلہ کے لئے جو رقم دی تھی حضرت یوسفؑ نے وہ بھی غلہ کے ساتھ ہی غلہ میں رکوادی تا کہ جب گھر جا کر غلہ انڈیلیں تو رقم دیکھ کر خوش ہو جائیں ذوق وشوق سے جلد واپس آئیں .... چنانچہ ان بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ سے عرض کیا، اب کے بنیامین کو بھی ساتھ کر دیں تا کہ ایک بوجھ اونٹ اور زیادہ آ جائے، انہوں نے وہ رقم بھی دکھائی جو حضرت یوسفؑ نے غلہ کے ساتھ رکھ دی تھی اور کہا بادشاہ کتنا مہربان ہے کہ ہماری رقم بھی ہم کو واپس کر دی .... آپ نے فرمایا کہ تم نے پہلے بھی اس کے بھائی کو ہلاک کر دیا تھا کہیں اس کو ہلاک نہ کر دینا انہوں نے قسم کھائی تب آپ نے جانے کی اجازت دی۔

ترجمہ:

''پھر وہ جب اپنے باپ کی طرف لوٹ گئے، کہنے لگے، اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ (یعقوب نے کہا) کہ کیا اس کے بارے میں تم پر ایسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا؟ تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ تو جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو پھیر دی گئی ہے، بولے اے ہمارے باپ! اب ہم اور کیا چاہیں کہ ہماری پونجی ہمیں واپس کر دی گئی اور ہم اپنے گھر کے لئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں۔ (یعقوب نے) کہا میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دو کہ تم اسے واپس لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ .... پھر جب انہوں نے حضرت یعقوب کو عہد دے دیا کہا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کر رہے ہیں''

برادران یوسف کی تعداد کا پہلے پھیرے میں اہل مصر کو علم ہو گیا تھا کہ یہ گیارہ بھائی ہیں اس لئے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا .... شہر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا کہیں نظر نہ لگ جائے۔

ترجمہ:

''(یعقوب نے) کہا اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا، الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا اور جب وہ داخل ہوئے جیسے ان کے باپ نے حکم دیا تھا، جو کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا، ہاں یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اللہ لوگ نہیں جانتے (اور نبیوں کو اپنا جیسا سمجھتے ہیں)

اولاد کیسی ہی سرکش و ناخلف ہو والدین کو پیار آ ہی جاتا ہے نظر لگنے والی بات بے حقیقت نہیں، حدیث کی کتابوں میں ٹوک اور نظر لگنے کا تفصیل سے ذکر آیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ نے یہاں تک فرمایا

''کہ اگر دنیا میں کوئی چیز قضا وقدر پر غالب آ سکتی تو ٹوک ایسی تیز چیز ہے جو قضا وقدر پر غالب آ سکتی تھی''

مسلم شریف، ترمذی شریف وموطا امام مالک میں حضور انور ﷺ نے نظر وٹوک اتارنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا ہے .... اصل میں ٹوک ونظر ایک نفسیاتی حقیقت ہے جو عام طور پر مشاہدے میں آتی ہے، یہ کوئی وہم وخیال نہیں، پھر اس کی تصدیق یعقوبؑ جیسے نبی کی اس تدبیر سے بھی ہوتی ہے توکل کے ساتھ تدبیر عین ہی شریعت ہے مگر تدبیر ہی میں لگے رہنا اور اللہ کے فضل سے غافل رہنا بدنصیبی ہے .... نظر کی بات اس مثال سے بھی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ محدب شیشے جب سورج کے سامنے کرتے ہیں اور ایک خاص زاویہ سے اس کی شعاعیں سیاہ کپڑے پر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ کپڑے سے دھواں اٹھنے لگتا ہے اور وہ جلنے لگتا ہے۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضرور سمجھتا ہوں کہ حضرت یوسفؑ نے شاہی میں فقیری کی .... اور بادشاہ کا طلائی کٹورا جو دربار سے کبھی باہر نہ گیا ہوگا اس کو غلہ ناپنے کا پیمانہ بنا کر یہ بتا دیا کہ بادشاہ اور حاکم اعلیٰ رعیت کی خدمت کے لئے ہیں، عیش کرنے کے لئے نہیں اور اس کٹورے کی بادشاہ سے زیادہ رعیت مستحق ہے .... اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ کے محبوبوں کی نظر میں زر وجواہرات اور ٹھیکریاں سب برابر ہیں کیونکہ یہ سب اللہ کی نظر میں ہیچ ہیں .... حضرت یوسفؑ کے ہر عمل سے ہمیں ایک عظیم سبق ملتا ہے۔

برادران یوسف جب بنیامین کو لے کر مصر پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے عزت واحترام اور شفقت کے ساتھ ان کے قیام کا انتظام کیا اور حکم دیا دو دو بھائیوں کو ایک مکان میں اتارو .... جب پانچ مکانوں میں دس بھائی مقیم ہو گئے تو گیارہواں بھائی بنیامین اکیلا رہ گیا اور بہت رنجیدہ ہوا .... حضرت یوسفؑ نے فرمایا تم میرے پاس رہو اس حکمت سے حضرت یوسفؑ کو بنیامین کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع میسر آ گیا .... بنیامین بہت خوش ہوئے، آپ نے بڑی شفقت ومحبت سے ان کو اپنے پاس رکھا پھر اللہ نے آپ کو ایک تدبیر بتائی جس پر عمل کر کے آپ نے بنیامین کو اپنے پاس مستقل روک لیا۔

حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو ماضی اور حال کی ساری باتیں بتا دیں بنیامین بہت خوش ہوئے کہ آج عرصہ دراز کے بعد ان کو اپنے بھائی کی رفاقت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ملاتا ہے جب چاہتا ہے جدا کر دیتا ہے۔

ترجمہ:

''اور یہ کہی وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا''

حضرت یوسفؑ نے جس حیلہ سے اللہ کے حکم سے بنیامین کو اپنے پاس رکھا اس کا پس منظر یہ ہے کہ ملک مصر کے قانون کے تحت چور اگر چوری کرتا تھا تو اس کی سزا یہ تھی کہ چوری کے مال سے دوگنا مال چور سے وصول کیا جاتا .... اور ملک شام کا قانون یہ تھا کہ چور اگر چوری کرتا تو چوری کے عوض چور کو ایک سال تک روکے رکھا جا سکتا تھا ....

حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو اپنے پاس روک رکھنے کے لئے اللہ کے حکم سے یہ تدبیر فرمائی اور بنیامین کو بتا دیا .... جب سب بھائیوں کے اونٹوں پر غلہ لادا جا چکا تو بادشاہ نے غلہ ناپنے والا پیمانہ جو در اصل بادشاہ کے پانی پینے کا سونے یا چاندی کا کٹورا تھا جو جواہرات سے مزین نہایت نفیس قیمتی پیمانہ تھا .... یہ پیمانہ بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا گیا۔

ترجمہ:

''پھر جب ان کا سامان مہیا کر دیا، پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا، پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی، اے قافلہ! بے شک تم چور ہو، برادران یوسف اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کیا چیز گم ہو گئی؟ بولے، بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا جو اس کو تلاش کرے گا (اس کا انعام) ایک اونٹ بوجھ اور میں اس کا ضامن ہوں۔ (برادران یوسف) بولے تمہیں تو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں (سرکاری لوگ) بولے پھر کیا سزا ہے چور کی اگر تم جھوٹے نکلے؟ (برادران)

یوسف بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں سے ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے ، ہمارے یہاں غلاموں کی یہی سزا ہے''

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضرور سمجھتا ہوں کہ حضرت یوسف نے شاہی میں فقیری کی.......... اور بادشاہ کا طلائی کٹورا جو دربار سے کبھی باہر نہ گیا ہوگا اس کو غلہ ناپنے کا پیمانہ بنا کر یہ بتا دیا کہ بادشاہ اور حاکم اعلیٰ رعیت کی خدمت کے لئے ہیں، عیش کرنے کے لئے نہیں اور اس کٹورے کی بادشاہ سے زیادہ رعیت مستحق ہے.......... اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ کے محبوبوں کی نظر میں زر و جواہرات اور ٹھیکریاں سب برابر ہیں کیونکہ یہ سب اللہ کی نظر میں ہیچ ہیں.......... حضرت یوسف کے ہر عمل سے ہمیں ایک عظیم سبق ملتا ہے۔

ہاں تو ذکر تھا بنیامین کی خورجی میں پیمانہ رکھنے کا..........

جب بھائیوں کا یہ قافلہ کچھ دور نکلا تو غلہ ناپنے والے نے اچانک دیکھا کہ پیمانہ گم ہے، وہ پریشان ہوگیا اور اس نے آواز لگائی.......... اے قافلہ والو.......... بادشاہ کا پیمانہ گم ہوگیا ہے۔ چنانچہ قافلہ رک گیا اور تلاشی شروع ہوئی.......... بھائیوں نے چوری سے انکار کیا.......... حضرت یوسف نے فرمایا ''جس کے پاس سے یہ پیمانہ نکلے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ برادران یوسف نے کہا اس کو اپنے پاس روک رکھیں.......... چنانچہ جب تلاش کرنے والے نے تلاش کرتے کرتے بنیامین کے اونٹ تک پہنچے اور ان کی خورجی کی تلاشی لی تو شاہی پیمانہ ان کی خورجی سے نکلا.......... بنیامین کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ پیمانہ ان کی خورجی میں رکھا گیا ہے اور حضرت یوسف نے پہلے ہی ان سے اجازت لے لی تھی کیونکہ یہ حیلہ بہت ہی نیک مقصد کے لئے اختیار کیا گیا تھا، اس سے کسی کو نقصان پہنچانا مقصود نہ تھا بلکہ انجام کار دشمنوں کو بنانا اور والدین کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا مقصود تھا.......... یہ حیلہ اللہ نے بتایا چنانچہ فرمایا۔

ترجمہ:

''ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی''

بہرحال جب بنیامین پر چوری کا الزام آیا تو برادران یوسف نے کہا کہ ہم تو چور نہیں شاید اس نے چرا لیا ہو اس کا بھائی بھی چور تھا.......... حضرت یوسف یہ سن کر خاموش رہے۔

ترجمہ:

''تو اول (برادران یوسف) کی خرجیوں کی تلاشی شروع کی، اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا، ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی (مصر کے) بادشاہی قانون میں اسے اجازت نہ تھی کہ (چوری کے بدلے) اپنے بھائی کو روک رکھے مگر یہ کہ خدا چاہے۔ ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ بھائی بولے اگر اس نے چوری کی ہے تو بے شک اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی، جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بتاتے ہو۔''

چوری کا اشارہ حضرت یوسف کی طرف تھا اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت اسحاقؑ کا ایک کمر بند بطور تبرک چلا آ رہا تھا جو بڑی اولاد کے پاس رہتا تھا چنانچہ یہ کمر بند حضرت یعقوبؑ کی بڑی بہن کے پاس تھا یعنی حضرت یوسف کی پھوپھی کے پاس کیونکہ حضرت یوسف کی والدہ بچپن میں فوت ہوگئی تھیں اس لئے حضرت یعقوبؑ نے بہن کو دے دیا تھا اور انہوں نے آپ کو پالا تھا.......... ایک تو آپ کی پھوپھی تھیں اور پھر آپ نے پالا بھی تھا اس لئے حضرت یوسف سے آپ کو بے پناہ محبت ہوگئی تھی.......... جب حضرت یوسف کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوبؑ نے اپنی بہن سے واپس لینا چاہا،

حضرت یوسف نے روک لیا.......... بھائیوں نے بہت الحاح وزاری کی اور کہا کہ بنیامین کے کسی اور بھائی کو رکھ لیں مگر حضرت یوسف نے بھائیوں کے قول کے مطابق عمل کیا اور بنیامین ہی کو روک لیا۔

ترجمہ:

''بھائی بولے اے عزیز! اس کے ایک باپ ہیں بڑے بوڑھے، تم ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں (یوسف نے) کہا خدا کی پناہ کہ ہم کسی اور کو لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا (اگر کسی اور کو لیا تو) جب تک ہم ظالم ہوں گے''

اس واقعہ نے روبیل نامی بھائی کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے کہا.......... کیا تم اپنے باپ سے وعدہ کر کے نہیں آئے تھے کہ ہم بحفاظت اس کو واپس لائیں گے؟ اس لئے تم جاؤ میں نہیں جاؤں گا، یہیں مصر میں رہوں گا.......... چنانچہ روبیل مصر ہی میں رہے۔

ترجمہ:

''تو اول (برادران یوسف) کی خرجیوں کی تلاشی شروع کی، اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا، ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی (مصر کے) بادشاہی قانون میں اسے اجازت نہ تھی کہ (چوری کے بدلے) اپنے بھائی کو روک رکھے مگر یہ کہ خدا چاہے۔ ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ بھائی بولے اگر اس نے چوری کی ہے تو بے شک اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی، جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بتاتے ہو۔''

بہن کو حضرت یوسف کی جدائی گوارا نہ تھی اس لئے انہوں نے اس حیلہ سے ایک سال اور آپ کو اپنے پاس رکھ لیا.......... وہ مقدس کمر بند حضرت یوسف کی کمر میں باندھ دیا اور مشہور کر دیا کہ کمر بند گم ہو گیا، تلاش شروع ہوئی تو وہ کمر بند حضرت یوسف کی کمر میں بندھا ہوا تھا نکلا چنانچہ ملک شام کے قانون کے مطابق اس بہانے سے آپ کی پھوپھی نے آپ کو ایک سال اور رکھ لیا.......... برادرن یوسف نے آپ کی طرف چوری کا جو اشارہ کیا وہ یہی تھا۔ ایک اور روایت یہ ہے حضرت یوسف کے نانا کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے حضرت یوسف کو بچپن ہی سے بت پرستی سے سخت نفرت تھی چنانچہ حضرت یوسف نے وہ بت اٹھا لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہیں غلاظت کے اندر ڈال دیا.......... حقیقت میں یہ چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی کا مٹانا تھا، حضرت یوسف نے اپنے پردادا حضرت ابراہیمؑ کی سنت پر عمل فرمایا جنہوں نے بت خانہ میں جا کر بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ برادران یوسف کا اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے.......... بہرحال بنیامین کو

پھر اس سے ناامید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے۔
ان کا بڑا بھائی بولا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا؟ اور اس سے پہلے تم نے یوسف کے بارے میں کیا خطا کی تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ یہاں تک کہ میرے باپ مجھے فرمائیں یا اللہ حکم دے اور اس کا حکم سب سے بہتر ہے.......... اپنے باپ کی طرف لوٹ کر جاؤ اور پھر عرض کرو، اے ہمارے باپ بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے جس میں تھے اور اس قافلے سے جس میں ہم آئے اور ہم بیشک سچے ہیں۔

اور باقی نو بھائی غلہ لے کر کنعان چلے گئے اور کنعان پہنچ کر حضرت یعقوبؑ کو اس سانحہ کی خبر سنائی اور سارا واقعہ بیان کیا.......... حضرت یعقوبؑ بنیامین کی جدائی پر صبر کر لیا جس طرح حضرت یوسف کی جدائی پر صبر فرمایا تھا اور فرمایا۔

ترجمہ:

''(یعقوب نے) کہا تمہارے جی نے یہ بہانہ بنایا ہے، تو اچھا صبر ہے، امید ہے اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے۔ بے شک وہی علم وحکمت والا ہے۔''

حضرت یعقوبؑ نے شدت غم میں برادران یوسف سے منہ پھیر لیا، روتے رہے مگر مایوس نہ ہوئے اور بیٹوں سے فرمایا۔ جاؤ بھائیوں کو تلاش کرو میں اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔

ترجمہ:

''(یعقوب نے) ان سے منہ پھیرا اور کہا، ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور سارے کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا........ بیٹے بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کے گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔ (یعقوب نے) کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کی بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ''

چنانچہ یہ سب بھائی تیسری بار پھر مصر آئے........ ان کے پاس تھوڑی بہت پونجی تھی، مسکینی کا عالم تھا کھوٹے سکے لے کر آئے جن کو کوئی تاجر قبول نہ کرتا........ جب یہ بھائی مصر پہنچے اور حضرت یوسفؑ کے سامنے آئے اور یہ عرض کیا کہ ہم یہ تھوڑی بہت پونجی لائے ہیں آپ اس کے عوض غلہ بھی دیں اور کچھ صدقہ و خیرات بھی کریں........ حضرت یوسفؑ مسکرانے لگے اور فرمایا یوسف کا کیا حال ہے؟........ آپ کی دانتوں کی چمک دیکھ کر برادران یوسف پہچان گئے اور کہا........ کیا سچ مچ تم یوسف ہی ہو؟........ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے اپنے سر سے تاج اتار کر اپنی پیشانی کا تل بھی انہیں دکھایا اس سے وہ آپ کو پہچان گئے اور بہت نادم و شرمسار ہوئے اور حضرت یوسفؑ کی فضیلت کو دل سے تسلیم کیا........ حضرت یوسف نے پے در پے بے وفائیوں کے باوجود حیرت انگیز دریا دلی کا مظاہرہ فرمایا اور سب بھائیوں کو معاف کر دیا۔

ترجمہ:

''پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے۔ بولے۔ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی اور بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں اور آپ ہمیں پورا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔ (یوسف نے کہا) کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ جب تم نادان تھے۔ بولے کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں؟ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی۔ بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا، بے شک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا، بولے بے شک خدا نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے (یوسف نے) کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کر دے اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔''

اس موقع پر حضرت یوسفؑ نے ماضی کے تلخ ترین واقعات کو نہ یاد دلایا نہ طنز و لعن طعن کیا، اس طرح درگزر فرمایا گویا کہ یہ واقعات ہوئے ہی نہ تھے........ اور قرآن حکیم کی اس ہدایت پر عمل فرما کر دنیا کو حیران کر دیا۔ اور حضور انور ﷺ کی سنت پر اس وقت عمل فرمایا جب آپ دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے۔

ترجمہ:

''اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی، اے سننے والے! برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جب کہ گہرا دوست اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑا نصیبے والا۔''

اللہ نے پہلے ہی آپ کو بتا دیا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم اپنے بھائیوں کے کرتوت ان کو جتاؤ گے۔

ترجمہ:

''اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتائے گا ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔''

حضرت یوسفؑ نے تو اپنے گیارہ بھائیوں کو معاف فرمایا لیکن حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام برادران وطن کو معاف کر دیا........ یہ عظیم مثالیں ہمارے سامنے ہیں، ہم کو ان مثالوں کو سامنے رکھ کر عفو و درگزر کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے، عفو و درگزر ہی سے اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو سکتی ہے........ لیکن صورتحال یہ ہے کہ خانقاہوں میں، مسجدوں میں، مدرسوں میں، بازاروں میں، شہروں میں، گھروں میں، فساد ہی فساد ہے، سب آپس میں دست بگریبان ہیں........

حضرت یوسفؑ نے ان بھائیوں کو معاف فرمایا جو آپ کی عزت و ناموس اور جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے........ حضور اکرم ﷺ نے بھی جان کے پیاسوں کو معاف فرما کر اپنا جانثار بنایا........ کیا یہ نمونہ ہمارے لئے کافی نہیں؟........ حضرت یوسفؑ نے سچ فرمایا........ نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے........ ہم نفس کے جنجال میں پھنسے ہوئے ہیں، ہمیں اس جنجال سے نکل جانا چاہئے، ہمت کی ضرورت ہے، حوصلہ کی ضرورت ہے، کچھ کر گزرنے کی ضرورت ہے........ حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت یوسف نے اس خاتون کو جو سارے شہر میں آپ کی بدنامی کا سبب بنیں اپنی رفیقہ حیات بنا کر یہ بتا دیا کہ صلاح اور فلاح معاف کرنے ہی کے اندر ہے........ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

ترجمہ:

اور بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں''

ہاں جب راز کھل گیا تو حضرت یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کے لئے اپنی قمیض بھیجی........ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنت کی یہ وہی ریشمی قمیض تھی جو جبرئیل حضرت ابراہیم کیلئے لائے تھے اور آگ میں ڈالنے سے پہلے آپ کو پہنادی تھی، پھر یہ قمیض حضرت اسماعیل سے حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوبؑ کو ملی۔

حضرت یوسفؑ نے یہ قمیض اپنے بھائیوں کو دی اور فرمایا کہ والد ماجد کے چہرے پر ڈالنا بینائی آ جائے گی........ حضرت یوسفؑ کو یقین تھا کہ چہرے پر قمیض ڈالتے ہی حضرت یعقوبؑ کی بے نور آنکھوں میں نور آ جائے گا۔

ترجمہ:

''میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے باپ کے منہ پر ڈالو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لاؤ۔ جب قافلہ مصر سے نکلا تو یہاں اس کے باپ نے کہا، بے شک یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھیا گیا ہے۔ بیٹے بولے، خدا کی قسم آپ اپنی اس پرانی خودرفتگی میں ہیں۔ پھر جب خوشی سنانے والا (یہودا) آیا، اس نے وہ کرتا یعقوبؑ کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اس میں شک نہیں جو کپڑے یا جو چیز بھی اللہ کے محبوبوں کے جسم سے مس ہو جائے وہ بھی فیض سے خالی نہیں ہوتی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے مبارک جسموں سے مس ہونے والی چیزوں کو یہ منزلت حاصل ہوئی کہ ان تبرکات کو لکڑی کے صندوق میں محفوظ کر دیا گیا جس کو تابوت سکینہ کہا جاتا تھا۔ یہ صندوق جہاں جاتا اپنی برکتیں ساتھ لے کر جاتا اور اس کو اللہ کے فرشتے اٹھاتے تھے........ حضرت ابراہیمؑ سے مس ہونے والے پتھر کو یہ عزت ملی کہ وہ بیت اللہ شریف کے دروازے کے بالکل سامنے رکھا گیا، اس کو چھ ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا لیکن یہ محفوظ چلا آ رہا ہے........ حضرت جبرئیل کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے مس ہونے والی خاک کو یہ شان ہے اس میں سے زندگی کے چشمے ابل رہے تھے، سامری نے اس خاک کو دھات کے بنے ہوئے بچھڑے میں ڈالا تو وہ بولنے لگا........ حضرت اسماعیلؑ کے مبارک قدموں سے مس ہونے والی زمین سے پانی ابل پڑا، یہی پانی جس کو زم زم

شریف کہا جاتا ہے دنیا کے گوشے گوشے میں بطور تبرک لے جایا جاتا ہے...... ہزاروں سال ہو گئے ، ختم نہیں ہوتا...... حضرت ایوبؑ کے مبارک قدموں کے ضرب سے زمین سے ٹھنڈا پانی ابل پڑا۔ قرآن کریم میں ایسے بہت سے تبرکات اور معجزات کا ذکر ہے...... اللہ تعالیٰ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں...... ان تبرکات کا کیا مقصود ہے اوران معجزات میں کیا حکمت ہے؟...... مقصد و حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہمارا دل اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوبوں سے بھی وابستہ رہے...... اللہ کو دیکھا نہیں ان کو دیکھ کر ہم کو اللہ کی عظمت وقدرت کا صحیح احساس وادراک ہوتا ہے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ محبوب و غیر محبوب برابر نہیں...... یہی احساس ایمان کو جلا دیتا ہے اور دنیا میں ہی بے آسرا انسانوں کو آسرا مہیا کرتا ہے اور ایمان کو قائم و دائم رکھتا ہے۔

بہرحال عرض کرنا تھا کہ جب حضرت یوسفؑ نے اپنی قمیض عطا فرمائی اور لے جانے کا حکم دیا تو حضرت یوسفؑ کے بھائی یہودا نے یہ سعادت حاصل کی، وہ قافلے کے آگے آگے حضرت یوسفؑ کی قمیض اٹھائے دوڑے چلے جا رہے تھے انہوں نے کہا۔

بھائی حضرت یوسفؑ کی خون بھری قمیض بھی میں ہی لے کر گیا تھا، میں نے ہی اپنے والد صاحب کو موت کی خبر سنائی تھی، میں نے ہی ان کو غمگین کیا تھا...... آج یہ قمیض بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور اپنے بھائی یوسفؑ کی زندگی کی خوشخبری بھی میں ہی سناؤں گا...... اور یہودا خوشی اور مسرت میں برہنہ سر اور برہنہ پا اسی لگن میں دوڑتے دوڑتے آئے، راستے میں کھانے کے لئے دو روٹیاں ساتھ لائے تھے، فرط مسرت میں وہ بھی پوری نہ کھا سکے کیونکہ انتہائی خوشی اور شدت غم سے انسان کی بھوک اڑ جاتی ہے۔

قمیض لے کر قافلہ جس وقت مصر سے روانہ ہوا تو آٹھ دن کے فاصلے کی راہ سے خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوا اس قمیض کی خوشبو لے کر اڑی اور حضرت یعقوبؑ تک اس کو پہنچایا...... یہودا ابھی قمیض لے کر نہیں پہنچے تھے کہ حضرت یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے...... انہوں نے کہا...... آپ تو یوسف کے عشق میں از خود رفتہ ہوئے چلے جا رہے ہیں...... اس واقعے سے محسوس ہوتا ہے کہ برادران یوسف جب تیسری بار غلہ لینے اور حضرت یوسف اور بنیامین کی تلاش میں نکلے تو شاید سب بھائی نہیں گئے تھے بلکہ کچھ بھائی گھر میں رہ گئے تھے انہی سے حضرت یعقوبؑ نے اپنے دل کی بات کہی ہو گی مگر ان بھائیوں کو نہیں معلوم تھا کہ راز کھل چکا ہے اور ان کا منصوبہ خاک میں مل چکا ہے، غروب ہونے والا آفتاب پھر طلوع ہو چکا ہے اور نصف النہار تک پہنچ چکا ہے...... اندھیریاں چھٹ چکی ہیں ہر طرف اجالا ہی اجالا ہو چکا ہے...... یہودا جب حضرت یوسفؑ کی قمیض لے کر گھر پہنچے اور یعقوبؑ کی آنکھوں پر ڈالا تو چھ برس کی گئی ہوئی بینائی آن کی آن میں لوٹ آئی...... محبت ہی میں بینائی گئی تھی محبت ہی میں آگئی، بس فراق و وصال کا فرق ہے، یہ حضرت یوسفؑ کا معجزہ تھا...... وہ تخت شاہی پر جلوہ فرما ہونے سے پہلے ہی منصب نبوت پر فائز ہو چکے تھے...... حضرت یعقوبؑ دونوں بیٹوں کی خبر پا کر کتنے خوش ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے بیٹوں کی جدائی کا غم کھایا ہو، جس کا دل فراق اور جدائی کی انگاروں پر لوٹا ہو، جس نے سچی محبت کا مزا چکھا ہو...... حضرت یعقوبؑ کی بینائی آ گئی تو انہوں نے یہودا سے پہلا سوال یہ کیا۔

یوسف کا کیا حال ہے؟

یہودا نے جواب دیا! ''وہ مصر کے بادشاہ ہیں''

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا ''میں بادشاہت کو کیا کروں تم نے اس کو کس دین پر چھوڑا''

''دین اسلام پر چھوڑا''

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا ''اب نعمت پوری ہوگئی''

حضرت یعقوبؑ کو جدائی کا غم تو تھا ہی مگر اب یہ بھی غم دامن گیر ہو گیا کہ مصر کے لوگ بت پرست تھے کہیں وہ حضرت یوسفؑ کی عقائد پر اثر انداز نہ ہوئے ہوں خصوصاً بادشاہت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد، جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ دین اسلام پر فائز ہیں بلکہ منصب رسالت ونبوت پر فائز ہیں تو آپ کو بے انتہاء خوشی ہوئی...... قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کے ملنے اوران کے منصب شاہی پر فائز ہونے کی کچھ فکر نہ تھی فکر تھی تو دین وایمان کی، بے شک اولوالعزم حضرات کی نظر میں بادشاہت کی کوئی قدر و قیمت نہیں، ان کی نظر میں دین وایمان ہی سب کچھ ہے...... یہ ہے تو سب کچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے التجا کی کہ ان کے گناہوں کی تلافی کے لئے پروردگار عالم کے حضور بخشش کی دعا کی جائے...... حضرت یوسف جب تک مصر نہ پہنچے بیٹوں کی بخشش کی دعا نہ کی، پھر مصر پہنچ کر جمعہ کی رات یا فجر میں نماز تہجد کے بعد قبلہ رو ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پیچھے بٹھایا ان کے پیچھے سب بیٹوں کو پھر دعا فرمائی، سب آمین کہتے رہے۔

ترجمہ:

''(یعقوب نے) کہا، میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شان معلوم ہے جو تم نہیں جانتے...... (بیٹے) بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بے شک ہم خطاوار ہیں (یعقوب نے کہا) جلد تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا ہے۔''

چنانچہ حضرت یوسفؑ نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوبؑ اور تمام اہل وعیال کو بلانے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ دو سواریاں اور بہت سا ساز و سامان بھیجا، حضرت یعقوبؑ نے اپنے تمام بیٹوں اور تمام اہل وعیال کو جمع کیا، روانگی کی تیاریاں شروع کیں، آپ کے اہل وعیال کی کل تعداد بہتر تہتر نفوس پر مشتمل تھی یا ایک سو کے اندر اندر...... اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ برکت عطا فرمائی کہ ان کی نسل اتنی بڑھی کہ جب حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بنی اسرائیل (یعنی اولاد یعقوب) مصر سے نکلی تو چھ لاکھ سے زیادہ تھی باوجودیکہ حضرت موسیٰؑ کا زمانہ حضرت یعقوبؑ سے صرف چار سو سال پہلے کا ہے۔

مختصر یہ جب حضرت یعقوبؑ مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسفؑ جواب مصر کے بادشاہ تھے سابق شاہ مصر ریان بن ولید عملیقی، سرداروں اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ لے کر والد ماجد کے استقبال کے لئے سینکڑوں ریشمی پھریری اڑاتے اور قطار باندھے روانہ ہوئے، حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے (یہ یہودا وہی بیٹے ہیں جو حضرت یوسفؑ کی خون آلود قمیض اپنے والد کے پاس لے کر گئے تھے پھر یہی حضرت یوسفؑ کی معجزاتی قمیض لے کر گئے جس کو حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالا گیا تو ان کی بے نور آنکھیں روشن ہو گئیں) جب حضرت یعقوبؑ کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ نے دیکھا کہ صحرا زرق برق سواروں سے پٹا پڑا ہے، فرمایا! اے یہودا! کیا یہ فرعون مصر ہے جس کا لشکر اس شان و شوکت سے آ رہا ہے؟...... عرض کیا گیا نہیں یہ حضرت کے فرزند یوسف ہیں حضرت جبرئیل نے آپ کو متعجب دیکھ کر عرض کیا، ہوا کی طرف توجہ فرمائیے آپ کی خوشی میں ملائکہ حاضر ہوئے ہیں جو مدتوں آپ کے غم میں روتے رہے ملائکہ کی تسبیح، گھوڑوں کے ہنہنانے اور طبل و بگل کی آوازوں نے عجب سماں باندھ دیا تھا...... آج محرم الحرام کی دس تاریخ تھی...... جب حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ قریب ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے سلام کرنے کا ارادہ کیا، حضرت جبرئیل نے عرض کیا، آپ توقف کیجئے اور والد ماجد کو سلام میں پہلے کرنے دیجئے چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔

''اے غموں کو مٹانے والے تم پر سلامتی ہو''

حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ نے سواریوں سے اتر کر معانقہ کیا خوب روئے، پر اس مزین اور شاہی خیمے میں

داخل ہوئے جو پہلے ہی سے آپ کے استقبال کے لئے نصب کر رکھا تھا۔ حضرت یوسفؑ نے اتنے طویل عرصے جدائی کے بعد ملاقات کے وقت ماضی کی تلخ باتیں نہیں سنائیں کہ بھائیوں نے کس طرح مارا پیٹا، کنوئیں میں ڈالا، قافلہ والوں کے ہاتھ فروخت کیا، پھر بازار مصر پر فروخت کیا گیا، الزام لگایا گیا، قید میں ڈالا گیا وغیرہ وغیرہ بلکہ آپ نے پچھلی باتیں درگزر فرما کر ہنسی خوشی باتیں کیں، اس سے آپ کے کمال تحمل و بردباری کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہرحال یہ داخلہ حدود مصر میں تھا، پھر جب شہر کی حدود میں داخل ہوئے اور حضرت یوسفؑ معہ اپنے والد ماجد حضرت یعقوبؑ اور بھائیوں کے قافلہ میں داخل ہوئے اور حضرت یوسفؑ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے، تخت پر اپنے والد محترم اور بھائیوں کو بٹھایا، سب کے سب حضرت یوسفؑ کے آگے جھک گئے اور سجدہ تعظیمی بجالائے۔

ترجمہ:

''پھر وہ سب جب یوسف کے پاس پہنچے تو (یوسف نے) اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لئے سجدہ میں گرے (تو یوسف) نے کہا اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو دیہات سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی، بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔''

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک سجدہ تعظیمی جائز تھا پھر شریعت محمدی میں حرام قرار پایا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں لوگوں کو سجدہ تعظیم کرتے پایا...... جب واپس لوٹے تو آپ نے حضور ﷺ کو سجدہ تعظیم کیا، حضور انور ﷺ کے استفسار پر بتایا کہ ملک شام کے لوگ ایسا کرتے ہیں...... حضور انور ﷺ نے منع فرمایا...... پچھلی شریعتوں میں بجائے سلام سجدہ تعظیمی جائز تھا پھر منسوخ کر دیا گیا ہے...... مشہور و معروف عالم مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ نے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر بہت ہی محققانہ مقالہ لکھا ہے (جس کا اکثر اہل علم کو پتا نہیں، یہ قابل مطالعہ بھی اور لائق اشاعت بھی)

تعظیم اسلامی معاشرہ کی ایک عظیم علامت ہے...... انبیاء کی تعظیم، اولیاء اللہ کی تعظیم، اولی الامر کی تعظیم، والدین کی تعظیم...... قرآن کریم میں تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے، مغربی دنیا نے اسلامی تصور کی نفی کی، انبیاء کی شان میں بے ادب کیا، اہل اللہ سے بیزار کیا، اولیاء اللہ سے بغاوت سکھائی، بزرگوں کی نافرمانی پر آمادہ کیا اور والدین کا نافرمان بنایا...... فکر و خیال کی یہ جنگ ایک دو صدیوں سے جاری ہے، شاید ہمیں اس کا احساس نہیں...... حضرت یوسفؑ کے بھائیوں اور والدین کا جھکنا اولی الامر کی تعظیم کی نشاندہی کرتا ہے، ایسے اولی الامر جو امانت داری اور رعیت کی پرورش میں مخلص ہوں، اللہ اور رسول کے نافرمان نہ ہوں، حضرت یوسفؑ کا والدین کی عزت کرنا والدین کی تکریم کی نشاندہی کرتا...... یہ اسلامی شعائر ہیں اسی سے معاشرے میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے اور اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے، بے ادبی سرکشی اور بغاوت سے معاشرہ بد سے بدتر ہوتا چلا جاتا ہے، خواہ ظاہری طور پر وہ کتنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہو، اندر سے دیمک لگ چکی ہوتی ہے، جہاں سب بے چین رہتے ہیں، کسی کو چین نصیب نہیں ہوتا۔

جب حضرت یوسفؑ تخت شاہی پر جلوہ فرما ہو چکے اور سب نے آپ کے حضور سجدہ تعظیم کر لیا تو آپ نے فرمایا۔

''ابا جان! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا، بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا بھائیوں میں جدائی کے بعد آپ سب کو دیہات سے لا کر شہر میں آباد کیا، بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کرے، بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔ اے میرے رب! تو نے مجھے سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے باتیں بتانے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کام بنانے والا ہے۔ مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب کے لائق ہیں''

حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ اور بھائیوں کے ملک شام کے دیہات کنعان سے نقل مکانی کر کے شہر میں آباد کئے جانے کو اللہ کا احسان قرار دیا، اس سے معلوم ہوا کہ شہریوں کو دیہاتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے فرمایا۔

ترجمہ:

''اور ہم نے جتنے رسول تم سے پہلے بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے رہنے والے تھے''

حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ دیہاتیوں، جنات اور عورتوں میں سے کبھی کوئی نبی نہیں کیا گیا، دیہات میں نبی بھیجا بھی تو اس کو شہر میں لا کر آباد کیا۔

حضور اکرم ﷺ کے طرز عمل سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے آپ شہریوں کو نماز میں پہلی صف میں کھڑا کرتے اور دیہاتیوں کو دوسری تیسری صف میں اس طرح آپ نے شہریوں کو دیہاتیوں کا مربی بنایا اور اپنے عمل سے یہ بتایا کہ شہریوں کو چاہئے کہ دیہاتیوں کی تربیت کریں اور ان کے احوال سے غافل نہ ہوں بالعموم شہری متمدن، مہذب اور تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، غیر متمدن اور غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ افراد کو متمدن، مہذب اور تعلیم یافتہ افراد پر فوقیت دینا غیر فطری بھی ہے اور غیر معقول بھی، اسلام دین فطرت ہے، اور عقل و حکمت کا دین بھی...... حضور ﷺ نے شہریوں کو دیہاتیوں کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار بنایا، اس لئے ان کو بے خبر نہ رہنا چاہئے...... ساری خرابی خود غرضی اور نفس پرستی سے پیدا ہوتی ہے۔

حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ کے پاس مصر میں نہایت ہی عیش و آرام کے ساتھ چوبیس سال رہے...... وصال کے قریب آپ نے یوسفؑ کو وصیت کی کہ آپ کی میت ملک شام لے جا کر بیت المقدس میں آپ کے والد حضرت اسحاقؑ کی قبر شریف کے پاس دفن کی جائے، اس وصیت کی تعمیل کی گئی...... وصال کے بعد آپ کا جسد اطہر لکڑی کے تابوت میں بیت المقدس لایا گیا، اسی وقت آپ کے بھائی عیص کی بھی وفات ہو گئی، چنانچہ دونوں بھائیوں کو ساتھ ہی دفن کیا گیا، دونوں کی ولادت بھی ساتھ ہوئی تھی، دونوں کی عمریں ایک سو بیالیس سال تھیں...... جب حضرت یوسفؑ اپنے والد ماجد کو دفن کر کے مصر واپس لوٹے تو آپ نے دعا فرمائی۔

ترجمہ:

''اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔ آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا و آخرت میں میرا کام بنانے والا ہے۔ مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ (یعنی حضور انور ﷺ سے...... معراج میں یہ آرزو بھی پوری ہوئی)

حضرت یوسفؑ اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد تیئس سال دنیا میں رہے اس کے بعد آپ نے وصال فرمایا...... اہل مصر کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ اس کے محلے میں آپ کی تدفین ہو، آخر یہ طے پایا کہ آپ کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ آپ کے تابوت سے چھونے والا پانی سارے اہل مصر کو سیراب کرتا رہے چنانچہ آپ کو سنگ خارا یا سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دریا میں دفن کر دیا گیا۔ چار سو برس دریائے نیل میں آپ کی قبر شریف رہی چار سو برس کے بعد حضرت موسیٰ نے آپ کا تابوت شریف نکال کر آپ کے آبائے کرام کے پاس بیت المقدس میں دفن کیا۔

دنیا کو امن صرف اسلام کے ذریعے مل سکتا ہے

دین فطرت کو قبول کر کے امن وسکون کی زندگی گزاری جا سکتی ہے، تحریر پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد پی ایچ ڈی

دین فطرت کے لئے عالمی بیداری کی لہر نے اس کے مخالفین کو مجبور کیا کہ وہ ایسے باغیانہ مذہب کو ایجاد کریں جو دین فطرت کے اثرات کو زائل کر دے اس ایجاد میں غلط کار مذہبی رہنماؤں کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے اور مذہب کے باغیوں کا بھی۔

دور جدید میں مذہبی رہنماؤں سے مایوس ہو کر انسان بہت ہی پستی میں چلا گیا جہاں سے بلند ہونا بہت ہی مشکل نظر آتا ہے۔ البتہ اور پست ہونا آسان معلوم ہوتا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں ریاست کیلیفورنیا کے مشہور شہر ''فرانسسکو'' کے ڈاکٹر ''انتھونی لافی'' نے شیطانی مذہب کا دعویٰ کیا اور انجیل الشیاطین کے نام سے ایک کتاب بھی شائع کی جس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ برائی اور غلط کام ایک مقدس عمل ہے، شیطان لائق عبادت اور قابل احترام ہے، معاذ اللہ، اس کی پرستش باعث عبادت ہے.......... ڈاکٹر لای نے شیطان کی عبادت کے لئے ایک عبادت خانہ تعمیر کرایا جس کا نام کلیسا یا معبد الشیطان رکھا۔ اس حقیقت کا اس وقت انکشاف ہوا جب رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۷ء میں مصری فوج نے قاہرہ میں چھاپہ مار کر اس مذہب کے ماننے والوں کو گرفتار کیا جن میں بیشتر اسکولوں، کالجوں کے طلبہ اور یہودی وعیسائی کھاتے پیتے گھرانوں کے نوجوان تھے۔

اس مذہب میں موسیقی کو مقدس سمجھا جاتا ہے، پوپ میوزک کا تعلق اسی سے ہے جو ہمارے معاشرے میں داخل ہو چکی ہے۔ یہ لوگ شناخت کے لئے چمڑے کے بنے ہوئے لباس پہنتے ہیں جن پر کھوپڑیوں کی خوفناک تصاویر اور زوردار جملے ہوتے ہیں۔ اکثر انسانی کھوپڑیوں پر ضرب کے نشان (X) کی صورت میں ہڈیاں درمیان میں ہوتی ہیں یہ ان کا مذہبی نشان ہے ان لوگوں کی چند نشانیاں یہ ہیں۔

۱...... لمبے لمبے بال رکھتے ہیں۔

۲...... ناخن بڑھانا کار ثواب سمجھتے ہیں

۳...... اپنے جسموں پر مختلف جنگلی جانوروں کی شکلیں یا اپنا مونوگرام بناتے ہیں۔

۴...... خواتین چہرے کو سیاہ رکھتی ہیں، گہرا سرخ رنگ استعمال کرتی ہیں۔

۵...... نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آزادانہ جنسی ملاپ کرتے ہیں۔

۶...... مخصوص طریقے سے آگ کی عبادت کرتے ہیں اور انجیل الشیاطین پڑھتے ہیں، جس میں شیطان کی مظلومیت کا ذکر ہوتا ہے۔

۷...... تبلیغ کے لئے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں میوزک کا پروگرام کرتے ہیں۔

۸...... بچوں کے قتل کو باعث اجر وثواب جانتے ہیں کہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔

مصری عالم شیخ نصر فرید نے اس مذہب کے لوگوں کو مرتد اور واجب القتل قرار دیا جس کی ازہر یونیورسٹی قاہرہ کے شیخ الجامعہ سید طنطاوی نے تصدیق کی ہے۔

شیطانی مذہب کی تفصیلات آپ نے ملاحظہ کیں یہ نتیجہ ہے مذہبی رہنماؤں کی بداعمالیوں کا اور عالمی سطح پر دین فطرت کو نہ اپنانے کا اگر دین فطرت کو اس کی اپنی صحیح اسپرٹ کے ساتھ اپنایا جاتا تو یہ حال نہ ہوتا۔ ایک اور خبر ملاحظہ فرمائیں۔

برطانیہ کی ''جن اینڈ کمپنی'' نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا عنوان ہے God and Godesses یہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کی ہے۔ یہ کتاب اسلام آباد کے فرابلز انٹرنیشنل اسکول (Froebel`s International School) کے نصاب میں تھی اور اس احتیاط سے پڑھائی جاتی تھی کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ نصاب کی یہ کتاب طلبہ کو باہر لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ اس کتاب کا مقصد وحید بچوں کو اللہ کے خلاف بغاوت پر اکسانا، نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانا اور اسلامی تصورات کے بارے میں پراگندہ کرنا ہے۔

ایک اور خبر ملاحظہ فرمائیں۔ انٹرنیٹ پر قرآن مجید کی چار جعلی سورتیں پیش کی جارہی ہیں جن کے نام اور مضامین دل سے گھڑ لئے گئے ہیں اور یہ سب کچھ بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے۔ سورتوں کے نام اور موضوعات یہ ہیں جن سے ان کے اغراض ومقاصد کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱...... سورۃ تجسد (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پندرہ آیات)

۲...... سورۃ الایمان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کے بارے میں دس آیات)

۳...... سورۃ المسلمون (گیارہ آیات میں توریت اور انجیل کو چھوڑنے والوں کے لئے وعیدیں اور حضور ﷺ کو گمراہ کرنے والا کہا گیا ہے (معاذ اللہ)

۴...... سورۃ الوصایا (سولہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین اور شریعت منسوخ کرنے کا مختار بنایا گیا ہے)

ایک اور خبر امریکہ کے ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''دستک'' سے معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ کلام اللہ کے الفاظ بدلے جا رہے ہیں حروف تبدیل کئے جارہے ہیں اعراب گرائے جا رہے ہیں آیات کے نمبر آگے پیچھے کئے جارہے ہیں یہاں تک کہ قرآن کریم کی سورتوں کے نام بدل کر نامانوس نام دیئے جارہے ہیں یہ سب کچھ خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز کے نام سے ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء میں ملک فہد پرنٹنگ پریس مدینہ منورہ سے طبع ہونے والے مصحف المدینہ میں موجود ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ زمانہ جب اہل مغرب نے صحرائے طوفان کے عنوان سے عراق پر حملہ کیا تھا.......... مغرب کی یلغار اہل عرب کی جدید محکومی

،مسلمانوں پر بنیاد پرستی کے الزامات ، ملت اسلامیہ میں بیداری کے آثار اور رجوع الی القرآن کی مدھم آواز کے پس منظر میں اس تبدیلی کو سمجھنے میں دقت نہ ہوگی جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا۔

بہتر تو یہی تھا کہ دور جدید کے دانشور "جارج برنارڈ شا" کی اس پیشگوئی پر غور وفکر کرتے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا لیکن اس کے برخلاف ایک تو وہ کوششیں کی گئیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا اور ایک یہ کوشش کی جارہی ہے کہ وحدۃ الادیان کا ایک جدید تصور پیش کیا گیا۔ یہود ونصاریٰ نے رسائل وجرائد اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا بھر کے انسانوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اسلام، عیسائیت، یہودیت میں سے کوئی سا بھی مذہب رکھتے ہوں اس بنیاد پر وحدۃ الادیان کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں یہ تینوں ادیان آسمانی صحائف پر مبنی ہیں......... اس کے لئے ان کی تجویز یہ ہے کہ یونیورسٹیوں ، ہوائی اڈوں اور دیگر مقامات پر مسلمانوں کی مسجد، عیسائیوں کا گرجا اور یہودیوں کے ہیکل یکجا تعمیر کردیئے جائیں اور قرآن، توریت وانجیل کو ایک ہی جلد میں شائع کیا جائے......... بظاہر یہ خیال اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن جب عیسائیت و یہودیت دونوں اسلام سے ٹوٹ کر وجود میں آئی ہیں تو پھر کیوں نہ یہ دونوں اپنے گھر اسلام میں چلے جائیں......... اس کے علاوہ قرآن کریم تاریخ کی سب سے سچی کتاب ہے تو یہ توریت وانجیل کے ساتھ کیوں شائع کی جائے جب کہ ان کے نام ہی نام ہیں اور متن محققین کے لئے مشکوک ہے جس میں انسانی تخلیقات بھی شامل ہیں۔

عرب دنیا میں تحریک وحدۃ الادیان کے خلاف کافی چرچا ہے۔ اخبار المسلمین کے متعلقہ صفحات میں ڈاکٹر محمد جیرال الفی نے لکھا ہے کہ جب وہ فرانس میں زیر تعلیم تھے تو وہاں اخوت ابراہیمی کے نام سے ایک تحریک چلائی گئی جس میں کہا گیا کہ مسلمان، عیسائی، یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معنوی اولاد ہیں اس لئے ان ادیان کے ماننے والوں کو ایک جھنڈے تلے جمع ہو جانا چاہئے۔ یہی تحریک آگے چل کر وحدۃ الادیان کے نام سے سامنے آئی۔

دین فطرت کی چند جھلکیاں

دین فطرت اللہ کی رحمت ہے لیکن بہت سے انسانوں نے اس رحمت کو جانا نہ پہچانا......... جانا تو یہ جانا کہ۔

۱...... یہ ظالم وجابر ہے، یہ جنگ جو ہے، یہ خوں آشام ہے۔ (معاذ اللہ)

۲...... یہ عورتوں کو قید کرتا ہے، عورتوں پر ظالمانہ پابندیاں لگاتا ہے۔ (معاذ اللہ)

۳...... سود کو حرام کرکے معیشت تباہ کرتا ہے (معاذ اللہ)

یہاں سرسری طور پر انہی تین نکات پر روشنی ڈال کر ہم بتائیں گے کہ دین فطرت اسلام کتنا روادار ہے، کتنا غمخوار ہے......... عورتوں پر کتنا مہربان ہے، کیسا رحیم وکریم ہے......... ڈوبتی معیشت کو کسطرح سنبھالا دے کر بام عروج تک پہنچایا کہ معاشرے میں کوئی مانگنے والا نہیں رہتا، سب دینے والے بن جاتے ہیں......... دین فطرت ایک نظریہ ہی نہیں ایک عظیم تجربہ ہے، جس پر دور قدیم اور دور جدید کی تاریخیں گواہ ہیں......... اصل بات یہ ہے کہ یہ عیاشیوں کو پسند نہیں کرتا، دنیا کے عیاش اس کو پسند نہیں کرتے اور اس کو تہہ و بالا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں......... ان کو یہ ڈر کھائے جاتا ہے کہ دین فطرت نافذ نہ ہو جائے۔ کہیں عیاشیاں ختم نہ ہو جائیں......... کہیں عدل و مساوات قائم نہ ہو جائے......... کہیں محبت کی عملداری نہ ہوجائے......... کہیں نفرتیں ختم نہ ہو جائیں......... کہیں مظلوموں کے ہاتھ ظالموں کے گریبان تک نہ پہنچ جائیں......... کہیں فریادیوں کی داد رسی نہ ہو جائے......... کہیں زیردست زبردستوں پر نہ چھا جائیں۔ کہیں غلام، آقا نہ بن جائیں......... کہیں بھیک مانگنے والے بھیک نہ دینے لگیں۔ کہیں غریبوں کو دین نہ مل جائے......... کہیں فقیروں کو آرام نہ مل جائے......... کہیں تڑپتے بھکوں کو کھانا نہ مل جائے......... کہیں سسکتے پیاسوں کو پانی نہ مل جائے......... کہیں بلکتے بچوں کو شیر مادر نہ مل جائے......... کہیں انسانیت کا بول بالا نہ ہو جائے......... کہیں ہمدردی نہ جاگ اٹھے......... کہیں سفاکی سوتی نہ رہ جائے......... کہیں خوں ریزیاں پامال نہ ہو جائیں......... انہیں اندیشوں نے عیاشوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں......... اس لئے ضروری ہے کہ دین فطرت اسلام پر جو الزام تراشیاں کی جاتی ہیں ان کی وضاحت کی جائے تاکہ دور جدید کا پڑھا لکھا انسان انصاف کر سکے ، اپنی سوچ بدل سکے۔ کھرا اور کھوٹا الگ کر سکے......... یہاں دین فطرت اسلام کی صرف چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں جہاں تک دین فطرت اسلام کے جبر وظلم کا تعلق ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ ایسا روادار ہے شاید تاریخ نے بھی ایسی رواداری نہ دیکھی ہو۔

رواداری

دین فطرت اسلام میں رواداری کا جو عظیم تصور ہے وہ تاریخ میں کہیں نہیں ملتا حتیٰ کہ دور جدید میں بھی نہیں ملتا، جو تہذیب وتمدن کا داعی ہے، راقم یہاں سرسری طور پر اسلام کے اس روشن پہلو پر روشنی ڈالتا ہے تاکہ قارئین کرام حقائق کی روشنی میں یہ فیصلہ کرسکیں کہ جنگ جوئی اور مہم جوئی کے حوالے سے دین فطرت اسلام کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا وہ سراسر جھوٹ ہے، اور تاریخی حقائق پر مبنی نہیں۔

حضرت محمد ﷺ ۵۷۰ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۶۱۰ء میں دین فطرت اسلام کی طرف دعوت کا آغاز کیا اور اس کے نتیجے میں اپنے ہم وطنوں کے ظلم وستم سہے، یہاں تک کہ ۶۲۲ء میں وطن عزیز چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت فرمائی

دین فطرت اسلام میں رواداری کا جو عظیم تصور ہے وہ تاریخ میں کہیں نہیں ملتا حتیٰ کہ دور جدید میں بھی نہیں ملتا، جو تہذیب وتمدن کا داعی ہے، راقم یہاں سرسری طور پر اسلام کے اس روشن پہلو پر روشنی ڈالتا ہے تاکہ قارئین کرام حقائق کی روشنی میں یہ فیصلہ کرسکیں کہ جنگ جوئی اور مہم جوئی کے حوالے سے دین فطرت اسلام کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا وہ سراسر جھوٹ ہے، اور تاریخی حقائق پر مبنی نہیں۔

لیکن ہتھیار نہ اٹھائے لیکن آپ کے دشمنوں نے یہاں بھی چین لینے نہ دیا اور مکہ معظمہ سے چار پانچ سو کلو میٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ منورہ اور اس کے مضافات میں پے در پے حملے کئے۔ چنانچہ ۲ھ/۶۲۳ء میں غزوہ بدر پیش آیا۔ ۳ھ۔ ۶۲۵ء میں غزوہ احد پیش آیا۔ ۴ھ۔ ۶۲۵ء میں غزوہ بنو قینقاع پیش آیا۔ اور ۵ھ۔ ۶۲۸ء میں غزوہ خندق پیش آیا۔ یہ سارے حملے اہل مکہ نے کئے .... پھر حیران کن بات یہ ہے کہ ۶ھ۔ ۶۲۸ء حضرت محمد ﷺ بغیر کسی ہتھیار کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر مکہ کی طرف حج و عمرے کے ارادے سے روانہ ہوئے جہاں سے گزشتہ چار سال سے برابر حملے کئے جا رہے تھے، جو آپ کے دشمنوں کا مرکز تھا .... آپ نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ آپ جنگ نہیں، محبت چاہتے ہیں، کوئی فوجی جرنیل ایسا نہیں کر سکتا کہ جس شہر سے اس کے خلاف جنگ لڑی جا رہی ہو اس شہر میں وہ امن کا پیغام لے کر جائے .... بہر حال آپ مکہ کی سرحد حدیبیہ پر ٹھہر گئے اور اہل مکہ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، انہوں نے اجازت نہ دی اور ایک معاہدہ طے پایا جس کے نتیجے میں آپ کو حج و عمرہ کئے بغیر چار پانچ سو میل واپس جانا پڑا۔ آپ نے اس کوفت کو برداشت کیا اور اہل مکہ سے جھگڑا نہ کیا، اس سے آپ کے تدبر و تحمل اور قوت برداشت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۸ھ۔ ۶۳۰ء میں جب اہل مکہ نے اپنے عمل سے خود یہ معاہدہ توڑا تو آپ پوری تیاری کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور اس شہر کو فتح کیا مگر اس شان سے کہ تلواریں نیام میں رکھنے اور قتال سے ہاتھ روکنے کا حکم دے دیا گیا جو نہایت ہی حیران کن ہے ایسے موقعوں پر تو دنیا کے فوجی جرنیل اور بادشاہ اپنے دشمنوں کی لاشوں کے پشتے لگا دیا کرتے ہیں۔ کسی بے گناہ کو قتل نہیں کیا گیا اور اعلان کر دیا گیا۔

آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ان آزاد ہونے والوں میں ہندہ نامی وہ خاتون بھی تھیں جنہوں نے غزوہ احد میں حضرت محمد ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کو اپنے غلام وحشی سے خنجر کے وار سے شہید کرایا اور آپ کے ایک ایک عضو کو علیحدہ کیا۔ حضرت محمد ﷺ کے سامنے آپ کے جگر کو چبایا اور کیا کچھ نہ کیا۔ ایسی عورت کو کون معاف کر سکتا ہے مگر حضرت محمد ﷺ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ اس سے آپ کی انتہاء درجہ کی وسعت قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۱ھ۔ ۶۳۲ء تک حضرت محمد ﷺ نے آٹھ نو سالوں میں اپنے دشمنوں سے جو جنگیں لڑیں ان میں دونوں جانب ایک ہزار سے زیادہ افراد شہید اور قتل نہ ہوئے۔ اتنے لوگ تو ہمارے بڑے شہروں میں سڑکوں پر ہر سال مر جاتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، حضرت محمد ﷺ نے اتنا کم خون بہا کر کتنا بڑا انقلاب برپا کیا۔ اس تاریخی حقیقت پر غور و فکر کرنا چاہئے۔

اصل غلط فہمی ان آیات سے پھیلائی گئی جو ہنگامی نوعیت کی تھیں اور جن میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا یہ حکم ہر وقت کے لئے نہ تھا بلکہ ایک خاص وقت اور خاص صورتحال کے لئے تھا، اور ہے اس حقیقت کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔

چونکہ مسلمان اپنے دشمنوں سے جنگ میں مصروف تھے اور قرآن کریم نازل ہو رہا تھا، حضور ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق جہاد کر رہے تھے اور موقع و محل سے اللہ کے احکام مل رہے تھے، اس قسم کی آیات میں انہیں کو قتل کرنے حکم دیا گیا ہے جو قتل کرنے کے لئے آئے تھے، دوسروں کو نہیں .... جب کہ اس دور میں تہذیب و ترقی کی دعویدار قومیں معصوم انسانوں کو بے دریغ قتل کر رہی ہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ اسلامی جہاد یا اسلامی جنگ نہ زن کے لئے ہوتی ہے، نہ زر کے لئے اور نہ زمین کے لئے، اس کا مقصد صرف اور صرف اللہ کے بندوں کو دین فطرت پر عمل کرانا اور انسانوں کی بھلائی کے لئے دین فطرت کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی کسی قوم کی عورتوں کو چھیننے یا اغواء کرنے کے لئے جنگ کرتا ہے، یا کسی کی دولت لوٹنے کے لئے جنگ کرتا ہے، یا کسی کی زمین پر قبضہ کرنے کے لئے جنگ کرتا ہے، یا کسی کو خواہ مخواہ زیر کرنے کے لئے جنگ کرتا ہے، تو یہ دین فطرت میں حرام اور ناجائز ہے۔ ایسی جنگ کوئی بھی مسلمان لڑے وہ حرام ہے وہ ہرگز جہاد نہیں۔

دین فطرت میں جہاد بڑی مقدس جنگ ہے، اس جنگ میں جس رواداری سے کام لیا جاتا ہے، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہاں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ۱۱ھ۔ ۶۳۲ء میں حضرت محمد ﷺ کی طرف ایک لشکر بھیج رہے تھے، اسی سال آپ کا وصال ہوا، لشکر کو آپ نے جو ہدایات دی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، کسی کمانڈر نے اپنی فوج کو یہ ہدایات نہ دی ہوں گی، ملاحظہ فرمائیں، آپ نے فرمایا۔

۱...... وہاں تمہیں خانقاہوں میں گوشہ نشیں راہب ملیں گے خبردار ان سے تعرض نہ کرنا۔

۲...... دیکھو عورت، شیر خوار بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔

۳...... نہ کھجور یا دوسرا درخت کاٹنا، نہ کوئی عمارت مسمار کرنا۔

دور جدید میں تہذیب و تمدن کے دعویدار، عبادت گاہیں بھی تباہ کرتے ہیں، عابدوں کو بھی شہید کرتے ہیں، آن کی آن میں عورتیں، شیر خوار بچے اور بوڑھے سب قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ عمارتیں مسمار کر دی جاتی ہیں، گلشن ویران کر دیئے جاتے ہیں .... افسوس ہم دین فطرت کی رحمتوں سے محروم ہیں۔

ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے بڑی دل لگتی بات کہی ہے۔

''مجموعی طور پر غیر مسلموں نے مسلمانوں کی حکومت میں جس شان کی رواداری سے لطف اٹھایا اس کی مثال یورپ میں اس جدید دور میں بھی نہیں ملتی۔''

عورت

دین فطرت نے خواتین کے بارے میں مردوں کو بہترین شعور دیا، عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا جس کی شہادت قرآن حکیم سے ملتی ہے .... برصغیر میں بیوہ عورت کو مردہ شوہر کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا .... یورپ میں جادوگری اور بہت سے معمولی الزامات میں ہزاروں عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا .... اس کی شہادت بھی تاریخ سے ملتی ہے۔ ہمارے دور میں تہذیب جدید کے متوالے اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں .... ایام جاہلیت میں لڑکی کی ولادت پر باپ منہ بسورا کرتے تھے جس کا ذکر قران حکیم میں موجود ہے .... دین فطرت اسلام نے عورت کو زمیں سے اٹھا کر آسمان تک پہنچایا، اور یہ تصور دیا کہ جنت ماں کے پیروں تلے ہے، اسلام نے عورت کو عزت دی، معاشرے میں ایک مقام دیا، جو مال کی وارث نہ تھی بلکہ خود ورثہ میں شمار ہوتی تھی اس کو وارث بنایا، گھر کا مالک بنایا، ملکہ بنایا .... ماں کی

خدمت کو باپ کی خدمت پر تین گنا مقدم رکھا۔ ماں باپ کو بڑا وقار دیا، جبکہ جدید معاشرے میں ماں باپ کے لئے اپنے ہی اولاد کے گھر میں کوئی جگہ نہیں، یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے، ان کی کفالت حکومت کرتی ہے، ان کی آبادیاں بھی الگ ہیں جہاں صرف بوڑھے ماں باپ رہتے ہیں، وہ اپنی اولاد کی خدمت اور محبت سے محروم ہیں۔ ایک ایک کو ترستے ہیں، دل مسوس کر رہ جاتے ہیں۔

دین فطرت اسلام نے ازدواجی تعلق کو مقدس بنایا، مستی نکالنے کا ذریعہ قرار نہ دیا، بلکہ محبت و قدرت کا وسیلہ قرار دیا، تا کہ معاشرے میں ٹھہراؤ پیدا ہو۔ گھر سکون وچین کا گہوارہ بن جائے اور فرد کی زندگی آرام سے گزر جائے...... بے آسرا اور بے کس بیوہ عورتوں کو بے بسی اور بیکسی کی زندگی سے نکال کر شادی کی ترغیب دی، حضرت محمد ﷺ نے ۲۵ سال کی عمر میں ۴۰ سالہ بیوہ سے شادی کی اور کئی بیواؤں سے شادی کی 8 عورتوں پر شفقت فرمائی کہ ایسی شفقت نہ اس دور میں نظر آتی ہے اور نہ اس دور میں۔

دین فطرت نے محنت کو تقسیم کیا اور عورت و مرد کی ذمہ داریوں کو اس طرح متعین کیا کہ معاشرہ کسی قسم کی بے چینی کا شکار نہ ہو کیونکہ اصل چیز دولت وثروت نہیں سکون وچین ہے۔ دولت وثروت ایک ذریعہ ہے، وسیلہ کو مقصود نہ بنانا چاہئے...... اسلام نے خارجی ذمہ داریاں مرد کے سپرد کیں اور داخلی ذمہ داریاں عورت کے سپرد کیں، گویا وزارت خارجہ مرد کے پاس رکھی اور وزارت داخلہ عورت کے پاس۔ اگر وزارت داخلہ وزارت خارجہ میں مداخلت کرے یا وزارت خارجہ وزارت داخلہ میں تو حکومت نہیں چل سکتی اور امن وامان خواب بن کر رہ جاتا ہے...... جس معاشرے میں عورت و مرد دونوں نے اپنے اپنے دائرے میں رہ کر محنت ومشقت کی وہ معاشرہ انتشار بے چینی کا شکار نہ ہوا...... پہلے معاشرے میں یہ خوں ریزیاں کہاں تھیں؟...... یہ عصمت دریاں کہاں تھیں؟...... یہ خود غرضیاں کہاں تھیں؟...... یہ نفس پرستیاں کہاں تھیں؟...... یہ لوٹ مار، یہ قتل وغارت گری کہاں تھی؟...... مشہور مورخ ٹوئنبی نے لکھا ہے کہ معاشرے کی تباہی میں عورت کی بے لگام ازادی ایک اہم عنصر اور سبب ہے...... اور ڈاکٹر اقبال عورت کی ایسی آزادی جس میں ماں بننے کا جذبہ ہی مردہ ہو جائے انسانیت کے لئے موت قرار دیا ہے...... سچی بات یہ ہے کہ ہم دین فطرت پر چل کر ہی عالمی امن کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ ورنہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں اس سے پریشانیاں بڑھتی ہی جائیں گی اور امن وچین برباد ہوتا جائے گا۔

اسلام میں بعض جرائم کی سزا رکھی گئی کہ غلام کو آزاد کر دیا جائے۔ غلام کو آزاد کرنے کی بڑی فضیلت بتائی گئی۔ حضرت محمد ﷺ نے خود غلام خرید کر آزاد کرائے اور آپ کے صحابہ کرام نے بھی ایسا ہی کیا۔ الغرض حضرت محمد ﷺ نے اپنے قول وعمل سے ہم کو یہ بتا دیا کہ غلامی کا قدیم طریقہ آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔

غلامی

حضرت محمد ﷺ کے دور میں غلامی کی جڑیں بڑی مضبوط تھیں۔ اس کو یک دم اکھاڑ پھینکنا ممکن نہ تھا اس لئے اسلام نے آقا اور غلام کی تمیز کو مٹا کر بتا دیا کہ انسان، انسان سب برابر ہیں...... وہی برتر اور برگزیدہ ہے جو پاک باز اور راست گفتار ہو اور اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ کے احکام کی سب سے زیادہ پیروی کرتا ہو۔ خواہ وہ آقا ہو یا غلام۔

اسلام میں بعض جرائم کی سزا رکھی گئی کہ غلام کو آزاد کر دیا جائے۔ غلام کو آزاد کرنے کی بڑی فضیلت بتائی گئی۔ حضرت محمد ﷺ نے خود غلام خرید کر آزاد کرائے اور آپ کے صحابہ کرام نے بھی ایسا ہی کیا۔ الغرض حضرت محمد ﷺ نے اپنے قول وعمل سے ہم کو یہ بتا دیا کہ غلامی کا قدیم طریقہ آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔

معاشیات

انسان کی فطرت ہے کہ وہ مال ودولت سے محبت کرتا ہے، ضرورت کے لئے چاہنا تو ایک فطرتی بات ہے مگر دولت سے خواہ مخواہ محبت کرنا اور جمع کر کے انبار لگانا صرف نفس کی خوشنودی کے لئے ایک نامعقول بات ہے۔ معاشرے کی ساری برائیوں کی جڑ دولت کی محبت ہے اس لئے دین فطرت اسلام نے اس محبت پر کاری ضرب لگائی، نفسیاتی ضرب یہ لگائی کہ ہر مسلمان کے لئے ایمان کی شرط یہ قرار دی کہ اس کو اللہ اور حضرت محمد ﷺ سے زیادہ نہ اپنے والدین سے محبت ہو، نہ اپنے بھائیوں سے محبت ہو، نہ اپنی بیویوں سے محبت ہو، نہ اپنے رشتہ داروں سے محبت ہو، نہ اپنے مال و دولت سے محبت ہو، نہ اپنی تجارت و زراعت سے محبت ہو، نہ اپنے مکانات و محلات سے محبت ہو...... گویا اللہ اور حضرت محمد ﷺ کی محبت کے آگے ساری محبتیں ہیچ ہیں، یہ بات نظری تھی آپ کے ساتھیوں نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا اور آپ کی پیروی میں ہزاروں مسلمانوں نے اس پر عمل کیا اور کر رہے ہیں، تاریخ ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے...... اس کے علاوہ دین فطرت اسلام میں دولت خرچ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ جمع کرنے سے خواہ مخواہ محبت ہونے لگتی ہے پھر انتہائی ضرورت کے وقت نہ اپنے اوپر خرچ کیا جاتا ہے نہ دوسروں پر، مال ودولت کے ہونے سے معاشرے کے بعض لوگ تنگی وعسرت کا شکار رہتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے جب حضرت محمد ﷺ نے مال خرچ کرنے کی ہدایت کی تو لوگوں کو خرچ کرنے کی اتنی عادت ہوگئی کہ بار بار پوچھتے تھے کہ کیا خرچ کریں؟ کیا خرچ کریں؟ جس کا جواب یہ ملا کہ جو ضرورت سے زیادہ بچ گئے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ خواہ مخواہ زمین قبضے میں نہ رکھو، کاشت نہ ہو سکے دورے بھائی کو دے دو، کیسی اچھی نصیحت کی یعنی اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورتوں کو مقدم رکھے...... یہ نہایت اعلیٰ اخلاقی قدر ہے...... حضرت محمد ﷺ نے اپنے پاس کچھ نہ رکھا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا...... چھوٹا سا کچا

مکان ایک پہننے کا جوڑا، ایک سادہ سا بستر اور دو تین برتن......... آپ کے طرز زندگی سے ہر انسان آپ کے اخلاص وایثار کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

دین فطرت اسلام نے ایک ت فرد کو خرچ کرنے کی عادت ڈالی دوسری طرف اسراف و تبذیر سے روکا یعنی جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں ضرورت سے زیادہ نہ خرچ کرنا اور جہاں ضرورت ہی نہیں وہاں بالکل خرچ نہ کرنا، لیکن نیک کاموں میں خرچ کرنے کے لئے بالکل نہیں روکا۔ اسراف و تبذیر سے بچنے سے معاشرے کا اقتصادی ڈھانچہ مضبوط ہوتا ہے اس لئے حضرت محمد ﷺ اور خلفاء راشدین نے نجی اور سرکاری سطح پر سادگی اختیار کی اور سرکاری پروٹوکول تو بالکل ختم کر دیا کیونکہ اس پر بے فائدہ اور بے سود پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے سادگی کی ترغیب دی، اس کی بڑی اقتصادی اہمیت ہے سود کی حرمت کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس سے اقتصادی ڈھانچہ بل کر رہ جاتا ہے اس کے علاوہ بڑا نقصان یہ ہے کہ ایک فرد دوسرے فرد ایک جماعت دوسری جماعت ایک حکومت دوسری حکومت اور ایک ملک دوسرے ملک کا دست نگر ہو جاتا ہے۔ قرض لینے والے کا اختیار واقتدار سلب ہو کر رہ جاتا ہے اور نہ چاہنے کے باوجود دوسروں کے قبضے میں چلا جاتا ہے۔

دین فطرت اسلام نے کوشش پر زور دیا کیونکہ یہی اقتصادیات میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ کوشش، سعی پر اس حد تک زور دیا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جس کے دو دن یکساں گزر گئے وہ نقصان میں ہے۔ اور فرمایا کہ "مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار باتوں سے الگ رہے یعنی جن کاموں سے نفع کی کوئی امید نہ ہو ان میں مشغول نہ ہو۔ اسلام کا نظریہ افادیت و انتفاعیت نہایت ہی اہم ہے۔ اسلام کی نظر میں فرد صرف منہ لے کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ بہترین دماغ، آنکھیں اور ہاتھ پیر بھی لے کر پیدا ہوتا ہے حکومت کا کام یہ ہے کہ اس کی نشو ونما کے لئے وسائل فراہم کرے نہ کہ یہ کوشش کرے کہ فرد دنیا ہی میں نہ آئے کیونکہ وہ تو ایک عظیم ہستی ہے۔ کسی کارخانے میں بہترین مال بنتا ہو تو اس کی نکاسی کے لئے منڈیاں تلاش کی جاتی ہیں نہ کہ مال کی پیداوار پر روک لگائی جاتی ہے......... ناکام حکومتیں روک لگاتی ہیں، کامیاب حکومتیں تو پیداوار اور بڑھاتی ہیں۔

اور دور جدید میں تو فرد سیاسی اہمیت اختیار کر گیا ہے، اس کے فیصلے پر حکومتیں بنتی اور بگڑتی ہیں......... دین فطرت اسلام نے اقتصادیات کے ایسے گر بتا دیئے کہ اس پر عمل کر کے کوئی معاشرہ اقتصادی طور پر تباہ ہو ہی نہیں سکتا، جب بھی اس پر عمل کیا گیا کامیابیوں نے قدم چوما......... یہ تھیں دین فطرت اسلام کی چند جھلکیاں۔ اس موضوع پر تفصیل وتحقیق سے لکھا جائے تو اس کے لئے دفتر کے دفتر چاہئیں، بہت سے علماء و دانشوروں نے لکھا ہے ہماری لائبریریاں بھری ہوئی ہیں ہمیں جذبات و تعصبات سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بھلائی کے لئے اسلام کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ دین سب انسانوں کا دین ہے، اس کے سایہ میں ساری انسانیت چین کا سانس لے سکتی ہے۔

حلال وحرام اور طہارت وپاکیزگی

زندگی سے متعلق دین فطرت کے تصورات ونظریات بہت ہی بلند ہیں خصوصاً حلال وحرام اور طہارت وپاکیزگی سے متعلق جو احکام وہدایات ہیں ان کی مثال دوسرے کسی معاشرے میں نہیں ملتیں۔ انسان کے لئے زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ اشیاء واعمال اور اقوال واحوال کے اس ڈھیر میں جو ہر انسان کے سامنے ہے کون سی چیز یا کون سا قول وعمل انسان کے لئے اچھا ہے اور کون سی چیز یا کون سا قول وعمل انسان کے لئے برا ہے؟ جدوجہد کا آغاز اچھی اور بری کی حقیقت کو دریافت کرنے سے ہوتا ہے......... اچھی چیز یا اچھا قول وعمل اپنانے اور بری چیز اور برے قول وعمل سے بچنے ہی سے زندگی بنتی ہے۔ انسانوں کو پیدا کرنے والے نے دین فطرت کے لئے ایسا قانون ودستور دیا جس نے کھوٹا اور کھرا الگ کر دیا۔ سچی بات یہ ہے کہ مخلوق کے لئے خالق سے اچھا کس کا دستور وقانون ہو گا کیونکہ خالق اپنی مخلوق کو اچھی طرح جانتا ہے اور مخلوق اپنے ہم جنسوں کو اچھی طرح نہیں جان سکتی اس لئے اس دنیا میں ہزاروں دستور وقانون بنے اور مٹ گئے لیکن دین فطرت نے جو قانون دیا تھا وہ ڈیڑھ ہزار برس سے جوں کا توں موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل نہ کریں۔

ہم اللہ کا دیا ہوا پانی پیتے ہیں، ہم اللہ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں، ہم اللہ ہی کی دی ہوئی ہوا میں سانس لیتے ہیں اور اس کی بہت سی نعمتیں بے دریغ استعمال کرتے ہیں مگر اس کا دیا ہوا قانون اور دستور نہیں مانتے اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یہی تو وہ نعمت ہے جس سے زندگی بنتی اور سنورتی ہے، جس سے انسان باہر سے بھی بنتا ہے اور اندر سے بھی بنتا ہے اور کھوکھلا نہیں رہتا، یہی نہیں کہ خود بنتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی بناتا ہے......... بات تھی حلال وحرام اور طہارت وپاکیزگی کی دین فطرت میں وہی حلال اور پاک ہے جو انسان کے لئے اچھا ہے اور وہی حرام اور ناپاک ہے جو انسان کے لئے برا ہے کیسا اچھا اصول ہے؟.........

طہارت وپاکیزگی کا تصور صفائی کے تصور سے بہت بلند ہے صفائی میں اصول صحت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، طہارت وپاکیزگی اصول صحت پر مبنی ہے۔ دور جدید کی صفائی اور دین فطرت کی طہارت وپاکیزگی میں یہی بہت بڑا فرق ہے یہ موضوعات ایسے ہیں کہ ان پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ یہاں ہم نے صرف اشارہ کیا ہے۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس کی سچائی پر تاریخ گواہ ہے۔

حیوانات و نباتات

دین فطرت کی تدوین کے دوران ماہنامہ اسلام ٹائمز (اسٹاک پورٹ یو کے) کا شمارہ (اکتوبر ۲۰۰۲ء صفحہ نمبر ۲۱ تا ۲۵) نظر سے گزرا اس میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک انگریز نومسلم فاضل ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم کا مقالہ ہے جس کا عنوان ہے۔

ISLAM AND ANIMALS

یعنی اسلام کا جانوروں سے حسن سلوک......... اس مقالہ میں انہوں نے جانوروں کے ساتھ اسلام کے حسن سلوک کا جائزہ لیا ہے اس حسن سلوک کو دیکھ کر وہ خود مشرف بااسلام ہوئے اس لئے وہ دور جدید کے جانوروں سے پیار کرنے والوں کو دعوت دیتے ہیں کہ جانوروں سے حسن سلوک سے متعلق اسلام کی تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ کر کے اس کی روح کو سمجھیں اور اسلام قبول کر لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام علم کے سہارے آگے بڑھتا ہے جبکہ دوسرے مذاہب علم کا ساتھ نہیں دے پا رہے اس لئے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے پاس ماننے کی کوئی دلیل نہیں بس یہی کہتے ہیں کہ ہمارے آباو اجداد مانتے چلے آئے ہیں ہم بھی مان رہے ہیں، معقول انسان کے نزدیک

یہ کوئی دلیل نہیں۔ یہ فکر انسانی کے جمود کی علامت ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ (قوسین میں چند ضروری اضافات کے ساتھ) اس کا اردو ترجمہ اور تلخیص پیش کردی جائے تاکہ قارئین کرام کو جانوروں سے اسلام کے حسن سلوک کے بارے میں اصل حقائق کا علم ہو جائے اور وہ ڈاکٹر محمد ہارون کی طرح دعوت اسلام کی طرف متوجہ ہو سکیں۔

مقالہ "اسلام اور جانور"

مغربی دنیا کے لئے جانوروں کے حقوق ایک اہم مسئلہ ہیں اس مقالہ میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جانوروں کے حقوق کے بارے میں اسلام ہم سے کیا کہتا ہے اس طرح ہم اسلام کی گہرائی اور روح تک پہنچ سکیں گے۔ دوسرے لوگوں نے جانوروں کا یا تو دوسرے سے حقوق ہی نہیں دیئے یا اتنے حقوق دیئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے کوئی حقوق ہی نہیں......... ملحدوں کے نزدیک قانون صرف طاقت ہے، انسان طاقت رکھتا ہے اور جانوروں میں کوئی طاقت نہیں اس لئے انسان کی طرف سے جانوروں پر ظلم ڈھائے جانے کی کوئی حد نہیں......... سرمایہ دارانہ نظام خاص طور پر جانوروں پر مظالم ڈھا کر نفع حاصل کر رہا ہے۔ سائنسدانوں نے ان مظالم میں اور اضافہ کیا ہے وہ اس بہانے جانوروں پر خوفناک تجربات کر رہے ہیں کہ انسانی زندگی بہتر ہوگی اور وہ زیادہ سے زیادہ پیسے کما سکیں گے۔ عیسائیت کا حال بھی اچھا نہیں، یورپ کے زمنہ وسطی میں جانوروں پر بہت مظالم ڈھائے گئے بلیوں اور ریچھوں کو باندھ کر ان پر کتے چھوڑ دیئے جاتے، بیسویں صدی عیسوی میں ہسپانوی بھینسوں کی لڑائی اس کی چھوٹی سی یادگار ہے۔ مغرب میں اٹھارہویں و رانیسویں صدی میں جانوروں کے حقوق کی بات کی گئی اور ۱۸۲۲ء میں انگلستان میں جانوروں کے حقوق کے لئے قانون بنایا گیا مغرب ایک انتہاء سے نکل کر دوسری انتہاء کو پہنچ گیا، پہلے جانوروں کے کوئی حقوق نہ تھے اور اب انسانوں کے کوئی حقوق نہیں......... بعض مذاہب میں جانوروں پر انسان کا کوئی حق نہیں ہے چنانچہ بدھ مت میں اس حد تک انسانوں کا حق سلب کر لیا گیا ہے کہ مکھی کو بھی دکھ نہیں پہنچایا جا سکتا بھکشو کو اپنا منہ کپڑے سے ڈھانپ لینا چاہئے کہ کہیں مکھی منہ میں گھس کر مر نہ جائے ان لوگوں کے نزدیک انسان کو مکمل طور پر نباتی ہونا چاہئے......... بعض لوگ جانوروں کو انسان سے بہتر جانتے ہیں کہ انسان تو گناہ کرتا ہے اور یہ بے گناہ ہوتے ہیں اس وجہ سے بعض ظالموں نے زندگی بھر سبزیوں سے گزر بسر کیا......... ہٹلر کو کتوں سے بڑا پیار تھا ان کی صحبت میں لطف اٹھاتا مگر اسی ہٹلر نے پچاس ملین انسانوں کو ہلاک کیا، ہٹلر گوشت کھانے والوں سے کہتا کہ تم لاشیں کھا رہے ہو مگر دور جدید میں جانوروں پر مظالم کو انسانوں کے برابر مظالم قرار دیا ہے۔ المختصر مغرب ایک انتہاء سے نکل کر دوسری انتہاء پر ہے، سائنس اور از منہ وسطی کی عیسائیت، جانوروں کے معاملے میں کلی طور پر غیر محتاط ہے اس کے بعد دور جدید کے سبزی خور اور جانوروں کے حقوق کے پاسدار ہیں جنہوں نے انسانوں کے حقوق چھین لئے ہیں۔

اسی لئے اسلام جانوروں اور انسانوں دونوں کو حقوق دیتا ہے، ہم اسلام کی روح تک پہنچنا چاہتے ہیں.........

اللہ نے دنیا پیدا کی تاکہ اپنی مخلوق میں ایک خلیفہ بنائے جو اللہ کا نائب بن کر زمین پر حکومت کرے، یہ خلیفہ انسان ہے یعنی مرد و عورت جن پر اللہ کی حکومت ہے جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے......... دنیا میں صرف انسان اس قابل ہے کہ ترقی کی منزلیں طے کر کے مکمل ہو اور اللہ کی صفات کا مظہر بن جائے، بہت سی خوبیوں میں جانور انسان سے بڑھے ہوئے معلوم دیتے ہیں مثلاً چلنے میں، اڑنے میں، ذہانت میں، یادداشت میں، گھر کی تعمیر میں، لیکن پھر ایک پہلو سے جانور انسان سے کم تر ہے جانوروں میں لامحدود کمال اور ترقی کی صلاحیتیں نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق انسان کی رعایا ہے اور وہ فطری طور پر اللہ کی ہر مخلوق کو اپنی تکمیل کے لئے استعمال کر سکتا ہے جانوروں کو بھی اپنے لئے استعمال کر سکتا ہے لیکن (مخلوق پر) انسان کے حقوق محدود ہیں، جانوروں کے بھی حقوق ہیں انسان کو کسی وقت یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے سو انسان صرف اپنی تکمیل کے لئے جانوروں کو استعمال کر سکتا ہے۔ بہرحال اس کا یہ مطلب ہے کہ جسمانی کمال کے لئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اخلاقی کمال کے لئے......... انسان کو جانوروں اور اللہ کی دوسری مخلوق کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار نہ کرنا چاہئے جو اخلاقی طور پر ناپسندیدہ ہو......... تو انسانی اللہ کی مخلوق کا غلط استعمال نہ کرے خصوصاً جانوروں کا جو اللہ کی عیال ہیں۔ اللہ کی ہر قسم کی مخلوق اور جانور امانت ہیں جو ہمارے کمال میں مدد دیتے ہیں تاکہ ہم صفات الٰہیہ کا مظہر ہو جائیں، جانوروں سے متعلق اسلام کی ساری تعلیمات انہی بنیادوں پر مبنی ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو صحت کے لئے گوشت اور مچھلی کی ضرورت ہے، لیکن آپ جانور اور مچھلی کو کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے نہیں مار سکتے۔ بغیر کھانے کیلئے جانور کو مارنا اسلام میں منع اور ناجائز ہے، بہرحال آپ ان جانوروں کو مار سکتے ہیں جو انسان کے لئے خطرناک ہیں۔ کھانے کے لئے جانوروں کا شکار کر سکتے ہیں جیسے جنگلی خرگوش وغیرہ لیکن جو جانور آپ شکار پر ماریں گے وہ آپ کو ضرور کھانا ہے کھیل تماشے یا تفریح کے لئے جانوروں کا شکار نہیں کر سکتے اگر آپ شکار کے لئے کتے چھوڑ رہے ہیں تو پہلے بسم اللہ پڑھنا ہے شرط لگا کر مجبور خرگوشوں پر کتے چھوڑنا اسلام میں ناجائز ہے یہی حال گھڑ دوڑ کے گھوڑوں کا ہے جو صرف شرط لگانے کی وجہ سے زندہ ہیں، اسلام میں ان باتوں کا وجود نہیں، جانور اللہ کی مخلوق ہیں اس لئے نہیں کہ ہماری تفریح کا سامان بنیں اور ہم شرطیں لگا لگا کر ان سے پیسے کمائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ جانور کو اس لئے نہ ماریں کہ آپ کھا کھا کر پیٹو بن جائیں، ایک مسلمان کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتا، آپ کو اچھی طرح یہ اطمینان کر لینا بھی ضروری ہے کہ جو جانور شکار کیا ہے وہ اچھی طرح کھا لیا گیا، جب کھا چکیں تو پلیٹ صاف کریں اور اسے چاٹ لیں تاکہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ شکار کئے ہوئے جانور کے گوشت کا سالن ذرہ برابر ضائع نہیں ہوا بہرحال جانوروں کا شکار کم سے کم معقول کھانے کے لئے کیا جائے، معتدل غذا ہی انسان کو صحت مند کر سکتی ہے، جب کھائیں اللہ کا نام لیں کیونکہ ہمیں جانور کھانے کا حق اسی کی طرف سے ملا ہے خصوصاً یہ کھانے کا حق ہماری اخلاقی اچھائی کیلئے ملا ہے۔ جانوروں کو اس لئے زندگی دی گئی ہے تاکہ ہمارے لئے وہ غذا مہیا کریں اور ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں (اس حقیقت کو نظر میں رکھیں کہ کسی جانور کے بغیر دنیا بے مقصد نظر نہیں آتی مگر انسان کے بغیر دنیا بے مقصد دکھائی دیتی ہے۔ مترجم)

تیسری بات یہ کہ انسان کو ہر جانور کھانے کی اجازت نہیں جیسے چینی لوگ ریچھ اور سانپ کھاتے ہیں، مسلمان کو

مویشی کھانے کی اجازت ہے، مچھلی کی بھی اجازت ہے جب تک کہ وہ دریا میں ہے (زمین پر پڑی ہوئی اور مری ہوئی) اور تیرتی ہوئی مری ہوئی بھی جائز نہیں، پرندوں کی اجازت ہے لیکن تمام گوشت کھانے والے پرندے منع ہیں، مردہ جانوروں کے اعضا پر کسی بھی قسم کی جوئے بازی اور شرط لگانا ناجائز ہے، اسلام میں صرف صاف ستھرے اور نیک فطرت جانور کھانے کی اجازت ہے مثلاً گائے، بکری، بھیڑ وغیرہ غلیظ اور بدصورت جانور جیسے خنزیر وغیرہ کھانے کی ممانعت ہے۔ جو جانور کسی مرض کی وجہ سے نقصان دہ ہو اس کی بھی ممانعت ہے، جانوروں کا خون بھی منع ہے کیونکہ اس سے امراض پھیلتے ہیں۔

حقیقت میں اسلام نیم سبزی خور مذہب ہے، بہت سے جانوروں کو بالکل چھونے کی بھی اجازت نہیں (مسلمانوں کی گوشت خوری سے غیر مسلموں میں عام تاثر یہ ہے کہ مسلمان وحشی اور گوشت خور ہیں، حضرت محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے گوشت بہت کم کھایا اور سبزیوں پر گزارا کیا حضرت محمد ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کو گوشت اس لئے مرغوب تھا کہ دنوں میں ملتا تھا، آپ نے زندگی بھر سبزیاں، کھجور، دودھ، دلیہ، شہد، پنیر وغیرہ کا زیادہ استعمال فرمایا کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، گھر میں کبھی دو تین روز مسلسل چولہا نہ جلا، آپ کو لوکی بہت پسند تھی اور شوربے سے لوکی کے ٹکڑے چن چن کر نوش فرماتے تھے آپ کو سبزیوں سے ایسا پیار تھا کہ سبزی لانے والوں کو بھی نوازتے تھے، ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں ککڑیاں لے کر حاضر ہوئیں آپ نے مٹھی بھر سونے کے زیورات ان کی گود میں ڈال دیئے ایک اور صحابی آپ کی خدمت میں سبزیاں لایا کرتے تھے جب ان سے کوئی غلطی ہوگئی اور لوگ ملامت کرنے لگے تو آپ نے ان کو منع فرمایا اور فرمایا ان کو ملامت نہ کرو یہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ مترجم) بہر حال اسلام نیم سبزی خور مذہب ہے جانور کی پرستش کا قائل نہیں اس سے گریز کرتا ہے، گھر میں پالتو کتے رکھنے کی بھی ممانعت ہے جانور کی پرستش کی مطلق اجازت نہیں جیسے کہ یورپ میں عام ہے لیکن جانوروں سے پیار کرنا حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک ایسی گنہگار و بدکار عورت کو جنت کی بشارت دی جس نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی۔ آپ کو بلیوں سے بڑا پیار تھا

(حضرت محمد ﷺ کی اسی محبت و شفقت کی وجہ سے ایک دن ایک بوڑھا اونٹ بھاگتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جوانی میں میرے مالک نے مجھ سے کام لیا اور اب بڑھاپے میں ذبح کرنا چاہتا ہے پیچھے پیچھے مالک آ گیا آپ نے مالک کو اونٹ کی قیمت ادا کر دا کر اس بوڑھے اونٹ کو آزاد کر دیا۔ جانور بھی حضرت محمد ﷺ کو خوب جانتے تھے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بھیڑیے نے ایک ریوڑ سے بکری شکار کی مگر چرواہے نے چھڑالی بھیڑیا بولا آج کا کھانا تو نے مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا کیسی عجیب بات ہے کہ بھیڑیا بول رہا ہے، بھیڑیا بولا اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں اللہ کا رسول غیب کی خبریں بتا رہا ہے، چرواہے نے مدینہ منورہ میں آ کر حضرت محمد ﷺ کو یہ سارا قصہ سنایا، آپ نے فرمایا کہ بھیڑیا سچ کہتا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ نے منیٰ میں اونٹ ذبح کرنا شروع کئے تو ہر اونٹ آگے بڑھ بڑھ کر اپنی گردن پیش کرنے لگا۔ مترجم) ایک انسان جو جانوروں کو مارتا ہے لازماً اخلاقی طور پر ایک اچھا انسان ہونا چاہئے ایک اچھا مسلمان، نہ دیوانہ اور نہ شراب میں مست، ظلم سے بچنے کے لئے قصائی کو ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہئے، ذبح کرتے وقت جانور کو بالکل تکلیف نہ ہونا چاہئے، ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ نے دیکھا ایک شخص نے جانور کو زمین پر پٹخ کر سر پر پیر رکھا ہوا ہے اور اس دہشت زدہ جانور کے سامنے چھری تیز کر رہا ہے آپ نے فرمایا یہ آدمی جانور کو دو مرتبہ کیوں ذبح کر رہا ہے۔ جانوروں کو مرنے سے پہلے کسی طرح بھی خوفزدہ نہ کرنا چاہئے دوسرے جانوروں کی موجودگی میں اس کو ذبح نہ کیا جائے کہ دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو جائیں دور جدید میں ذبح کرنے والے جانوروں کو قطار میں کھڑا کیا جاتا ہے جبکہ آگے والا جانور ذبح کیا جاتا ہے............ ذبح کرنے سے

پہلے جانور کو خوب کھلایا پلایا جائے کوئی تکلیف نہ دی جائے آرام پہنچایا جائے اکثر ہم نے دیکھا ہے ذبح ہونے والے جانور بھوک و پیاس سے مر رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے سامنے ذبح کئے جاتے ہیں، اسلام نے ذبح کا جو نفیس طریقہ بتایا ہے ان طریقوں سے ذبح ہونے سے جانوروں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ ذبح کئے جائیں گے۔

اصل ذبیحہ یہ ہے کہ گلے کی شریانیں اس طرح کاٹی جائیں کہ خوب خون بہہ جائے اور چھری اتنی تیز ہو کہ جانور کو کچھ محسوس نہ ہو اور خون کا بہاؤ اتنا تیز ہو کہ ذبیحہ فوراً مر جائے اس طرح دم بھی بالکل آسانی سے نکل جائے گا اور کوئی تکلیف بھی نہ ہوگی، کسی حالت میں بھی جانور ذبح کرنے میں جلدی نہ کرنی چاہئے، اسی طرح اسلام صنعتی قصاب خانوں کے طریقوں کو جائز قرار نہیں دیتا جو جانوروں کے لئے بہت ہی ہیبت ناک ہیں، اسلام بیڑی فارمنگ اور دوسرے خوفناک طریقوں کو منع کرتا ہے کیونکہ تکنیکی طریقوں کا واحد مقصد نفع حاصل کرنا ہے (حضرت محمد ﷺ کے عہد مبارک میں قصائیوں کا وجود تھا نہ گوشت کی دکانیں، یہ گھریلو ماحول تھا۔ مترجم) ذبح کا وہ طریقہ جس سے جانور کو تکلیف ہو اسلام میں منع ہے۔ اگر ہم اسلامی طریقے سے جانوروں کو ذبح کریں تو یہ اخلاقی طور پر برا عمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں جانور کی پوری پوری تکریم کا خیال رکھا جاتا ہے، اسلام کہتا ہے اگر آپ کو اسلامی طریقے سے ذبح کیا ہوا گوشت نہ ملے تو نہ کھایئے جو حلال کھانا ملے وہی کھایئے جب تک حد سے زیادہ ضروری نہ ہو حرام گوشت نہیں کھا سکتے، وہ بھی اتنا کہ بھوک کی شدت ختم ہو جائے (نہ کہ مزے لے کر کھایا جائے، اسلام کا حکم یہ ہے کہ جب کھاؤ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ یعنی اللہ کا نام لے کر، مترجم)

انسان کو جانوروں پر اتنا مہربان ہونا چاہئے جتنا اللہ

قرآن کریم کا خطاب جہاں ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سے ہے وہاں اس کا خطاب سارے انسانوں سے ہے جس میں اس کائنات میں رہنے والے بھی انسان آ گئے............ اللہ کی ذات اور وجود کی بات آئی تو کہیں فرمایا............ اے لوگو اپنے پالنہار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا............ کہیں فرمایا ''اللہ لوگوں پر مہربان ہے'' کہیں فرمایا ''بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے'' کہیں فرمایا ''اے لوگو! اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا'' کہیں فرمایا ''لوگوں کا پالنہار، لوگوں کا بادشاہ، لوگوں کا خدا'' کہیں فرمایا ''اے انسانو! اللہ کی نعمتیں یاد کرو'' کہیں فرمایا۔ ''اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو''

مہربان ہے، اسلام میں تو کیڑے مکوڑوں کے بھی حقوق ہیں آپ صرف ان چیونٹیوں کو مار سکتے ہیں جو کہ آپ کو ایذا دیں یا کھانا خراب کرتی ہیں، مکھیوں کو بھی ایذا نہ دی جائے نہ پانی میں الیں، اگر جلانے والی لکڑی میں چوٹیاں ہیں تو جلانے سے پہلے جھٹک کر چوٹیاں گرائی جائیں پھر لکڑیاں جلائیں، آپ ٹڈیاں مار سکتے ہیں مگر ان کو بھی زندہ نہ جلائیں حضرت محمد ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ کو جانوروں کو مارنے پیٹنے کی کبھی اجازت نہیں جانوروں کی عقل نہیں ہوتی اس لئے مار پیٹ کر ان کو سبق نہیں سکھایا جا سکتا، آپ کو تیز دھار چھری سے یا شوٹ کر کے جنگلی درندے مارنے کی اجازت ہے آپ موذی جانوروں کو صرف اس وقت جلا سکتے ہیں جب مارنے کا دوسرا راستہ نہ ہو۔ حج اسلام کا اہم رکن ہے لیکن دوران حج کوئی حاجی نہ پودوں کو اکھاڑ سکتا ہے (نہ جانوروں کو مار سکتا ہے حتیٰ کہ معمولی جوں بھی نہیں کر سکتا، مترجم) اسلام میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور بدسلوکی پر جزا اور سزا ملے گی اس لئے بار بردار جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت ہے قیامت کے دن تمام جانوروں کو زندہ کیا جائے گا اور ان پر زیادتیوں کا بدلہ دیا جائے گا۔ بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ حساب کتاب کے بعد جانوروں کو نابود کر دیا جائے گا۔

جانوروں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات تمام مذاہب سے بہتر ہیں جو انسان جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے اس کے نزدیک قوت ہی قانون ہے، اسلام میں قوت قانون نہیں بلکہ اللہ کی طاقت سب قوتوں پر حکومت کرتی ہے۔ سرمایہ داروں کے نزدیک اصل مقصد نفع ہے لیکن اسلام خود غرضیوں اور لالچ کے خلاف جنگ کرتا ہے اور صرف پیسہ کمانے کی غرض سے جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کو روا نہیں رکھتا۔ اسلام اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ سائنس کی پرستش نہ کی جائے سائنس کی اپنی حدود ہیں، اللہ کا رحم و کرم ہمیشہ سائنس سے بلند تر ہونا چاہئے ہمیں اس سے غرض نہیں کہ سائنس کتنی کامیاب ہے۔ عیسائیت (ازمنہ وسطیٰ) میں جانوروں کی بے رحمی کے ساتھ ایذا رسانی ان کو آزمائش میں ڈالنا، ان کو جان سے مار ڈالنا یہ اسلام کے لئے اجنبی ہے۔

اسلام اٹھارویں صدی کے مصلحین سے اتفاق کرتا ہے کہ جانوروں پر ظلم و ستم وحشی زندگی کا حصہ ہے، جانوروں سے وحشیانہ سلوک اخلاقی آلودگی ہے لیکن اسلام بنی نوع انسان کو فساد کی جڑ اور جانوروں سے کم تر قرار نہیں دیتا جیسا کہ بدھ مت کے لوگ اور دوسرے سمجھتے ہیں، بنی نوع انسان جانوروں سے برتر ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ جانوروں سے پیار کیا جائے اور نوع انسانی سے نفرت کی جائے جس طرح ہٹلر قسم کے لوگ جانوروں سے پیار کرتے ہیں.......... اسلام سوشلسٹوں سے بہتر ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ جانوروں پر مہربانی امیروں کی ذہنیت اور جذباتیت کی غماز ہے.......... اسلام موجودہ دور کی جانوروں کے حقوق سے متعلق تحریکوں کے نظریات سے بھی بلند تر ہے انہوں نے جانوروں کو حقوق دینے کے لئے جانوروں کی تفریق و تقسیم کی ہے لیکن اسلام جانتا ہے کہ جانور اللہ کی مخلوق و عیال ہونے کی وجہ سے حقوق رکھتے ہیں، اسلام نے جانوروں کی تکالیف کو دور کرنے کے لئے بہت کچھ کیا ہے اور اس کا منتہائے مقصد یہ ہے کہ جانوروں پر کوئی ظلم و زیادتی نہ کی جائے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ جانوروں کو صرف اللہ کے لئے مارا جائے اور اسلام کا یہ بھی نظریہ ہے کہ جو جانور مارے جائیں گے قیامت کے دن سب زندہ کئے جائیں گے۔

لیکن اسلام کی برتری صرف ان باتوں سے نہیں ہے، جانوروں کو حقوق دینے والوں سے پوچھا جائے کہ وہ حقوق کی باتیں کیوں کرتے ہیں تو اس کا جواب وہ یہی دیتے ہیں کیونکہ جانور مجبور اور کمزور ہیں یعنی جو کچھ یہ کر رہے ہیں ضمیر کی آواز پر کر رہے ہیں لیکن اس صورت میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ میں ضمیر کی آواز کیوں سنوں اور کیوں نہ اپنا نفع دیکھوں خصوصاً ملحدوں کی سوچ یہی ہے کیونکہ نہ وہ اللہ کو مانتے ہیں نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ان کو آخرت کے عذاب کا ڈر ہے لیکن مسلمان جانتا جانوروں کو تکلیف دی تو قبر کے عذاب اور آخرت کے حساب کتاب سے وہ بچ نہیں سکتا، یہی اسلام کی برتری ہے۔

اسلام جانوروں پر مہربانی کی حقیقی دلیل پیش کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں کو حقوق دیتا ہے حتیٰ کہ پودوں کو بھی حقوق دیتا ہے (چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے ملک شام کی طرف جو مہم روانہ کی اس میں مجاہدین کو جو ہدایات کیں ان میں بچوں، بوڑھوں، عورتوں، پر امن شہریوں، عبادت گاہوں میں عبادت گزاروں کو ہلاک کرنے کی ممانعت کے ساتھ ساتھ درخت کاٹنے اور عمارتیں ڈھانے کی بھی ممانعت فرمائی، آج کے ترقی یافتہ دور میں ترقی اور شائستگی کی دعویدار قوموں کی جنگیں آپ کے سامنے ہیں جنہوں نے وحشیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے ایک واقعہ سے نباتات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے آپ نے عذاب قبر میں تخفیف کیلئے ایک قبر پر کھجور کی ہری بھری شاخ رکھ دی اور انسانی فکر کیلئے ایک نیا باب کھول دیا، آپ نے اپنے ہاتھوں سے خود کھجور کے پودے لگائے، آپ نے دل کے مریضوں کیلئے عجوہ کھجور تجویز فرمائی، آپ نے صحت و تندرست کی خاطر دانتوں کی صفائی کے لئے پیلو کی خوشبودار جڑ کی مسواک تجویز فرمائی، ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ نباتات سے اسلام کو کتنا گہرا تعلق ہے۔ مترجم) بہرحال اسلام کے اس تصور سے کہ جس نے جانوروں کو تکلیف دی اس کو عذاب دیا جائے گا اور آخرت میں حساب کتاب کیا جائے گا نیز اسلام نے جانوروں کے آرام اور حفاظت کیلئے جو تعلیم دی ہے اس کو پڑھ کر ان سب لوگوں کو مسلمان ہو جانا چاہئے جو جانوروں سے پیار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی یہ احساس ہونا چاہئے کہ ان کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کتنا اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ (کیونکہ وہ بے حسی اور بے عملی کا شکار ہیں مترجم)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اس کے مظہر ہو جائیں، اس کی طرح مخلوق پر حکومت کریں اور اس کے حکم کے مطابق اس کی مخلوق کو استعمال کریں، ہمارا اللہ کی مخلوق سے فائدہ اٹھانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہونا چاہئے اگر ہم غذا سے لطف اٹھاتے ہیں اور گوشت کھا کر مزا لیتے ہیں تو ہم کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کھانے کا ہمارا یہ حق اس یقین سے جنم لیا ہے کہ ہم زمین پر اللہ کے کامل و مکمل نائب اور خلیفہ ہے اور ہمارا خیال اور ہمارا عمل خالص ہے (اسی لئے کھانے کے بعد دعا کی جاتی ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔ اسلام نہیں چاہتا کہ ہم غفلت سے کھائیں اور کسی لحہ بھی اللہ کو بھول جائیں، اسلام ہر آن ہم کو بیدار رکھنا چاہتا ہے، ہر مسلمان جانوروں کے حقوق کا پاسدار اور محافظ اور ایک بیدار نگہبان ہے اس کو ایسا ہی ثابت کرنا چاہئے۔ مترجم)

دین فطرت .... صلائے عام

قرآن کریم کا خطاب جہاں ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سے ہے وہاں اس کا خطاب سارے انسانوں سے ہے جس میں اس کائنات میں رہنے والے بھی انسان آ گئے .... اللہ کی ذات اور وجود کی بات آئی تو کہیں فرمایا .... اے لوگو اپنے پالنہار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا .... کہیں فرمایا ''اللہ لوگوں پر مہربان ہے'' کہیں فرمایا ''بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے'' کہیں فرمایا ''اے لوگو! اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا'' کہیں فرمایا ''لوگوں کا پالنہار، لوگوں کا بادشاہ، لوگوں کا خدا'' کہیں فرمایا ''اے انسانو! اللہ کی نعمتیں یاد کرو'' کہیں فرمایا ''اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو''

اور جب حضرت آدم اور حضرت محمد ﷺ کا ذکر آیا تو حضرت آدم سے فرمایا، میں نے تم کو انسانوں کا امام بنایا اور حضرت محمد ﷺ کے لئے فرمایا ''اور ہم نے انسانوں کے لئے رسول بھیجا'' کہیں فرمایا ''اے انسانو! بیشک تمہارے پاس اللہ کا رسول حق لے کر آیا'' کہیں فرمایا ''اے انسانو! تمہارے پاس پالنہار کی طرف سے دلیل آ گئی'' کہیں حکم دیا ''آپ فرما دیجئے میں تم سب انسانوں کے پاس اللہ کا رسول آیا ہوں'' کہیں فرمایا ''انسانوں کو اس دن سے ڈراؤ جب عذاب آئے گا'' کہیں حکم دیا ''فرماؤ کہ اے انسانو! میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا آیا ہوں'' کہیں فرمایا ''اے انسانو! میں تم سب کے پاس اللہ کا رسول آیا ہوں'' کہیں فرمایا ''آپ سب انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے آئے ہیں۔''

جب قرآن کی بات آئی تو فرمایا۔ یہ انسانوں کے لئے بیان ہے اور ہدایت و نصیحت ہے کہیں فرمایا ''ہم نے تیری طرف کتاب نازل کی حق کے ساتھ تاکہ انسان کے درمیان فیصلے کیا کریں'' کہیں فرمایا ''یہ لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لئے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں'' کہیں فرمایا ''تمہارے پالنہار کی طرف سے حق آیا'' کہیں فرمایا ''ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں'' کہیں فرمایا ''ہم نے تجھ پر کتاب اتاری انسانوں کے لئے حق کے ساتھ'' کہیں فرمایا ''اے انسانو! اللہ کی طرف سے نصیحت آئی اور جو تمہارے دلوں میں روگ ہے اس کا علاج''

جب کعبۃ اللہ کا ذکر کیا تو فرمایا ''بیشک انسانوں کے لئے سب سے پہلے اللہ کا گھر جو بنایا گیا وہ مکہ میں ہے'' اور جب حج بیت اللہ کی بات آئی تو فرمایا ''لوگوں پر حسب استطاعت اللہ کے گھر کا حج فرض ہے'' جب انسانوں کی وحدت کی بات آئی تو فرمایا ''سب انسان ایک قوم تھے'' اور جب امت مسلمہ کی بات آئی تو فرمایا ''تم اچھی قوم ہو جو انسانوں کی ہدایت کے لئے نکالی گئی ہو'' جب آپس میں حسن سلوک کی بات کی تو فرمایا ''انسانوں سے اچھی اچھی باتیں کرو'' اور جب کھانے پینے کی بات آئی تو فرمایا ''اے انسانو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں وہ کھایا کرو''

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ''قرآن کریم کا خطاب دنیا کے سارے انسانوں سے ہے یعنی مختلف زبانوں، مختلف رنگوں، مختلف نسلوں اور مختلف خیالوں کے انسان اور بار بار یہ باور کرایا کہ اللہ سارے انسانوں کے لئے مہربان ہے اللہ کے رسول سارے انسانوں کے لئے آئے اور سارے انسانوں کے خیر خواہ ہیں۔ اللہ کی کتاب قرآن سارے انسانوں کے لئے نازل ہوا اور یہ سارے انسانوں کے لئے ہدایت و نصیحت اور شفا ہے۔ اللہ کا گھر کعبۃ اللہ سارے انسانوں کے لئے بنایا گیا اللہ کا دین بھی سارے انسانوں کے لئے ہے۔ دین فطرت اسلام کے اس ہمہ گیر اور عالم گیر تصور پر غور کریں اور اپنے اصل دین کی طرف لوٹیں جو یقیناً اسلام ہے۔

سچا مذہب دین فطرت اسلام انسانوں ہی کے لئے ہے اور جو انسانوں کے لئے وہ انسانوں کو دشمنی کی تعلیم نہیں دے سکتا اسی لئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا۔

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری محبت کی فراوانی

یہ بات قابل افسوس ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کو جنگ اور خونریزی کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے .... اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جن کے ہاتھ میں قلم ہے انہوں نے عمداً مسلمانوں کا اسی حوالے سے تعارف کرایا ہے ....

دوسری بات یہ ہے کہ جنگ اور خونریزی انسان کی فطرت ہے، جن مسلمان بادشاہوں اور فرمانرواؤں نے جنگ و خونریزی کی وہ اسلام سے منسوب کی گئی حالانکہ وہ مسلمانوں کی تاریخ نہیں بلکہ وہ انسانوں کی تاریخ ہے اور انسانوں کی تاریخ میں آپ کو اس قسم کی خونریزیاں ملیں گی ....

حضرت محمد ﷺ ان خونریزیوں کو ختم کرنے آئے۔ ذرا غور کریں حضرت محمد ﷺ نے مکہ معظمہ میں دین فطرت اسلام کا پیغام سنایا۔ آپ کے ہم وطن آپ کے دشمن ہو گئے مگر آپ نے تلوار نہیں اٹھائی بلکہ وطن کو چھوڑ کر چار پانچ سو کلومیٹر دور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، آپ نے قیام مکہ معظمہ کے تیرہ سالہ طویل دور میں کبھی کسی کو مارنے کے لئے ہاتھ تک نہ اٹھایا مگر آپ کے دشمن آپ کے پیچھے لگے رہے اور آپ کے تعاقب میں کئی بار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے چنانچہ آپ کی ہجرت کے دوسرے ہی سال ۲ھ مطابق ۶۲۳ء سے غزوات کا آغاز ہوا اور مسلسل کئی غزوات ہوئے مثلاً غزوہ بدر، غزوہ خندق اور غزوہ احد وغیرہ ۹ھ مطابق ۶۳۰ء یہ سلسلہ ختم ہوا اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اہل مکہ کے

''ایک دن لوگ بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگ ایک جنازہ لے کر ادھر سے گزرے، ہم لوگ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ جنازہ غیر مسلم کا ہے، ہم نے انہیں جواب دیا کہ ایک دن حضرت محمد ﷺ کے سامنے یہودی کا جنازہ گزرا آپ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، کسی نے کہا، حضور ﷺ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا ''کیا وہ جان نہیں ہے''

مدینہ منورہ پر پے در پے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے اپنے وطن مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ ہم جنگ نہیں چاہتے ہم تو محبت چاہتے ہیں........ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ دس سال کے عرصے میں دونوں طرف سے جتنے لوگ شہید و ہلاک ہوئے اور جتنے زخمی ہوئے وہ تعداد دحیران کن ہے........ گیارہ سال کی مدت میں دونوں طرف کے تقریباً ایک ہزار افراد شہید اور قتل ہوئے اور اتنا بڑا انقلاب آیا کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی خونریزی بھی اتنا بڑا انقلاب برپا نہ کر سکی........ حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کے جسم کی صحت کی بقا کے لئے نوع انسانی کے جسم کا اتنا ہی آپریشن کیا جتنا ضرورت تھی، آپ نے خونی قاتلوں کی طرح انسانی جانوں کو بے دریغ ضائع نہیں کیا، آپ نے مقتول انسانوں کے جسم کی تکریم کا بھی سبق سکھایا اور ان کے ہاتھ پیر اور ناک کان وغیرہ کاٹنے سے منع فرما دیا اور دوست و دشمن سب کے ساتھ بعض معاملات میں یکساں حکم فرمایا اور بتایا کہ انسان، انسان ہے خواہ وہ دوست ہو یا دشمن........ وہ زمانے بیت گئے جب دین فطرت اسلام کو تلوار سے پہچانا جاتا تھا........ ایک فرانسیسی فاضل نے لکھا ہے۔

''یہ بات کہ مذہبی جنونی انسانوں نے تلوار کی نوک پر فتوحات کیں نہایت ہی بے ہودہ افسانہ ہے۔''

اور اے ایس ٹرائن لکھتا ہے۔

''ایک مجاہد کی وہ تصویر جس کے ایک ہاتھ میں قرآن دوسرے ہاتھ میں تلوار بالکل جھوٹی ہے''

سب کو معلوم ہے کہ یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں حضرت محمد ﷺ کے بھی بدترین دشمن رہے آپ نے مدینہ منورہ سے ان کو نکالا نہیں بلکہ یہ اپنے کرتوتوں سے نکلے، مسلم خواتین کی بے حرمتی کی آپ کو زہر بھی دیا اور آپ کو شہید کرنے کی پوری پوری کوشش کی لیکن ان کے ساتھ آپ کا سلوک ہمیشہ اچھا رہا کیونکہ آپ سارے انسانوں کے لئے رحمت بن کر آئے تھے........ مدینہ منورہ کے ایک مشہور منافق نو مسلم عبداللہ بن ابی جس نے اسلام کا صرف لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور یہ بات حضرت محمد ﷺ کے علم میں تھی، ایک جنگ کے موقع پر آپ نے اس کی سفارش سے کئی سو یہودی قیدیوں کو رہا کر دیا........ اسی طرح ایک صحابی روایت کرتے ہیں۔

''ایک دن لوگ بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگ ایک جنازہ لے کر ادھر سے گزرے، ہم لوگ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ جنازہ غیر مسلم کا ہے، ہم نے انہیں جواب دیا کہ ایک دن حضرت محمد ﷺ کے سامنے یہودی کا جنازہ گزرا آپ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، کسی نے کہا، حضور ﷺ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا ''کیا وہ جان نہیں ہے''

اسی لئے قرآن کریم من کی صفائی کی بات کرتا ہے تن و من صاف ہوں تو پھر انسان، انسان ہے........ ہمیں انسانوں کی ضرورت ہے........ علامہ اقبال نے سچ کہا۔

خدا کے بندے ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

بندگی کی نسبت سے خدا کے بندوں سے پیار عبادت ہے اسی لئے قرآن کریم نے بدخواہوں اور دشمنوں سے پیار کرنا سکھایا، ہاں جو دشمن پیار و محبت کو خاطر میں نہیں لایا اس کا علاج تلوار سے ضرور کیا گیا مگر بے دریغ خون نہیں بہایا گیا اگر کسی نے بہایا تو قرآن کے خلاف کیا، قرآن نہ خونریزی کی تحریک کرتا ہے نہ تائید وہ تو یہ کہتا ہے ''جس نے ایک جان کو چھڑایا اس نے ایک جہان کو بچایا'' اور ''جس نے ایک جان کو قتل کیا اس نے سارے جہاں کو قتل کیا''

ترجمہ:

جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اس نے گویا سب کو جلایا''

اور یہ جو قرآن کریم میں جگہ جگہ کافروں کو مارنے کی بات کی ہے تو یہ حکم اس وقت ہے جب کافر مسلمانوں کے مقابلے پر ہوں، یہ حکم ہمیشہ کے لئے نہیں اور نہ اس کو کسی خونریزی کے لئے دلیل بنایا جا سکتا ہے........ اور یہ بھی خیال رہے کہ انسانوں کا انسانیت کے حوالے سے درد دکھ رکھنا منافقت اور صلح کلیت نہیں ہے، منافقت یہ ہے کہ سب کو صحیح سمجھنا اور صحیح سمجھ کر سب سے محبت اور تعلق رکھنا........ کیونکہ سب سیدھے راستے پر نہیں ہو سکتے، سیدھے راستے پر تو ایک ہی ہوگا، سب راستے سیدھے راستے کیسے ہو سکتے ہیں، ہاں! سیدھے راستے سے بھٹکنے والا ٹیڑھے راستے پر ضرور ہے........ انسانی ہمدردی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان ٹیڑھے راستوں پر چلنے والوں کو سیدھے راستے کی طرف بلایا جائے اور سیدھے راستے پر چلایا اور وہ سیدھا راستہ دین فطرت ''اسلام'' ہی ہے........ ہم نے رنگوں اور زبانوں کے ساتھ نفرتیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ زبانیں تو معانی کے ساغر و پیمانے ہیں، قیمتی جام ہیں کوئی اسے توڑتا نہیں........ اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ انسانوں کے رنگ برنگ کے رنگ اور رنگ برنگ کی زبانیں تو ہماری نشانیاں ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

''اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے۔''

نظر اس طرف کیوں نہیں جاتی کہ اس پردے میں وہ کون سی ہستی ہے، جس کی قوت تخلیق کی یہ شان ہے........ حضرت محمد ﷺ نے یہی سکھایا کہ جب جام میں زہر بھر جائے تو زہر انڈیل کر آب حیات سے جام بھر دو اور انسان کو اللہ کی محبت میں مست کر دو........ آپ نے فرمایا۔

''انسان انسان کا بھائی ہے''

اللہ تعالیٰ سارے عالم کا رب ہے اور حضرت محمد ﷺ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم دین فطرت کے بارے میں خوب غور و فکر کریں........ اصل میں انسان کو وضع داری اسلام میں آنے سے روکتی ہے کہ اسلام قبول کر لیا تو مذہب والے کیا کہیں گے، مگر جب ہم اپنی نجی زندگی میں غیر معقول باتوں کو اپنانے میں شرم محسوس نہیں کرتے تو پھر زندگی کی تعمیر کے لئے معقول باتوں کو اپنانے میں کیا شرم........ پھر وہ اصول بھی وہ ہیں جو کسی مخلوق کے نہیں بلکہ انسانوں کے رب نے انسانوں کے لئے بنائے ہیں........ یہ دور عقل و خرد اور تجربے اور مشاہدے کا دور ہے، حرکت کا دور ہے، جمود کا دور نہیں، اس میں وضع داری کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے، آپ خود سوچیں اور فیصلہ کریں........ میں یہاں ایک نو مسلم عبدالواحد شیخ کی دین فطرت اسلام کے لئے دعوت پیش کرتا ہوں وہ لکھتا ہے۔

''میں ہر ایک کو نہیں کہتا کہ مسلمان ہو جاؤ مگر انسانیت کے ناطے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ کو دعوت دوں کہ

مذہب اسلام کا مطالعہ کریں''

قرآن کریم میں یہی دعوت تو دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

''تم فرماؤ اے کتابیو! ایسے کلمے کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دوں کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں''

عبدالواحد شیخ اپنے اسلام لانے کی وجوہات لکھتا ہے۔

''میری چوتھی اور آخری وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ اسلام دور حاضر کی تمام ضروریات کے عین مطابق ہے اس عہد کے مسائل کا حل کسی دوسرے مذہب کے پاس نہیں ہے''

پھر آگے چل کر لکھتا ہے۔

''دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہے جو اسلام کی مانند اقوام عالم کی اقتصادی و اخلاقی مسائل کا تسلی بخش حل پیش کر سکے۔''

ہنٹر نے اسلام کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

''اسلام کے شاندار کارناموں میں یہ عظیم کارنامہ ہے کہ یہاں عبادت کے لئے عبادت خانہ ضروری نہیں بلکہ اللہ کی زمین پر جہاں چاہے اس آسمان کے تحت عبادت کر سکتے ہیں''

دین فطرت اسلام کی حقانیت اور سچائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ غیر مسلم کسی لالچ کے بغیر مسلمان ہوتے ہیں جب کہ دور جدید کہ یہ زندہ حقیقت ہے کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں جو لوگ جاتے ہیں وہ زن، زر، زمین کے لالچ میں جاتے ہیں تو صحیح معنوں میں یہ مذہب قبول کرنا نہ ہوا بلکہ اپنی مادی خواہش کو پورا کرنا ہوا.........

جس طرح سیاست میں ایک سیاسی پارٹی کے لوگ اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے ایک پارٹی کو چھوڑ کر دوسری پارٹی میں چلے جاتے ہیں اور تبدیلی کا یہ عمل ان کی زندگی کے ساتھ جاری رہتا ہے......... قرآن کریم نے مذہب کو ایک اٹل حقیقت قرار دیا تاکہ زندگی ہچکولے کھاتی نہ پھرے اس میں ایسا ٹھہراؤ ہو جو خود بھی بنے اور دوسروں کو بھی بنائے......... جو لوگ اسلام لاتے ہیں وہ زن، زر، زمین دیکھ کر نہیں آتے کچھ اور دیکھ کر آتے ہیں، وہ وہ دیکھ آتے ہیں جو ان کو نظر نہیں آتا، ہزاروں لاکھوں انسان اسلام لا چکے ہیں اور مسلسل اسلام لا رہے ہیں......... دین فطرت اسلام دور جدید کے لئے ایک بڑا چیلنج بن گیا ہے، اس چیلنج کا اسلام قبول کر کے ہی مقابلہ کیا جا سکتا ہے.........اسلام قبول کرنے والوں کی ہزاروں داستانیں

اگر ہم نے دین فطرت کو اپنے معاشرے اور خود اپنے وجود پر حاکم نہ بنایا تو ان جنگوں کا دائرہ اور وسیع ہوتا جائے گا.........اسلام انسانیت کے لئے امن کا پیغام ہے۔ یہ سارے انسانوں کے لئے ہے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں.........اس لئے ہم سب کو اس کی آغوش میں پناہ لینی چاہئے۔ اس کی صداقت وسچائی کو تاریخ نے ثابت کر دیا ہے۔

چھپ چکی ہیں اور برابر چھپ رہی ہیں چنانچہ ایسی ہی کتابوں کا مطالعہ کر کے ہندو دانشور عبدالواحد شیخ مسلمان ہوا وہ لکھتا ہے۔

''دوسری کتابیں بھی پڑھی ہیں جن میں لوگ دلی محبت ورغبت کے سبب دین اسلام پر ایمان لائے......... ان میں سے ایک کتاب ''ہم کیوں مسلمان ہوئے'' پڑھی جس میں چھیاسٹھ تعلیم یافتہ لوگ، نہ صرف تعلیم یافتہ بلکہ مختلف شعبوں کے ماہر.........جن لوگوں نے کئی سال عیسائیت، بدھ مت، ہندو مت کو نہ صرف پڑھا بلکہ عمل کرتے رہے۔ مگر یہ مذاہب ان کی روحانی، سماجی، معاشرتی ضروریات پوری نہ کر سکے، پھر دین اسلام کے اصولوں پر عمل کرتے رہے، یہ مذہب ان کی روحانی، سماجی، معاشرتی ضروریات پوری کرتا تھا۔

بنگال کے ایک ہندو راجا کی بیٹی راج کماری جس کا اسلامی نام جاوید بانو رکھا گیا، وہ لکھتی ہے۔

''آخر کار میں نے سچائی کو تسلیم کر لیا میں بہت خوش ہوں اور میری روح مطمئن ہے.........'' صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو روزمرہ زندگی کا سچا رہنما ہے۔''

دین فطرت اسلام مردوں میں تو پھیل ہی رہا ہے لیکن خواتین میں بھی بڑے زور شور سے پھیل رہا ہے، اخبار جنگ کراچی کی ایک خبر ہے کہ صرف برطانیہ میں چالیس ہزار خواتین مشرف بہ اسلام ہو چکی ہیں جن کو اسلام سے بہت ہی محبت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طمانیت اور سکون اسلام ہی میں ہے اور یہ بات جب پیدا ہو سکتی ہے کہ جب دل سے پورے اسلام کو قبول کر لیا جائے......... اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ:

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔''

جو انسان دل سے اسلام لائے۔ جو پورے اسلام میں داخل ہوئے ان کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔

اسلام امن چاہتا ہے امن۔ اس کی ساری تگ و دو امن کے لئے ہے۔ ماضی میں اس نے عرب وحشی معاشرے میں امن قائم کر کے دکھایا جو سخت حیرت ناک ہے.........

جدید دنیا عیاشیوں اور بے حیائیوں کے ساتھ ساتھ امن چاہتی ہے۔ اس طرح امن قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ اس وقت ساری جنگیں

☆ عیاشیوں، بے حیائیوں اور امن پسندوں کے درمیان ہیں

☆ ظالموں اور مظلوموں کے درمیان ہیں

☆ مجبوروں، مقہوروں اور جابروں اور قاہروں کے درمیان ہیں

☆ سادگی پسندوں اور فضول خرچوں کے درمیان ہیں۔

☆ بلند ہمتوں اور پست ہمتوں کے درمیان ہیں۔

اگر ہم نے دین فطرت کو اپنے معاشرے اور خود اپنے وجود پر حاکم نہ بنایا تو ان جنگوں کا دائرہ اور وسیع ہوتا جائے گا.........اسلام انسانیت کے لئے امن کا پیغام ہے۔ یہ سارے انسانوں کے لئے ہے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں.........اس لئے ہم سب کو اس کی آغوش میں پناہ لینی چاہئے۔ اس کی صداقت وسچائی کو تاریخ نے ثابت کر دیا ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آئینہ قرآن میں

تحریر: حضرت احسن العلماء ماہرہ شریف (انڈیا) کی یادگار تقریر کا احوال

اللہ اکبر، جو صرف دستر خوانوں کے، جو سجے ہوئے دسترخوانوں کے بلاؤ ہوتے ہیں اور اس کے بعد جب وقت آ پڑے اس دسترخوان یوالے کے اوپر تو دور سے بھی سلام نہیں کرتے، پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ تب صاحب، پھر یہ کہنے کا موقع ملتا کہ ارے صاحب کوئی خاص بات نہیں ہے، ایسی بات تو یوسف کے وقت میں بھی ہو چکی ہے، ایسی بات تو ان کے وقت میں بھی ہو چکی ہے، عیسیٰ کے وقت میں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور تیسرا سب سے اہم جواب جو ہے وہ یہ ہے، سنو میرے بھائی مسلمانو! اس بات کو، اللہ اکبر، میں نے کبھی اس موضوع پر اس سے پہلے اس طرح سے گفتگو نہیں کی ہے۔ آج تمہیں بتا رہا ہوں۔ تسرا اور آخری جواب جو ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ کا رسول خود بیان فرما دیتا اور زیادہ مزید تفصیل کے ساتھ تو اس کا زیادہ سے زیادہ درجہ دینی اعتبار سے حدیث ہی کا ہوتا نا (سامعین: بے شک) ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا (سامعین: بے شک، بے شک) لیکن یہ جو بات ہوتی کہ حافظ شریف کھڑے ہوئے نماز پڑھانے کے لئے تو سورہ نور کی وہی آیتیں پڑھ رہے ہیں، میں کھڑا ہوا تو میں بھی سورہ نور کی وہی آیتیں پڑھ رہا ہوں، حافظ شہاب الدین کھڑے ہوئے یعنی مدرسوں میں وہی پڑھایا جا رہا ہے، مسجدوں میں وہی پڑھی جا رہی ہے، خانقاہوں میں وہی پڑھی جا رہی ہے، اگر رسول بیان فرماتے تو حدیث کا مرتبہ ہوتا نا (سامعین: بے شک) کبھی کبھی ہمارے علماء مفتی شریف الحق تشریف لاتے ہیں، مفتی صوفی نظام الدین تشریف لاتے ہیں، حضرت مولانا اختر رضا خاں صاحب ازہری قادری برکاتی رضوی زید مجدہ السامی تشریف لاتے ہیں، وہ احادیث کا بیان کرتے ہیں تو کبھی کبھی یہ حدیث بھی سنا دیتے لیکن یہ جو روزانہ پڑھا جاتا ہے، اللہ اکبر، جمعہ میں پڑھا جائے پنجگانہ میں پڑھا جائے، تراویح میں پڑھا جائے، اللہ اکبر، ہم گھروں میں پڑھیں گھروں سے باہر پڑھیں، اللہ اکبر، ہمارے بچے پڑھیں، ہماری بچیاں پڑھیں۔ بولو جب قرآن کا ختم ہوتا ہے تو سورہ نور پڑھی جاتی ہے کہ نہیں پڑھی جاتی ہے (سامعین: پڑھی جاتی ہے) اللہ اکبر۔ میں تمہیں بتاؤں رسول پاک ﷺ نے تاکید فرمائی ہے سنو مسلمانو! وہ بات بھی شاید مجھے نہیں یاد کہ میں نے اپنے مار ہرہ کے کسی بیان میں بتائی ہو۔ میرے سرکار فرماتے ہیں ''اپنی بیٹیوں کو سورہ یوسف نہ سکھاؤ بلکہ سورہ نور سکھاؤ'' (سامعین: سبحان اللہ) بولو بھائی، کیا سمجھے! بولو سورہ نور! کسی اور کتاب میں ہے، (سامعین: نہیں) سورہ یوسف تو قرآن میں ہے اور سورہ نور (سامعین: قرآن میں) وہ بھی قرآن میں ہے۔ لیکن کیونکہ سورہ یوسف میں حسن وعشق کا بیان ہے اور سورہ نور میں عفت وعصمت کا بیان ہے اس لئے فرمایا اپنی بیٹیوں کو اپنی بچیوں کو سورہ نور پڑھاؤ تاکہ بچپن ہی سے ان کے دماغوں میں، اللہ اکبر، یہ تو ہماری شامت اعمال ہے چونکہ رسول سے بہت دور جا پڑے ہیں اور روز بروز دور جاتے چلے جاتے ہیں۔ جتنا ہم رسول سے دور ہوتے جاتے ہیں، اللہ کی رحمت ہم سے دور ہوتی جاتی ہے۔ (سامعین: سچ ہے) اللہ کی رحمت ہم سے دور ہوتی جاتی ہے۔ آج ہماری قوم کی بچیاں اور بہنیں جو ہیں معاذ اللہ نامحرموں کے سامنے ڈانس کرتی ہوئی جاتی ہیں، نامحرموں کے سامنے ناچتی گاتی ہوئی جاتی ہیں۔ معاذ اللہ رب العالمین۔ غیروں کے تیوہاروں میں اسی طرح سے بے شرمی، بے حیائی کے ساتھ، کھلے داموں، کھلے بندوں آتی ہیں اور آنے کے بعد گل وعبیر چھڑکتی ہیں ایک دوسرے کے اوپر۔ تف ہے تف ہے ہمارے اوپر۔ اور تف ہے ایسی ماؤں اور بیٹیوں کے اوپر، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں، تم کو، سب کو جوہر حیاء عطا فرائے (سامعین: آمین وہ خدا کا رسول ہے وہ میرا ہی رسول نہیں ہے سب کا رسول ہے۔ بولو! ایک کا رسول ہے وہ (سامعین: نہیں) کائنات کا رسول ہے، وہ موجودات کا رسول ہے، ارے میاں فرشتوں کا رسول ہے، رسولوں کا رسول ہے، نبیوں کا رسول ہے، اللہ اکبر، شجر وحجر کا رسول ہے۔ جی اللہ اکبر، آسمانوں کا رسول ہے، عرش کا رسول ہے، اللہ کا رسول ہے اور میاں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کا رسول ہے۔ (سامعین: سبحان اللہ) ارے ہاں جی، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کا رسول ہے، اللہ اکبر کہنے والوں نے اس کی رسالت کا انکار کیا اور بڑے طمطراق سے اپنے نزدیک کہا قالوا لست مرسلاً۔ کیوں حافظ صاحب، یہی ہے نا آیت..... قالوا لست مرسلاً تم رسول نہیں ہو۔ لست مرسلاً رسول نہیں ہو۔ یہ لیس کا لفظ جو ہے یہ نفی میں بہت نہایت ہی گاڑھا لفظ مانا جاتا ہے جس سے ''لست'' بنا ہے۔ لست مرسلاً۔ تم رسول نہیں ہو۔ بیان فرماتا ہے۔ جواب دے رہا ہے فرماتا ہے۔ یٰس۔ اے سردار، ارے میاں انہوں نے خود اپنی رسالت کی گواہی دی تو سبحان اللہ۔ وقت پیدائش اشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ میں گواہ دے رہا ہوں کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور میں گواہی دے رہا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ لیکن اس میں بھی چل گڈے چل گڈیاں کر سکتی تھیں کہ ارے صاحب یہ بھی رسول ہی کی باتیں تو ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے، اے سردار۔ اللہ اکبر۔ یٰس۔ اس کے اصلی معنی، اصل مطلب کیا ہے وہ تو ہم نے سونپ دیا ہے جانکاروں کی طرف۔ الہ اکبر، ہم نے ترجمہ کیا اے سردار! سردار میں بھی پہلے ''س'' ہے اور ''یٰس'' میں بھی پہلا ''س'' ہے۔ فرماتا ہے۔ لست مرسلاً۔ کے جواب میں فرماتا ہے۔ یٰسن۔ اے سردار۔ والقرآن الحکیم اس حکمت والے قرآن کی قسم ہے۔ ان کا لمن المرسلین۔ ضرور تم تو اللہ کے رسول ہو (سامعین: بے شک، بے شک) کیا کہا تھا ''لست مرسلاً'' اس میں اتنی تاکید نہیں تھی۔ الفاظ تاکیدی نہیں تھے۔ لیکن یہاں تو قسم یاد فرماتا ہے۔ وہ بھی میری تمہاری قسم نہیں بلکہ قرآن حکیم کی،

حکمت والے قرآن کی قسم یاد فرماتا ہے اور سردار کہہ کر مخاطب فرماتا ہے۔ اے سردار! حکمت والے قرآن کی قسم، بے شک تم رسولوں میں ہو۔ ہم نے تم نے رسول کی رسالت کی گواہی دی، سبحان اللہ، شجرو حجر نے رسول کی رسالت کی گواہی دی، سبحان الہ، عرش وفرش نے رسول کی رسالت کی گواہی دی، ارے میاں ان کا رب رسول کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے ''انک لمن المرسلین'' اور کیونکہ رب (گواہی) دے رہا ہے لہذا اپنے مرتبے کے مطابق دے رہا ہے۔ اللہ اکبر! سردار فرماتا ہے، حکمت والے قرآن کی قسم یاد فرماتا ہے اور پھر ''انک لمن المرسلین'' ان حرف مشبہ بالفعل جو انک میں ہے ان حرف مشبہ بالفعل۔ ہم نے کو دوں دے کر نہیں پڑھا ہے۔ الحمدللہ رب العالمین۔ انک لمن المرسلین۔ ان حرف مشبہ بالفعل جو تاکید کے لئے آتا ہے جیسے ہم اردو میں کہیں ''بے شک'' اور اس پر۔ لمن المرسلین۔ خالی اگر یہ فرما دیتا کہ انک من المرسلین۔ تو بھی ترجمہ یہی ہوتا کہ بے شک ضرور آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ لیکن نہیں، فرماتا ہے ''لمن المرسلین'' وہاں ان تاکید کے لئے ہے اور یہاں ''ل'' تاکید کے لئے ہے۔ ''ل'' بھی تاکید کے لئے ہوتا ہے اور ''ان'' بھی تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ یہ تو ان کے لئے ہو جو جانتے ہیں۔ جو جانکار ہوں یہ تو سب ان کے لئے ہے۔ درود پاک پڑھ لیجئے۔

اب میں مضمون کو سمیٹ رہا ہوں۔ لہذا مختصری دو ایک باتیں بتا دوں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ حاضر ہوئے اور اپنے والد ماجد کی وفات کی خبر سنائی اور کہا میں آپ کی اجازت لینے کے لئے آیا ہوں آپ کی اجازت ہو تو روضہ رسول میں......

آپ کو معلوم ہے روضہ رسول حجرہ عائشہ ہی تو ہے۔ اللہ اکبر۔ بڑا اپنے اوپر فخر فرماتیں، مجھے فخر ہے ساری ازواج مطہرات میں اس بات پر کہ میری گود میں رسول سر رکھے ہوئے لیٹے ہوتے اور قرآن نازل ہوتا ان پر۔ مجھے فخر ہے اس بات پر کٹورے میں جس جگہ میں منہ لگا کر پیتی وہیں سے میرا رسول منہ لگا کر پیا کرتا۔ (سامعین: سبحان اللہ) اللہ اکبر۔ فرماتی ہیں کہ میرے بعد رسول نے پھر کسی سے شادی نہیں فرمائی۔ اللہ اکبر۔ میری شادی کا دعوت نامہ وہاں سے آیا۔ اللہ اکبر۔ وہاں ہمیں پہلے زوجیت میں منسلک کر دیا گیا اور عرش سے مجھ پر تسلیم نازل ہوئی اور نہ جانے کیا کیا فضائل جوان کے رب نے انہیں عطا فرمائے تھے اور ان کے چاہنے والے شوہر نے ان کو عطا فرمائے تھے وہ پڑھتی ہیں۔ فرماتی ہیں وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں اب اپنے اوپر عمر کو ترجیح دیتی ہوں، جاؤ تم دفن کرو۔ عمر فاروق دفن ہو جاتے ہیں۔ اب اس کے بعد جب کبھی حاضر ہوتیں حجرہ عائشہ میں اللہ اکبر۔ تو چادر سے اپنے آپ کو خوب چھپائے ہوئے حاضر ہوتیں۔ تب کسی نے پوچھا اے مادر مسلمین! یہ کیا بات ہے آپ تو پہلے ایسے ہی بے جھجک آجایا کرتی تھیں، کوئی چادر وادر آپ نہیں اوڑھا کرتی تھیں۔ کہا اس میں کون تھا، میرا شوہر تھا، میرا باپ تھا، ارے میرا شوہر اور میرا باپ یہ دو ہی تو تھے۔ تو کیا میں باپ سے

''میں اس شہر مکہ کی قسم یاد فرماتا ہوں محبوب! اس لئے نہیں کہ اس میں کعبہ ہے، اس لئے نہیں کہ اس میں حطیم ہے، اس لئے نہیں کہ کعبہ میں زمزم ہے اس لئے نہیں کہ اس میں صفا و مروی کی پہاڑیاں ہیں۔ نہیں اس لئے نہیں کہ بلکہ اس لئے، صرف اس لئے ''وانت حل بھذا البلد'' تم اس شہر مکہ میں تشریف فرما ہو۔ (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ)

شرم کرتی یا شوہر سے شرم کرتی۔ اب تو یہ عمر ہیں تو ''حیاء من عمر'' مجھے عمر سے شرم آتی ہے۔ لائیے جواب۔ یہاں سے سیکھنا ہے ہماری بیٹیوں اور بچیوں کو، اللہ اکبر، ''حیاء من عمر'' اب مجھے عمر سے جو قبر شریف میں لیٹے ہوئے ہیں، بولو بھائی قبر شریف میں ہی تو لیٹے تھے نا! اللہ اللہ۔ لیکن عائشہ صدیقہؓ بے حجاب نہیں داخل ہوتی تھیں۔ عائشہ صدیقہؓ پورے چادرے میں لپیٹ کر اپنے آپ کو تب حاضر ہوتیں۔ تب وہاں پر اللہ کا کلام پڑھتیں اور ان سب کی خدمات پاک میں اس کے نذرانہ ثواب کو پیش کر دیا کرتیں۔ درود شریف پڑھیئے۔

کہنے کو تو بہت کچھ تھا اور بہت کچھ ہے لیکن میرا یارائے زبان نہیں ہے اور میرے پاس وقت نہیں ہے بہر حال جتنا میں نے بیان کیا ''اگر درخانہ کسیست حرفے بسیست'' فارسی والے نے کہا کہ اگر اس گھر میں کوئی سمجھدار ہے تو اس کے لئے ایک ہی حرف کافی ہے اور جو بے سمجھ ہے تو لے ماشے نہیں ملے خدا کی طرف سے، اس کے لئے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ لہذا میں اپنے بیان کو سمیٹتے ہوئے ابھی اعلان کر دوں آپ کے سامنے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آنے والا جو پیر ہے اس کو تاریخ ہوگی 20-20 ہی ہوگی نا (سامعین: ۲۰) ہاں ۲۰ تاریخ ہوگی۔ آج کیا تاریخ ہے؟ کون سا روزہ ہے آج؟ (سامعین: سترہواں روزہ) سترہواں روزہ۔ یوم عائشہ ہے نا! سترہواں روزہ ہے، اللہ اکبر، تب صاحب ۲۰ تاریخ کے بعد نماز عشاء و بعد تراویح، اسی مسجد میں انشاء اللہ تراویح کے بعد یوم علی ہے، وہ مرتضی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کی رات ہے۔ سمجھ گئے آپ۔ لہذا اس سلسلے میں ایک مجلس، یعنی آپ ہی لوگ جو آتے ہیں نماز میں تو وہی ان ہی سب پر مشتمل ایک مجلس ہوگی اور پھر کچھ ذکر خیر ہو جائے گا۔ کچھ نعت و منقبت کا سماں ہو جائے گا اور اس کے بعد صلوٰۃ وسلام ہو کر اور پھر وہ بھی ہو گا (شیرنی) وہ سب ہو جائے گا لیکن اسی رات میں 20 کا دن گزر کر جو رات آئے گی اکیسویں رات اس میں اس مسجد برکاتی میں بعد نماز تراویح، انشاء اللہ تعالیٰ شب شہادت منائی جائے گی۔ حضرت امیر المومنین خلیفہ چہار مولیٰ مرتضی علیؓ کی ایک اعلان اور دوسرا اعلان یہ ہے کہ چاند ہو جانے پر ہاں، چاند ہو جانے پر، یہ نہیں کہ آپ اپنی طرف سے اٹکلیں چلیں۔ چاند ہو جاتے ہی جب چاند ہو جائے گا تب انشاء اللہ تعالیٰ قرآن نے فرمایا ''تم عدت کی تکمیل پہلے کرو'' گنتی پوری کرو اور اس کے بعد، اللہ کے لئے تکبیر کہتے ہوئے حاضر ہو۔ تب گنتی پوری کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ 29 کے بعد چاند ہو گیا تو اس حساب سے۔ بہر حال جس دن عید سعید ہوگی اس دن انشاء اللہ تعالیٰ حسب دستور قدیم نماز عید الفطر درگاہ معلی

میں ۸ بجے دن کے ۸ بجے صبح انشاء اللہ ادا کی جائے گی۔ اور ۲۰ تاریخ کا دن گزر کر رات میں اس مسجد میں مجلس ہوگی۔ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ہمارے اسلاف کرام کی بزرگیوں اور ان کی فضیلتوں سے حصہ عطا فرمائے۔ (سامعین: آمین) کرامتوں سے حصہ عطا فرمائے اور ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تو بھائی صاحب البغدادی نے کہا کہ ف ہی ہے کیا۔ بولو! اس سے پہلے تو بہت سے حروف گزر گئے۔ حروف تہجی میں الف ہے، بے ہے، تے ہے، ج ہے، تو یہ ف ہی کیوں؟ تب ہم کو عربی گرامر بتاتی ہے کہ ف عربی کی گرامی میں تعقیب کے لئے آتی ہے۔ آپ کہیں گے کیا بھاری بھاری لفظ بولتا چلا جاتا ہے۔ تعقیب کہہ دیا ہماری سمجھ میں نہیں آتا آیئے میں آپ کو سمجھاؤں۔ تعقیب کے لفظی معنیٰ ہیں ایک کام کا دوسرے کام کے بعد واقع ہونا۔ آپ نے کھانا کھایا۔ جی، آپ کا کھانے کا فعل، پہلے واقع ہوا، پھر میں نے کھانا کھایا، اب اس کو عربی میں کسی نے بیان کیا تو پہلے کہے گا آپ کا نام لے کر، کھانے کی آپ کی طرف نسبت کرے گا۔ پھر کہے گا فاکل فلاں ف آتے ہی کے ساتھ ہی بات ظاہر ہو گئی کہ کھانے میں ہم پیچھے تھے اور آپ آگے تھے۔ سمجھ گئے آپ! تب فرماتا ہے۔ "یا ایھا المدثر قم فانذر" کھڑے ہو پھر ڈر سناؤ۔ کیا سمجھے آپ؟ "یا ایھا المدثر قم فانذر" سامنے والے تم کھڑے ہو جاؤ۔ قم کھڑے ہو جائے فانذر اور کھڑے ہو کر ادھر آؤ اور فرماتا ہے "وربک فکبر" اور اپنے رب کی تکبیر بولو، کی بڑائی بولو۔ "وثیابک فطھر" اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو "الرجز فاھجر" اور گندگی کو دور کر دو۔ آپ نے دیکھا اور آپ نے ملاحظہ کیا۔ یہ صرف کپڑوں کے متعلق حکم تھا۔ کپڑوں کی پاکیزگی، کپڑوں کی صفائی، آپ دیکھتے ہیں، حالانکہ ہماری چیزیں تھیں، ہم سے نقل کیا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں غیروں کے جو مذہبی پیشوا کہلاتے ہیں کرسچنس کے آپ لے لیجئے پادری، کتنے صاف ستھرے رہتے ہیں۔ بولو رہتے ہیں کہ نہیں رہتے (سامعین: جی ہاں) یہاں تو کوئی پادری نہیں ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے Bishops کو بھی دیکھا ہے جو بڑے اسقف کہلاتے ہیں اتنے پاک صاف بظاہر ان کے کپڑے ہوتے ہیں، حالانکہ پاکیزگی، صفائی کا سب سے بڑا سبق اسلام نے ہمیں بتایا ہے۔ اس موضوع پر گفتگو مجھے کرنا نہیں ہے۔ عرض میں کر یہ رہا تھا کہ وقت وقت پر موقع موقع پر جب بھی بات آئی ہے تب اس قرآن نے محبوب کے لئے عظمت کے خطبے پڑھے ہیں۔ اللہ اکبر۔ کیوں؟ کہ فرماتے ہیں، یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے۔ وقار عارض

جیسے قرآن ہے ورد اس گل محبوبی کا
یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقار عارض

اور پھر فرمایا: نہ تو قرآں ہے یہ عارض پاک نہ تو قرآن ہے نہ قرآن کے برابر، لیکن کچھ تو ہے، جس پہ وہ ہے مدح نگار عارض۔ کچھ تو ہے ان کے اندر کچھ تو بزرگی ہے ورنہ پھر ان کی تعریفوں کے پل کیوں باندھے جا رہے ہیں۔ ان کے خطبے کیوں پڑھے جا رہے ہیں۔ ارے یہ بولتے ایسے ہیں کہ ان کے بول پسند آ جاتے ہیں، ان کے بولوں کو فرماتا ہے اے محبوب، تم بولے تو تمہارے بولنے کی قسم (سامعین: سبحان اللہ) ہمیں تمہارے بولنے کی قسم، ان پر اترنے والی کتاب ان کے بولنے کی قسم یاد کر رہی ہے۔ فرماتا ہے۔ "وقیلہ" کہیں ایسا ہوا تھا، ایسا ایک مقابلہ ہوا تھا کہ سرکار نے تبلیغ حق و حقانیت تو اس پر کسی نے آمنا و صدقنا اور لبیک نہیں کہا۔ سرکار کا دل مغموم ہوا۔ ارشاد فرمایا اس وقت سرکار کے منہ سے نکلا، اپنے رب سے عرض کرتے ہوئے "یارب یہ مجھے تو ایسوں سے واسطہ پڑا ہے کہ میں تو برابر تبلیغ کر رہا ہوں"، لیکن یہ ایمان نہیں لاتے۔ یہ قوم ایسی ہے کہ سب کچھ دیکھتی جاتی ہے لیکن مانتی نہیں ہے۔ بس یہ کہنا پسند آ گیا، فرمایا محبوب تمہارے اس کہنے کی قسم جو تم نے کہا کہ اے رب یہ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ اکبر۔ اب صاحب! ہم اپنی اردو زبان میں بلا تشبیہ کہتے ہیں نا اپنے پیارے محبوب سے بات کرتے ہیں، ہمیں تمہاری جان کی قسم، بولو کہتے ہیں کہ نہیں کہتے ہیں۔ (سامعین: بے شک کہتے ہیں) تو وہ مسئلہ اپنی جگہ پر ہے۔ میں مسائل بیان کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں لیکن بات بیچ میں آ جاتی ہے تو عرض کرنا پڑتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم کھانے کے سوا کسی دوسرے کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی "الملفوظ شریف" میں اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ و اصحاب و اجمعین کی قسم کھانا جائز ہے۔ فرمایا نہ، بے ادبی ہے۔ کیا سمجھے! رسول نے جو بتا دیا ہے اسے لو، جسے منع کر دیا ہے اس سے باز رہو۔ رسول ﷺ نے فرما دیا، ہماری قسم مت کھانا، قسم کھانا ہو تو اپنے رب کی قسم کھانا، جل جلالہ و عم نوالہ، لیکن بہر حال ہمارے اردو محاورے میں قسم کھائی جاتی ہے تو جان کی قسم بھی کھائی جاتی ہے۔ اپنے محبوب کی، اپنے پیارے کی آنکھوں کی قسم کوئی کھاتا ہے۔ کوئی سر کی قسم کھاتا ہے، کوئی دل کی قسم کھاتا ہے، اپنے اپنے محاورے ہیں، اپنی اپنی زبان ہے۔ تو قرآن فرماتا ہے "ہمیں تمہارے بولنے کی قسم ہے۔

رسول نے جو بتا دیا ہے اسے لو، جسے منع کر دیا ہے اس سے باز رہو۔ رسول ﷺ نے فرما دیا، ہماری قسم مت کھانا، قسم کھانا ہو تو اپنے رب کی قسم کھانا، جل جلالہ و عم نوالہ، لیکن بہر حال ہمارے اردو محاورے میں قسم کھائی جاتی ہے تو جان کی قسم بھی کھائی جاتی ہے۔ اپنے محبوب کی، اپنے پیارے کی آنکھوں کی قسم کوئی کھاتا ہے۔ کوئی سر کی قسم کھاتا ہے، کوئی دل کی قسم کھاتا ہے، اپنے اپنے محاورے ہیں، اپنی اپنی زبان ہے۔ تو قرآن فرماتا ہے "ہمیں تمہارے بولنے کی قسم ہے۔

اور فرماتا ہے

"اے پیارے، ہمیں تمہاری جان کی قسم ہے یہ سب اپنے کفر کے نشے میں پڑے ہوئے مدہوش ہیں۔ (سامعین: سبحان اللہ) اور فرماتا ہے۔

"میں اس شہر مکہ کی قسم یاد فرماتا ہوں محبوب! اس لئے نہیں کہ اس میں کعبہ ہے، اس لئے نہیں کہ اس میں حطیم ہے

،اس لئے نہیں کہ کعبہ میں زمزم ہے اس لئے نہیں کہ اس میں صفا ومروی کی پہاڑیاں ہیں۔ نہیں اس لئے نہیں کہ بلکہ اس لئے ،صرف اس لئے ''وانت حل بھذا البلد'' تم اس شہر مکہ میں تشریف فرما ہو۔ (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ)

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
ہے کلام مجید نے کھائی شہا تر سے شہر وکلام وبقاء کی قسم

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضاہ عنا۔ تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شہر کی قسم یاد فرماتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی جان کی قسم یاد فرماتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے بول کی قسم یاد فرماتے ہیں ، ان کی باتوں کی قسم یاد فرماتے ہیں تو فرمایا

جیسے قرآن ہے ورد اس گل محبوبی کا
یوں ہی قرآن کا وظیفہ ہے وقار عارض

کہنے والے نے بکواس کی ، کہنے والے نے کہا ''لست مرسلا'' تم رسول نہیں ہو۔ تم کہتے ہو تم رسول نہیں ہو ہم کہتے ہیں تم رسول نہیں ہو۔ فرماتا ہے یٰس۔ اے سردار! ''والقرآن الحکیم''۔ اسی حکمت والے قرآن کی قسم ''انک لمن المرسلین'' بے شک تم ضرور اللہ کے رسول ہو۔ اچھا اب سنئے۔ اس کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔ ہماری زبان میں کہا جاتا ہے کہ تصویر کے دو رخ ہوا کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کا رسول تصویر سازی سے اور اس سے سب سے مبرئی اور منزہ ہے لیکن سمجھنے اور سمجھانے کے لئے بات کہے بغیر بنتا نہیں معاملہ لہذا فرماتے ہیں۔

''یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں۔ یہ بھی (منافق) ایک قوم ہوتی ہے۔ جیسے دومہی سانپ نہیں ہوتا ہے؟ چھ مہینے ایک طرف کا منہ کھلتا ہے چھ مہینے دوسری طرف کا منہ کھلتا ہے۔ کیا سمجھے آپ؟ دو منہ ہوتے ہیں اس کے کبھی اس منہ سے کھاتا ہے کبھی اس منہ سے کھاتا ہے۔ ظاہر ہے جب کھاتا دو منہ سے ہے تو بولتا دو منہ سے ہے۔ سمجھے آپ! ہاں دومنہے سانپوں سے اللہ بچائے۔ ایک ہی منہ کھلا رہے بس۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا ہی حکم فرماتا ہے۔ منہ ایک ہی رہے،

میرے صحابہ ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے تم ہدایت پر آجاؤ گے اور دوسری حدیث میں فرمایا ''میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جس وقت وہ کشتی چل رہی تھی جو بیٹھ گیا (سامعین: بیڑا پار ہو گیا) پار ہو گیا۔ اور جو بچھڑ گیا (سامعین: وہ ڈوب گیا)

زبان اسی ایک منہ میں ہے تو اسی منہ سے اسی زبان سے بات کرے۔ تو فرماتا ہے۔ دونوں کے درمیان لٹکے پڑے ہیں۔ نہ الی الذی نہ اولی لذی تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تف نجدیت ، نفر ، نہ اسلام سب پہ حرف
کافر ادھر کی ہے ، نہ ادھر کی ، ادھر کی ہے

نہ اسلام قبول کرنے کو تیار ہے، نہ کفر قبول کرنے کو تیار ہے۔ چمگادڑ والی مثال ہوگئی۔ جو منافق ہے۔ جانوروں میں منافق تھا تب کسی نے قبول نہیں کیا، پرندوں میں گیا تو بھگایا گیا اور دانت والوں میں گیا تو بھگایا گیا کہیں گزر نہ ہوئی تب پھر الٹا اندھیرے میں جا کر لٹک گیا۔ ایسی کی تیسی تمہاری، مت لگاؤ اپنے منہ، ہمارا اندھیرا ہی سہی ہے۔ جبھی تو سعدی پکار اٹھے ، پوچھا کسی نے چمگادڑ سے کہ کیوں صاحب یہ آپ دن میں کیوں نظر نہیں آتے۔ کسی باغ میں اوندھے پڑے ہوئے ہیں تو کسی اندھیری کوٹھری میں لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ بات کیا ہے۔ الٹے کیوں لٹکتے ہیں۔ کہا، میاں صاحب بات ایسی ہے، یہ سورج نالائق نانہجار، یہ ایسی تیزی کے ساتھ چمکا ہے، کہ بس مجھے بڑا غصہ معلوم ہوتا ہے تو میں فوراً کوٹھری میں چلا جاتا ہوں۔ کہا جا۔ خیر وہی بات ہوئی کہ بیوی نے لونڈی کو ڈانٹا تو ساتھ کی سہیلیاں بہت خوش ہوئیں کہ ہاہا ڈانتی گئی۔ بہت چڑھ چڑھ کر باتیں بناتی تھی۔ کہا، ہاں میں نے بھی اندھیری کوٹھری میں بیٹھ کر بیوی کو خوب گھورا کہا اری بیوقوف انہوں نے تو تجھے برسر عام ڈانٹا، تو نے بیوی کو اندھیری کوٹھری میں بیٹھ کر گھورا تو کیا بنا لیا بیوی کا۔ تو کہا بس اندھیری کوٹھری میں پڑا رہتا ہوں اور وہیں سے سورج کو برا بھلا کہتا رہتا ہوں ، تو سعدی پکار اٹھے۔

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اگر دن میں چمگادڑ جیسی آنکھ رکھنے والا نہ دیکھ سکے یا چمگادڑ کی آنکھ نہ دیکھ سکے تو اس میں چشمہ آفتاب کا کیا گناہ ہے۔ ارے وہ وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے، ہر چیز اس کے نور سے مستفیض ہو رہی ہے۔ یہ اگر الٹا لٹکا پڑا ہے اندھیرے میں تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ تو فرماتا ہے۔ ''اس میں ایک گروہ نے کہا'' نشھد انک لرسول اللہ'' وہاں کیا کہا تھا ''لست مرسلا تم رسول نہیں ہو اور یہاں گواہی دے کر کہہ رہے ہیں۔ فرماتا ہے جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں نشھد کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کیا گواہی دیتے ہیں؟ بے شک ضرور اللہ کے رسول ہو۔ یہاں تک تو منافقین کا قول نقل کیا اور اس کے بعد فرمایا'' اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تم ضرور اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے بے شک یہ منافق جھوٹے ہیں'' (سامعین: بے شک) کیا سمجھے آپ؟ مطلب یہ نکلا کہ جب دل میں ایمان نہیں تھا، جب دل میں ایمان نہ ہو، خالی زبان سے اقرار رسالت کرنا قرآن عظیم نے اسے ماننے سے انکار فرما دیا۔ قرآن ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تو بات جو آئی تھی تو ایک بات یہ بھی بن گئی، اللہ اکبر، کہ یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقار عارض۔ اور پھر صاحب! جب جذبات عشق نے زور مارا تو آخر میں کہہ گئے کہ ''ترجمہ ہے یہ صفت کا وہ خود آئینہ ذات'' ترجمہ ہے یہ صفت کا، یعنی کلام کلام ہونے کی حیثیت سے کس کی صفت ہے؟ اماں بولونا، متکلم کی صفت ہے۔ میں بول رہا ہوں اور جب میں ہوتا ہی نا دنیا میں تو بولتا کون ، حافظ جی بولتے ، یہ بیٹھے ہیں ہمارے بھائی عتیق میاں، یہ بولتے۔ ارے میں تو دنیا میں آیا، پلا، بڑھا، کچھ پڑھا، بولنے کے قابل ہوا تب تو بولا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ بولنے میں اصلیت بول نہیں ہے، بلکہ کیا ہے اصل ، بولنے والا اصل ہے۔ بولو بھائی! پڑھنا

اصل نہیں ہے بلکہ کیا اصل ہے؟ پڑھنے والا اصل ہے۔ تو موصول کا پایا جانا پہلے ضروری ہے۔ پہلے موصوف پایا جائے گا تب صفت پائی جائے گی نا، بغیر موصوف کے صفت پائی ہی نہیں جائے گی۔ اللہ اکبر درود پاک۔

تو اللہ کی صفات ذاتی سبعہ ہیں۔ سات ہیں وہ جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پہلے گنائیں۔ اس سے پہلے بھی گنا چکا ہوں۔ تو صفات سبعہ ذاتیہ میں ایک صفت، صفت کلام بھی ہے کہ وہ متکلم ہے، جل لالہ وعم نوالہ۔ اس کو اپنے کلام میں زبان کی ضرورت نہیں، تالو کی ضرورت نہیں، اس کو دانتوں کی ضرورت نہیں، کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ پھر بھی وہ متکلم ہے۔ تو فرماتے ہیں یہ تکلم جو ہے، یہ بولنا جو ہے تو ترجمہ ہے یہ صفت کا۔ اللہ کی ایک صفت کی ترجمانی کر رہا ہے قرآن۔ اللہ کی صفت تکلم کی، کلام کی ترجمانی یہ قرآن کر رہا ہے تو یہ صفت کا ترجمہ ہے۔ اور وہ خود آئینہ ذات، اللہ کا رسول خود ذات الٰہی کا آئینہ ہے۔ کسی صفت کا آئینہ نہیں ہے خالی۔ اللہ کے کسی فعل کا آئینہ نہیں ہے، اللہ کی کسی سنت کا خالی آئینہ نہیں ہے۔ اسمائے الٰہیہ کا بھی آئینہ ہے۔ افعال الٰہیہ کا بھی آئینہ ہے، صفات الٰہیہ کا بھی آئینہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرما دیا کہ وہ تو ذاتی الٰہی کا آئینہ ہے۔ جبھی تو فرمایا اگر آئینہ نہ ہوتو نہ فرماتے۔ ''جس نے مجھے دیکھا اس نے میرے رب کو دیکھا'' (نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرہ رسالت، یارسولالہ، یوم علی، زندہ باد، یوم علی زندہ باد، مسلک اعلیٰ حضرت، زندہ باد) تب پکار اٹھے ابو ہریرہؓ ''میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ کتنا پیار بھرا بول ہے۔ اللہ اکبر۔ ان ابو ہریرہؓ کا ان بلیا کے والد کا، اس بلیا کے باپ کا، کتنا محبت بھرا قول ہے کہ ''رایت ربی فی سکک المدینہ'' تم چلے، تم نکلے، تم بیٹھے، تم اٹھے، تم نے نماز پڑھی، تم نے سلام پھیرا تم نے قعدہ اور قومہ کیا اے میرے محبوب ﷺ تو تم کو دیکھا تو ابو ہریرہؓ نے اپنے رب کو دیکھا۔ جل جلالہ وعم نوالہ۔ کیا محبت تھی ان حضرات کی، کیسے جانثار تھے، صحابہ کرامؓ ایک وہ خبیث تھا۔ دیکھا، ابو ہریرہؓ نے دیکھا تو وہ یہ بول اٹھے کہ ''ریت ربی فی سکک المدینۃ'' جب ابوبکر نے دیکھا تو وہ بول اٹھے میرے شرقی، میرے غربی، حسن کی آپ روشنیاں ہیں صورت میں آپ ایسے آفتاب ہیں کہ نہ مغرب میں محدود ہیں یعنی نہ پچھم میں آپ کی روشنیاں محدود ہیں، نہ پورب میں آپ کی روشنیاں محدود ہیں۔ ایک سی روشنیاں آپ کی پڑتی ہیں، پچھم اور پورب میں اور وہ بھی دیکھنے والا تھا جس نے دیکھا اور کہا۔

دید احمد را ابو جہل بگفت
یک نقش کج بنی ہاشم شگفت

احمد ﷺ کو ابوجہل دیکھ کر پکار اٹھا۔ کیا پکار اٹھا؟ کہ اے احمد ﷺ، بت ہی بدصورت نقش ہو، بہت ہی بدصورت پھول ہو جو باغ بنی ہاشم میں کھلے۔ ابوبکر نے کہا تم آفتاب ہو، ابوجہل نے کہا تم بدصورت پھول ہو۔ دونوں موقعوں پر فرمایا ''صدقت یا ابا بکر، صدقت یا ابا جہل'' سچ کہا ابوبکر تم نے ٹھیک ہے ہمارا ایمان ہے ابوبکر نے جو کہا وہ سچ ہی سچ کہا۔ وہ تو صدیق ہیں ہی، اور صدیق بھی نہیں خالی، بلکہ صدیق (سامعین تھوری سی تاخیر سے کہتے ہیں: اکبر (سامعین سے مخاطب ہوکر) ارے بولا کرو جلدی سے، صدیق اکبرؓ ہیں (نعرہ بلند کرتے ہیں) صدیق اکبر کا دامن! (سامعین: نہیں چھوڑیں گے) سبحان اللہ۔ ایسا نہ ہوکہ یوم علی ہم منائیں تو صدیق اکبر کو بھول جائیں۔ شب علی منائیں اور صدیق اکبر کو بھول جائیں، یہی تو خصوصیت ہے سنی کی۔ آج جانے کہاں کہاں شبیں ہو رہی ہوں گی۔ شبوں کی آخری شب ہوگی لیکن اللہ اکبر، آج ہم برکاتی غلام الحمد للہ رب العالمین ایک ہاتھ میں ہاتھ ہے اصحاب کرامؓ کا اور ایک ہاتھ میں ہاتھ اہل بیت عظام کا۔ ایک میں ان کا دامن ہے اور ایک میں ان کا دامن ہے۔ اب پھر اعلیٰ حضرت سے پوچھو کہ پھر کیا ہے۔ فرماتے ہیں......... درود شریف پڑھو۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے تم ہدایت پر آ جاؤ گے اور دوسری حدیث میں فرمایا ''میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جس وقت وہ کشتی چل رہی تھی جو بیٹھ گیا (سامعین: بیڑا پار ہو گیا) پار ہو گیا۔ اور جو بچھڑ گیا (سامعین: وہ ڈوب گیا)

ہاں! معلوم یہ ہوا ہے کہ عمل کی صلاحیت اور عمل کی غیر صلاحیت ہے، اس پر دارومدار ہے۔ بیٹوں، پوتوں پر دارومدار نہیں ہے۔ (سامعین: بے شک) بیٹے، پوتے ہونے پر خالی دارومدار نہیں ہے۔ میں قرآن سے دلیل پیش کر رہا ہوں۔ الحمد للہ۔ قران سے بڑھ کر تو الگ رہا۔ قرآن کے برابر بھی کس کی دلیل مضبوط ہے اللہ اکبر۔ وہ تو دلیلیں سب نازل کی ہوئی ہیں اللہ کی طرف سے۔ اسی لئے ہمارے یہاں جو چار دلیلیں ہیں۔ ہمارے علماء اور ہمارے فقہاء اور ہمارے متکلمین جن چار ادلہ سے کام لیتے ہیں۔ ادلہ اربعہ ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ۔ گنو انگلیوں پر۔ کتاب اللہ، سنت رسول۔ آگے بتاؤ گے۔ میں نے بتا دیئے۔ ففٹی پرسنٹ میں نے بتا دیا۔ نہیں بول پاؤ گے۔ چلو سنو! کتاب اللہ، سنت رسول اللہ! اجماع امت اور قیاس مستحق۔ یہ چار دلیلیں ہیں۔ ہم پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع ہوں گے۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے تم ہدایت پر آ جاؤ گے اور دوسری حدیث میں فرمایا ''میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جس وقت وہ کشتی چل رہی تھی جو بیٹھ گیا (سامعین: بیڑا پار ہو گیا) پار ہو گیا۔ اور جو بچھڑ گیا (سامعین: وہ ڈوب گیا)

کتاب اللہ سے اس مسئلے کو حل کریں گے۔ کتاب اللہ میں ظاہر ہے ہمیں اس کا حکم نہیں ملے گا تو ہم قرآن کی تفسیر مجسم محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں گے۔ انہوں نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن پر ہر بات چھوڑتے جاؤ۔ ''اقیمو الصلوٰۃ'' نماز قائم کرو فرمایا ''اتو الزکوٰۃ'' زکوٰۃ دو۔ فرمایا رمضان کے روزے رکھو، اور حج کے دور میں اگر واجب ہے تو حج کرو۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ نماز کیسے پڑھو گے، درود کیسے پڑھو گے، روزہ کیسے رکھو گے، زکوٰۃ کیسے دو گے، حج کیسے کرو گے۔ یہ کیا پوری تفصیل فرمائی؟ نہیں۔ اللہ اکبر۔ فرماتے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے تمہیں بے سر کا سرواہا بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ یا تمہیں دوسرے کی طرف جانا پڑے گا۔ اس کی تفصیل پوچھنے کے لئے کسی عیسائی، کسی یہودی، کسی مشرک کا معاذ اللہ، معاذ اللہ دامن پکڑنا پڑے گا۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ حکم ہم دے رہے ہیں نماز پڑھو، حکم ہم دے رہے ہیں زکوٰۃ دو، حکم ہم دے رہے ہیں روزہ رکھو، حکم ہم دے رہے ہیں حج کرو اور تمہارے اندر ایک مقیم الصلوٰۃ کو بھیجے دے رہے ہیں۔ (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ) ''اقیم الصلوٰۃ'' ہم فرما رہے ہیں اور ''مقیم الصلوٰۃ'' کو تمہارے اندر مبعوث فرمائے دے رہے ہیں۔ وہ نماز پڑھ کر تمہیں بتائے گا کہ نماز ایسے پڑھی جائے گی (نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرہ رسالت یا رسول اللہ، حضور احسن العلماء زندہ باد، خاندان برکات زندہ باد، نعرہ تکبیر اللہ اکبر) تو صاحب میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں، کیا اللہ پچھّم میں محدود ہے؟ (سامعین: نہیں) وہ کہیں بھی محدود نہیں ہے، وہ محدود ہے ہی نہیں، جو محدود ہے وہ خدا ہی نہیں۔ نہ اس کا کوئی ساتھی ہے نہ اس کا کوئی بھاگی دار ہے نہ اس جیسا کوئی ہے۔ نہ اس کی کوئی ضد ہے۔ نہ اس کا کوئی مد ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ نہ اس کی کوئی حد ہے۔ وہ تو ہر حد سے پاک و منزہ ہے۔ (سامعین: بے شک بے شک) اس کو تو تعین میں گھیرا ہی نہیں جاسکتا۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ خواہ مخواہ بھی بس یہی کہیں گے کہ نا بھیا دیکھ لو کدھر ہے قبلہ۔ ہیں! جنگل میں اگر کوئی ہے۔ سنو مسئلہ، مسئلہ آیا ہے تو مسئلہ بتانا پڑے گا، الٹی سیدھی باتیں کرنا کا عادی نہیں ہوں۔ الحمد للہ۔ بڑی ذمہ داری کے ساتھ مسئلہ بتاتا ہوں۔ آپ جنگل میں ہیں، نماز ظہر کا وقت آ گیا، وہاں مسجد تو ہے نہیں۔ اللہ ہماری سب مسجدوں کو آباد رکھے۔ (سامعین: آمین) ہماری ساری مسجدوں، درگاہوں، خانقاہوں، آستانوں کی حفاظت فرمائے (سامعین: آمین) سب کی حفاظت فرمائے۔ (سامعین: آمین) بچوں کی حفاظت فرمائے، عورتوں کی حفاظت فرمائے، بوڑھوں کی حفاظت فرمائے۔ (سامعین: آمین) جو دیہاتوں میں رہتے ہیں ان کی حفاظت فرمائے۔ آمین ٹرینوں میں جو چل رہے ہیں، جو پلینوں میں چل رہے ہیں، رکشاؤں میں جو چل رہے ہیں جو پاؤں سے چل رہے ہیں۔ ان سب کی حفاظت فرمائے۔ (سامعین: آمین) دنیا میں فرمائے اور آخرت میں فرمائے۔ (سامعین: آمین آمین) جل جلالہ وعم نوالہٗ۔ اب آپ جنگل میں ہیں۔ مثلاً آپ جارہے تھے اور نی ممبئی کے کھاروں میں پہنچ گئے، نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ کی گھڑی پر نظر پڑی۔ زوال آفتاب ہو چکا ہے۔ نماز ظہر کا وقت شروع ہو گیا۔ اب نہ آپ کے پاس قطب نما ہے نہ کوئی جانکار آپ کے ساتھ ہے نہ کوئی مسجد ہے اور سمت قبل، استقبال قبلہ ضروری ہے، شرائط صحت نماز میں ایک وہ بھی شرط ہے۔ اللہ اکبر۔ کیا۔ کیا شرط ہے؟ استقبال قبلہ شرط ہے۔ اور کیا شرط ہے؟ بتاؤ بھئی کیا کیا شرطیں ہیں! نماز کی شرائط بتاؤ۔ جس جگہ نماز پڑھ رہے ہو، اس جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔ تمہارے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے۔ جس کپڑے پر پڑھ رہے ہو وہ شرط ہے۔ تکبیر تحریمہ شرط ہیا ور استقبال قبلہ شرط ہے اور نیت شرط ہے بولو! ہے کہ نہیں ہے! (سامعین: ہے) اور وقت شرط ہے اور اگر اس وقت آپ نے کل کی فجر پڑھی تو! (سامعین: نہیں) ہیں! چاہے اس مسجد میں نہیں دس مسجد میں پڑھ ڈالئے۔ جماعت سے پڑھئے، بے جماعت کے، کسی طرح بھی نہ ہوگی۔ درود شریف۔ آپ جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں، کوئی بتانے والا نہیں ہے کہ قبلہ کدھر ہے۔ اب ایسے میں نہ مولانا مفتی شریف الحق ہیں نہ علامہ اختر رضا خاں ہیں، نہ ہمارے صوفی صاحب (مولانا مفتی صوفی نظام الدین) ہیں کوئی نہیں ہے نہ وہاں آپ کا خادم ہے۔ ٹوٹے پھوٹے کچھ مسائل، بہار شریعت کا مطالعہ کیا وہ یاد ہیں۔ کچھ گئے آپ! فتاویٰ رضویہ تک تو پہنچ نہ ہے اپنی! درود پاک۔ اب کس سے پوچھیں کہ حضور بتائیں قبلہ کدھر ہے، نماز کا وقت آ گیا۔ تو فرماتے ہیں جب کوئی نہ ملے تو یہ (قلب کی طرف اشارہ کرکے) مفتی (سامعین: بے شک) بیٹھا ہے نہ ابھی تک (سامعین: بیٹھا ہے) اور اس کا خدشہ بھی نہیں ہوتا۔ (سامعین: بے شک) یہ جو مفتی ہے۔ چور جب چوری کے لئے نکلتا ہے نا تو اکثر اس کے دل میں بھی کچھ ہوتا ہے، تو کیا ہے یہ، اس کا خدشہ ہے۔ گھر آتا ہے کیوں کسی کے مال محفوظ میں ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے؟ کیوں کسی کے گھر میں سیند (نقب) لگانا چاہتا ہے؟ سمجھے کہ نہیں سمجھے! (سامعین: جی) آدھی عمر، اس کی عمر کا بڑا حصہ چوری میں گزر گیا لیکن وہ بھی جب چوری کی نیت سے قدم بڑھاتا ہے تو کچھ ایک کھٹ سے اس کے دل میں ہوتا ہے۔ یہی تو اس کا ضمیر اسلامی ہے۔ یہی تو اس کا ضمیر ایمان ہے۔ اللہ اکبر، پر صاحبان مفتی دل سے پوچھیں گے کہ بولو قبلہ کدھر ہے؟ حکم ہے تحری کیجئے، دل سے پوچھئے، دل کی طرف متوجہ ہو جائیے اور دل جس طرف جم جائے کہ اس طرف قبلہ ہے ادھر منہ کرکے نماز پڑھ لیجئے۔ (سمعین: سبحان اللہ) نماز کا سلام پھیرا ہی تھا کہ حافظ شریف احمد صاحب آ گئے۔ ماشاء اللہ۔ حافظ بھی ہیں اور قاری بھی ہیں اور گھڑی بھی ہے ان کے

> یہاں ان کا عالم یہ ہے کہ فرماتے ہیں: وہاں تو یہ عالم ہرگز نہیں دیکھ سکو گے اور دیکھنا ہو تو اس پہاڑ کی طرف دیکھنا، اس کو دیکھا تو بیہوش ہو کر گر گئے۔ پہاڑ سرمہ جیسا ہو گیا، کوہ طور، اللہ اکبر اور وہاں عالم یہ فرماتے تھے۔ ''بایتنا'' ارے وہاں تو ہم تمہیں اس لئے لئے جارہے ہیں تاکہ تم کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ اللہ اکبر تو یہ ان کا وہ قرآن ہے۔ یوں ہی قرآن کا وظیفہ ہے وقار عارض'' فرماتے ہیں۔

پاس اور چشمہ بھی ہے اور قطب نما بھی ہے۔ ہے نا! سب کچھ ہے۔ انہوں نے دور سے دیکھ لیا تھا، ماشاء اللہ جوان آنکھیں ہیں۔ دور سے دیکھ لیا کہ یہ جدھر منہ کر کے کھڑا تھا وہ تو لنکا کی طرف منہ کئے ہوئے تھا، قبلہ کو تو پیٹھ تھی۔ ارے کہا، بے وقوف! تو نے نماز پڑھی لی، نماز ہوئی کب، تیرا منہ قبلہ کی طرف کب تھا۔ کہا! صاحب! کچھ تھا ہی نہیں یہاں پر تو میں پوچھتا کس سے، کہا کہ ارے انتظار کیا ہوتا شاید ہم ہی نکلیں۔ کہا تو اس کی ہمیں تکلیف نہیں دی اللہ نے کہ تم کسی کا انتظار کرو (سامعین: تکلیف نہیں دی) ہم نے جس سے پوچھا اس نے ہمیں اجازت دے دی۔ فرماتے ہیں فقہائے کرام، تحری کر کے جو نماز پڑھی گئی، مان لو تھوڑی دیر کے لئے حقیقت میں اس کا رخ بجائے کعبہ کے لنکا ہی کی طرف ہو گیا لیکن چونکہ تحری کر کے نماز پڑھی، نماز دوہرانا ضروری نہیں۔ (سامعین: سبحان اللہ) مسئلہ فقہیہ ہے۔ یہ مصطفی ﷺ کی فقہ ہے، ہاں اگر تحری نہیں کی، ارے یار ہو گا جی، ہر طرف اللہ ہے، ہیں! کہا جدھر چاہو ادھر نہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور زیادہ کسی نے کہا کہ خدا خود فرماتا ہے۔

جدھر منہ پھیرو ادھر اللہ ہی ہے۔ خیر اب اس کے معنی تو سمجھتے نہیں۔ اس کی گہرائی میں پہنچتے نہیں قرآن کا ترجمہ پڑھتے نہیں، قرآن کا ترجمہ سکھانے اور پڑھانے والوں کے پاس بیٹھتے نہیں۔ بس خالی الٹی سیدھی اٹھائی اور آیت پڑھ دی۔ یہ پتا ہی نہیں کہ اس کے اندر رموز و اسرار کیا ہیں۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ سے جب ضبط نہ ہو سکا تو پھر یہ کہہ دیا کہ ترجمہ: "ہے یہ صفت کا وہ خود آئینہ ذات۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ایک صفت کا ہے۔" ترجمہ۔ اللہ اکبر، اور انہوں نے یہ کہا تھا کہ "رب ارنی انظر الیک" اے اللہ تو مجھے اپنی ذات کا مشاہدہ کرا دے۔ جی فرمایا "لن ترانی" ہرگز ہمیں نہیں دیکھو گے" ادھر سے اشتیاق بڑھتا گیا، ادھر سے انکار آتا رہا۔ فرمایا "ولکن انظر الی الجبل" اچھا، اگر دیکھنا ہی چاہتے ہو تو سامنے پہاڑ ہے اس کی طرف دیکھو۔ سامنے جو پہاڑ ہے اس کی طرف دیکھو۔ اگر ہمیں دیکھنا چاہتے ہو۔ "فان استقر مکانہ" گر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا، ثابت قدم رہا، فسوف ترانی، تو تم ضرور ہمیں دیکھ لو گے۔ پھر فرماتا ہے۔ "فلما تجلی ربہ للجبل" یہودیوں سے کہہ دو اپنے موسیٰ کی۔ ارے میاں سچ مچ بات تو یہ ہے کہ یہ موسیٰ بھی ہمارے ہی ہیں، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ اکبر، ہم سنی مسلمانوں ہی کے موسیٰ بھی ہیں اور عیسیٰ بھی ہیں۔ کہوان سے کہ اگر اپنے موسیٰ کی معراج دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ ہمارے قرآن سے پوچھو، ہمارا قرآن، ہماری نبی پر جو نازل ہوا وہ بتائے گا، موسیٰ کی معراج بھی بتائے گا، ابراہیم خلیل کی معراج بھی بتائے گا جن جن کو معراج ہوئی ہے ان سب کی معراج ان لوگوں کے مرتبوں کے مطابق بتائے گا۔ فرماتا ہے۔ "اور جب تجلی ڈالی اس کے رب نے پہاڑ پر اس کو سرمہ جیسا پیس کر زمین پر ڈال دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے" وہی موسیٰ کہ جب ملک الموت آئے تو ایک طمانچہ لگایا تو دونوں آنکھیں نکل گئیں۔ وہی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے اپنے بڑے بھائی (ہارون علیہ السلام) کے جھونٹے پکڑ کر کھینچے وہی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام فلک چہارم پر سرکار جب معراج میں پہنچے تو آواز کانوں میں آئی، کوئی اونچی آواز سے کچھ پڑھ رہا ہے۔ پوچھا کون ہے، یہ جبریل۔ کہا حضور یہ موسیٰ ہیں اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں۔ کہا اچھا، رب سے مناجات اور اتنی اونچی آواز کے ساتھ۔ کہا ان کا رب جانتا ہے کہ ان کے مزاج میں گرمی ہے۔ (سامعین: سبحان اللہ سبحان اللہ) وہی بات یاد آ رہی ہے مجھے کہ تازت کشم کہ نازنینی ہم تمہارا ناز اس لئے اٹھاتے ہیں کہ تم ناز اٹھانے کے قابل ہو۔ قابل ہو کہ تمہارے ناز اٹھائے جائیں۔ ناز محبوبوں کے اٹھائے جاتے ہیں، ناز معشوقوں کے اٹھائے جاتے ہیں۔ ناز حسینوں کے اٹھائے جاتے ہیں۔ ادو، بدو، کچو، بچو (یعنی ایسے ویسے لوگوں کے) ناز نہیں اٹھائے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر ناز کر ناز بردار سے اور سودا کر خریدار سے۔ پرانی کہاوت ہے ناز کر ناز بردار سے، سودا کر خریدار سے تو یہی وہ موسیٰ ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام، جیسے ہی نظریں اٹھتے ہیں تو بیہوش ہو کر گر جاتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ستر گز کا ان کا قد مبارک، ستر گز ہی کا عصائے مبارک تھا۔ عصا تو چھوڑتے ہی نہیں تھے۔ اللہ اکبر، تب جناب کیا عالم ہوا ہو گا جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیہوش ہو کر گرے ہوں گے۔ ادھر موسیٰ بے ہوش ہوئے ادھر امام احمد رضا کی روح مبارک پکار اٹھی "کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی" (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ) کس کو دیکھا؟ ارے کس کو دیکھا؟ کون پکار رہا ہے۔ رب کو دیکھا، رب کی تجلی ہے، اس پر ہمارا ایمان ہے، ہمارے سر آنکھوں پر ہے۔ ہمارے مدرسوں میں پڑھایا جا رہا ہے۔ لیکن وہ باتوں باتوں میں اشاروں اشاروں میں، آنکھوں آنکھوں میں، مکھم مکھم میں کہہ رہے ہیں۔

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

(نعرہ تکبیر: اللہ اکبر، نعرہ رسالت، یا رسول اللہ، یوم علی زندہ باد، حضور اعلیٰ حضرت، زندہ باد) تجلی جو پہاڑ پر پڑی تھی، وہ تمہاری آنکھوں پر نہیں پڑی تھی، تمہارے جسم پر نہیں پڑی تھی، وہ پورے کوہ طور پر نہیں پڑی تھی۔ ایک چھوٹے سے حصے پر پڑی تھی، اس کو تم برداشت نہیں کر پائے۔ تب اعلیٰ حضرت پکار اٹھے کہ کس کو دیکھا۔ بڑا معنی خیز شعر ہے، بڑا معنی خیز مصرعہ ہے۔ کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے۔ مجھ سے مت پوچھو، ارے اگر پوچھنا ہے تو پوچھو موسیٰ سے۔ کس کو دیکھ موسیٰ سے پوچھے کوئی۔ ارے وہ تجلی کس کی تھی، اللہ اکبر، جو پڑی تھی کوہ طور پر جسے دیکھتے ہی بیہوش ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام۔

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

یہاں ان کا عالم یہ ہے کہ فرماتے ہیں: وہاں تو یہ عالم ہرگز نہیں دیکھ سکو گے اور دیکھنا ہو تو اس پہاڑ کی طرف دیکھنا، اس کو دیکھا تو بیہوش ہو کر گر گئے۔ پہاڑ سرمہ جیسا ہو گیا، کوہ طور، اللہ اکبر اور وہاں عالم یہ فرماتے تھے۔ "بایتنا" ارے وہاں تو ہم تمہیں اس لئے لئے جا رہے ہیں تا کہ تم کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ اللہ اکبر تو یہ ان کا وہ قرآن ہے۔ یوں ہی قرآن کا وظیفہ ہے وقار عارض" فرماتے ہیں۔

ترجمہ ہے یہ صفت کا، وہ خود آئینہ ذات
لاکھ وسعت سے پسند آئی بہار عارض

"آہ بے مائیگی دل کہ رضائے محتاج" مقطع میں فرماتے ہیں۔

آہ بے مائیگی دل کہ رضائے محتا
لے کر اک جان چلا بہر نثار عارض
نار دوزخ کو چمن کر دے بہار عارض
ظلمت حشر کو گم کر دے بہار عارض

تو صاحب، لمبی بات نہیں کرنا ہے، مختصر طور سے بیان کو ختم کر کے صلوٰۃ وسلام اور اس کے بعد پنچ آیت شریف ہو گی اور اس کے بعد آپ سب حضرات خدا حافظ ہوں گے۔

تو صاحب، آپ آج سب جو آئے ہیں یہاں پر ہمارے برادر دینی حافظ شہاب الدین صاحب برکاتی، نائب پیش امام جامع برکاتی، اللہ ان کی زندگی میں اور تندرستی میں اور رزق میں، اور روزی میں سب میں برکت عطا فرمائے (سامعین: آمین) اور ہم سب کی ان سب چیزوں میں برکت عطا فرمائے (سامعین: آمین) انہوں نے تلاوت قرآن عظیم ختم کی بہت اچھا صاحب تو یہ ہے قرآن۔ کیا ہے؟ (سامعین: قرآن)۔ قرآن نہیں، قرآن بروزن فعلان، ف ع ل ان۔ عربی اتنی میٹھی زبان ہے کہ اس میں مصدروں تک کے وزن مقرر ہیں۔ قرآن بروزن فعلان تو قرآن خوانی ہوئی بیس راتوں تک ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ (سامعین: ہوئی) خالی دن میں تھوڑی ہوتی ہے قرآن خوانی۔ جب پڑھو تب قرآن خوانی ہو جائے۔ تو قرآن خوانی ہوئی اور آج قرآن خوانی کا آخری پارہ پڑھا گیا۔ بہت اچھا صاحب، تو یہ ہے قرآن۔ بہت سی کتابیں ہیں دنیا میں بڑی بڑی قیمتی کتابیں چھپی ہوئی ہیں۔ فوٹو آفسٹ سے چھپی ہوئی ہیں بلکہ اب تو فوٹو آفسیٹ کا بھی باپ نکلا ہے۔ ابھی میں نے پڑھا کچھ دن پہلے کسی اخبار میں یا رسالے میں کہ وہ مشین، وہ ٹیکنیک اپنے ملک میں ابھی نہیں آئی ہے۔ وہ (طریقہ طباعت) فوٹو آفسٹ کا بھی باپ ہے۔ تو صاحب فوٹو آفسیٹ پر بھی چھپتی ہیں اور پرانا جو طریقہ تھا لیتھو پر اور اس سے پرانا تھا لکڑی کے پریس بنتے تھے اس وقت اس پر ڈالا چلتا تھا، اس پر چھپائی ہوتی تھی اور اس سے بھی پہلے جب یہ چھاپے اور ٹیکنیکس نکلی ہی نہیں تھیں تو بکری کی کھال پر اور درختوں کی چھال پر لکھا جاتا تھا۔ یہ مصحف پاک پہلے ایسے ہی لکھا ہوا تھا نا! اللہ اکبر، تب صاحب، یہ قرآن عظیم و فرقان حمید جس کے تیس پاروں کا آج ہمارے حافظ صاحب نے ختم فرمایا۔ تو ساری کتابیں، کیسے ہی بڑے بڑے مصنفین کی لکھی ہوئی ہوں، کسی بڑے شاعر کا کلام ہو، کسی بڑے افسانہ نگار کے افسانوں کا مجموعہ ہو، کسی بڑے سے بڑے ناولسٹ کی کوئی ناول ہو، ایک دفعہ عتیق بھائی پڑھیں گے، دل بھر جائے گا، ہیں بھائی! عتیق بھائی کیا خیال ہے آپ کا؟ (عتیق: جی) ایک دفعہ پڑھیں گے۔ جیومیٹری پڑھیں ایک دفعہ۔ پڑھ لیا آپ نے۔ لا (قانون) کی کوئی کتاب پڑھیں۔ پڑھ لی آپ نے ایک دفعہ ہیں! اور کوئی چاشنی دار کتاب پڑھیں۔ میں مختصر بنا رہا ہوں آپ لوگ سمجھ جائیں گے چاشنی در کو۔ چاشنی دار کوئی کتاب پڑھی، ایک ہی چاشنی میں سیر ہو گئے۔ لیکن اس

(قرآن عظیم) میں کچھ ایسی چاشنی ہے کہ جب پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابھی نازل ہوا ہے۔ (سامعین: بے شک، سبحان اللہ) یہ ابھی نازل ہوا ہے۔ یہ ابھی ابھی اترا ہے، اللہ اکبر۔ اس کے پڑھنے سے اور اس کی تلاوت کرنے سے، اللہ اکبر، من نہیں بھرتا۔ (سامعین: من نہیں بھرتا، بے شک) (قرآن) پڑھنے والوں کا من نہیں بھرتا اور حفاظ کو تو چاہئے کہ برابر پڑھیں اسے نہیں پڑھیں گے بھول جائیں گے اور بھول جائیں گے تو قیامت کے دن اندھے اٹھائے جائیں گے تو پوچھیں گے پوچھ گچھ تو آپ کو معلوم ہی ہے ہر جگہ چلتی ہے۔ تو آپ پوچھیں گے کہ آپ نے ہمیں اندھا اٹھایا تو کیوں؟ ہم تو انکھیارے تھے۔ فرمائیں گے۔ ہم نے تمہیں اپنی آیتوں کا علم دیا۔ تم نے اس کو بھلا دیا۔ ایسے ہی تم اپنی جانوں سے دور کئے گئے۔ تمہیں اندھا اٹھایا۔ بہت

شک نہیں۔ (سامعین: بے شک) سمجھ گئے آپ یہ سب کی منزل من السموات ہیں، آسمانوں سے اتری ہوئی ہیں۔ اللہ اکبر، اب آ گئے صاحب آنے والے۔ نور آ گیا۔ اے لوگو! اے مسلمانو! اے ایمان والو! یا اے عرب والو یا اے دنیا والو، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آئی۔ ''وکتاب مبین'' اور روشن کتاب آ گئی، پہلے روشنی آئی، پہلے نور آیا، نور آیا اور اس کے بعد کتاب آئی۔ سرکار دو عالم ﷺ غار میں مصروف ہیں عبادت میں۔ آنے والے آئے اور ان کو دبوچا۔ جی، دبوچا تو سمجھتے ہی ہیں آپ سب لوگ۔ (سامعین: جی) تو دبوچا، اللہ اکبر اور کہا اقراء پڑھو۔ کہا کہنے والے نے ما انا بقاری نہیں پڑھتا، بولو بھائی، کیا کہا انہوں نے۔ پڑھو۔ ہمارے استاد کہتے ہیں کہ پڑھو۔ لڑکا کہہ دے، نہیں پڑھتے۔ تو پھر تنبیہ الغافلین نکلتی ہے نیچے سے، مولی

علی حضرت پکار اٹھے کہ کس کو دیکھا۔ بڑا معنی خیز شعر ہے، بڑا معنی خیز مصرعہ ہے۔ کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے۔ مجھ سے مت پوچھو، ارے اگر پوچھنا ہے تو پوچھو موسیٰ سے۔ کس کو دیکھ موسیٰ سے پوچھے کوئی۔ ارے وہ تجلی کس کی تھی، اللہ اکبر، جو پڑی تھی کوہ طور پر جسے دیکھتے ہی بیہوش ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام۔

سنجیدہ وعید ہے۔ قرآن یاد کرنے کے بعد اس کو بھلا دینا۔ یاد رکھئے اس بات کو کہ جتنا آپ اپنا حصہ قرآن کو دیں گے مثلاً آپ نے سو حصے اپنے دیئے تب وہ دس حصے عطا فرمائے گا۔ یہ تو اس کا معجزہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ہمارے حفظ ہو جاتا ہے۔ بہت اچھا صاحب، تو ساری کتابیں جتنی بھی ہیں دنیا میں اس وقت ان میں وہ کتابیں بھی داخل ہیں جو کتب آسمانی کہلاتی ہیں۔ کون کون سی ہیں بھائی قرآن کے علاوہ۔ زبور پاک، تورات مقدس ہے، انجیل ہے، ان کے ماننے والے ہیں، ہم سے زیادہ ہیں اور ہم سے زیادہ مالدار ہیں۔ اللہ اکبر، جو اپنے آپ کو تورات والا کہتے ہیں۔ انجیل والا کہتے ہیں۔ زبور والا کہتے ہیں اور بہت سی کتابیں ہیں جن کے متعلق ان کے دگمبر کہتے ہیں کہ یہ سب آسمانی کتابیں ہیں۔ میری بحث اس سے نہیں ہے، یہ میرا موضوع نہیں ہے کہ میں یہ تحقیق کروں کہ ہیں کہ نہیں ہیں۔ بہر حال تورات وانجیل و زبور ان کے کتاب الٰہی ہونے میں کوئی

بخش آتے ہیں۔ ہمارے بچپن میں دو سنیوں کا مرنا یاد ہے ورنہ اگر حافظ جی نے خود اپنے دانت دکھا دیئے کچکچا کے، تو طالب علم کی ہوا خراب ہو جائے گی۔ پڑھتے ہی بنے گا۔ لیکن کہنے والے نے کہا ''اقراء'' پڑھو۔ ہم نہیں پڑھتے۔ تب ان کے ملکوتی ذہن مبارک مبارک میں یہ بات آئی کہ جس سے میں کہہ رہا ہوں کہ پڑھو، ایسے نہیں پڑھے گا۔ تم نے خالی اتنا ہی تو کہا کہ پڑھو، اور تو کچھ کہا نہیں اس سے پہلے، اور تمہیں یاد ہوگا جبریل! جب یہ پیدا ہوئے تھے، تم رات میں جب آئے تھے تو تم نے کہا تھا۔ اظہر یا سید المرسلین تشریف لے آئیں رسولوں کے سردار دنیا میں نہیں تشریف لائے۔ فرمایا تم نے کہا تھا ''اظہر یا خاتم النبیین'' تشریف لے آئیں نبیوں کو ختم کرنے والے۔ نہیں آئے۔ کہا تم نے ''اظہر یا رحمۃ اللعالمین'' سارے عالم کے لئے جو رحمت بن کر آئے ہیں تشریف لے آئیے۔ نہیں آئے۔ تب تم نے سوچا تھا کہ یہ اپنے رب کے نام کے بڑے عاشق

ہیں۔(سامعین: سبحان اللہ) لہذا اب ان کے رب کا نام لے کر کہنا چاہئے۔ تو تم فوراً آ گئے۔(سامعین: سبحان اللہ) یاد آ گیا جبریل کو، تب کہا۔ پہلے خالی اقراء، اقراء عرض کر رہے تھے۔ اب کہتے ہیں، ارے پڑھو، میری طرف سے نہیں اس رب کے نام سے پڑھو جس نے تمہیں پیدا کیا۔(سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ) بولو، کیا اس کے بغیر پڑھ سکتے تھے (سامعین: نہیں) ایسے اپنے رب کے نام سے ہاں، اب ٹھیک ہے، جبریل اب بات کہی تم نے کہ پڑھو اپنے رب کے نام سے۔ رب کے نام سے تم جتنا چاہو ہم کو پڑھا لو۔ تم نے رب کا نام لیا نا! درود پاک۔

محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ ﷺ جانیں، بہت اچھا صاحب، اب قرآن اترنا شروع ہوا۔ آج ہم تورات مقدس کے حضور میں حاضر ہوں، پوچھیں تورات سے، ظاہر ہے کہ تورات مقدس پوری کی پوری نہیں بدل دی گئی ہے۔ اگر پوری کی پوری ہے نہیں تو پوری کی پوری مبدل بھی نہیں ہوئی ہے۔ یقیناً ابھی بہت سی آیات اس میں موجود ہیں لیکن ہم تورات موجود کے حصار میں آئیں اور ہم اس سے پوچھیں آپ بتائیے کہ آپ اس دنیا میں کب آئیں تورات خاموش ہے۔ آپ انجیل کے پاس پہنچے کیونکہ وہ بعد میں آئی ہے، حضرت عیسیٰ پر آئی ہے، پوچھا آپ نے انجیل! آپ بتائیے آپ کس پر اتریں۔ انجیل پاک خاموش ہے۔ زبور کے پاس پہنچے۔ کہا کچھ آپ، آپ میں تو نغمات ہی نغمات ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام، اللہ اکبر اور انجیل میں خطبات ہی خطبات ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام۔ لیکن تورات شریف میں خطبات بھی ہیں اور احکام بھی ہیں۔ احکام سارے کے سارے یاد رکھو تورات مقدس میں ہیں۔ ہمارے قرآن میں تو خیر سب ہی کچھ ہے۔ اللہ اکبر، بہت اچھا صاحب، اب ہم اپنے قرآن کی بارگاہ میں پہنچے۔ سنو اے مسلمانو! یہ قرآن جس کی آج تلاوت ختم ہوئی اس مسجد میں، اس قرآن کی بارگاہ میں ہم پہنچے۔ ہم نے ادھر ادھر نہیں پوچھا کسی سے، کسی اپنے عالم سے، کسی مولوی سے، کسی مفتی سے، کسی حافظ سے، کسی جانکار سے ہم نے نہیں پوچھا بلکہ خود قرآن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ہم نے پوچھا یہ تو بتائیے کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ ہمارا آپ پر ایمان ہے تو آپ آئے کہاں سے ہیں فرمائے گا۔ ارے ہم سے پوچھتے ہو ہم کہاں سے آئے ہیں، ارے ہم رحمٰن و رحیم کی طرف سے آئے ہیں۔ اللہ اکبر (سامعین: سبحان اللہ)

یہ قرآن ہے محمد رسول اللہ کا مختصر کر کے میں بیان کر رہا ہوں بہت کچھ ہے ابھی میرے سینے میں الحمدللہ، بہت کچھ ہے ابھی۔ لیکن میں آپ کے سامنے سب نہیں۔ بس تھوڑا تھوڑا کر کے بیان کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فرماتے ہیں۔

رحمٰن و رحیم کا کلام بن کر ہم تشریف لائے ہیں۔ اچھا صاحب، فرمایا بڑی اچھی بات ہے کہ آپ اللہ کا کلام ہیں۔ اس میں کوئی شک و شبہ تو نہیں ہے۔ قرآن خود جواب دے رہا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے کتاب الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں، اپنے منہ سے بول رہی ہے۔ ارے کہا حضور یہ بھی ساتھ میں بتا دیجئے کہ وہ کون سا مہینہ ہے جس میں آپ تشریف لائے۔ بتائے کا رمضان کا مہینہ تھا۔ اس میں قرآن نازل کیا گیا۔ کہا حضور یہ بھی بتاتے چلیں کہ رمضان میں آپ نازل فرمائے گئے تو کیا خصوصیات ہیں آپ کی۔ فرماتا ہے۔ وہ قرآن جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اس میں حق و باطل کے درمیان۔ بہت اچھا صاحب اب پوچھا گیا کہ اچھا یہ تو بتائیے کہ آپ نازل دن میں ہوئے یا رات میں ہوئے۔ فرماتا ہے۔ لیلۃ القدر میں ہم نازل ہوئے، ہم تشریف لائے۔ کہا حضور یہ بھی تو بتا دیں کہ تاریخ کون سی تھی۔ فرماتے ہیں، تین مرتبہ فرمایا لیلۃ القدر، انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، وما ادرک ما لیلۃ القدر، لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ دو دفعہ پیش ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ فی حرف ظرف ہے۔ اس کا مظروف ہے پہلا لیلۃ القدر۔ لہذا وہ مجرور ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ وما ادرک ما لیلۃ القدر۔ اس میں مظروف نہیں ہے لہذا پیش ہے لیلۃ ال کی ۃ پر اور پھر فرماتا ہے لیلت القدر خیر من الف شہر۔ وہاں پر مبتدا ہے اور مبتدا ہمیشہ مضموم ہوا کرتا ہے۔ ضمہ اس پر ہوا کرتا ہے۔ یہ میں نے عربی گرامر کے مطابق آپ کو بتایا۔ کہا حضور بات پوری سمجھ میں نہیں آئی ارے کہا بھائی ایسی بات ہے کہ ہم نے فرمایا لیلۃ القدر اور تین مرتبہ فرمایا۔ اب ایک لیلۃ القدر کے حروف گن جاؤ کتنے ہیں۔ ایک رتبہ فرمانے میں 9 حرف ہیں۔ 9 کو تین سے گنزا (ضرب) کرو تو حاصل گنزا کیا ہوگا۔ بولو (سامعین: ستائیس)

ستائیس۔ بتا دیا کہ ہم لیلۃ القدر میں آئے ہیں۔ اللہ اکبر، ستائیسویں رات میں ہم آئے ہیں۔(سامعین: سبحان اللہ سبحان اللہ) اور حضور یہ بھی تو ارشاد فرما دیں آپ اردو میں اترے، آپ ہندی میں اترے، آپ لاطینی میں اترے، آپ گجراتی میں اترے یا آپ انگریزی میں اترے، یا آپ عبرانی میں اترے۔ فرماتا ہے۔ ”بلسان عربی مبین“ ہم عربی مبین میں تشریف لائے ہیں۔ ہم اس زبان میں آئے ہیں جسے عربی کہتے ہیں، وہ بڑی روشن زبان ہے۔ آپ کے ہر سوال کا جواب دیتا چلا گیا۔ یہ قرآن ہے محمد رسول اللہ کا مختصر کر کے میں بیان کر رہا ہوں بہت کچھ ہے ابھی میرے سینے میں الحمدللہ، بہت کچھ ہے ابھی۔ لیکن میں آپ کے سامنے سب نہیں۔ بس تھوڑا تھوڑا کر کے بیان کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فرماتے ہیں۔

26 کا دن گزر کر جو رات آنے والی ہے مسلمانو! تم نے مہینہ بھر محنت کی ہے، مہینہ بھر محنت کرو اور ایک رات میں سو جاؤ تو پھر مہینہ بھر کی محنت رائیگاں ہو جائے گی۔ کوشش کر، (یہ زور دے کر ادا کیا) ادھر ایک رات سو جاؤ، خوب پیٹ بھر کے سو لو، خوب نیند بھر سو لو، لیکن لیلۃ القدر میں جاگنے کی کوشش کرنا۔ جاگ کر لیلۃ القدر کو کاٹنا۔ فرماتا ہے۔ وہ ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں پر بھاری ہے۔(سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ) وہ ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں پر بھاری ہے۔ ارے اپنی قسمت پر ناز کرو اللہ اکبر۔ مصرع ہے، بلاتشبیہ پڑھنا پڑھتا ہے، ہم کو دعائیں دو تمہیں قاتل بنا دیا۔(سامعین: بے شک) ہم کو دعائیں دو، ارے ہم کو بیٹھا کر معشوق کہہ رہا ہے، ارے آپ تھے کیا کون پوچھتا تھا آپ کو، ہم کو دعائیں دو تمہیں قاتل بنا دیا، جس طرف نگاہیں اٹھاتے ہو، سیکڑوں کو قتل کرتے چلے جاتے ہو، اپنی نگاہ تیغ ناز سے قتل کرتے ہو، اپنی تیغ ناز سے قتل کرتے ہو۔ درود پڑھ لو صاحب۔

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

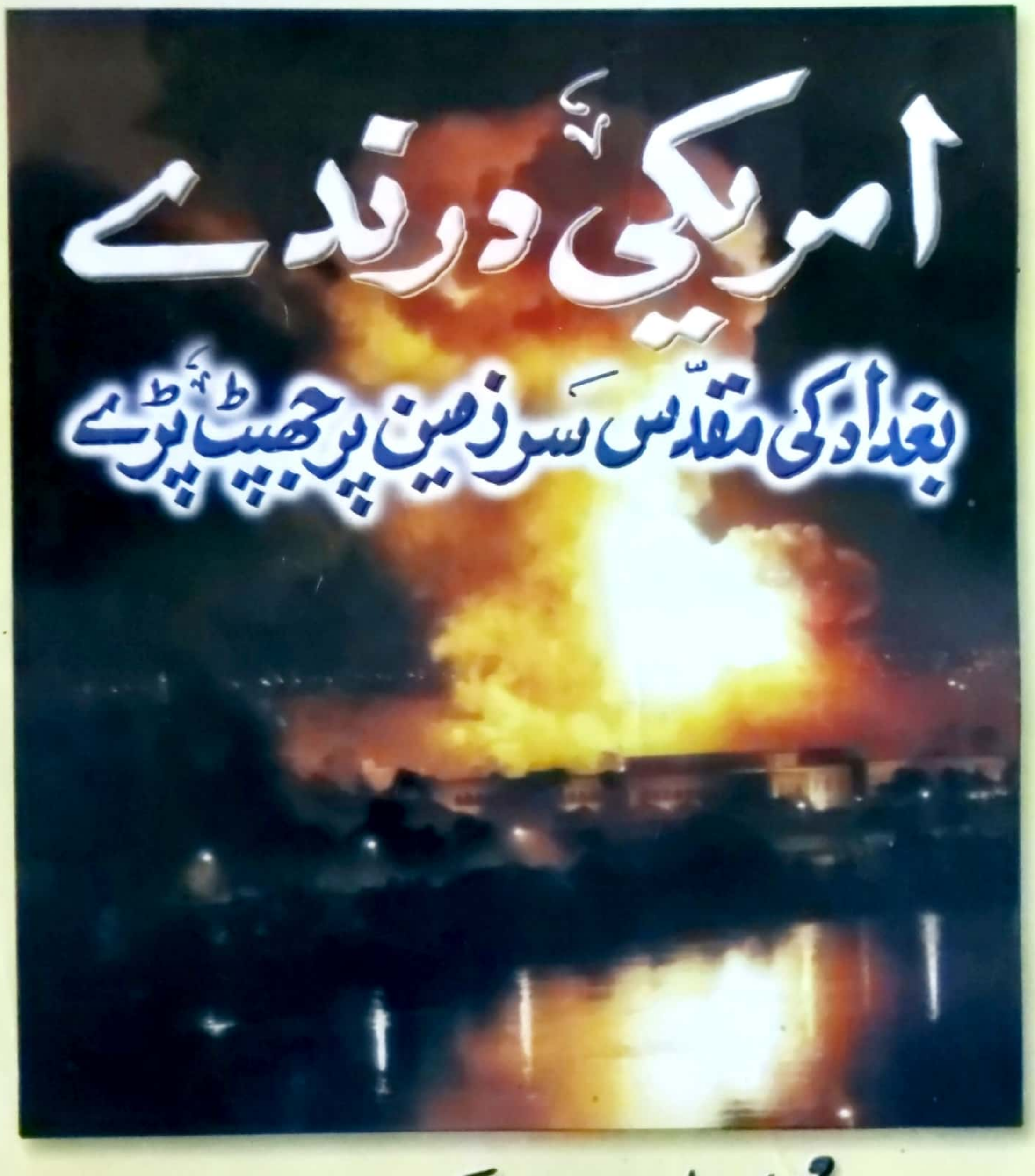
Karachi
Monthly
DAWAT-E-ISLAM
INTERNATONAL

دعوتِ اسلام

ماہنامہ
کراچی

Issue No.1 Vol.8, April. 2003.

Rs.15.00









جہاد کے جذبے سے
سرشار امت مسلمہ کے
سربکف نوجوان کی داستان

مجاہد

پبلشر ناصر علی جہانگیر نے ہمدرد پرنٹنگ پریس، کراچی سے چھپوا کر پریس چیمبر آئی آئی چندریگر روڈ کراچی سے جاری کیا۔

دعوتِ اسلام

چیف ایڈیٹر ☆ ناصر علی جہانگیر

ایڈیٹر ☆ نشید اللہ قادری

لے آؤٹ ڈیزائنر ☆ اختر حسین/صباء الدین

کمپیوٹر گرافکس ☆ عامر سلطان کامران

پبلشر ☆ ناصر علی جہانگیر

پرنٹر ☆ ہمدرد پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ لمیٹڈ)

☆☆اس شمارے میں☆☆

☆☆ضروری معلومات و ھدایات☆☆

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ 15 روپے۔ سالانہ چندہ 180 روپے۔ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتا ضرور لکھیں اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری بکس نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر ہر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202 روپے میں موصول ہوگا۔ لہذا اس زائد خرچے سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں۔ کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالے سے دوبارہ طلب کریں۔ ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے۔ آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتے والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ممالک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لیے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے۔ کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ 7 دینار ہے۔ انگلینڈ و دیگر ممالک میں فی پرچہ ایک پاؤنڈ سالانہ چندہ دس پاؤنڈ ہے۔ امریکا میں فی پرچہ 2 ڈالر اور سالانہ چندہ 20 ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخ نامہ اشتہارات: آخری صفحہ ٹائٹل مکمل فی اشاعت 500 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت فور کلر 2500 روپے، عام صفحات فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات مضمون اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے ═══ سالانہ چندہ 180 روپے

دفتر: 52، چوتھی منزل، پریس چیمبر، آف آئی آئی چندری گر روڈ، کراچی

فون، فیکس: 021-2443358

موبائل: 0320-4066861

حمد باری تعالیٰ

چڑیوں میں بلبلوں میں ہر دم ترے ترانے
ہر ایک کی زباں پر مولیٰ ترے فسانے

سیراب خوب مجھ کو بحرِ علوم سے کر
علم و عمل کے مجھ پر تو کھول دے خزانے

تو عفو ہے عفو فرما ہے رحیم رحم فرما
ڈھونڈے ہے تیری رحمت بخشش کے سو بہانے

تو بے نشان نہیں ہے سب میں نشاں ہے تیرا
صبحوں کے ہوں اجالے یا شام کی فسانے

میری جبیں کے اندر سجدے تڑپ رہے ہیں
آؤں ترے حرم میں سربے عمل جھکانے

آنکھوں میں نیند گھولے آرام دے بدن کو
بازو دراز کر دیں جب رات کے دھانے

صانع کی صنعتوں کا کیونکر بیاں ہو ممکن
کتنے زمانے آئے کتنے گئے زمانے

اسرارؔ تو سکھا دے یہ جان لے اجاگر
حکمت کی تری کیا کیا پوشیدہ ہیں خزانے

مسلمانوں کی بربادی کا ہم کسی کو الزام نہیں دے سکتے......

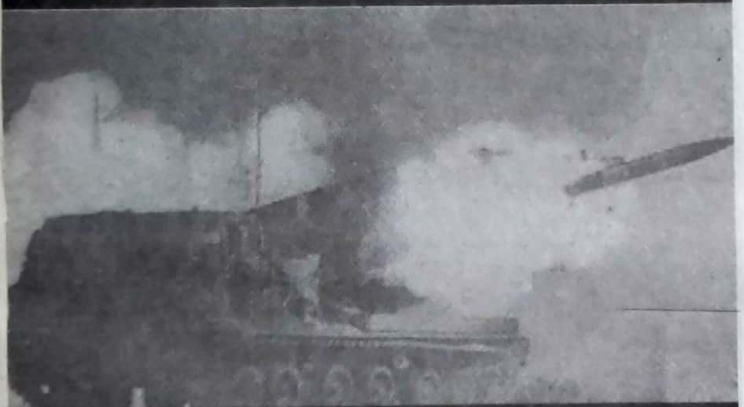
دنیا کے اربوں افراد دکھ سے بھرے دلوں کے ساتھ کرہ ارض پر ایک خوفناک المیہ کو رونما ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ امریکا، عراق پر حملہ کر چکا ہے اور عراق کی سرزمین پر تباہ کاری کا وہ کھیل شروع ہو چکا ہے جسے روکنے کے لئے دنیا کے چھ سو سے زیادہ بڑے شہروں میں کروڑوں افراد نے مظاہرے کئے، درجنوں سربراہان مملکت نے اپیلیں کیں اور خود لاکھوں امریکی شہریوں نے احتجاج کیا۔ عراق کی سرزمین پر امریکی حملہ محض مشرق وسطیٰ کی سرزمین پر ہی نہیں، پوری دنیا پر اثر انداز ہوگا۔ اس حملہ کا فیصلہ جہاں ایک جانب دنیا پر ایک ملک کی اجارہ داری کو مستحکم کرنے میں مدد دے گا، وہاں دوسری طرف اختلافات کو مکالمہ کے ذریعے سلجھانے کی حامی امن پسند قوتوں کی پسپائی کا سبب بنے گا۔ امریکی قیادت نے عراق پر حملہ کرنے کے معاملہ میں کسی کی رائے یا مشورہ نہ ماننے کی جو پالیسی اپنائی ہے، وہ نئے امریکی ورلڈ آرڈ کا تازہ آمرانہ ضابطہ بالکل واضح طور پر بیان کر رہی ہے۔ فرماں برداری کرو، ورنہ سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان سے مسیحیوں کے مذہبی پیشوا پوپ جان پال تک ہر اہم شخصیت نے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کو عراق پر جنگ مسلط کرنے سے روکنے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہے۔ عراق پر ملک ہتھیار بنانے اور ذخیرہ کرنے کا جو الزام لگایا گیا تھا، اس کی تحقیقات کرنے والے اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹرز امریکی قیادت کو یقین دلا چکے تھے کہ عراق تحقیقاتی عمل میں بھرپور تعاون کر رہا ہے اور اس کے پاس مہلک ہتھیاروں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ لیکن جنگ کو ٹالنے کی یہ ساری کوششیں ناکام رہیں۔ شاید اس کا سبب یہ تھا کہ امریکی رہنما عراق پر لگائے جانے والے الزامات کو ثابت کرنے میں نہ بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور نہ اس کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ دنیا کیا کہہ رہی ہے، سربراہان مملکت کیا پیغام دے رہے ہیں، اقوام متحدہ کیا درخواستیں کر رہی ہے، یہ سب باتیں دنیا میں جمہوریت کے سب سے بڑے داعی ملک کے لئے غیر اہم تھیں۔ لیکن یہ المیہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ دکھ کی اس داستان میں بہت سے عالمی رہنماؤں اور فرماں رواؤں کی بے حسی بھی شامل ہے جنہوں نے اس المیہ کو رونما ہونے سے روکنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ بعض ان میں سے بعض رہنماؤں نے تو امریکی صدر کے مفادات کا بے حد وفاداری اور مستعدی سے خیال رکھا۔ بعض نے امریکی اقدامات کو نیم دلی سے قبول کیا۔ بعض نے اس کے عوض مالی فوائد حاصل کرنے کے لئے سعودے بازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب امریکی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ کوئی ایک ملک بھی امریکا کو عراق پر حملے کی صورت میں جوابی حملے کی دھمکی نہ دے سکا۔ جنگ کے خلاف مظاہرے کرنے والے کروڑوں امن پسندوں کو یہ خوش گمانی تھی کہ شاید روس، چین، جرمنی، فرانس، عرب لیگ، اسلامی ممالک یا کسی اور پلیٹ فارم سے امریکا کو یہ انتباہ جاری کیا جائے گا کہ وہ فوری کارروائی سے باز رہے ورنہ عراق کو فوجی تحفظ فراہم کرنے کے اقدامات کئے جائیں گے۔ مگر یہ امیدیں پوری نہیں ہوئیں۔ دنیا نے امریکی فوجی کارروائی کے بارے میں ایک مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔ اس ضمن میں اسلامی ممالک کا رویہ بھی سب کے لئے مایوسی کا سبب بنا۔ افغانستان پر امریکی حملے کے بعد اسلامی دنیا کا جو عوامی ردعمل سامنے آیا تھا، اس کے نتیجے میں یہ توقع تھی کہ مسلمان، بالخصوص عرب ممالک، عراق کے خلاف فوجی کارروائی کو روکنے کے لئے حقیقی اقدامات کریں گے۔ مگر ان ممالک نے زبانی جمع خرچ کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ آج ہم جو کچھ رونما ہوتے دیکھ رہے ہیں، وہ ہماری اپنی بزدلی اور بے بسی کا شاخسانہ ہے۔ جس کے لئے ہم کسی اور کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔

امریکی درندے بغداد کی مقدس سرزمین پر جھپٹ پڑے

امریکی طوطے کی جان اسرائیل کی ناجائز ریاست میں ہے، دعوت اسلام کی تحقیقاتی سیل کے چونکا دینے والے انکشافات

جلیل القدر انبیاءؑ صحابہ کرامؓ اور بزرگان اسلام کی سر زمین ایک بار پھر خاک وخون میں غلطاں ہے۔ امریکی اور برطانوی بھیڑیے عراق کی مقدس زمین پر جھپٹ پڑے ہیں۔ برطانوی ایس اے ایس اور اسپیشل بوٹ سکواڈرن اور امریکی ڈیلٹا فورس، رینجرز، سیلز اور گرین بیرٹس کے سرتاپا آہن واسلحہ سے لیس ٹامی عراق میں داخل ہو گئے ہیں۔ خلیج میں موجود تین لاکھ امریکی اور 45 ہزار برطانوی فوجی عراق کو مسخر کرنے کیلئے چڑھ دوڑے ہیں۔ خلیج میں لنگر انداز دیو ہیکل بحری جنگی جہازوں سے عراق کے طول وعرض پر تباہ کن کروز میزائل داغے جارہے ہیں اور ایف 16 اور دیگر بمبار طیارے ہزاروں پونڈ وزنی خوفناک بموں سے عراقی شہروں کو نشانہ بنارہے ہیں۔ امریکی وبرطانوی مسیحی درندوں کو عراقی مسلمان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا خون بہانے کی کھلی چھوٹ مل گئی ہے۔ عالمی امن کی ٹھیکیدار اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل جنگ رکوانے کی اپنی سی کوشش کر کے خاموش ہو گئی ہے اور یو این او کا افریقی نژاد بوڑھا سیکرٹری جنرل کوفی عنان ''تک تک دیدم دم نہ کشیدم'' کی تصویر بن گیا ہے اس نے یہ نادر بیان دے کر تو مغربی سامراجیوں کے مخصوص مقاصد کی علامت ''اقوام متحدہ'' کو مضحکہ خیز بنا دیا ہے کہ ''میری اپیل یہ ہے کہ جنگ کے بعد سلامتی کونسل پر متحد ہو جائے۔'' اب کہاں کی سلامتی کونسل اور کہاں کی اقوام متحدہ! 1945ء سے نام نہاد ''اقوام متحدہ'' کو عالمی امن کی ذمے دار سمجھا جارہا تھا حالانکہ جن سامراجی قوموں نے ''ویٹو'' کے بل پر اسے گھڑے کی مچھلی بنا رکھا تھا ان کے نزدیک امن کا مطلب صرف وہ ''امن'' تھا جو ان کے استعماری مقاصد پورے کرے، چنانچہ انہوں نے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی صرف ان قراردادوں پر سختی سے عمل درآمد کروایا جن سے مسیحی دنیا کو فائدہ پہنچتا ہو یا اسرائیل قائم اور مضبوط ہوتا ہو اور عالم اسلام کمزور ہوتا ہو۔ چنانچہ 1948-49ء میں جموں وکشمیر استصواب رائے کی قراردادیں 55 سال سے سرد خانے میں رکھی ہوئی ہیں تاکہ مسلم اکثریت کا خطہ کشمیر ہندوؤں کے تسلط سے آزاد نہ ہو سکے۔ سلامتی کونسل کی قرارداد 242 بھی ہنوز عمل درآمد کی محتاج ہے یہ اس لیے کہ اسرائیل کی طرف سے جون 67ء کی جنگ میں غصب کردہ فلسطین کے علاقے (غرب اردن اور گزہ کی پٹی) اور شام کی جوالان کی پہاڑیاں بدستور اسرائیلیوں کے تسلط میں رہیں اور نصف کروڑ مظلوم فلسطینیوں کو ان کے چھنے ہوئے علاقے اور حقوق نہ مل سکیں۔ اس کے برعکس محض پانچ لاکھ مسیحی آبادی کے جزیرہ مشرقی تیمور کو انڈونیشیا سے الگ کرانے کیلئے اس کے مشکیں کس دی گئیں اور یو این او سے قرارداد منظور کرا کے اس پر اتنی تیزی سے عمل درآمد کرایا گیا کہ دنیا حیران رہ گئی۔ گزشتہ سال مشرقی تیمور کو اقوام متحدہ کا رکن بنالیا گیا مگر کشمیر پر عالمی قراردادوں کو فرسودہ قرار دے دیا گیا۔ پھر 1990-91ء میں صدام کے کویت پر ''احمقانہ'' قبضے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکہ وبرطانیہ اور فرانس نے یو این او کی قرارداد کی آڑ میں عراق کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ ان مغربی سامراجیوں نے تیل کی دولت سے معمور کویت کو

ایم ایل آر ایس ایم۔270 لانچر کے ذریعے فائرنگ



امریکی بری فوج اور لاک ہیڈ مارٹن نے ایم ایل آر ایس ایم 270 لانچر کے ذریعے نئے گائیڈڈ ملٹی لانچر راکٹ کو داغنے کا تجربہ کامیابی سے مکمل کرلیا ہے۔ یہ راکٹ سسٹم امریکا، برطانیہ، اٹلی، فرانس اور جرمنی کا مشترکہ پروجیکٹ تھا (تصویر انٹرنیٹ)



''آزاد'' کرالیا' تاہم اس کی آڑ میں امریکہ نے کویت' سعودی عرب' بحرین' قطر وغیرہ میں فوجی اڈے حاصل کر لیے اور عراق کو بے دست و پا کرنے کے لیے اس کے شمالی اور جنوبی علاقوں میں ''نوفلائی وزن'' قائم کر دیئے تاکہ وہاں عراق کا کوئی طیارہ پرواز نہ کر سکے۔ اور اب خلیج فارس کے انہی خلیجی اڈوں کو عراق پر حملے کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔

اس وقت برطانوی فوج ایک طرف بحرہ روم میں جزیرہ قبرص اور دوسری طرف کویت اور بحرین سے عراق کے خلاف جنگی کارروائیاں کر رہی ہے۔ اسرائیل ائرفورس کے سی ہیریئر جی آر سیون جمپ جیٹ طیاروں کی مدد حاصل ہے۔ برطانوی فوج صحرا میں زیر استعمال چھوٹی ''ڈیون بگھی'' گاڑیاں ریگستان کیلئے موزوں لینڈ روور کام میں لا رہی ہے جن پر اعشاریہ 50 بور کی مشین گنیں نصب ہیں۔ انہیں سی 130 ہرکولیس طیاروں سی ایچ 47 چینوک ہیلی کاپٹروں کے ذریعے محاذ پر منتقل کیا گیا ہے۔ ادھر امریکی فوج کویت اور قطر کے علاوہ شمال مغربی سعودی عرب کے فضائی اڈے تبوک سے جنگی کارروائیاں کر رہی ہے جو بغداد سے 250 میل کے فاصلے پر قریب ترین اڈا ہے۔ اس کے علاوہ عرار کا سعودی اڈا بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔

عراق پر حملے کا جواز ڈھونڈنے کیلئے مغربی میڈیا میں صدام حسین کو ہٹلر قرار دیا جاتا رہا ہے اور جنگی جنون میں مبتلا امریکی تھنک ٹینک یہ دلیل دیتے رہے ہیں کہ اگر 1938ء کی میونخ کانفرنس میں برطانوی وزیراعظم چیمبرلین' ہٹلر کے جارحانہ عزائم نظر انداز نہ کرتے اور چیکوسلاواکیا کے علاقہ سٹوڈیٹن لینڈ پر نازی قبضہ تسلیم نہ کیا جاتا اور یہودی مورخ اور وائٹ ہاؤس کے ملاقاتی ایلی ویزل کے بقول ''میونخ میں ہٹلر کی ناز برداری کے بجائے بڑی طاقتیں اس کے خلاف ڈٹ جاتیں تو دوسری جنگ عظیم کے خونریز اور مہیب ابواب انسانی تاریخ کا حصہ نہ بنتے۔'' اس لیے مغرب کے نزدیک صدام حسین کو لگام دینا ضروری ہو گیا۔ لیکن یہ تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی روایتی مغربی چال ہے۔ 1991ء کی خلیجی جنگ اور عالمی پابندیوں نے صدام حسین کے کس بل نکال دیئے تھے۔ ان کی فوج دس لاکھ سے کم ہو کر چار لاکھ رہ گئی تھی۔ جنوبی اور شمالی عراق کی فضائیں صدام حسین کے کنٹرول میں نہ رہی تھیں۔ شمالی عراق میں کردوں کا علاقہ عملاً بغداد کی عملداری سے باہر آزاد حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اسلحے کے عالمی انسپکٹر عراق کے چپے چپے کی تلاشی لیتے رہتے تھے اور انہوں نے عراق کے یو این او کی قراردادوں کے مطابق غیر مسلح ہونے کے سرٹیفکیٹ پیش کر دیئے تھے حتیٰ کہ گزشتہ ایک ماہ کے دوران صدام حسین نے اپنے مایہ ناز 72 الصمود میزائل خود تباہ کر دیئے تھے کیونکہ 1991ء کی جنگ کے بعد اقوام متحدہ نے عراق کو محض 150 کلومیٹر تک مار کرنیوالے میزائل رکھنے کی اجازت دی تھی۔ گزشتہ بارہ برسوں کے دوران عراق کو صرف اس قدر تیل بیچنے کی اجازت تھی جس سے اس کی خوراک و ادویات

اس وقت برطانوی فوج ایک طرف بحرہ روم میں جزیرہ قبرص اور دوسری طرف کویت اور بحرین سے عراق کے خلاف جنگی کارروائیاں کر رہی ہے۔ اسرائیل ائرفورس کے سی ہیریئر جی آر سیون جمپ جیٹ طیاروں کی مدد حاصل ہے۔ برطانوی فوج صحرا میں زیر استعمال چھوٹی ''ڈیون بگھی'' گاڑیاں ریگستان کیلئے موزوں لینڈ روور کام میں لا رہی ہے جن پر اعشاریہ 50 بور کی مشین گنیں نصب ہیں۔ انہیں سی 130 ہرکولیس طیاروں سی ایچ 47 چینوک ہیلی کاپٹروں کے ذریعے محاذ پر منتقل کیا گیا ہے۔

خریدنے کی ضروریات پوری ہو سکیں اور عراقی تیل کی بیشتر رقوم اقوام متحدہ کے مخصوص فنڈ میں منتقل ہو جاتی تھیں جن سے 1991ء کے مختلف ممالک کے جنگی نقصانات پورے کئے جا رہے تھے۔ اس کے باوجود ڈھٹائی کے ساتھ صدام حسین کو ہٹلر کی طرح ''ہوا'' بنا کر پیش کیا جا رہا تھا تاکہ اس کے خلاف جنگ کا جواز پیدا کیا جا سکے۔

حقیقت یہ تھی کہ ایڈولف ہٹلر نے 1939-45 میں بحر منجمد شمالی (The Arctic) سے لے کر بحرہ انجین (یونان) تک اور بحر اوقیانوس سے لے کر سٹالن گراڈ (روس) تک پورا یورپ فتح کر لیا تھا۔ اس کے مقابلے میں جنگ ویت نام کے امریکی شکرے (ہاک) پیٹ بو خانن کے بقول ''صدام حسین نے کیا تیر مارا تھا' یہی کہ ڈنمارک کے نصف رقبہ کے برابر کویت کے صحرا پر قبضہ کر لیا تھا جس پر عراق کے خلاف جنگ چھیڑ دی گئی اور 100 گھنٹے کی زمینی جنگ (24 تا 28 فروری 1991ء) میں اسے کویت سے نکال باہر کیا گیا تھا۔'' اس کے بعد اگلے بارہ برسوں میں امریکی و برطانوی طیاروں نے عراقی فضاؤں میں 40 ہزار پروازیں کیں مگر صدام حسین کی جنگی مشینری ان میں سے ایک طیارہ بھی نہ گرا سکی۔ اس کا کوئی بحریہ نہ تھی چوتھے درجے کی فضائیہ تھی اور بری فوج سکڑ چکی تھی۔ پھر بھی درندہ صفت جارج بش جونیئر صدام حسین کو ہٹانے کیلئے لاکھوں انسانوں کا خون بہانے پر تل گیا ہے۔ یہ ''مہذب'' انسانیت کا عظیم المیہ ہے۔

دراصل امریکی طوطے کی جان اسرائیل نام کی ناجائز ریاست میں اٹکی ہوئی ہے' اس لیے امریکی سپر پاور کے شرق وسط میں تمام اقدامات اور جنگی معرکے اسرائیل کے تحفظ کیلئے وقف ہیں۔ صدام حسین کا کانٹا نکالنا بھی اس لیے ضروری ہو گیا کہ وہ اگرچہ نعرہ بازی کی حد تک ہی سہی' القدس اور فلسطین کی آزادی کی صدا بلند کرتا تھا اور امریکہ کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ اس خطے میں کبھی کوئی ملک ایسا طاقتور ہو جو اسرائیل کے وجود کیلئے خطرہ بن جائے۔ اس امکانی خطرے کو روکنے کیلئے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک نے صدام حسین کو ہر نوع کا اسلحہ دیا حتیٰ کہ سابق برطانوی وزیر خارجہ رابن کک نے اعتراف کیا ہے کہ عراق کی کیمیائی ہتھیار برطانوی کمپنیوں نے فراہم کئے تھے' پھر صدام حسین کی پیٹھ تھپک کر اسے ایران سے بھڑا دیا گیا۔ نوسال پر محیط خونریز جنگ میں ایران اور عراق کے بیشتر وسائل تباہ ہو گئے۔ اس کے 2 سال بعد امریکی سفیرہ اپریل گلاسپی نے صدام حسین سے عشوہ طراز ملاقاتیں کر کے انہیں کویت پر حملے کیلئے اکسایا اور پھر کویت پر عراقی قبضہ خلیجی جنگ ''ڈیزرٹ سٹارم'' (1991ء) کو جواز بن گیا جس کے نتیجے میں امریکہ نے خلیجی ممالک میں مستقل فوجی اڈے حاصل کر لیے اور شمالی و جنوبی عراق کی فضائیں صرف امریکی و برطانوی طیاروں کی پرواز کیلئے وقف ہو کر رہ گئیں۔ عراق کے خلاف اس پہلی جنگ میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے 2 لاکھ عراقیوں کا خون بہایا تھا۔

حالیہ حملے سے پہلے طاقت کی غرور میں مبتلا بش اور اس کے ساتھیوں کا یہ خیال تھا کہ اگر انہوں نے ''اولوالعزمی'' کا ثبوت دیا اور صدام حسین کو تباہ کر دینے کے موقف پر قائم رہے تو ترکی' روس اور فرانس سمیت باقی دنیا یقیناً ان کی

پیروی کریگی لیکن امریکی جنگ بازوں کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ امریکہ نے 1990-91ء کی طرح عراق پر حملے کیلئے سلامتی کونسل سے قرارداد منظور کروانا چاہی تو ویٹو پاور کے حامی فرانس، روس اور چین رکاوٹ بن گئیں اور جرمنی جو 1945ء میں نازیوں کی تباہی کے بعد سے امریکہ کا مرغ دست آموز بنا ہوا تھا، ایک بار پھر امریکہ کیلئے چیلنج بن گیا۔ جرمن چانسلر شروڈر نے امریکی دھمکیاں مسترد کر دیں اور حالیہ عام انتخابات میں عراق پر امریکی حملے کے خلاف مہم چلائی اور انتخاب جیت لیا۔ ادھر فرانسیسی صدر ژاک شیراک نے امریکہ اور فرانس کے تعلقات بگڑنے کی امریکی انتباہ کو نظر انداز کر دیا۔ یوں سلامتی کونسل میں حملے کی قرارداد کی منظوری کیلئے امریکہ کو 15 رکنی سلامتی کونسل میں ضروری 9 ارکان کی حمایت بھی حاصل نہ ہو سکی اور پھر امریکہ، برطانیہ اور سپین سلامتی کونسل میں پیش کی گئی اپنی قرارداد واپس لینے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی جنونی امریکی صدر بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے اپنی اپنی افواج کو عراق پر بلہ بولنے کا حکم دے دیا۔

اس بحران کے دوران حکومت ترکی کا کردار خاصا مثبت رہا ہے۔ نومبر 2002ء میں وہاں عدل و ترقی پارٹی (آق) برسر اقتدار آئی ہے جس نے چند سال پہلے اسلامی نظریئے کی حامل پروفیسر نجم الدین اربکان کی جماعت ''رفاہ'' کی باقیات سے جنم لیا تھا اور حالیہ انتخابات میں آق نے 550 کے ایوان میں 363 نشستیں حاصل کر کے دنیا بھر کو ششدر کر دیا۔ اب عراق پر حملے کیلئے امریکہ اپنی 62 ہزار فوج ترکی میں اتارنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اس نے ترکی کو 26 ارب ڈالر معاوضہ دینے کی پیش کش بھی کی مگر ''آق'' کے سربراہ رجب طیب اردگان کی جگہ وزارت عظمی پر فائز ہو چکے ہیں، مرد جری ہونے کا ثبوت دیا۔ یکم مارچ کو ترک پارلیمنٹ نے امریکی فوجوں کو ترکی کی سرزمین پر اترنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور 26 ارب ڈالر کی امریکی پیش کش ٹھکرا دی اور 20 مارچ کو عراق پر امریکی حملے کے آغاز کے ساتھ ہی حکومت ترکی نے اعلان کر دیا کہ جنوبی ترکی میں انسرلک کے فضائی اڈے پر موجود امریکی طیاروں کو عراق پر حملے کیلئے نہیں اڑنے دیا جائیگا۔ اس طرح ترکی کی سرزمین سے شمالی عراق پر زمینی حملے کا امریکی منصوبہ ٹھس ہو کر رہ گیا۔ تاہم 20 مارچ کو ترکی کی پارلیمنٹ نے امریکہ کو ترکی کی فضائی حدود استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ اس سلسلے میں جو قرارداد منظور کی گئی اس کے حق میں 332 اور مخالفت میں 202 ووٹ آئے جبکہ ایک رکن نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا۔

سرد جنگ (1945-91) کے اختتام اور سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر طاقت بن چکا ہے اور اپنی اس پوزیشن میں وہ منہ زور گھوڑے کی طرح اپنی طاقت منوا رہا ہے۔ سرد جنگ کے زمانے میں بھی اگرچہ امریکی نے کوریا اور ویت نام کی جنگیں لڑیں مگر ان دنوں اس نے اقوام متحدہ کا منہ چڑانے اور عالمی رائے عامہ کو ٹھکرانے کی اطرح کبھی جسارت نہ کی تھی۔ لیکن 11 ستمبر 2001ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر نیو یارک اور پینٹا گون کے حادثات کے بعد امریکہ اپنی طاقت کے نشے میں من مانی پر تل گیا۔ اس نے اسامہ بن لادن کی تنظیم القاعدہ کے خلاف جنگ کی آڑ میں طالبان کو جرم بیگناہی کی سزا دینے کیلئے چڑھائی کر دی اور 2 ماہ کی جنگ میں افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ امریکہ کی یہ کامیابی مشرف حکومت کی مدد کے بغیر کسی طرح ممکن نہ تھی۔ پاکستان نے برسوں طالبان حکومت کی مدد کی تھی مگر ''نیوز ویک'' کے مقالہ نگار فرید زکریا کے بقول ''مہینوں کے اندر وہ طالبان کا جانی دشمن بن گیا'' فرید زکریا نے اسے دہشت گردی کے خلاف عالمی مہم میں پاکستان کی شرکت سے تعبیر کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مشرف حکومت نے امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کی اس دھمکی نے نتیجے میں سر تسلیم خم کر دیا تھا کہ ''آپ ہمارے دشمن ہیں یا دوست؟'' حکومت پاکستان امریکی دھمکی کی تاب نہ لا سکی اور یوں امریکہ نے چھ ہزار میل دور واقع افغانستان کو فضائی حملوں اور شمالی اتحاد کے ذریعے زیر کر لیا جہاں برطانوی اور سوویت سلطنتیں اپنے اپنے عروج کے دنوں میں مات کھا گئی تھیں۔ اس دوران امریکہ نے اپنے دفاعی بجٹ میں 50 ارب ڈالر کا اضافہ کر دیا تھا جو کہ برطانوی اور جرمنی کے مجموعی سالانہ دفاعی بجٹ کے برابر تھا۔ اس وقت امریکہ کو واحد سپر طاقت ہونے کی جو پوزیشن حاصل ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک سو سال پہلے برطانیہ ایک سپر طاقت تھا جس کی ایک چوتھائی روئے زمین پر حکمرانی تھی لیکن اس وقت وہ دنیا کا دوسرا یا تیسرا امیر ترین ملک تھا اور اس جیسی مضبوط فوجی طاقتیں تو کئی ایک تھیں۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں فوجی قوت کا اہم پیمانہ بحری قوت تھا اور برطانوی بحریہ جو سمندروں پر حکمران تھی وہ اپنے بعد کی دو بڑی بحریوں کی مجموعی ضخامت کے برابر تھی۔ اس کے برعکس امریکی واحد سپر طاقت آج اس درجے کی ہے کہ اس کا اگلے سال کا دفاعی بجٹ باقی پوری دنیا یعنی 191 ممالک کے مجموعی دفاعی بجٹوں کے مساوی ہے۔

یہ امریکی برتری صرف فوجی نوعیت کی نہیں۔ امریکی معیشت اپنے بعد تین بڑی معیشتوں یعنی جاپان، جرمنی اور برطانیہ کے مجموعے کے برابر ہے۔ امریکی کی آبادی عالمی آبادی کا محض 5 فیصد ہے مگر دنیا بھر کی اقتصادی پیداوار میں اس کا حصہ 43 فیصد، ہائی ٹیکنالوجی پیداوار میں 40 فیصد اور تحقیق و ترقی میں 50 فیصد ہے۔ واحد سپر طاقت ہونے کا پس منظر یہ ہے کہ امریکہ تقریباً گزشتہ ایک صدی سے سرکردہ عالمی طاقت چلا رہا ہے۔ 1900ء تک یہ دنیا کا امیر ترین ملک بن چکا تھا۔ 1919ء تک اس نے تاریخ کی پہلی سب سے بڑی جنگ جیتنے میں اتحادیوں کی مدد کر کے قبل رشک پوزیشن حاصل کر لی تھی اور 1945ء تک وہ اتحادیوں کو دوسری سب سے بڑی جنگ میں فتح دلانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ لیکن 20 ویں صدی عیسوی کے اختتام تک دنیا کے ملکوں میں امریکہ کے خلاف محاذ آرائی کا کوئی رجحان نہیں تھا۔ اس کے بجائے بیشتر ممالک سرد جنگ میں سوویت یونین کے خلاف امریکہ کے ہمنوا تھے جو امریکہ کے مقابلے میں کہیں غریب تھا اور عالمی جی ڈی پی میں اس کا حصہ صرف 12 فیصد تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت امریکہ نے عالمی سامراج بننے کی طرف پیش قدمی نہیں کی تھی۔

لیکن اکیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی امریکہ صریحاً دنیا کی سپر سامراجی طاقت بن چکا ہے۔ 2001ء میں اس نے بلا جواز اور یو این او سے مینڈیٹ لیے بغیر افغانستان پر حملہ کر دیا تھا اور اب وہ یو این او فرانس، روس، چین، جرمنی اور ساری دنیا کی مخالفت کو ٹھکراتے ہوئے بغیر کسی جواز کے عراق پر حملہ آور ہو چکا ہے بلکہ اب تو اس نے اقوام متحدہ کو اس طرح بائی پاس کیا ہے کہ اس عالمی ادارے کا وجود اور عدم وجود برابر ہو گیا ہے۔ یہی نہیں اس نے سلامتی کونسل میں روس، فرانس، چین اور جرمنی کی مخالفت کی تاب نہ لا کر اپنی نئی ''اقوام متحدہ'' قائم کرنے کی بھی دھمکی دے دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ نے گزشتہ سال عراق اور ایران

کے ساتھ ''برائی کے محور'' میں شمالی کوریا کو بھی شامل کیا تھا۔ شمالی کوریا تین ماہ پہلے سابق معاہدے سے انحراف کر کے یورانیم کو افزودہ کر کے ایٹمی اسلحے کی تیاری کے راستے پر دوبارہ گامزن ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس عراق کا ایٹمی ری ایکٹر 20 برس پہلے اسرائیل نے تباہ کر دیا اور ایٹمی اسلحے سے یو این اے کے معائنہ کار محمد البرادعی نے سلامتی کونسل میں اپنی رپورٹ پیش کر کے تصدیق بھی کر دی کہ عراق کے پاس ایٹمی ہتھیار یا افزودہ یورانیم نہیں ہیں' اس کے باوجود بش نے دنیا بھر کی آرا ٹھکرا کر صدام حسین کی حکومت کو ملیا میٹ کرنے کی ٹھان لی تو اس کی واحد وجہ امریکی طاقت کی اسلام دشمنی اور یہودیوں کی خیر خواہی ہے جیسا کہ بش نے افغانستان پر چڑھائی سے پہلے علانیہ کروسیڈ (صلیبی جنگ) چھیڑنے کا اعلان کیا تھا۔

اسلام دشمنی صیہونی یہودیوں کے پنجے میں گرفتار امریکی قیادت کا دیرینہ مرض ہے۔ 1991ء میں جب سوویت یونین ٹوٹ کر پندرہ ممالک میں بٹ گیا تو سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن (1969ء) نے بیان دیا تھا کہ مغرب کیلئے اب سب سے بڑا خطرہ سبز اسلام ہے۔ اور سابق صدر جمی کارٹر (81-19971) نے یہود نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''میں بائبل کے دینی علوم کا ماہر ہوں اور اپنی بصیرت کی بنا پر کہتا ہوں کہ اسرائیل کا قیام بائبل کی پیشگوئی کی تکمیل ہے۔'' اسی طرح سابق صدر رونلڈ ریگن (1988-1981ء) نے ایک گرجے میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا ''میرا عقیدہ ہے کہ آخری بڑی جنگ (آرماگیڈن) یروشلم میں لڑی جائے گی جس میں کم از بیس کروڑ فوج مشرق سے مسلمانوں کی آئیگی اور کروڑوں فوج مغرب سے عیسائیوں کی آئیگی اور بلاآخر یسوع مسیح آکر فتح حاصل کرینگے اور پھر دنیا میں ایک ہی خدائی حکومت قائم کرینگے۔ ایک یہودی سکالر نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ ''صدر ریگن ہر ہفتے واشنگٹن میں واقع ایک یہودی صومعہ میں عبادت کیلئے حاضری دیتے ہیں جہاں اسرائیل کیلئے مزید زمین کے حصول کیلئے دعا کی جاتی ہے۔'' یہی نہیں سابق صدر کھلنڈرے کلنٹن نے بھی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اسرئیل میں مورچہ لگا کر رائفل سے اسرائیل کے دفاع کیلئے لڑنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

یاد رہے مسیحی عقیدے کے مطابق ''آخری بڑی جنگ (آرماگیدن) کے نام سے فلسطین میں ایک عظیم معرکہ خیر و شر بپا ہوگا۔ آخر کار یسوع مسیح آسمان سے نازل ہو کر حضرت داؤد کے تخت پر بیٹھ کر عالمی حکومت قائم کریں گے اور برائی کی قوتوں کو ختم کر ڈالیں گے'' اس کے مطابق بپٹسٹ مسیحی ڈبلوی بش نے بزعم خویش ایک ''برائی کی قوت'' صدام حسین کو ختم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور یہ سب کچھ یہودی ایجنڈے کے مطابق اور ابا بش کے نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق کیا جا رہا ہے کیونکہ یہودیوں کے ایجنڈے میں عالمی حکومت قیام شامل ہے۔ چنانچہ امریکی یہودی جیمز واربرگ نے 17 فروری 1950ء کو امریکی سنٹ پر واضح کیا تھا کہ ''آپ پسند کریں یا نہ کریں' دنیا میں ایک یہودی عالمی حکومت قائم ہو کر رہے گی' سوال صرف یہ باقی رہ گیا ہے کہ یہ باہمی رضا مندی سے ہوگا یا جنگی فتح سے'' اور پھر 17 جنوری 1962ء کو واربرگ نے ''لائف'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا ''اگلے 25 برس میں (1987ء تک) سرد جنگ ختم ہو جائے گی۔ کیمونسٹ روس میں جمہوریت رائج ہوگی۔ مشرقی اور مغربی یورپ باہم مل جائیں گے اور بالآخر یروشلم (بیت المقدس) میں ایک نئی اور حقیقی اقوام متحدہ قائم ہوگی جو ساری دنیا کے لیے سپریم کورٹ کا کام دے گی اور انسانیت کے لیے آخری کچہری بن جائے گی۔''

اسرائیل کو ممکنہ خطرات سے محفوظ بنانے کے لیے امریکی صہیونی مسیحیت کے ایماء پر کی سپروائن برگر نے یہ منصوبہ تیار کیا تھا کہ ''مغربی ایشیا کے دو اہم ملکوں کو آپس میں لڑا دیا جائے جن میں ایک عراق ضرور ہو'' چنانچہ اس کے مطابق 1980ء میں ایران اور عراق میں جنگ شروع کروائی گئی جو آٹھ سال بعد ہی رکی۔ اس کے بعد اگست 1990ء میں عراق سے کویت پر قبضہ کروا کر دوسری خلیجی جنگ کا جواز پیدا کیا گیا اور اس کی آڑ میں خلیجی عرب ممالک میں مستقل اڈے حاصل کر لئے گئے۔ وائن برگر ریگن دور مین امریکہ کے نائب وزیر خارجہ رہے۔ 1991ء میں ان کا ایک بیان ہندوستان ٹائمز (دہلی) مین شہ سرخی کے ساتھ شائع ہوا تھا جس میں مذکورہ بالا منصوبے کی تیاری کا اقرار کیا تھا۔ چنانچہ عراق امریکہ جنگ (1991ء) کے دوران سعودی دارالحکومت پر ایک بم گرا تھا جو عراقی بتایا گیا تھا' جبکہ عراق نے صاف طور پر کہا تھا کہ اس نے کوئی بم ریاض یا کسی سعودی شہر پر قطعاً نہیں گرایا۔ اس دوران بی بی سی نے اعلان کیا کہ ریاض پر جو بم گرا وہ خود امریکیوں نے چھوڑا تھا۔ اس کے بعد ریاض کی طرف جو میزائل آ رہا تھا اسے خود امریکہ نے اپنے پیٹریاٹ میزائل سے ناکارہ کر دیا تھا' تا کہ سعودی عرب سے عراق کی دشمنی ثابت کی جائے اور امریکہ و سعودی عرب کی دوستی ظاہر ہو۔ جس سے سعودی حکومت کو یہ یقین ہو جائے کہ ان کا بچانے والا اور ان کی حفاظت کرنے والا صرف امریکہ ہے۔

تین عشروں سے برسر اقتدار صدام حسین امریکہ کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔ دنیا بھر سے کی جانے والی اپیلوں کے باوجود انہوں نے عراق چھوڑنے سے انکار کر دیا ہے اور اپنے وطن ہی میں دشمن سے لڑنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ جمعرات کو بغداد پر پہلا امریکی بم گرنے کے چند گھنٹے بعد وہ فوجی وردی میں عراقی ٹی وی پر نمودار ہوئے اور امریکہ کے بزدلانہ حملے کی مذمت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ''عراق فتحیاب ہوگا'' انہوں نے عربوں کی عظمت کے تاریخی حوالے دیتے ہوئے عراقیوں سے کہا کہ ''اپنی تلواریں نیاموں سے نکالو' اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔

65 سالہ صدام حسین اپنے آپ کو چھٹی صدی قبل مسیح کے بابلی حکمران بخت نصر اور بارہویں صدی عیسوی کے مسلمان فتح صلاح الدین ایوبی کے مماثل قرار دیتے رہے ہیں۔ بخت نصر دس لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر بابل (عراق) لے آیا تھا اور تکریت (شمالی عراق) میں جنم لینے والے مصر و شام کی سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1187ء میں یورپی صلیبیوں کو شکست دے کر بیت المقدس کو آزاد کرایا تھا۔ یاد رہے کہ صدام کی جائے پیدائش بھی تکریت ہے۔ دوسری خلیجی جنگ (جنوری فروری 1991ء) کے بعد بھی امریکی و برطانوی طیاروں نے عراق کو بار بار بمباری کا نشانہ بنایا۔ 1993ء میں دوبارہ اور پھر 1996ء میں میزائل برسائے گئے۔ دسمبر 1998ء میں چار راتیں امریکی و برطانوی میزائل تباہی مچاتے رہے اور ہر بار ''عظیم قائد'' صدام حسین نے اپنی فتح کا اعلان کیا۔

صدام حسین کا نام سب سے پہلے اس وقت منظر عام پر آیا تھا جب 1959ء میں اس نے عراق کے فوجی رہنما عبدالکریم قاسم کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور پھر بیرون ملک جا پناہ لی تھی۔ 1970ء کے لگ بھگ صدام حسین اور احمد حسن البکر نے صدر عبدالرحمٰن عارف کا تختہ

الٹ دیا اور حسن البکر صدر مملکت بن گئے جبکہ اصل طاقت صدام کے ہاتھوں میں تھی۔ 1979ء میں وہ حسن البکر کو ہٹا کر براہ راست مسند صدارت پر فائز ہو گئے اور پچھلے 24 سال سے برسراقتدار ہیں۔

صدام حسین کے بااعتماد ساتھی

صدام کا بڑا بیٹا 40 سالہ عدی رکن پارلیمنٹ ہے۔ وہ عراقی اولمپک کمیٹی اور فٹ بال فیڈریشن کا بھی سربراہ ہے۔ دسمبر 1996ء میں قاتلانہ حملے میں وہ زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے فدائین صدام نامی تنظیم قائم کر رکھی ہے اور کئی تجارتی و صحافتی اداروں کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔

صدام کا چھوٹا بیٹا 37 سالہ قصی ریپبلکن گارڈ کا سربراہ ہے اگرچہ اس کے پاس کوئی فوجی عہدہ نہیں۔ وہ عراقی خفیہ پولیس کا بھی سربراہ ہے۔ قصی کا عموماً صدام کا جانشین قرار دیا جاتا ہے۔ وہ عوام کے سامنے کم ہی آتا ہے۔

اس وقت عراقی حکومت کے نمبر 2 عزت ابراہیم طاقتور انقلابی کمان کونسل کے نائب صدر ہیں بعث پارٹی کے سینئر افسروں پر مشتمل یہ کونسل قوانین واحکام جاری کرتی ہے۔ 61 سالہ عزت ابراہیم گفت وشنید کے لیے بیرون ممالک کے دورے بھی کرتے ہیں۔ عرب اور اسلامی انفرنسوں میں عراق کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مارچ کے شروع میں قطر اسلامی سربراہ کانفرنس میں انہوں نے کویتی نائب وزیر خارجہ کو "بندر" کہہ کر ڈانٹ دیا تھا۔ 1988ء میں وہ کربلا میں بم دھماکے میں زخمی ہو گئے تھے اور اگلے سال جب ویانا میں زیر علاج تھے تو خلاف انسانیت جرائم کے الزام میں گرفتاری سے بال بال بچے تھے۔

طہٰ یٰسین رمضان 1991ء سے ملک کے نائب صدر ہیں۔ وہ اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کے سخت نقاد رہے ہیں۔

علی حسن الماجد صدر صدام کے عم زاد ہیں۔ کردوں میں انہیں "کیمیکل علی" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اس عراقی فوج کے سربراہ تھے جس نے 1988ء میں حلبچہ نامی قصبے میں 5 ہزار باغی کرد کیمیائی گیس کے حملے میں ہلاک کر دیئے تھے۔ ماجد کو 1996ء میں کویت کی "فتح" کے بعد وہاں گورنر تعینات کیا گیا تھا۔

67 سالہ مسیحی طارق عزیز برسوں عراق کے وزیر خارجہ رہے اور 1991ء کی جنگ سے پہلے امریکی وزیر خارجہ سے ناکام مذاکرات کر کے انہیں بہت شہرت ملی تھی۔ آخری ملاقات کے بعد امریکی وزیر خارجہ بیکر کا چہرہ سنجیدہ جبکہ مسیحی طارق عزیز کے چہرے پر مسکراہٹ (شیطانی؟) تھی۔ ان دنوں وہ نائب وزیراعظم ہیں۔

حضرت ابراہیم کی جائے پیدائش

"اور" کے آثار خطرے میں!

جنوبی عراق میں سمیری دور کا شہر "ور" کویت کی سرحد سے بمشکل ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں تک پھیلے ہوئے ریگستان کے اندر سرخ مٹی کے وہ مقدس آثار پائے جاتے ہیں جہاں جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ چار ہزار سال پرانے یہ آثار مسلمانوں' عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک یکساں مقدس ہیں۔ مسیحی رہنما پوپ جان پودوم 2000ء میں شرق اوسط کے دورے پر نکلے تو انہوں نے "اور" کی زیارت کرنے کا بھی منصوبہ بنایا تھا لیکن پھر اس علاقے میں حفاظتی اقدامات ناکافی ہونے کے باعث یہ پروگرام منسوخ کر دیا تھا' کیونکہ یہاں امریکی وبرطانوی طیاروں نے جنوبی نوفلائی زون قائم کر رکھا تھا۔

عراقی ماہرین کی ایک ٹیم نے 1999ء میں "اور" کے مقام پر کھدائی کا آغاز کیا تھا۔ حالیہ جنگ کے بادل امنڈنے لگے تو عراقی ٹیم وہاں سے رخصت ہو گئی اور پیچھے صرف فوجی رہ گئے جو اس مقام کے اردگرد پھیلی فوجی تنصیبات کی حفاظت پر تعینات تھے یا بعض ایشیائی ممالک کے سیاہ افق پر منڈلاتے نظر آتے تھے۔ محافظ ضیف محسن نے بتایا "یہ تہذیب وتمدن کا مقام ہے' جنگ کا نہیں"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے قدیم معبد کی دیوار کے سوراخوں کی طرف اشارہ کیا جو اس کے بول خلیجی جنگ (1991ء) کے دوران امریکی فوجیوں کی گولیوں سے چھلنی ہو گئی تھی۔

"اور" کا یہ معبد "زغورات" (Ziggurat) سمیری قوم کی ہنرمندی کی نشانی ہے۔ یہاں ایک بورڈ نصب ہے جس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عراقی ٹیم نے چار سال پہلے ابراہیم علیہ السلام کے گھر کی تجدید کی تھی۔ مسلمان حضرت ابرہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء یعنی "نبیوں کا باپ" کہتے ہیں۔ اسی لیے ایک بورڈ پر صدر صدام حسن کا یہ قول درج کیا گیا ہے "جب ہم ابراہیم علیہ السلام کو نبیوں کا باپ کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام نبی عراقی نژاد تھے۔

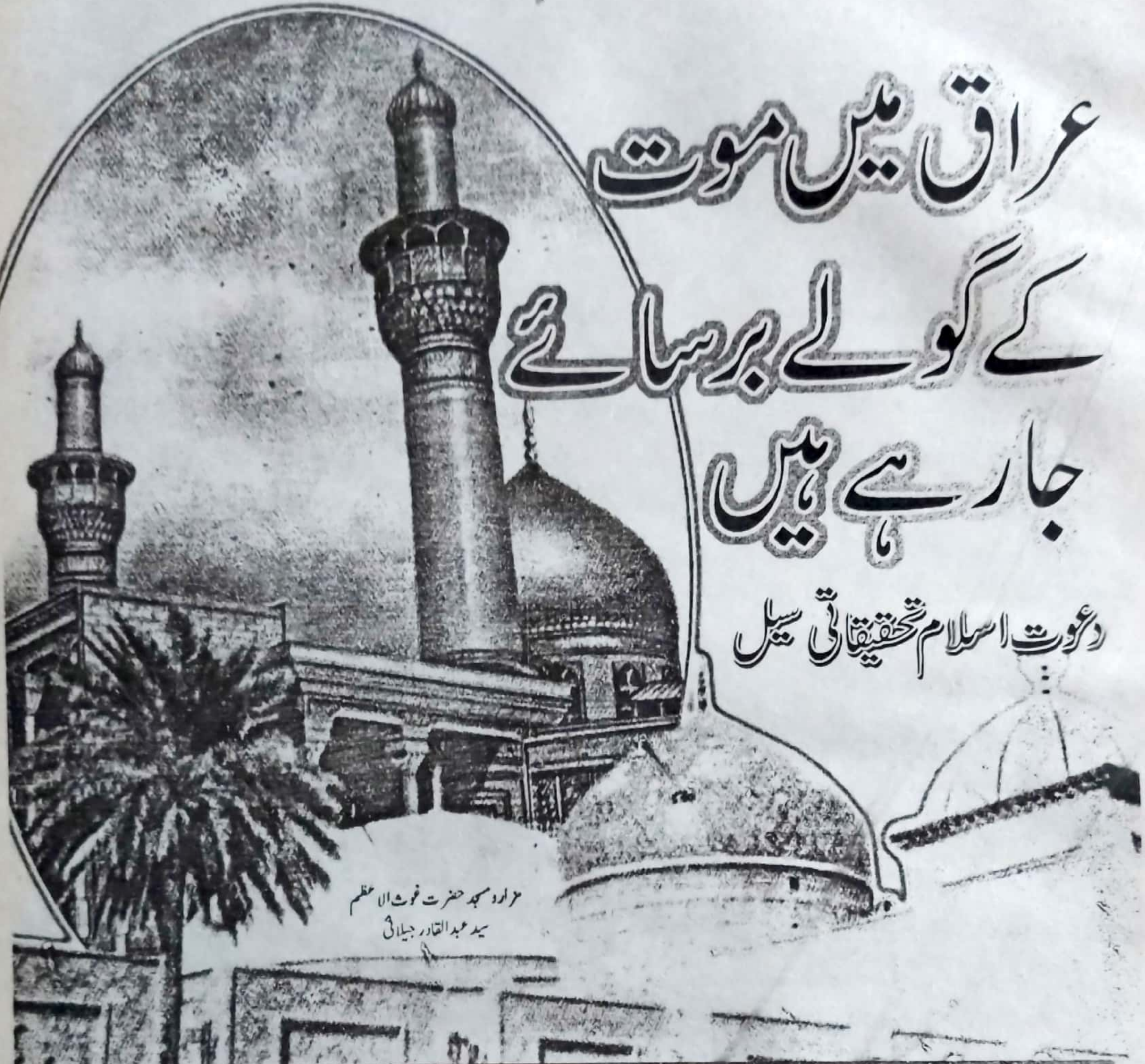
گزشتہ ماہ بغداد کے عراق میوزیم میں سمیری زبان کی ماہر نوالہ المتولی نے کہا "1991ء کی اتحادی بمباری کے دوران عجائب گھر کی تقریباً 4000 قیمتی اشیا چوری کر لی گئی تھیں۔ اگر ایک اور جنگ ہوئی تو ہم عجائب گھر کی تمام اشیا پیک کر کے ممکن حد تک محفوظ مقامات پر پہنچا دیں گے۔ بعض چیزیں "خفیہ جگہوں پر لے جائیں گے" معلوم نہیں نوالہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئی ہے یا امریکہ وبرطانیہ کی وحشیانہ بمباری نے متحف عراق تباہ کر دیا ہے۔

عراق میوزیم میں سمیری' اکیڈی' بابلی' اشوری اور اسلامی ادوار کے قدیم آثار کے اہم ذخیرے محفوظ تھے یہ عجائب گھر خلیجی جنگ ختم ہونے کے بعد دو سال پہلے دوبارہ کھولا گیا تھا کیونکہ پے در پے جنگوں کے باعث گزشتہ 20 برسوں کے دوران 14 سال بند رہا۔ 1991ء میں اس سے متصل ٹیلی فون ایکسچینج پر اتحادی طیاروں نے بمباری کی تھی جس سے عجائب گھر کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ نوالہ نے بتایا کہ نئی جنگ کی صورت میں بابلی اور اسوری ادوار سے تعلق رکھنے پڑیں گے اور انہیں خصوصی پردوں سے ڈھانپنا ہو گا۔ 1991ء کی جنگ کے دوران جو چیزیں یہاں سے دوسرے عجائب گھروں میں بھیجی گئی تھیں وہ عراق کی شکست اور جنوبی کی بغاوت سے جنم لینے والی افراتفری میں چرالی گئیں تھیں۔

نوالہ متولی کے بقول موصل کے آس پاس قدیم شہر نینوہ اور نمرود کے زمانے کے سنگتراشی کے نمونے جو چرا لئے گئے تھے وہ گزشتہ دہائی میں قیمتی آثار کی بین الاقوامی منڈیوں میں پہنچا دیئے گئے۔ برٹش میوزیم' پیرس کا لوور میوزیم اور برلن میوزیم عراقی آثار سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں بابل کا عظیم عشتار گیٹ اور بابلی سل بھی شامل ہے جس پر حمورابی کا قانون درج ہے۔ جو دنیا کا پہلا قاعدہ قانونی ضابطہ ہے۔ بابلی دور کی ایک تختی جو 1991ء کے بعد غائب ہو گئی تھی برٹش میوزیم نے 1995ء میں واپس کر دی تھی۔ 2000ء میں کھدائی کرنے والی 20 غیر ملکی ٹیمیں واپس آ گئی تھیں جو پچھلے دنوں پھر رخصت ہو گئی ہیں۔ نوالہ نے بتایا کہ "چار سال پہلے ایک اشوری شہر کے کھنڈر سے انسان نما حیوان کا دیواری سرمجسمہ 13 ٹکڑوں میں چرایا جا رہا تھا کہ مقامی پولیس نے چھاپہ مار کر انہیں پکڑ لیا۔ آج اس سرمجسمے کے ٹکڑے ایک عراقی میوزیم کے کمروں میں بکھرے پڑے ہیں۔

عراق میں موت کے گولے برسائے جا رہے ہیں

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل



مزار و مسجد حضرت غوث الاعظم
سید عبد القادر جیلانی

عراق نام نہاد سپر پاور کا قبرستان بنے گا انشاء اللہ عزوجل

بش کا سر پر غرور انسانی سوچ اور فکر سے اس قدر خالی ہو چکا ہے کہ اسے اپنے اور پرائے کی تمیز تک بھی نہیں رہی۔ ایسا نہ ہوتا تو اس کے نہال خانہ دماغ میں فرانس اور روس کی قیادتوں کی باتیں ضرور سمجھ میں آ جاتیں اور وہ ایک ایسی سرزمین پر آتش و آہن کی بارش کر کے بے گناہ اور معصوم مسلمان عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کے خون سے نہ کھیلتا۔ بش کی اس خودسری اور انسانیت کے تقاضوں کے برعکس سوچ و فیصلے کے نتیجے میں آج عراق پر بموں کی شکل میں موت کے گولے برسائے جا رہے ہیں۔

وجوہ کچھ بھی ہو بش کو یا دنیا کی کسی بھی بڑی سے بڑی طاقت کو اسلحہ کے مالک ہونے کے گھمنڈ میں کسی ملک پر یلغار کرنے کا حق حاصل نہیں۔ مگر بش کے وحشیانہ انداز فکر اور جاہلانہ ضد کے باعث آج کل ایسی سرزمین کو بموں اور تباہ کن میزائلوں کی بارش سے واسطہ ہے، جس میں کائنات کی سپر پاور کے بھیجے گئے انبیاء کرام سمیت امت مسلمہ کی جلیل القدر ہستیاں تہہ خاک آسودہ راحت ہیں۔ گویا آج بغداد کو اک بار پھر اس دور کے ہلاکو خان کا سامنا ہے۔ ماضی کا ہلاکو خان اپنے نام کے ساتھ نفرت و حقارت کی داستانیں چھوڑ گیا، مگر بغداد پہلے سے کہیں زیادہ زندہ و تابندہ ہے۔

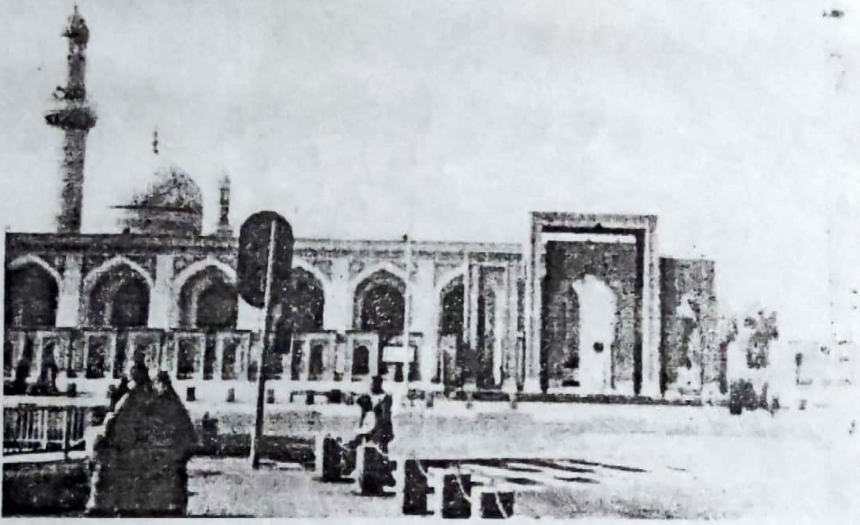
بش نے جس بے رحمانہ طور پر افغانستان پر بمباری کر کے اسے کھنڈر بنایا اور ہزاروں معصوم مسلمانوں کے خون

سے ہاتھ رنگے، امریکی تاریخ میں بش کا یہ اقدام سیاہ کارنامہ کے طور پر شامل رہے گا۔ اسی روش پر چلتے ہوئے بش عراق پر حملہ آور ہوا ہے۔ افغانستان میں بھی اس کا نشانہ مسلمان تھے اور عراق میں امریکی یلغار کے پس پردہ یہی مذموم عزائم کارفرما ہیں کہ عراق میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو موت کی نیند سلایا جائے

عراق کئی حوالوں سے مسلمانوں کے عہد رفتہ کی عظمتوں کا آئینہ دار ہے۔ اس کی تعمیر وترقی اور بقاء میں طلوع اسلام سے لے کر عصر حاضر تک کے مسلمان مرکزی کردار ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ عراق کی برسر اقتدار قیادت سے 1990ء میں جو غلطی ہوئی تھی، اس کی سزا امریکہ نے دنیا کے تھانیدار کی حیثیت سی عراق کے عوام کو دی۔ عراق میں ادویات تک منگوانے کی پابندیاں عائد کردی گئیں۔ اس طرح مسلسل بارہ برس سے عراق کے ہزاروں عوام، بچے، خواتین اور دوسرے لوگ مختلف بیماریوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کی آغوش میں جاتے رہے، مگر دنیا کی بے رحم سپر پاور کا دل نہ پسیجا۔ عراق کے عوام ان شاندار تاریخی روایات کے وارث ہیں۔ جن کا سلسلہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت با سعادت سے جا کر ملتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت عراق کی سرزمین پر ایرانیوں کی حکومت تھی اور ان کا بادشاہ کسریٰ کے نام سے مشہور تھا۔ آپ ﷺ کی ولادت پر کسریٰ کے محل کی دیواروں پر دراڑیں پڑ گئی تھیں اور اس کے کنگرے گر گئے تھے۔ آج بھی مدائن کے قریب جو اس وقت عراق کا پایہ تخت تھا اسی کسریٰ کے محل کے کھنڈرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کسریٰ نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو جو آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے سلسلہ میں اسے لکھا تھا پھاڑ ڈالا تھا۔ اس کا نام یزدگرد تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب وہ امیر المومنین (خلیفہ دوم) کی حیثیت سے مدینہ منورہ میں منبر رسول مقبول ﷺ پر رونق افروز ہوئے تو انہوں نے عراق کی سرزمین اور بادشاہ کسریٰ یزدگرد کو سرنگوں کرنے کے لئے اور اسے اسلام کے جھنڈے تلے لانے کے لئے اصحاب رسول ﷺ سے مشورہ کیا اور آخر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو اسلامی فوج کا کمانڈر بنا کر عراق/ایران کی طرف روانہ کیا کہ وہ پہلے تو یزدگرد کو اسلام کو پیغام دیں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس سے جنگ وقتال کیا جائے۔

ان دنوں یزدگرد کا عراقی پایہ تخت مدائن میں تھا۔ اس کے قریب ہی دریائے دجلہ کے کنارے قادسیہ کا مضبوط قلعہ



تھا۔ ایرانی فوجوں کا سپہ سالار ان دنوں رستم تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ کل اسلامی فوج تقریباً بتیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ ان کے پاس تھوڑے سے اونٹ اور گھوڑے تھے۔ جبکہ ایرانیوں کی فوج ایک لاکھ بیس ہزار جوانوں پر مشتمل تھی۔ کئی ہاتھی ساتھ تھے جن پر ہودے باندھ کر ان میں فوجی جوانوں کو کھڑا کیا گیا تھا۔ ایرانی فوج گھوڑوں اور دیگر جنگی ساز وسامان سے لیس تھی۔ قادسیہ کے مقام پر ان دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا اور چار دن جنگ جاری رہی۔ اسلامی فوج نے بڑی جرأت سے کام لیا۔ ان دنوں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ علیل تھے تاہم وہ ایک بلند مقام پر بیٹھے جنگ کے میدان کا نقشہ ترتیب دے رہے تھے اور ضروری جنگی ہدایات لکھ لکھ کر نیچے پھینکتے جاتے تھے۔ مسلمان تیر اندازوں کے ایک گروہ نے ہاتھیوں کی آنکھوں کا نشانہ بنایا اور کچھ اونٹوں پر لکڑیاں لاد کر ان کو آگ لگا دی اور وہ اونٹ ایرانیوں کی فوج کی طرف دھکیل دیئے۔ اس طرح کئی ہاتھی بری طرح زخمی ہو کر گر پڑے اور ان کے اوپر کے ہودے جن پر فوجی سوار تھے نیچے گر پڑے، جو مسلمان فوجیوں کا نشانہ بنے۔ ایرانی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ ان کا سپہ سالار رستم دریا کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ ایک مسلمان جانباز نے اسے دریا کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا تو اس کا پیچھا کر کے اسے پانی ہی میں واصل جہنم کر دیا اور پھر زور زور سے پکارنے لگا کہ اس نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی ایرانی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ بے شمار ایرانی قتل کر دیئے گئے اور کئی ایک کو قیدی بنالیا گیا۔ بہت ساز و مال جنگی سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور جب اسلامی فوج کسریٰ کے محل میں داخل ہوئی تو وہاں بھی انہیں بے حد وحساب زروجواہر اور مال واسباب ہاتھ آیا۔ اس طرح عراقؓ پر حضرت عمر کے عہد خلافت میں سن 16 ہجری میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ مدائن کی آب و ہوا مسلمانوں کو موافق نہ آئی چنانچہ حضرت عمر سے مشورہ کے بعد عراق کے شمال میں کوفہ آباد کیا۔ عراق کے جنوب میں شہر بصرہ بھی بعد میں حضرت علیؓ (خلیفہ چہارم) کے عہد میں مسلمانوں نے بسایا تھا۔

حضرت علیؓ نے سن 35 ہجری میں مختلف شورشوں کو ختم کرنے کے لئے مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ ہی کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا اور اس کے بعد سے عراق کے دیگر شہر خلفائے بنو امیہ، خلفائے بنو عباسیہ اور خلفائے ترکیہ کے دارالخلافہ رہے اور بغداد کو زیادہ عروج ملا۔ ابتداء میں خلیفہ ابوجعفر منصورؒ نے تقریباً 140 ہجری میں دجلہ کے کنارے بڑی جستجو کے بعد بغداد کے قدیمی قصبے کے پاس ایک جگہ منتخب کی اور بسرعت تمام وہاں اپنا دارالخلافہ تعمیر کروانا شروع کیا۔ روایت ہے کہ بغداد نوشیرواں عادل کا گرمائی پایہ تخت تھا اور اس کی عدل وانصاف کے باعث اس شہر کا نام ''باغ داد'' پڑ گیا تھا۔

خلفیہ ابوجعفر منصور کا بغداد دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔

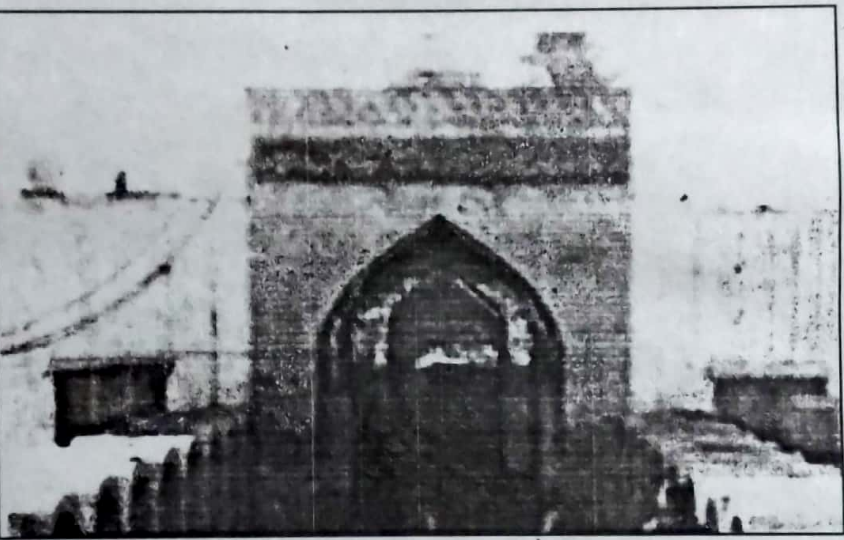
ایک حصہ اس کے اپنے نام پر منصوریہ کہلاتا تھا اور دوسرا حصہ اس کے بیٹے ولی عہد کے نام پر مہدیہ کہلاتا تھا۔ شہر کے وسط میں جامع مسجد تھی جس سے متصل قصر خلافت تعمیر کیا گیا۔ شہر میں پانی پہنچانے کے لئے دریائے دجلہ سے ایک نہر اور اسی طرح دریائے فرات سے بھی ایک نہر نکلوائی گئی۔ اس سے بغداد میں پانی کی اتنی فراوانی ہوگئی کہ ہر گھر میں صاف و شفاف پانی کی ایک نالی بہتی تھی۔ اس نے شہر کے گرد ایک خندق کھدوائی تا کہ حملہ آور شہر میں داخل نہ ہوسکیں۔

بغداد کو سب سے زیادہ نقصان ہلاکو خان نے پہنچایا، اس کے مدرسے اور بیش قیمت کتب خانے تباہ ہوگئے۔ حتی کہ دریائے دجلہ کا ایک کنارہ کاٹ کر دریا کا پانی بغداد شہر میں چھوڑ دیا گیا تا کہ جو مرد اور عورتیں بچے گھروں میں خوف کے مارے چھپے ہوئے ہیں وہ باہر نکلیں اور ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ اس سے بغداد شہر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

جدید بغداد اس وقت بھی دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے دو مشہور محلے اس وقت اعظمیہ اور کاظمیہ کہلاتے ہیں۔ اعظمیہ حضرت امام ابو حنیفہ کی نسبت سے اور کاظمیہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے اسم گرامی کی وجہ سے۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں یہاں آرام فرما رہی ہیں۔ اعظمیہ کی طرف دو مشہور سڑکیں ہیں، شارع سعدوں اور شارع رشیدیہ۔ دونوں سیدھی میلوں تک چلی گئی ہیں۔ دریائے دجلہ کے کنارے بھی سڑک چلی گئی ہے۔ ان شاہراہوں پر کئی سو ہوٹل کاروباری ادارے قائم ہیں۔ ہر چوک میں خوبصورت فوارے اور یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں۔ عراق کا دارالخلافہ بغداد ہے۔ دریائے دجلہ کے کناروں پر پھیلا ہوا یہ شہر بجا طور پر مشرق کا وینس ہے۔ عراق اب اسلامی جمہوریہ عراق کہلاتا ہے۔ اس کے موجودہ صدر صدام حسین ہیں جنہوں نے انتھک محنت، دیانتداری اور خلوص سے عراق کو جدید طرز پر استوار کر کے ایک مضبوط مملکت بنادیا ہے۔

بغداد ایک اعلیٰ درجہ کی سڑک کے ذریعہ ترکی، شام، اردن، کویت، سعودی عرب اور ایران سے ملا ہوا ہے۔ بغداد سے بصرہ اور موصل کی جانب ریلوے ٹرین جاتی ہے۔

بغداد کا موجودہ ہوائی اڈہ صدام حسین انٹرنیشنل ایئر پورٹ کہلاتا ہے۔ یہ ہوائی اڈہ جدید طرز پر وسیع رقبہ پر تعمیر کیا گیا ہے اور ہر قسم کے جدید ہوائی جہازوں کی آمد و رفت کے لئے کھلا ہے۔ خوبصورت کشادہ عمارت، ہوائی کمپنیوں کے دفاتر، مسافروں کے آرام کے لئے خوبصورت لاؤنج، ڈیوٹی فری شاپس (ان ڈیوٹی فری شاپس پر لین دین امریکی ڈالرز میں ہوتا ہے)۔



بغداد میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کے روضہ مبارک کے ارد گرد اور بغداد کے قدیم قبرستان کے پاس جو علاقہ بغداد اور ریلوے اسٹیشن کے دونوں طرف پھیلا ہوا ہے وہاں آج بھی پرانے بغداد کے مکانات اور آثار ملتے ہیں۔ یہاں ایک حصہ میں اب بھی ایک یا دو گھوڑوں والی بگھی گاڑیاں چلتی ہیں۔ موجودہ بغداد جدید طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔

دجلہ اور فرات عراق کے دو مشہور دریا ہیں۔ دجلہ کم چوڑا اور زیادہ گہرا ہے۔ اس کے پانی روانی تیز ہے جبکہ فرات زیادہ چوڑا ہے اور سکون سے بہتا ہے۔ دونوں دریاؤں سے آبپاشی کے لئے نہریں نکالی گئی ہیں۔

دریائے دجلہ پر کئی ایک جدید پل تعمیر کئے گئے ہیں تا کہ شہر کی آبادی آسانی سے ایک سے دوسری جگہ جاسکے۔ اعظمیہ اور کاظمیہ دو مشہور محلے ہیں، جو دریا کے آمنے سامنے ہیں۔ اعظمیہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مزار مبارک ہے اور اس سے ملحقہ مسجد بغداد میں سب سے بڑی مسجد ہے۔ ساتھ ہی حنفیہ یونیورسٹی ہے۔ دجلہ کے دوسرے کنارے پر کاظمیہ میں حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کا مزار مبارک ہے اور اس کے ساتھ ہی حضرت امام ابو یوسفؒ کا مزار اور مسجد ہے۔ کربلا معلی میں حضرت امام حسینؓ کے مزار مبارک کے گنبد پر سرخ جھنڈا لہرا رہا تھا۔

بغداد کے ہر چوک میں کوئی نہ کوئی یادگار تعمیر کی گئی ہے۔ ایک چوک میں علی بابا چالیس چور کی داستان کے طور پر چالیس مرتبان بنائے گئے ہیں۔

عراقی قوم کو بیدار کرنے کے لئے اور ان میں جنگی جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے مدائن میں کوریا کے انجینئرز کی مدد سے 55 ملین عراقی دینار کے خرچ پر ایک خوبصورت پنوراما تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کی نچلی منزل پر چار بڑے بڑے ہال ہیں۔ جن میں سے ایک میں عجائب گھر ہے، دوسرا کانفرنس ہال ہے اس کی پہلی منزل پر جانے کے لئے لفٹ کے علاوہ سیڑھیاں بھی ہیں۔ اوپر کی منزل پر چاروں طرف دور دور تک جنگ قادسیہ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ جو 16 ہجری میں مسلمان فوجوں (جو رستم کی کمان میں تھیں) کے درمیان لڑی گئی تھی۔ اس جنگ میں چار دن کی لڑائی کے بعد مسلمانوں کو اللہ کریم نے فتح و نصرت عطا کی تھی۔ مسلمان اور ایرانی فوجوں کو سامنے میدان میں لڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ پیچھے دریا بہہ رہا ہے۔ روشنی اور آواز کی بدولت یہ نقشہ ایسا خوبصورت اور سبق آموز ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مختلف یونیورسٹیوں، کالجز اور اسکولوں کے طلباء اور زائرین یہاں آتے ہیں اور اسے دیکھتے ہیں۔ واقعی کوریا کے انجینئرز نے کمال کر دکھایا ہے۔ اسی پنوراما کے پاس کسریٰ کے محل کے کھنڈرات ہیں۔

☆.....☆.....☆

قرآن مجید کی تعلیم

ترجمہ تفسیر حضرت علامہ

''تو بدل دیا ظالموں نے اس بات کو جوان سے کہی گئی تھی دوسری بات سے تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب اتارا کیوں کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ''حطۃ'' کہنے پر خطائیں معاف کرنے کا وعدہ فرمایا تھا اور یہ کہ نعمتوں پر بطور شکر، نیکی اور احسان کرنے والوں کے لئے ہم اپنی نعمتیں زیادہ فرمائیں گے۔ لیکن ان لوگوں نے ناشکری پر کمر باندھی اور مزید سرکشی اختیار کی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے طاعون کا عذاب نازل فرمایا۔ اس میں ستر ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔ (قرطبی، ج۱ س)

''اور جب پانی طلب کیا موسیٰ نے اپنی امت کے لئے تو ہم نے فرمایا اپنا عصا اس پتھر پر مارو تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، بے شک ہر گروہ نے پانی پینے کی اپنی جگہ کو پہچان لیا۔ کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق سے اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

''اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ تو ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے (کہ) وہ (من وسلوٰی کی بجائے) ہمارے لئے زمین سے اگنے والی چیزیں پیدا کرے زمین کی سبزی (ترکاری) اور ککڑی اور گندم اور مسور اور پیاز۔ فرمایا کیا تم ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو؟ اترو شہر میں تو بے شک (وہاں) تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ڈال دی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے (بھی) کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھتے تھے۔''

یہ بات بھی بنی اسرائیل نے میدان تیہ میں کہی تھی (قرطبی، ج:۱، ص:۴۲۲) بنی اسرائیل عرصہ دراز تک بلا ناغہ ''من وسلوٰی'' کھاتے رہنے کی وجہ سے اکتا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم اب ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر



نہ کرسکیں گے کہ ہم اب ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر نہ کرسکیں گے ''من وسلوٰی'' دو مختلف قسم کے کھانوں کو ایک کھانا اس لئے کہا گیا کہ دونوں قسم کے کھانے وہ ایک ساتھ کھاتے تھے یا اس لئے کہ ہر روز بطور غذا انہیں یہی دو چیزیں ملتی تھیں۔ یہ نفیس کھانا باقی سب کھانوں سے بہتر تھا لیکن بنی اسرائیل کے اصرار پر ارشاد ہوا ''اھبطو'' تم مصر میں اتر جاؤ جو کچھ تم نے مانگا وہ تمہیں وہاں ملے گا۔ اس مصر کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ فرعون کا مصر تھا یا کوئی اور شہر۔ راجح قول یہ ہے کہ اس سے غری متعین شہر مراد ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وادی تیہ کے قریب کوئی شہر تھا جس میں عارضی طور پر جانے کا حکم ان کی خواہش کے مطابق دیا گیا تھا۔

وضربت علیھم الذلۃ۔ الایۃ: بڑھی ہوئی نفسانی خواہشات کی بنا پر اطاعت اور بندگی کی حدود سے بار بار یہود کا تجاوز اور طغیان ان کے حق میں دائمی ذلت و مسکنت پر منتج ہوا۔ قوم یہود پر ذلت و مسکنت کا مسلط ہونا ایسی حقیقیت ثابتہ ہے جس کا انکار واقعات کی روشنی میں کوئی اہل انصاف نہیں کرسکتا قرآن مجید بھی علی رؤس الاشھاد فرما رہا ہے کہ ذلت و مسکنت اور دنیا و آخرت میں اللہ کا غضب ان کے حق میں مقدر ہو چکا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ یہود کی تاریخ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں سے بہت پرانی اور قدیم ہے ابتداء سے لے کر آج تک ان کی تاریخ کو سامنے رکھ لیجئے کوئی دوران کی ذلت اور مسنت سے آپ کو خالی نظر نہیں آئے گا حالانکہ ان میں ایک طبقہ بہت بڑا سرمایہ دار ہے لیکن انتہائی بخیل اور حریص بخیل کتنا ہو مالدار ہو مگر بخل کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسکینی کی ہیئت پر رہتا ہے اور حریص کمال حرص کی سبب ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مال جمع کرنے کی فکر میں رنج وتعب میں مبتلا رہتا ہے۔ پھر یہ کہ سب یہودی مال دار نہیں بلکہ بہت سے ہود فقر و مسکنت کا شکار ہیں۔ حیوانیت و بربریت ظلم و جور دکھی انسانیت پر لرزہ خیز مظالم ان کی طبائع میں مرکوز ہیں۔ عہد شکنی، وعدہ خلافی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ ان کے ظلم وستم کے باعث اقوام عالم کی نظروں میں وہ لائق گردن زدنی رہے ہیں۔ اسی لئے ان کی پوری تاریخ میں ایسا کوئی وقت نہیں آیا کہ ان کے جرائم کی پاداش میں لوگ

انہیں قتل کرنے اور سخت تکلیفیں پہنچانے کے درپے نہ رہے ہوں۔ اور قرآن مجید کے اعلان کے مطابق یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا جیسا کہ سورہ اعراف میں فرمایا۔ "یعنی آپ کے رب نے بتا دیا تھا کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے لوگوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں بدترین عذاب دیں گے۔ اس زمانہ میں بھی جب کہ یہود کی نام نہاد حکومت فلسطین میں قائم ہے مظلوم فلسطینی ہر وقت ان کی تاک میں رہتے ہیں گویا وہ یہودیوں پر مسلط ہیں۔ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے وہ یہود کو تکلیفیں پہنچانے قتل کرنے اور قیدی بنانے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور یقیناً یہ صورت حال قیامت تک جاری رہے گی۔ البتہ اس کے لئے صرف جان و مال کی بے حرمتی سے بچنا اللہ کی رسی کے سہارے ہوسکتا ہے یا اس کے علاوہ ذلت وخواری سے محض بظاہر محفوظ رہنا لوگوں کی رسی کے ذریعے ممکن ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا "وہ جہاں بھی پائے جائیں ذلت ان پر مسلط کر دی گئی بجز اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی کے" اللہ کی رسی سے مراد قرآن اور اسلام ہے قرآنی اور اسلامی حکم ہے۔ "اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو۔" "(اگر وہ پناہ طلب نہ کریں تو) ان کا مال و جان محفوظ نہیں یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔ اگر چہ پناہ مانگنا اور جزیہ ادا کرنا دونوں باتیں موجب ذلت ہیں مگر اللہ کے دین میں ذمی کا جان و مال بے حرمتی سے محفوظ رہتا ہے۔

اور لوگوں کی رسی سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلم لوگ ان سے معاہدہ کر کے ان کی حفاظت کا ذمہ اٹھالیں۔ جیسا کہ آج کل بعض غیر مسلم بڑی طاقتوں نے یہود سے معاہدہ کر کے ان کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہوا ہے۔ جس کے بل بوتے پر فلسطین میں یہود کی بے بنیاد حکومت کا ڈھانچہ کھڑا ہے اگر وہ لوگ آج اپنا معاہدہ ختم کر دیں تو یہ نام نہاد حکومت باقی نہ رہے۔ بعض مفسرین نے "لوگوں کی رسی" کا مفہوم "جذیہ" بیان کیا ہے۔ ایسی صورت میں اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی ایک ہی قرار پائے گی۔ غالباً اسی لئے قرآن مجید میں "وحبل من المسلمین" کی بجائے "حبل من الناس" فرمایا گیا۔ ایسی حکومت کا قیام قرآن کی پیش گوئی کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ "حبل من الناس" کے الفاظ اس مسئلہ میں قرآن صداقت کا اعلان کر رہے ہیں اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآن کے مطابق محض لوگوں کے سہارے فلسطین میں بے بنیاد اسرائیلی حکومت قائم ہے جو آج بھی حقیقی ذلت ومسکنت اور اللہ کے غضب میں مبتلا ہے اور یقیناً آخرت میں بھی اللہ کے غضب میں یہ لوگ مبتلا ہوں گے

یقتلون النبیین بغیر الحق۔ بغیر الحق، سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انبیاء علیہم السلام سے (نعوذ باللہ) کوئی ایسا کام سرزد ہوسکتا ہے کہ جس کی وجہ سے ان کا قتل حق قرار پائے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں ان سے کوئی ایسا کام نہیں ہوسکتا۔ یہاں "بغیر الحق" فرما کر انبیاء علیہم السلام کے قاتلین کے فعل کا وصف بیان فرمایا کہ وہ ناحق تھا۔ (قرطبی، جز اول، ص:۴۳۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا قتل ان کی نبوت کے خلاف نہیں رسول اللہ ﷺ کے حق میں وعدہ الٰہیہ "واللہ یعصمک من الناس" یعنی اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ حضور کی خصوصیات سے ہے ورنہ نفس قتل کا نبی پر وارد ہونا ہرگز اس کی نبوت کی نفی نہیں کرتا جس کی روشن دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "اگر رسول پر موت طاری ہو جائے یا وہ مقتول ہو جائیں تو اے مسلمانو! کیا تم پچھلے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یعنی رسول کے لائے ہوئے دین کو چھوڑ دو گے؟" اس آیت کریمہ میں نبی اسرائیل کی انتہائی شقاوت قلبی کا بیان فرمایا اللہ کے نبیوں کو قتل کرنے والوں سے بڑھ کر کون شقی القلب ہوسکتا ہے۔ حضرت زکریا علیہم السلام کو انہوں نے انتہائی بیدردی کے ساتھ شہید کیا۔ یہ سب کچھ یہود کی نافرمانی اور پرانی سرکش کا ظہور تھا۔

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہود ہوئے اور نصاریٰ، اور صابئین، جو (بھی) ایمان لایا اللہ اور قیامت کے دن پر اور اس نے نیک عمل کئے تو ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

"اہل کتاب نبی اسرائیل جنت ونجات کا اہل صرف اپنے آپ کو سمجھتے تھے فلاح ابدی کا حقدار ان کے نزدیک ان کے سوا کوئی نہ تھا خواہ اللہ کے دن پر اس کا یقین کتنا ہی کامل اور اس کے اعمال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ وہ کہا کرتے تھے "ہم ہی اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں۔ وہ علی الاعلان کہتے تھے "جنت میں ہرگز نہ جائے گا۔ مگر وہی جو یہودی یا نصرانی ہو۔ فلاح دارین نجات اخروی اور جنت کو انہوں نے اپنے لئے مخصوص سمجھ رکھا تھا باقی کوئی قوم کوئی گروہ ان کے نزدیک اس فضل و انعام کا اہل نہ تھا۔ اسلام نے ان کی عصبیت اور تنگ نظری کی مذمت فرمائی اور یہ اعلان کیا کہ یہودی یا نصرانی یا صابی ہونا مدار نجات نہیں بلکہ نجات کی بنیاد صرف ایمان ہے اور اعمال صالحہ۔ یہاں اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ کے فرشتوں، آسمانی کتابوں اور دیگر ضروریات دین کو ماننا نجات کے لئے ضروری نہیں اس لئے کہ اللہ پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ہر بات کو مانا جائے اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بات کا انکار بھی کفر ہے جو ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا ضروریات دین چونکہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اس لئے ان سب کو ماننا ایمان باللہ ہے اور اس کا انجام چونکہ قیامت کے دن سامنے آئے گا اس لئے قیامت کے دن کا ماننا بھی ضروری ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ کمال ایمان اعمال صالحہ کے بغیر متصور نہیں اس لئے "عمل صالحا" فرمایا گیا۔ آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ گروہی خصوصیات مدار نجات نہیں بلکہ نجات کی اصل بنیاد ایمان اور عمل صالح ہے۔ مسلمان ہو یا یہودی، نصرانی ہو یا صابی جس میں کفر وشرک کا کوئی شائبہ نہ ہو، مومن ہو اور نیک عمل کرتا ہو وہی بے غم اور بے خوف ہے اور اسی کے لئے جنت کی راہیں کشادہ ہیں اور ظاہر ہے کہ کتب سابقہ کی رو سے ایمان اور عمل صالح محمد عربی ﷺ پر ایمان لائے بغیر متصور نہیں۔

والذین هادو النصاری: دونوں کے بارے میں مختلف اقوال ہیں قول راجح یہی ہے کہ جن لوگوں نے دین یہودیت کو اپنایا وہ یہودی ہیں اور جنہوں نے عیسائیت اختیار کر کے اپنے آپ کو اللہ کا مددگار کہا وہ نصرانی ہیں "صائبین" وہ لوگ ہیں جو ایک دین سے دوسرے دین میں داخل ہوئے۔ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ یہودیت اور نصرانیت سے نکل کر فرشتوں کی پرستش کرنے لگے بعض نے کہا کہ وہ یہود اور مجوس کے درمیان ایک قوم ہے یعنی اپنے عقائد اعمال میں یہود و مجوس سے ملتے جلتے لوگ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ کی ذات کا اقرار کرتے ہیں (زبور پڑھتے ہیں فرشتوں کو پوجتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے ہیں اور قرب الی الصواب یہ ہے کہ وہ ستارہ پرست قوم ہیں۔ (خازن، ج:۱، ص:۵۴، مدارک، ج:۱، ص:۵۴)

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اوراد و وظائف

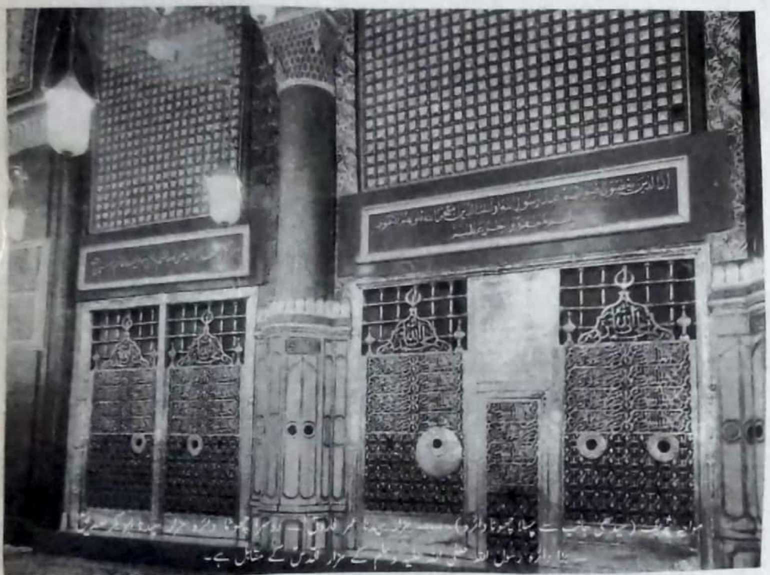
حضرت شیخ وجیہہ الدین یوسف بغدادیؒ نے اپنی کتاب ''مناقب طیب'' میں لکھا ہے کہ میں نے سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے اوراد وظائف اور ان کی تاثیر کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ اوراد و ظائف کی تاثیرات برحق ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ پڑھنے والے کی قوت ایمانی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ شرک سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ تقدیر پر پختہ ایمان ہو۔ لطافت طبع اور رقت قلب کے ساتھ ساتھ پنجگانہ نماز کی پابندی ہو، تہجد کی نماز کا بھی اہتمام کیا جائے۔ اکثر باوضو رہا جائے۔ عمل شروع کرنے سے پہلے صدقہ وخیرات کرنا بھی لازمی ہے۔ پڑھنے والے کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بے پناہ ادب اورمحبت ہو، ان کی اطاعت کا جذبہ موجزن ہو۔ اگر پڑھنے والے میں مسکین نوازی، ایثار، صبرو ثبات، صداقت اور دیانت موجود ہوتو وہ رحمت حق سے اور زیادہ قریب ہوگا۔

جعفر بن سعید بغدادی برکات الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ماہ ربیع الاول (۵۴۱ھ) میں سریر آرائے مسند ارشاد تاجدار بغداد، محبوب سبحانی، قطب ربانی، سلطان الاولیا، غوث الثقلین سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہ وقت تھا کہ حضرت شیخ محترم اپنی ہمت اپنے استقلال اور اپنے دل کی نورانیت کے ساتھ خدمت خلق میں مشغول تھے۔ حضرت کی ذات والا کو آسمان عظمت کے ستاروں میں مہر درخشاں کی حیثیت حاصل تھی۔ قطبیت کبریٰ کا مرتبہ آپ کو حاصل ہو چکا تھا۔ آپ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت پر لا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا:

''حضرت آپ مجھے ایسا عمل تلقین کیجئے جو میرے دینی اور دنیاوی مقاصد کے لئے مفید ہو'' حضرت نے فرمایا:

''صاحبزادے! تحمل اور شدائد کا عادی ہو جا۔ توحید سے محبت کر، ہمیشہ پاک وطاہر رہ، نماز تہجد سے غافل نہ ہو، عبادت میں خشوع خضوع پیدا کر، صدقہ وخیرات میں تاخیر نہ کر، عمل بالقرآن اور اتباع سنت کا خیال رکھ، مال حرام سے اجتناب کر ذکر الٰہی سے محبت کر، ادب رسول اللہ اور محبت رسول کا سرمایہ حاصل کر، صداقت و ریاضت کو سامنے رکھ، اس کے بعد عمل کی تاثیر لیے ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا:

حضور کے توسل سے التجا کرو: جب تیرے دل میں



کوئی آرزو پیدا ہو بعد نماز مغرب دو رکعت نماز نفل پڑھ سلام کے بعد حق تبارک و تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کر۔ تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمدللہ پڑھ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھ پھر یہ سلام عرض کر:۔

السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا خیر خلق اللہ، السلام علیک یا شفیع المذنبین:۔

پھر یہ دعا پڑھے:

''اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدینا والاخرۃ یا واجد یا ماجد لاتزل عنی نعمۃ انعمتھا علی:۔

اس کے بعد حضور رسالت مآب ﷺ کے توسل سے باری تعالیٰ کی جناب میں اپنی التجا پیش کرے۔

وسعت رزق کے لئے

شیخ نجیب الدین بغدادی نے ''تذکرۃ الکرام'' میں لکھا ہے کہ شیخ عفیف الدین سے مجھے ایک خاص عمل پہنچا ہے۔ یہ عمل وسعت رزق، وسعت علم، دفع سحر، حفاظت حمل اور تزکیہ قلب کے لئے فائدہ بخش ہے۔

اس عمل کی ترکیب یہ ہے کہ نماز تہجد کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ مرتبہ درود پڑھ کر یہ کلمات کہے جائیں۔

اللّٰھم انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وعملاً متقبلا وہ شفا من کل داع:۔

ہر مقصد کے لئے مفید عمل

یہ پڑھنے کے بعد سربسجدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کی جائے۔ شیخ عفیف الدین اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''۱۱ ربیع الاول ۵۴۱ھ کو میں نے حضرت ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے درخواست کی کہ حضور مجھے آپ کوئی ایسا عمل بتائیں جو ہر آرزو اور ہر مقصد کے لئے مفید ہو۔

آپ نے فرمایا: نماز مغرب کے بعد سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل ادا کرو، ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ مرتبہ قل ہواللہ پڑھو پر سلام کے بعد ایک سو بار یہ کلمات کہو:

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اس کے بعد حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھو پھر گیارہ بار یہ سلام پڑھا جائے۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ برکاتہ

السلام علیک یارسول اللہ

السلام علیک یاخیر خلق اللہ

السلام علیک یاشفیع المذنبین

السلام علیک وعلی آلک واصحابک اجمعین

پریشانیوں کے عالم میں

کسی شخص کے دریافت کرنے پر غوث اعظم نے فرمایا اگر پریشانیوں کا ہجوم ہو تو یہ طریق عمل اختیار کرو۔ پہلے سورہ فاتحہ سات مرتبہ، پھر سورہ ''الم نشرح'' سات مرتبہ پھر ''سورہ اخلاص'' سات مرتبہ پھر ''درود شریف'' گیارہ مرتبہ پڑھو پھر سر بسجدہ ہو کر یہ الفاظ کہو:

یا قاضی الحاجات و یا کافی المھمات و یا دافع البلیات و یا حل المشکلات و یا رافع الدرجات و یا شافی الامراض و یا مجیب الدعوات و یا ارحم الراحمین۔

پھر یہ الفاظ کہو۔

یا عالم مافی الصدر اخرجنی من الظلمات الی النور

اس کے بعد حضور ﷺ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے درگاہ الٰہی میں اپنی حاجت خشوع وخضوع کے ساتھ پیش کی جائے۔

زیارت رسول ﷺ کے لئے

کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے۔ چونکہ پوچھنے والا صالح اور دیندار شخص تھا۔ اکثر باوضو رہتا تھا۔ نماز کا پابند تھا اور تہجد کا عادی۔ اس کی عبادت میں خشوع وخضوع کی جھلک موجود تھی اور دل میں محبت رسول ﷺ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ غوث پاک کو اس کے ان اوصاف کا علم تھا اس لئے آپ نے اسے مشورہ دیا کہ دوشنبہ کی رات کو نماز عشاء کے بعد کامل طہارت اختیار کرو، نیا لباس پہنو، خوش بو استعمال کرو، مدینہ منورہ کی طرف توجہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی التجا کرو۔ خشوع وخضوع کے ساتھ یہ درود شریف پڑھو۔

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ اللھم صل علی محمد تحب وترضاہ......

اس کے بعد سو جاؤ، انشاء اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔

سحر کا اثر توڑنے کے لئے

حضرت یعقوب بن اسحاق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انوار السالکین'' میں لکھا ہے کہ محبوب سبحانی سیدنا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے اوراد وظائف میں یہ عمل فقیر کے علم ویقین میں نہایت مجرب ہے، ادائیگی فرض، وسعت رزق اور پرہیزگاری کے لئے، سحر کا اثر دور کرنے کے لئے، برق کے طوفان سے محفوظ رہنے کے لئے، ترقی علم اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے نہایت مفید ہے۔

ترکیب یہ ہے کہ بعد نماز مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نفل پڑھے، بہتر یہ ہے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ ''قل ہو اللہ'' پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر سر بسجدہ ہو کر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ یہ کلمات ادا کئے جائیں۔

اللھم انت ربی وانا عبدک یاربی رحمتک والتمس رضوانک

اللھم نجنی من عذابک وافتح لی ابواب رحمتک یاارحم الرحمین

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے باری تعالیٰ کی جناب میں التجا پیش کی جائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ بغدادی، شیخ وجیہہ الدین یوسف اور شیخ نجیب الدین عبدالقاہرؒ نے اس عمل کی بہت تعریف بیان کی ہے۔ ''بحر المعانی'' میں اس عمل کا نام ''عمل غوثیہ'' لکھا ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ عمل ہر آرزو اور ہر مقصد کے لئے مفید ہے۔ فقیر نے اس عمل کو جتنی بار پڑھا تیر بہدف پایا۔''

آسودہ حالی کے لئے

ایک سائل کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ اگر آسودہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو فجر کے وقت سنت اور فرض کے درمیان یہ کلمات روزانہ ایک سو مرتبہ پڑھو۔

سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العلی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ

خطرہ سے نجات

عزت وحیات کے لئے کوئی خطرہ محسوس ہو تو اس صورت میں آپ نے ذیل کے کلمات سو بار پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے:

بسم اللہ الاذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھوالسمیع العلیم

رزق کی زیادتی کے لئے

رزق کی زیادتی کے لئے آپ نے یہ دعا فرمائی ہے۔

اللھم اعظنی رزق کثیراً یا مجیب الدعوات و یا ارحم الراحمین

استخارہ غوثیہ

''مفتاح الکرامات'' میں ''استخارہ غوثیہ'' کے نام سے ایک استخارہ درج ہے۔ شیخ نجیب الدین لکھتے ہیں کہ اگر کسی کام کے سلسلہ میں آپ صحیح طور پر نتیجہ معلوم کرنا چاہیں تو استخارہ غوثیہ پڑھیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز باجماعت ادا کریں ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ ''قل ہو اللہ'' پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد یہ دعا پڑھی جائے۔

اللھم انی استخرک بعلمک و اسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر والا اقدر وانعم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی ناقدرہ لی ویسر لی وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی ناصرنہ عنہ یاارحم الراحمین۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد سو جائیں کام کا انجام معلوم ہو جائیگا۔

استخار کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز عشاء دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھیں۔ مندرجہ ذیل درود شریف کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاۃ السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا شفیع المذنبین، السلام علیک وعلی آلک واصحابک اجمعین، اللھم صلی علی محمد کما تحب وترضاہ

اس کے بعد ذیل کے کلمات ایک ایک سو بار پڑھے جائیں۔

یاعلیم علمنی، یابشیر بشرنی، یاخبیر اخبرنی، یابین بین لی۔

اس کے بعد سو جائیں اور کسی سے بات چیت نہ کریں انشاءاللہ کام کے نتیجہ سے خبر مل جائے گی۔

دل کو راحت ملے گی

ایک سائل کے جواب میں غوث اعظم نے فرمایا کہ انشراح قلب ایک نعمت ہے، اس کے لئے طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز تہجد دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ یہ دو رکعت بہ نیت انقطاع از ماسوااللہ ورجوع الی اللہ پڑھے جائیں پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں پھر گیارہ بار الم نشرح پڑھیں:

اس کے بعد غوث اعظم نے فرمایا:

انشراح قلب کے لئے اک راہ عمل یہ بھی ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اکیسویں رات، تئیسویں رات، پچیسویں رات، ستائیسویں رات اور انتیسویں رات کو ذکر الٰہی کریں تا کہ شب کو خدا کی برکتیں حاصل ہوں۔ تہجد کی نماز بھی روزانہ پڑھیں، ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کریں، کھانا کم کھائیں کہ اس سے رقت قلب حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو گفتگو کم کریں، اس سے دل کو راحت محسوس ہوتی ہے۔

دنیا سے بے رغبتی ملے گی

ایک شخص کے دریافت کرنے پر غوث اعظم نے فرمایا منازل طریقت طے کرنے کے لئے شرک سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔ اس کے لئے بہترین راہ عمل یہ ہے کہ نماز تہجد کے بعد دو رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سو بار یہ کلمات پڑھے۔

لامعبود الا اللہ، لامقصود الا اللہ، لاموجود الا اللہ

ان کلمات کے پڑھنے کا اثر یہ ہوا کہ ماسوا سے بےتعلقی پیدا ہو جائے گی اور ذکر الٰہی سے دل کو لذت حاصل ہوگی۔

بعض اہل معرفت نے اس عمل کو مراقبہ توحید بھی لکھا ہے۔ اس عمل کے پڑھنے والوں کو عزم راسخ اور استقامت محکم کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ دل پر کسی کا رعب نہیں بیٹھتا۔

یعقوب بن اسحاق بغدادی اس عمل کی تعریف میں لکھتے ہیں ص

اس سلسلہ میں فقیر کا مشاہدہ یہ ہے کہ اس عمل کی برکت سے کبھی کبھی شرح صدر بھی ہو جاتا ہے۔ معرفت کے لئے اس درویش کا سینہ کھل جاتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ معرفت کے لئے کھول دے اس کے خوش نصیب ہونے میں کیا شبہ ہے ''فھو علی نور من ربہ (وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے)

اگر اس عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو ہدایت الٰہی، توفیق سالک ہو جاتی ہے۔ اور سینہ میں معرفت کا شور جوش زن ہوتا ہے۔ دل میں صداقت وحقانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اعلان حق کے لئے ہمت عالی مل جاتی ہے۔ ریاضت ومجاہدہ کے لئے عزم راسخ مل جاتا ہے۔ تنہائی، بے کسی اور بے سروسامانی کا خیال دل سے نکل جاتا ہے۔

یعقوب بن اسحاق بغدادی نے ''نور السالکین'' میں لکھا ہے کہ ایک سائل کے جواب میں حضرت غوث پاک نے فرمایا زندگی کے تفکرات سے نجات پانے کے لئے یہ عمل مفید ہے۔

بعد نماز مغرب سنتیں پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھیں اس کے بعد گیارہ بار یہ پڑھیں۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شی قدیر

پھر تین بار یہ پڑھے: یسبح لہ مافی السموات فی والارض وھوالعزیز الحکیم

پھر گیارہ مرتبہ یہ پڑھیں۔

اللھم افتح لی ابواب رحمتک یاارحم الراحمین، اللھم استجب ھذا دعائی بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیخ وجیہہ الدین بغدادیؒ لکھتے ہیں۔ فقیر کے تجربہ میں رنج اور اضطرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ عمل بہت مجرب ہے۔

طالب معرفت کا عمل

شیخ نجیب الدین بغدادیؒ عبدالقاہر سہروردی ''مناقب الحبیب'' میں لکھتے ہیں۔

سیدنا ابومحمد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے ایک طالب معرفت سے فرمایا سالک کے لئے ضروری ہے کہ سوائے فرائض وواجبات وسنن کے کچھ اوراد وظائف جو تزکیہ نفس کے لئے بے حد مفید ہیں ضرور پڑھے۔ خاص طور پر نماز تہجد اور نماز اشراق لازم ہے۔ اور بوقت فجر سنت وفرض کے درمیان اکتالیس بار سورہ فاتحہ پڑھے اور سو بار سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، وبحمدہ استغفراللہ۔ ضرور پڑھے اس عمل سے بےنظیر روحانی قوت نصیب ہوتی ہے۔

شیخ عفیت الدین ''کشف الاسرار'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے بہت سے اعمال و وظائف اس فقیر کو مرحمت فرمائے۔ یہ عمل فقیر کے تجربہ میں نہایت زوداثر ہے۔ اگر آپ کا دل بے حد پریشان ہے اور آپ سکون دل کے آرزومند ہیں تو سب سے پہلے تین بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھیں پھر دو رکعت نماز نفل پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد اللھم طھر قلبی عن غیرک ونور قلبی بنور معرفتک ابدا'' یا اللہ، یا اللہ، گیارہ بار پڑھیں، اس کے بعد یہ کلمات پڑھیں۔

لا فاعل الا اللہ ولا موجود الا اللہ یا اللہ یا فتاح یا باسط

آپ کی دعائیں

آپ کی دو دعائیں بہت مشہور ہیں جو آپ بعض مجالس میں پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں وہ دعائیں اور ان کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

اے اللہ! ہم تیرے وصال کے بعد روک دیے جانے، تیرے مقرب بن کر نکال دیے جانے اور تیرے مقبول بننے کے بعد مردود بننے سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ تو ہمیں اپنی اطاعت وعبادت کرنے والوں میں سے کر دے اور ہمیں توفیق دے کہ تیرا شکر اور تیری حمد کرتے رہیں۔

اے اللہ ہم تجھ سے ایسے ایمان کے طلب گار ہیں جو تیری جناب میں پیش کرنے کے قابل ہو اور ایسا یقین چاہتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہم قیامت کے دن تیرے جناب میں بے کھڑا ہوسکیں۔ ایسی عصمت کے خواہش مند ہیں جس کے ذریعہ سے تو ہمیں گرادب معاصی سے نکالے۔ ایسی ہمت چاہتے ہیں جس کے ذریعہ سے تو ہمیں عیبوں کی زندگی سے پاک وصاف کر دے۔ ایسا علم چاہتے ہیں جس کے ذریعہ سے تیرا اوامر ونواہی کو سمجھ سکیں۔

اے آقا! ہمیں ایسا فہم عطا کر جس سے ہم تیری جناب میں دعا کرنا سیکھیں۔ اے اللہ! تو ہمیں دنیا و آخرت میں اہل اللہ میں سے بنا، ہمارے دلوں کو نور معرفت سے پر کر دے ہماری آنکھوں کو اپنی ہدایت کے سرمہ سے سرگیں کر دے۔ ہمارے افکار کے قدم شبہات کے موقعہ پر پھسلنے سے اور ہماری نفسیات کے پردوں کو خواہشات کے آشیانے میں جانے سے روک لے۔ ہماری شہوات سے ہیں نکال کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے میں ہماری مدد فرما۔ ہمارے گناہوں کے نقوش کو ہمارے اعمال نامہ سے نیکیوں کے ساتھ مٹادے۔ اے اللہ! جب کہ ہمارے افعال مرہونہ ظلم کی قبروں میں مدفون ہونے کے قریب ہوں اور تما اہل سخاء ہم سے منہ موڑنے لگیں، اور ہماری امیدیں ان سے منقطع ہو جائیں تو اس وقت قیامت میں تو ہمارا والی اور مددگار بن، اپنے ناچیز بندہ کو جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا اجر دے اور لغزشوں سے اسے بچا۔ کل حاضرین کو نیک بات اور نیک کام کی توفیق عطا کر اور اس کی زبان سے وہ بات نکلوا جس سے سننے والوں کو فائدہ پہنچے۔ جس کے سننے سے آنسو بہنے لگ جائیں اور سخت سے سخت دل بھی موم ہو جائیں۔

اے اللہ! اسے اور تمام حاضرین اور کل مسلمانوں کو بخش دے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایماندار کو ستانا اللہ کے نزدیک کعبہ اور بیت اللہ کے شہید کرنے دینے سے کئی گناہ زیادہ گناہ ہے۔

نادان! جب کسی سخی مرد سے معاملہ کرے تو باادب رہ۔ اجرت اور غنا طلب نہ کر۔ بے ادبی کے بغیر اور بے مانگے دونوں چیزیں مل جائیں گی۔ جب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے گا کہ تم نے حرص، طلب اور بے ادبی کو ترک کر دیا ہے تو دوسرے لوگ جو تم سے معاملہ رکھنے والے ہیں ان کو بھی الگ کر دے گا اور تمہیں خوشحال کر کے ان سے بلند جگہ پر بٹھا دے گا۔ اللہ تعالیٰ اعتراض کرنے والے اور نزاع کرنے والے کی مصاحبت نہیں کرتا۔ جو شخص تقدیر الٰہی کی موافقت کرتا ہے اس کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصاحبت رہتی ہے۔ عارف الٰہی اللہ ہی کے ساتھ رہتا ہے غیر کے ساتھ نہیں اسی کا موافق ہوتا ہے غیر کا نہیں۔

☆......☆......☆

استخارہ غوثیہ

''مفتاح اکرامات'' میں ''استخارہ غوثیہ'' کے نام سے ایک استخارہ درج ہے۔ شیخ نجیب الدین لکھتے ہیں کہ اگر کسی کام کے سلسلہ میں آپ صحیح طور پر نتیجہ معلوم کرنا چاہیں تو استخارہ غوثیہ پڑھیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نما باجماعت ادا کریں ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد یہ دعا پڑھی جائے۔

اللھم انی استخرک بعلمک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر والا اقدر وانعم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی نا قدرہ لی ویسر لی وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی ناصرنہ عنہ یا ارحم الراحمین۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد سو جائیں کام کا انجام معلوم ہو جائیگا۔

استخار کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز عشاء دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھیں۔ مندرجہ ذیل درود شریف کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاۃ السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا شفیع المذنبین، السلام علیک وعلی آلک واصحابک اجمعین، اللھم صلی علی محمد کما تحب وترضاہ

اس کے بعد ذیل کے کلمات ایک ایک سو بار پڑھے جائیں۔

یا علیم علمنی، یا بشیر بشرنی، یا خبیر اخبرنی، یا بین بین لی۔

اس کے بعد سو جائیں اور کسی سے بات چیت نہ کریں انشاء اللہ کام کے نتیجہ سے خبر مل جائے گی۔

قرآن کریم کا دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے

محبت رسول پر دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کی نایاب تحریر

ہم قرآن کریم نہیں دیکھتے، ہم قرآن حکیم نہیں پڑھتے، سنی سنائی پر یقین کر لیتے ہیں، بہت بھولے ہیں...... جب قرآن کریم میں ہر چیز کا روشن بیان (سورہ نحل ۸۹) ہے اور ہر بات کی تفصیل (سورہ یوسف ۱۱۱) موجود ہے تو پھر قرآن کریم سے کیوں نہ پوچھا جائے...... ادھر ادھر کیوں بھٹکتے رہیں؟...... ایک ایک کا منہ کیوں تکتے رہیں؟...... کوئی کچھ بتاتا ہے کوئی کچھ...... دل اُلجھ کر رہ جاتا ہے، دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے...... متاع عشق و محبت برباد ہونے لگتی ہے، جب وہ برباد ہوگئی تو پھر کیا رہ گیا؟...... ایک خاک کا ڈھیر، ایک بے جان لاشہ...... محبت کی باتیں اتنی مشکل نہیں جو سمجھ میں نہ آ سکیں...... دل والا ہو تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے...... یہ باتیں دماغ سوزی میں سمجھ میں نہیں آتیں۔

ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

کسی بھی شخصیت سے جب تک محبت نہ ہو اور اس کی عظمت کا نقش دل میں نہ بیٹھے۔ اس کے حضور ادب کا جذبہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا...... اللہ تعالیٰ نے جب محبت کی بات کی تو اپنی اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایک ہی معیار رکھا، (سورہ توبہ ۲۴) دو معیار نہ رکھے تا کہ آپ کی قدر و منزل کا بخوبی اندازہ ہو جائے...... اپنی جان سے بڑھ کر آپ سے محبت کو ایمان کے لیے شرط اول قرار دیا (توبہ ۱۲) اور محبت کو تعظیم کے لئے شرط اول قرار دیا...... اور تعظیم کو ادب کے لئے شرط اول قرار دیا...... فرشتوں کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کا نقش عظمت بیٹھا تو سب کے سب سجدہ ریز ہو گئے (سورہ اعراف ۱۱، سورہ بقرہ ۲۴)...... برادران یوسف علیہ السلام کے دل میں جب حضرت یوسف علیہ السلام کا نقش عظمت بیٹھا تو سب کے سب ان کے حضور سجدے میں گر پڑے (سورہ یوسف ۱۰۰)...... ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو محض ایک بشر اور انسان سمجھا اس لیے تعظیم کے لیے تیار نہ ہوا، ہمیشہ کے لئے مردود و ذلیل ہوا (سورہ اعراف ۱۱-۱۲)...... محبت، فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے، یہ انقلاب پیدا نہ ہو تو انجام وہی ہوتا ہے جو ابلیس کا ہوا۔ ہمیں ہر آن اپنے فکر و نظر کی حفاظت کرنی



چاہیے۔ کوئی مسلمان انبیاء علیہم السلام کو محض ایک انسان اور بشر نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ یہ فکر و خیال ابلیس کا ہے، یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کا ہے جس کا بار بار قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے (سورہ ابراہیم ۱۰، انبیاء ۳۰، مومنون ۲۴-۳۳، شعراء ۱۸۶، یٰس ۱۵، ہود ۲۷)...... اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہو سلم سے صرف ایک بار جو یہی بات کہلوائی (کہف، ۱۱۰) تو اس میں کفار و مشرکین کے خیال باطل کی تردید ہے کہ اگر ظاہری صورت میں تم کو بشر نظر آ رہا ہو تو تم یہ نہیں دیکھتے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، تم میں سے کس پر وحی نازل ہوئی؟ تو پھر تم جیسا بشر کیسے ہوا؟

اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نقش دلوں میں جمایا پھر آپ کی عظمت کا نقش دلوں میں بٹھایا تا کہ جب ادب کی باتیں کی جائیں تو یہ باتیں دلوں میں بیٹھتی چلی جائیں...... تعظیم و تکریم کے لیے فرمایا:

O...... میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔ (سورہ مائدہ ۱۲)

O...... اس رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (سورہ سورہ فتح ۹)

O تو وہ جو اس پر ایمان لائیں، اور اس کی تعظیم کریں۔ (سورہ اعراف ۱۵۷)

ایمان لانے کے بعد ہی تعظیم کا ذکر فرمایا پھر دل و جان سے مدد کرنے کا ذکر فرمایا، پھر آپ کی اطاعت و پیروی کا ذکر فرمایا...... اس کے بعد یہ خوشخبری سنائی کہ ایمان لانے والے تعظیم کرنے والے، مدد کرنے والے، اطاعت و پیروی کرنے والے ہی تو بامراد ہیں (سورہ اعراف ۱۵۷)...... بیشک دونوں جہاں میں سرفرازی کا یہی طریقہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے، آپ کی دل و جان سے تعظیم کی جائے اور اس تعظیم و ادب کو اپنے قول و عمل سے ظاہر کیا جائے...... محبت کی خوشبو پھیلے بغیر نہیں رہتی...... حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی ذکر فرمایا ہے...... اور یہ کہیں نہ فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسول کی اطاعت کی بلکہ یہ فرما کر آپ ﷺ کی عظمت کو بڑھایا۔



اندرونی منظر مزار حضرت محی الدین ابن عربی
دمشق شام

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی (سورہ النساء ۸۰، آل عمران ۳۲، ۱۳۲)...... مقصود و مطلوب آپ کی محبت واطاعت ہے جس نے آپ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے آپ کی اطاعت کی اللہ کا محبوب بن گیا (سورہ آل عمران ۳۱)...... اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کے آثار اور نشانیوں کی تعظیم کا بھی حکم دیا ہے (سورہ حج ۳۰، ۳۲)...... کہ محبوبوں سے نسبت رکھنے والی چیزیں بھی محبوب ہوتی ہیں...... یہی محبت کی فطرت ہے۔

کسی بھی شخصیت کا نقش عظمت دل میں بٹھانے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اس کی آمد آمد کا ذکر کیا جائے اور اس کا نام نہ بتایا جائے...... اللہ تعالیٰ نے ظہور قدسی سے لاکھوں، کروڑوں سال پہلے انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا اور ان سے یہ عہد لیا کہ جب وہ آنے والا آئے تو سب اس پر ایمان لائیں اور دل و جان سے اس کی مدد کریں (سورہ آل عمران ۸۱)

...... یہ معمولی واقعہ نہیں ایک عظیم واقعہ ہے...... پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دونوں ہاتھ پھیلائے اس آنے والے کے لیے دعا فرما رہے تھے (سورہ بقرہ ۱۲۹)...... پھر ظہور قدسی سے تقریباً ۵۷۰ سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرما رہے ہیں اور اس آنے والے رسول کی خبر دے رہے ہیں، ہر امتی کو جس کا انتظار تھا اور جس کے وسیلے سے فتح ونصرت کے لیے دعایں مانگی جاتی تھیں۔ (بقرہ ۸۹)...... فرما رہے ہیں،

کسی بھی شخصیت کا نقش عظمت دل میں بٹھانے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اس کی آمد آمد کا ذکر کیا جائے اور اس کا نام نہ بتایا جائے...... اللہ تعالیٰ نے ظہور قدسی سے لاکھوں، کروڑوں سال پہلے انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا اور ان سے یہ عہد لیا کہ جب وہ آنے والا آئے تو سب اس پر ایمان لائیں اور دل و جان سے اس کی مدد کریں (سورہ آل عمران ۸۱)...... یہ معمولی واقعہ نہیں ایک عظیم واقعہ ہے...... پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دونوں ہاتھ پھیلائے اس آنے والے کے لیے دعا فرما رہے تھے

''میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا (سورہ صف)...... یہ رفع ذکر کا وہ نظارہ ہے جو سارے عالم کو دکھایا گیا (سورہ قدر ۳) تاکہ آپ کی شان اور دوبالا ہو جائے...... پھر جس کی آمد آمد کا ذکر کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے اپنی اپنی امتوں میں کیا اور دنیا میں ایک غلغلہ بپا ہوا، اچانک اس پیکر نوری کی آمد کا اعلان فرمایا گیا (سورہ مائدہ ۱۵)...... اور آپ کو ساری مخلوق میں افضل و برگزیدہ

بنایا گیا (مسلم شریف، باب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ترمذی شریف، کتاب التفسیر)...... آپ کی عظمت و شان کے اظہار کے لیے آپ کے آباء کی قسم کھائی (سورہ بلد ۳)...... آپ کی حیات مبارکہ کی قسم کھائی (سورہ حجر ۷۲)...... آپ کے شہر مقدس مکہ معظمہ کی قسم کھائی (سورہ بلد ۱۔۳)...... آپ کے اخلاق عالیہ کا ذکر فرمایا (سورہ قلم ۴)...... آپ کی عادت کریمہ کا ذکر فرمایا (سورہ توبہ ۱۲۸)...... آپ کے علم وفضل کا ذکر فرمایا (سورہ تکویر: ۲۴ سورہ نساء ۱۱۳)...... آپ کی رحمت عامہ کی شان یہ بتائی کہ سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے (سورہ انبیاء ۱۰۷)...... تبلیغ وارشاد کی شان یہ بتائی کہ آپ کی ذات سارے عالم کے لیے کافی ہے (سورہ سباء)...... نبوت ورسالت کی شان یہ بتائی کہ اب قیامت تک صرف آپ ہی کا فیض جاری رہے گا، کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا (سورہ احزاب)...... اور قیامت کے دن عرش کے داہنی جانب صرف اور صرف آپ کی کرسی رکھی جائے گی (ترمذی شریف، کتاب المناقب) یہ ساری باتیں اس لئے کہی گئیں تاکہ سننے والوں کے دلوں میں آپ کا نقش عظمت قائم ہو اور کوئی آپ کے ظاہر کو دیکھ کر اپنے جیسا انسان نہ سمجھ بیٹھے اور دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو...... جس طرح کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ نے سمجھا اور ذلیل ورسوا ہوئے (سورہ ابراہیم ۴۰)...... قرآن کریم کا دامن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضائل و کمالات کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے، دیکھنے کے لیے نظر چاہئے...... آیئے کچھ اور نظارہ کریں...... اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ خود ہر مسلماں کی رگ جاں سے قریب ہوا (سورہ ق ۱۶)...... اور تاجدار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مسلماں کی جاں سے قریب کیا (سورہ سورہ احزاب)...... خود فرما رہے ہیں، کوئی مومن ایسا نہیں جس کے ساتھ میں، دنیا و آخرت میں قریب نہیں'' (بخاری شریف، کتاب الاستقراض، مسلم شریف، کتاب الجمعہ)...... آپ کی شان کیا بیان کی جائے، ساری امت پر آپ کو گواہ بنایا گیا (سورہ سورہ احزاب ۴۵، سورہ فتح ۸، سورہ مزمل ۱۵)...... آپ کو وہ قرآن عطا فرمایا جس میں ہر چیز کا

روشن بیان اور تفصیل موجود ہے (سورہ نحل ۸۹، سورہ یوسف ۱۱۱)..... آپ کو ہزار مہینوں سے افضل لیلۃ القدر عطا کی گئی (سورہ قدر ۳)..... آپ کو مقام محمود کی بشارت سنائی گئی..... سورہ بنی اسرائیل ۷۹)..... آپ پر درود بھیج کر اس مسند عظمت پر بٹھایا گیا (سورہ بقرہ ۲۴۸)..... جس کی بلندیوں کا ادراک انسان کے بس کی بات نہیں..... آپ ہی کی رضا و خوشنودی کے لیے قبلہ کا رخ بدل دیا گیا..... بیشک تو جدھر ہے ادھر خدائی ہے۔

اللہ کو اپنے محبوبوں سے بڑی محبت ہے..... ان سے تو محبت ہے ہی، ان چیزوں سے بھی محبت ہے جن سے محبوبوں کو نسبت ہے..... اس رمز محبت کو اچھی طرح سمجھ لیجئے..... دل میں اتار لیجیے..... لکڑی کا وہ صندوق جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، قرآن حکیم نے اس کو ''چین کا گھر'' (سورہ سورہ بقرہ ۲۴۸) قرار دیا اور فرشتوں نے اسے اٹھایا (سورہ ایضاً ۲۴۸)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کو بیت اللہ کے سامنے رکھوایا اور اپنی نشانی قرار دیا (سورہ بقرہ ۱۲۵، سورہ آل عمران ۵۷)..... حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے نشان راہ کو اپنی نشانی قرار دیا اور اس کے گرد چکر لگانے کی اجازت دی گئی (سورہ بقرہ ۱۵۸)..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عالی نسبتوں کی وجہ سے دنیا کی ساری مساجد میں سے تین مسجدوں کا انتخاب فرمایا اور دور دراز کا سفر کر کے ان مسجدوں کی زیارت اور ان میں عبادت کی اجازت مرحمت فرمائی (سورہ جامع الرضوی، جلد ۲، ص ۳۱۲ بحوالہ بخاری شریف)..... اس اجازت میں کیا راز تھا؟..... وہی راز محبت جس کو عقل والے نہیں سمجھ سکتے۔ سرکار دو عالم صلی الہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں سفر کر کے حاضری کی اس لیے اجازت دی کہ اس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام (سورہ بقرہ ۲۱۷، جامع الرضوی، جلد ۲، صفحہ ۳۰۹) اور نہ معلوم کتنے ہزاروں، لاکھوں انبیاء وصلحاء امت سے نسبت ہے اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں عبادت و ریاضت فرمائی..... مسجد اقصیٰ میں سفر کر کے حاضری کی اس لیے اجازت دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیمہ کی جگہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بنیاد رکھی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو تعمیر کرایا (سورہ سبا ۱۲، ۱۳، سورۂ اسراء ۱، جامع الرضوی جلد ۲، صفحہ ۳۱۰) اور مسجد نبوی شریف میں سفر کر کے حاضری کی اس لیے اجازت دی کہ اس کی تعمیر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا، (جامع الرضوی، جلد ۲، صفحہ ۳۱۰ بحوالہ بخاری شریف، سورۂ توبہ ۱۰۸-۱۰۹) اس کو مرکز اسلام بنایا، اسی کے متصل ہی قیام فرمایا..... آج ازواج مطہرات کے سارے حجرے بلکہ مدینہ منورہ کا بڑا حصہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہو گیا ہے..... آپ خود اس مسجد شریف میں آرام فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی..... ساری بہاریں نسبتوں کی ہیں..... اللہ اللہ! محبوبوں کی اداؤں کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کا حصہ بنادیا (سورہ حج ۳۲، سورہ بقرۃ ۱۵۸) اس رمز محبت کو سمجھنے کی کوشش کریں پھر سب باتیں سمجھ میں آتی چلی جائیں گی.....

جب دل میں کسی کی محبت و عظمت گھر کر جاتی ہے تو اس محبوب کے حضور ادب کے لئے ابھارتی ہیں..... محبت خود بخود ادب سکھاتی ہے..... وہ محبوب کی خامیاں تلاش نہیں کرتی..... یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے..... وہ محبوب کی ہر ادا پر جان فدا کرتی ہے..... خامیاں اور برائیاں تلاش کرنا تو دور کی بات ہے، وہ محبوب کی برائی سننا بھی پسند نہیں کرتی، برائی کرنے والوں سے منہ پھیر لیتی ہے..... پھر کبھی پلٹ کر نہیں دیکھتی..... اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا..... ہمارے لیے نمونہ بنایا (سورہ احزاب ۲۱)..... محبت کرنے اور محبت کی باتیں کرنے کا حکم دیا..... ذہنی پراگندگی اور پریشاں خیالی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا..... اللہ اکبر! عاشق کو آداب محبت سکھا کر جینے کا سلیقہ بتادیا.....

1..... نام نامی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب سکھایا..... خبردار! نام لے لے کر اس طرح نہ پکارو اور نہ بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے اور بلاتے ہو (سورہ نور ۱۶۷)..... اور خود بھی قرآن کریم میں نام لے کر خطاب نہ فرمایا جس طرح اور نبیوں کے نام لے کر خطاب فرمایا ہے (سورہ مآئدہ ۴۱، ۶۷، انفال ۶۴، ہود ۴۸، بقرہ ۳۵، قصص ۳۰، صفت ۱۰۴-۱۰۵).....

2..... آپ کے خرام ناز اور چال کا یہ ادب بتایا کہ نہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرو اور نہ چلتے چلتے آگے نکلو (سورۂ حجرات ۱).....

3..... دولت کدے میں حاضری کا یہ ادب سکھایا کہ گھر کے باہر سے ہرگز ہرگز آپ کو آواز نہ دو..... انتظار کرو کہ آپ خود باہر تشریف لے آئیں۔ (سورہ حجرات ۴-۵)

4..... ازواج مطہرات کا یہ ادب بتایا کہ کبھی کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو (سورہ احزاب ۵۳).....

5..... دولت کدے پر حاضری کا ادب یہ بتایا کہ بغیر بلائے نہ جاؤ، جب کبھی کھانے پر بلائیں تو وقت پر جاؤ، یہ نہیں کہ پہلے سے چلے جاؤ اور کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ (سورہ احزاب ۵۳

6..... اور دعوت کا ادب یہ سکھایا کہ جب کھانا کھا چکو تو خواہ مخواہ بیٹھے باتیں نہ کرتے رہو کہ اس سے نبی کریم صلی الہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے۔ واپس چلے آؤ۔ (سورہ احزاب ۵۳)

7..... خلوت کدے میں کوئی خاص بات کرنے کا ادب یہ بتایا کہ اگر تنہائی میں بات کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے اللہ کی راہ میں کچھ صدقہ دو (کہ تم ایک بڑے دربار میں حاضر ہو رہے ہو) پھر حاضر ہو کر سرگوشی میں بات کر سکے ہو۔ (سورہ مجادلہ ۱۱۲، ۱۱۳، ۵۸)

8..... محفل کا ادب یہ سکھایا کہ جب سرکار دو عالم گفتگو

اللہ کو اپنے محبوبوں سے بڑی محبت ہے..... ان سے تو محبت ہے ہی، ان چیزوں سے بھی محبت ہے جن سے محبوبوں کو نسبت ہے..... اس رمز محبت کو اچھی طرح سمجھ لیجئے..... دل میں اتار لیجیے..... لکڑی کا وہ صندوق جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، قرآن حکیم نے اس کو ''چین کا گھر'' (سورہ سورہ بقرہ ۲۴۸) قرار دیا اور فرشتوں نے اسے اٹھایا (سورہ ایضاً ۲۴۸)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کو بیت اللہ کے سامنے رکھوایا اور اپنی نشانی قرار دیا (سورہ بقرہ ۱۲۵، سورہ آل عمران ۵۷)..... حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے نشان راہ کو اپنی نشانی قرار دیا اور اس کے گرد چکر لگانے کی اجازت دی گئی (سورہ بقرہ ۱۵۸).....

فرما رہے وہاں تو خوب کان لگا کر سنو کہ (سورہ بقرہ ۱۰۴) دوبارہ متوجہ کرنے کی نوبت ہی نہ آئے کہ یہ بھی ادب کے خلاف ہے...... اگر متوجہ کرنا ہو تو اُنظرنا کہو یعنی ہم پر دوبارہ نظر کرم فرمایئے (سورہ بقرہ ۱۰۴)۔

9...... بات کرنے کا ادب یہ سکھایا کہ جب آپ سے باتیں کرو تو خبردار آپ کی آواز سے اونچی آواز نہ کرنا اور نہ تڑخ کر بولنا ایسا نہ ہو کہ اس بے ادبی کی وجہ سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو (سورہ حجرات ۲-۳)......

10...... مجلس مشاورت کا ادب یہ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسئلے پر گفتگو کے لیے بلائیں اور سب جمع ہوں تو خبردار! بغیر آپ کی اجازت کے کوئی اٹھ کر نہ جائے (سورہ نور ۶۲)...... اگر کوئی اجازت لینا چاہے، جس کو چاہیں آپ اجازت دیں (سورہ نور ۶۲) اور جس کو چاہیں اجازت نہ دیں۔

11...... یہ محفل بڑی عالی محفل ہے...... جو لوگ آڑ لے کر چپکے سے چلے جاتے ہیں، اللہ ان کو دیکھتا ہے، خبردار! ایسا نہ کرو کہیں تم کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور تم پر دردناک عذاب نہ آن پڑے (سورہ نور ۶۳)...... اللہ اکبر یہ وہ بارگاہ ادب ہے جہاں آواز اونچی کرنے پر اعمال ضائع ہو رہے ہیں (سورہ حجرات ۲)...... جہاں محفل سے بلا اجازت چلے جانے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے...... بیشک ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

...... آپ کے فیصلے کا یہ ادب کہ جو فیصلہ فرمادیں، دل سے تسلیم کیا جائے، ذرہ برابر دل میں غبار نہ رکھا جائے (سورہ نساء ۶۵)...... وہ فیصلہ فرمادیں تو کسی کو کوئی اختیار نہیں (سورہ احزاب ۳۶)...... وہ بے اختیار نہیں، اُن کے سامنے ہم بے اختیار ہیں۔

...... آپ کے حکم کا یہ ادب کہ جب بلائیں فوراً حاضر ہو جاؤ، (سورہ انفال ۲۴) خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔

...... حکم کی تعمیل میں ذرا سی سستی پر تین صحابہ کرام کی وہ گرفت ہوئی کہ ان کی جان پر بن گئی، زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی، (سورہ توبہ ۱۱۷) سرکار دوعالم صلی الہ علیہ وسلم نے بولنا کیا بند کیا، سب نے بولنا بند کر دیا۔

تو کیا بدل گیا کہ زمانہ بدل گیا!

چالیس دن اسی کرب واضطراب میں گزر گئے پھر وحی نازل ہوئی، توبہ قبول ہوئی، جان میں جان آئی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے لگایا، سب نے گلے لگایا، سب بولنے لگے......

...... ازواج مطہرات کا یہ ادب کہ ان کو مومنین کی مائیں قرار دیا (سورہ احزاب ۶) اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کو باپ کہنے سے منع کر دیا گیا (سورہ سورہ احزاب ۴۰) کہ آپ اللہ کے محبوب اور رسول ہیں...... آپ کی شان بہت عالی ہے...... بھائی تو بھائی، آپ کو باپ کہنا بھی گستاخی ہے......

...... سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد ازواج مطہرات کو مومنین پر حرام کر دیا (سورہ احزاب ۵۳)...... اور فرمایا کہ اُن سے کسی کو نکاح کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑی جرأت ہے (سورہ ۵۳)...... وہ زندہ ہیں، وہ پائندہ ہیں۔

...... اللہ کے حضور گناہوں کی معافی مانگنے اور توبہ کرنے کا یہ سلیقہ بتایا کہ جب گناہ ہو جائے تو سیدھے ہمارے پاس نہ آؤ، ہمارے محبوب کریم کے پاس جاؤ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، توبہ کرو اور آپ بھی اس کی سفارش فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔ (سورہ نساء ۶۴)

...... اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلے سے آپ کی امت کے اگلے گناہوں کی بخشش کا وعدہ فرمایا (سورہ فتح ۲) اور دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی...... بیشک آپ رحمت عالم ہیں (سورہ انبیاء ۱۰۷)...... آپ کے ہوتے امت پر عذاب ہو ہی نہیں سکتا (سورہ انفال ۳۳)......

20...... اللہ تعالیٰ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ذرا سی بھی ایذا رسائی گوارہ نہیں...... مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اس طرح نہ ستانا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے ماننے والوں نے ستایا تھا (سورہ احزاب ۲۹، ۵۳)...... پھر فرمایا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قول وعمل سے ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور آخرت میں ذلت کا عذاب (سورہ احزاب ۵۷)...... اور دردناک عذاب (سورہ توبہ ۶۱)...... جب ادنیٰ سی ایذا رسانی پر وعیدیں ہیں تو آپ کی شان میں زباں درازیوں اور گستاخیوں کا کتنا بڑا عذاب ہوگا؟......

ایک منافق امام بدنیتی سے حضور انور صلی اللہ علیہ کی شان گھٹانے کے لے نماز میں ہمیشہ سورہ عبس پڑھا کرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابی کو بھیج کر اُس منافق امام کا سر قلم کرادیا (تفسیر روح البیان، جلد ۱۰، ص ۳۳۱) حالاں کہ وہ قرآن ہی پڑھا کرتا تھا مگر نیت میں کھوٹ تھا، گردن زدنی قرار دیا گیا...... خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی اور بدنیتی برداشت نہیں کر سکتے تھے، یہ اس سچی محبت کا تقاضا تھا جس سے اُن کے سینے روشن تھے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسی محبت کرتے تھے اور آپ کا جیسا ادب اور تعظیم کرتے تھے، اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی...... حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ادب وتعظیم کے جو ایمان افروز مناظر دیکھے ان کو بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

قسم خدا کی، بادشاہ کے دربار میں وفد لے کر گیا ہوں...... میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا

...... ازواج مطہرات کا یہ ادب کہ ان کو مومنین کی مائیں قرار دیا (سورہ احزاب ۶) اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کو باپ کہنے سے منع کر دیا گیا (سورہ سورہ احزاب ۴۰) کہ آپ اللہ کے محبوب اور رسول ہیں...... آپ کی شان بہت عالی ہے...... بھائی تو بھائی، آپ کو باپ کہنا بھی گستاخی ہے...... سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد ازواج مطہرات کو مومنین پر حرام کر دیا (سورہ احزاب ۵۳)...... اور فرمایا کہ اُن سے کسی کو نکاح کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑی جرأت ہے (سورہ ۵۳)...... وہ زندہ ہیں، وہ پائندہ ہیں۔

کہ اُس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں بخاری شریف، جلد اص ۳۷۹)......

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ مناظر اس وقت دیکھے جو بہ مشرف باسلام نہ ہوئے تھے...... وہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم......

سرکار دو عالم صلی الہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لپکنے کے لیے آپس میں جھپٹتے تھے۔

بالوں کو اپنے ہاتھ پر لے لیتے (مسلم سریف جلد۲ص ۲۵۶) اور بطور تبرک محفوظ کر لیتے۔ آج پوری دنیا میں یہ تبرکات محفوظ ہیں۔

......حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میرے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہونا میرے نزدیک دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف، جلد اص ۲۹)

......حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے (مشکوٰۃ شریف ص ۶۹)...... کیوں نہ تھوکے؟ کہ اس طرف بیت اللہ ہے...... بیت اللہ سامنے ہو یا نہ ہو، اس کی تعظیم وتکریم ہر مسلمان پر لازم ہے......ایک صحابی نے نماز پڑھاتے وقت قبلہ کی طرف تھوک دیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکتے ہوئے دیکھ لیا......فرمایا، آئندہ یہ شخص لوگوں کو نماز نہ پڑھائے (ایضاً، ص ۱۷)...... اور پھر اُس نے کبھی نماز نہ پڑھائی......حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شاید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا......"تو نے اللہ ورسول کو اذیت دی اور ان کو ستایا" (ایضاً، ص ۱۷)......اپنے کسی قول وعمل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دیں......آپ کی تعظیم وتوقیر مقصود حیات ہے، مطلوب پروردگار ہے......جس کا دل آپ کی محبت اور ادب وتعظیم سے خالی ہے وہ ایمان سے محروم ہے، یہی قرآن کا فیصلہ ہے......اپنے ایمان کی حفاظت کریں......

آپ کی بارگاہ میں اونچی آواز سے نہ بولتے تھے۔ چہرہ مبارک کو آنکھ بھر کے نہیں دیکھتے، سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے۔ (ایضاً ص ۳۷۹)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ادب وتعظیم کے واقعات کیا بیان کیے جائیں، وہ سراپا محبت تھے۔ وہ سراپا ادب تھے...... چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

......ایک مرتبہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضور انور صلی الہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی ایک لگن میں لے باہر آئے تو صحابہ جھپٹ پڑے، جس کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملا اس نے دوسرے صحابی کی ہاتھ کی تری کو چھو کر اپنے چہرے پر مل لیا (بخاری شریف، مسلم سریف مشکوٰۃ شریف ص، ۷۴)......

......ایک صحابی، سرکاری دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال اُتار رہے تھے، اردگرد گھیرا ڈالے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کھڑے تھے، زمین پر گرنے سے پہلے

علیہ وسلم کے لکڑی کے پیالے کو جان سے لگا کر رکھا تھا (بخاری شریف، جلد۲، ص ۸۴۲)...... جس کو ایک جاں نثار نے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا۔

......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اُن کی وصیت کے مطابق کفن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا پہنایا گیا، آپ کی چادر میں لپیٹا گیا، آپ کا تہبند باندھ گیا...... گلے، منہ اور ان اعضاء پر جو سجدہ کے وقت زمین پر لگتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور تراشۂ ناخن اقدس رکھے گئے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف، جلد ۵، ص ۶۳۸)......

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہوں یا نہ ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تعظیم وتوقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے دلوں میں بسے ہوئے تھے...... اور یہ ادب اُن کو آپ ہی نے تعلیم فرمایا......

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے (مشکوٰۃ شریف ص ۶۹)...... کیوں نہ تھوکے؟ کہ اس طرف بیت اللہ ہے...... بیت اللہ سامنے ہو یا نہ ہو، اس کی تعظیم وتکریم ہر مسلمان پر لازم ہے......ایک صحابی نے نماز پڑھاتے وقت قبلہ کی طرف تھوک دیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکتے ہوئے دیکھ لیا......فرمایا، آئندہ یہ شخص لوگوں کو نماز نہ پڑھائے (ایضاً، ص ۱۷)...... اور پھر اُس نے کبھی نماز نہ پڑھائی......حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شاید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا......"تو نے اللہ ورسول کو اذیت دی اور ان کو ستایا" (ایضاً، ص ۱۷)......اپنے کسی قول وعمل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دیں......آپ کی تعظیم وتوقیر مقصود حیات ہے، مطلوب پروردگار ہے......جس کا دل آپ کی محبت اور ادب وتعظیم سے خالی ہے وہ ایمان سے محروم ہے، یہی قرآن کا فیصلہ ہے......اپنے ایمان کی حفاظت کریں...... یہ ایک گوہر بے بہا ہے......تنہا نہ رہیں، سچوں کے ساتھ رہیں (سورہ توبہ، ۱۱۹)...... سچے وہ ہیں جن کی صحبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت اور ادب وتعظیم پیدا ہو......جن کی صحبت میں آپ کے سینے محبت رسول علیہ التحیۃ والتسلیم سے خالی ہونے لگیں اور آپ بے ادب وگستاخ بننے لگیں اُن سے اس طرح بچیں، جس طرح انسان درندوں سے بچتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوشیار رہیں...... درندوں سے تو صرف جان کا خوف ہوتا ہے اور ایسے انسانوں سے ایمان کا خوف رہتا ہے......ایمان ہی سب سے قیمتی متاع ہے...... یہ لُٹ گئی تو سب کچھ لُٹ گیا......

مولی تعالیٰ ہمارے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کا نقش جمائے...... آپ کے حضور با ادب رکھے، پریشاں خیالیوں اور لب کشائیوں سے محفوظ رکھے آمین!...... بلاشبہ بامراد ہوا جس نے اس در پر سر جھکایا...... کامیاب ہوا جس نے ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا...... سرفراز ہوا جو آپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔

☆☆☆

باطل قوتوں کو ختم کرنے کے لئے جہاد کرنا ہوگا

تحریر: سید سعد رؤف تاجی

جیسا کہ آپ سب کے علم میں یہ بات ہے کہ آج مسلمانوں پر پوری دنیا میں جو ظلم وستم کا بازار گرم ہے۔ آج اسلام کے خلاف جو سازشیں ہو رہی ہیں۔ آج مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے تمام باطل قوتیں، تمام یہود و ہنود متحد ہو چکے ہیں۔ آج عالم یہ ہے کہ نہ تو ہماری مساجد و مدارس محفوظ ہیں، نا ہماری خانقاہیں محفوظ ہیں، نا ہماری عزت وآبرو، یہاں تک کہ ایمان بچانا مشکل ہوگیا ہے۔ آج ہمیں مسلمان ہونے کی سزا دی جارہی ہے۔ آپ نے کبھی غور کیا کہ اس ظلم وستم کی اصل وجہ کیا ہے؟ آج ہم اسی موضوع پر گفتگو کریں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو قوم جہاد کو چھوڑ دے گی اللہ عزوجل کی طرف سے ذلت اسپر مسلط کردی جائے گی۔'' (الحدیث)

جب تک مسلمان جہاد کرتے رہے پوری دنیا میں ہماری عظمت کے ڈنکے بجتے رہے، لیکن جب سے ہم نے اس راستے کو ترک کیا عالم کفر و شرک نے ہم پر غلبہ کیا۔ مسلمانوں کو ہر طرح سے برباد کرنے کی ناپاک اور ناکام کوششیں کی جارہی ہیں۔ اج اسلامی نظام تو دور کی بات ہے دین پر عمل کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ ہر طرف عریانی، فحاشی اور بے حیائی کا ٹھاٹھیں مارتا طوفان اٹھ رہا ہے۔ بھائی کو بھائی سے لڑایا جارہا ہے تو کبھی مسلمانوں کو دین میں الجھا کر آپس میں دست و گریباں کیا جارہا ہے، کبھی میڈیا وار کے ذریعے ہمارے ایمان کو کمزور کیا جارہا ہے۔

جب یہود و ہنود نے دیکھا کہ مسلمان بہت عظیم قوت بن چکے ہیں اور آدھی دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں اور ان سے دو بہ دو مقابلہ ناگزیر ہے تو انہوں نے مسلمانوں سے ''میڈیا وار'' شروع کردی اور اس جنگ میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ یعنی انہوں نے ٹیلی ویژن پر کیبل کے ذریعے نہایت فحش قسم کے ڈرامے اور فلمیں ریلیز کیں اور نہایت ہی خوبصورت انداز میں ہمارے دلوں پر قبضہ جما لیا اور اپنی سوچ کو ہم پر مسلط کرنا شروع کردیا۔ یعنی دنیا کے ساتھ چلنے کے لیے ہمیں انگریزی لباس (پینٹ شرٹ) زیب تن کرنا ہوگا، داڑھی موچھیں کٹوا کر فارغ البال (کلین شیو) ہونا ہوگا یا فرنچ کٹ (جو ہمارے یہاں فیشن بن چکی ہے) رکھ کر داڑھی کی توہین کرنا ہوگا۔ جب ہم نے یہ ساری چیزیں اپنا لیں تو ہمیں اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی گئی کہ جو کچھ ہے دنیا ہے، آخرت کا کوئی تصور نہیں ہے اور یہ کہ زندگی ایک بار ملتی ہے اس لیے جی بھر کے عیش کرلو۔ یہاں تک کہ ہمیں دین سے دور کردیا۔ ہمارے دلوں سے آخرت کا خوف مٹا دیا، ہمیں زندگی کی طرف مائل کرلیا اور ہمیں اپنی تہذیب میں اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ آج ہمیں یہ تو یاد رہتا ہے کہ فلاں وقت فلاں ڈرامہ آئے گا، لیکن افسوس کہ یہ آذان کی آواز سن کر بھی اس کی طرف مسائل نہیں ہوتے۔ جب ہم نماز ہی نہیں پڑھیں گے تو دین کا شعود کیسے بیدار ہوگا، دین کی تڑپ، اس کی حقیقت، اس سے لگاؤ اور دین سے محبت کیسے پیدا ہوگی؟ جب دین سے کوئی واسطہ تعلق ہی نہیں ہوگا تو یہ لازمی امر ہے کہانسان کا ایمان، اس کا عقیدہ خود بہ خود کمزور ہوجائے گا۔ وہ نام کا تو مسلمان ہوگا کام کا نہیں۔ یہ ہے آج کے مسلمان پر ایک نظر۔

اب ذرا حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ۶۳ سال کی عمر پائی۔ ۴۰ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اعلان نبوت کیا، اس کے بعد ۱۰ سال تک تبلیغ دین فرمائی اور بقیہ ۱۳ سال جہاد میں مصروف رہے۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ جہاد کے کتنے شوقین تھے؟ وہ ہر وقت اس بات کا انتظار کرتے رہتے کہ کب اللہ کے محبوب ﷺ کفار و مشرکین کے خلاف اعلان جہاد کریں اور ہم کفار کو منہ توڑ جواب دیں اور جلد از جلد مقام شہادت پر فائز ہوجائیں۔

امام اعلیٰ مقام حضرت حسینؓ کی زندگی ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے کہ آپ نے بے سروسامانی کے عالم میں اپنی جان تو قربان کردی لیکن دین پر آنچ نہ آنے دی۔

قرآن کریم میں بے شمار آیات جہاد اور اس کی فضیلت پر نازل ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر ''سورۃ التوبہ'' کا حوالہ دوں گا۔ جس میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کفار و مشرکین کے خلاف اعلان جہاد کرو۔ ان کو نیست و نابود کردو اور پوری دنیا پر اللہ کا نظام رائج کردو'' یہ پوری سورہ جہاد کے موضوع پر ہے اور اس میں کفار و مشرکین کے لیے امان نہیں ہے۔ اسی لیے اس سورہ کے ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھی



حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک کافروں سے جہاد ہوتا رہے گا ہجرت بند نہیں ہوگی۔
(مسند بزار بسند صحیح)

جاتی کیونکہ اس میں الرحمٰن، الرحیم کا ذکر آتا ہے اور جہاں یہ ذکر آ جائے، وہاں اللہ اپنی رحمت نازل فرما دیتا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ "اور اللہ کی راہ میں قتال کرو، چاہے تم اسے پسند کرتے ہو یا نہیں۔"

قران پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے کہ "اور شہید کو مردہ نا کہو، وہ زندہ ہیں اور ہم انہیں رزق دیتے ہیں، مگر تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔" اور آگے کی آیات میں فرمایا کہ "اور انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔" یعنی پہلے تو کہا کہ انہیں مردہ نہ کہو اور پھر اس کی تشریح بھی خود ہی فرما دی کہ مردہ گمان بھی نہ کرو۔ یعنی یہ خیال بھی اپنے ذہنوں میں نہیں آنے دو کہ شہید مردہ بھی ہو سکتا ہے۔

غزوۂ بدر ہمارے لیے بہت عظیم مثال ہے کہ یہاں تو ۳۱۳ مجاہدین ہیں۔ ان کے پاس نہ سامان حرب مکمل ہے نہ گھوڑے پورے ہیں اور نہ ہی خوراک وافر مقدار میں موجود ہے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں ایک لشکر جرار ہے۔ جس کی تعداد بعض روایات کے مطابق ۱۰۰۰ ہے اور یہ ہر طرح کے کیل کانٹے سے لیس ہے اور اپنے ہمراہ وافر خوراک اور اچھی نسلوں کے گھوڑوں پر سوار ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ سب کچھ ہونے کے باوجود شکست فاش ان کا مقدر بنی۔ یہ صرف اس لیے ہوا کہ ان میں جذبۂ ایمانی موجود نہیں تھا۔ ان میں مرنے کے بعد ابدی زندگی کا کوئی تصور نہیں تھا۔

۱۷ سالہ محمد بن قاسم ایک مسلمان بہن کی پکار پر راجہ داہر کی حکومت کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔ لیکن آج ہندو درندے گھروں میں گھس کر ہماری ماؤں بہنوں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں مگر ہماری غیرت پھڑکتی ہی نہیں۔ آج یہ معصوم بہنیں درگاہ حسرت بنے سائے میں کھڑی کسی محمد بن قاسم کا انتظار کر رہی ہیں، کہ ہماری عصمتوں کا رکھوالا کہاں ہے؟ آج بابری مسجد پکار رہی ہے کہ سومنات کو تباہ کرنے والا محمود غزنوی کہاں ہے؟ آج اسپین کی ویران مساجد پکار رہی ہیں کہ فاتح یورپ طارق بن زیاد کہاں ہے؟ اب مسلمان اتنے بے غیرت ہو چکے ہیں کہ ان کی مساجد و مدارس اور خانقاہوں پر حملے ہو رہے ہیں اور وہ مزے سے ساری خبریں سن کر بھی سوائے چند جذباتی کلمات ادا کر کے رہ جاتے ہیں۔

یہ لٹی پٹی مساجد و تباہ حال خانقاہیں
شب و روز تک رہی ہیں تیرے غازیوں کی راہیں

آج مسلمانوں کی غفلت اور جہاد سے روگردانی ہی کا نتیجہ ہے کہ چیچنیا، کشمیر، فلسطین، افغانستان اور اب عراق میں ظالموں نے ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

سرزمین اولیاء، وادی کشمیر کی طرف دیکھتے ہیں تو دودھ پیتے معصوم بچوں کو ان کے والدین کے سامنے ذبح کر دیا جاتا ہے، بوٹی بوٹی کر کے جانوروں کے آگے ڈال دیا جاتا ہے، مسلمان بچوں کے ناک اور کان کاٹ لینا، آنکھیں چھوڑ دینا، مردوں کی شرم گاہیں اور عورتوں کی چھاتیاں کاٹ دینا، انہیں زندہ جلا دینا اور دفن کر دینا مقبوضہ کشمیر میں تعینات بھارتی فوج کا معمول ہے۔ تلاشی کے نام پر گھروں میں گھس کر مسلمان ماؤں، بہنوں کی عظمت دری کرنا اور نوجوانوں کو تفتیش کے نام پر لے جا کر قتل کر دینا انکا شیوہ ہے۔ گزشتہ دس سالوں میں تقریباً 90,000 کشمیریوں کو شہید کر دیا گیا اور ہزاروں خاندانوں کو نقل مکانی پر مجبور کر دیا گیا۔

سرزمین اولیاء، وادی کشمیر کی طرف دیکھتے ہیں تو دودھ پیتے معصوم بچوں کو ان کے والدین کے سامنے ذبح کر دیا جاتا ہے، بوٹی بوٹی کر کے جانوروں کے آگے ڈال دیا جاتا ہے، مسلمان بچوں کے ناک اور کان کاٹ لینا، آنکھیں چھوڑ دینا، مردوں کی شرم گاہیں اور عورتوں کی چھاتیاں کاٹ دینا، انہیں زندہ جلا دینا اور دفن کر دینا مقبوضہ کشمیر میں تعینات بھارتی فوج کا معمول ہے۔

فلسطین کی طرف نظر کریں تو ہماری جہاد سے روگردانی کے باعث بین المقدس ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہی، بلکہ ستم ظریفی کہ آج نماز جمعہ بھی پڑھنے کی اجازت نہیں بلکہ اگر مسلمان وہاں جائیں بھی تو مار کر نکال دیئے جائیں جیسا کہ کچھ عرصہ قبل ہوا کہ 22000 مسلمان کو بیت المقدس سے نکال دیا گیا۔ آئے دن مسلمان بہنوں کی عزت لوٹ لی جاتی ہے، نوجوانوں کو سرراہ سرعام بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہودی کتنے معصوم بچوں کو بھی صرف اس لیے مار دیتے ہیں کہ یہ بڑے ہو کر ان کے لیے مصیبت نہ بن جائیں۔

امریکہ جو خود کو سپر پاور کہلواتا ہے، جو اپنے آپ کو امن کا پیامبر بتاتا ہے۔ اس نے افغانستان کے معصوم شہریوں کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔ افغانستان کے معصوم اور بے گناہ عوام پر بمباری کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ تیل کی خاطر مسلمانوں کو تباہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ ظلم نہیں؟

لیکن اس کے باوجود بھی امریکہ کے کلیجے میں ٹھنڈ نہیں پڑی بلکہ اب تو طاقت کا نشہ اور بڑھ رہا ہے اور وہ پوری دنیا اور بالخصوص اسلامی ممالک پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہا ہے اور افغانستان کے بعد اب اس نے تیل کی خاطر عراق پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنا شروع کر دیا ہے اور آپ نے دیکھا کہ امریکہ کا ساتھ دینے کے لیے تمام یہود و ہنود فوراً متحد ہو گئے اور امریکہ کی مدد کیلئے کسی ملک نے اپنے اڈے اس کے حوالے کر دیئے تو کسی نے افرادی قوت اور کسی نے فیول سے اس کی مدد کی۔ لیکن افسوس کہ پاکستان کا مؤقف بھی امریکی مفاد میں ہے اور تو اور سعودی عرب بھی امریکی زبان استعمال کر رہا ہے۔ میں سلام کرتا ہوں جناب مہاتیر محمد کو جنہوں نے امریکہ کے خلاف اتنا جراتمندانہ بیان دیا ہے کہ داد دینی چاہئے جنوبی کوریا کو جو امریکہ کے خلاف کھلے لفظوں میں اپنی نفرت کا اظہار کرتے نہیں ڈرتا، ہمیں شرم سے ڈوب مرنا چاہئے کہ ہمارے ملک کے صدر ایک فوجی کمانڈو ہیں، لیکن ان کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی امریکہ سے ڈرتے ہیں اور دبے لفظوں میں وہ اس بات کی تصدیق بھی کر چکے ہیں۔

آج الحمد اللہ مسلمان بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں لیکن اس پر یہود و ہنود فکر مند نہیں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق خود امریکہ میں ڈیڑھ لاکھ مسلمان ہیں۔ ان میں سے امریکہ کو کوئی پریشانی لاحق نہیں، جبکہ اس کے مقابلے میں اگر مجاہدین تھوڑے سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں تو امریکہ فوراً چیخ پڑتا ہے، بھارت بلبلا اٹھتا ہے، اسرائیل کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے اور سب متحدہ ہو کر ان کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے تو کبھی ان پر مذہبی جنونی اور پاگل پن کے لیبل لگائے جاتے ہیں۔

آج میں ان پروپیگنڈہ کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا انہیں کشمیر میں ظلم ہوتا دکھائی نہیں دیتا؟ کیا چیچنیا میں جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں وہ دکھائی نہیں دیتے؟ کیا فلسطینیوں کی آہ و بکاہ سنائی نہیں دیتی؟ اگر ظلم کے خلاف آواز اٹھانا جرم ہے تو ہم امریکہ سے پوچھتے ہیں کہ 11 ستمبر کے سانحے کے جرم میں وہ افغانستان کے عوام پر کیے گئے مظالم کا جواب دے اور عرق کے حالیہ مظالم اور اس پر جو زبردستی کی جنگ مسلط کی جا رہی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر ہم پھر بھی مجرم ہیں تو انشاء اللہ ہم یہ جرائم کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی جان ہے

خصوصی تحریر علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ عالی

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دل اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کہلاتا ہے نیز مومن ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ توحید و رسالت کے اقرار کے ساتھ وہ اسلام ہی کو سچا دین جانے اور ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار نہ کرے۔

اسلام کی کسی مشہور و معلوم بات کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ یا حج کو فرض نہ جاننا، یا قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ سمجھنا یا جنت دوزخ فرشتے قیامت وغیرہ پر یقین نہ رکھنا، یا کسی نبی یا فرشتے کی توہین کرنا، یا کسی سنت کو ہلکا جاننا، یا کسی شرعی حکم کا مذاق اڑانا میں کوئی کفریہ جملہ بولنا، یہ سب باتیں کفر ہیں۔ اسی طرح اسلامی عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے۔ نیز وہ باتیں جو کفر کی علامت یا کفار کا مذہبی شعار ہیں جیسے جینو (زنار) ڈالنا، چٹیا رکھنا، صلیب لٹکانا وغیرہ انہیں اپنانا بھی کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ''اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ (بنا کر) اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگ! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔'' (الفتح ۹) شیخ الاسلام مجدد امت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ رحمۃ القوی اپنی تصنیف ''تمہید ایمان'' میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں، مسلمانوں! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو، سب میں پہلے ایمان کا ذکر فرمایا اور سب سے پیچھے اپنی عبادت کا، اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا، اس لیے کہ ایمان کے بغیر تعظیم کار آمد نہیں، پھر جب تک نبی کریم علیہ السلام کی سچی تعظیم نہ ہو، بندہ خواہ ساری عمر عبادت الٰہی میں گزارے سب بے کار و مردود ہے۔ رب تعالیٰ ایسوں ہی کے لیے فرماتا ہے۔ ''جو کچھ اعمال انہوں نے کیے ہم نے سب برباد کردیے۔'' (الفرقان: ۲۳) یہ بھی فرماتا ہے۔ ''عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔'' (الغاشیۃ: ۳،۴)

مسلمانو! کہو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مدار ایمان و مدار نجات و مدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں؟ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔



تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے: ''اے نبی تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔'' (التوبہ: ۲۴) تمہارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ''تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔'' (بخاری، مسلم)

یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے وہ ہرگز مسلمان نہیں۔ مسلمانو کہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدار ایمان و مدار نجات ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت ہے، ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے: ''کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے، اور (کیا) ان کی آزمائش نہ ہوگی۔'' (العنکبوت: ۱)

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کررہی ہے کہ کلمہ پڑھنے اور محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنے پر تمہیں چھٹکارا نہ ملے گا۔ ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی و واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں؟ ابھی قرآن و حدیث ارشاد

فرما چکے ہیں کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں اول آقاومولیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور دوم حضور علیہ السلام کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

پس ایمان کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ جو کوئی بھی ہوں۔ جب وہ آقائے دو جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں تو تمہارے دل میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے تم فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینک دو، ان کی صورت اور ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت مشیخت بزرگی اور فضیلت کو خطرے میں لاؤ کیونکہ یہ جو کچھ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمارا اس سے کیا تعلق۔

پس ایمان کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ جو کوئی بھی ہوں۔ جب وہ آقائے دو جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں تو تمہارے دل میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے تم فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینک دو، ان کی صورت اور ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت مشیخت بزرگی اور فضیلت کو خطرے میں لاؤ کیونکہ یہ جو کچھ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمارا اس سے کیا تعلق۔

اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہت سے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے، اس کے نام اور ظاہری علم وفضل کو لے کر کیا کریں، کیا بہت سے پادری اور بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے؟ اور اگر یہ نہیں بلکہ آقاومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی، یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا، یا اسے برا کہنے پر برا مانا، یا تم نے اس کی گستاخی سے لاپروائی دکھائی، یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے؟ بلکہ قرآن وحدیث نے جس بات پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔ (تمہید ایمان ص ۸۹ تا ۹۲ ملخصاً)

بعض لوگ یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ جو کلمہ پڑھتا ہو وہ کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہو سکتا ہے؟ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں، ہر کلمہ گو مسلمان کو ہم مسلمان جانیں گے جب تک اس سے اسلام کے منافی کوئی کلمہ کوئی حرکت کوئی فعل صادر نہ ہو۔ اسلام کے منافی قول وفعل صادر ہونے پر اس کی کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور بے شک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔'' (التوبہ: ۷۴)

اللہ عزوجل گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعویدار ہو کروڑ بار کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔ وہ فرماتا ہے: ''اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے، مسلمان ہو کر۔'' (التوبہ: ۶۵، ۶۶، کنزالایمان)

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن ابی حاتم ابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایات فرماتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی، اس کی تلاش جاری تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ پر ہے اس پر ایک منافق بولا۔ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے وہ غیب کیا جانیں۔'' اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ اور رسول سے مذاق کرتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر یہ جملہ کہنے سے کافر ہو گئے۔ (تفسیر امام ابن جریر، ج ۱۰ ص ۱۰۵، تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی ج ۳ ص ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ ''وہ غیب کیا جانیں'' کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ اس سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں۔ (ایضاً ص ۱۱۱، ۱۱۲، ملخصاً)

عقائد متعلقہ ذات وصفات الٰہی:

☆ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ''تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔''

(سورۃ الاخلاص کنزالایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ)

☆دوسری جگہ ارشاد ہوا: ''اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا (ہے)، اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے، جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے، اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین، اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی، اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔''

(البقرۃ: ۲۵۵، کنزالایمان)

☆اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری اور عدم محال ہے اس کو یوں سمجھیے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے پیدا نہیں کیا بلکہ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے وہ خود اپنے

آپ سے موجود ہے اور ازلی وابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کی تمام صفات اس کی ذات کی طرح ازلی وابدی ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ سب کا خالق و مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ جسے چاہے زندگی دے، جسے چاہے موت دے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، وہ کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ سب اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مگر کوئی محال اس کی قدرت میں داخل نہیں۔ محال اسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہو سکے مثال کے طور پر دوسرا خدا ہونا محال یعنی ناممکن ہے تو اگر یہ زیرِ قدرت ہو تو موجود ہو سکے گا اور محال نہ رہے گا جب کہ اس کو محال نہ ماننا وحدانیت الٰہی کا انکار ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل کا فنا ہونا محال ہے اگر فنا ہونے پر قدرت مان لی جائے تو یہ ممکن ہوگا اور جس کا فنا ہونا ممکن ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ محال ناممکن پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننا اللہ عزوجل ہی کا انکار کرنا ہے۔

☆ تمام خوبیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں اور ہر وہ بات جس میں عیب یا نقصان یا کسی دوسرے کا حاجت مند ہونا لازم آئے اللہ عزوجل کے لیے محال و ناممکن ہے جیسے یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔'' اس مقدس پاک بے عیب ذات کو عیبی بتانا اور در حقیقت اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا ہے۔ خوب یاد رکھیے کہ ہر عیب اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور اللہ تعالیٰ ہر محال سے پاک ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اس کی شان کے مطابق ہیں، بے شک وہ سنتا ہے۔ دیکھتا ہے، کلام کرتا ہے، ارادہ کرتا ہے مگر وہ ہماری طرف دیکھنے کے لیے آنکھ، سننے کے لیے کان، کلام کرنے کے لیے زبان اور ارادہ کرنے کے لیے ذہن کا محتاج نہیں کیونکہ یہ سب اجسام ہیں اور وہ اجسام اور زماں و مکان سے پاک ہے نیز اس کا کلام آواز و الفاظ سے بھی پاک ہے۔

☆ قرآن وحدیث میں جہاں ایسے الفاظ آئے ہیں جو بظاہر جسم پر دلالت کرتے ہیں جیسے ید، وجہ، استوا۔ وغیرہ ان کے ظاہری معنی لینا گمراہی و بد مذہبی ہے۔ ایسے متشابہ الفاظ کی تاویل کی جاتی ہے کیونکہ ان کا ظاہری معنی رب تعالیٰ کے حق میں محال ہے مثال کے طور پر ''ید،، کی تاویل قدرت سے وجہ کی ذات سے اور استواء کی غلبہ وتوجہ سے کی جاتی ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ بلا ضرورت تاویل کرنے کی بجائے ان کے حق ہونے پر یقین رکھے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ ید حق ہے، مگر اس کا ید مخلوق کا سا 'ید' نہیں اور اس کا استواء مخلوق کا سا استواء نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل سے ہدایت دے اور جسے چاہے اپنے عدل سے گمراہ کردے۔ یہ اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا، کسی کو اطاعت یا معصیت کے لیے مجبور نہیں کرتا، کسی کو بغیر گناہ کے عذاب نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی کا اجر ضائع کرتا ہے، وہ استطاعت سے زیادہ کسی کو آزمائش میں نہیں ڈالتا اور یہ اس کا فضل و کرم ہے کہ مسلمانوں کو جب کسی تکلیف و مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اس پر بھی اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

☆ اس کے ہر فعل میں کثیر حکمتیں ہوتی ہیں خواہ وہ ہماری سمجھ میں آئیں یا نہیں۔ اس کی مشیت اور ارادے کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا مگر وہ نیکی سے خوش ہوتا ہے اور برائی سے ناراض۔ برے کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بے ادبی ہے اس لیے حکم ہوا، ''تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔''(النساء:۷۹) پس برا کام کر کے تقدیر یا مشیت الٰہی کی طرف منسوب کرنا بہت بری بات ہے اس لیے اچھے کام کو اللہ عزوجل کے فضل و کرم کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور برے کام کو شامتِ نفس سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید تبدیل نہیں ہوتے، اس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف فرما دے گا۔ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور کفار کو اپنے عدل سے جہنم میں ڈالے گا۔

پس برا کام کر کے تقدیر یا مشیت الٰہی کی طرف منسوب کرنا بہت بری بات ہے اس لیے اچھے کام کو اللہ عزوجل کے فضل و کرم کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور برے کام کو شامتِ نفس سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید تبدیل نہیں ہوتے، اس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف فرما دے گا۔ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور کفار کو اپنے عدل سے جہنم میں ڈالے گا۔

☆ بے شک اللہ تعالیٰ رازق ہے وہی ہر مخلوق کو رزق دیتا ہے حتیٰ کہ کسی کونے میں جالا بنا کر بیٹھی ہوئی مکڑی کے رزق کر پر لگا کر اڑاتا ہے اور اس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔'' بے شک بندے کا رزق اس کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اسے موت ڈھونڈتی ہے۔'' یعنی جب موت کا بروقت آنا یقینی ہے تو رزق کا ملنا بھی یقینی ہے ایسا کرنے میں اس کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ کبھی وہ رزق کی تنگی سے آزماتا ہے اور کبھی رزق کی فراوانی سے، پس بندے کو چاہیے کہ وہ حلال ذرائع اختیار کرے۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ ''رزق میں دیر ہونا تمہیں اس پر نہ اکسائے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رزق حاصل کرنے لگو۔'' قرآن کریم میں ارشاد:''اور جو ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے، اس کے لیے وہ نجات کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے گا تو اس کے لیے وہ کافی ہے۔ (الطلاق:۳)

☆ اللہ عزوجل کا علم ہر شے کو محیط ہے اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں، ہماری نیتیں اور خیالات بھی اس سے پوشیدہ نہیں، وہ سب کچھ ازل میں جانتا تھا اب بھی جانتا ہے اور ابد تک جانے گا۔ اشیاء بدلتی ہیں مگر اس کا علم نہیں بدلتا۔ ہر بھلائی برائی اس نے اپنی ازلی علم کے مطابق تحریر فرما دی ہے جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا اس نے لکھ لیا۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جیسا ہم اپنے ارادے اور اختیار سے کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا یعنی اس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا ورنہ جزا و سزا کا فلسفہ بے معنی ہو کر رہ جاتا، یہی عقیدہ تقدیر ہے۔

☆ قضا و تقدیر کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ قضائے مبرم حقیقی:

یہ لوحِ محفوظ میں تحریر ہے اور علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں، اس کا بدلنا ناممکن ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بھی اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرنے لگیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔

۲۔ قضائے معلق:

اس کا صحف ملائکہ میں کسی شے پر معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے اس تک اکثر اولیاء اللہ کی رسائی ہوتی ہے یہ تقدیر ان کی دعا سے یا اپنی دعا سے یا والدین کی خدمت اور بعض نیکیوں سے خیر وبرکت کی طرف تبدیل ہوجاتی ہے اور اسی طرح گناہ وظلم اور والدین کی نافرمانی وغیرہ سے نقصان کی طرف تبدیل ہوجاتی ہے۔

۳۔ قضائے مبرم غیر حقیقی:

یہ صحف ملائکہ کے اعتبار سے مبرم ہے مگر علم الٰہی میں معلق ہے اس تک خاص اکابر کی رسائی ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ بعض مقرب اولیاء کی توجہ سے اور پرخلوص دعاؤں سے بھی یہ تبدیل ہوجاتی ہے۔ سرکار غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں قضائے مبرم کو رد کردیتا ہوں۔ حدیث پاک میں اسی کے بارے میں ارشاد ہوا، بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔''

مثال کے طور پر فرشتوں کے صحیفوں میں زید کی عمر ۶۰ برس تھی اس نے سرکشی ونافرمانی کی تو ۲۰ برس پہلے ہی اس کی موت کا حکم آگیا یا اس نے نیکیاں کیں تو ۲۰ برس مزید زندگی کا حکم فرمادیا گیا، یہ تقدیر میں تبدیلی ہوئی لیکن علم الٰہی اور لوح محفوظ میں وہی ۴۰ یا ۸۰ برس لکھی ہوئی تھی اور اسی کے مطابق ہوا۔

☆قضا وقدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے اس لیے ان میں بحث اور زیادہ غور وفکر کرنا ہلاکت وگمراہی کا سبب ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرماگئے تو ہم اور آپ کس گنتی میں ہیں۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر کی طرح بے اختیار ومجبور نہیں پیدا کیا بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ وہ کوئی کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ اپنے بھلے برے اور نفع نقصان کو پہچان سکے اور اس کے لیے ہر قسم کے اسباب بھی مہیا کردیے ہیں جب بندہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے اسی قسم کے اسباب اختیار کرتا ہے اسی بنا پر مواخذہ اور جزا اور سزا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔

☆ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں چنانچہ ارشاد ہوا۔'' اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔'' (الشوریٰ:۵۲) شفا دینے والا وہی ہے مگر اس کی عطا سے قرآنی آیات اور دواؤں میں بھی شفا ہے ارشاد ہوا: ''اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔'' (بنی اسرائیل :۸۲) شہد کے بارے میں فرمایا گیا: ''اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔'' (النحل:۶۹)

بے شک اللہ تعالیٰ ہی اولاد دینے والا ہے مگر اس کی عطا سے اس کے مقرب بندے بھی اولاد دیتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا: '' میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔'' (مریم :۱۹، کنزالایمان) اللہ عزوجل ہی موت اور زندگی دینے والا ہے مگر اس کے حکم سے یہ کام مقرب بندے کرتے ہیں ارشاد ہوا: ''تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔'' (السجدہ:۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے: '' میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔'' (آل عمران:۴۹) سورۃ النزعت کی ابتدائی آیات میں فرشتوں کا تصرف واختیار بیان فرمایا گیا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات بندوں کے لیے صراحتاً بیان ہوئی ہیں جیسے سورۃ الدھر آیت ۲ میں انسان کو ''سمیع وبصیر'' کہا گیا، سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''شہید'' فرمایا گیا، سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''رؤف ورحیم'' ہونا بیان فرمایا گیا اسی طرح حیات، علم، کلام، ارادہ وغیرہ متعدد صفات بندوں کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ اس بارے میں یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ جب کوئی صفت اللہ تعالیٰ کے لیے بیان ہوگی تو وہ ذاتی، واجب، ازلی، ابدی، لامحدود اور شان خالقیت کے لائق ہوگی اور جب کسی مخلوق کے لیے ثابت ہوگی تو عطائی، ممکن، حادث، عارضی، محدود اور شان مخلوقیت کے لائق ہوگی پس جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کسی اور ذات کے مشابہ نہیں اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کے مماثل نہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات بندوں کے لیے صراحتاً بیان ہوئی ہیں جیسے سورۃ الدھر آیت ۲ میں انسان کو ''سمیع وبصیر'' کہا گیا، سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''شہید'' فرمایا گیا، سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''رؤف ورحیم'' ہونا بیان فرمایا گیا اسی طرح حیات، علم، کلام، ارادہ وغیرہ متعدد صفات بندوں کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ اس بارے میں یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ جب کوئی صفت اللہ تعالیٰ کے لیے بیان ہوگی تو وہ ذاتی، واجب، ازلی، ابدی، لامحدود اور شان خالقیت کے لائق ہوگی اور جب کسی مخلوق کے لیے ثابت ہوگی تو عطائی، ممکن، حادث، عارضی، محدود اور شان مخلوقیت کے لائق ہوگی

☆استعانت کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور مجازی۔ استعانت حقیقی یہ ہے کہ کسی کو قادر بالذات، مالک مستقل اور حقیقی مددگار سمجھ کر اس کی مدد مانگی جائے یعنی اس کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ عطائے الٰہی کے بغیر خود اپنی ذات سے مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہے غیر خدا کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور کوئی مسلمان بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام کے متعلق ایسا عقیدہ نہیں رکھتا۔ استعانت مجازی یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر، حصول فیض کا ذریعہ اور قضائے حاجات کا وسیلہ جان کر اس سے مدد مانگی جائے اور یہ قطعاً حق ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو مددگار بنانے کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ (طٰہٰ:۳۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے مدد مانگی۔ (آل عمران :۵۲) ایمان والوں کو صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا۔ (البقرہ:۱۵۳) حضرت ذوالقرنین کا لوگوں سے مدد مانگنا بھی

قرآن میں مذکور ہے۔ (الکہف:۹۵) نیک کاموں میں مسلمانوں کو مددگار بننے کا حکم دیا گیا ہے (المائدہ:۲) ایک جگہ صالحین اور فرشتوں کا مددگار ہونا یوں بیان فرمایا گیا، ''بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔'' (التحریم:۴) ایک جگہ یوں ارشاد ہوا: ''بے شک تمہارے مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوتے ہیں۔'' (المائدہ:۵۵)

ان دلائل و براہین سے ثابت ہوا کہ حقیقی مددگار و مشکل کشا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی عطا سے اس کے محبوب بندے بھی مددگار ہوتے ہیں۔ پس محبوبانِ خدا کو مددگار و متصرف سمجھنا اور ان سے مدد مانگنا ہرگز شرک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مددگار و مشکل کشا ہونا بالذات اور مخلوق سے بے نیاز و غنی ہو کر ہے جب کہ انبیاء کرام، اولیاء، عظام اور مومنوں کا مددگار و مشکل کشا ہونا اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور یہ سب اللہ عزوجل کے فضل و کرم کے محتاج ہیں، نیز ان کا تصرف، اختیار اور طاقت و قدرت اذنِ الٰہی کے تابع ہیں۔

عقائد متعلقہ نبوت و رسالت:

☆ نبی اس اعلیٰ و ارفع شان والے بشر کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہو اور اس کی تائید معجزات سے فرمائی ہو۔ جس طرح ہمیں اپنی اختیاری حرکات پر قدرت ہوتی ہے اسی طرح انبیاء کرام کے معجزات ان کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیا کرام کو مبعوث فرمایا۔ سب انبیاء کرام مرد تھے، نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ کوئی عورت نبی ہوئی۔

☆ انبیاء کرام علیہم السلام تمام مخلوق حتیٰ کہ رسل ملائکہ سے بھی افضل ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔'' (الانعام:۸۶) جو شخص کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے وہ کافر ہے اسی طرح جو یہ کہے کہ غیر نبی بسا اوقات اعمال میں انبیاء کرام سے بڑھ جاتے ہیں وہ گمراہ و بدمذہب ہے۔ انبیاء کرام کی تعداد معین کرنا جائز نہیں بس یہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام پر ہمارا ایمان ہے۔ جن کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔

☆ نبوت یہ نہیں کہ کوشش و ریاضت سے حاصل ہو سکے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ ارشاد ہوا: ''اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ (الانعام:۱۲۴) لیکن اللہ عزوجل اپنے فضل و کرم سے جسے نبوت عطا فرماتا ہے اسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے اور ایسی کامل عقل عطا فرماتا ہے کہ دوسروں کی عقل اس کے کروڑویں حصے تک نہیں پہنچ سکتی۔ ہر نبی اپنے نسب و جسم، قول و فعل اور عادات و اطوار میں ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔

☆ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے البتہ نبوت کا اعلان وہ رب تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے۔ ارشاد ہوا: ''میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔'' (مریم:۳۰) یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے اس وقت فرمایا جب کہ آپ کی عمر مبارک چند یوم کی تھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی ارواح کو بھی ''النبیین'' یعنی انبیاء فرمایا ہے۔ (آل عمران:۸۱) آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' (ترمذی)

☆ نبی زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب اور شارع ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔'' (النساء:۶۴) دوسری جگہ فرمایا گیا: ''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔'' (الحشر:۷) ایک اور جگہ ارشاد ہوا: ''تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔'' (النساء:۶۵ کنزالایمان) چونکہ رسول کا بھیجنا ہی اس لیے ہے کہ وہ مطاع بنایا جائے اور اس کی اطاعت فرض ہو تو جو اس کے حکم سے راضی نہ ہوا گویا اس نے رسالت کا انکار کیا، ایسا شخص کافر ہے۔

ارشاد ہوا: ''تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔'' (النساء:۶۵ کنزالایمان) چونکہ رسول کا بھیجنا ہی اس لیے ہے کہ وہ مطاع بنایا جائے اور اس کی اطاعت فرض ہو تو جو اس کے حکم سے راضی نہ ہوا گویا اس نے رسالت کا انکار کیا، ایسا شخص کافر ہے۔

☆ تمام انبیاء کرام گناہوں اور خطاؤں سے معصوم ہوتے ہیں قرآن حکیم میں انبیاء کرام کے بارے میں جن امور کا ذکر ہے ان کی حقیقت گناہ نہیں بلکہ وہ یا تو نسیان ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کا دانا کھالینا اور یا وہ لغزش ہیں جیسے حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ''اور بے شک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا'' (طٰہٰ:۱۱۵) انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں بھول اور لغزش دونوں جائز ہیں جب کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں لغزش بھی جائز نہیں کیونکہ آپ کا مرتبہ تمام انبیاء کرام سے بلند و بالا ہے آپ کے اس خاص منصب پر یہ آیات قرآنی گواہ ہیں:

''اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔'' (الشوریٰ:۵۲)

''بے شک تم سیدھی راہ پر ہو۔'' (الحج:۶۷، کنزالایمان)

''تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔'' (النجم:۲، کنزالایمان)

انبیاء کرام کی لغزشوں کا ذکر تلاوتِ قرآن اور روایت حدیث کے سوا سخت حرام ہے، انبیاء کرام اور فرشتوں کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ عصمت انبیاء کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کرام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ ہے اس لیے ان سے گناہ ہونا شرعاً ناممکن ہے جب کہ صحابہ کرام و اولیائے عظام کو اللہ عزوجل اپنے کرم سے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

بے نمازی کی سزائیں

تحریر مفتی محمد امین فیصل آبادی

اللہ عزوجل فرماتا ہے...... ان الصلوة کانت علی المومنین کتاب موقوتا...... بلاشبہ مسلمانوں پر نماز مقررہ وقت کی فرض کی گئی ہے۔

واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا...... اور جو نفسانی خواہشوں کا پیرو ہوا وہ غی میں ڈالا جائے گا۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون...... تو ویل ان نمازیوں کے لیے ہے جو اپنی نمازوں میں سستی کرنے والے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ویل جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے اور یہ جگہ اپنے وقت سے نمازوں کی تاخیر کرنے والوں کے لیے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مابین المسلم والمشرک الا ترک الصلوٰۃ فاذا ترکہا ای تجلھا کان کافرا...... مسلمان اور مشرک کے درمیان ترک نماز ہی کا فرق ہے تو جب مسلمان نے نماز ترک کردی یعنی اس کا انکار کردیا تو کافر ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے...... آپ نے فرمایا جس نے نماز کے معاملہ میں سستی برتی...... اللہ تعالیٰ اسے پندرہ قسم کی سزا دے گا...... ان میں سے چھ تو دنیا میں...... تین موت کے وقت...... تین قبر میں...... اور...... تین قبر سے نکلنے کے بعد دے گا۔ وہ چھ قسم کی سزائیں جو دنیا میں دی جائیں گی...... ایک...... یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر سے برکت زائل فرمادے گا...... دوم...... یہ کہ صالین ونیکوکاروں کے چہروں کی چمک دمک اس کے چہرے سے چھین لے گا...... سوم...... یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی عمل کا اجر وثواب نہیں دے گا...... چہارم...... یہ کہ اس کی کوئی دعا حق سبحانہ وتعالیٰ آسمان تک بلند نہ ہونے دے گا...... پنجم...... یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار کرے گا...... ششم...... یہ کہ اس کے لیے صالحین کی دعاؤں میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور وہ تین قسم کی سزائیں جو موت کے وقت اسے پہنچیں گی...... ایک...... یہ کہ ذلت کے ساتھ اس کی موت ہوگی...... دوم...... یہ کہ بھوکا مرے گا...... سوم...... یہ کہ پیاسا مرے گا اگرچہ ساری دنیا کے دریاؤں کا پانی پلادیا جائے۔ اور وہ تین قسم کی سزائیں جو اسے قبر میں ملیں گی...... ایک...... یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو تنگ کردے گا اور اسے قبر خوب شدت کے ساتھ بھیجے گی...... یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہوجائیں گی...... دوم...... یہ کہ اس کی قبر میں اس پر آگ جلائی جائے گی اور دن رات اسے اس پر الٹ پلٹ کیا جاتا رہے گا...... سوم...... یہ کہ اللہ تعالیٰ قبر میں ایک اژدھا اس پر مسلط کرے گا جس کا نام ''الشجاع الافروع'' ہے اس کی آنکھیں آگ کی ہوں گی اور اس کے ناخن لوہے کے اور ہر ناخن کی لمبائی ایک دن کی



مسافت کے برابر ہوگی اور وہ اس سے کہے گا کہ میں ''الشجاع الافرع'' ہوں اور اس کی آواز بجلی کی کڑک کی مانند ہوگی...... وہ کہے گا...... مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے نماز صبح کی ترک پر صبح سے ظہر تک مار لگاؤں...... اور نماز ظہر کے ترک پر ظہر سے عصر تک مار لگاؤں...... اور...... نماز عصر کی اضاعت پر عصر سے مغرب تک...... اور نماز مغرب کی اضاعت پر مغرب سے عشاء تک...... اور...... نماز عشاء کی اضاعت پر عشاء سے صبح تک مار لگاؤں...... اور جب وہ مار لگائے گا تو مردہ زمین میں ستر گز تک دھنس جائے گا...... پھر اژدھا اپنے ناخنوں کو زمین میں داخل کرکے اسے نکالے گا تو اس پر یہ عذاب قیامت تک مسلسل ہوتا رہے گا۔ فنعوذ باللہ من عذاب القبر اور وہ تین قسم کی سزا جو قبر سے اٹھتے وقت ہوگی...... ایک...... یہ کہ اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کا ایک بادل اس کے چہرے کے سامنے مسلط کرے گا...... جو جہنم کی طرف ہنکا کر لے جائے گا...... دوم...... یہ کہ حساب کے وقت اللہ تعالیٰ چشم غضب سے اس کی طرف نظر فرمائے گا اور اس کے چہرے سے گوشت جھڑ جائے گا...... سوم...... یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایسا شدید حساب لے گا جس سے زیادہ اس پر طویل وشدید اور کوئی شدت نہ ہوگی...... اور اللہ تعالیٰ جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دے گا وہ کتنا برا ٹھکانا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا نماز تمہاری میزان ہے...... اور وہی تمہارے وزن کی منتہی ہے...... اگر وزن میں پورے اترے تو تمہاری نجات اور اگر کم ہوئے تو تم پر عذاب ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا...... جس نے فجر کی نماز ۴۰ دن تک جماعت کے ساتھ اس شان سے پڑھی کہ ایک رکعت بھی اس نے فوت نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آتش جہنم سے برات لکھ دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... جس نے نماز فجر جماعت کے ساتھ پڑھی پھر طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مشغول بیٹھا رہا...... تو اللہ تعالیٰ فردوس اعلیٰ میں اس کے لیے محل تیار فرمائے گا...... ایک روایت میں ہے کہ ستر محل تیار ہوں گے اور ہر محل کے سونے اور چاندی کے ستر دروازے ہوں گے۔

سید عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... بلاشبہ نماز کی مثال اس نہر جاری کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے آگے سے بہہ رہی ہو...... اور ...... اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو یہاں تک کہ اس پر میل کا ذرہ تک نہیں رہتا...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی حالت نماز کی ہے کہ نماز گناہوں کے میل کو دھو ڈالتی ہے۔

نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... جس نے پانچوں نمازوں کی اس کے وضو...... اس کے اوقات...... اور...... اس کے رکوع وسجود کے ساتھ مواظبت وہمیشگی کی...... اور...... وہ جانتا ہو کہ نماز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق ہے...... تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو آتش جہنم پر حرام فرمادے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... جس نے نمازوں کی مخالفت کی تو اس کے لیے روز قیامت...... نجات اور نور وبرہان ہوگا...... اور...... جس نے نمازوں کی محافظت نہ کی تو روز قیامت اس کے لیے نہ نجات ہوگی...... اور...... نہ نور وبرہان ہوگا۔

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... مسلمانوں تم میں سے کوئی شخص اپنی پیشانی سے اس مٹی کے اثر کو نہ صاف کرے...... جو نماز میں سجدے سے لگی ہو...... کیونکہ جب تک نماز کے سجدے کا نشان اس کے چہرے اور پیشانی پر رہتا ہے فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ نے فرماتے ہیں...... کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ابھی گنجینہ صدر میں ہی تھی کہ آپ نے فرمایا...... میں تمہیں نماز...... اور...... تمہارے غلاموں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں...... اور...... اس وصیت کی برابر تاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ سلسلہ کلام مبارک منقطع ہوگیا۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا...... جو کوئی قصدا ایک فرض نماز چھوڑے تو اللہ تعالیٰ جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیتا ہے کہ فلاں کا جہنم میں داخلہ لازم ہوگیا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... تم دعا مانگو کہ اللھم لا تدع فلینا شقیا ولا محروما...... اے خدا ہم میں کسی بد بخت وشقی اور محروم کو نہ رہنے دے...... پھر فرمایا...... تم جانتے ہو کہ شقی ومحروم کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا...... یارسول اللہ ہمیں معلوم نہیں۔ فرمایا...... شقی، محروم...... تارک الصلوٰۃ ہے اس لیے کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... بے عذر تارک صلوٰۃ کی نہ توحید قبول ہے...... اور...... نہ امانت...... نہ صدقہ...... نہ روزہ...... اور...... نہ شہادت...... اور...... اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور تمام رسول اس سے بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... بلا عذر نماز کے چھوڑنے والے پر اللہ تعالیٰ نظر نہیں فرماتا...... اور...... نہ اس کا تزکیہ فرماتا ہے...... اس کے لیے دردناک عذاب ہے مگر یہ کہ توبہ کرے...... اور...... اللہ سبحانہ کی طرف رجوع کرے، تو حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا...... میری امت کے دس لوگ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ روز قیامت اظہار ناراضگی فرمائے گا...... اور...... ان کو جہنم کی جانب لے جانے کا حکم دے گا...... اور...... ان کے چہرے بغیر گوشت کے ہڈیوں کا خول ہوگا...... استفسار کیا گیا...... یارسول اللہ یہ کون کون لوگ ہیں......؟ فرمایا...... بوڑھا زانی، گمراہ پیشوا، شراب خور، والدین کا نافرمان، چغلخور کے ساتھ چلنے والا چغل خور، جھوٹی گواہی دینے والا، زکوٰۃ نہ دینے والا، سود خور، ظالم اور تارک نماز...... مگر یہ کہ تارک نماز کے لیے عذاب دوگنا ہوگا...... اور...... قیامت میں اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کی طرف بندھے ہوں گے...... اور...... فرشتے اس کے چہرے...... اس کی پشت...... اور...... اس کی کوکھ میں مارتے ہوئے ہوں گے...... اور جنت اس سے کہے گی...... نہ تو مجھ سے ہے اور نہ میں تجھ سے ہوں...... اور جہنم کہے گا...... میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے...... اور...... تو میری اہل سے ہے...... میرے قریب ہوجا...... تو قسم ہے...... اللہ عزوجل کی یقیناً میں تجھے شدید عذاب دوں گا...... اس وقت اس کے لیے جہنم کا دروازہ مکمل ہوجائے گا...... اور...... وہ تیز رفتار تیر کی مانند اس کے دروازے میں داخل ہوگا...... اور...... اس کے دماغ پر ہتھوڑے مارے جائیں گے...... اور...... جہنم کے اس نچلے درجے میں ہوگا جس میں فرعون، ہامان اور قارون ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... تارک نماز کو زکوٰۃ دینا حلال نہیں...... نہ اسے پناہ دو...... اور...... نہ اسے اپنے پاس بٹھاؤ...... کیونکہ اس پر آسمان سے لعنت اترتی ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے پاس موت آئی...... اور...... وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا...... تو...... والدین کے حسن سلوک نے اس سے سکرات موت کو دور کردیا...... اور...... میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس پر عذاب قبر مسلط کیا گیا ہے...... تو...... اس کا وضو آیا اور اس نے اسے اس سے نجات دلادی...... اور...... میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اسے زبانیہ یعنی دوزخ کے فرشتوں نے پریشان کر رکھا تھا...... تو...... اس وقت ذکر حق سبحانہ وتعالیٰ کے وہ فرشتے آئے جن کا وہ دنیا میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح وذکر کرتا تھا...... انہوں نے ان سے اسے رستگاری دلائی...... اور...... میں نے اپنی امت کا ایک شخص دیکھا کہ عذاب کے فرشتے اسے گھیرے ہوئے تھے...... تو...... اس کی نماز آئی اور اسے چھڑالے گئی......

اور...... میں نے اپنی امت کا ایک شخص دیکھا جس کی زبان پیاس سے باہر نکل پڑ رہی تھی...... جب بھی وہ حوض کی طرف آتا تو ہجوم پانی پہنچنے نہ دیتا...... اس وقت اس کا روزہ اس کے پاس آیا...... اور...... اسے پانی سے سیراب کیا...... اور میں نے اپنی امت کا ایک شخص کھڑا دیکھا...... اور...... انبیاء کرام گرداگرد بیٹھے ہیں...... جب بھی وہ اس حلقہ کے قریب آتا...... تو...... اسے دور کردیتے ہیں...... اس وقت اس کا وہ غسل جو جنابت کے بعد نماز کے لیے کرتا تھا آیا...... اور...... اسے میرے پہلو میں لاکر بٹھادیا...... اور...... میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے آگے بھی تاریکی ہے...... اور اس کے داہنی طرف بھی تاریکی ہے...... اور اس بائیں طرف بھی تاریکی ہے...... اور اس کے اوپر بھی تاریکی ہے...... اور اس کے نیچے بھی تاریکی ہے...... اس وقت اس کا حج آیا...... اور اسے ان تاریکیوں سے نکال کر نور میں داخل کردیا...... اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں سے بات کرتا ہے مگر مسلمان اس سے بات نہیں کرتے...... اس وقت اس کا صلہ رحمی آیا اور کہا کہ اے مسلمانو......! اس سے بات کرو...... کیونکہ یہ صلہ رحمی کرتا تھا...... پھر مسلمان اس سے بات کریں گے...... اور اس سے مصافحہ کریں گے...... اور میں نے اپنی امت کا ایک شخص دیکھا کہ وہ آتش جہنم اور...... اس کی گرمی وشراروں کو اپنے منہ سے ہٹاتا ہے اس وقت اس کا صدقہ آیا...... اور اس کے چہرے پر پردہ بنکر اس کے سر پر سایہ فگن ہوگیا...... اور آتش جہنم سے اسے محفوظ کردیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام "الملم" ہے اس میں سانپ ہیں...... ہر سانپ اونٹ کی گردن کی مانند ہے اور اس کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے...... اس وادی میں تارک صلوٰۃ کو ڈستا ہے...... جس سے اس کا زہر اس کے جسم پر ستر سال تک جوش مارتا ہے...... اور جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام "جب الحزن" ہے اس میں بچھو ہیں...... ہر بچھو سیاہ خچر کی مانند ہے اس کے ستر ڈنک ہیں اور ہر ڈنک میں زہر کی تھیلی ہے...... وہ تارک صلوٰۃ کو ایک مرتبہ ڈنک مارتا ہے تو اس کا زہر اس کے سارے جسم میں سرایت کرجاتا ہے اور...... اس کے زہر کی گرمی ایک ہزار سال تک رہتی ہے اس کے بعد اس کی ہڈیوں سے گوشت جھڑتا ہے...... اور اسکی شرمگاہ سے پیپ بہنے لگتی ہے...... اور تمام جہنمی اس پر لعنت بھیجتے ہیں (نعوذ باللہ من النار) تو اے ضعیف و ناتواں بندے......! جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تجھ پر توبہ لازم ہے...... اور جان لو کہ حق تعالیٰ کی رضا بلاشبہ واضح و روشن ہے۔

☆☆☆☆

شراب نوشی پر سخت سزائیں

اے ناتواں مسلمانوں اس لعنت سے جلد از جلد چھٹکارہ حاصل کرلو

تحریر: مفتی محمد امین فیصل آبادی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے..... آپ نے فرمایا..... کہ اللہ تعالیٰ شراب پر اور..... اس کے بیچنے والے..... اور اس کے پینے والے..... اور اس کے خریدنے والے پر لعنت بھیجتا ہے..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا..... روز قیامت شراب پینے والے کو سیاہ منہ ..... دھنسی آنکھیں اور ..... اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکی ہوئی حالت کے ساتھ لایا جائے گا..... اور خون کی مانند اس کے منہ سے لعاب بہتا ہوگا..... اور روز قیامت تمام لوگ اسے پہچان لیں گے..... لہٰذا نہ اسے سلام کرو..... اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت و مزاج پرسی نہ کرو..... اور جب مرجائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو..... کیونکہ وہ اللہ سبحانہ کے نزدیک بت پرست کی مانند ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا..... کہ ہر نشہ والی چیز خمر یعنی شراب ہے..... اور ہر شراب حرام ہے..... تو جو دنیا میں شراب پیئے گا..... اللہ تعالیٰ روز آخرت جنت میں جنتی شراب اس پر حرام فرمادے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصیتوں کو جنتی خوشبو نہ پہنچے گی..... حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے سونگھی جاتی ہے..... ایک عادی شراب خور ..... دوسرا والدین کا نافرمان..... تیسرا زنا کار..... اگر وہ توبہ نہ کرے



مسجد اقصیٰ کا دلفریب منظر امت مسلمہ کو پکار رہا ہے (ضرب اسلام فوٹو سروس)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... شرابی اپنی قبر سے مردار کی سڑاند کے ساتھ اٹھے گا..... صراحی اس کی گردن میں لٹکی ہوگی..... اور جام اس کے ہاتھ میں ہوگا..... اور اس کے جسم میں سانپ اور بچھو بھرے ہوں گے..... اسے آتش دوزخ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی..... جس سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا..... اور اس کی قبر جہنم کا ایک گڑھا ہے جو فرعون و ہامان کے قریب ہے۔

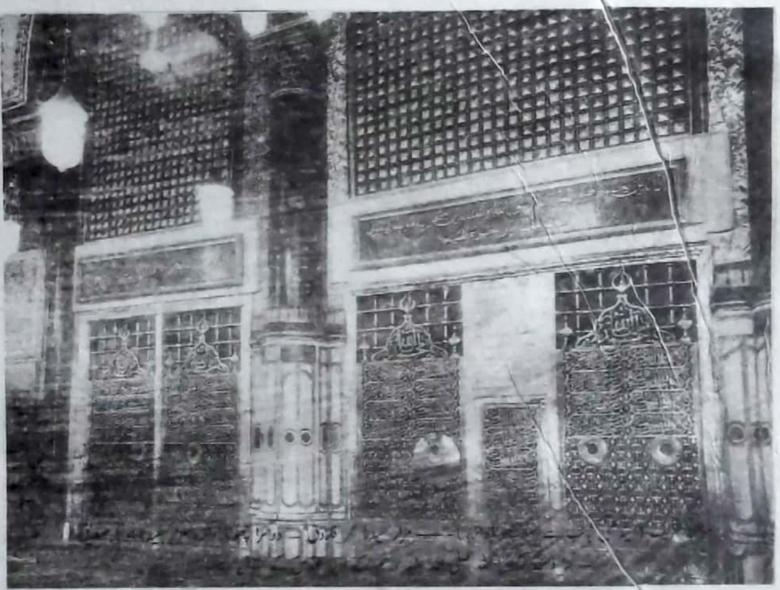
بروایت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا..... جس نے شراب خور کو ایک لقمہ کھلایا..... اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر سانپ اور بچھو مسلط کرے گا..... اور جس نے اس کی کوئی حاجت پوری کی بلاشبہ اس نے اسلام کو گرانے میں اعانت کی اور..... جس نے اسے قرض دیا بلاشبہ اس نے مسلمان کے قتل کرنے میں مدد کی اور..... جس نے اسے اپنے پاس بٹھایا اللہ تعالیٰ اسے ایسا اندھا اٹھائے جس کی کوئی دلیل نہ ہوگی اور..... جو شراب خوری کرے اس کا نکاح نہ کرو ..... اور اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی مزاج پرسی کبھی نہ کرو..... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے حقیقت یہ ہے کہ کوئی شراب نہیں پیتا مگر یہ کہ وہ توریت، انجیل، زبور، قرآن اور حق تعالیٰ کے نبیوں پر نازل کردہ تمام کتابوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور..... وشراب کو حلال جانتا ہے وہ مجھ سے بیزاری کرتا ہے اور..... میں اس سے بیزاری کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے عزت وجلال کی قسم کیساتھ فرماتا ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی وہ روز قیامت شدید پیاس میں مبتلا ہوگا..... اور اس کا دل پھنکتا ہوگا اور..... وہ اپنی زبان اپنی سینہ پر نکالے ہوگا اور..... جس نے میری خوشنودی کی وجہ سے اسے ترک کیا میں اسے روز قیامت کے مقدس دن میں اپنے عرش کے نیچے جنت کی شراب پلاؤں گا۔

جس نے شراب خور کو ایک لقمہ کھلایا..... اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر سانپ اور بچھو مسلط کرے گا..... اور جس نے اس کی کوئی حاجت پوری کی بلاشبہ اس نے اسلام کو گرانے میں اعانت کی اور..... جس نے اسے قرض دیا بلاشبہ اس نے مسلمان کے قتل کرنے میں مدد کی اور..... جس نے اسے اپنے پاس بٹھایا اللہ تعالیٰ اسے ایسا اندھا اٹھائے جس کی کوئی دلیل نہ ہوگی اور..... جو شراب خوری کرے اس کا نکاح نہ کرو..... اور اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی مزاج پرسی کبھی نہ کرو..... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے حقیقت یہ ہے کہ کوئی شراب نہیں پیتا مگر یہ کہ وہ توریت، انجیل، زبور، قرآن اور حق تعالیٰ کے نبیوں پر نازل کردہ تمام کتابوں کے ساتھ کفر کرتا ہے

خبر دار کوئی امیر دستر خوان پر نہ آنے پائے

امام احمد رضاؒ کی زندگی کے انتہائی خوبصورت شب و روز کالم نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے قلم سے

تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غریبوں سے کتنا پیار تھا۔ اللہ اللہ! سارے عالم کے غریبوں کو گلے سے لگا لیا اور غریبوں کی زندگی اپنالی...... اب غریب سے غریب انسان یہ نہیں کہہ سکتا، آپ کے گھر میں تو سب کچھ ہے، میرے گھر میں کچھ نہیں......" اللہ اکبر! سب کے گھر بھرے ہوئے ہیں، آپ کا گھر خالی ہے۔ سب کے گھروں میں دنیا کی نعمتیں



ہیں، مگر آپ نعمتیں بانٹ رہے ہیں...... نعمتیں لٹا رہے ہیں...... صلائے عام ہے۔ سب دوڑے چلے آ رہے ہیں...... جھولیاں بھر بھر کے لیے جا رہے ہیں۔

دنیا میں امیروں اور کھاتے پیتوں کی پوچھ ہے...... غریبوں اور مسکینوں کو کون پوچھتا...... مگر آپ کے دربار میں غریبوں کی پوچھ ہے...... مسکینوں کی رسائی ہے...... جن کو ساری دنیا نے دھتکارا اور دھتکار رہی ہے، وہ اس دربار میں نظر آئیں گے...... اللہ اکبر! بجھے بجھے چہرے نظر آ رہے ہیں اور چمکتے دمکتے جا رہے ہیں...... ہاں! اس دربار میں غریبوں کی بڑی رسائی ہے...... وہ غریب......

O...... جن کے وسیلوں سے امیروں کو نعمتیں ملتی ہیں۔

O...... جن کی آہیں عرش معلیٰ تک جا پہنچتی ہیں۔

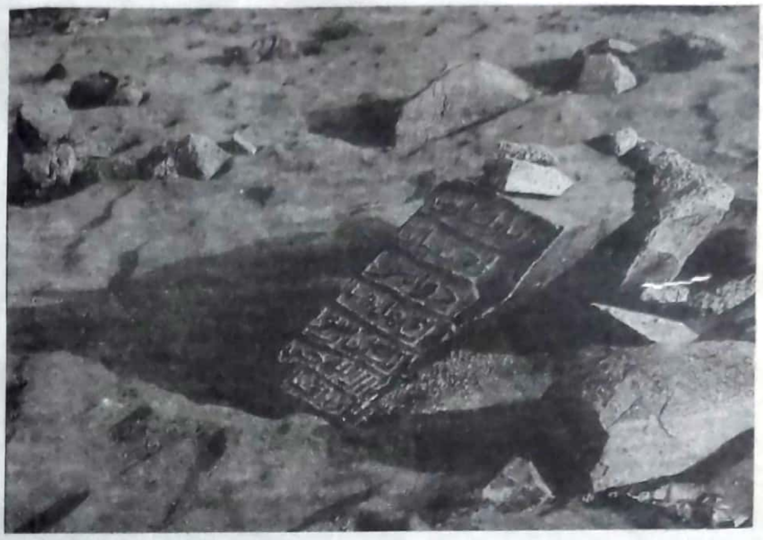
O...... جن کے آنسو سیلاب بن کر اُمنڈ پڑتے ہیں۔

ہاں یہ غریب بہت عظیم ہیں...... ہاں یہ غریب بہت بلند ہیں...... ذرا سا احسان کیجئے، جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، بلکہ جان دے دیتے ہیں...... فقیر کی زندگی میں چند ایسے واقعات گزر چکے ہیں...... آپ بھی سنیئے اور غریبوں کے کردار کی بلندیاں دیکھئے...... کوئٹہ (بلوچستان) میں قیام کے دوران (۷۰۔۱۹۶۶ء) تپ دق کا مارا اک مسکین بلوچ گرتا پڑتا سڑک پر جا رہا تھا، ترس آیا، تپ دق کے ہسپتال میں داخل کرایا، دیکھ بھال کرتا رہا۔ ہسپتال میں ایک روز اس نے روتے ہوئے کہا تھا۔ "صاحب! آپ جہاں جائے گا، ہم آپ کے ساتھ جائے گا"...... ابھی وہ ہسپتال تھا کہ فقیر کا تبادلہ سندھ ہو گیا...... جب وہ توانا و تندرست ہو کر ہسپتال سے واپس آیا، فقیر کے بارے میں دریافت کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ فقیر بلوچستان سے سندھ چلا آیا، تو اس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی، جانبر نہ ہو سکا، چند دنوں میں دار فانی سے کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جب سندھ میں سرحد ہند کے قریب ضلع تھرپارکر کے شہر مٹھی میں تبادلہ ہوا، تو وہاں ایک سندھی باورچی کو اتنی محبت ہو گئی کہ تین سال بعد (۸۰۔۱۹۷۷ء) جب وہاں سے تبادلہ ہوا، اُس نے خبر سنی...... تھوڑی دیر بخار چڑھ گیا۔ چار پانچ روز کے اندر اندر مرض اتنا بڑھ گیا کہ جان پر بن گئی اور دیکھتے دیکھتے وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر اس کی نماز جنازہ پڑھ کر آیا۔ اس مرحوم کا نام محمد کمال تھا اور اس مرحوم کا نام محمد شفیع۔ اللہ اکبر! ان مسکینوں کے دل محبت سے معمور ہیں، کوئی محبت کر کے تو دیکھے...... محبت کی قربان گاہ میں یہ جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ہزار ہزار رحمتیں ہوں ان جان دینے والوں پر جو محبت و الفت کے چراغ روشن کر گئے اور اپنی جاں نثاری اور فدا کاری کے انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔

غریبوں کا حال ہمیں کیا معلوم......؟ کسی نے اُن کے گھر کی خبر نہ لی۔ کسی نے نہ پوچھا تمہیں دو وقت کا کھانا بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں...... فقیر نے ایک سرکاری ملازم کو دیکھا، ایک ہاتھ میں روٹی، دوسرے میں پانی...... نوالہ کھاتا جاتا پانی کا گھونٹ پیتا جاتا۔ پیٹ بھر گیا، خدا کا شکر ادا کیا۔ اُن کی تنگ دستی کا یہ عالم ہے کہ موسمی پھل بھی ان کو نصیب نہیں، بس دیکھ دیکھ کر جیا کرتے ہیں...... اک بچہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا، "مجھے تو آم اچھے لگتے ہیں ابو آم لے کر کیوں نہیں آتے۔؟" غم کی ماری ماں کیا جواب دے، حسرت و یاس کی تصویر بنی، بچہ کا منہ تکتی رہ گئی...... نان شبینہ کا محتاج اپنے بچوں کے لئے من بھاتی چیزیں کہاں سے لائے؟...... اور اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا شہر خموشاں کس کو دکھائے؟ ...... بچہ کے سوال نے خرمن صبر و قرار کو خاکستر کر کے رکھ دیا...... کہاں سے لائے؟...... کہاں سے کھلائے؟ خود کھلا

نہیں سکتی، کوئی کھلاتا نہیں' بے بسی ہی بے بسی ہے......!

اے مسکینو! اے غریبو! دیکھو دیکھو! ان بچوں کے لئے امام احمد رضا کے آغوش کُھلے ہیں...... اپنے محروم بچوں کو یہاں لے کر آؤ...... وہ بچوں کو اُن کی من بھاتی چیزیں کھلا رہے ہیں...... ہاں اُن کے آقا و مولیٰ بھی تو بچوں سے پیار کرتے تھے۔ وہ اپنے دارالعلوم منظر اسلام کے طلبہ پر بڑے شفیق و کریم تھے...... خوشیوں کے موقعوں پر عید، عید کے دنوں میں اُن کے لئے نئے نئے کپڑے بنواتے اور قسم قسم کے کھانے پکوا کر کھلاتے تھے...... عرب طلبہ کے لئے عربی کھانا، رُوسی طلبہ کے لیے رُوسی کھانا، بنگالی طلبہ کے لئے بنگالی کھانا، بہاری طلبہ کے لیے بہاری کھانا، سرحدی طلبہ کے لیے سرحدی کھانا، سندھی طلبہ کے لئے سندھی کھانا، پنجابی طلبہ کے لیے پنجابی کھانا۔ الغرض جس طالب علم کو جو کھانا مرغوب ہوتا، وہ پکوا کر اُس کو کھلاتے اور کھلا کھلا کر خوش ہوتے۔ انگریزی مدارس و جامعات میں ہم نے طلبہ کو اپنا حریف سمجھ لیا ہے، وہ ہمارے فرزند دلبند ہیں، مگر اُن کو اپنی محبت وشفقت سے ہم نے محروم کر دیا...... افسوس ہم نے یہ کیا کیا!...... امام احمد رضا نے ہم کو وہ سبق سکھایا، جو آفت زدہ معاشرے کی کایا پلٹ سکتا ہے...... امام احمد رضا کی محبت و شفقت کا کیا ذکر کیا جائے، زندگی بھر غریبوں اور مسکینوں کو گلے لگایا اور جب وہ دنیا سے جانے لگے تو اس کٹھن گھڑی میں اُن کو نہ بُھلایا...... وصال سے دو روز قبل فرمایا...... آج کیا دن ہے؟...... عرض کیا گیا...... آج بدھ ہے...... فرمایا، جمعہ پرسوں ہے......؟ یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے...... گھڑیاں گزرتی گئیں...... سُورج غروب ہوتا رہا، سُورج طلوع ہوتا رہا...... ہاں آج جمعہ ہے...... آج وصال کا دن ہے...... ارشاد ہو رہا ہے...... ''پچھلے جمعہ گری پر جانا ہوا، آج چار پائی پر جانا ہوگا''...... ہاں زندگی کا آخری



جمعہ بھی باجماعت ادا کیا...... سفر آخرت کی تیاریاں شروع ہو گئیں...... جائداد کے متعلق وقف نامہ مکمل کرایا، اور آمدنی کا چوتھائی نیک کاموں کے لئے وقف کر دیا کہ شریعت کے مطابق جانے والے کو اپنے مال میں اتنا ہی تصرف کرنا چاہئے...... واللہ باللہ! یہ قید نہ ہوتی تو سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیتے......

موت آنی ہے، آئے گی، مگر جب معلوم ہو جائے کہ آنے والی آ گئی تو جان پر بن جاتی ہے...... ہوش اڑنے لگتے ہیں...... اوسان خطا ہونے لگتے ہیں...... آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ جاتا ہے...... انسان اس طرح ہاتھ پیر مارتا ہے، جیسے وہ ڈوب رہا ہو...... مگر وہ بھی ہیں، جو خوشی خوشی آتے ہیں اور خُوشی خوشی جاتے ہیں...... عین اضطراب میں ان کی طمانیت کا عالم نہ پوچھیے...... اللہ اکبر!

قدسیوں کو بھی رشک اس نیت خاطر پہ ہے

کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

اللہ اللہ، وہ آنے والی گھڑی آ گئی...... بس دو ڈھائی گھنٹے کی بات ہے...... وصیت نامہ لکھوایا جا رہا ہے...... اس میں قوم کے لیے کچھ وصیتیں ہیں، اہل خانہ کے لیے کچھ نصیحتیں ہیں' غریبوں کے لئے کچھ ہدایتیں ہیں...... ہاں غریبوں کے لیے...... جن کو سب بھول جاتے ہیں، مگر امام احمد رضا بستر مرگ پر بھی ان کو نہ بھولے۔ ذرا غور تو کریں...... ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں...... جس کے خاندان نے شاہانہ آن بان کے ساتھ زندگی بسر کی ہو، آج اس کے گھر میں غریبوں کے لیے شاہانہ دستر خوان بچھایا جا رہا ہے...... آیئے وصیت کو ایک نظر دیکھئے......

''فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر...... غرض کوئی بات سنت کے خلاف نہ ہو۔''

اے پاسدار سنت تجھ پر لاکھوں سلام: ...... ذرا غور فرمائیں اور بار بار غور فرمائیں...... کیسی پیاری پیاری ہدایتیں فرما رہے ہیں۔

O...... فاتحہ کے کھانے میں سے امیروں کو کچھ نہ دیا جائے۔

O...... صرف فقیروں اور غریبوں کو دیا جائے۔

O...... وہ بھی عزت واحترام کے ساتھ، خاطر داری کے ساتھ۔

O...... غریبوں، مسکینوں کو گھر کیا' جھڑکیاں دے کر نہ کھلایا جائے۔

O...... کوئی بات سنت کے خلاف نہ ہو۔

ہمارے ہاں بڑے بڑے شہروں میں میت کے کھانے

غریبوں کا حال ہمیں کیا معلوم......؟ کسی نے اُن کے گھر کی خبر نہ لی۔ کسی نے نہ پوچھا تمہیں دو وقت کا کھانا بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں...... فقیر نے ایک سرکاری ملازم کو دیکھا، ایک ہاتھ میں روٹی، دوسرے میں پانی...... نوالہ کھاتا جاتا پانی کا گھونٹ پیتا جاتا۔ پیٹ بھر گیا، خدا کا شکر ادا کیا۔ اُن کی تنگ دستی کا یہ عالم ہے کہ موسمی پھل بھی ان کو نصیب نہیں، بس دیکھ دیکھ کر جیا کرتے ہیں...... اک بچہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا، ''مجھے تو آم اچھے لگتے ہیں' ابو آم لے کر کیوں نہیں آتے۔؟'' غم کی ماری ماں کیا جواب دے، حسرت ویاس کی تصویر بنی، بچہ کا منہ تکتی رہ گئی......

سے غریب اور مسکین ہی مجروح رہتے ہیں، کھاتے پیتے لوگ سب کھا جاتے ہیں، بلکہ بلائے جاتے ہیں...... امام احمد رضا نے اس بری رسم کی بیخ کنی فرمائی اور اپنی وصیت سے ایک مردہ سنت کو زندہ کیا جس نے غریبوں کے حقوق کو پامال کر رکھا تھا...... شاید اس لیے پاک و ہند اور عالم اسلام کے علماء کرام نے آپ کو "مجدد" تسلیم کیا ہے......

امام احمد رضا نے غریبوں کا حق غریبوں کو دلوایا اور سخت ہدایت فرمائی کہ اس میں سے امیروں کو کچھ نہ دیا جائے...... پھر فقیروں اور مسکینوں کو دینے والے دیا ہی کرتے ہیں، مگر امام احمد رضا جس باوقار انداز سے دلوانا چاہتے ہیں، اس انداز سے تو دینے والے نہیں دیتے...... امام احمد رضا کے زمانے میں شریف گھرانوں میں فرش وفروش کا رواج تھا، صاف ستھرے فرش بچھائے جاتے، ان پر قالین سجائے جاتے، گاؤ تکیے رکھے جاتے۔ مگر ان فرش وفروش تک کسی غریب اور مسکین کی رسائی نہ ہوتی، ان کو دور ہی رکھا جاتا، معمولی فرش پر بٹھا کر کھلا دیا جاتا اور دروازے پردے دلا کر فارغ کر دیا جاتا۔ غریبوں کا کوئی خاص اعزاز واکرام نہ ہوتا...... سارے اعزاز واکرام امیروں اور افسروں کے لیے مخصوص تھے...... امام احمد رضا کی آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا...... اُن کے دل میں غریبوں کا درد تھا، غریبوں کے لئے محبت تھی، غریبوں کے لیے عزت تھی، اس لیے وصیت فرمائی کہ جب غریبوں اور مسکینوں کو کھلاؤ تو دیکھنا جھڑک کر نہ کھلانا، عزت واحترام سے کھلانا، اس طرح جس طرح امیروں اور وزیروں کو کھلایا کرتے ہیں...... ان کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا کہ یہ آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُلارے ہیں۔

ذرا غور فرمائیں امام احمد رضا کیا چاہتے ہیں؟ ...... کمرے میں صاف سُتھرا فرش بچھا ہو، اس پر پاک صاف دسترخوان بچھا ہو...... غریبوں اور مسکینوں کو محبت وخلوص سے خوش آمدید کہا جا رہا ہو...... ایک ایک کی مزاج پرسی کی جا رہی ہو اور بٹھایا جا رہا ہو...... پھر اس دسترخوان پر غریبوں کے لیے وہ وہ نعمتیں سجائی جا رہی ہوں، جو اُن کے کام ودہن تک نہ پہنچی ہو، وہم وخیال میں آ کر رہ گئی ہوں...... امام احمد رضا نے غریبوں کے لیے جو دسترخوان بچھایا ہے ذرا اس کا نظارہ

> امام احمد رضا نے غریبوں کے لیے جو دسترخوان بچھایا ہے ذرا اس کا نظارہ تو کریں...... اللہ اللہ! کیسی کیسی نعمتیں دکھائی دے رہی ہیں...... کسی نے اپنے دسترخوان پر غریبوں کے لئے یہ نعمتیں نہ رکھی ہوں گی اور پھر اس تاکید کے ساتھ خبردار! کوئی امیر اس دسترخوان پر نہ آنے پائے...... دنیا نے تو یہ دیکھا ہے کہ یہ نعمتیں امیروں کے دسترخوان پر بچی ہوتی ہیں اور غریب ٹکر ٹکر دیکھتے ہیں...... کچھ بچا تو مل گیا ورنہ صبر وشکر کیا...... مگر چشم عالم نے یہ نظارا نہیں دیکھا کہ غریبوں کے لیے امیرانہ اور شاہانہ دسترخوان سجایا گیا ہو......

تو کریں...... اللہ اللہ! کیسی کیسی نعمتیں دکھائی دے رہی ہیں...... کسی نے اپنے دسترخوان پر غریبوں کے لئے یہ نعمتیں نہ رکھی ہوں گی اور پھر اس تاکید کے ساتھ خبردار! کوئی امیر اس دسترخوان پر نہ آنے پائے...... دنیا نے تو یہ دیکھا ہے کہ یہ نعمتیں امیروں کے دسترخوان پر بچی ہوتی ہیں اور غریب ٹکر ٹکر دیکھتے ہیں...... کچھ بچا تو مل گیا ورنہ صبر وشکر کیا...... مگر چشم عالم نے یہ نظارا نہیں دیکھا کہ غریبوں کے لیے امیرانہ اور شاہانہ دسترخوان سجایا گیا ہو...... اگر نہیں دیکھا تو آیئے! یہ دسترخوان دیکھئے جو امام احمد رضا نے غریبوں اور صرف غریبوں کے لیے سجایا ہے...... اللہ اکبر! کیسی کیسی نعمتیں بجی ہیں...... ذرا دیکھتے تو سہی......

- دودھ کا برف خانہ ساز
- مرغی بریانی
- بکری کا شامی کباب
- پراٹھے اور بالائی
- فیرینی
- سوڈے کی بوتل
- گوشت بھری کچوری
- سیب کا پانی
- انار کا پانی
- دودھ کا برف
- اُرد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم

ہاں امام احمد رضا نے غریبوں کے لئے دسترخوان سجایا ہے...... غریب جمع ہیں...... مزے لے لے کر کھا رہے ہیں، جان ودل سے دعائیں دے رہے اور بزبان بے زبانی کہہ رہے ہیں......

○...... اے احمد رضا! تو نے ہم غریبوں کو کیسی عزت افزائی فرمائی...... آخرت میں تجھے خدا بھی ایسی عزت عطا فرمائے......!

○...... اے احمد رضا! تو نے ہم غریبوں کو کیسے مزے مزے کے کھانے کھلائے، خدا تجھ کو بھی جنت میں مزے مزے کے کھانے کھلائے!

○...... اے احمد رضا! تو نے ہم غریبوں کو کیسی محبت سے شفقت سے سینے سے لگایا، کل قیامت کے دن تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے اپنے سینے سے لگائیں!

امام احمد رضا نے غریبوں کے کھانے کی فہرست برف سے شروع کی اور برف ہی پر ختم کی...... عرض کیا گیا، برف تو پہلے لکھوایا جا چکا ہے...... فرمایا، لکھ لکھ۔ "میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا"...... خدا کی شان جب آپ کا جسم نازنین قبر میں اتارا جا رہا تھا، ایک عقیدت مند برف کا خانہ ساز لے کر حاضر ہوئے، جو اُسی وقت غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا...... امام احمد رضا کی روح کو قرار آ گیا...... اللہ اکبر! دنیا سے پردہ فرماتے فرماتے بھی غریبوں کی برف سے ضیافت فرمائی۔

اے غریبوں کے غمخوار تیزی تجلیوں سے روشن رہے...... اس وقت عجیب اتفاق ہوا...... بجلی گئی ہوئی تھی...... موم بتی کی روشنی میں لکھ رہا تھا...... جب قلم نے روشن لکھا تو بجلی آ گئی، ہر طرف روشنی پھیل گی...... شاید یہ ایک غیبی اشارہ ہے...... ہاں، امام احمد رضا کی قبر روشن ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک روشن رہے گی۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

وصال سے ۲ گھنٹے ۱۷ منٹ قبل غریبوں کے لیے کھانے کی فہرست لکھوائی جو اوپر گزری، فہرست لکھوانے سے قبل اور پھر بعد میں جو کچھ لکھوایا، وہ قابل توجہ ہے...... آپ نے لکھوایا۔

"اعزاء سے بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیں۔"

پھر جب کھانوں کی فہرست لکھوا چکے تو لکھوایا......

"اگر روزانہ ایک چیز نہ ہو سکے" یوں کر دیا جیسے مناسب جانو...... مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ

ہوئے

وصیت نامے کے ان الفاظ سے امام احمد رضا کی قلبی کیفیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے...... ایک طرف تو دل کا تقاضا کہ غریبوں کو خوب کھلائے...... دوسری طرف یہ خدشہ نہ معلوم کھلانے والے یہ چیزیں دل سے کھلائیں گے بھی یا نہیں کہ غریبوں کے لیے تو یہ چیزیں مہیا نہیں کی جاتیں...... پھر یہ اندیشہ کہ اگر کھلائیں تو اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھا کر بھی کھلائیں گے یا نہیں...... غریبوں کے لئے وہ دل کہاں سے لائیں گے جو امام احمد رضا کے سینے میں ہے؟ دل کی بات لکھوا رہے ہیں، مگر رک رک کر، ٹھہر ٹھہر کر...... پورا ہفتہ نہ سہی، ہفتہ میں دو تین بار سہی...... سب نعمتیں نہ سہی، روزانہ ایک دو سہی...... پھر خیال آیا کہیں یہ ایک دو بھی اس لیے نہ کھلائی جائیں کہ احمد رضا نے وصیت کی ہے...... اس لیے صاف صاف لکھ دیا کہ جو کھلائے، دل سے کھلائے مجبور ہو کر نہ کھلائے...... دربارِ الٰہی میں تو اخلاص عمل کی پوچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ نہیں......

دنیا کو یہ اچھا نہیں لگتا کہ غریبوں اور مسکینوں کو منہ لگایا جائے، عزت سے بٹھایا جائے، ان کی خاطر داری کی جائے، ان کو قسم قسم کے لذیذ کھانے کھلائے جائیں...... جو لوگ بصیرت سے محروم تھے...... جن کے ذہن میں امارت کی بو بسی ہوئی تھی۔ جن کے دماغ میں نخوت و غرور کا سودا تھا، جو غریب پروری اور غمخواری کے معنی سے نابلد تھے...... وہ امام احمد رضا کا منہ تکنے لگے...... دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے...... مذاق اڑانے لگے، قہقہے لگانے لگے کہ یہ انسان ہے یا کوئی دیوانہ، جو بستر مرگ پر لیٹا غریبوں کو یاد کر رہا ہے...... غریبوں، مسکینوں کے لیے اس اہتمام کی وصیت کر رہا ہے...... ہاں اہل علم کا فکر و خیال کا اس پستی میں چلا جانا ایک قومی المیہ ہے جس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے، ہاں

سن اے غارت گر جنس وفا سن
شکست شیشۂ دل کی صدا کیا؟

ان کے شعور نے امام احمد رضا کے درد دل کی کسک محسوس نہ کی...... ان کے احساس نے مسکینوں کے لیے امام احمد رضا کی روح کی تڑپ محسوس نہ کی...... تو پھر وہ امام احمد رضا کی دل کی گہرائیوں تک کس طرح پہنچتے...... غریبوں اور مسکینوں کے لیے امام احمد رضا کے اضطراب و بے چینی کو کس طرح سمجھتے! انہوں نے کچھ نہ سمجھا،...... کاش وہ سینے میں دل رکھتے!...... کاش وہ دل میں درد رکھتے!......

جب امام احمد رضا وصیت لکھوا چکے تو خود دستخط فرمائے اور ساتھ یہ ہی الفاظ بھی تحریر فرمائے:......

بقلم خود بحالت صحت حواس واللہ شہید ولہ الحمد وصلی اللہ علیہ تعالیٰ وبارک وسلم

وصل کی گھڑی قریب آ رہی ہے...... عزیزوں پر کیا بیت رہی ہوگی...... احباب پر کیا گزر رہی ہوگی...... عقیدت مندوں کا کیا حال ہوگا؟...... یہ شعر ہر دل کی آواز بن گیا ہوگا۔

یوں نہ پردہ کرو خدا کے لیے
دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

......اللہ اکبر! وصال تک تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے۔ کیا اس شان سے جاتا کسی نے دیکھا ہے؟...... جب ۲ بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے۔ وقت پوچھا...... عرض کر دیا گیا...... فرمایا: ''گھڑی کھلی ہوئی سامنے رکھ دو''...... اللہ اللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیوب نے وقت بتا دیا تھا، بیشک اس کی عطا سے وہ علم بھی مل جاتا ہے، جس کو اس نے صرف اور صرف اپنے خزانے میں محفوظ رکھا ہے...... بڑے صاحبزادے مولانا محمد حامد رضا خاں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے...... فرمایا، ''وضو کر آؤ، قرآن عظیم لاؤ''...... ابھی وہ نہ آئے تھے کہ چھوٹے صاحبزادے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان حاضر ہوئے...... فرمایا، بیٹھے کیا کر رہے ہو، سورۃ یٰسین شریف اور سورہ رعد شریف تلاوت کرو...... تلاوت ہو رہی ہے، آفتاب شریعت غروب ہو رہا ہے...... بس چند منٹ باقی ہیں...... سفر کی دعائیں پڑھ رہے ہیں اور بار بار پڑھ رہے ہیں آج سفر پر جانا ہے کہ پھر واپس نہیں آنا...... اچانک کلمہ طیبہ پڑھا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ...... آن کی آن میں دم سینے پر آ گیا...... جب سینے سے باہر نکلا، تو چہرے پر ایک نور چمکا اور روشنی پھیل گئی...... انا للہ وانا الیہ راجعون...... آج جمعہ ہے اور ٹھیک نماز جمعہ کا وقت...... صفر کی ۲۵ تاریخ ہے اور ۱۳۴۰ھ...... اکتوبر کی ۲۸ تاریخ اور ۱۹۲۱ء......

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل خوب ندیدم و بہار آخر شد

وہ اس طرح چلے گئے، جس طرح گلشن سے بوئے گل چلی جاتی ہے...... خود فرمایا، اور خوب فرمایا......

''جنہیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں، شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔''

بے شک ایسے گئے کہ جانا معلوم ہی نہ ہوا...... ہاں!

دل تو جاتا ہے اس کے کوچہ میں
جا، میری جاں ، جا خدا حافظ

اے احمد رضا!...... اے غریبوں کے غمخوار اے مسکینوں کے دلدار...... اے مظلوموں کے دادرس...... اے بیکسوں کے فریادرس، تجھ پر ہزار بار سلام...... ہاں روح انسانیت تجھ کو سلام کرتی ہے...... دل دردمند تجھ کو سلام کرتا ہے...... دیدہ بینا تجھ کو سلام کرتا ہے...... چشم اشکبار تجھ کو سلام کرتی ہے...... جان بیتاب تجھ کو سلام کرتی ہے...... روح مضطر تجھ کو سلام کرتی ہے...... مظلوموں کی آہیں تجھ کو سلام کرتی ہیں...... غریبوں کی فریادیں تجھ کو سلام کرتی ہیں ماہ تاباں تجھ کو سلام کرتا ہے...... سفید و سیاہ تجھ کو سلام کرتے ہیں...... فکر و شعور تجھ کو سلام کرتے ہیں...... ہاں:۔

- ......تو عاشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے
- ......تو دلدار مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے
- ......تو محبوب مرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہے
- ......تو نائب غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے......

تجھ پر سلام ...... ہزار بار سلام

تلاوت ہو رہی ہے، آفتاب شریعت غروب ہو رہا ہے...... بس چند منٹ باقی ہیں...... سفر کی دعائیں پڑھ رہے ہیں اور بار بار پڑھ رہے ہیں آج سفر پر جانا ہے کہ پھر واپس نہیں آنا...... اچانک کلمہ طیبہ پڑھا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ...... آن کی آن میں دم سینے پر آ گیا...... جب سینے سے باہر نکلا، تو چہرے پر ایک نور چمکا اور روشنی پھیل گئی...... انا للہ وانا الیہ راجعون...... آج جمعہ ہے اور ٹھیک نماز جمعہ کا وقت...... صفر کی ۲۵ تاریخ ہے اور ۱۳۴۰ھ...... اکتوبر کی ۲۸ تاریخ اور ۱۹۲۱ھ......

درویشِ وقت حضرت حاجی روشن دین رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف حاجی جی سرکار)

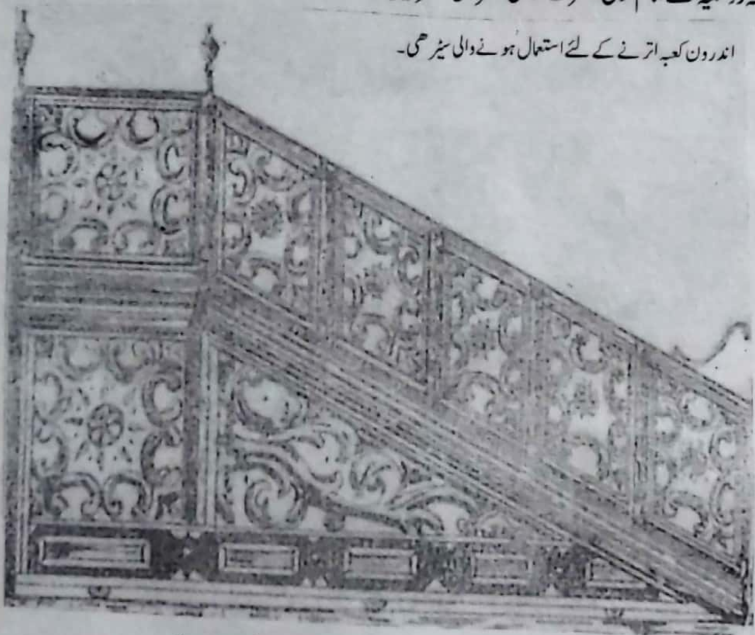
تحریر و تحقیق (مرزا محمد سلیم قادری مجددی) بانی چیئرمین جماعت غرباء اہلسنت پاکستان

اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اپنے پاک کلام قرآن حکیم میں اپنے اولیاء کے بارے میں فرمایا "میرے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم ہے اور وہ میرے دوست ہیں" حدیث پاک میں حضور اقدس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس طرح بنی اسرائیل میں نبی آئے ہیں میری امت سے اس سے زیادہ ولی آئے ہیں اور بنی اسرائیل کے ساتھ قیامت میں اتنے امتی نہیں ہوں گے جو میرے ادنیٰ سے ادنیٰ ولی کامل کے مُریدہوں گے تبلیغ اسلام کا فریضہ جو کہ صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین مکرم ائمہ اربعہ سے منتقل ہوکر اولیائے سلاسل طریقت کے حصہ میں آیا جنہوں نے اپنے عمل و کردار انسانیت کی بھلائی اور فلاح و بہبود اور غربا انسانیت کا درس دے کر اسلام کو فروغ دیا اور تا قیامت دیتے رہیں گے اور کرہ ارض میں امن وسلامتی بزرگان دین کا صدقہ اپنی خوشبو بکھیرتی رہیں گی۔

گل دستہ طریقت میں سلسہ عالیہ قادریہ کو سلاسل طریقت کے سردار سلسہ کا درجہ حاصل ہے سلسلہ قادریہ مقدسہ کے امام اول پیران پیر روشن ضمیر محبوب سبحانی، شہباز ارمکان، قندیل نورانی غوث الاعظم حضرت سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی ،الحسینی رحمتہ اللہ علیہ کو حاصل ہے۔ان کا فیض اقدس تمام سلاسل طریقت میں منعکس ہوکر منور وظاہر ہوا امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف لطیف "حدائق بخشش" میں فرماتے ہیں!

تصوف تیرے مکتب کا سبق ہے
تو ہی اس پردہ میں فاعل ہے یا غوث
یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی
سب تیری طرف مائل ہیں یا غوث

منجملہ سلاسل طریقت کی گردنوں پر پیران پیر کا قدم مبارک ہے آپ ہی کے سلسلہ کے شیخ وقت غرباء اسلام کے دلوں کی ٹھنڈک سلطان اورنگ زیب عالم گیر کے شہرہ آفاق پیر طریقت تحریک رجوع الی القرآن دہلی کے بانی قطب وقت حضرت شاہ عبدالرحیم شاہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے حضرت حاجی فیض محمد سہانپوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اول سلسلہ روشنیہ کے امام اول حضرت حاجی الحرمین الشریفین



اندرون کعبہ اترنے کے لئے استعمال ہونے والی سیڑھی۔

حاجی روشن دین المعروف حاجی جی سرکار کا شمار برصغیر پاک و ھند میں تاریخ کا ایک روشن ومنور باب ہے آپ کی ولادت با سعادت ہندوستان کے معروف درویش بوریانشین بزرگ حضرت میاں سبحان شہید رحمتہ اللہ علیہ کے گھرانے میں 1912ء میں ہوئی 6 سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد نے آپ کے پیر و مرشد قطب عالم حاجی فیض محمد سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں ڈالا تو انہوں نے آپ کے چہرہ اقدس کو دیکھ کر فرمایا میں اس بچے کے چہرے پر اللہ کا نور دیکھتا ہوں اور غرباء اسلام کی خدمت دیکھتا ہوں اور یہ بڑا ہو کر غرباء اسلام کے لیے کارنامہ انجام دے گا، آپ کے مرشد کریم کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی آپ نے 1923ء میں جب سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ کی خلافت آپ کے مرشد نے عطا کی تو آپ نے اپنے مرشد کریم کی اجازت بابرکت سے برصغیر میں غرباء اسلام کے مسائل کے حل اور غرباء اسلام کی حقوق کی تلفی کو روکنے کے لیے جماعت غرباء اسلام کی بنیاد ڈالی اور فرماتے تھے اہل ثروت کے لیے سب کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں اہل سیاست زر پرست عالم و پیران بھی سرگرم عمل اپنے نام ونمود کی خاطر رکھتے ہیں مگر درویشوں بزرگان دین کی سنت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقے پر چلتے ہوئے غریبوں، لاچاروں، اپاہجوں، مسکینوں، محروم طبقہ کے مسائل کے حل کے لیے زیادہ کام کیا جائے اور ان سے محبت کرتے ہوئے تمام انسانیت کی بھلائی کے لیے اسلام کی دعوت کا کام کیا جائے اور رجوع الی القرآن سب سے زیادہ ضروری ہے یعنی قرآن کی محبت ضروری ہے یہ تمام مسائل کا حل پیش کرکے اس پر عمل کی دعوت بھی دیتا ہے۔ آپ کو حضرت خواجہ عبدالحق فہمی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ رمضان مہمی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت اوتھک کے بڑے پیر حاجی احمد ردھتکی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ولی محمد المعروف چادر والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ اور خلیفہ جی سرکار حضرت سید خلیفہ بنیاد علی بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی سلسلہ قادریہ، نقشبندی، مجددیہ کے خرقے نورانی پہنائے۔

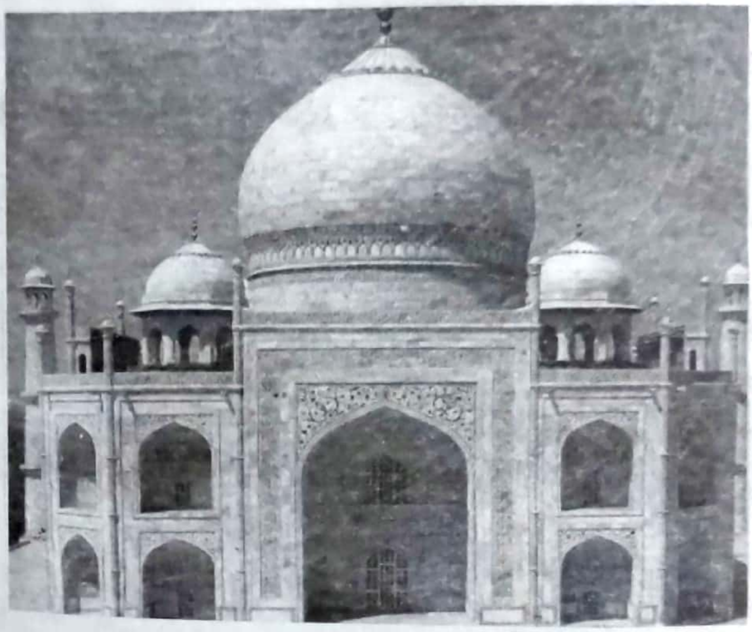
بھارت کے شہرت روہتک، گوہانہ، حصار، ہانسی نگر، جھانسی میں آپ کے ہاتھ پر ہزاروں کی تعداد میں ہندوؤں، سکھوں، بدھ مت کے پیروکاروں نے اسلام قبول کیا اس وقت آپ کا مرکز بھارت کے گاؤں نگر کی چراغ مسجد جس میں آپ امامت فرماتے تھے اور حضرت خلیفہ بنیاد علی بخاری رحمتہ اللہ علیہ بلا معاوضہ تدریس قرآن کا کام کرتے تھے وہ

شاہ گدان رحمان ثانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت بوالحسن ثانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ شمس الدین ثانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سید فضیل رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ سید کمال کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سید آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سید شیخ حبیب اہل پشاور رحمتہ اللہ علیہ حضرت شہباز

نے قیام پاکستان کے لیے بھی جماعت غرباء اسلام (ہند) کے جھنڈے تلے آل انڈیا سنی بنارس کانفرنس میں شریک ہو کر غرباء ہند کے تمام مسلمانوں کی نمائندگی کی اور حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی موجودگی میں سنی کانفرنس کے خطبہ میں فرمایا کہ محمد علی جناح مسلمانوں کے نمائندہ وکیل ہیں اگر یہ پاکستان کے مطالبہ ی دستبردار ہوئے تو اہل غرباء ہند اپنی علیحدہ جدوجہد کے ذریعے سے علیحدہ وطن لے کر رہیں گے اور اگر یہ ثابت قدم رہے تو ہند کے غرباء اسلام پاکستان کے حصول کے لیے کٹ مریں گے اور جام شہادت نوش کریں گے آپ نے نعرہ لگوایا:

غربا ہند کا ایک ہی نعرہ
اسلام ہے پاکستان ہمارا
دین کی آن غریبوں کا مان
پاکستان پاکستان!

آپ نے اپنے ہزار رہا مریدین کو قیام پاکستان کے لیے جدوجہد کی ہدایت کی جب 1947ء میں تحریک پاکستان کامیاب ہوئی تو 1/2 2 لاکھ مسلمانوں کے پیدل قافلے کی قیادت جو کہ پاک پتن پہنچا آپ کے اور آپ کے



مسجد بنی ان دونوں بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے نسبت سے غیر مسلم گھرانے خاص طور پر غریب اُچھوت گھرانے اسلام قبول کر کے ایمان لائے آپ کا سلسلہ طریقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت شیخ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ عبدالواحد رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابو الفراح طرطوسی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابوالحسن قریشی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابوسعید فخرومی رحمتہ اللہ علیہ، سے ہوتا ہوا پیران پیر حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت تاج الدین عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ نقشبند شاہ بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سید عقیل رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ شمس الدین صحرائی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ گدارحمان رحمتہ اللہ علیہ، حضرت

آپ نے اپنے مرشد کریم کی اجازت بابرکت سے برصغیر میں غرباء اسلام کے مسائل کے حل اور غرباء اسلام کی حقوق کی تلفی کو روکنے کے لیے جماعت غرباء اسلام کی بنیاد ڈالی اور فرماتے تھے اہل ثروت کے لیے سب کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں اہل سیاست زر پرست عالم و پیران بھی سرگرم عمل اپنے نام و نمود کی خاطر رکھتے ہیں مگر درویشوں بزرگان دین کی سنت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقے پر چلتے ہوئے غریبوں، لاچاروں، اپاہجوں، مسکینوں، محروم طبقہ کے مسائل کے حل کے لیے زیادہ کام کیا جائے اور ان سے محبت کرتے ہوئے تمام انسانیت کی بھلائی کے لیے اسلام کی دعوت کا کام کیا جائے اور رجوع الاالقرآن سب سے زیادہ ضروری ہے یعنی قرآن کی محبت ضروری ہے یہ تمام مسائل کا حل پیش کر کے اس پر عمل کی دعوت بھی دیتا ہے۔

سلطان رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ مومن رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ صدیق رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ حافظ محمد رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ شعیب رحمتہ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا ان کے نواسے حضرت قطب عالم حاجی فیض محمد سہانپورتی تک پہنچتا ہے۔ جنہوں نے آپ کو خلافت نورانی کا تاج غربت وفقیری پہنایا۔

حضرت حاجی روشن دین المعروف حاجی جی سرکار

خلیفہ بنیاد علی رحمتہ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت حاجی روشن دین المعروف حاجی جی سرکار اپنے خلیفہ اعظم حضرت خلیفہ بنیاد علی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ 1/2 2 لاکھ کا قافلہ لے کر پاکستان روانہ ہوئے تو ہندوؤں کے ہزاروں کے لشکر کی قیادت یادیو برہمن نے آپ کے قافلہ پر حملہ کر دیا اور آپ کو اور خلیفہ جی کو شہید کرنے کے لیے سرحد تک پیچھا کیا مگر ان بزرگوں کی روحانی برکات سے قافلہ معمولی جھڑپوں

کے بعد بخیر وعافیت پاکپتن ہجرت کر کے پہنچا۔

پاکپتن تشریف لاتے ہی آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے آستانہ (مزار) کے متصل ہجرہ میں مقیم ہو گئے اور حضرت خلیفہ بنیاد علی بخاریؒ کو حضرت حاجی احمد روہتکیؒ جو کہ ضلع روہتک کی اکثریتی برادری کی قیادت کرتے ہوئے ملتان وارد تھے ان کے ساتھ مل کر لوکل مہاجر کی تفریق پھیلانے والے عناصر کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا اور پھر حضرت شیخ صدر الدین گیلانیؒ، حضرت شوکت حسین گیلانی، حضرت حاجی احمد روہتکیؒ، حضرت حاجی روشن دینؒ، حضرت خلیفہ بنیاد علیؒ، حضرت پیر ولی محمد چادر والی سرکارؒ، حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ، حضرت علامہ فیض رسول نظامیؒ، حضرت مولانا حامد علی خانؒ کی تعلیمات اور مشترکہ جدوجہد سے ملتان امن وامان کا گہوارہ بن گیا۔

حضرت حاجی روشن دین المعروف حاجی جی سرکارؒ سے بڑے بڑے بزرگوں نے جن میں حضرت پیر قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحبزادہ فیض الحسن آلو مہارؒ، حضرت مولانا شفیع اوکاڑویؒ، حضرت خواجہ نواب الدین موہرویؒ، حضرت خواجہ محمد معصوم موہرویؒ، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا محمد حسین علی پوریؒ، حضرت یوسف کرنالویؒ، قائداعظم محمد علی جناحؒ، نواب لیاقت علی خان مرحوم، صافی علی مرحوم، مولوی عرفان احمد انصاری مرحوم، بابا ابراہیم گوڑو والی سرکار، حضرت بابو جی گولڑویؒ، سرکار حضرت ابو الحسن سہانپوریؒ، حضرت ابو انیس برکت علی لدھیانویؒ، مولانا عبد الستار خان نیازیؒ، حضرت بابا خورشید احمدؒ، حضرت بابا سراج الحق صابریؒ، خلیفہ امام الدینؒ، حضرت خلیفہ اسلام الدینؒ، حضرت بابا علی محمدؒ، حضرت بابا اسلام الدینؒ، حضرت بابا چاند شاہؒ، حضرت مولانا سعید احمد صوفیؒ، حضرت بابا گل محمدؒ، حضرت بابا بندوؒ، حضرت بابا رمضانؒ، اور دیگر سینکڑوں بزرگان دین نے فیض حاصل کیا اور غرباء اسلام کی خدمت کی اور دیگر سینکڑوں بزرگان دین نے فیض حاصل کیا اور غرباء اسلام کی خدمت کی۔

1951ء میں آپ کی زیر قیادت 70 درویشوں کا قافلہ حج کی سعادت کے لئے بحری جہاز میں جب بیت اللہ شریف گیا تو علمائے عرب وعجم اور درویشاں باصفانے دیکھا اور بے ساختہ کہا، حج بیت اللہ کی مناسک کی ادائیگی اور سنت میں ہم نے حاجی جی روشن دین کو جتنا قوی ومتعد پایا اس کی مثال نہیں ملتی آپ کے اس عمل کو دیکھ کر آب حرم الشریفین کے حاجیوں میں حاجی جی سرکار معروف ہو گئے جو کہ بعد میں آپ کے نام کے ساتھ مقبول عام ہو گیا اور کہا جاتا رہا ہم نے ایسا حاجی زندگی بھر نہیں دیکھا۔ آپ نے قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان اور 1953ء کی تحریک ختم نبوت 1970ء کی تحریک نفاذ اسلام اور 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کی قیادت کی اور جماعت غرباء اسلام پاکستان کے پلیٹ فارم سے غرباء اسلام کو نفاذ اسلام کی تحریکوں کے لیے تیار کیا۔ 1977ء میں جب آپ گلروڈ پاک گیٹ ملتان میں رہائش پذیر تھے تو بزرگان دین کی آپ کے پاس ہر وقت آمد رہتی آپ محنت مزدوری کرتے روئی دھنتے اور غریبوں اور مہمانوں میں لٹا دیتے کم کھاتے ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہتے تھے حضرت پیر ولی محمد چادر والی سرکار جب دواڑ والی گلی گز منڈی میں رہائش پذیر تھے جب ان کو جس رات حضور غوث پاک ﷺ کی زیارت ہوئی، وہ 2 دستاریں آپ کے خلیفہ خلیفہ جی سرکار خلیفہ بنیاد علیؒ کے پاس لے کر آتے تحائف لاتے اور قادری دستار حاجی جی کو پہنچاتے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی حضرت مولانا حامد علی خان ودیگر بزرگوں سے اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور کی تجلیات کے بارے نورانی مجالس بزرگان دین کی تاریخ کا روشن تھیں آپ نے مدرسہ خیر المعاد، مدرسہ پرانا انوار العلوم، مدرسہ نورانیہ، مدرسہ قادریہ اور سینکڑوں مدارس کی سرپرستی کی اور ملتان میں درجنوں مساجد کا سنگ بنیاد رکھا، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور امام مصلی خالی کر دیتا، کرتہ سفید، تہبند سفید، سفید سادہ ٹوپی پہنتے تھے تا زندگی سفید لباس پہنا عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ حلقہ کرتے کرتے ساری رات گذر جاتی اور سارا دن روئی دھننے کی اجرت غریبوں اور لاچاروں کے راشن میں بانٹ دیتے اور عید میلاد النبی کو عید اکبر کہتے تھے رزق حلال کے بارے میں فرماتے اس میں بقا ہے اور حرام میں ہلاکت ہے سینکڑوں بچیوں کی شادیاں آپ نے اپنی رزق حلال کی کمائی سے کرائیں یہ آپ کی خاص صفت تھی کوئی شخص آپ کے دروازے سے بغیر مہمان نوازی اور خالی ہاتھ نہ گیا، غریبوں اور لاچاروں دکھیا لوگوں کے کام آتے کچھ نہ ہوتا ان کے ساتھ محنت کو چلے جاتے غربا اہلسنت سے بہت محبت کرتے تھے ان کی خواہش پر ہی 1980ء میں ان کی وفات کے 2 سال بعد راقم نے جماعت غرباء اہلسنت کی بنیاد ڈالی تاکہ اس پاک وطن میں اہلسنت کے غرباء مساکین کے حقوق کوئی لوٹ نہ سکے آسمان تصوف کا یہ روشن چاند بروز سوموار 25 ذی الحجہ شریف 8931ھ بمطابق 8791ء کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی آغوش میں روپوش ہو گیا آپ کا عرس مبارک 25، 26 ذی الحجہ کو ممتاز آباد کالونی ملتان میں بندہ راقم کی زیر نگرانی عالمی تنظیم دعوت افکار رضا ار مرکزی جماعت غرباء اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام منایا جاتا ہے ان کی شفقتیں ان کی عنایات ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گے آپ کا دریائے فیض تاقیامت چلتا رہے اور غرباء اسلام سیراب ہوتے رہیں آمین۔

☆......☆......☆

ء میں آپ کی زیر قیادت 70 درویشوں کا قافلہ حج کی سعادت کے لئے بحری جہاز میں جب بیت اللہ شریف گیا تو علمائے عرب وعجم اور درویشاں باصفانے دیکھا اور بے ساختہ کہا، حج بیت اللہ کی مناسک کی ادائیگی اور سنت میں ہم نے حاجی جی روشن دین کو جتنا قوی ومتعد پایا اس کی مثال نہیں ملتی آپ کے اس عمل کو دیکھ کر آب حرم الشریفین کے حاجیوں میں حاجی جی سرکار معروف ہو گئے جو کہ بعد میں آپ کے نام کے ساتھ مقبول عام ہو گیا اور کہا جاتا رہا ہم نے ایسا حاجی زندگی بھر نہیں دیکھا۔ آپ نے قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان اور 1953ء کی تحریک ختم نبوت 1970ء کی تحریک نفاذ اسلام اور 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کی قیادت کی اور جماعت غرباء اسلام پاکستان کے پلیٹ فارم سے غرباء اسلام کو نفاذ اسلام کی تحریکوں کے لیے تیار کیا۔

قناعت کا پھل کیسا ہوتا ہے؟

ایک دن گاؤں کا بادشاہ اپنی شاہی بگھی میں وہاں سے گذر رہا تھا کہ اس کی نظر اس درخت پر پڑی اسے وہ سنہری سیب بہت اچھے لگے۔ اس کا دل سیب کھانے کو چاہنے لگا۔ اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ وہ سیب لائے جائیں۔

دوسرے دن وزیر اور سپاہی بڑھیا کے گھر گئے۔ انہوں نے بڑھیا کو بادشاہ کا پیغام سنایا۔ بڑھیا نے انہیں سیب توڑنے کی اجازت دے دی۔ وزیر نے جیسے ہی سیب توڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ویسے ہی سیب اونچا ہو گیا۔ وزیر بہت حیران ہوا۔ اسی طرح سپاہی نے بھی بہت کوشش کی مگر وہ دونوں جیسے ہی سیب کو ہاتھ لگاتے۔ سیب اونچا ہو جاتا۔ وزیر اور سپاہی واپس محل چلے گئے اور بادشاہ کو تمام حال سنایا۔ بادشاہ سمجھا کہ وزیر اور سپاہی دونوں بہانے بنا رہے ہیں۔ اس نے اور لوگوں کو وہاں بھیجا لیکن وہ بھی ناکام لوٹ آئے۔ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ماجرا کیا آخر بادشاہ نے ناکام ہو کر شاہی نجومی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وزیر نے شاہی نجومی کو حاضر کیا تو بادشاہ نے اسے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ نجومی نے حساب لگا کر بتایا کہ وہ ایسا درخت ہے جسے صرف اس کا مالک ہی توڑ سکتا ہے۔ بادشاہ نے وزیر اور سپاہی کو وہاں بھیجا کہ وہ اس درخت کے اصل مالک کا پتہ کریں۔ وزیر اور سپاہی بڑھیا کے گھر گئے اور اس سے درخت کے مالک کا پوچھا۔ بڑھیا نے اپنی بڑی بیٹی کو درخت کا مالک بتایا اور کہا آپ محل تشریف لے چلئے۔ میں خود یہ سیب وہاں پہنچا دوں گی۔ وزیر اور سپاہی کے جاتے ہی بڑھیا نے اپنی بیٹی نینا کو بلایا اور اس سے کہا کہ وہ اپنی بڑی بہن بینا کو سیب توڑ کر دے۔ نینا نے اسے سیب توڑ کر دے دیا تو بڑھیا نے اس سیب کو کپڑے میں لپیٹ کر اپنی بیٹی بینا کو دے دیا اور کہا کہ وہ یہ سیب بادشاہ کی خدمت میں دے آئے۔ بینا نے جب سیب بادشاہ کو پیش کیا اور بادشاہ نے کپڑا ہٹا کر سیب دیکھا تو اس میں سیب کی بجائے ایک گول پتھر نکلا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے بڑھیا کی بیٹی کو محل سے نکلوا دیا۔ اس نے دوبارہ وزیر اور سپاہی کو بڑھیا کے گھر بھیجا تا کہ اصل مالک کا پتہ چلے۔ بڑھیا اس بار اپنی منجھلی بیٹی ٹینا کو درخت کا اصل مالک بتایا اور کہا آپ بادشاہ سے کہہ دیجئے کہ جو مالک ہے وہ خود سیب لے کر حاضر ہو جائے گا۔ بڑھیا دوبارہ اپنی چھوٹی بیٹی نینا کو بلاتی ہے اور اسے بہلا پھسلا کر سیب توڑنے پر رضامند کر لیتی ہے اس بار بڑھیا سیب کو بہت اچھی طرح اور کس کر کپڑے میں باندھ کر اپنی بیٹی ٹینا کو دیکر محل روانہ کر دیتی ہے۔ ٹینا محل پہنچ کر اپنے آنے کی اطلاع بادشاہ کو پہنچاتی ہے۔ بادشاہ اسے محل میں آنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ ٹینا سیب بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ بادشاہ جیسے ہی کپڑے کو کھولتا ہے اس میں سے مٹی نکل کر گرتی ہے جس کی وجہ سے بادشاہ کے کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ ناراض ہو کر اس کو بھی محل سے نکلوا دیتا ہے اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیتا ہے کہ بڑھیا سے باز پرس کی جائے اور اس سے سختی سے درخت کے مالک کا پتہ کیا جائے۔ سپاہی بڑھیا کے گھر جا کر اس سے سختی سے پوچھتے ہیں تو بڑھیا کو بتانا ہی پڑتا ہے کہ اس درخت کی اصل مالک اس کی سب سے چھوٹی بیٹی نینا ہے۔ سپاہی نینا کو بلاتے ہیں اور اسے بادشاہ کا پیغام دیتے ہیں تو نینا انہیں سیب توڑ کر دیتی ہے۔ نینا اتنی آسانی سے سیب توڑتی ہے کہ سپاہی حیران رہ جاتے ہیں اور جھک کر اپنی ہونے والی ملکہ کو سلام کرتے ہیں۔ وہ نینا کو بادشاہ کے محل لے جاتے ہیں اور نینا کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ بادشاہ جب نینا کو دیکھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ نینا اسے پرانے اور میلے کپڑوں میں بھی بہت خوبصورت حسین معلوم ہوتی ہے۔ وہ نینا کو ملکہ بنانے کا اعلان کرتا ہے۔ نینا اور بادشاہ کی شادی ہو گئی۔ نینا کی والدہ اور دونوں بہنیں یہ سوچ کر خوش تھیں کہ اب جادوئی درخت تو ان کے گھر میں رہے گا مگر دوسرے ہی دن سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ درخت بادشاہ کے محل کے باغ میں نینا کے کمرے کے سامنے لگا ہوا تھا اب جب بھی بادشاہ کا دل سیب کھانے کو چاہتا تو وہ نینا کو کہہ دیتا اور نینا اسے وہ سیب توڑ کر دے دیتی جسے کھا کر بادشاہ کا دل سیر ہو جاتا ہے۔



اللہ تعالی کی شان کے بکری پر اسم محمد ﷺ نمایاں ظاہر ہے

خواتین کے مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، دار العلوم امجدیہ کراچی

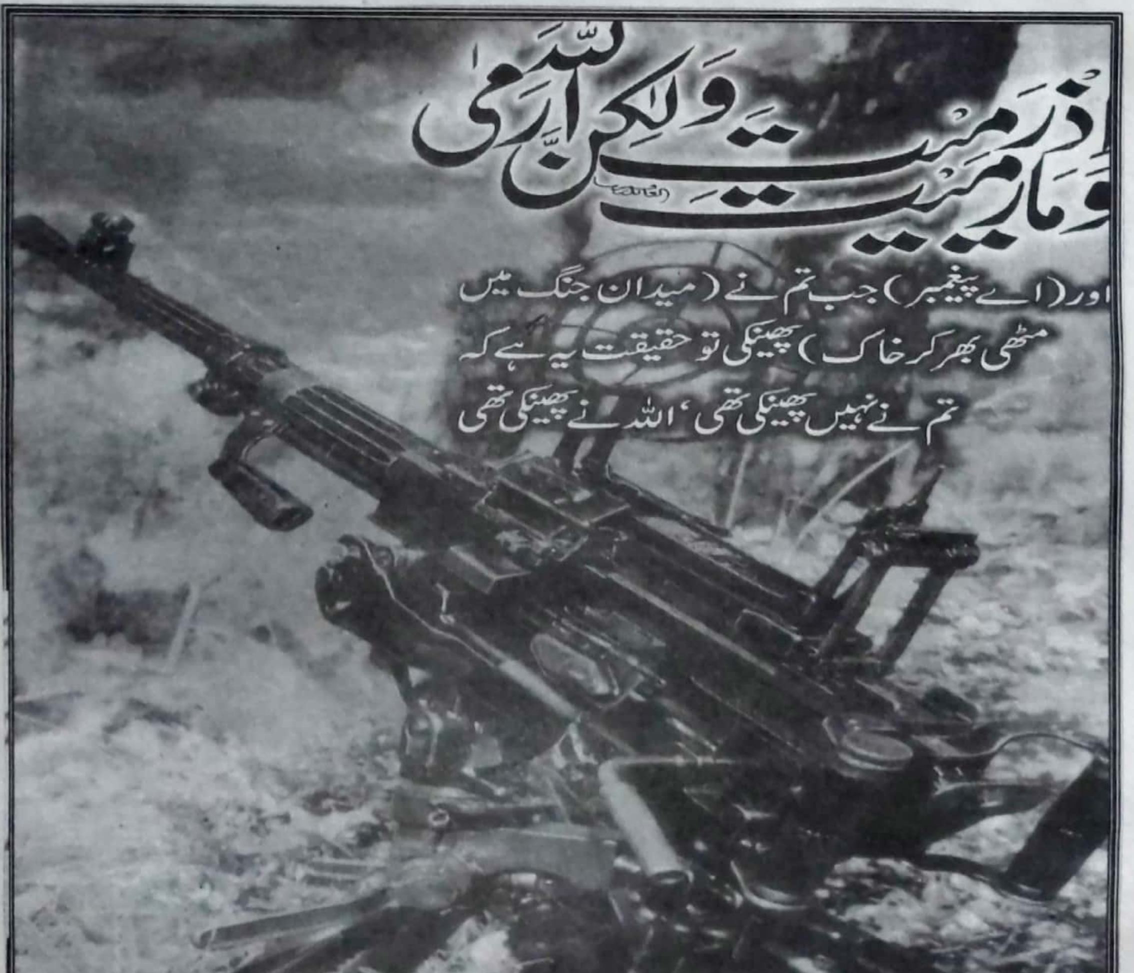
حیض ونفاس اور استحاضہ کے مسائل

سوال: حیض ونفاس اور استحاضہ میں کیا فرق ہے؟ ان کے بارے میں شرعی احکام اور ضروری مسائل بیان فرمایئے۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے (اے محبوب ﷺ) تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم، تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں میں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا، بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔“ (البقرہ: ۲۲۲، کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی)

حدیث شریف میں ہے کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ اسے نہ اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے اور نہ ہی اسے اپنے گھر میں رکھتے۔ صحابہ کرام نے اس بارے میں دریافت کیا تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، ایام حیض میں جماع کے سوا دیگر معاملات برقرار رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں حالت حیض میں پانی پیتی پھر وہ برتن حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتی تو آپ وہیں دہن اقدس رکھ کر پانی پیتے جس جگہ میرا منہ لگا تھا اور میں حیض کی حالت میں ہڈی سے گوشت نوچ کر کھاتی اور پھر حضور ﷺ کو دے دیتی، آقا ﷺ میرے منہ لگانے کی جگہ اپنا دہن مبارک رکھ کر تناول فرماتے۔ (مسلم)

مذکورہ آیت واحادیث کریمہ کی روشنی میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حیض ونفاس کی حالت میں جماع حرام ہے اور ناف سے گھٹنے تک عورت کے جسم کو اس کے شوہر کا چھونا بھی جائز نہیں جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو البتہ ناف سے اوپر اور



گھٹنوں سے نیچے کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔
(فتاویٰ عالمگیری، بہارشریعت)

صدرالشریعہ فرماتے ہیں کہ بالغہ عورت کے بدن میں فطری طور پر ضرورت سے کچھ زائد خون پیدا ہوتا ہے تا کہ حمل کے دنوں میں وہ خون بچے کی غذا میں کام آئے اور بچے کے دودھ پینے کے زمانے میں وہ دودھ بن جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو حمل اور دودھ پلانے کے ایام میں عورت کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حمل اور دودھ پلانے کے ابتدائی ایام میں خون نہیں آتا اور ان حالات کے علاوہ اگر یہ زائد خون حیض کی صورت میں بدن سے نہ نکلے تو عورت کو قسم قسم کی بیماریاں لاحق ہو جائیں۔

بالغہ عورت کے بدن سے کم از کم پندرہ دن پاکیزہ رہنے کے بعد جو خون عادت کے طور پر نکلتا ہے وہ حیض ہے، جو خون بچے کی پیدائش کے بعد آئے اسے نفاس کہتے ہیں اور جو خون بیماری کے باعث آئے وہ استحاضہ کہلاتا ہے۔ کم سے کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوتا ہے اور حیض آنے کی انتہائی عمر پچپن سال ہے۔

حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور تین راتیں یعنی پورے بہتر گھنٹے ہے۔ اگر مدت اس سے کم ہو تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہیں، اس مدت سے زیادہ خون آئے تو اگر یہ پہلی بار ہے تو دس دن تک حیض ہے اور باقی دن استحاضہ۔ اور اگر پہلے بھی حیض آچکے ہیں اور عادت دس دن سے کم کی ہے تو عادت سے جتنا زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی حیض کی عادت سات دن تھی اور اب بارہ دن خون آیا تو سات دن حیض کے ہوئے اور باقی پانچ استحاضہ کے۔ اور اگر کوئی عادت مقرر نہ تھی تو پچھلی بار جتنے دن حیض کے تھے وہی اب مانے جائیں گے اور باقی استحاضہ ہوگا۔

دو حیض کے درمیان اور اسی طرح حیض و نفاس کے درمیان بھی پندرہ دن کا وقفہ ضروری ہے۔ اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن سے قبل خون آجائے تو وہ استحاضہ ہوگا، یونہی حمل والی عورت کو جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہوگا۔

نفاس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں اور اس کی انتہائی مدت چالیس دن رات ہے۔ بعض جگہ رواج ہے کہ خواتین چلہ پورا کیے بغیر نماز شروع نہیں کرتیں اگرچہ نفاس ختم ہو چکا ہو، یہ جہالت ہے۔ جیسے ہی نفاس ختم ہو اسی وقت غسل کر کے نماز شروع کر دیں اور اگر نہانے سے بیماری کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز ادا کریں۔

حیض و نفاس کی حالت میں قرآن پاک پڑھنا یا چھونا، مسجد میں جانا، طواف کرنا، سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر کرنا حرام ہے۔ اگر جزدان میں قرآن کریم ہو تو اس جزدان کا چھونا جائز ہے۔ اس حالت میں قرآن کریم کے علاوہ تمام وظائف واذکار کلمہ شریف درود شریف وغیرہ پڑھنا کراہت کی بغیر جائز مستحب ہے البتہ پڑھنے سے قبل کلی کرنا یا وضو کرنا بہتر ہے۔

ان دنوں میں نمازیں معاف ہیں اور ان کی قضا بھی نہیں البتہ ان ایام کے روزے دوسرے دنوں میں رکھنا فرض ہے۔ نمازوں کے اوقات میں وضو کر کے اتنی دیر تک درود شریف اور دوسرے اذکار پڑھنا مستحب ہے جتنی دیر میں نماز ادا ہوتی ہے تا کہ نمازوں کی عادت قائم رہے اور بیش بہا اجر و ثواب بھی ملے۔

استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے اور نہ روزہ اور صحبت بھی جائز ہے۔ اس حالت میں ہر نماز نئے وضو سے ادا کی جائے۔ استحاضہ والی عورت اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور وضو کر کے عصر کی نماز اول وقت میں اور پھر غسل کر کے مغرب کی نماز آخر وقت میں اور پھر وضو کر کے عشاء کی نماز اول وقت میں پڑھے اور فجر بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو بھی فائدہ پہنچے۔

(بہارشریف حصہ دوم صفحہ ۷۵)

غسل و تیمم اور طہارت کے مسائل

سوال: غسل اور تیمم کے متعلق کن باتوں کا جاننا زیادہ ضروری ہے؟ یہ بھی ارشاد فرمائیے کہ ناپاک کپڑوں کو کیسے پاک کیا جائے؟

جواب: آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، ''اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جہاں تصویر، کتا یا حالت جنابت میں کوئی شخص ہو۔'' (ابوداؤد) یعنی جس پر غسل واجب ہو، اسے پاکی حاصل کرنے کے لئے جلدی کرنی چاہیے۔ سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیجیے کہ غسل یا وضو کیسے پانی سے کیا جائے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ پانی بے رنگ، بے بو اور بے ذائقہ یعنی قدرتی حالت میں ہو نیز پانی استعمال شدہ نہ ہو۔ اگر بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو تو جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرے وہ پاک ہے مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں۔ اسی طرح اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن یا بدن کا وہ حصہ جو دھلا نہ ہو، یا جس پر غسل فرض ہے اس کے جسم کا بے دھلا حصہ پانی میں پڑ جائے یا پانی سے چھو جائے تو وہ پانی مستعمل ہو گیا، اب اس سے وضو یا غسل نہیں ہو سکتا۔ اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے البتہ اسے کپڑے دھونے کے لے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مستعمل پانی کو وضو یا غسل کے لیے استعمال کے قابل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اچھا پانی اس سے زیادہ اس میں ملا دیں یا اس میں اتنا پانی ڈالیں کہ برتن کے کناروں سے بہنے لگے، اب اس پانی سے وضو یا غسل جائز ہے۔

غسل میں تین فرض ہیں:۔

1۔ غرغرہ کرنا یعنی منہ بھر کر اس طرح کلی کرنا کہ ہونٹ سے حلق کی جڑ تک پانی پہنچ جائے۔

2۔ ناک میں ہڈی تک پانی پہنچانا تا کہ دونوں نتھنوں میں ہڈی تک کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

3۔ سارے بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے۔

اگر دانتوں میں گوشت کے ریشے وغیرہ پھنسے ہوں تو انہیں صاف کرنا ضروری ہے اسی طرح ناک میں میل جم گئی ہو تو اسے صاف کر کے پانی سخت ہڈی کے شروع تک پہنچانا بھی لازم ہے۔ البتہ روزے کی حالت میں مبالغہ سے بچنا چاہیے۔

جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو مگر اسے پانی استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو اسے تیمم کرنا چاہیے۔ اس کی چند اہم صورتیں درج ذیل ہیں:

چاروں طرف ایک ایک میل تک پانی کا پتہ نہ ہو،

یا ایسی بیماری ہو کہ پانی کے باعث شدید بیمار ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یہ اس نے خود آزمایا ہو یا کسی مستند و قابل طبیب نے بتایا ہو،

یا اتنی سخت سردی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہ ہو جس سے نہانے کے بعد سردی سے بچ سکے،

یا ٹرین یا بس وغیرہ سے اتر کر پانی استعمال کرنے میں گاڑی چھوٹ جانے کا خدشہ ہو،

یا وضو غسل کرنے کی صورت میں نماز عیدین نکل جانے کا گمان ہو۔

تیمّم میں تین فرض ہیں۔

اول: نیت کرنا کہ یہ تیمم وضو یا غسل یا دونوں کی پاکی کے لیے ہے،

دوم: سارے منہ پر اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ بال برابر جگہ بھی باقی نہ رہے،

سوم: دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ نیت کرکے، بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ زمین کی جنس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز (مثلاً مٹی، پتھر، ماربل یا ایسی چیز جس پر کافی گرد و غبار ہو) پر مارے اور دونوں ہاتھ سارے منہ پر پھیرلے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے پھر دوبارہ مٹی یا پتھر پر ہاتھ مارے اور پہلے دائیں ہاتھ کا اس طرح مسح کرے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھی اور انگلیوں کے سرے سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کے پیٹ (یعنی اندرونی طرف) پر پھیرتے ہوئے گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے دائیں انگوٹھے کی پشت کا مسح کرے۔ اسی طرح دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔

خواتین وضو، غسل اور تیمم کے لئے یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ انگوٹھی، چھلے، نتھ، چوڑیاں اور نیل پالش وغیرہ ہٹا کر یا اتار کر جلد کے ہر حصہ پر پانی پہنچانا یا ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے تو گرم پانی استعمال کرنا چاہیے اگر گرم پانی نہ ملے تو تیمم کیا جائے۔ یونہی اگر سر پر پانی ڈالنا نقصان کرتا ہے تو گلے سے نہائے اور گیلا ہاتھ پھیر کر پورے سر کا مسح کرے۔ اسی طرح اگر کسی عضو پر زخم کے باعث پٹی بندھی ہو یا پلاسٹر چڑھا ہو تو ہاتھ گیلا کر کے اس پٹی کے اوپر پھیر دیا جائے اور باقی جسم کو پانی سے دھویا جائے۔

اگر نماز کا وقت اتنا کم رہ گیا کہ وضو یا غسل کرنے کی صورت میں نماز قضا ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے البتہ وضو یا غسل کر کے اس نماز کو دہرانا ضروری ہے۔

جس عذر کے باعث تیمم کیا گیا اگر وہ ختم ہو جائے، یا جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے وضو کا اور جن باتوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔

ناپاک کپڑے پاک کرنے کے متعلق عرض ہے کہ انہیں اچھی دھو کر پوری قوت سے نچوڑا جائے یہاں تک کہ مزید قوت لگانے پر کوئی قطرہ نہ ٹپکے۔ پھر ہاتھ دھو کر کپڑے دھوئیں اور انہیں اسی طرح پوری طاقت سے نچوڑیں، پھر تیسری بار ہاتھ دھوئیں اور کپڑے دھو کر انہیں پوری طاقت سے نچوڑیں کہ مزید نچوڑنے پر کوئی قطرہ نہ ٹپکے، اب کپڑے پاک ہو گئے۔ اگر کسی نے پوری قوت سے کپڑا نچوڑ لیا مگر کوئی دوسرا جو طاقت میں زیادہ ہے، اسے نچوڑے تو چند بوند پانی مزید ٹپک جائے گا تو کپڑا پہلے کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے۔

اس مسئلے میں احتیاط کرنی چاہیے، ہر کوئی یا تو اپنا ناپاک کپڑا خود پاک کرے یا پھر انہیں بہتے پانی میں پاک کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ خواتین صابن یا واشنگ مشین سے کپڑے دھو کر انہیں کسی برتن میں ڈال دیں اور پھر اتنا پانی ڈالیں کہ کپڑے پانی میں مکمل ڈوب جائیں اور پانی برتن کے کناروں سے بہنے لگے، اب کپڑوں کو نکال لیں یہ پاک ہو گئے۔

ایسے نازک کپڑے جو نچوڑنے کے قابل نہیں ہیں اسی طرح چٹائی، قالین اور جوتا وغیرہ بی اگر ناپاک ہو جائے تو انہیں پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں دھو کر لٹکا دیا جائے یہاں تک کہ ان سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ پھر دوبارہ دھو کر لٹکا دیں، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار دھو کر سکھالیں، یہ پاک ہو جائیں گے۔

سورہ نور میں پردے کے احکام

سوال: سورہ نور میں عورتوں کے لئے پردے کے جو احکام آئے ہیں انہیں تفصیل سے بیان فرمائیے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ عز و جل کا فرمان عالیشان ہے۔

"مسلمان مردوں کو حکم دو، اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں میں ڈالے رہیں۔

اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر، یا اپنے باپ یا اپنے شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا اپنے شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں، یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں، یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں'

اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے انکا چھپا ہوا سنگھار (یعنی زیور) اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو رب سے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔"

(النور: ۳۰، ۳۱ کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی)

ان آیات میں پردے کے متعلق مندرجہ ذیل احکام بیان ہوئے ہیں:

اول: مسلمان مرد و عورت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں،

دوم: اپنی شرمگاہ اور عصمت و پارسائی کی حفاظت کریں،

سوم: عورتیں اپنا بناؤ سنگھار نامحرموں سے چھپائیں۔

چہارم: اپنے دوپٹے یا چادریں اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں۔

پنجم: اپنا مخفی بناؤ سنگھار بھی ظاہر نہ ہونے دیں۔

اول: انسانی نفسیات سے واقف کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ بے راہ روی کی ابتدا نامحرموں کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے یہ ان تمام اسباب اور ذرائع پر پابندی عائد کرتا ہے جو گناہ کا موجب ہو۔ امام غزالی فرماتے ہیں، اس معاملے میں نفس کی مثال اس جانور کی سی ہے کہ جب ابتدا میں کسی سمت میں جانے کا رجحان ظاہر کرے تو اس کی لگام تھامنا اور اسے اس سمت میں جانے سے روکنا مشکل نہیں ہوتا لیکن اگر لگام کھلی چھوڑ دیں اور وہ کسی سمت گامزن ہو جائے تو پھر لاکھ اس کی دم کھینچیں اور اسے باز رکھنے کی کوشش کریں مگر کامیابی دشوار ہو جاتی ہے پس اصل بات یہ ہے کہ آنکھ کی حفاظت کی کی جائے کیونکہ ہر فتنے کی ابتدا آنکھ ہی سے ہوتی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کسی نامحرم پر اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آقا مولیٰ ﷺ نے فوراً نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا، پہلی اچانک نظر معاف ہے مگر دوسری

نظر جائز نہیں۔ (ترمذی) ایک دوسری حدیث شریف میں راستے کا ایک حق یہ بیان فرمایا گیا کہ نگاہیں نیچی رکھی جائیں۔ (بخاری)

حدیث قدسی ہے، ''نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جس نے اس کو میرے خوف سے ترک کر دیا میں اسے ایمان کا وہ درجہ دوں گا جس کی مٹھاس اور لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا''۔ (طبرانی، تفسیر ابن کثیر) یعنی جو کوئی خوف خدا کے باعث نامحرموں کی طرف نہ دیکھے، اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی حلاوت عطا فرماتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ''دل کی طرف کھلنے والا سب سے بڑا دروازہ نگاہ کا ہے۔ آنکھ کی بے راہ روی کی وجہ سے ہی اکثر گناہ صادر ہو جاتے ہیں اس لیے اس سے بچنا چاہیے اور تمام محرمات سے اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔''

صدر الافاضل اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں، ''حدیث شریف میں ہے کہ ازواج مطہرات میں سے بعض امہات المومنین سید عالم ﷺ کی خدمت میں تھیں اسی وقت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے تو حضور ﷺ نے ازواج کو پردے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں۔ فرمایا، تم تو نابینا نہیں ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا بھی نامحرم مردوں کو دیکھنا اور ان کے سامنے ہونا جائز نہیں۔'' (خزائن العرفان)

دوم: اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدکاری سے بھی بچو اور اس کے تمام اسباب سے بھی۔ آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، نامحرم کو شہوت سے دیکھنا آنکھ کا زنا ہے، شہوانی باتیں سننا کان کا زنا ہے، ایسی باتیں کرنا زبان کا زنا ہے، نامحرم کو چھونا، اور پکڑنا ہاتھ کا زنا ہے، اس کی طرف چلنا پاؤں کا زنا ہے، ایسی بری خواہش دل کا زنا ہے اور شرمگاہ اسے سچا یا جھوٹا کر دیتی ہے۔ (مسلم)

نور مجسم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے، ''اگر تم میرے لئے چھ چیزوں کے ضامن بن جاؤ تو میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ جب بات کرو تو سچ بولو، جب وعدہ کرو تو پورا کرو، جب امانت دی جائے تو ادا کرو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو، اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ ظلم سے روک دو''۔ (مسند احمد)

مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں' مرد اور عورتیں اپنی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اس حکم کے تحت زنا کاری کے علاوہ اور بھی سارے طریقے ناجائز شہوت رانی اور بدکاری و بدنظری کے آ گئے۔ عاشقانہ افسانے اور ڈرامے، بے حیائی کے مناظر دکھانے والے تھیٹر اور سینما، خیالات و جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی تصویریں وغیرہ سب اس کی تحت میں آ جاتی ہیں۔'' (سنی بہشتی زیور ص ۲۰۲)

سوم: پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ نامحرم کون ہیں؟ دین اسلام میں عورت کا جن مردوں سے نکاح حرام ہے وہ محرم کہلاتا ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ابدی محرم ہے یعنی سے کسی بھی صورت میں عورت کا نکاح حرام ہے جیسے باپ بیٹا، بھائی، سسر، داما، چچا، ماموں بھانجا، بھتیجا وغیرہ۔ دوسرے وہ جو ابدی محرم نہ ہوں جیسے پھوپھا، خالو، بہنوئی، جیٹھ، دیور وغیرہ کہ ان سے حرمت کا رشتہ دائمی نہیں۔ کیونکہ جب تک عورت کی پھوپھی خالہ یا بہن ان کے نکاح میں ہے ان سے نکاح حرام ہے مگر پھوپھی خالہ یا بہن کی انتقال یا طلاق ہو جانے کی صورت میں ان سے عورت کا نکاح حلال ہو جائے گا۔

چچا تایا ماموں خالہ یا پھوپھی کے بیٹے جنہیں عرف میں بھائی کہا جاتا ہے اسی طرح منہ بولے بھائی یا انکل وغیرہ ان سب کو عموماً محرم سمجھ کر ان سے پردہ نہیں کیا جاتا جبکہ یہ سب غیر محرم ہیں، خواتین کے لئے ان عارضی محرموں اور نامحرموں سے پردہ کرنا اور اپنا بناؤ سنگھار چھپانا ضروری ہے۔

اب مذکورہ حکم قرآنی پر غور کیجئے کہ عورتیں اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنی خود ہی ظاہر ہے۔

زینت میں ہر وہ چیز آ جاتی ہے جو مردوں کے لیے عورت کی طرف رغبت کا باعث ہو، خواہ وہ زینت پیدائشی جیسے حسین آواز، جسمانی خوبصورتی، خوش خرامی وغیرہ، خواہ وہ زینت کیسی ہو جیسے خوبصورت لباس، زیورات، پاؤڈر، غاز، سرخی وغیرہ۔ ایسا بناؤ سنگھا جو شریعت کی حدود میں ہو جائز ہے بشرطیکہ نامحرموں کے سامنے نمائش مقصود نہ ہو۔

مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''جسم کے وہ حصے اس حکم سے مستثنٰی ہیں جو اگرچہ زینت کے مواقع ہیں لیکن ان کے چھپائے رکھنے میں عموماً حرج اور زحمت ہے جیسے چہرے کی ٹکیا، ہتھیلیاں اور پاؤں، کیونکہ سرمہ لگانا، چہرے کی اور خضاب یعنی مہندی لگانا اور انگوٹھیاں پہننا ہتھیلیوں اور انگلیوں کی زینت ہیں اور بہت سی دنیاوی اور دینی ضرورتیں ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر ان کے چھپانے کا مطلقاً ہر حال میں حکم دیا جائے تو عورتیں بڑی دشواریوں میں پھنس جائیں اس لئے انہیں یہ رعایت دی گئی کہ اپنے محرم رشتہ داروں مثلاً باپ بیٹا، بھائی، چچا، ماموں، دادا، نانا، خسر اور داماد وغیرہ کے سامنے اپنے جسم کا وہ حصہ کھلا رکھ سکتی ہے جسے کھلا رکھے بغیر وہ خانگی امور انجام نہیں دے سکتیں۔ جیسے آٹا گوندھتے وقت آستینیں چڑھالینا یا گھر کا فرش دھوتے وقت شلوار کے پائنچے ذرا اوپر چڑھالینا کہ جسم کے یہ حصے اگرچہ زینت کے مواقع ہیں لیکن ان کا ''ہر ایک سے'' ہر حالت میں چھپائے رکھنا حرج عظیم اور باعث زحمت ہے۔

اسی لئے حنفی فقہاء ومفسرین کے یہاں چہرہ اور کف دست (ہتھیلیوں) اور پیروں کے دیکھنے کی اجازت ملتی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ ان اعضاء کی طرف نظر کرنا یا انکا کھولے رکھنا صرف اور صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو ورنہ چہرہ تو چہرکف دست کا دیکھنا اور اس پر نظر جمانا بھی جائز نہیں۔'' (چادر اور چاردیواری ص ۱۲۳)

مزید فرماتے ہیں: ''کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ اپنے حسن و جمال اور آرائش و زیبائش اور بناؤ سنگھار کی نمائش کی خاطر بھاڑ کی طرح منہ کھولے پرے اور آوارہ گردوں کی نگاہوں کو دعوت نظارا دے، لغزشوں کا سامان فراہم کرے اور اسلامی معاشرے کو داغدار بنائے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ چہرہ، ہتھیلیاں اور پاؤں، یہ تینوں اعضاء ستر میں داخل نہیں، ان کا چھپانا فرض نہیں مگر اجنبیوں کے لیے کھلا رکھنا ضرور حرام ہے۔'' (ایضاً ص ۱۲۴)

چہارم: آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے: ''عورت، عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے'' (ترمذی) یعنی نامحرم عورت کو دیکھنا شیطانی کام ہے، یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ شیطان

بدکار و آوارہ مردوں کو عورت کی طرف مائل کرتا ہے اور وہ بد نظری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چونکہ عورتوں میں آرائش و خودنمائی کا شوق جلدی پروان چڑھتا ہے اور یہ شوق اگر مخصوص اسلامی حدود کا پابند نہ رہے تو معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی پھیلنے لگتی ہے، اس لئے اللہ تعالی نے مسلمان عورتوں کو نگاہ کی حفاظت، عصمت و پارسائی کی حفاظت اور بناؤ سنگھار چھپانے کے احکام دینے کے بعد مزید تاکید فرمائی کہ وہ اپنی چادریں یا دوپٹے اپنے سینوں پر اوڑھے رکھیں تاکہ آوارہ لوگوں کی ہوسناک نظروں سے محفوظ رہیں اور معاشرے کی پاکیزگی بھی قائم رہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سر، گردن اور سینہ چھپانا فرض ہے۔ عورتوں کو چاہیے کہ وہ دبیز کپڑے کے دوپٹے یا چادریں سروں پر اس طرح اوڑھیں کہ ان کا ایک حصہ پشت پر رہے اور دوسرا سینے پر۔ اس طرح سر کے بالوں کی رنگت بھی نظر نہیں آئے گی اور کمر، گردن، کان، گلا اور سینہ بھی عریاں نہ رہیں گے۔ بقول مفتی صاحب، ''گویا مسلمان عورت، عفت و عصمت اور پارسائی کی ایک چلتی پھرتی تصویر اور شرم و حیا کی ایک جیتی جاگتی تنویر ہو، شرم کا مجسمہ، حیا کی تپلی''۔ آپ مزید لکھتے ہیں، بعض روایات میں آیا ہے کہ (ان آیات کے نازل ہونے پر) ان عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر اپنے موٹے موٹے اوڑھے جانے کے قابل کپڑوں سے اپنے لیے دوپٹے بنا کر سروں پر اوڑھے۔ (احکام القرآن) دوپٹے یا اوڑھنی کے اس طرح اوڑھنے میں جو حکمت ہے وہ ہے اسلامی معاشرے میں بیش از بیش پاکیزگی اور عفت شعاری کا رواج۔ یہ اگر ذہن نشین رہے تو یہ بات بآسانی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے باریک گھاس پھوس دوپٹوں کا استعمال اور سینہ وغیرہ کی ساخت جھلکے، جو مقصد شرع کو پورا نہیں کرتے، تو ان کا پہننا نہ پہننا برابر ہے۔ پھر بھی رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ نے اسے ہماری کج مج عقل و فہم پر نہ چھوڑا بلکہ صاف تصریح فرمادی۔

ابوداؤد شریف میں دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مصر کی باریک ململ آئی۔ آپ نے ایک ٹکڑا اس میں سے مجھے دیا اور فرمایا، ''ایک حصہ کا اپنے لیے کرتا بنا لو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دے دو کہ وہ دوپٹہ بنالے۔ مگر اسے یہ جتنا دینا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگالے تاکہ جسم کی ساخت اس سے نہ جھلکے۔'' (چادر اور چاردیواری، ص ۱۲۶)

آقا و مولی ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ''عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے نظر نہ آئے۔'' (ابو داؤد) اسی طرح عورتوں کو چست کپڑے پہننا، جن سے جسم کا نقشہ کھنچ جائے اور اعضا کی ہیئت نمایاں ہو، بالکل ناجائز اور ایسی حالت میں مردوں کی ان کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

پنجم: زمانۂ جاہلیت میں عورتیں پازیب وغیرہ پہن کر جب مردوں کے قریب سے گزرتیں تو دانستہ اپنے پاؤں زمین پر مارتیں تاکہ مرد اس آواز کو سن کر ان کی طرف متوجہ ہوں۔ اسلام نے ایسی تمام ذلیل و اشتعال انگیز حرکات پر پابندی لگا دی جو معاشرے میں بے حیائی پھیلانے کا سبب بن سکتی ہیں۔ نیز مسلمان خواتین کو یہ تعلیم دی کہ اگر کبھی شرعی عذر کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا پڑے تو شریعت مطہرہ کے مطابق ستر پوشی کر کے وقار سنجیدگی کے ساتھ نکلنا اور ہر اس چیز سے بچنا جو نامحرموں کو تمہاری طرف متوجہ و مائل کرنے کا باعث ہو۔ آقا و مولی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، ''وہ عورت جو بن سنور کر نامحرموں میں اترا اترا کر چلتی ہے وہ قیامت کے دن مجسم تاریکی کی مثل ہوگی جہاں روشنی کوئی کرن تک نہ ہو۔'' (ترمذی)

مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی فرماتے ہیں، ''حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی اس قوم کی دعا قبول نہیں کرتا جس کی عورتیں جھانجن (آواز والا زیور) پہنتی ہوں''۔ اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ جب زیور کی آواز دعا قبول نہ ہونے کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کیسی تباہی کا باعث ہوگی؟''۔ (سنی بہشتی زیور حصہ دوم ص ۲۰۲)

آپ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں، ''آیت کریمہ کا طرز خطاب صاف بتا رہا ہے کہ یہ ممانعت صرف پاؤں میں پہننے والے زیورات کی آواز تک محدود نہیں بلکہ اس سے مقصود ہر ایسی حرکت، ہر ایسے اقدام اور ہر ایسے فعل سے روک دینا ہے جو اجنبی مردوں کی رغبت اور دلکشی کا باعث ہو اور جو عورتوں کو نامحرموں کی توجہ و التفات کا مرکز بنا دے۔ اسی لیے شوخ رنگ، بھڑک دار لباس استعمال کر کے یا تیز خوشبو لگا کر عورتوں کا مجمع عام میں جانا یا ایسے چست ملبوسات زیب تن کر کے اجنبیوں میں گزرنا جن سے بدن کی ساخت نمایاں ہو، شریعت مطہرہ کو ایک آنکھ، ایک آن کے لئے پسند و گوارا نہیں۔ چنانچہ نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے عورتوں کو حکم دیا کہ ''وہ خوشبو لگا کر گھروں سے باہر نہ نکلیں حتی کہ مسجدوں میں بھی تیز خوشبو لگا کر نماز پڑھنے کے لیے نہ جائیں''۔

ابوداؤد و ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ایک عورت مسجد سے نکل کر جارہی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے اسے روک کر دریافت فرمایا، اے خداوند جبار کی بندی! کیا تو مسجد سے آرہی ہے؟ عرض کیا، جی ہاں۔ ارشاد فرمایا، میں نے اپنے محبوب اکرم ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالی اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد میں تیز خوشبو لگا کر جائے، جب تک وہ گھر آکر غسل جنابت نہ کرلے۔''

امام ترمذی نے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا، ''جو عورت عطر لگا کر (یعنی کسی تیز خوشبو میں خود کو بسا کر) مردوں کے مجمع سے گزرے تاکہ لوگ اسکی خوشبو سے لطف اندوز ہوں (اور ظاہر ہے کہ تیز خوشبوؤں مین بس کر مردوں میں سے گزرنا اسی مقصد سے ہوتا ہے) تو وہ عورت ایسی اور ایسی (یعنی زانیہ) ہے۔

مذکورہ آیات کریمہ سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ جب زیور کی آواز کا غیروں کے کانوں تک پہنچنا شریعت مطہرہ کو ہرگز پسند نہیں بلکہ وہ اسے چھپانے کا اس قدر اہتمام کرتی ہے تو خود اس کی آواز کا غیروں کے کانوں سے ٹکرانا کس قدر ناپسندیدہ ہوگا، پھر جب اس کی آواز چھپانے کے قابل ہے تو صورت کیونکر چھپانے کے قابل نہ ہوگی کہ اصل فتنہ کا باعث تو شکل و صورت ہی ہے......

اللہ اللہ! عفت و پارسائی اور پاکدامنی کا کس قدر اہتمام ہماری شریعت مطہرہ میں ہے اور فتنہ و شر کے کیسے کیسے دروازوں، درازوں اور سوراخوں کو ہماری شریعت کاملہ نے بند کر دیا ہے۔ ایک طرف تو یہ احتیاطیں اور پابندیاں ہیں اور دوسری طرف گانے اور طرح طرح کے سریلے باجوں کے ساتھ گانے ہی کی نہیں بلکہ مرد و عورت کے مشترکہ ناچ کی آزادیاں ہیں! دونوں زندگیوں کے نتائج بالکل ظاہر ہیں۔'' (چادر اور چاردیواری، ص ۱۳۲، ملخصاً)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں



Monthly DAWAT-E-ISLAM INTERNATONAL Karachi

دعوتِ اسلام

ماہنامہ
کراچی

Issue No.2 Vol.10, Oct. 2003.

Rs.15.00



لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اسلام کے خلاف یہودیت کا گٹھ جوڑ

وہ حسد کی آگ میں جل رہا تھا؟

الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے مسلم گھرانوں میں لعنت داخل کی جارہی ہے

سعدیہ اشرف کی فکر انگیز تحریر

دعوت اسلام دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ بھڑکا دینے والا فکر انگیز میگزین

یا رسول اللہ ﷺ

یا اللہ عزوجل

ماہنامہ دعوت اسلام انٹرنیشنل کراچی

☆ جلد نمبر: 1 شمارہ نمبر 13 ☆ اکتوبر 2003

چیف ایڈیٹر — ناصر علی جہانگیر

ایڈیٹر — نشید اللہ فاروقی

ڈائریکٹر مارکیٹنگ — اشرف میمن

لے آؤٹ ڈیزائنر — اختر حسین

کمپیوٹر ڈیزائننگ — سید عرفان حسین زیدی

پبلشر — ناصر علی جہانگیر

پرنٹر — ہمدرد

اس شمارے میں

ضروری معلومات و ہدایات

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/15 روپے، سالانہ چندہ =/180 روپے، بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔ اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی، اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202 روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں، کسی ماہ پرچہ 12 شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے، آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے، کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ دس پونڈ ہے۔ امریکہ میں فی پرچہ دو ڈالر اور سالانہ چندہ بیس ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں، خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخنامہ اشتہارات: بیرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 5 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 2500 روپے عام صفحات فی صفحہ فی اشاعت 1500 روپے رقم اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے — سالانہ چندہ 180 روپے

ضرب اسلام ہاؤس 1/2 متصل شفیق پریس

نزد آئی آئی چندریگر روڈ کراچی فون: 2623630

”حمد باری تعالیٰ“

تو ہی ہے جہاں کا سہارا الٰہی
تو ہی آسراہ ے ہمارا الٰہی

تری ہی ۔ طرف سر جھکاتے ہیں ہم سب
ہے تو ہی ہمیں سب سے پیارا الٰہی

تو ہی ہر طرف ہے نمایاں نمایاں
تو ہی ہر طرف آشکارا الٰہی

پڑا وقت جب بھی کوئی آ کے ہم پر
تو ہم نے تجھی کو پکارا الٰہی

ترے ہی کرم سے ہیں ہم آج شاداں
تجھ ہی نے تو ہم کو سنوارا الٰہی

یہی تو ہے بہزاد کے دل کا ارماں
مدینے کا کرلوں نظارا الٰہی

"نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم"

جینے والو اس طرح دنیا میں جینا چاہیئے
جو بھی عالم ہو نظر سوئے مدینہ چاہیئے

اور کچھ حاجت نہیں ہے تجھ سے اے رب کریم
عشق احمد چاہیئے یاد مدینہ چاہیئے

اسوۂ سرکار ہی تو ہے صراط مستقیم
جس سے حق راضی رہے ایسا قرینہ

لے کے ان کا نام ہر طوفاں میں کشتی ڈال دو
تم کو گر اپنا کنارے پر سفینہ چاہیئے

عشق احمد ہی وہ دولت ہے کہ جو گھٹتی نہیں
عشق احمد ہی سے بس معمور سینہ چاہیئے

عشق احمد، یاد بطحیٰ اور کیف زندگی
یہ خزینہ، یہ خزینہ، یہ خزینہ چاہیئے

جس جگہ بہزاؔد دل کھوئے وہاں سے آئے کیوں
بس مدینہ ہی میں مرنا اور جینا چاہیئے

صدام کا ہوا ......

امریکی استعمار لرزہ براندام

"حملے ہوتے رہتے ہیں اور زمین پر لڑنے والے فوجیوں کو جنگ ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ صدام اپنے سرمائے اور اپنے فدائیوں کے ساتھ ہوا بنا ہوا ہے اور اس کی تمام تر جنگی حکمت عملی نے غالباً گوریلا جنگ کی صورت اختیار کر لی ہے۔"

ان الفاظ میں امریکی جریدہ نیوز ویک نے "صدام ابھی تک لڑ رہا ہے" کے زیر عنوان اعتراف کیا ہے کہ بش اور بلیئر کی عراقی جنگ بری طرح ناکام رہی ہے۔ آئے دن کہیں نہ کہیں اتحادی فوجیوں پر حملے ہوتے ہیں اور امریکی فوجیوں کے لاشے امریکا پہنچتے رہتے ہیں۔ جریدے نے 3 مئی سے 9 جولائی تک عراق میں مرنے والے 88 اتحادی فوجیوں کی تصویریں بھی دی ہیں۔ ان ہلاکتوں کی وجہ سے صدر بش اور ٹونی بلیئر کی مقبولیت میں خاصی کمی ہوئی ہے اور صدر بش کے خلاف مظاہرے پھر شروع ہو گئے ہیں۔ بی بی سی کے مطابق عراق سے امریکی فوجیوں کی واپسی میں تاخیر اور ان پر عراقی حریت پسندوں کے متواتر حملوں کے بعد امریکی فوجیوں کی بیگمات اور ماؤں نے صدر بش کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا آغاز کر دیا ہے۔ عراق کے خلاف ظالمہ فوجی کارروائی کے وقت صدر بش کو جو عوامی رائے کی حمایت حاصل تھی اس میں زبردست کمی ہوئی ہے۔ امریکی عوام اب صدر بش سے طرح طرح کے سوال کر رہے ہیں جو امریکی انتظامیہ کے لیے سیاسی بحران کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ صدر بش اور نائب صدر ڈک چینی پر عوام اور پریس کی طرف سے دباؤ بڑھتا جا رہا ہے کہ انہیں عراق پر حملے کے لیے جو معلومات دی گئیں وہ حقائق پر مبنی نہیں تھیں۔ اب امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل بڑی ڈھٹائی سے کہہ رہے ہیں کہ افریقی ملک نائیجر سے عراق کے یورانیم خریدنے کی بات مصدقہ نہیں تھی اور اس کا ذکر صدر بش، کے اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس میں شامل نہیں ہونا چاہیے تھا۔

عراق میں اس وقت امریکا کی تقریباً ڈیڑھ لاکھ فوج

محسن فارانی

"امن" قائم کرنے میں مصروف ہے مگر امن نامی چڑیا کا دور دور تک پتا نہیں۔ عراق میں تعینات امریکی تھرڈ انفنٹری ڈویژن کو ستمبر کے آخر تک امریکا واپس چلے جانا تھا مگر اب اس کی واپسی میں تاخیر ہو رہی ہے۔ عراق میں امریکا ہر ماہ



امریکی فوجی عراقی کرنسی کی لوٹ مار کر رہے ہیں

4 ارب ڈالر خرچ کر رہا ہے اگلے بجٹ تک یہ اخراجات 475 ارب ڈالر سالانہ تک پہنچ جائیں گے، اب تک عراق کی جنگی مہم پر پینٹاگون 48 ارب ڈالر خرچ کر چکا ہے۔ انہی بھاری اخراجات کے پیش نظر امریکا نے عراقی تیل کم از کم دس برس کے لیے اپنے پاس گروی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

16 جولائی کو بھی عراق میں 3 امریکی مارے گئے۔ اس دوران فلوجہ شہر میں 5 حملہ آور حریت پسند شہید ہو گئے۔

عراق کے دارالحکومت بغداد کے مشرق میں امریکی فوجی چوکی کے نزدیک ایک بم دھماکا ہوا، جس میں ایک امریکی فوجی موقع پر ہلاک جبکہ 2 زخمی ہوئے۔ زخمیوں میں ایک کی حالت نازک تھی حلہ شہر میں ایک امریکی فوجی عمارت کی چھت سے گر کر ہلاک ہو گیا جو وہاں پہرہ دے رہا تھا۔ بغداد کے مغرب میں ایک امریکی فوجی قافلے پر بھی نامعلوم حملہ آوروں نے راکٹ گرینیڈ سے حملہ کیا جس سے ایک امریکی ہلاک اور 5 زخمی ہو گئے، یہ حملہ ابوغریب جیل کے نزدیک کیا گیا۔ منصور (بغداد) کے علاقے میں بھی ایک گرینیڈ حملے کے دوران 2 امریکی فوجی 6 عراقی زخمی ہو گئے۔ دارالحکومت کے جنوبی علاقے دریان میں 2 فوجی زخمی ہو گئے بغداد ایئرپورٹ پر امریکی سی 130 فوجی ٹرانسپورٹ طیارے پر زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائل سے حملہ کیا گیا، تاہم طیارہ محفوظ رہا۔

گزشتہ ایک ہفتے کے دوران امریکیوں نے صدام

مذہب حنفی میں وتر کی تین رکعات معین ہیں اور وہ بھی ایک سلام کے ساتھ (اکثر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ جن میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا انسؓ، سیدنا ابی بن کعبؓ ابوامامہؓ، حضرت جابر بن حضرت علقمہؓ، حضرت مکحولؒ حضرت سعید بن مسیبؒ کا یہی معمول تھا اور اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے)

بھی وہی طرز عمل اختیار کرنا چاہئے جو دنیا کے ہر معاملے میں ہم اختیار کرتے ہیں۔

ہمارا جسم بھی ہے اور جسم کے اندر ایک روح بھی ہے.......جسم فنا ہونے والا ہے، ہم اپنی آنکھوں سے فنا ہوتے دیکھتے ہیں، روح فنا نہیں ہوتی وہ ہماری یادوں میں بھی زندہ رہتی ہے، مگر ہمیں ہر وقت جسم کی فکر رہتی ہے، روح سے بے خبر ہیں، ہمیں روح کی خبر لینی چاہئے اور وہ دین فطرت ہے جو ہمارا ہے، جسم کے ساتھ ساتھ ہماری روح کو بھی جلا دیتا ہے، ہمیں یہاں بھی کامیاب کرتا ہے اور وہاں بھی، آنکھ بند ہو کر ایک نئے جہاں میں کھلے گی وہاں کا بھی تو ساز وسامان ہونا چاہئے ہمیں عقل و دانائی سے کام لینا چاہئے اور دونوں جہان میں کامیابی کے لئے قدم آگے بڑھانا چاہئے۔ ہم کو خانہ بدوشی کی زندگی ترک کرکے اپنے وطن میں اور اپنے گھر میں آنا چاہئے اور دین فطرت کو گلے لگانا چاہئے۔

خوشبو

علامہ محمد منور احمد حضرت مفتی اعظم علیہما الرحمہ

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ "صحت کے انوار اس متن (ذات نبوی ﷺ کے گوشوں پر جھلک رہے تھے" جب ہی تو صدیق اکبرؓ سے سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابو بکر۔

"یعنی مجھے ٹھیک ٹھیک جیسا کہ میں ہوں کسی نے میرے رب کے سوا نہیں دیکھا" جس کسی نے دیکھا اپنی قابلیت کے لحاظ سے دیکھا لیکن حقیقت مصطفی ﷺ کو رب کے علاوہ کسی نے نہ دیکھا ایک عاشق کہتا ہے۔

ترا چناں کہ توئی دیدہ کجا بیند؟
بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

غور کیجئے! بشریت سرکار محمد ﷺ کا خاکہ پیش کروں، امام بخاریؒ تاریخ کبیر میں حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جس راستہ سے گزر فرماتے تو تلاش کرنے والا جان لیتا کہ اس راستے سے گزر فرمایا ہے کہ وہ خوشبو سے مہک جاتا تھا، محدث اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا کہ یہ خوشبو، استعمال خوشبو سے تھی بلکہ یہ خلقاً حقیقی خوشبو تھی اور پیدائشی آپ کا جسم مبارک مطہر تھا، شیخ محقق، مدارج شریف میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کو اس کی سسرال رخصت کرنا چاہا خوشبو نہ تھی، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ کچھ خوشبو مل جائے، حضور ﷺ نے شیشی طلب فرمائی اور اس میں عطر ڈالا اور اپنا پسینہ معطر سے تھوڑا سا پسینہ بھی ڈال دیا اور فرمایا کہ اسے لگا دو، جو اس نے یہ خوشبو لگائی تو تمام مدینہ معطر ہو گیا، یہاں تک کہ اہل مدینہ نے اس گھر کا نام بیت المطیبین رکھا، فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ چاہے دلہن پھول

حضور ﷺ کے دست مبارک وہ تھے جس مریض پر وہ دست شفا پہنچا، مرض دور ہو گیا نہیں نہیں بلکہ اس مریض میں جان آ گئی........ انگشت مبارک سے اگر سورج کو لوٹنے کا حکم فرماتے ہیں تو آفتاب غروب ہونے پر افق آسمانی پر طلعت ریز ہوتا ہے۔

چہرہ اقدس کے حسن و جمال کا یہ عالم ہے اور روئے زیبا کی تابشوں کا یہ منظر ہے کہ آفتاب نبوت، مہتاب رسالت کی چمکیلی کرنیں جب سینہ پاک ابن رواحہؓ پر پڑتی ہیں تو بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں۔

ترجمہ:

یعنی اے لوگو! اگر چہ آپ معجزات اور ایات بینات، پیش نہ بھی فرماتے، تب بھی آپ کا چہرہ وہ تھا کہ نبوت کی خبر دے رہا تھا یعنی انوار نبوت و رسالت جھلک رہے تھے، اس روئے جاناں میں۔

رکعات وتر کی تحقیق

مذہب حنفی میں وتر کی تین رکعات معین ہیں اور وہ بھی ایک سلام کے ساتھ (اکثر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ جن میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا انسؓ، سیدنا ابی بن کعبؓ ابوامامہؓ، حضرت جابر بن حضرت علقمہؓ، حضرت مکحولؒ حضرت سعید بن مسیبؒ کا یہی معمول تھا اور اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے)

دو سلاموں کے ساتھ تین رکعتیں پڑھنا، یا صرف ایک رکعت بطور وتر پڑھنا۔ احناف کے نزدیک جائز نہیں۔

دلائل احناف

(1) حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمنؒ نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی جس میں واضح طور پر بیان کیا گیا کہ رسول اکرم ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔

وہ الفاظ یہ ہیں........ ترجمہ: "یعنی نماز تہجد کے بعد رسول اکرم ﷺ تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔

اس روایت کو امام مسلمؒ نے صحیح مسلم مطبوعہ دار السلام الریاض میں (الحدیث 1723) اور امام نسائی نے سنن نسائی

حضور ﷺ کے دست مبارک وہ تھے جس مریض پر وہ دست شفا پہنچا، مرض دور ہو گیا نہیں نہیں بلکہ اس مریض میں جان آ گئی........ انگشت مبارک سے اگر سورج کو لوٹنے کا حکم فرماتے ہیں تو آفتاب غروب ہونے پر افق آسمانی پر طلعت ریز ہوتا ہے۔

مطبوعہ ارالسلام الریاض صفحہ 243 (الحدیث 1698) میں روایت کیا۔

(2) امام ترمذی نے ترمذی شریف مطبوعہ دارالسلام الریاض صفحہ 123 (الحدیث 563) حضرت بی بی عائشہؓ سے روایت کیا۔

ترجمہ:

یعنی "حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول ﷺ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے، دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(3) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایارات کے وتر کی تین رکعت ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی تین رکعت ہیں (رواہ دارقطنی 28/2 مطبوعہ نشرالسنہ ملتان)

مذکورہ بالا روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہوا کہ وتر تین رکعات ہیں، اب رہی یہ بات کہ تین رکعات ایک سلام کے ساتھ یا دو سلاموں کے ساتھ، مذکورہ ذیل روایات سے یہ امر بھی واضح ہے کہ رسول اکرم ﷺ وتر تین رکعت بیک سلام پڑھتے تھے۔

(1) امام نسائی نے نسائی شریف، مطبوعہ دارالسلام الریاض صفحہ 243 (الحدیث 1702) میں حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی۔

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھواللہ احد پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔

(2) امام حاکم نے المستدرک مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت صفحہ 607 (الحدیث 1180) حضرت بی بی عائشہؓ سے روایت کی۔

"رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے (بلکہ تین رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے)

اسی روایت کوامام نسائی نے سند حسن اورامام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تین رکعات بیک سلام اور صحابہ کرامؓ

(1) حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں کہ ہم نے سیدنا ابو بکرؓ کو رات میں دفنایا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے نماز وتر نہیں پڑھی آپ اٹھے ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی آپ نے ہمیں تین رکعات (وتر) پڑھائیں سلام صرف آخر میں پھیرا (رواہ الطحاوی مطبوعہ بیروت 293/1 فی شرح معانی الاثار)

بعض لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ بادشاہ جہانگیر کے لئے بددعا کیجئے جس کی وجہ سے آپ کو یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑا۔ حضرت مجدد الف چاثیؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا میں بادشاہ کے لئے بددعا کیوں کروں۔ بلکہ میں تو ان کا بے حد ممنون ہوں کہ ان کیوجہ سے مجھے ایک عظیم سعادت حاصل ہوگئی کیونکہ اگر بادشاہ مجھے قید خانہ میں نہ بھیجتے تو اتنے ہزار افراد دینی فوائد سے محروم رہ جاتے۔ یہ میرے رب کا بڑاانعام ہے۔

(2) حضرت ثالث بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔

علاوہ ازیں ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ سیدنا حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ وتر ایک سلام کے ساتھ بلافصل تین رکعت ہے اور اسی پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

غم اور ضبط

دکھ سکھ، رنج وخوشی۔ راحت وتکلیف کے مواقع ہر شخص کی زندگی میں آتے رہتے ہیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ خوشی کے وقت تو انسان اپنے جامے میں پھولا نہ سمائے اور اسے اپنی دانش مندی کا کمال اور قسمت کی بلندی کی علامت خیال کرے اور اگر خدانخواستہ حالات ناسازگار ہو جائیں تو پھر شکایتوں اور حکایتوں کے دفتر کھول کر بیٹھ جائے۔ دراصل پریشانیاں کسی شخص پر اس لئے آتی ہیں کہ انسان سنبھل جائے، خبردار ہو جائے اور اپنے رب سے تعلق مستحکم کرکے اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے کہ اسی میں فلاح ہے، ہدایت ہے، کامیابی ہے اور پھر بندہ کا عقیدہ جب یہ ہو کہ میرا ہے ہی کیا سب کچھ تو میرے معبود کے اختیار میں ہے تو پھر وہ کسی نقصان یا کسی کے بچھڑ جانے سے غمگین و پریشان نہیں ہوتا۔

مومن کی بھی عجب شان ہے اسے اگر کوئی خوشی نصیب ہوتی ہے تو وہ اسے اپنے رب کا انعام سمجھ کر سجدہ شکر بجالاتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ ہراساں ہونے کی بجائے صبر وضبط سے کام لیتا ہے۔ پھر زندگی کے سفر میں آزمائش اور پریشانیاں تو آتی ہی رہتی ہیں لیکن وہ ان کو بھی نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آزمائش جتنی شدید ہوتی ہے اس کے رب کی طرف سے اجرو ثواب اتنا ہی عظیم ہوتا ہے۔ پھر امتحان اگر سخت بھی ہو اور انسان صبر واستقامت اور ہمت وثابت قدمی سے کام لے تو درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ یہ فضیلت بھی کیا کم ہے کہ معبود حقیقی تسلی تشفی کا مرہم غمگین دلوں پر لگاتے ہوئے فرماتا ہے "بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور وہ صابرین کو بے حد اجر سے نوازے گا اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔"

دیکھئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ آپ نے قید و بند کی تمام صعوبتوں اور دیگر تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن حرف شکایت کبھی زباں پر نہ آیا بلکہ اس مرد حق نے قید خانہ کے اندر بھی تبلیغ دین اور اشاعت حق کا مقدس مشن جاری رکھا۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد اسلام کی دولت سے مالا مال ہوتی چلی گئی۔ تکالیف کی شدت بڑھتی گئی لیکن اس مرد درویش کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی اس کے برعکس قید میں جو سکون آپ کو حاصل ہوا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

"بچے سمجھتے ہیں کہ مزہ صرف شیرینی میں ہے لیکن جو تلخی سے مزہ لینے لگتا ہے اس کے نزدیک تو شیرینی ہیچ ہے۔"

بعض لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ بادشاہ جہانگیر کے لئے بددعا کیجئے جس کی وجہ سے آپ کو یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑا۔ حضرت مجدد الف چاثیؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا میں بادشاہ کے لئے بددعا کیوں کروں۔ بلکہ میں تو ان کا بے حد ممنون ہوں کہ ان کیوجہ سے مجھے ایک عظیم سعادت حاصل ہوگئی کیونکہ اگر بادشاہ مجھے قید خانہ میں نہ بھیجتے تو اتنے ہزار افراد دینی فوائد سے محروم رہ جاتے۔ یہ میرے رب کا بڑاانعام ہے۔

اللہ اللہ اسباب تکالیف کو ذرائع راحت سمجھنا اور پھر ان سے کیف وسرور حاصل کرکے اسے اپنے معبود کی طرف سے ایک عظیم نعمت جاننا۔ یہ سب کچھ مومن کے علاوہ اور کس کا شیوہ ہوسکتا ہے۔

میں شریک حیات کو واپس گھر لانا چاہتا ہوں

ایک دفعہ ہادی کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت اوس بن صامتؓ نے اپنی اہلیہ حضرت خولہ بنت ثعلبؓ کی طرف سے محبت کے جواب میں سرد مہری پائی تو غصے میں آ کر کہہ دیا "تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے۔"

"ظہار" زمانہ جاہلیت میں عورت کے لیے سخت ترین سزا اور تکلیف دہ طلاق تھی کیونکہ ظہار کے بعد میاں بیوی کسی صورت بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے تھے۔ حضرت خولہ بنت ثعلبؓ ظہار کے برے انجام کا سوچ کر کانپ اٹھیں۔ حضرت اوس بن صامتؓ ان کے بچوں کے والد تھے۔ ان کی زندگی کے بہترین ساتھی تھے۔ انہوں نے ساری زندگی ان کے ساتھ انتہائی خوش اسلوبی اور حسن معاملت کے ساتھ گزاری تھی۔ اب بڑھاپے میں وہ کیسے ان سے دور ہوسکتی تھیں؟

حضرت خولہ بنت ثعلبؓ آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ بارگاہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

"یارسول رحمت میں نے اور میرے خاوند اوس بن صامتؓ نے جوانی کے دن ہنسی خوشی گزارے ہیں۔ ہم میں کبھی رنجش یا تلخی نہیں ہوئی، اب جبکہ میں بوڑھی ہوچکی ہوں تو اوس نے مجھے ماں کی طرح اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر انہیں والد کے سپرد کرتی ہوں تو ان کی پرورش ٹھیک طرح نہیں ہوسکے گی اور اگر اپنے پاس رکھوں تو میرے پاس ان کی خوراک کا مناسب بندوبست نہیں۔ اب آپ ہی بتایئے کہ میں کیا کروں؟ آپ ہی میری مدد کیجئے اور معاملے کو سلجھایئے۔"

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خولہ بنت ثعلبؓ کی روداد سنی تو آپ کا دل بھر آیا لیکن آپ تو رب کائنات کے حکم کے پابند تھے۔ آپؐ تو اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں تھے۔ جو ارشاد فرماتے وہ وحی خداوندی ہوتا تھا۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو نافذ فرمانے والے تھے۔

چونکہ ابھی تک ظہار کے بارے میں کوئی آیت نہیں اتری تھی اس لیے رسول رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ ثعلبؓ سے فرمایا:

"اے خولہ! تیرے سوال کا ابھی میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"

حضرت خولہ بنت ثعلبؓ سخت بے چین اور بے قرار تھیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ لمحہ لمحہ جاں گداز اور جان لیوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت خولہ کے محسوسات کو اچھی طرح سمجھتے تھے لیکن آپؐ خاموش تھے کیونکہ ظہار کے بارے میں حکم خداوندی نازل نہیں ہوا تھا۔

حضرت خولہ بنت ثعلبؓ نے بار بار بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی۔ ان کی آہ وزاری میں روز بروز شدت آتی گئی۔ وہ جب بھی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوال کرتیں تو انہیں یہی جواب ملتا کہ ابھی تک رب رحمٰن و

پروفیسر خالد پرویز

رحیم کا فیصلہ نہیں پہنچا۔ جب بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تو حضرت خولہ بنت ثعلبؓ بارگاہ رب رحمٰن ورحیم میں گڑگڑا کر التجا کرتیں۔ "اے میرے مالک! تو مشکل کشا ہے، میری مشکل کو جلد آسان فرمادے۔ میری دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخش۔ مجھ پر رحم کر۔ اپنے کرم کی بارش کر۔ اپنی رحمتیں، برکتیں اور وسعتیں نازل فرما۔"

حضرت خولہ بنت ثعلبؓ کی دعائیں رنگ لائیں اور بالآخر رب کائنات کی طرف سے وحی نازل ہوئی:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور (ساتھ ہی) شکوہ کیے جاتی تھی اللہ سے (اپنے رنج وغم کا) اور اللہ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو۔ بے شک اللہ (سب کی باتیں) سننے والا (سب کچھ) دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ نہیں ہیں ان کی مائیں سوائے ان کے جنہوں نے انہیں جنا ہے۔ بے شک یہ لوگ کہتے ہیں بہت بری بات اور جھوٹ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت درگزر کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔" (المجادلہ)

اس بشارت کے ساتھ ساتھ ظہار کی تلافی کا طریقہ بھی نازل فرمادیا گیا کہ اگر کوئی شخص ظہار کر بیٹھے تو کفارہ میں ایک غلام آزاد کرے۔ اگر غلام نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر روزوں کی ہمت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبؓ کی خوشیاں لوٹ آئیں۔ دل کو سکون اور روح کو قرار ملا۔ چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ کیونکہ رب رحمٰن ورحیم نے ان کی دعائیں قبول کرلی تھیں۔ ان کی تمنا پوری ہوگئی تھی۔ وہ اب سوچ رہی تھیں کہ ان کی تمام مشکلات حل ہوگئی ہیں۔ وہ اب پھر ہنسی خوشی اپنے خاوند کے ساتھ مل کر اپنے بچوں کی پرورش کریں گی اور پہلے کی طرح مسرت وانبساط کے ساتھ زندگی کے دن گزاریں گی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس بن صامتؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: "اے اوس! تم نے یہ کیا کیا؟"

حضرت اوس بن صامتؓ نے عرض کی: "یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! دراصل شیطان نے مجھے دھوکا دیا۔ میں طیش میں آگیا اور یہ کام کر بیٹھا۔ میں اب بہت نادم ہوں۔ کیا تلافی کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟ میں اپنی شریک حیات کو واپس گھر لانا چاہتا ہوں۔"

رہبر کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس بن صامتؓ کو وحی کی آیات سنائیں تو ان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "اے اوس! کیا تم غلام آزاد کرسکتے ہو؟" حضرت اوس بن صامتؓ نے کہا "واللہ نہیں، اس کی مجھ میں استطاعت نہیں۔" نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کیا تم دوماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟"

حضرت اوس نے کہا: "یارسول اللہ مجھ میں روزے رکھنے کی ہمت نہیں۔ میں جب تک روزانہ دو مرتبہ کھانا نہ کھاؤں مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا بلکہ ایسا لگتا ہے جیسے میں بھوک سے مرا جاتا ہوں۔"

ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتے ہو؟" اس نے عرض کی: "یارسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صدقہ کے مال سے میری اعانت فرمائیں تو یہ ہوسکتا ہے۔" خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس بن صامتؓ کی مدد فرمائی اور یوں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے بعد ان کی زوجہ محترمہ ان پر حلال ہوگئیں۔ یوں رب کائنات نے مسلمانوں کو زمانہ جاہلیت کی اس برائی سے بچنے کا ایک طریقہ عطا فرمادیا۔ اس طرح جاہلیت کی ایک رسم کا خاتمہ ہوگیا۔

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مسلکاً حنفی و قادری تھے

تحریر: ڈاکٹر مسعود احمد

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قدس سرہ العزیز نسباً علوی، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے.......... 1362ھ/1836ء میں چھور شریف (ہری پور ہزارہ پاکستان) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ قرآن کریم کے علاوہ کسی سے کچھ نہیں پڑھا، امی تھے مگر دل و دماغ روشن دانش نورانی سے منور، قدرت الٰہی کی عظیم نشانی

ابھی آٹھ سال کے تھے کہ والد ماجد حضرت خواجہ خضری علیہ الرحمہ وصال فرما گئے.......... جس کو مولیٰ تعالیٰ براہ راست اپنی کفالت میں لیتا ہے اس کو دنیا میں یوں بے آسرا چھوڑ دیتا ہے اور اپنی ایسی لگن عطا فرماتا ہے کہ دنیا دیکھتی رہ جائے.......... والد ماجد کے وصال کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے ریاضات و مجاہدات کی طرف توجہ فرمائی اور چھوٹی عمر میں ایسی سخت چلہ کشی کی جو اہل دنیا کے لئے ناقابل فہم ہے اور اہل فطن کے لئے موجب حیرت و استعجاب.......... چلہ کشی کے بعد شیخ کامل کی تلاش میں سابق ریاست سوات کے دارالحکومت سیدو شریف پہنچے وہاں شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبدالغفور علیہ الرحمہ المعروف بہ اخون صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھتے ہی بیساختہ ارشاد فرمایا۔

یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے!

سبحان اللہ!

گر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اخون صاحب علیہ الرحمہ، حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے منتظر تھے.......... حضرت اخون صاحبؒ نے دعا فرمائی جس کے اثرات حضرت خواجہؒ نے محسوس کئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''جس وقت اخون صاحبؒ نے اپنے دست مبارک دعا کے لئے اٹھائے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ساتوں آسمانوں کا بوجھ میرے اوپر آ گیا ہے اور جب دعا سے فارغ ہوئے تو وہ بوجھ وسعت فرحت و انبساط کے ساتھ بدل گیا۔''

حضرت خواجہؒ نے حضرت اخون صاحبؒ سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے دریافت کیا۔

''رات کو خواب میں کچھ دیکھا ہے''

حضرت خواجہؒ نے عرض کیا

''جس مقام پر چلہ کیا کرتا ہوں وہ جگہ دیکھی ہے''

حضرت اخون صاحبؒ نے فرمایا۔

''اسی جگہ میں جا کر قیام پذیر ہو جایئے، کہیں مت جایئے آپ کے پیر صاحب آپ کے مکان پر آ کر آپ کو مرید فرما لیں گے۔''

> **حضرت خواجہ سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے علاوہ اور بہت سے سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی تھی مثلاً اکبریہ، کبرویہ، شاذلیہ، جنیدیہ، رفاعیہ، بدویہ، مداریہ، دسوقیہ، خلوتیہ، ادریسیہ، وغیرہ وغیرہ.......... یہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیوخ طریقت کا ذکر کیا جاتا ہے۔**

چنانچہ ایسا ہی ہوا جب آپ واپس چھور شریف پہنچے تو کچھ عرصہ کے بعد کشمیر سے حضرت یعقوب شاہ گنی چھتریؒ ہری پور ہزارہ تشریف لائے اور حضرت خواجہؒ کے دولت خانے پر تشریف لا کر بیعت فرمایا اور آپ کے حضرت والد ماجد خواجہ خضریؒ کا جانشین بنا کر اجازت و خلافت سے نوازا۔

حضرت خواجہ سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے علاوہ اور بہت سے سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی تھی مثلاً اکبریہ، کبرویہ، شاذلیہ، جنیدیہ، رفاعیہ، بدویہ، مداریہ، دسوقیہ، خلوتیہ، ادریسیہ، وغیرہ وغیرہ.......... یہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیوخ طریقت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ، حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت امام حسنؓ، حضرت امام زین العابدینؓ، حضرت امام محمد باقرؓ، حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت کاظمؓ، حضرت امام موسیٰؓ، حضرت خواجہ معروف کرخیؒ، حضرت خواجہ ابی الحسن السری السقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابی بکر جعفر بن یوس الشبلی، حضرت خواجہ عبدالواحد التمیمی، شیخ ابی الفرج الطرطوی، شیخ ابی الحسن علی الھنکاری، شیخ ابی سعید علی المبارک المخزومی، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی، شیخ عبدالرزاق، شیخ ابی صالح نصر، حضرت شید سید شہاب الدین، شیخ شرف الدین یحییٰ قطب، شیخ شمس الدین محمد، شیخ علاؤ الدین علی، شیخ بدرالدین حسین، شیخ شرف الدین یحییٰ شانی، خواجہ سید شرف الدین قاسم، خواجہ سید احمد، خواجہ سید حسین، خواجہ سید عبدالباسط، حضرت سید عبدالقادر ثانی، سید محمود رضی، خواجہ سید عبداللہ شاہ، حضرت شاہ عنایت اللہ، شیخ حافظ احمد شیخ، عبدالصبور خواجہ سلطان گل محمد، خواجہ شیخ محمد رفیق، خواجہ شیخ عبداللہ، شیخ محمد انور شاہ، شیخ محمد یعقوب، حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوروی رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھورویؒ کے علمی اور روحانی مدارج کا کیا ذکر کیا جائے عاشق رسول ﷺ تھے.......... گرمی

صدی سے زیادہ عرصے تک سلطنت کی قیمت ادا کرتے رہے اور بیک وقت کئی محاذوں پر لڑتے رہے۔ اب یہ واضح نہیں کہ امریکی جن کا زاویہ نگاہ کمتر ہے اور ان میں باقی دنیا سے الگ تھلگ رہنے کا زیادہ رجحان پایا جاتا ہے، وہ ایک ایسی جنگ کو جاری رکھنے میں کس قدر ثابت قدم ہوں گے جس کے لیے تقریباً ڈیڑھ لاکھ فوجی درکار ہیں۔ اس پر ہر ہفتے ایک ارب ڈالر خرچ آتے ہیں اور جنرل فرینکس کے بقول وہ مزید چار سال جاری رہ سکتی ہے۔ پھر نیوز ویک کہتا ہے کہ ''صدام اور ان کے دو بیٹوں عدی اور قصی کو پکڑ لیا گیا تو اس سے عراقیوں کی مزاحمت ختم کرنے میں مدد ملے گی۔'' (امریکیوں نے صدام کی گرفتاری پر اڑھائی کروڑ ڈالر اور عدی اور قصی کے لیے ڈیڑھ ڈیڑھ کروڑ ڈالر انعام رکھا ہوا ہے)

لیکن یہ نیوز ویک اور وائٹ ہاؤس اور پینٹاگان کے گرگوں کی بھول ہے کہ مزاحمت جلد ختم ہو جائے گی اور یہ کہ جہاد عراق چھوٹی گوریلا جنگ ہے۔ امریکیوں کی ٹاسک فورس 20 کے خفیہ خصوصی دستے عراق بھر میں صدام کی تلاش میں شکاری کتوں کی طرح بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ واشنگٹن میں ایک سینئر انٹیلی جنس افسر نے کہا کہ صدام ''کل'' پکڑا جا سکتا ہے یا کبھی نہیں۔'' اور سی آئی اے کے ایک افسر نے یاد دلایا کہ صدام اب بھی امیر ہے اور وہ اپنے تحفظ کے لیے سرمایہ خرچ کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے نیوز ویک نے یہ اعتراف کیا ہے کہ صدام ایک گوریلا تحریک کھڑی کر سکتا ہے۔ گزشتہ ہفتے صدام کے آبائی قصبے تکریت میں امریکیوں نے ایک گاڑی روکی تو اس میں سے راکٹ لانچر، 40 ہزار ڈالر کے نئے نوٹ اور عراقی دیناروں سے بھرے دو بڑے تھیلے برآمد ہوئے۔ گاڑی کے ساتھ گرفتار ہونے والے بعثی ارکان کی طرح فدائین اپنے ہاتھوں پر مخصوص نشان بنواتے ہیں...... یعنی تیروں سے چھلنی دل، بد دماغ امریکی وزیر دفاع ان حریت پسندوں کو Dead-enders یعنی'' اندھے جانباز'' کہنا پسند کرتا ہے۔ نیوز ویک نے انہیں صدام کے وفادار یا غیر ملکی دہشت گرد اور'' جہادی'' یا محض ناراض نوجوان قرار دیا ہے جن کے پاس کلاشنکوفیں تو ہیں لیکن کوئی کام نہیں۔

بات صرف اتنی نہیں۔ امریکیوں نے افغانستان کے بعد ایک اور اسلامی ملک پر ننگی جارحیت کی ہے اور اس کے معدنی وسائل لوٹنے اور اسرائیل کے بچاؤ کے لیے عراق پر فوجی تسلط جما لیا ہے۔ فلسطین پر قابض صیہونی غنڈوں کے سرپرست امریکی حکمرانوں کو ہر دو اسلامی ملکوں پر وحشیانہ جارحیت مہنگی پڑے گی۔ اسلامی ممالک کے کٹھ پتلی حکمران کب تک امریکا کی بیساکھیاں بنے رہیں گے؟ یہود و نصاریٰ کو یہ گیم ویتنام سے کہیں مہنگی پڑے گی۔ امریکی فوجیوں کے لاشے جہاں خوست، گردیز اور قندھار سے برابر امریکا پہنچ رہے ہیں وہاں فلوجہ، بغداد، تکریت اور بلد سے بھی تابوتوں کے تحفے امریکا ارسال کیے جا رہے ہیں۔ 18 جولائی کو فلوجہ میں بارودی سرنگ پھٹنے سے ایک امریکی ہلاک اور ایک گھات حملے میں 3 فوجی زخمی ہو گئے۔ دوں فطرت جارج بش نے افغانستان پر حملے سے پہلے صلیبی جنگ (Crusade) شروع کرنے کا اعلان کیا تھا اور ہندوکش کی وادیوں اور دجلہ و فرات کے میدان میں امریکی واقعی صلیبی جنگ لڑ رہے ہیں اور امت مسلمہ کے سرفروش وسائل کی قلت کے باوجود میدان کارزار میں ڈٹے ہوئے ہیں۔

امریکی ذرائع اعتراف کرتے ہیں کہ ''جون کے آخری ہفتے میں تخریب کاروں نے ایک ہی رات میں ہائی ٹینشن پاور لائن کے 60 کھمبے گرا دیے جس سے بغداد کو بجلی کی فراہمی دو روز معطل رہی۔'' اتحادی عبوری انتظامیہ (CPA) کے آلہ کار مصطفیٰ نامی عراقی کے بقول اس سے کئی لوگوں نے کہا کہ ''100 ڈالر کے لیے صدام کی خاطر لڑوں گا۔'' اور امریکی ذریعے ہی نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ''ایک امریکی ہلاک کرنے کا انعام 5 ہزار ڈالر دیا جا رہا ہے۔'' درست بات یہ ہے کہ امریکی جنہیں تخریب کار کہتے ہیں وہ حریت پسند ہیں۔

......o......

امریکی فوجی جیف وارشا بغداد یونیورسٹی میں سوڈے کی بوتل لے کر لوٹا تو پیچھے سے ایک نوجوان اس کی کھوپڑی میں گولی مار کر غائب ہو گیا۔ امریکی انٹیلی جنس حکام کے بقول حملہ آوروں نے پچاس پچاس افراد کے گروپ یا سیل بنا لیے ہیں۔ بغداد القائم روڈ پر تین ہفتے پہلے ایک رات امریکی گشتی دستے پر فائرنگ ہوئی۔ بعد میں امریکیوں نے سڑک کے کنارے تین فٹ لمبے سات آٹھ راکٹ زمین میں دھنسے پائے جو آر پی جی راؤنڈز سے کہیں بڑے تھے اور ساتھ برقی تار لگے تھے۔ وہ پورے فوجی کانوائے کو اڑانے کے لیے کافی تھے۔ امریکیوں کی خوش قسمتی تھی کہ بچ گئے۔

حریت پسند گوریلے فون استعمال نہیں کرتے بلکہ سرخ و سبز روشنی کے گولوں، رائفل کی گولیوں اور سیٹیوں سے پیغام بھیجتے ہیں۔ وہ اب زیادہ بھاری اور ہائی ٹیک اسلحہ استعمال کرنے لگے ہیں۔ بغداد میں امریکیوں پر مارٹر توپوں سے حملے بھی ہوئے ہیں 21 جون کو امریکی سی۔17 باربردار طیارے پر ایس اے۔7 طیارہ شکن میزائل سے حملہ کیا گیا، اگرچہ وہ طیارے ٹکرانے سے پہلے ہی پھٹ گیا۔ اس صورتحال نے امریکیوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں اور فوجیوں کا مورال بہت گر گیا ہے۔ حالیہ جنگ (20 مارچ تا 9 اپریل) کے تیسرے ہفتے میں جب امریکی تھرڈ انفنٹری ڈویژن کی الفا کمپنی جس کے پاس جدید ترین ابرامز ٹینک تھے، بغداد میں ری پبلکن گارڈ پیلس کے سامنے فرسودہ عراقی ٹینکوں کو نشانہ بنا رہی تھی تو ان کے لیے یہ وڈیو گیم کا سا منظر تھا۔ سارجنٹ رینا تو ایڈنوگر کے بقول وہ ٹھاہ ٹھاہ کے مزے لیتے تھے۔

لیکن اب یہ منظر یکسر بدل چکا تھا۔ جون کے آخری ہفتے میں صرف بغداد میں عراقی حریت پسندوں نے امریکیوں پر بیس مرتبہ فی یوم کی اوسط سے حملے کیے۔ یہ انکشاف نیوز ویک نے ایک خفیہ فوجی رپورٹ کے حوالے سے کیا ہے۔ سارجنٹ پال ہیرس کہتا ہے: ''آپ انکی مدد کرنے'' کی کوشش کرتے رہیں اور وہ (عراقی مجاہدین) آپ پر پتھر پھینکیں گے، آپ پر تھوکیں گے اور آوازیں کسیں گے۔ الفا کمپنی نے فٹ بال کا ایک میدان بلڈوزروں سے صاف کیا۔ اگلے ہی روز لوگوں نے اسے کوڑے سے بھر دیا۔'' ظاہر ہے عراقی حریت پسند امریکی غاصبوں کے ''مدد کرنے'' کا مفہوم خوب جانتے ہیں۔ پھر وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ غاصب امریکی درندے ان کی سرزمین پر فٹ بال کھیلتے رہیں۔

نیوز ویک کے مضمون نگار نے اطمینان ظاہر کیا ہے کہ ''خوش قسمتی سے امریکیوں پر حملہ صرف نام نہاد سنی مثلث (وسطی عراق) میں ہو رہے ہیں اور شمال میں کرد اور جنوب میں شیعہ اور امریکی قابضین کے دوست یا کم از کم غیر متحرک ہیں اور امریکی فوجی غیر سنی عراق میں محفوظ ہیں۔ لیکن امریکیوں کی یہ خوش فہمی جلد دور ہو جائے گی۔ مزاحمت اور تحریک جہاد تیز تر ہو جائے گی جیسا کہ سرفروشان اسلام سرحدیں پار کر کے عراق پہنچنے لگے ہیں اور امریکی خود ان جہادیوں کی مزاحمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار غلام

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

دلوں کو روحانی سکون سے بھر دینے والی دعوت اسلام کی خصوصی ترتیب

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سارا جزیرہ نمائے عرب کفروشرک کا ظلمت کدہ تھا لیکن بعض قبائل میں خال خال ایسے افراد بھی مل جاتے تھے جو شرک اور جاہلی رسوم سے سخت متنفر تھے وہ صدق دل سے توحید کے قائل تھے اور دین ابراہیمی کی پیروی کرنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی سعید الفطرت لوگوں میں اک صاحب زید تھے۔ ان کا تعلق قریش کے نامور قبیلہ بنو عدی سے تھا وہ عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرظ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی قرشی) کے فرزند اور حضرت عمر فاروق ؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ (کعب بن لوء پر ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے) زید عقیدۂ توحید میں بہت سخت تھے ان کو نہ صرف بت پرستی اور شرک سے اجتناب تھا بلکہ وہ بتوں پر کی ہوئی قربانی، مردار اور خون کو بھی حرام سمجھتے تھے۔ بعض ارباب سیر نے لکھا ہے کہ زید شعروشاعری میں بھی درک رکھتے تھے اور اپنے اشعار میں کفروشرک کی علانیہ مذمت کرتے تھے۔

بت پرستی کی مذمت میں یہ شعرانہی سے منسوب ہیں۔

فلا العزیٰ ادین ولا ابنتیھا
ولا صنمی بنی طسم ادیر
اربا واحدًا امرا الف رب
ادین از اتقسمت الامور

(میں نہ عزیٰ پر ایمان رکھتا ہوں نہ اس کی بیٹیوں پر اور نہ ہی طسم کے بتوں پر جب خدائی کے کام تقسیم ہوگئے تو میں ایک اللہ پر ایمان لاؤں یا ہزار خداؤں پر)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی کے بارے میں بھی انہوں نے بہت سے شعر کہے جن میں سے کچھ یہ ہیں۔



مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب صورت محراب کا منظر

اسلمت وجھی لمن اسلمت
لہ المزن تحمل غذباز لالا
واسلمت وجھی لمن اسلمت
لہ الارض تحمل صخراً ثقالا
وحاھا استوت شدھا
سواء وارسی علیھا الجبالا

میں نے اس ذات کے آگے اپنا سر جھکایا جس کے آگے صاف اور شریں پانی والے بادلوں نے اپنی گردن جھکادی۔ اور میں نے اپنا سر اس کے آگے جھکادیا جس کے آگے بھاری چٹانوں کو اٹھانے والی زمین نے سر جھکایا۔ اس نے اس زمین کو بچھا دیا اور جب دیکھا کہ وہ پانی پر مضبوطی سے جم گئی ہے تو اس نے اس پر پہاڑوں کے لنگر ڈال دیے۔

ایک شعر میں لات وعزیٰ سے اپنی بریت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

ترکت اللات والعزیٰ جمیعاً
کذلک یفعل الرجل البصیر

(میں نے لات وعزیٰ سب کو چھوڑ دیا اور علقمند آدمی ایسا ہی کرتا ہے)

بت پرستی اور رسوم جاہلیت کی علانیہ مذمت کرنا اور لوگوں کو دین ابراہیمی کی طرف بلانا ایسے کام نہ تھے کہ قریش انہیں ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیتے۔ وہ زید کے سخت دشمن ہوگئے اور ان کو ایذا رسانی پر کمر باندھی، اس معاملے میں ان کے چچا خطاب (حضرت عمرؓ کے والد) سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ انہوں نے زید کو اس قدر ستایا کہ وہ تنگ آکر مکہ سے نکل گئے اور حرار میں مقیم ہوگئے تاہم کبھی کبھی چھپ چھپا کر کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ آجاتے تھے۔ نزول وحی سے چند سال پیشتر ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور زید کی وادی بلدح میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس موقع پر حضورؐ کی طرح زیدؓ نے بھی بتوں پر چڑھایا ہوا ذبیحہ کھانے سے انکار کردیا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلدح کے نیچے زید بن عمرو بن نفیل سے ملے، یہ وہ زمانہ تھا جب آپؐ پر وحی نہیں آتی تھی۔ آپؐ کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا، آپؐ نے کھانے سے انکار فرمایا، پھر زید نے کہا، تمہارے استھانوں پر جو ذبح ہوتا ہے میں اس کو نہیں کھاتا، میں وہی کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا جائے...... زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں کو برا جانتے تھے اور کہتے، بکری کو خدا نے پیدا کیا اور اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے اس کے لیے سبزہ اگایا، پھر تم اس کا انکار کرکے اس کو غیر اللہ کے نام پہ ذبح کرتے ہو اور اس (غیر اللہ) کی تعظیم کرتے ہو۔''

زمانہ جاہلیت میں عرب میں دختر کشی کا عام رواج تھا۔ ظالم باپ اپنی ننھی بچیوں کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے۔ زید کو اس لرزہ خیز ظلم سے شدید نفرت تھی، ان کو جب کسی شقی القلب باپ کے ارادہ کا علم ہوتا تو وہ فوراً اس کے پاس جاتے اور لڑکی کو اپنی سرپرستی میں لے لیتے اس طرح انہوں نے بیسیوں معصوم بچیوں کی جانیں بچائیں اور ان کے جوان ہونے تک کفالت کی۔ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ میں نے زید بن عمرو کو ان کے بڑھاپے میں دیکھا تھا، وہ کعبہ کی دیوار کا سہارا لگائے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے گروہ قریش واللہ میرے سوا تم میں سے کوئی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ وہ موؤدہ کو جلاتے تھے (ندہ رکھتے تھے) جب کوئی شخص اپنی لڑکی کو قتل کرنا چاہتا تھا، وہ کہتے قتل مت کرو، میں اس کا بار اٹھاؤں گا۔ یہ کہہ کر لے جاتے تھے۔ جب جوان ہوجاتی تو اس کے باپ سے کہتے کہ اگر تم چاہو تو اس کو لے جاسکتے ہو ورنہ میرے پاس ہی رہنے دو، میں اس کے اخراجات برداشت کروں گا۔''

زید نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام موصل اور جزیرہ تک کا سفر کیا اور وہاں کے یہودی اور نصرانی علماء سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا کیونکہ ان لوگوں کے خیالات بھی مشرکین مکہ کے عقائد سے مشابہت رکھتے تھے اس پر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

''الٰہی تو گواہ رہیو کہ میں دین ابراہیمؑ پر ہوں۔''

وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلدح کے نیچے زید بن عمرو بن نفیل سے ملے، یہ وہ زمانہ تھا جب آپؐ پر وحی نہیں آتی تھی۔ آپؐ کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا، آپؐ نے کھانے سے انکار فرمایا، پھر زید نے کہا، تمہارے استھانوں پر جو ذبح ہوتا ہے میں اس کو نہیں کھاتا، میں وہی کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا جائے...... زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں کو برا جانتے تھے اور کہتے، بکری کو خدا نے پیدا کیا اور اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے اس کے لیے سبزہ اگایا، پھر تم اس کا انکار کرکے اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو اور اس (غیر اللہ) کی تعظیم کرتے ہو۔''

''اے اللہ اگر میں یہ جانتا کہ تیری عبادت کا کون سا طریقہ تجھے پسند ہے تو میں اسی طریقے سے عبادت کرتا۔''

پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سر رکھ کر سجدہ کرتے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل کسی نے بلادلخم میں زید کو قتل کر ڈالا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ورقہ بن نوفل نے ان کے واقعہ قتل پر ایک دردناک مرثیہ کہا۔

''مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ زیدؓ کے فرزند کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ زید کے خیالات کا آپؐ کو علم ہے کیا ہم ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔''

آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ زیدؓ بن عمرو کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم کرے ان کی وفات دین ابراہیم پر ہوئی۔''

ایک اور روایت میں زیدؓ کے بارے میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔

زیدؓ بن عمرو نے بنوخزاعہ کی ایک خاتون فاطمہ بنت بعجہ سے شادی کی تھی انہی کے بطن سے اس مرد حق آگاہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا سعید الفطرت فرزند عطا کیا کہ جس کی جلالت قدر پر اوج ثریا نے رشک کیا اور جس کے فضائل و محاسن تاریخ اسلام کا ایک تابناک باب بنے۔ پاک نفس باپ نے اس فرزند گرامی کا نام سعید رکھا اور سعید واقعی اسم بامسمّٰی ثابت ہوئے۔ ابوالاعور سعید بن زید نے جب ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اپنے گھر میں ہمیشہ خدائے واحد اور دین ابراہیمی کا چرچا سنا۔ قیامت کے دن تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھنے والے موحد باپ کی تربیت نے ان کے دل میں توحید سے گہرا لگاؤ پیدا کردیا۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد جونہی دعوت حق کا آغاز فرمایا، سعیدؓ لپک کر آگے بڑھے اور دین حنیف کے حلقہ بگوش بن گئے ان سے پہلے صرف گنتی کے چند سلیم الفطرت اصحاب سعادت اندوز اسلام ہوئے تھے۔ حضرت سعیدؓ کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب تھیں جو حضرت عمر فاروقؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی فطرت صالح سے نوازا تھا اپنے شوہر کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوگئیں اور یوں دونوں میاں بیوی اللہ کے ان پاک باز بندوں میں شامل ہوگئے جنہیں حق تعالیٰ نے سابقون الاولون کا خطاب دے کر کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سعیدؓ اور حضرت فاطمہؓ بنت خطاب سے

پہلے صرف چھبیس آدمی ایمان لائے تھے۔ حضرت فاطمہؓ ستائیسویں مسلمان تھیں اور حضرت سعیدؓ اٹھائیسویں۔

حضرت سعیدؓ اور فاطمہؓ دونوں میاں بیوی کو قرآن حکیم سے عشق تھا۔ وہ کلام الٰہی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضرت خباب بن الارت کو وقتاً فوقتاً اپنے گھر بلاتے رہتے۔ حق کے نام لیواؤں کے لیے یہ سخت ابتلا کا دور تھا۔ مشرکین قریش اہل حق پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں شرافت اور انسانیت کی حدیں پھلانگ گئے تھے یہاں تک کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شرانگیزی اور ایذا رسانی سے بچنے کے لیے اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم کے گھر پناہ گزیں ہوگئے تھے جو کوہِ صفا کے دامن میں ایک وسیع اور محفوظ احاطہ تھا۔ اس زمانے میں حضرت فاطمہؓ کے شجاع بھائی حضرت عمر بن خطاب بھی کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹک رہے تھے اور سرور عالم کے محبوب چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا بھی یہی حال تھا، ان کو دعوتِ حق پر غور و فکر کرنے کی بجائے سیر و شکار سے لگاؤ تھا۔ ایک دن حسب معمول شکار سے واپس آ رہے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی ان کے راستے میں کھڑی ہوگئی اور طعن آمیز لہجے میں بولی:

''ابوعمارہ! کاش تم تھوڑی دیر پہلے آتے تو دیکھتے کہ ابوجہل نے تمہارے بھتیجے محمد کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، وہ کعبہ میں اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہا تھا کہ ابوجہل نے اس پر سب وشتم کی بوچھاڑ کردی، مٹی اور گوبر پھینکا اور جسمانی ایذا بھی پہنچائی! افسوس کہ بنو ہاشم کے یتیم کی حمایت میں کوئی ہاتھ بلند نہیں ہوا۔''

حضرت حمزہ سرور عالم کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی، خون اور دودھ کے جوش نے انہیں بے قرار کردیا۔ سخت غیظ وغضب کے عالم میں اپنی کمان کھینچ کر خانہ کعبہ کی طرف دوڑے، ابوجہل ابھی تک وہیں تھا اور قریش کے ایک مجمع میں بیٹھا لاف زنی کر رہا تھا۔ حضرت حمزہ جوش اور غصے میں بھرے ہوئے اس پر لپکے اور اپنی کمان اس کے سر پر اس زور سے ماری کہ لہولہان ہوگیا، اس کے ساتھ ہی اسے للکار کر کہا:

''تو محمد کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میرا دین بھی محمد کا دین ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں، تجھ میں ہمت ہے تو مجھے اس سے روک کر دیکھ۔'

اس پر بنو مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی حمایت کے لیے کھڑے ہوگئے لیکن اس نے کہا:

''ابوعمارہ کو چھوڑ دو میں نے واقعی آج اس کے بھتیجے کو بہت گالیاں دی تھیں اس لیے اس کو غصہ آگیا ہے۔''

اس کے بعد حضرت حمزہؓ رحمت عالمؐ کی خدمت میں پہنچے اور کہا:

''برادر زادے خوش ہو جاؤ میں نے عمرو بن ہشام (ابوجہل) سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔''

حضورؐ نے فرمایا:

''چچا جان میری خوشی تو اس میں ہے کہ آپ بت پرستی ترک کرکے دین حق کی پیروی کریں۔''

حضرت حمزہؓ یہ سن کر خاموش ہوگئے اور شش و پنج کی حالت میں گھر واپس آئے۔ ساری رات ہجوم افکار میں گزری۔ صبح تک ان کے باطن کا دغدغہ دور ہوگیا اور رحمت عالمؐ کی خدمت میں پہنچ کر سعادت اندوز اسلام ہوگئے۔

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کی خبر مشرکین مکہ پر بجلی بن کر گری لیکن پرستاران حق بے حد مسرور ہوئے۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ اسی زمانے میں حضورؐ نے ایک دن دعا مانگی۔

''الٰہی قریش کے دوستونوں عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جس کو تو چاہے، ہدایت کا راستہ دکھا تاکہ تیرے دین کو تقویت پہنچے۔''

یہ دعا اللہ تعالیٰ نے عجیب رنگ میں قبول فرمائی۔

حضرت حمزہؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ابوجہل کی حالت مار دم بریدہ کی سی ہوگئی اس نے طیش میں آکر اعلان کیا کہ جو شخص محمد کو قتل کرکے اس کا سر میرے پاس لائے گا اس کو سو سرخ اونٹ یا ہزار اوقیہ چاندی انعام دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رشتہ میں ابوجہل کے بھانجے ہوتے تھے۔ (ان کی والدہ ابوجہل کی چچازاد بہن تھیں) اور شجاعان قریش میں شمار ہوتے تھے۔ ابوجہل نے انہیں سخت اشتعال دلایا یہاں تک کہ وہ تلوار کھینچ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، اس کام کو میں انجام دوں گا۔

یہ کہہ کر شمشیر بدست حضرت ارقمؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے راستے میں ان کے قبیلے کے ایک صاحب نعیمؓ بن عبداللہ النحام مل گئے، وہ دولت ایمان سے بہرہ یاب ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے تیور دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے پوچھا۔

''عمر کدھر کا قصد ہے؟''

حضرت عمر: ''بس آج اس شخص کا خاتمہ کرنے جاتا ہوں جس نے قریش میں تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اور ہمارے دین میں کیڑے ڈالتا ہے۔

حضرت نعیم: ''عمر، خدا کی قسم تمہارے نفس نے تم کو دھوکے میں ڈال دیا ہے، تم محمد کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو کیا بنو عبد مناف تمہیں زندہ چھوڑیں گے۔''

حضرت عمر: ''مجھے کسی کا خوف نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی صابی ہوگئے ہو۔ کیوں نہ پہلے تمہارا ہی سر اڑا دوں؟''

حضرت نعیم: ''تم مجھ کو بعد میں قتل کرنا پہلے اپنے گھر والوں کی خبر لو۔''

حضرت سعیدؓ اور فاطمہؓ دونوں میاں بیوی کو قرآن حکیم سے عشق تھا۔ وہ کلام الٰہی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضرت خباب بن الارت کو وقتاً فوقتاً اپنے گھر بلاتے رہتے۔ حق کے نام لیواؤں کے لیے یہ سخت ابتلا کا دور تھا۔ مشرکین قریش اہل حق پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں شرافت اور انسانیت کی حدیں پھلانگ گئے تھے یہاں تک کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شرانگیزی اور ایذا رسانی سے بچنے کے لیے اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم کے گھر پناہ گزیں ہوگئے تھے جو کوہِ صفا کے دامن میں ایک وسیع اور محفوظ احاطہ تھا۔

حضرت عمرؓ: ''میرے کون سے گھر والے؟''

حضرت نعیمؓ: ''تمہاری بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعید بن زید جو دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔''

حضرت عمرؓ کو نعیمؓ کی باتیں سن کر سخت تاؤ آیا۔ سیدھے سعیدؓ بن زید کے گھر پہنچے۔ اس وقت سادس الاسلام حضرت خبابؓ بن الارت بھی حضرت سعیدؓ کے گھر موجود تھے اور دروازہ اندر سے بند کر کے حضرت سعیدؓ اور فاطمہؓ کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے تلاوت قرآن کی آواز سنی تو ان کا غصہ اور بھڑک اٹھا، دروازے پر زور سے دستک دی۔ تینوں پرستارانِ حق سمجھ گئے کہ یہ عمر ہیں۔ حضرت خبابؓ تو گھر کے پچھلے حصے میں روپوش ہو گئے اور حضرت فاطمہؓ نے کلام پاک کے اجزاء جلدی سے کہیں چھپا کر دروازہ کھولا۔

حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا: ''یہ کیسی گنگناہٹ تھی جو ابھی میں نے سنی ہے؟''

حضرت سعید اور فاطمہؓ نے کہا: ''تم نے کچھ نہیں سنا۔''

حضرت عمرؓ سخت غضبناک ہو کر بولے: ''میں نے سنا ہے کہ قسم مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو چکے ہو، میں تمہیں اس حرکت کا مزہ چکھاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ حضرت سعیدؓ سے لپٹ گئے، ان کے بال پکڑ کر زمین پر دے مارا اور پھر بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ شوہر کو پٹتا دیکھ کر بے تاب ہو گئیں اور بھائی کے ہاتھ سے انہیں چھڑانے کے لیے آگے بڑھیں۔ حضرت عمرؓ نے جوش غضب میں ایک لکڑی حضرت فاطمہؓ کے چہرے پر دے ماری جس سے وہ لہولہان ہو گئیں لیکن استقلال کا یہ عالم تھا کہ اسی حالت میں بولیں:

قد اسلمنا وتابعنا محمد افعل مابدالک.....

(ہاں ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کر لی ہے تو جو کچھ کر سکتا ہے کر لے۔ اسلام کا نقش ہدایت ہمارے سینے سے کبھی نہیں مٹ سکتا)

خون میں نہائی ہوئی بہن کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حضرت عمرؓ مبہوت ہو گئے ان کا غصہ ندامت میں تبدیل ہو گیا اور بولے:

''اچھا تو جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔''

حضرت فاطمہؓ نے کہا: ''ہمیں ڈر ہے کہ تم اس کو ضائع کر دو گے۔''

حضرت عمرؓ نے اپنے معبودوں کی قسم کھا کر کہا کہ ''میں اسے پڑھ کر واپس کر دوں گا۔''

حضرت فاطمہؓ کو اب کچھ امید بندھی کہ شاید ان پر کلام الٰہی کا اثر ہو جائے۔ انہوں نے کہا:

''ہم خدا کا کلام پڑھ رہے تھے، جب تک تم غسل کر کے بدن پاک نہ کر و اس کلام پاک کو نہیں چھو سکتے۔''

حضرت عمرؓ نے اٹھ کر غسل کیا اور حضرت فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔ اس وقت سورۂ طٰہٰ ان کے سامنے آئی اسے ہی پڑھنا شروع کیا۔ ابھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھی تھی کہ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، دل سے کفر و شرک کی ظلمت چھٹنے لگی۔ جوں جوں تلاوت کرتے جاتے قرآن کریم کی شوکت الفاظ، ندرت بیان اور فصاحت زبان انہیں مسحور کرتی جاتی تھی جب اس آیت پر پہنچے:

انـنـی انـا الـلّـٰه لا الـه الا انـا فاعبدنی واقـم الصلوٰة لذکری

(میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میری ہی عبادت کیا کر اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کر)

تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور بے اختیار پکار اٹھے۔

اشهـد ان لا الـه الا الـلّـٰه واشهـد ان محمداً رسـول الله

حضرت خبابؓ بن ارت جو اندر چھپے ہوئے تھے اب باہر نکلے اور مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اے عمرؓ! مبارک ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تیرے حق میں قبول ہو گئی۔ حضورؐ نے کل ہی دعا مانگی تھی کہ الٰہی عمرو بن ہشام (ابو جہل) یا عمرؓ بن خطاب میں سے جس کو تو چاہتا ہے اسلام میں داخل کر۔''

حضرت خبابؓ، حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر حضرت ارقمؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر دروازے پر دستک دی تو صحابہ کرامؓ نے دروازہ کھولنے میں تامل کیا۔ شیر خدا حضرت حمزہؓ کو جوش آ گیا، انہوں نے تلوار سونت لی اور کڑک کر کہا: ''عمر آتا ہے تو آنے دو اگر اس کی نیت نیک نہیں ہے تو خدا کی قسم اس تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔''

اس پر رحمت عالم نے فرمایا: ''دروازہ کھول دو۔''

حضرت فاطمہؓ کو اب کچھ امید بندھی کہ شاید ان پر کلام الٰہی کا اثر ہو جائے۔ انہوں نے کہا: ''ہم خدا کا کلام پڑھ رہے تھے، جب تک تم غسل کر کے بدن پاک نہ کر و اس کلام پاک کو نہیں چھو سکتے۔'' حضرت عمرؓ نے اٹھ کر غسل کیا اور حضرت فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔ اس وقت سورۂ طٰہٰ ان کے سامنے آئی اسے ہی پڑھنا شروع کیا۔ ابھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھی تھی کہ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، دل سے کفر و شرک کی ظلمت چھٹنے لگی۔ جوں جوں تلاوت کرتے جاتے قرآن کریم کی شوکت الفاظ، ندرت بیان اور فصاحت زبان انہیں مسحور کرتی جاتی تھی

دروازہ کھلنے پر حضرت عمرؓ بے تابانہ اندر داخل ہوئے، حضرت خباب پیچھے رہ گئے تھے۔ حضورؐ نے پوچھا: ''عمر کس نیت سے آئے ہو؟''

حضرت عمرؓ جلالِ نبوت سے کپکپا اٹھے، سر جھکا کر نہایت دھیمے لہجے میں کہا:

''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لیے۔''

یہ الفاظ سن کر صحابہ کرامؓ فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے، انہوں نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ وہ اپنی جرات، دلاوری، بے خوفی، فراست اور تدبر کی بدولت اسلام کا ایک عظیم ستون ثابت ہوئے اور جریدۂ عالم پر ایسے نقوش ثبت کیے جو ابدالآباد تک ملت اسلامیہ کے لیے سرمایۂ افتخار اور مشعل راہ بنے رہیں گے۔ فاروق اعظمؓ کو حق کا حلقہ بگوش بنانے میں حضرت سعیدؓ بن زید اور فاطمہؓ

بنت خطاب کا بہت حصہ ہے۔ یہ ان کی استقامت اور اخلاص کا ہی نتیجہ تھا کہ بنو عدی کے مردِ آہن کا دل بھی پگھل گیا اور وہ آناً فاناً دشمنانِ حق کی صف سے نکل کر جاں نثارانِ اسلام کی صف میں آ گئے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو حضرت سعیدؓ مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ پہنچے اور حضرت ابولبابہ انصاریؓ کے گھر قیام کیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ہجرت میں ان کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ کچھ عرصہ بعد جب حضورؐ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت سعیدؓ کو حضرت رافعؓ بن مالک زرقی انصاری کا اسلامی بھائی بنا دیا۔ (یہ ابن سعدؒ کا بیان ہے۔ ابن ہشامؒ اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے انہیں حضرت ابیؓ بن کعب کا اسلامی بھائی بنا لیا۔)

۲ ہجری میں بدر کے میدان میں حق و باطل کا معرکہ اول پیش آیا تو حضرت سعیدؓ بن زید ان تین سو تیرہ نفوسِ قدسی میں سے ایک تھے جو اپنی بے سروسامانی کے باوجود کفر کی مہیب طاغوتی قوت سے محض اللہ کے بھروسے پر بھڑ گئے۔ واقدی، ابن سعد اور کچھ دوسرے اہل سیر نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر سرورِ کائنات نے حضرت سعیدؓ کو ایک خاص کام کے لیے حضرت طلحہؓ کے ساتھ شام کی طرف بھیجا تھا۔ وہ غزوہ ختم ہونے کے بعد مدینہ واپس آئے تاہم حضورؐ نے بدر کے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ لگایا اور جہاد کے ثواب سے بہرہ ور ہونے کی بشارت بھی دی لیکن صحیح بخاری میں واضح طور پر ان کا نام اصحابِ بدر کی فہرست میں درج ہے اور ایک دوسری روایت میں بھی ان کے نام کے ساتھ بدری کا لقب مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعیدؓ نے عملی طور پر غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ بدر کے بعد دوسرے تمام غزواتِ نبوی میں بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ احد، خندق، خیبر، حنین اور طائف ہر معرکہ میں انہوں نے کمال درجے کی سرفروشی اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ ۶ھ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا، فتح مکہ کے موقع پر ایک دستہ فوج کے افسر تھے۔ غزوۂ عسرت (تبوک) میں طویل پر صعوبت سفر کی تمام سختیاں ہنسی خوشی برداشت کیں۔ غرض قبولِ اسلام کے بعد کوئی شرف ایسا نہیں تھا جو انہیں حاصل نہ ہوا ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد جب ایران اور روم سے کشمکش کا آغاز ہوا تو حضرت سعیدؓ شام جانے والے لشکر میں ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے شریک ہو گئے ۱۳ھ (عہد صدیقی) میں اجنادین کا ہولناک معرکہ پیش آیا، اس لڑائی میں نوے ہزار رومی جنگجو ایک نامور سردار وردان کی قیادت میں مسلمانوں کے مقابل ہوئے جن کی تعداد صرف بیس ہزار کے لگ بھگ تھی، مسلمان جانباز جن میں حضرت سعیدؓ بھی شامل تھے سر سے کفن باندھ کر لڑے اور اپنی قوت ایمانی کے بل پر کثیر التعداد رومی لشکر کو عبرتناک شکست دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد جب ایران اور روم سے کشمکش کا آغاز ہوا تو حضرت سعیدؓ شام جانے والے لشکر میں ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے شریک ہو گئے ۱۳ھ (عہد صدیقی) میں اجنادین کا ہولناک معرکہ پیش آیا، اس لڑائی میں نوے ہزار رومی جنگجو ایک نامور سردار وردان کی قیادت میں مسلمانوں کے مقابل ہوئے جن کی تعداد صرف بیس ہزار کے لگ بھگ تھی، مسلمان جانباز جن میں حضرت سعیدؓ بھی شامل تھے سر سے کفن باندھ کر لڑے اور اپنی قوت ایمانی کے بل پر کثیر التعداد رومی لشکر کو عبرتناک شکست دی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا رخ کیا۔ اسی زمانے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی اور خلافت فاروقی کا آغاز ہوا۔ اس وقت دمشق کا محاصرہ جاری تھا۔ اثنائے محاصرہ میں ہرقل نے ایک بڑی فوج اہل دمشق کے لیے روانہ کی۔ سپہ سالار اسلام حضرت خالدؓ بن ولید کو اس فوج کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی فوج کے ایک حصے کو محاصرے پر چھوڑا اور باقی فوج کے ساتھ دمشق سے ایک منزل دور رومیوں کی امدادی فوج کے مقابل ہوئے۔ اسلامی لشکر کی صف بندی کرتے وقت انہوں نے حضرت سعیدؓ بن زید کو رسالہ کا افسر مقرر کیا۔ رومی لشکر بڑی جرات اور استقامت کے ساتھ رومیوں کے پرخروش حملے کو روکا، اس اثنا میں حضرت خالدؓ نے رومیوں کے میسرہ پر اور حضرت معاذؓ بن جبل نے میمنہ پر اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور اسلامی رسالہ ان کے دباؤ سے آزاد ہو گیا۔ اس وقت حضرت سعیدؓ رومیوں پر اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ ان کی تمام صفیں درہم برہم ہو گئیں اور وہ اپنے سینکڑوں آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ لڑائی ''یوم مرج الصفر'' کے نام سے مشہور ہے۔ اسلامی لشکر مظفر و منصور واپس دمشق آ گیا اور تھوڑی ہی مدت کے بعد اس پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ دمشق کے بعد مسلمان قنسرین اور بعلبک کو مفتوح کر کے، حمص کی طرف بڑھے جو شام کا ایک اہم شہر تھا اور جہاں رومیوں نے ایک زبردست لشکر جمع کر رکھا تھا۔ اس وقت شام کا ایک نامی جنگجو مرلیس، حمص کا حاکم تھا۔ اس نے پہلے تو شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن جب ایک خونریز لڑائی کے بعد مسلمانوں نے اسے شکست دی تو وہ قلعہ بند ہونے پر مجبور ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اس کو فتح کرنے کے لیے بار بار حملے کیے لیکن اہل حمص نے سخت مزاحمت کی اور مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ بالآخر مسلمانوں نے ایک جنگی منصوبہ بنایا اور اس کے مطابق تھوڑے سے سوار اور معمولی سامان پیچھے چھوڑ کر سارا لشکر دمشق کا محاصرہ اٹھا کر ایک منزل دور چلا گیا۔ حاکم حمص مرلیس نے سمجھا کہ مسلمان بددل اور مایوس ہو کر پسپا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی فوج ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا اور مسلمانوں کی لشکر گاہ پر ہلہ بول دیا۔ مسلمان سواروں نے معمولی مقابلہ کیا اور پھر پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ رومیوں کے دل بڑھ گئے اور انہوں نے تیزی سے مسلمانوں کا پیچھا کیا۔ اس طرح مسلمانوں کی چال کامیاب ہو گئی، بڑی اسلامی فوج نے دمشق سے کافی دور خفیہ مورچے قائم کر لیے تھے۔ جونہی رومی لشکر اس کی زد میں آیا، مجاہدین اسلام اس پر برق بے اماں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ رومی جان توڑ کر لڑے لیکن جب

حضرت سعیدؓ نے ان کے سردار مرلیس کا کام تمام کر دیا تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان اب طوفان کی طرح حمص کی طرف بڑھے، اہل حمص کو اپنا انجام صاف نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے فوراً مسلمانوں کی اطاعت کا اعلان کر دیا اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔

حمص کے فتح کے بعد رجب ۱۵ھ/۶۳۶ء میں یرموک کی خونریز جنگ پیش آئی جس نے شام کی قسمت کا بڑی حد تک فیصلہ کر دیا، اس لڑائی میں حضرت سعیدؓ پیدل فوج کے افسر تھے وہ ایسی شجاعت اور پامردی سے لڑے کہ جہاد کا حق ادا کر دیا۔

علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے کہ اثنائے جنگ میں رومیوں نے مسلمانوں کے میسرہ پر حملہ کیا۔

چونکہ اس حصے میں اکثر لخم اور غسان کے قبائل تھے جن کے دلوں میں رومیوں کا رعب سمایا ہوا تھا اس لیے پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن افسر جمے رہے، انہیں میں حضرت سعیدؓ غصے میں گھٹنے ٹیکے کھڑے تھے، رومی ان کی طرف بڑھے تو وہ شیر کی طرح جھپٹے اور مقدمہ کے افسر کو مار گرادیا۔ حضرت سعیدؓ اور ان جیسے دوسرے مجاہدوں کی جانبازی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رومیوں کے ٹڈی دل کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اسی زمانے میں سپہ سالار اسلام حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے حضرت سعیدؓ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا لیکن ان کے دل میں شوق جہاد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ تو جہاد کریں اور میں اس سے محروم رہوں لہٰذا یہ خط پہنچتے ہی میری جگہ کسی اور کو بھیج دیجئے۔

پھر دمشق کی امارت سے استعفاء دے کر میدان جہاد میں پہنچ گئے۔ جب تک شام مکمل طور پر فتح نہ ہو گیا وہ برابر جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہے۔ فتح شام کے بعد حضرت سعیدؓ مدینہ منورہ آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔

۲۳ ہجری میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ زخمی ہوئے تو حضرت سعیدؓ ان کے گھر میں تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی وہیں بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جو حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، فرمایا:

''دیکھو میں نے کلالہ کے متعلق کچھ نہیں کہا اور کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا، جو عرب اس وقت قید میں ہیں وہ سب آزاد ہیں۔''

حضرت سعیدؓ بولے: ''اگر آپ کسی مسلمان کو خلیفہ نامزد کر دیں تو مسلمان آپ پر اعتماد کریں گے۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''میں تو صرف ان چھ شخصوں کے اندر خلافت کو رکھوں گا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک راضی رہے اور جن میں بار خلافت اٹھانے کی صلاحیت بھی ہے۔'

پھر فرمایا:

''اگر سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ یا ابوعبیدہؓ بن الجراح میں سے اس وقت کوئی ہوتا تو میں اسے خلیفہ بنا کر مطمئن ہو جاتا۔''

جن چھ اصحاب کو حضرت عمرؓ نے خلافت کے قابل سمجھا ان کے نام یہ ہیں:

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔

یہ سب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت سعیدؓ بن زید بھی ان کے ہم مرتبہ تھے لیکن حضرت عمرؓ نے انہیں محض اس لیے خلافت کے لیے نامزد نہیں کیا کہ وہ ان کے اپنے خاندان (بنو عدی) سے تعلق رکھتے تھے، دوسرے کسی صاحب کا تعلق بنو عدی سے نہیں تھا۔

اس واقعے کے بعد انہوں نے باقی تمام زندگی نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ گزاری۔ اس دوران میں ملکی سیاست میں کئی اتار چڑھاؤ آئے لیکن وہ ہر قسم کے ہنگاموں سے کنارہ کش رہے۔ تاہم ۳۵ ھ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ مظلومانہ شہید ہوئے تو وہ خاموش نہ رہ سکے اور ظالموں کی برملا مذمت کی۔ اس زمانہ میں وہ کوفہ میں مقیم تھے اس واقعے کی خبر ہوئی تو انہوں نے کوفہ کی مسجد میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! خدا کی قسم میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اسلام لانے کے جرم میں عمرؓ مجھے اور اپنی بہن کو باندھ دیا کرتے تھے جب کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور تم اور عثمانؓ کے ساتھ جو بدسلوکیاں اور زیادتیاں کی ہیں۔ اگر ان کی وجہ سے کوہ احد پھٹ جائے تو اس کا پھٹ جانا بجا ہے۔'' (صحیح بخاری کتاب المناقب)

حضرت سعید بن زیدؓ نے نواح مدینہ میں عقیق کے

اثنائے جنگ میں رومیوں نے مسلمانوں کے میسرہ پر حملہ کیا۔ چونکہ اس حصے میں اکثر لخم اور غسان کے قبائل تھے جن کے دلوں میں رومیوں کا رعب سمایا ہوا تھا اس لیے پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن افسر جمے رہے، انہیں میں حضرت سعیدؓ غصے میں گھٹنے ٹیکے کھڑے تھے، رومی ان کی طرف بڑھے تو وہ شیر کی طرح جھپٹے اور مقدمہ کے افسر کو مار گرادیا۔ حضرت سعیدؓ اور ان جیسے دوسرے مجاہدوں کی جانبازی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رومیوں کے ٹڈی دل کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اسی زمانے میں سپہ سالار اسلام حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے حضرت سعیدؓ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا لیکن ان کے دل میں شوق جہاد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ تو جہاد کریں اور میں اس سے محروم رہوں لہٰذا یہ خط پہنچتے ہی میری جگہ کسی اور کو بھیج دیجئے۔

مقام پر مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ اسی جگہ انہوں نے باختلاف روایت ۵۰ھ، ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی۔ جنازہ عقیق سے مدینہ لایا گیا، حضرت سعد بن ابی وقاص نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حنوط ملا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر حضرت سعدؓ اور ابن عمرؓ قبر میں اترے اور اسلام کے اس مہر درخشاں کو سپرد خاک کر دیا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سعیدؓ نے کوفہ میں (بعہد حکومت حضرت امیر معاویہؓ) وفات پائی اور والئی کوفہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لیکن ابن سعدؓ اور کئی دوسرے اہل سیر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ وفات کے وقت حضرت سعیدؓ کی عمر ۷۰ یا ۷۳ برس کی تھی لیکن روایت کی رو سے ان کی عمر ۸۰ اسی کے لگ بھگ ٹھہرتی ہے کیونکہ ۶ھ نبوت میں حضرت عمر فاروقؓ اسلام لائے تو حضرت سعیدؓ کی بھرپور جوانی تھی اور ان کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ انہوں نے اپنے والد زیدؒ کو بھی اچھی طرح دیکھا تھا جو بعثت نبوی سے پانچ سال قبل قتل ہوئے تھے۔ قیاس یہ کہ اس وقت ان کی عمر دس گیارہ برس سے کم نہیں ہوگی اور ۶ نبوت میں وہ بیس بائیس برس کے پیٹھے میں ہوں گے اس حساب سے وفات کے وقت ان کی عمر اسی ۸۰ برس سے کچھ کم یا زیادہ تو ہوسکتی ہے ستر برس کی صورت میں نہیں ہوسکتی۔

حضرت سعیدؓ بن زید کا شماران دس عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے جن کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر نام لے کر جنت کی بشارت دی تھی، یہ اصحاب ''عشرہ مبشرہ'' کے عظیم الشان لقب سے مشہور ہیں۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت سعیدؓ بن زید ان صحابہ میں سے تھے جو صف قتال میں نبی ﷺ کے آگے اور صف نماز میں حضورؐ کے پیچھے (یعنی قریب تر) رہا کرتے تھے۔

> **حضرت سعیدؓ بن زید کا شماران دس عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے جن کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر نام لے کر جنت کی بشارت دی تھی، یہ اصحاب ''عشرہ مبشرہ'' کے عظیم الشان لقب سے مشہور ہیں۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت سعیدؓ بن زید ان صحابہ میں سے تھے جو صف قتال میں نبی ﷺ کے آگے اور صف نماز میں حضورؐ کے پیچھے (یعنی قریب تر) رہا کرتے تھے۔**

اپنی زہد وتقویٰ اور کثرت عبادت کی بدولت حضرت سعیدؓ کو ''مستجاب الدعوات'' کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ امام مسلمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اروی بنت اویس نامی ایک عورت نے والئی مدینہ مروان بن الحکم کے پاس شکایت کی کہ سعیدؓ بن زید نے اس کی زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے۔ مروان نے ان کو طلب کر کے حقیقت حال دریافت کی تو فرمایا:

''تم میری نسبت گمان کرتے ہو کہ میں نے اس کی زمین کا کچھ حصہ غصب کر لیا ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص ایک بالشت بھی زمین پر ظلم سے قبضہ کرے گا۔ قیامت کے دن اس کو (ویسی) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''

مروان نے ان سے قسم کھانے کو کہا تو وہ اس زمین سے دست بردار ہو گئے لیکن دل گرفتگی کے عالم میں منہ سے یہ الفاظ نکل گئے:

''الٰہی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کو اسی کی زمین میں موت دے (یا اسے اس کے گھر کے کنوئیں میں گرا دے) اور مسلمانوں پر میرے حق کو بخوبی واضح کر دے۔''

خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اروی کی بینائی زائل ہو گئی اور پھر ایک دن وہ اسی حالت میں اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر مر گئی۔ اس کے بعد اہل مدینہ میں یہ ضرب المثل بن گئی۔

''اعماک اللّٰہ کما اعمی الاروی''

(خدا تجھے اندھا کرے جیسا کہ اروی کو اندھا کیا)

حضرت سعیدؓ کا ایک خاص وصف حق گوئی تھا۔ ایک مرتبہ وہ جامع کوفہ میں والئی کوفہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی شان میں کچھ نامناسب الفاظ کہے حضرت سعیدؓ تڑپ اٹھے اور فرمایا:

''مغیرہ، مغیرہ لوگ تمہارے سامنے اصحاب رسولؐ کو برا بھلا کہتے ہیں اور تم ان کو نہیں روکتے۔ علیؓ ان لوگوں میں ہیں جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔''

حب رسولؐ، شوق جہاد، زہد وتقویٰ، ایثار واخلاص اور خشیت الٰہی حضرت سعیدؓ بن زید کے چمن اخلاق کے سب سے خوش رنگ پھول تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ''سعیدؓ بن زید کا دامن عمل کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا اور وہ ہمیشہ اتباع رسول میں کوشاں رہتے تھے۔

حضرت سعیدؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں جن سے کثیر اولاد ہوئی۔ اہل سیر نے ان کے چودہ لڑکوں اور بیس لڑکیوں کے نام صراحت سے لکھے ہیں۔ واقدی نے لکھا ہے کہ سعیدؓ بن زید طویل القامت گندم گوں تھے اور ان کے سر پر لمبے اور گھنے بال تھے۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

اسلامی چیئر کے خلاف

عیسائیت اور یہودیت کا گٹھ جوڑ

اس وقت تمام دنیا خصوصاً مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کی کردارکشی کی ایک مہم سی چلی ہوئی ہے، سیاسی اور عسکری اداروں سے نکل کر یہ مہم مغرب کے تعلیمی داروں تک

محمد انیس الرحمن

پہنچ چکی ہے، اس کی تازہ ترین مثال امریکا کی مشہور یونیورسٹی ہارورڈ ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے لاہوت کالج میں تین سال قبل عرب امارات کے صدر شیخ زائد بن سلطان نے ایک اسلامک چیئر کے قیام اور مطالعہ اسلامیات اور اسلامی تحقیق کے لیے 2.5 ملین ڈالر کی خطیر رقم ہدیہ کی تھی۔ جس کے فوراً بعد عالمی صہیونی تنظیموں نے شیخ زائد اسلامی مرکز اور اس کی سرگرمیوں پر مختلف قسم کے الزامات عائد کرنے شروع کردیے۔ ہارورڈ یونیورسٹی میں مطالعہ اسلامیات کی چیئر کے قیام کا مقصد ہے کہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک میں اسلام سے متعلق پھیلائے گئے غلط تصورات کی تصحیح کرنا اور اسلام اور مسلمانوں کی صحیح تصویر کو مغرب میں اجاگر کرنا ہے۔ عرب امارات کی حکومت شیخ زائد بن سلطان اسلامک سینٹر کے نام سے بہت سے یورپی اور مسلم ممالک میں تحقیقی مراکز قائم کرچکی ہے جس کا مرکز ابوظہبی میں ہے۔ صہیونی تنظیموں نے مغرب میں اپنے اثر ورسوخ اور میڈیا پر اجارہ داری کے بل بوتے پر شیخ زائد اسلامی مرکز کو جو عرب لیگ کے تحت کام کرتے ہیں زبردست تنقید کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔ شیخ زائد اسلامک سنٹر کے مدیر ایگزیکٹو محمد خلیفہ اور ان کے علمی رفقاءِ کار نے اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ عالم عرب کے مفکرین اور اسکالرز صہیونیت کے اس حملے کے خلاف ڈٹ جائیں، جس میں ہارورڈ یونیورسٹی میں قائم اسلامک چیئر کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا گیا ہے۔ مرکز کے ڈائریکٹر کے مطابق صہیونی عناصر نے ہارورڈ یونیورسٹی کا نام لے کر مسلمانوں پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ سامی نسل کے خلاف علمی اور فکری سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ عرب امارات کے اخبارات کے مطابق امریکا کی صہیونی لابی کی پوری کوشش ہے کہ شیخ زائد نے ہارورڈ یونیورسٹی کو اسلامی چیئر کے قیام کے لیے جو 2.5 ملین ڈالر کی رقم ہدیہ کی ہے اسے واپس کردیا جائے۔ مصری اخبارات کے مطابق ہارورڈ یونیورسٹی کے پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے عرب لیگ کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ امریکا کی صہیونی لابی نے ہارورڈ کے لاہوت کالج کے طلبہ کے ذریعے پرنسپل گراہم ولیم پر دباؤ ڈلوایا کہ شیخ زائد اسلامی مرکز کی جانب سے ہدیہ کی گئی رقم کو واپس لوٹایا جائے۔ عرب صحافتی ذرائع کے مطابق نہ صرف اسلامی تعلیمی مراکز بلکہ ہر اس محقق کے خلاف امریکی صہیونی لابی کام کررہی ہے جس نے صہیونیت کے مکروہ چہرے سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی۔ ان میں غیر مسلم اور نو مسلم مغربی دانشور بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر لندن لاروش، فرانسیسی مولف تیری میسان جس نے گیارہ ستمبر کے واقعات پر مشہور کتاب ''بڑا دھوکا'' تالیف کی اور اس میں ثابت کیا کہ امریکا میں تباہی پھیلانے کے واقعات کے پیچھے امریکا کی صہیونی لابی کا ہاتھ ہے۔ ایک اور فرانسیسی نو مسلم دانشور روجیہ گارودی جنہوں نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ یہودیوں نے نازی مظالم اور ہولوکوسٹ کی جو تصویر کشی دنیا کے سامنے کی ہے وہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے، جبکہ شیخ زائد اسلامی مرکز کی ایک تحقیق کے مطابق اس بات کو ثابت کیا گیا تھا کہ یہودیوں کو جو آزادی اور خوشحالی اسلامی حکومت کے تحت رہتے ہوئے ملی ہے وہ کہیں اور نصیب نہیں ہوتی۔ اس تحقیق کے منظر پر آتے ہی امریکی جریدے ''گلوب'' نے مذاکرے منعقد کروا کر شیخ زائد اسلامی مرکز کی تحقیق کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسرائیلی ادارے مڈل



Original of Sayyidana Usman Ghani 's (Radiallaho) Mushaf

حضرت عثمانؓ کی شہادت عظمیٰ کے وقت کا قرآن مجید

ایسٹ انسٹی ٹیوٹ فار انفارمیشن نے سعودی عرب کی ایک محقق امیمہ جلاہمہ کی ایک تحقیقی رپورٹ کو بنیاد بنایا ہے جس کے مطابق یہودی اپنی ایک عید ''عید براہیم'' میں آٹے میں انسانی خون ملا کر گوندتے ہیں۔ اسرائیلی انسٹی ٹیوٹ کے مطابق سعودی عرب سے تعلق رکھنے والی محققہ امیمہ کو شیخ زائد اسلامی مرکز نے تحقیقی مقالہ پیش کرنے کے لیے مدعو کیا تھا جس کی وجہ سے بھی شیخ زائد اسلامی مرکز کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اسرائیلی سرمائے سے شائع ہونے والے جریدے ''فرنٹ پیج'' نے

نے ابھی کام کی ابتدا نہیں کی تھی یہ مسئلہ حل ہونے کے بعد بھی معلق ہوسکتی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ پرنسپل پر ''انتہا پسندوں'' کا دباؤ ہے۔

ہارورڈ یونیورسٹی کے خلاف صہیونی لابی اور اسرائیلی میڈیا کی جانب سے کھڑا کیا گیا یہ فتنہ گزشتہ مارچ میں شروع ہوا تھا، جب لاہوت کالج کی ایک 23 سالہ یہودی طالبہ راشیل فیش نے شیخ زائد اسلامی مرکز پر تنقید کرتے ہوئے اس کے رویے کو سامی نسل کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی

کہ امریکا اور اسرائیل کے یہودی، شیخ زائد اسلامی مرکز کے خلاف منظم تحریک چلائے ہوئے ہیں تاکہ مغرب میں کوئی مسلم ادارہ ایسا نہ ہو جو ان کے مکروہ افعال پر سے پردہ اٹھا سکے۔ انہوں نے اس سلسلے میں ہارورڈ یونیورسٹی کے ساتھ رابطے کا انکشاف بھی کیا جس میں انہوں نے کہا کہ یونیورسٹی کی انتظامیہ ان کے موقف کو سمجھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک شیخ زائد مرکز میں آنے والے مسلمان محققین اور مفکرین کی تحقیق کا تعلق ہے تو شیخ زائد اسلامی

ہارورڈ یونیورسٹی کے لاہور کالج کے پرنسپل گراہم کی ترجمان وڈنی مکڈویل کے مطابق کالج پرنسپل نے جس پروفیسر کو ان الزامات کی چھان بین کی ذمہ داری سونپی تھی اس نے اپنی رپورٹ کالج پرنسپل کو پیش کردی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یونیورسٹی میں مطالعہ اسلامیات کی چیئر جس نے ابھی کام کی ابتدا نہیں کی تھی یہ مسئلہ حل ہونے کے بعد بھی معلق ہوسکتی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ پرنسپل پر ''انتہا پسندوں'' کا دباؤ ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے خلاف صہیونی لابی اور اسرائیلی میڈیا کی جانب سے کھڑا کیا گیا یہ فتنہ گزشتہ مارچ میں شروع ہوا تھا، جب لاہوت کالج کی ایک 23 سالہ یہودی طالبہ راشیل فیش نے شیخ زائد اسلامی مرکز پر تنقید کرتے ہوئے اس کے رویے کو سامی نسل کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ بعد میں منصوبے کے مطابق اس کے ساتھ دیگر یہودی طلبہ بھی شامل ہوگئے جنہوں نے عرب امارات کے صدر شیخ زائد بن سلطان کی جانب سے یونیورسٹی میں اسلامی چیئر کے قیام کے لیے دیئے گئے مالی تعاون کو اسلامی کی یہودیت کے خلاف امداد قرار دے دیا

فرانسیسی نومسلم دانشور روجیہ گارودی پر زبردست تنقید کا سلسلہ شروع کررکھا ہے۔

انہی وجوہات کی بنا پر امریکا کی ہارورڈ یونیورسٹی کا لاہوت کالج مرکز نگاہ بنا ہوا ہے جہاں اس کے پرنسپل گراہم ولیم پر زور ڈالا جارہا ہے کہ وہ شیخ زائد اسلامی مرکز کی جانب سے ہدیہ کی گئی رقم واپس کردیں۔ گراہم ولیم کا موقف ہے کہ ہم ان الزامات کی تحقیق کررہے ہیں اگر یہ ثابت ہوگیا کہ شیخ زائد اسلامی مرکز میں ایسی تحقیقات کی جاتی ہیں جن میں امریکا یا سامی نسل کو نشانہ بنایا جاتا ہے تو یہ رقم واپس کردی جائے گی۔ کالج کے پرنسپل نے کہا کہ کالج کی انتظامیہ اور عرب امارات کی متعلقہ شخصیات سے ان کا اس سلسلے میں مسلسل رابطہ ہے۔ شیخ زائد اسلامی مرکز کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر نے بھی ان روابط کی تصدیق کی ہے کہ ان کے اور ہارورڈ یونیورسٹی کے درمیان رابطہ جاری ہے اور اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ یونیورسٹی ان کا موقف صحیح تسلیم کرلے گی۔

دوسری جانب ہارورڈ یونیورسٹی کے لاہور کالج کے پرنسپل گراہم کی ترجمان وڈنی مکڈویل کے مطابق کالج پرنسپل نے جس پروفیسر کو ان الزامات کی چھان بین کی ذمہ داری سونپی تھی اس نے اپنی رپورٹ کالج پرنسپل کو پیش کردی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یونیورسٹی میں مطالعہ اسلامیات کی چیئر جس

تھی۔ بعد میں منصوبے کے مطابق اس کے ساتھ دیگر یہودی طلبہ بھی شامل ہوگئے جنہوں نے عرب امارات کے صدر شیخ زائد بن سلطان کی جانب سے یونیورسٹی میں اسلامی چیئر کے قیام کے لیے دیئے گئے مالی تعاون کو اسلامی کی یہودیت کے خلاف امداد قرار دے دیا جبکہ عرب امارات کی جانب سے موقف اختیار کیا گیا ہے کہ مغرب میں اسلام کی صحیح تصویر اجاگر کرنے کے لیے اسلام چیئر کے قیام کے لیے یہ رقم مختص کی گئی ہے۔

امریکا کی صہیونی لابی اور اسرائیلی میڈیا کی جانب سے جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان سامی نسل کے خلاف پراپیگنڈہ کررہے ہیں حالانکہ یہودیوں کا یہ پراپیگنڈہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے، کیونکہ عرب اور یہودی دونوں سامی النسل ہیں پھر عرب اپنی ہی نسلی اساس پر کیوں حملہ کریں گے......!

اس مسئلے پر بہت سے عرب اخبارات اور جرائد نے شیخ زائد اسلامی مرکز کے موقف کو واضح طور پر شائع کیا ہے۔ مرکز کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر جناب محمد خلیفہ نے اس سلسلے میں بہت سے سوالوں کا جواب دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''یہودی سامی نسل کے خلاف عربوں پر جب الزام عائد کرتے ہیں تو کیا یہ بھول جاتے ہیں کہ عرب بھی سامی النسل ہیں۔ انہوں نے کہا

مرکز اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔ کوئی بھی محقق کہیں بھی بیٹھ کر تحقیقی کام کرسکتا ہے اور کسی بھی پلیٹ فارم پر جا کر اس کا اظہار کرسکتا ہے۔ صہیونی لابی کی جانب سے ایسے اداروں پر حملہ کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی صہیونیت کی چیرہ دستیوں کا پول کھولنے والے بہت سے ایسے ادارے صہیونی میڈیا کی زد میں آچکے ہیں اور آتے رہیں گے۔ انہوں نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''یقیناً شیخ زائد اسلامی مرکز پوری قوت کے ساتھ مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں فلسطینی موقف کی حمایت کرتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ مرکز اسرائیل کے ظالمانہ کارروائیوں کی مذمت کرتا ہے۔ اسی بنیاد پر شیخ زائد اسلامی مرکز کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ ہم نے امریکا کی صہیونی لابی کی جانب سے لگائے گئے الزام کا مفصل جواب ہارورڈ یونیورسٹی کی انتظامیہ کو ارسال کردیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یونیورسٹی انتظامیہ اسے سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔''

شیخ زائد اسلامی مرکز پر صہیونی حملے کے بعد عرب ممالک کے تحقیقی اداروں میں زور دیا جارہا ہے کہ اسلامی مراکز کے فکری تحفظ کے لیے زیادہ سے زیادہ اسکالروں کو مغرب بھیجا جائے تاکہ صہیونی لابی کو منہ توڑ جواب دیا جاسکے۔

میں آپ کا منہ ہیرے جواہرات سے بھر دینا چاہتا ہوں

فہم وفراست مسلمانوں کی میراث رہی مگر بدقسمتی سے آج ہم جذبات کا شکار ہو کر فہم وفراست سے محروم ہوتے جا رہے ہیں

بھدی آواز والا موذن

کسی بستی کی مسجد میں ایک موذن رہتا تھا جس کی آواز بہت بھدی تھی۔ جبکہ اسے یہ غلط فہمی تھی کہ اس کا گلا ”لحن داؤدی“ اور بڑی ہی میٹھی اور سریلی آواز میں وہ اذان دیتا ہے جب کہ بستی کے لوگ اس کی کرخت آواز سن کر تنگ آ چکے تھے خصوصاً جب وہ عشاء اور فجر کی اذان دیتا تو بچے بستروں میں پڑے ڈر جاتے۔ بوڑھے لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے۔ سونے والوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی۔ بستی کے لوگوں نے کئی بار اس سے درخواست کی کہ وہ کسی دوسری بستی میں تشریف لے جائے تاکہ وہاں کے لوگ بھی اس کی سریلی آواز سے لطف اندوز ہوں لیکن اس کے کان پر جوں نہ رینگتی۔ آخر لوگوں نے اس سے پیچھا چھڑانے کا ایک منصوبہ بنایا۔ پوری بستی کے لوگوں سے چندہ جمع کیا گیا۔ اور روپوں کی ایک تھیلی موذن کو پیش کر کے درخواست کی کہ اب اس کی یہاں ضرورت نہیں رہی۔ وہ کہیں اور اپنا بندوبست کرے۔ موذن نے دل میں سوچا کہ مجھے روپے بھی مل رہے ہیں۔ میں جہاں بھی جاؤں گا وہاں بھی مجھے معاوضہ ملتا رہے گا۔ اس نے مسجد چھوڑنے کی حامی بھر لی۔

اگلے دن ایک قافلہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے جا رہا تھا۔ موذن ان کے ساتھ ہو لیا جب رات سر پر آئی۔ تو قافلے نے ایک آبادی دیکھ کر پڑاؤ کیا جب نماز کا وقت ہوا تو موذن اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا۔ جونہی اس نے اذان دینا بند کیا۔ بستی سے ایک آدمی ہاتھ میں لیمپ لیے ایک طباق مرغن حلوے کا اور اک رشمی جوڑا لے کر آیا۔ اور آتے ہی موذن کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔ اس نے پوچھنے پر بتایا



کہ یہ حلوہ اور جوڑا اس خوش الحان موذن کے لیے لایا ہوں جس نے ابھی ابھی اذان دی تھی۔ لوگ حیران رہ گئے کہ ایسی کون سی بات ہو گئی کہ یہ شخص موذن کے لیے نذرانہ لے کر آ گیا ہے۔ ہم نے تو موذن کو منع کیا تھا کہ وہ اذان نہ دے کیونکہ اس کی آواز بھدی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بستی کے لوگ لڑنے کے لیے آ جائیں۔ کیونکہ اس بستی میں ایک گھر بھی مسلمانوں کا نہ تھا۔ سب کے سب کافر تھے۔ انہوں نے کافر سے معذرت کی کہ وہ موذن کو معاف کر دے۔ کافر کہنے لگا کہ یہ سب کچھ میں اپنی خوشی سے کر رہا ہوں میں ناراض نہیں ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میرے گھر ایک ہی بیٹی ہے جو بہت ہی خوب صورت اور نازک مزاج ہے۔ اک عرصے سے اسے یہ خواہش تھی کہ مسلمان ہو جائے ہم نے اس کے دماغ سے یہ مسلمانی کا خیال نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اس کی خواہش دن بدن بڑھتی چلی گئی۔

ہم گھر والے پریشان تھے کہ ایسا نہ ہو کہ لڑکی ہاتھوں سے نکل جائے۔ آج موذن نے ہماری پریشانی دور کر دی ہے۔ لڑکی نے آج پہلی دفعہ اذان کی آواز سنی تو اس نے پوچھا کہ یہ مکروہ اور خوفناک آواز کیا ہے۔ اس کی والدہ نے اسے سمجھایا کہ یہ اذان کی آواز ہے۔ مسلمان اذان کے ذریعے لوگوں کو نماز کے لیے بلاتے ہیں اور یہی ان کا طریقہ ہے۔ لڑکی نے ماں کی بات کا یقین نہ کیا اور مجھ سے آواز کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کی ماں کی بات کی تصدیق کر دی کہ اذان کی آواز ہے۔ اسے میری بات سن کر ایسا خوف آیا کہ اس کا رنگ ہلدی کی مانند زرد پڑ گیا۔ اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ مسلمان بننا نہیں چاہتی اور کبھی بھی اسلام قبول نہ کرے گی۔

میں اس موذن کا مشکور ہوں کہ اس نے ہماری

مشکل حل کر دی ہے۔ اور یہ حقیر سا نذرانہ آپ کے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اتنے میں وہ موذن بھی آ گیا کافر نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ جناب موذن صاحب آپ میرے محسن ہیں۔ میں آپ کا ممنون و مشکور ہوں۔ تا حیات آپ کا بے دام غلام رہوں گا۔ میری طرف سے یہ حقیر نذرانہ قبول فرما دیں۔ مجھے اس بات کا افسوس رہے گا کہ میں آپ کی زیادہ خدمت نہ کر سکا۔ کاش میں کسی ریاست کا راجہ ہوتا تو آپ کو سونے میں تول کر نذرانہ پیش کرتا۔ اور آپ کا منہ زر و جواہر سے بھر دیتا۔

تقدیر اور تدبیر کا کھیل

کسی گاؤں میں ایک غریب شخص رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک گدھا بھی تھا لیکن گدھے پر پالان نہ تھا۔ وہ بیچارہ جنگل سے لکڑیاں گدھے کی پیٹھ پر لاد کر لے آتا اور بستی میں ضرورت مندوں کے ہاتھ فروخت کرتا تھا۔ اسے اتنے پیسے ملتے تھے کہ اس سے اس کا اور گدھے کا وقت مشکل سے پورا ہوتا تھا۔ پھر بھی وہ اسی کوشش میں لگا رہتا کہ کہیں سے چار پیسے بچ جائیں تو وہ اپنے گدھے کے لیے پالان خرید سکے۔ چند مہینے بچت کرتے رہنے کے بعد اس کے پاس اتنے پیسے جمع ہو گئے کہ وہ ایک نئی پالان خرید کر لے آیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو حیران و پریشان ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ کوئی بھیڑیا اس کے گدھے کو چیر پھاڑ کر اپنا شکار بنا چکا تھا اور چند ہڈیاں پڑی تھیں۔ وہ غریب اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ وائے ری قسمت جب پالان نہیں تھی تو گدھا تھا۔ جب گدھا نہیں تو پالان موجود ہے۔

وضاحت: بندہ بیچارہ سوچتا ہی رہ جاتا ہے اور تقدیر اپنا کام دکھا جاتی ہے سچ ہے۔ تدبیر کند بندہ۔ تقدیر زند خندہ۔

بادشاہ کی خدمت میں غریب کا تحفہ

پرانے وقتوں کا ذکر ہے کہ ایک خلیفہ کی سخاوت دور دور تک مشہور تھی۔ گو حاتم طائی بھی سخاوت میں بڑا نام رکھتا تھا لیکن خلیفہ کی داد و دہش اس سے بڑھ کر تھی۔ ضرورت مند دور نزدیک سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اس کے دربار میں حاضری دیتے رہتے تھے اور اس کی عنایات سے خوب جھولیاں بھر کر ہنسی خوشی گھروں کو واپس جاتے تھے۔ اس خلیفہ کے دور خلافت میں ایک اعرابی عسرت سے زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ ایک دن اس کی بیوی نے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ہم سا بدنصیب اور غریب شاید ہی کوئی ہو کیونکہ ہمارے پاس نہ تو کھانے پینے کی چیزیں ہیں اور نہ ہی تن ڈھانپنے کو مناسب کپڑا التا۔ غیر تو ہم سے دور رہتے ہی تھے۔ اب تو اپنے عزیز رشتے دار بھی نظریں چراتے ہیں۔ اگر کہیں آنکھیں چار ہو جائیں تو نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں نہ معلوم ہماری یہ غریبی کب دور ہو گی۔ اعرابی نے اپنی بیوی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ نیک بخت کافی سے زیادہ زندگی گزر گئی ہے جو تھوڑی بہت باقی ہے وہ بھی گزر جائے گی۔ قناعت بہت بڑی چیز ہے تو کیوں حرص و ہوس میں اپنے آپ کو بتلا کرتی ہے۔ خاوند کی باتیں سن کر بیوی جھلا اٹھی۔

گو حاتم طائی بھی سخاوت میں بڑا نام رکھتا تھا لیکن خلیفہ کی داد و دہش اس سے بڑھ کر تھی۔ ضرورت مند دور نزدیک سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اس کے دربار میں حاضری دیتے رہتے تھے اور اس کی عنایات سے خوب جھولیاں بھر کر ہنسی خوشی گھروں کو واپس جاتے تھے۔ اس خلیفہ کے دور خلافت میں ایک اعرابی عسرت سے زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ ایک دن اس کی بیوی نے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ہم سا بدنصیب اور غریب شاید ہی کوئی ہو کیونکہ ہمارے پاس نہ تو کھانے پینے کی چیزیں ہیں اور نہ ہی تن ڈھانپنے کو مناسب کپڑا التا۔ غیر تو ہم سے دور رہتے ہی تھے۔ اب تو اپنے عزیز رشتے دار بھی نظریں چراتے ہیں۔ اگر کہیں آنکھیں چار ہو جائیں تو نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں نہ معلوم ہماری یہ غریبی کب دور ہو گی

اور خاوند سے کہنے لگی۔ پتا نہیں تیری عزت کو کیا ہوا تو بے عزتی اور مفلسی کی زندگی کو قناعت کا نام دیتا ہے تیرا تو وہی حال ہے کہ

"ہاتھ نہ پہنچے تھو کوڑی"

محنت مزدوری کر کے اپنی آمدنی بڑھانے کی ترکیب نہیں سوچتا۔ الٹا قناعت کی رٹ لگاتا ہے۔ اعرابی کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے اپنی اہلیہ کو کھری کھری سنانا شروع کر دیں۔ ساتھ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اس نے اپنے رویے میں تبدیلی پیدا نہ کی تو وہ خود گھر چھوڑ کر کہیں چلا جائے گا۔

اب تو اس کی بیوی گھبرا گئی اور اپنے خاوند کی منت سماجت کرنے لگ گئی۔ اعرابی نے اپنا غصہ تھوک دیا۔ اور بیوی سے کہا کہ اب تم ہی کوئی ترکیب سوچو کہ ہماری غربت دور ہو۔ اعرابی کی بیوی بولی کہ آج کل خلیفہ بغداد کی سخاوت کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر تم بھی خلیفہ سے جا کر مل لو تو مجھے یقین ہے کہ ہماری غربت دور ہو جائے گی۔ غریب اعرابی نے کہا کہ مجھ جیسا غریب اور نادار شخص خلافت میں کس طرح باریابی حاصل کر سکتا ہے خلیفہ کے دربار میں کیا تحفہ لے کر جاؤں۔ بیوی نے ایک مشکیزہ پانی کا بھر کر رکھا تھا۔ کہنے لگی یہی پانی کا مشکیزہ تحفے کے طور پر لے جاؤ۔ جب دربار خلافت میں پہنچنا تو عرض کرنا کہ جس بیابان و صحرا سے میں آیا ہوں وہاں اس میٹھے پانی سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز دستیاب نہیں تھی جو میں آپ کے حضور پیش کرتا۔ اعرابی کی سمجھ میں بیوی کی بات آ گئی۔ اور وہ دربار خلافت میں حاضری دینے پر رضامند ہو گیا۔ وہ پانی کا مشکیزہ اٹھا کر بغداد کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ جب وہ گھر سے چلا گیا تو اس کی علقمند بیوی نے مصلے بچھا کر خدا کے حضور دعائیں مانگنا شروع کر دیں۔ اللہ پاک نے اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ اعرابی جب بغداد پہنچا تو اس نے جدھر دیکھا۔ حاجت مند ہی دکھائی دیئے۔ اور جھولیاں بھر بھر کر واپس اپنے گھروں کو جا رہے تھے وہ شاہی محل کے دروازے پر جا پہنچا۔ جب چوبداروں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ اور یا کام ہے؟ اس نے جواب میں عرض کیا کہ اگر آپ میری عزت کریں تو میں ایک عزت دار ہوں۔ شریف ہوں۔ اور اگر بے رخی سے پیش آؤ تو میں کمین اور بے عزت ہوں۔ مسافر ہوں۔ دور سے آیا ہوں۔ اور خلیفہ کے لیے یہ پانی کا مشکیزہ تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ اس میں

ہمارے علاقے کا بہترین تحفہ میٹھا پانی ہے۔ چوبداروں نے اس سے مشکیزہ لے کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کردیا۔ جسے خلیفہ نے غریب کا تحفہ سمجھتے ہوئے بخوشی قبول کرلیا۔ اور غلام کو حکم دیا کہ اعرابی کے مشکیزے کو خالی کرکے اشرفیوں سے بھردو۔ اور ایک لباس فاخرہ بھی اعرابی کو دو تا کہ اسے اپنے سفر کی تکلیف بھول جائے۔ خادموں کی کیا مجال کہ خلیفہ کا حکم ٹالتے۔ انہوں نے خلعت کے ساتھ کچھ اور انعام واکرام بھی اعرابی کو دیئے۔ خلیفہ نے یہ حکم بھی دیا کہ چونکہ خشکی کا راستہ کٹھن اور لمبا ہے اسے دریائی راستے سے روانہ کرو۔ اور راستے کا تمام خرچ بھی خزانہ شاہی سے ادا کردیا جائے۔ حکم کی دیر تھی۔ اعرابی خلیفہ کو دعائیں دیتا ہنسی خوشی گھر کو روانہ ہوا۔ اور خدا کا شکر بجالایا۔

وضاحت: اللہ کے نیک بندوں کو تحفوں کی نہیں بلکہ خلوص کی پہچان ہوتی ہے خلیفہ نے اعرابی کے تحفے کو اس لیے اہمیت دی کہ ریگستان میں پانی بہت بڑی نعمت ہوتا ہے اور وہ بھی میٹھا پانی۔ جب کہ شہروں میں پانی کی بہت ناقدری کی جاتی ہے۔ اللہ پاک بھی انسان کی نیت دیکھ لیتا ہے۔ اسے سینکڑوں نوافل و ہزاروں کے صدقہ وخیرات سے غرض نہیں ہوتی جب کہ آج کل یہ رواج ہے کہ جب بھی راہ خدا کوئی کام کرنا ہو تو پہلے اس کی خوب تشہیر کی جاتی ہے اگر کسی نے ادائیگی زکوٰۃ کرنا ہو تو وہ بھی پہلے اخبارات کے ذریعے یا مساجد میں لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرواتا ہے۔ کہ فلاں رئیس فلاں دن زکوٰۃ تقسیم کریں گے اس دن اخبارات کے فوٹو گرافر اس کی سخاوت کے ثبوت میں اس کی تصاویر اپنے اخبارات میں شائع کرتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

طاقتور اور کمزور کا کوئی جوڑ نہیں

کسی جنگل میں ایک شیر ایک بھیڑیا اور ایک لومڑی اکھٹے مل کر شکار کو نکلے۔ شیر (جسے جنگل کا بادشاہ کہتے ہیں) بھیڑئے اور لومڑی کو ساتھ لے کر چلنے میں اپنی توہین خیال کرتا تھا لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ان کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ انہوں نے ایک نیل گائے، ایک ہرن اور ایک خرگوش شکار کیے۔ ان تینوں شکاروں کو گھسیٹ کر وہ ایک کھلی جگہ پر لے آئے۔ تینوں شکاری (شیر، بھیڑیا اور لومڑی) اپنے سامنے شکار کو دیکھ کر اپنے اپنے دانت تیز کرنے لگ گئے۔ بھیڑیے اور لومڑی کے دل میں لالچ پیدا ہوگیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شکار میں انہیں برابر کا حصہ ملنا چاہیے۔ شیر کو ان کے ارادے کا علم ہوگیا۔ پہلے تو اس نے خاموشی اختیار کی لیکن تھوڑی دیر بعد دھاڑا۔ کہ تم دونوں ذلیل اور کمینے ہو۔ تمہیں تمہاری لالچ کی سزا میں کس طرح دیتا ہوں۔ اس نے بھیڑیے کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ تم اس شکار کو پورے انصاف کے ساتھ تقسیم کرو۔ جب بھیڑیئے کو شیر کا حکم سنائی دیا وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔ اے جنگل کے بادشاہ آپ ہم سے بڑے ہیں۔ اس لیے نیل گائے آپ کی ہوئی۔ کیونکہ نیل گائے بڑی ہے۔ ہرن اس سے چھوٹا ہے یہ میرا ہوا۔ اور لومڑی چونکہ سب سے چھوٹی ہے اس لیے سب سے چھوٹا شکار یعنی خرگوش اس کے حصے میں آتا ہے۔

شیر نے جب یہ تقسیم سنی تو آگ بگولا ہو کر دھاڑنے لگا۔ ارے کمین اور کم ظرف کتے۔ تیری یہ مجال کہ میرے ہوتے ہوئے تو شکار کو میرا تیرا حصہ کہہ کر بانٹ رہا ہے۔ ذرا میرے سامنے تو آ۔ جونہی بھیڑیا اس کے سامنے حاضر ہوا۔ شیر نے جست لگا بھیڑیئے کی گردن دبوچ لی۔ اور ایک ہی آن میں اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ لومڑی خوفزدہ ہو کر دور کھڑی بھیڑیے کا انجام دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچ رہی تھی۔ شیر نے لومڑی کو آواز دے کر کہا کہ وہ شکار کو تقسیم کرے۔ لومڑی نے پہلے تو شیر کو دست بستہ ہو کر سلام کیا پھر عرض کیا بادشاہ سلامت میری کیا مجال کہ آپ کے ہوتے ہوئے شکار کو تقسیم کروں لیکن آپ کی حکم عدولی بھی نہیں کرسکتی ہوں۔

شیر نے جب یہ تقسیم سنی تو آگ بگولا ہو کر دھاڑنے لگا۔ ارے کمین اور کم ظرف کتے۔ تیری یہ مجال کہ میرے ہوتے ہوئے تو شکار کو میرا تیرا حصہ کہہ کر بانٹ رہا ہے۔ ذرا میرے سامنے تو آ۔ جونہی بھیڑیا اس کے سامنے حاضر ہوا۔ شیر نے جست لگا بھیڑیئے کی گردن دبوچ لی۔ اور ایک ہی آن میں اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ لومڑی خوفزدہ ہو کر دور کھڑی بھیڑیے کا انجام دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچ رہی تھی۔ شیر نے لومڑی کو آواز دے کر کہا کہ وہ شکار کو تقسیم کرے۔ لومڑی نے پہلے تو شیر کو دست بستہ ہو کر سلام کیا پھر عرض کیا بادشاہ سلامت میری کیا مجال کہ آپ کے ہوتے ہوئے شکار کو تقسیم کروں لیکن آپ کی حکم عدولی بھی نہیں کرسکتی ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ موٹی تازی نیل گائے بادشاہ سلامت کے ناشتے کے لیے مناسب رہے گی اور ہرن کی یخنی بہت لذیذ بنتی ہے اس لیے دوپہر کو آپ کی یخنی کے کام آئے گی۔ جب شام ہوگی تو یہ خرگوش حضور تناول فرما کر سوجائیں گے شیر نے جب یہ تقسیم سنی تو بہت خوش ہوا اور تحمل سے بولا۔ اے باادب اور معزز لومڑی! ایسی منصفانہ تقسیم آپ کو کس نے سکھائی؟ لومڑی نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضور کا اقبال بلند ہو۔ تقسیم کا یہ منصفانہ طریقہ اس بھیڑیے نے سکھایا ہے۔ شیر اس کا جواب سن کر بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے عقل مند لومڑی! تم نے میری خاطر اپنی ذات کو مٹا دیا، میں تم سے بہت خوش ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ تینوں شکار اب تم ہی لے جاؤ۔ جب تم نے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردیا پھر ہم تمہیں دور کیوں رکھیں ہم بھی تیرے ہیں تو آج سے اس جنگل میں جہاں رہنا چاہے جو چیز شکار کرنا چاہے تمہیں اجازت ہے۔

تشریح:

اس حکایت سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اپنوں اور بیگانوں کا انجام دیکھ کر ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے اور ایسے کاموں اور باتوں سے احتراز کرنا چاہیے جو ہمارے عزیزوں اور غیروں کے برے انجام کا موجب بنیں۔ اگر ہم احتیاط سے کام نہ لیں گے تو کل ہمارا بھی وہی انجام ہوسکتا ہے جو بے چارے بھیڑیے کا ہوا ہے۔

اسکول کے رجسٹر میں روزانہ غیر حاضری لگتی تھی

سعادت حسن منٹو کی زندگی کا عبرت انگیز ورق

دبلا پتلا، گورا چٹا، لمبا تڑنگا۔ بڑی بڑی غضب کی شریر آنکھیں، اور پھر ان شریر آنکھوں میں بلا کی ذہانت و فطانت۔ ڈھیلا ڈھالا بنگالی وضع قطع کی قمیص، بڑی موری کا پاجامہ۔ پورا لباس کھدر کا، جو منٹو کے گورے چٹے رنگ جیسا صاف شفاف اجلا ورق۔ طالب علمی کے زمانے میں میں نے منٹو کو جب بھی دیکھا تو کچھ اس طرح سے دیکھا کہ اس کی بغل میں ناول کا تھدا ہے۔ ایک ہاتھ میں کسی پیٹنٹ دوا کی بوتل ہے تو دوسرے میں ایک ٹوکری میں چند مالٹے ہیں اور چند سیب۔ اور پھر کچھ مدت گزرنے کے بعد دیکھنے والوں نے اس کی بغل میں اور دونوں ہاتھوں میں شراب کی بوتلیں دیکھیں اور یہ بوتلیں مرتے دم تک اس کے ہاتھوں ہی میں رہیں، لیکن یہ شراب بدلتی رہی۔ شیمپین سے پورٹ بنی اور پھر پورٹ سے ٹھرّا اور پھر یہ بدلتی ہوئی شراب نے منٹو کو بھی بدلنا شروع کر دیا۔ اور جب زیادہ بدلنے کی اس میں سکت نہ رہی تو قدرت کا لمبا ہاتھ بڑھا اور اس نے ان سب شراب کی بوتلوں کو توڑ دیا۔ اس کشمکش میں منٹو کی زندگی کا ساغر بھی ٹوٹ گیا۔ اور اس طرح برصغیر کے اس عظیم پایہ افسانہ نویس کی زندگی کا افسانہ ختم ہو گیا۔ اس افسانے کا انجام کیا ہوا؟ المیہ یا طربیہ! اس کا جواب ملک کے افسانہ نویس دیں گے۔ اور یا وہ لوگ دیں گے جو سعادت کو جانتے تھے۔ اور جو منٹو سے واقف تھے۔ میرے لیے تو وہ منٹو مر گیا جو میرے اسکول کا ساتھی تھا۔ جو خود میرے لیے ایک زمانے میں چلتا پھرتا افسانہ تھا۔ میں نے ہمیشہ اسے کتابوں اور دواؤں سے لدا پھندا دیکھا۔ سیکڑوں نسخے اس کی نوک زبان تھے۔ جب دیکھو خرخوں خرخوں بلغم تھوکتا۔ ظاہری آنکھ سے دیکھیے یا خردبین سے، یہ بلغم خالص بلغم تھا لیکن منٹو کی آنکھوں کو اس بلغم میں سینکڑوں افسانوی حقیقتیں نظر آتیں تھیں کبھی تو وہ اس مین پھیپھڑوں کے خون کی آمیزش پاتا اور کبھی دِق کا کوئی شاہکار کہ جیسے وہ بچپن ہی سے اپنے لیے موت ڈھونڈ رہا تھا۔ کچھ تو سچ مچ وہ بیمار رہتا تھا اور کچھ وہ بیمار بننے کا شوقین بھی تھا، بچپن میں وہ بڑا دھان پان تھا۔ بے پناہ لاغر وضعیف، لیکن شریر ایسا کہ جیسے بجلیاں کوٹ کوٹ کر اس کے جسم میں بھر دی گئی ہوں۔

منٹو کے بارے میں اس کے ہم جماعتوں کی رائے میں بڑے اختلافات تھے۔ لکھنے پڑھنے والے اور سیدھے سادے لڑکے اسے بدمعاش سمجھتے تھے اور بدمعاش مظلوم۔ یہی وجہ ہے کہ منٹو سب میں رہ کر سب سے علیحدہ نظر آتا تھا۔ اس کے مذاق میں اور اس کی شرارتوں میں اور اس کے لکھنے پڑھنے کے طریقوں میں ایک نیاپن محسوس ہوتا تھا۔

اسکول کے رجسٹر میں روزانہ غیر حاضر لگتی لیکن وہ نہایت پابندی سے اسکول آتا۔ یا تو کسی نئے لڑکے سے دوستی گانٹھنے اور یا کسی کو ''آلو چھولے'' کھلا کر الیگزینڈر ڈوماز کے کسی ناول کا پلاٹ سنا کر فخر محسوس کرنے۔ وہ جب کسی ناول کا پلاٹ سناتا تو اس طرح سناتا کہ جیسے وہ خود ناول کا مصنف ہے۔ ہفتے عشرے میں ایک بار منٹو جماعت میں بھی نظر آ جاتا۔ بڑا سا بستہ سامنے میز پر رکھا ہے اور منٹو مطالعہ میں مستغرق ہے۔ بستہ میں اوپر کی کتاب سوہن لال کا جغرافیہ ہے اور بیچ میں چارلس گاروس کے دوچار ناول ہیں۔ مولوی صاحب دینیات پڑھا رہے ہیں اور منٹو صاحب ''ریڈن آف شی'' پڑھ رہے ہیں اور لطف تو یہ کہ دونوں اپنی اپنی جگہ خوش ہیں۔ طالب علمی کے زمانے میں یہ ناول اور یہ افسانوں کی کتابیں منٹو کا اوڑھنا بچھونا بن گیئں۔ ناول اور افسانوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ناول کے سیکڑوں پلاٹ اس کے ذہن میں الجھ کر رہ گئے۔ اسکی زندگی بے شمار پلاٹوں کا جال بن گئی اور اس کا کردار ناولوں کے سیکڑوں کرداروں کا ایک مرقع بن گیا۔ یاد رہے کہ منٹو نے ابھی قلم نہیں اٹھایا تھا۔ کیوں کہ اس کی عملی زندگی میں بے شمار افسانے پھوٹ رہے تھے۔ اور اس کی زندگی ایک افسانوی زندگی بن گئی تھی، اس کی ہر حرکت ایک پلاٹ، اس کی ہنسی



سس پینس اور اس کے آنسو کلائمیکس، جو بات کرتا چونکہ دینے والی۔ انگریزی بولتا تو بے تکان بولتا۔ لیکن خالص ناولانہ انگریزی اور وہ بھی کسی چونی والے ناول کی، ایسے ناول کی جو اسے جیب خرچ کے پیسوں سے آسانی سے مل جاتا۔ اور چوں کہ بے خود و بے اختیار ہوکر خاص خاص جوش و خروش کے موقع پر وہ بے سوچے سمجھے بولتا تو اس کی انگریزی خالص ''ٹامیانہ'' انگریزی بن جاتی۔ اسی باعث اس کے ہم مکتب ایک تو اس کے ٹامیانہ رنگ وروپ کی وجہ سے اور دوسرے اس کی ٹامیانہ انگریزی کی وجہ سے اسے ٹامی کہتے۔ چنانچہ اس کے اسکول کے ساتھی اسے آج بھی ٹامی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ٹامی عمر میں مجھ سے پانچ چھ سال بڑا تھا۔ میں ساتویں درجے میں پڑھتا تھا اور وہ نویں میں۔ اگر چہ اچھے بچے اس کے پاس سے گزرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے لیکن میرا جی یہ چاہتا کہ میں دن رات اس کے پاس بیٹھا رہوں اور اس کی عجیب وغریب باتیں اس کے خاص انداز اور لہجے میں سنتا رہوں اور اس کی حرکتیں دیکھتا رہوں۔ امتحان کا زمانہ آتا اور گزر جاتا۔ لڑکے دن رات پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتے۔ منٹو بھی دن رات کتاب کے مطالعے میں غرق رہتا۔ لیکن کتاب نصاب سے باہر کوئی سنسنی خیز ناول ہوتا۔ یہ ''سنسنی خیزی'' منٹو کو بھی خاصا سنسنی خیز بنا گئی۔

میرے والد محمد عمر خان مسلم ہائی اسکول امرتسر کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ وہ منٹو کے استاد بھی تھے اور دوست بھی۔ منٹو ایسی منفرد شخصیتوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا اور ان سے کام لینے کا سلیقہ کچھ ان ہی کو آتا تھا۔ اور یہ انہی کا دم تھا کہ منٹو نے سیکڑوں مشغلوں اور مصروفیتوں کے باوجود میٹرک پاس کرلیا۔ وہ ریاضی میں بھی پاس ہوگیا۔ امتحان سے دو مہینے پہلے اس نے بڑی سنجیدگی سے محنت کی۔ ورنہ شروع سال میں تو اسے اس کے سنسنی خیز منصوبوں کی تکمیل اور ناولوں کے مطالعہ ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ وہ اپنی والدہ کے پیسے چراتا اور ناول خریدتا۔ رشتہ داروں اور دوستوں سے قرض لیتا اور ناول خریدتا۔ والد سے فیس اور جرمانوں اور پکنک اور مختلف تقریبوں کے نام سے پیسے لیتا اور ناول خریدتا دوستوں کے والدین سے دوستی گانٹھتا، رشتے نکالتا، کسی کو ماموں جان کہتا اور کسی کو چچا میاں۔ اور ذرا ان کی نظر چوکتی اور منٹو انہیں چچا بنا کر چھوڑتا۔ کوئی کتاب اڑائی اور چمپت۔ ویلر کی دکان پر تو ایک مرتبہ وہ پکڑا بھی گیا۔ جب پولیس کے سپاہی اسے تھانے لے جانے لگے تو اس نے انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ لوگ سمجھے کہ سیاسی ملزم ہے۔ وہ کتابوں کا عاشق تھا۔ لیکن اس کے ذوق وشوق کے مطابق اسے کتابیں نہیں ملتی تھیں۔ ایک طالب علم کا جیب خرچ ہی کیا زیادہ سے زیادہ دو چار کتابیں خرید لیتا جو ایک دن اور ایک رات میں ختم کرلیتا۔ وہ بے شمار کتابیں پڑھنا چاہتا تھا اور بقول اس کے وہ ''بے تحاشا'' کتابیں پڑھتا تھا۔ میرے والد نادانستہ طور پر منٹو کی اس چوری میں برابر کے شریک تھے، وہ کتاب چرا کر لاتا۔ پہلے خود پڑھتا پھر ابا کو دیتا۔ جب ابا پڑھ لیتے تو وہ اور ابا ناول کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے۔ پھر ابا اس سے کہتے کہ وہ اس ناول کے پلاٹ کو اپنی انگریزی میں لکھ کر دکھائے۔ وہ اپنی انگریزی میں ناول کے پلاٹ کو بالاختصار قلم بند کرتا اور ابا اصلاح کرتے۔ اس طرح ایک غیر محسوس طریقے پر منٹو کی انگریزی کی اصلاح ہوتی رہی۔ تھوڑے دنوں بعد میں نے ابا کو یہ کہتے سنا کہ منٹو کی انگریزی پر کسی انگریزی مصنف کی تحریر کا گمان ہوتا ہے۔ منٹو کی انگریزی تحریر میں بلا کی روانی تھی۔ بزرگوں کا اندازہ تھا کہ یہ لڑکا اگر صحیح راستے پر پڑ گیا تو انگریزی زبان کا بے مثل مصنف ہوگا۔ اور اگر خدا نا خواستہ بھٹک گیا تو کم از کم اخبار نویس تو بن ہی جائے گا۔ انگریزی زبان کے اعتبار سے اب منٹو ''ٹامیت'' کی حدود سے گزر چکا تھا۔ اور اب وہ اردو زبان میں ٹامیت اختیار کر رہا تھا۔ انٹرینس کے امتحان میں اردو ایک لازمی مضمون ہے، پھر اسکول میں منٹو کو کچھ ایسے بزرگ بھی مل گئے تھے جو اردو کے شیدائی تھے۔ شاعر اور ادیب تھے۔ اردو کے استاد رانا مبارک مند خاں سالک صہبائی نے منٹو کو اردو کا چسکا لگایا۔ اس کا خط بڑا پاکیزہ تھا۔ دسویں جماعت میں سالک صاحب اسے روزانہ املا لکھواتے۔ لیکن ہوتا یہ کہ سالک صاحب کو خود ہی سارا املا لکھنا پڑتا۔ ایک لفظ بھی صحیح نہ ہوتا۔ منٹو اور سالک صاحب میں دوستی بڑھنے لگی۔ سالک صاحب بھی اپنی وضع کے ایک ہی بزرگ تھے۔ وہ شاعر بھی تھے اور ادیب بھی۔ بلا کے ذہین انسان۔ صاحب طرز ادیب خوب لکھتے تھے۔ بڑا وسیع مطالعہ تھا۔ مسجد کے صحن اور مکتب کی چٹائی پر بیٹھ کر پڑھا تھا۔ بڑے وضع دار انسان تھے۔ گوشہ نشین اور درویش۔ پنجابی اور دیہاتی۔ کھوئے کھوئے سے رہتے تھے۔

منٹو نے سیکڑوں مشغلوں اور مصروفیتوں کے باوجود میٹرک پاس کرلیا۔ وہ ریاضی میں بھی پاس ہوگیا۔ امتحان سے دو مہینے پہلے اس نے بڑی سنجیدگی سے محنت کی۔ ورنہ شروع سال میں تو اسے اس کے سنسنی خیز منصوبوں کی تکمیل اور ناولوں کے مطالعہ ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ وہ اپنی والدہ کے پیسے چراتا اور ناول خریدتا۔ رشتہ داروں اور دوستوں سے قرض لیتا اور ناول خریدتا۔ والد سے فیس اور جرمانوں اور پکنک اور مختلف تقریبوں کے نام سے پیسے لیتا اور ناول خریدتا دوستوں کے والدین سے دوستی گانٹھتا، رشتے نکالتا، کسی کو ماموں جان کہتا اور کسی کو چچا میاں۔ اور ذرا ان کی نظر چوکتی اور منٹو انہیں چچا بنا کر چھوڑتا۔ کوئی کتاب اڑائی اور چمپت۔ ویلر کی دکان پر تو ایک مرتبہ وہ پکڑا بھی گیا۔ جب پولیس کے سپاہی اسے تھانے لے جانے لگے تو اس نے انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ لوگ سمجھے کہ سیاسی ملزم ہے۔ وہ کتابوں کا عاشق تھا۔ لیکن اس کے ذوق وشوق کے مطابق اسے کتابیں نہیں ملتی تھیں۔ ایک طالب علم کا جیب خرچ ہی کیا زیادہ سے زیادہ دو چار کتابیں خرید لیتا جو ایک دن اور ایک رات میں ختم کرلیتا۔ وہ بے شمار کتابیں پڑھنا چاہتا تھا اور بقول اس کے وہ ''بے تحاشا'' کتابیں پڑھتا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کی روشن داستان

معرکہ احد (۷ شوال ۳ ہجری) ختم ہوا تو میدانِ جنگ ایک دلدوز منظر پیش کر رہا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر جاں نثاروں کی خون آغشتہ لاشیں دور دور تک بکھری پڑی تھیں۔ مشرکین نے اپنے خبثِ باطن اور جوشِ انتقام کا مظاہرہ یوں کیا تھا کہ تقریباً سبھی شہیدانِ حق کی لاشوں کا مثلہ کر ڈالا تھا، ان کے کان، ناک اور ہونٹ کاٹ پھینک دیئے تھے یا ہار بنا کر گلے میں ڈال لیے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی لڑائی میں سخت زخمی ہو گئے تھے لیکن آپ کو اپنے زخموں کا کوئی خیال نہیں تھا۔ البتہ اپنے اس قدر جاں نثاروں کے بچھڑنے کا شدید صدمہ تھا۔ لڑائی کے بعد حضورؐ میدان جنگ کے جائزے کے لیے نکلے تو چشم ہائے مبارک سے سیلِ اشک رواں تھا اور روئے انور پر شدید حزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔ گشت کرتے ہوئے آپ ﷺ ایک لاش کے قریب آ کر رک گئے۔ مشرکین نے اس شہید راہِ خدا کی لاش کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ انتہا درجے کی بہیمیت اور قساوت قلبی کا آئینہ دار تھا۔ بدبختوں نے اس مقدس لاش کے نہ صرف ہونٹ ناک اور کان کاٹ لیے تھے بلکہ شکم کو بھی جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالا تھا۔ سیدالمرسلین صلی اللہ ... وسلم نے اس لاش کو دیکھا تو آپ ﷺ کا دل بھر آیا اور لسانِ رسالت پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

''تم پر خدا کی رحمت ہو کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔''

یہ شہید راہ حق جن کے لیے خیر الخلائق فخر موجودات سیدالانام رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے رحمت کی اور جن کے محاسن اخلاق کی برملا تحسین فرمائی۔ غم رسول حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب الہاشمی تھے۔



سیدنا حضرت حمزہؓ کا شمار راہ حق میں اپنی جانوں کو بیچ دینے والے ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جن کی جلالت قدر پر مسلمانوں کے سبھی مکاتب فکر کا کامل اتفاق ہے۔ ان کے حسب ونسب کے لیے اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ (حضورؐ کے والد حضرت عبداللہ، حضرت حمزہؓ کے علاتی بھائی تھے) اس کے علاوہ ان کو حضورؐ سے دو نسبتیں اور بھی تھیں۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب زہری، حضرت حمزہؓ کی والدہ ہالہ بنت اہیب (یا وہیب) زہری کی چچا زاد بہن تھیں، اس نسبت سے حضرت حمزہؓ حضور ﷺ کے خالہ زاد بھائی بھی ہوتے تھے۔ دوسری یہ کہ ابولہب کی لونڈی ثوبیہؓ نے حضرت حمزہؓ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت حمزہؓ حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

حضرت حمزہؓ کے سالِ ولادت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض ارباب سیر نے لکھا ہے کہ وہ حضور سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور بعض نے چار سال کا فرق بیان کیا ہے۔ دونوں قسم کی روایتیں برابر کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ تفاوت دو سال کا ہو یا چار سال کا اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ثوبیہؓ نے حضرت حمزہؓ اور حضورؐ پر نور کو علیحدہ علیحدہ وقت میں دودھ پلایا ہوگا۔ حافظِ ابنِ عبدالبرؒ نے الاستیعاب میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔

حضرت حمزہؓ کی کنیت ابوعمارہ بھی تھی اور ابویعلیٰ بھی۔ سیدالشہداء، اسد اللہ اور اسد الرسول مشہور القاب ہیں۔

حضرت حمزہؓ کے بچپن کے حالات پردۂ اخفاء میں ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ پتا چلتا ہے کہ انہیں بچپن سے ہی شمشیر زنی تیر اندازی اور پہلوانی سے گہرا لگاؤ تھا اور سیرو

ل بعض روایتوں میں ہے کہ اس واقعے کی اطلاع حضورؐ کی پھوپی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب نے اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کو دی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دو عورتوں نے حضرت حمزہؓ کو اس واقعے سے آگاہ کیا۔ بہرصورت حضرت حمزہؓ جونہی شکار سے واپس آئے ان کو کسی نہ کسی ذریعے سے اس واقعے کی اطلاع مل گئی۔

شکار کا بھی بے انتہا شوق تھا۔ جوان ہوئے تو قریش کے نامور بہادروں کی صف میں جگہ پائی لیکن وہ قبائل کے باہمی جھگڑوں میں شاذ ہی کبھی حصہ لیتے تھے اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ سیر و شکار میں گزارتے تھے۔

بعثت کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت توحید دیتے چھ سال ہونے کو آئے تھے لیکن حضرت حمزہؓ نے حضورؐ سے بے انتہا محبت رکھنے کے باوجود کبھی دعوت اسلامی کی طرف توجہ نہ کی۔ شاید اس زمانے میں ان کے نزدیک زندگی کا مقصد ہی تازہ شکار مارنا اور کھانا تھا، اسی مذاق طبیعت نے انہیں دعوت حق پر غور کرنے کی کبھی مہلت ہی نہ دی۔ ان کے یہی لیل و نہار تھے کہ ایک دن ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس نے ان کے قلب و نظر کی دنیا بدل دی اور وہ دین حق کے ایک جانباز سپاہی بن گئے۔ ہوا یوں کہ (۶ بعد بعثت میں) اک روز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم سے نکل کر صفا (یا بروایت دیگر حجون) کے پاس سے گزر رہے تھے (یا بعض روایتوں کے مطابق اسی جگہ کے قریب لوگوں کو دعوت توحید دے رہے تھے) کہ ابوجہل کا گزر اس طرف سے ہوا، اس کے ساتھ عدی بن حمراء اور ابن الاصداء بھی تھے۔ ابوجہل نے حضورؐ کو دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آپ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور ساتھ ہی دین حق کے بارے میں بھی نہایت رکیک الفاظ استعمال کیے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس نے حضور ﷺ پر مٹی اور گوبر پھینکا اور آپ پر ہاتھ بھی اٹھایا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلق عظیم کے اقتضا سے نہایت صبر و تحمل سے کام لیا اور ابوجہل کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر بکتا جھکتا چلا گیا اور حضورؐ بھی تشریف لے گئے۔ اتفاق سے بنو تیم کے رئیس عبداللہ بن جدعان کی (آزاد کردہ) لونڈی کوہ صفا پر اپنے گھر میں بیٹھی یہ سارا واقعہ دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہؓ شکار سے واپس آتے ہوئے اس کے گھر کی طرف سے گزرے تو اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

''ابو عمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم یہاں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کیا، نہایت سخت گالیاں بھی دیں اور بری طرح ستایا بھی لیکن ابن عبداللہ نے کچھ جواب نہیں دیا اور بے بسی کے ساتھ واپس چلے گئے۔''

حضرت حمزہؓ کا جواب سن کر مخزومیوں نے ان سے لڑنا چاہا تو ابوجہل کو خدشہ پیدا ہوا کہ اس طرح بنو مخزوم اور بنو ہاشم کے درمیان رزم و پیکار کی ایسی آگ بھڑک اٹھے گی جو کسی کے بجھائے سے نہ بجھے گی۔ چنانچہ اس نے مخزومیوں سے کہہ دیا کہ وہ حضرت حمزہؓ سے کچھ تعرض نہ کریں۔

حضرت حمزہؓ نے جوش حمیت میں اپنے اسلام کا اعلان تو کر دیا لیکن جب گھر پہنچے تو دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ''میں نے قریش کا سردار ہوتے ہوئے محمدؐ کا نیا دین قبول کر لیا اور اپنے آبائی دین سے پھر گیا۔ یہ بڑی شرم کی بات ہے اس سے تو مر جانا اچھا ہے۔'' اسی وسوسہ اور تردد کے عالم میں انہوں نے اللہ سے دعا کی۔

''اے اللہ! یہ راستہ جو میں نے اختیار کیا ہے اگر اس میں کوئی بھلائی ہے تو میرے دل کو اس کی تصدیق سے سکون و تسلی بخش ورنہ جس چیز کے اندر میں مبتلا ہوں میرے لیے اس سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کر دے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل کو زخمی کرنے کے بعد حضرت حمزہؓ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ ''برادر زادے! تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''چچا جان! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوتا، میری خوشی تو اس میں ہے کہ آپ غیر اللہ سے منقطع ہو کر دین حق کی پیروی کریں۔''

حضورؐ کی اس دعوت حق کے بعد وہ سخت ذہنی الجھن میں مبتلا ہو گئے اور اسی حالت میں انہوں نے اس الجھن سے نجات پانے کی دعا کی۔ رات اسی کشمکش و پیچ میں گزر گئی، صبح ہوئی تو وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ذہنی الجھن کا حال بیان کیا۔ حضورؐ نے ان کو نہایت بلیغ پیرائے میں اسلام کی حقانیت سمجھائی، اللہ کا خوف دلایا اور قبول حق کے صلے میں جنت کی بشارت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن کر حضرت حمزہؓ کا دل یقین اور ایمان کے نور سے معمور ہو گیا اور وہ پکار اٹھے:

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں آپ اپنے دین کا خوب اظہار کیجئے۔ واللہ مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں کہ میرے اوپر آسمان سایہ فگن ہو اور میں اپنے پہلے دین پر قائم رہوں۔''

بعثت کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت توحید دیتے چھ سال ہونے کو آئے تھے لیکن حضرت حمزہؓ نے حضورؐ سے بے انتہا محبت رکھنے کے باوجود کبھی دعوت اسلامی کی طرف توجہ نہ کی۔ شاید اس زمانے میں ان کے نزدیک زندگی کا مقصد ہی تازہ شکار مارنا اور کھانا تھا، اسی مذاق طبیعت نے انہیں دعوت حق پر غور کرنے کی کبھی مہلت ہی نہ دی۔ ان کے یہی لیل و نہار تھے کہ ایک دن ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس نے ان کے قلب و نظر کی دنیا بدل دی اور وہ دین حق کے ایک جانباز سپاہی بن گئے۔

قبول اسلام کے بعد حضرت حمزہؓ کا بیشتر وقت دار ارقم میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرنے لگا۔ ایک دن چند دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ وہیں بارگاہ نبوی میں حاضر تھے کہ قریش کے مرد آہن حضرت عمرؓ بن خطاب نے دار ارقم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک صاحب نے دروازے کی جھری میں سے جھانکا تو حضرت عمرؓ کو شمشیر بکف کھڑے پایا۔ (بعض روایتوں کے مطابق وہ تلوار کمر سے باندھے ہوئے تھے) انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو صحابہ کو تردد ہوا کہ معاملہ خون خرابے تک نہ پہنچے۔ اس وقت حضرت حمزہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے جوش سے کہا، اسے آنے دو اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار ہوگی اور اسی کا سر۔

حضرت عمرؓ اندر آئے حضورؐ نے ان کی چادر کو مٹھی میں دبا کر زور سے کھینچا اور فرمایا: ''عمر! کہو کس ارادے سے آئے ہو؟'' نبوت کی پر جلال آواز نے حضرت عمرؓ کے جسم پر کپکپی طاری کر دی اور انہوں نے بڑے عجز کے ساتھ کہا۔ ''یا رسول اللہ میں اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔''

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زور سے اللہ اکبر فرمایا، ساتھ ہی صحابہ کرامؓ نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ دشت و جبل گونج اٹھے۔ اب حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی صورت میں اسلام کو دو قوی دست و بازو مل گئے۔

۷ بعد بعثت میں مشرکین مکہ نے بنو ہاشم اور بنی المطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت حمزہؓ بھی تین سال تک محصوری کی زہرہ گداز مصائب آلام جھیلتے رہے۔ علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنے محبوب جاں نثار (آزاد کردہ غلام) حضرت زید

اسلام میں سب سے پہلا علم حضرت حمزہؓ کو عطا ہوا۔ رمضان ۱ھ ہجری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس (۳۰) سوار حضرت حمزہ کی امارت میں ساحلی علاقے کی طرف اس غرض سے روانہ کیے کہ وہ قریش کے اس قافلے کی مزاحمت کریں جو اس زمانے میں شام سے مکہ آ رہا تھا۔ اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابوجہل بھی تھا۔ فریقین آمنے سامنے ہوئے تو مجدی عمرو الجہنی نے بیچ بچاؤ کر کے لڑائی تک نوبت نہ پہنچنے دی اور حضرت حمزہؓ کسی کشت وخون کے بغیر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

بن حارثہ کو حضرت حمزہؓ کا اسلامی بھائی بنا دیا تھا۔ ۱۳ھ بعد بعثت میں حضور نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو حضرت حمزہؓ بھی اکثر دوسرے صحابہ کے ساتھ (حضورؐ کی ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے) ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

عاصم بن عمر بن قتادہؓ کا بیان ہے کہ مدینہ پہنچ کر حضرت حمزہؓ نے حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے مکان میں قیام فرمایا لیکن واقدی نے لکھا ہے کہ وہ صاحب رحل رسول اللہ حضرت کلثومؓ بن الہدم کے مہمان بنے تھے۔ کچھ عرصہ بعد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور اسلام کے مدنی دور کا آغاز ہو گیا۔

علامہ ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا علم حضرت حمزہؓ کو عطا ہوا۔ رمضان ۱ھ ہجری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس (۳۰) سوار حضرت حمزہ کی امارت میں ساحلی علاقے کی طرف اس غرض سے روانہ کیے کہ وہ قریش کے اس قافلے کی مزاحمت کریں جو اس زمانے میں شام سے مکہ آ رہا تھا۔ اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابوجہل بھی تھا۔ فریقین آمنے سامنے ہوئے تو مجدی عمرو الجہنی نے بیچ بچاؤ کر کے لڑائی تک نوبت نہ پہنچنے دی اور حضرت حمزہؓ کسی کشت وخون کے بغیر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

ابن سعدؒ نے اس مہم کا نام ''سریہ سیف البحر'' لکھا ہے لیکن فی الحقیقت صحیح بخاری کے مطابق ''سریہ سف البحر'' ۸ھ ہجری میں پیش آیا۔ اس وقت اسلامی لشکر کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح تھے۔ بعض روایتوں میں اس مہم کو سریہ حمزہ کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ مہم کسی خاص قافلے کی مزاحمت کے لیے نہیں بھیجی گئی تھی بلکہ عمومی طور پر قریش کے قافلوں کے تجسس کے لیے روانہ کی گئی تھی اور محض اتفاق سے اس کی مڈبھیڑ ابوجہل کے قافلے سے ہو گئی تھی۔

صفر ۲ھ ہجری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساٹھ یا ستر صحابہ کرامؓ کے ہمراہ غزوہ ودان یا غزوہ ابواء کے لیے تشریف لے گئے۔ اس غزوہ میں بھی حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کو فوج کا قائد اور علمبردار بنایا۔ اسلامی فوج کے ابواء پہنچنے سے پہلے ہی قریش کا قافلہ وہاں سے آگے بڑھ چکا تھا۔ اس لیے جنگ وجدال کا موقع پیش نہ آیا تاہم بنوضمرہ سے ایک دوستانہ معاہدہ طے پا گیا جس کی رو سے وہ اس بات کے پابند ہو گئے کہ نہ قریش کی مدد کریں گے اور نہ مسلمانوں کی بلکہ ہر حال میں غیر جانبدار رہیں گے۔

اسی سال جمادی الاخریٰ میں غزوۂ ذوالعشیرہ پیش آیا جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو پچاس صحابہ کرامؓ کی معیت میں قریش مکہ کی گوشمالی کے لیے مقام ذوالعشیرہ تشریف لے گئے۔ اس غزوہ میں بھی حضورؐ نے مجاہدین کی علمبرداری کا شرف حضرت حمزہؓ کو بخشا لیکن اس بار بھی کشت وخون تک نوبت نہ پہنچی کیونکہ قریش کا قافلہ چند دن پہلے ہی ذوالعشیرہ سے کوچ کر چکا تھا البتہ بنو مدلج سے باہمی امداد کا ایک عہد نامہ طے پا گیا۔

رمضان ۲ھ ہجری میں حق و باطل کا معرکہ اول ''غزوۂ بدرالکبریٰ'' پیش آیا تو حضرت حمزہؓ اس میں بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے مشرکین کی صفوں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تلواریں ہلاتے ہوئے نکلے اور مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی، لشکر اسلام سے تین انصار جانباز (عوفؓ، معاذؓ اور معوذؓ پسران عفراء یا بروایت دیگر عوفؓ، معاذؓ اور عبداللہ بن رواحہ ان کے مقابل ہوئے۔ قریشی جنگجوؤں کو جب معلوم ہوا کہ ان کے مقابل ہونے والے تینوں جانباز مدینے کے باشندے ہیں تو انہوں نے ان سے نبرد آزما ہونے سے انکار کر دیا اور عتبہ نے پکار کر کہا، ''محمدؐ یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں، ہماری قوم اور کفو کے لوگوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجو۔''

اس پر حضورؐ نے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث المطلبی کو حکم دیا کہ ''جاؤ ان لوگوں کا مقابلہ کرو۔'' یہ تینوں بہادر حضور کا حکم سنتے ہی نیزے ہلاتے ہوئے اپنے حریف کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ حضرت حمزہؓ کا مقابلہ شیبہ سے، حضرت علیؓ کا ولید سے اور حضرت عبیدہؓ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے تو پہلے ہی وار میں اپنے اپنے حریف کو جہنم رسید کر دیا لیکن عتبہ اور عبیدہؓ دونوں دیر تک لڑتے رہے یہاں تک کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت عبیدہؓ کا زخم نہایت شدید تھا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے عتبہ کو بھی ڈھیر کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت حمزہؓ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا تھا۔ حضرت علیؓ کا شیبہ سے اور حضرت عبیدہؓ کا ولید سے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ تو عتبہ اور شیبہ پر بہت جلد غالب آ گئے لیکن نوجوان ولید نے بوڑھے عتبہ کو سخت زخمی کر دیا۔ اس پر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ آگے بڑھے اور آناً فاناً ولید کو خاک وخون میں لوٹا دیا۔

عتبہ، شیبہ اور ولید کو ہلاک ہوتے دیکھ کر قریش کے ایک نامور جنگجو طعیمہ بن عدی کو سخت جوش آیا اور وہ ہنکارتا ہوا میدان جنگ میں اترا، حضرت حمزہؓ فوراً اس کی طرف

بڑھے اور ایک ہی وار میں اس جہنم واصل کر دیا۔ اب مشرکین نے مشتعل ہو کر عام ہلہ بول دیا۔ مسلمانوں کی تعداد کفار کی تعداد کی ایک تہائی سے بھی کم تھی لیکن انہوں نے اس پامردی اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا کہ کفار کا منہ پھر گیا۔ حضرت حمزہؓ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے تھے۔ جدھر جھک پڑتے تھے کفار کی صفیں الٹ جاتی تھیں۔ اس دن ان کے ہاتھ سے بہت سے مشرکین ہلاک یا زخمی ہوئے ان میں سے بنومخزوم کا ایک جنگجو اسود بن عبدالاسد بن ہلال بھی تھا۔ یہ شخص نہایت کریہہ المنظر تھا۔ وہ میدان جنگ میں آیا تو با آواز بلند قسم کھا کر کہا کہ آج میں مسلمانوں کے حوض کا پانی ضرور پیوں گا اور اسے خراب کر ڈالوں گا۔ حضرت حمزہؓ اس کی ڈینگ سن کر غصے سے بے تاب ہو گئے اور شیر کی طرح اس پر جھپٹے۔ ان کے پہلے ہی وار سے اسود کی ایک ٹانگ کٹ گئی اور وہ زمین پر گر پڑا لیکن ہمت کر کے پھر اٹھا اور گھسٹتا ہوا مسلمانوں کے حوض تک جا پہنچا۔ حضرت حمزہؓ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اسود حوض میں چھلانگ لگا دی لیکن حضرت حمزہؓ نے اس کو حوض ہی میں قتل کر ڈالا۔

مسلمانوں نے چند ساعت کی لڑائی کے بعد کفار کو شکست فاش دی، ستر مشرکین میدانِ جنگ میں کام آئے۔ ان میں عتبہ، شیبہ، ولید، ابوجہل، نصر بن الحارث اور کئی دوسرے روسائے قریش بھی شامل تھے۔ تقریباً اتنے ہی مشرکین کو مسلمانوں نے قیدی بنالیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہؓ نے اسود بن عامر کو قیدی بنایا اور اسے بعد میں طلحہ بن ابی طلحہ نے دو ہزار دینار بطور فدیہ ادا کر کے رہا کرایا۔

طبرانی نے حضرت حارث تیمی سے روایت کی ہے کہ حضرت حمزہؓ یوم بدر میں شتر مرغ کے پر کا نشان لگائے ہوئے تھے (جنگ کے بعد) مشرکین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جس نے شتر مرغ کے پر کی کلغی لگا رکھی ہے۔ اسے بتایا گیا کہ یہ حمزہؓ بن عبدالمطلب ہیں، اس نے کہا کہ اس شخص نے آج ہم کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ استفسار اسیران بدر میں سے بعض نے کیا تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ حمزہؓ تھے تو انہوں نے کہا کہ حمزہؓ نے آج لڑائی میں ہم پر بڑے ستم ڈھائے ہیں۔

شوال ۲ھ ہجری میں غزوۂ بنوقینقاع پیش آیا۔ یہودیانِ بنی قینقاع بڑے متمول، طاقتور اور جنگجو لوگ تھے، آہن گری اور زرگری ان کا خاص پیشہ تھا اور انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے کئی قلعے بنا رکھے تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا تو اہل حق اور بنوقینقاع کے درمیان یہ دوستانہ معاہدہ طے پا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کو مدد نہ دیں گے اور اگر باہر سے کسی نے مدینہ پر حملہ کیا تو وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے لیکن یہ لوگ جلد ہی اپنے معاہدہ سے منحرف ہو گئے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی ان کو ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی یادہ گوئیاں کر کے اپنے دل کے جلے پھپھولے پھوڑنے لگے۔ مسلمانوں کی فتح کی اہمیت وہ یہ کہہ کر گھٹاتے تھے کہ قریش مکہ فن حرب میں مہارت نہیں رکھتے تھے، مسلمانوں کا مقابلہ ہمارے ساتھ ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جوانمرد کیسے لڑتے ہیں۔ شوال ۲ ہجری میں ایک اتفاقی واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ایک مسلمان خاتون بنوقینقاع کے محلے میں کسی کام سے گئی۔ ایک یہودی نے اس کو چھیڑ کر بے حرمت کیا، یہ دیکھ کر ایک مسلمان غصے سے بے قابو ہو گیا اور اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ یہودیوں نے اس غیرت مند مسلمان کو شہید کر ڈالا اور علانیہ سرکشی اور عہد شکنی پر آمادہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کو بہت سمجھایا لیکن ان کو اپنے ہتھیاروں اور قلعوں پر اتنا ناز تھا کہ کسی طرح اپنے مفسدانہ ارادوں سے باز نہ آئے۔ بالآخر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف لڑائی کا اعلان کر دیا اور ان کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔ بنی قینقاع مدینہ کی سکونت ترک کر کے باہر چلے جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ سے نکل کر ملک شام کے ایک ضلع ازرعات میں چلے گئے۔ ابن سعدؒ اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ غزوۂ بنوقینقاع میں بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کو اسلامی فوج کا علم مرحمت فرمایا۔ چنانچہ وہ شروع سے اخیر تک نہایت شجاعت اور استقلال کے ساتھ علمبرداری کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۳ھ ہجری میں مشرکین مکہ نے بدر کا انتقام لینے کے لیے بڑے جوش وخروش سے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ علمبرداران حق اور کفار ۷ شوال کو کوہ احد کے دامن میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل سات سو جانباز تھے جن میں سو زرہ پوش اور چند سوار تھے۔ ادھر مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی جن میں دو سو سوار اور سات سو زرہ پوش تھے۔ مسلمانوں نے احد کا پہاڑ پیٹھ کے پیچھے رکھ کر اپنی صفیں درست کیں۔ حضورؐ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ اس درہ پر بٹھا دیا جدھر سے اندیشہ تھا کہ دشمن اس سے گزر کر عقب سے حملہ نہ کر دے۔ اس موقع پر حضرت حمزہؓ فوج کے ایک دستے کے افسر مقرر ہوئے جس کا کوئی مجاہد زرہ پوش نہیں تھا۔ طبل جنگ بجا تو قریش کی عورتیں دف پر یہ رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کو لڑائی پر

حضرت حمزہؓ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے تھے۔ جدھر جھک پڑتے تھے کفار کی صفیں الٹ جاتی تھیں۔ اس دن ان کے ہاتھ سے بہت سے مشرکین ہلاک یا زخمی ہوئے ان میں سے بنومخزوم کا ایک جنگجو اسود بن عبدالاسد بن ہلال بھی تھا۔ یہ شخص نہایت کریہہ المنظر تھا۔ وہ میدان جنگ میں آیا تو با آواز بلند قسم کھا کر کہا کہ آج میں مسلمانوں کے حوض کا پانی ضرور پیوں گا اور اسے خراب کر ڈالوں گا۔ حضرت حمزہؓ اس کی ڈینگ سن کر غصے سے بے تاب ہو گئے اور شیر کی طرح اس پر جھپٹے۔ ان کے پہلے ہی وار سے اسود کی ایک ٹانگ کٹ گئی اور وہ زمین پر گر پڑا لیکن ہمت کر کے پھر اٹھا اور گھسٹتا ہوا مسلمانوں کے حوض تک جا پہنچا۔ حضرت حمزہؓ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اسود حوض میں چھلانگ لگا دی لیکن حضرت حمزہؓ نے اس کو حوض ہی میں قتل کر ڈالا۔

ابھارنے لگیں۔

نحن بنات الطارق نمشی علی النمارق مشی القطا البوارق
المسک فی المفارق والدر فی المخانق ان تقبلوا نعانق ونفرش
النمارق او تدبروا نفارق فراق غیر وامق

ہم نجم سحر کی بیٹیاں ہیں۔ ہم زین پوش کے منقش اور خوب صورت کپڑوں پر چلتی ہیں۔ ہنس کی چال سے جس کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں ہمارے سر مشک آلود ہیں۔ اور گردن کے ہاروں میں موتی پروئے ہوئے ہیں ۔ اگر تم میدان جنگ میں آگے بڑھے تو ہم تم سے ہم آغوش ہوں گی اور زین پوش کے منقش اور خوب صورت کپڑے تمہارے واسطے بچھائیں گی اور اگر تم نے پشت پھیری تو ہمارا تمہارا فرق ہے۔

ایسا فراق کہ جیسے ہم تم کبھی دوست ہی نہ تھے۔

سب سے پہلے قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ صف سے نکلا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر للکارا۔ ''تم میں کوئی ہے جو میرے سامنے آئے۔'' حضرت علی المرتضیٰ اس کے مقابلے کے لیے بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد عثمان بن ابی طلحہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھا، حضرت حمزہؓ اس پر جھپٹے اور شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ کمر تک اتر آئی، اس کے ساتھ ہی انہوں نے نعرہ مارا۔ ''یہ لے، میں ساقی حجاج (عبدالمطلب) کا بیٹا ہوں۔''

علامہ شبلی نعمانی نے ''سیرۃ النبیؐ'' میں عثمان کو طلحہ کا بیٹا بیان کیا ہے لیکن بعض دوسرے اہل سیر (ابن اثیرؒ، حاکمؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ وغیرہ) نے عثمانؓ بن طلحہ کو صحابہ کرامؓ میں شمار کیا ہے۔ وہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضورؐ نے انہیں کعبہ کا کلید برداری کے خاندانی منصب پر بحال رکھا۔ ہمارا قیاس یہ ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے جو عثمان مارا گیا وہ ابی طلحہ کا بیٹا اور طلحہ کا بھائی تھا۔

قریش کا علم اٹھا کر نکلنے والے جب چھ اور آدمی بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے یکے بعد دیگرے مارے گئے تو مشرکین نے عام ہلہ بول دیا۔ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو دجانہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت اسیدؓ بن حضیر اور بہت سے دوسرے سرفروش فوجوں کے دل میں گھس گئے اور دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ حضرت حمزہؓ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دوستی (دونوں ہاتھوں سے) تلوار چلاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے، میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔ اسی حالت میں مکہ کا ایک سربرآوردہ مشرک سباع بن عبدالعزیٰ ان کے سامنے آ گیا۔ حضرت حمزہ نے اس سے مخاطب ہو کر غضب آلود لہجے میں فرمایا: ''او ختانہ النساء'' (عورتوں کا...... کرنے والی) ام انمار کے بچے کیا تو خدا اور خدا کے رسول سے لڑنے آیا ہے؟'' یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ کٹ کر وہیں گر پڑا۔ ادھر حضرت حمزہؓ اسی طرح لاشوں پر لاشیں گراتے جا رہے تھے ادھر جبیر بن مطعم کا حبشی غلام وحشی ایک چٹان کے پیچھے گھات لگائے یہ انتظار کر رہا تھا کہ کب حضرت حمزہؓ اس کی زد میں آئیں اور وہ اپنا ہتھیار ان پر پھینکے۔ وحشی کو جبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی (مقتول بدر) کا انتقام لینے کے لیے حضرت حمزہؓ کے قتل پر مامور کیا تھا اور اس کام کے عوض اس کو آزاد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اتفاق سے وحشی کو جلد ہی وار کرنے کا موقع مل گیا۔ حضرت حمزہؓ درانہ آگے بڑھ رہے تھے کہ یکایک ان کا پاؤں پھسل گیا اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر گر پڑے۔ اسی وقت وحشی نے تاک کر اپنا چھوٹا سا بھالا ان پر پھینکا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے اس قدر شدید زخمی ہونے کے باوجود اٹھ کر اس پر حملہ کرنا چاہا مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور ان کی روح مطہر عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت پر مشرکین کو کمال درجے کی مسرت ہوئی اور ان کی عورتوں نے خوشی کے ترانے گائے۔ ہندہ بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان) نے اپنے دل کی بھڑاس یوں نکالی کہ حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک سے کان ناک ہونٹ (اور بروایت دیگر پوشیدہ اعضاء بھی) کاٹ لیے۔ اس کے بعد شکم چاک کر کے جگر نکالا اور اسے چبا چبا کر نگلنے کی کوشش کی مگر نگل نہ سکی اور تھوک دیا۔ پھر ایک بلندی پر چڑھ کر بلند آواز سے چند فخریہ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ آج ہم نے بدر کی لڑائی کا بدلہ لے لیا اور وحشی نے میرا سینہ ٹھنڈا کر دیا جب تک میں زندہ رہوں گی اس کا شکریہ ادا کرتی رہوں گی۔

سب سے پہلے قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ صف سے نکلا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر للکارا۔ ''تم میں کوئی ہے جو میرے سامنے آئے۔'' حضرت علی المرتضیٰ اس کے مقابلے کے لیے بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد عثمان بن ابی طلحہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھا، حضرت حمزہؓ اس پر جھپٹے اور شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ کمر تک اتر آئی، اس کے ساتھ ہی انہوں نے نعرہ مارا۔ ''یہ لے، میں ساقی حجاج (عبدالمطلب) کا بیٹا ہوں۔''

علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ حضورؐ کو ہندہ کی مذموم حرکت کا علم ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا اس نے حمزہؓ کے جگر میں سے کچھ کھایا بھی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، نہیں، آپؐ نے فرمایا:

''الٰہی حمزہؓ کے کسی حصہ جسم کو جہنم میں داخل نہ ہونے دیجیو۔''

جنگ ختم ہوئی تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محبوب چچا کی مثلہ کی ہوئی لاش پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ سخت غمزدہ تھے۔ لاش کی حالت دیکھ کر آپؐ فرط الم سے بے قرار ہو گئے اور مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''تم پر خدا کی رحمت ہو کیوں کہ تم اعزہ و اقربا کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے اگر مجھے صفیہؓ (حضورؐ کی پھوپی اور حمزہؓ کی بہن) کے رنج و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری لاش اسی طرح چھوڑ دیتا تاکہ اسے درندے اور پرندے کھا جائیں اور تم قیامت کے دن انہی کے پیٹ سے اٹھائے جاؤ۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ اسی موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے جبریل امین نے بشارت دی ہے کہ حمزہؓ بن عبدالمطلب ساتوں آسمانوں پر اسد اللہ و اسد الرسول لکھے گئے ہیں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضور نے حضرت حمزہؓ کو اسد اللہ و اسید الشہداء کے القاب مرحمت فرمائے۔

ابن سعد نے ''طبقات الکبیر'' میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کی نعش کی دردناک حالت دیکھ کر فرمایا: ''خدا کی قسم میں تمہارے بدلہ میں کفار کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔'' لیکن اسی وقت بارگاہ خداوندی سے حکم نازل ہوا:

''اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی اور اگر صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر سب سے اچھا ہے اور تم صبر کرو اور تمہارا صبر کرنا خاص اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔'' (سورۃ نحل)

یہ حکم نازل ہونے پر حضور نے فرمایا کہ میں صبر کرتا ہوں اور انتقام نہ لوں گا۔ چنانچہ آپؐ نے صبر اختیار کیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

اسی اثناء میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب لڑائی کا حال معلوم کرنے مدینہ سے نکلیں۔ حضورؐ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو بلا کر فرمایا کہ صفیہؓ حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت زبیرؓ نے ان کو لاش پر آنے سے منع کیا تو بولیں۔'' میں نے اپنے بھائی کا ماجرا سن لیا لیکن اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔'' حضورؐ نے اجازت دی تو لاش پر گئیں، عزیز بھائی کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر آنکھوں سے سیل اشک بہہ نکلا لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا زبان سے کچھ نہ نکلا۔ واپس جاتے وقت حضرت زبیرؓ دو چادریں دے گئیں کہ ان میں ماموں کو مکفون کر کے دفن کرنا لیکن قریب ہی ایک انصاری کی لاش پڑی تھی۔ حضرت زبیرؓ نے دونوں شہیدوں میں ایک ایک چادر تقسیم کر دی۔ اس ایک چادر سے حضرت حمزہؓ کا سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پاؤں چھپاتے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا، آخر حضورؐ نے فرمایا کہ چہرہ اور سر کو چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ اس طرح عم رسول کا جنازہ تیار ہوا تو صحابہ کرامؓ رونے لگے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ عرض کیا، ''یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، آج ہم کو یہ توفیق بھی نہیں کہ آپؐ کے چچا کا سارا بدن کپڑے سے ڈھانک سکیں۔'' حضورؐ نے فرمایا، وہ زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ (مسلمان) ایسے مقامات پر متصرف ہوں گے جہاں کھانے پینے پہننے اوڑھنے کی چیزوں اور سواریوں کی بہتات ہو گی اور وہاں سے وہ اپنے اہل و عیال کو مدینہ سے اپنے پاس آنے کو لکھیں گے۔

اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھی پھر ایک ایک کر کے شہداء احد کے جنازے حضرت حمزہؓ کے پہلو میں رکھے گئے اور حضورؐ نے ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھائی۔ اس طرح اس دن حضرت حمزہؓ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اس فضیلت میں کوئی اور حضرت حمزہؓ کا شریک وسہیم نہیں

اس ایک چادر سے حضرت حمزہؓ کا سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پاؤں چھپاتے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا، آخر حضورؐ نے فرمایا کہ چہرہ اور سر کو چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ اس طرح عم رسول کا جنازہ تیار ہوا تو صحابہ کرامؓ رونے لگے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ عرض کیا، ''یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، آج ہم کو یہ توفیق بھی نہیں کہ آپؐ کے چچا کا سارا بدن کپڑے سے ڈھانک سکیں۔'' حضورؐ نے فرمایا، وہ زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ (مسلمان) ایسے مقامات پر متصرف ہوں گے جہاں کھانے پینے پہننے اوڑھنے کی چیزوں اور سواریوں کی بہتات ہو گی اور وہاں سے وہ اپنے اہل و عیال کو مدینہ سے اپنے پاس آنے کو لکھیں گے۔

ہے۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت حمزہؓ کو ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش (المجدع فی اللہ) کے ساتھ ایک ہی قبر میں احد کے گنج شہیداں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ سینتیس ۳۷ سال بعد ۴۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے احد کی طرف سے نہر نکالی گئی تو کھدائی کے دوران میں کئی شہداء کی لاشیں بالکل تر و تازہ حالت میں ملیں۔ اسی سلسلے میں اتفاق سے حضرت حمزہؓ کے پاؤں میں بیلچہ لگ گیا تو ان کے پاؤں سے خون کی چھینٹیں اس طرح اڑیں جیسے زندہ آدمی کو زخم لگنے سے خون نکلتا ہے۔

ابن سعدؒ اور ابن ہشامؒ نے لکھا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محبوب چچا کی جدائی سے شدید صدمہ پہنچا تھا۔ جب آپؐ میدان احد سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے گھروں سے عورتوں کے رونے کی آواز جو اپنے اپنے شہیدوں پر گریہ کناں تھیں، حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جو چہرۂ اقدس پر گرے۔ آپؐ نے فرمایا: ''افسوس آج حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں۔'' جب حضرت سعدؓ بن معاذؓ اور اسیدؓ بن حضیرؓ نے یہ بات سنی تو انہوں نے اپنی عورتوں کو ہدایت کی کہ ہر انصاری عورت اپنے متوفی پر رونے سے پہلے رسول اللہ کے ہاں جا کر حضرت حمزہؓ پر روئے۔ چنانچہ سب انصاری خواتین نے آستانہ نبوی پر پہنچ کر بڑے درد کے ساتھ حضرت حمزہؓ پر رونا شروع کر دیا۔ اسی حالت میں حضورؐ کی آنکھ میں مشغول ہیں۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ اب واپس جاؤ اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر رونے کی بجائے صبر سے کام لیا کرو۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ سے واپس آئے تو گھر کے دروازہ پر پردہ نشینان انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمزہؓ کا ماتم ہو رہا تھا۔ آپؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں۔ حضرت حمزہؓ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے کہ چند سال بعد حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بن حرب اسلام قبول کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا: ''تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا سکتے ہو تو چھپا لو (کیونکہ تمہیں دیکھ کر حمزہؓ کا غم ہو جاتا ہے) چنانچہ پھر ساری عمر حضور پرنور کی خدمت میں نہ جا سکے۔

صحیح بخاری میں خود حضرت وحشیؓ سے روایت ہے کہ''

جب احد سے لوگ واپس آئے تو میں چلا آیا اور مکہ میں اسلام کا چرچا ہونے تک مقیم رہا، پھر وہاں سے طائف چلا گیا۔ اہل طائف نے حضورؐ کے پاس کچھ قاصد بھیجے اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچا اور آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا، کیا حمزہؓ کو تو نے شہید کیا تھا اور تیرا ہی نام وحشی ہے۔ میں نے (محجوب ہوکر) عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہ جو کچھ آپ کو معلوم ہے صحیح ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، اگر تو میرے سامنے سے ہٹ کر سکتا ہے تو ہٹ جا۔ میں اسی وقت وہاں سے نکل گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ مسیلمہ کے مقابلے میں چلنا چاہیے اور اس کو قتل کرنا چاہیے شاید حضرت حمزہؓ کا بدلہ پورا ہو جائے۔ لہٰذا میں لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا (اس کے بعد جو کچھ ہوا سو ہوا، جب میں یمامہ پہنچا تو) وہاں میں نے گندمی رنگ کے ایک ژولیدہ مو آدمی کو دیکھا جو ایک شکستہ دیوار کے پاس کھڑا تھا۔ (یہ مسیلمہ کذاب تھا) میں نے اپنا نیزہ اس کے سینے پر مارا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان پار کر دیا، اتنے میں ایک انصاری لپکا اور اس نے تلوار سے اس کا سر جدا کر دیا۔"

اس طرح حضرت وحشیؓ بن حرب کی ذات سے اسلام کو جس قدر نقصان پہنچا تھا، اسی قدر اس سے فائدہ بھی پہنچا۔

حضرت حمزہؓ نے اپنی زندگی میں کئی شادیاں کیں۔ بیویوں کے نام یہ ہیں، بنت لمۃ بن مالک، ان سے لیلیٰ اور عامر دو لڑکے پیدا ہوئے۔ خولہ بنت قیس، ان سے عمارہ پیدا ہوئے۔ سلمٰی بنت عمیس۔ ان سے ایک لڑکی امامہؓ پیدا ہوئیں۔ عمارہ اور عامر دونوں لاولد فوت ہوگئے۔ لیعلیٰ سے چند اولادیں ہوئیں لیکن وہ سب بچپن ہی میں فوت ہوگئیں۔ امامہؓ حضورؐ کے ربیب حضرت عمرؓ بن ابی سلمہ مخزومیؓ سے بیاہی گئیں لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس طرح حضرت حمزہؓ کا سلسلہ نسل نہ بیٹوں سے اور نہ بیٹی سے چلا۔ بعض بلوچ قبائل اپنے آپ کو حضرت حمزہؓ کی اولاد بتاتے ہیں لیکن ان کا دعویٰ قوی ثبوت کا محتاج ہے۔

علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے حضورؐ کو حضرت امامہؓ بنت حمزہؓ سے شادی کرنے کی ترغیب دی تو آپؐ نے فرمایا: "وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے میرا نکاح اس سے کیسے ہوسکتا ہے؟"

حضرت حمزہؓ نے اپنی زندگی میں کئی شادیاں کیں۔ بیویوں کے نام یہ ہیں، بنت لمۃ بن مالک، ان سے لیلیٰ اور عامر دو لڑکے پیدا ہوئے۔ خولہ بنت قیس، ان سے عمارہ پیدا ہوئے۔ سلمٰی بنت عمیس۔ ان سے ایک لڑکی امامہؓ پیدا ہوئیں۔ عمارہ اور عامر دونوں لاولد فوت ہوگئے۔ لیعلیٰ سے چند اولادیں ہوئیں لیکن وہ سب بچپن ہی میں فوت ہوگئیں۔ امامہؓ حضورؐ کے ربیب حضرت عمرؓ بن ابی سلمہ مخزومیؓ سے بیاہی گئیں لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس طرح حضرت حمزہؓ کا سلسلہ نسل نہ بیٹوں سے اور نہ بیٹی سے چلا۔

ذیقعدہ ۷ ہجری میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ صلح نامہ حدیبیہ کی شرط کے مطابق تین دن کے قیام کے بعد آپ مکہ سے چلنے لگے تو حضرت حمزہؓ کی کمسن یتیم بچی امامہؓ یا عم یا عم کہتی ہوئی حضورؐ کی طرف دوڑیں۔ حضرت علیؓ نے ان کو گود میں اٹھالیا اور اپنے ساتھ لے جا کر حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہاری بنت عم ہے۔ میں اس کو اٹھالایا ہوں۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت زیدؓ بن حارثہ نے حضرت امامہؓ کو اپنی آغوش تربیت میں لینے کے لیے حضورؐ کی خدمت میں الگ الگ دعوے پیش کیے۔ حضرت علیؓ کہتے تھے کہ امامہؓ میرے چچا کی لڑکی ہے اس لیے میں حقدار ہوں۔ حضرت جعفرؓ یہ کہہ کر اپنا استحقاق ظاہر کرتے تھے کہ وہ میری بنت عم ہے اور میری زوجہ (اسماء بنت عمیس) کی بھانجی ہے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ کہتے تھے کہ وہ میرے (دینی) بھائی کی لڑکی ہے۔ اللہ اللہ یہ ناز اور محبت کی لڑائی ایک کمسن بچی کو پالنے کے حق پر ہو رہی تھی حالانکہ اسلام سے پہلے یہی معصوم بچیاں زندہ زمین میں گاڑ دی جاتی تھیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منازعت کا فیصلہ حضرت جعفرؓ کے حق میں صادر فرمایا کیونکہ ان کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس حضرت امامہؓ کی حقیقی خالہ تھیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت حمزہؓ کے صحیفہ اخلاق میں غیرت مندی، شجاعت، جانبازی، بے خوفی، صلہ رحمی، حب رسول اور شوق جہاد سب سے نمایاں ابواب ہیں۔ خود لسانِ رسالت نے ان کے محاسن اخلاق کی تحسین ان الفاظ میں فرمائی کہ "وہ قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے اور نیک کاموں میں آگے آگے رہتے تھے۔"

مبداء فیض نے انہیں سپاہیانہ اوصاف و خصائل سے نوازا تھا، سیر و شکار سے اس قدر لگاؤ تھا کہ حضورؐ کی بعثت کے پانچ سال بعد تک انہوں نے دعوتِ حق کی طرف توجہ ہی نہ کی لیکن جب ابوجہل کی کمینہ حرکت کی وجہ سے ان کی غیرت جوش میں آئی تو دفعتہً اسلام کے قوی دست و بازو بن گئے۔ قریش کے نامور پہلوان حضرت عمرؓ نے جب دارِ ارقم کے دروازے پر دستک دی تو قدرتاً صحابہ کے دل میں تردد پیدا ہوا لیکن یہ حضرت حمزہؓ ہی تھے جنہوں نے کڑک کر کہا کہ عمرؓ کو اندر آنے دو اگر اس کی نیت نیک نہ ہوئی، تو اسی کی تلوار ہوگی اور اسی کا سر۔ ہجرت کے بعد اپنی شہادت تک انہوں نے بیشتر معرکوں میں جس شجاعت اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔

مولانا رومؒ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ جوانی میں ہمیشہ زرہ پہن کر لڑا کرتے تھے لیکن بعد شباب سعادت اندوزِ اسلام ہوئے تو زرہ پہننا بالکل ترک کر دیا اور لڑائیوں میں اس طرح شریک ہونے لگے کہ سینہ سامنے سے کھلا ہوتا اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے ہوتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے عم رسول، اے صف شکن مجاہد، اے جوانمردوں کے سردار کیا آپ نے اللہ کا حکم نہیں سنا کہ جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔ پھر آپ احتیاط سے کیوں کام نہیں لیتے۔ جب آپ جوان تھے اور مضبوط و طاقتور، اس زمانے میں آپ کبھی زرہ کے بغیر لڑائی میں شامل نہیں ہوتے تھے، اب جبکہ آپ

بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ اپنی جان کی حفاظت اور احتیاط کے تقاضوں سے کیوں بے پروا ہو گئے ہیں۔ بھلا تلوار کس کا لحاظ کرتی ہے اور تیر کس کی رعایت کرتا ہے ہم کو تو یہ پسند نہیں کہ آپ جیسا شیر بیشہء شجاعت اپنی بے احتیاطی کی بدولت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔

حضرت حمزہؓ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ جب میں جوان تھا تو سمجھتا تھا کہ موت انسان کو اس دنیا کے عیش و آرام سے محروم کر دیتی ہے اس لیے کیوں خواہ مخواہ موت کی جانب رغبت کروں اور اژدھے کے منہ میں جاؤں یہی وجہ تھی کہ میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے زرہ پہنتا تھا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے میرے خیالات بدل گئے۔ اب مجھ کو اس دنیائے فانی سے مطلق کوئی لگاؤ نہیں رہا اور موت مجھ کو جنت کی کنجی معلوم ہوتی ہے۔ زرہ تو وہ پہنے جس کے لیے موت کوئی دہشت ناک چیز ہو۔ جس کو تم موت کہتے ہو وہ میرے لیے ابدی زندگی ہے۔

حضرت حمزہؓ ایک مرد سپاہی تھے اس لیے مزاج قدرتاً تند و تیز تھا۔ صحیحین کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے اس کی عادی تھے۔ ایک مرتبہ انصار کی ایک محفل ناؤ نوش میں شریک تھے جس میں ایک خوش الحان مغنیہ گا رہی تھی، قریب ہی ایک حجرہ کے صحن میں ''فربہ اونٹنیاں بندھی ہوئی تھیں، اس مغنیہ نے اونٹنیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

الا یا حمزۃ للشرف النواء
وھن معقلات بالغناء
صنع السکین فی اللبات منھا
وخرجھن حمزۃ بالدماء
وعجل من اطائبھا لشرب
قدیراً من طبیخ او شواء

(یعنی آگاہ ہو جاؤ اے حمزہ فربہ اونٹنیوں کے لیے اور وہ اونٹنیاں صحن میں (بندھی ہوئی ہیں ان اونٹنیوں کی کلیجیوں کو ان کے خون کے ساتھ نکال لو اور جلدی کر و ان کے جوہر کو پینے کے لیے خواہ ہانڈی کے اندر پکا کر یا بھون کر)

یہ سن کر حضرت حمزہؓ نشے کی حالت میں بے اختیار کو دے اور اونٹنیوں کو کوہانیں کاٹ ڈالیں اور پہلو چیر کر کلیجیاں نکال لائے۔ یہ اونٹنیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی تھیں۔ انہیں اپنی اونٹنیوں کے اس طرح مارے جانے پر سخت صدمہ ہوا۔ آبدیدہ ہو کر بارگاہ رسالت میں شکایت کی۔ حضورؐ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لے کر اسی وقت اس محفل طرب میں تشریف لے گئے اور حضرت حمزہؓ کو اس حرکت بے جا پر ملامت فرمانے لگے۔ وہ اس وقت ہوش میں نہیں تھے۔ گھور کر حضورؐ کو دیکھا اور کہا'' تم سب ہمارے باپ کے غلام ہو۔''

حضورؐ کو معلوم ہو گیا کہ اس وقت وہ اپنے آپے میں نہیں ہیں چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے۔ یہ ایک افسوس ناک واقعہ تھا جس پر حضرت حمزہؓ کو یقیناً تاسف ہوا ہوگا اور انہوں نے اس کی تلافی بھی کی ہوگی کیونکہ وہ فطرتاً نہایت نیک طبع تھے۔

طبقات ابن سعد میں روایات ہے کہ ایک دفعہ حضرت حمزہؓ نے حضورؐ نے فرمایا: ''چچا آپ میں اتنی طاقت نہیں کہ جبرئیل کو اصلی صورت میں دیکھ سکیں۔'' لیکن حضرت حمزہؓ نے انہیں دیکھنے پر اصرار کیا۔ ایک دن جبرئیل نازل ہوئے تو حضورؐ نے حضرت حمزہؓ سے فرمایا اپنی نگاہ اوپر اٹھائیے اور دیکھیے حضرت جبرئیل نازل ہوئے تو حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں نازل ہوئے ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے نگاہ اٹھائی تو حضرت جبرئیل کے پاؤں دیکھ کر ہی غش آ گیا۔

امام حاکمؒ نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جعفرؓ ملائکہ کے ساتھ اڑ رہے ہیں اور حمزہؓ ایک تخت کے اوپر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔

ابن اثیرؒ نے ''اسد الغابہ'' میں حضرت حمزہؓ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر دعا میں یہ کلمہ ضرور کہا کرو۔

''اللھم انی اسئلک باسمک الاعظم ورضوانک الاکبر''

سیدنا حضرت حمزہؓ کی بے مثل شجاعت اور جانبازی کو پیش نظر رکھ کر بعض لوگوں نے عجیب و غریب من گھڑت قصے ان سے منسوب کر دیئے ہیں اور انہیں داستان امیر حمزہ کا نام دے کر بڑے مزے لے لے کر بیان کیا ہے، فی الحقیقت ایسی تمام داستانیں لغویات کا پلندہ اور خرافات محض ہیں۔ ایک جلیل القدر صحابی سے غلط باتیں منسوب کرنا یا انہیں پڑھنا اور سننا نہ صرف وقت ضائع کرنے بلکہ خواہ مخواہ گناہ کمانے کا باعث ہے۔ حضرت حمزہؓ کی عظمت اور جلالت قدر ایسی وضعی داستانوں کی ہرگز محتاج نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ سیدنا حمزہ کی زندگی کے حقیقی واقعات ہی اتنے ولولہ انگیز ہیں کہ فرزندان اسلام کے خون کو تا ابد گرماتے رہیں گے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دفعہ حضرت حمزہؓ نے حضورؐ نے فرمایا: ''چچا آپ میں اتنی طاقت نہیں کہ جبرئیل کو اصلی صورت میں دیکھ سکیں۔'' لیکن حضرت حمزہؓ نے انہیں دیکھنے پر اصرار کیا۔ ایک دن جبرئیل نازل ہوئے تو حضورؐ نے حضرت حمزہؓ سے فرمایا اپنی نگاہ اوپر اٹھائیے اور دیکھیے حضرت جبرئیل نازل ہوئے تو حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں نازل ہوئے ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے نگاہ اٹھائی تو حضرت جبرئیل کے پاؤں دیکھ کر ہی غش آ گیا۔ امام حاکمؒ نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جعفرؓ ملائکہ کے ساتھ اڑ رہے ہیں اور حمزہؓ ایک تخت کے اوپر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔

وہ حسد کی آگ میں جل بھن رہا تھا

انسانیت کا ازلی دشمن جسے ہم نے آج اپنا دوست بنا کر اپنی بربادی کے راستے کھول دیئے

پروفیسر خالد پرویز

حضرت دم بصد فخر و انبساط جنت میں رہنے لگے۔ ان کی اہلیہ محترمہ حوا بھی ان کے ہمرکاب تھیں۔ دونوں میاں بیوی [illegible] میں جس چیز کی خواہش کرتے انہیں میسر تی۔ وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے مگر ان کے دشمن ابلیس کو اک پل چین نصیب نہیں تھا۔ وہ حضرت آدمؑ کے آرام و آسائش کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ وہ حسد کی آگ میں جل بھن رہا تھا اور صبح شام اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ کس طرح حضرت آدمؑ اور ان کی زوجہ کو جنت سے نکلوائے، کیونکہ یہ وہی آدم خاکی تھا جس کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ راندۂ درگاہ ہوا تھا اور لعین ٹھہرا تھا، اس لیے وہ آدمؑ سے ہر صورت میں انتقام لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے آدم حوا کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور کہا:

"تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ اور (یہ کہہ کر) اس نے قسم اٹھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔" (الاعراف)

بعض مفسرین نے شیطان کے آدمؑ کے دل میں وسوسہ ڈالنے کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ جنت کے دروازے پر آئے اور شیطان نے چپکے سے ان سے یہ بات کہہ دی۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ شیطان سانپ کے منہ میں داخل ہو کر جنت میں گیا اور حضرت آدمؑ اور حوا کو وسوسے میں ڈالا۔ حضرت حسن بصریؒ کا فرمان ہے کہ شیطان کو یہ قوت دی گئی تھی کہ وہ زمین پر رہتے ہوئے آدم و حوا کے دلوں میں وسوسہ ڈال سکے۔

آخر کار حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی شیطان مردود کی باتوں میں آ گئے، اس کی قسم پر یقین کر لیا اور اسے اپنا خیر خواہ سمجھ کر اس کی بات مان لی۔ یوں ان سے لغزش ہو گئی۔ حضرت آدمؑ و حوا نے جب حکم خداوندی کو نظر انداز کیا اور شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا تو رب کائنات نے ان سے اپنی نعمت سلب کر لی اور انہیں جنت کی ابدی نعمتوں سے محروم کر دیا۔ ارشاد رب العزت ہوا۔

"کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا، اور کیا تم سے نہیں کہا تھا کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (الاعراف)

صاحب ضیاء القرآن کے مطابق آدمؑ کو جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت تو دے دی گئی مگر یہ گل و ریحان کی وادی ایک ایسے راہرو کی منزل نہیں ہو سکتی تھی جس کی فطرت میں کانٹوں کے پھول، ریگستانوں اور ظلمت کدوں کو بقعہ نور بنانا لکھا جا چکا تھا اب اس کو میدانِ عمل میں لا کھڑا کرنے کی دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ فرشتوں کا ایک جلوس ہمرکاب ہوتا اور آدمؑ کی سواری جنت سے روانہ ہو کر زمین پر اترتی، لیکن رب ذوالجلال کی حکمت کا تقاضا یہ نہیں تھا کیونکہ اس طرح آدمؑ عزت و جاہ کے مظہر بن کر تو ظاہر ہوتے لیکن سوزِ عشق، درد فراق، آتش شوق، نیاز مندی اور نالہ و زاری کے بلند، لطیف اور پاکیزہ جذبات سے ان کے دل کی دنیا نا آشنا رہتی اور قرب و رضا کا وہ مقام جو محض عجز و انکسار، گریہ و زاری، دل کی بے چینی اور روح کی بے قراری کے عوض بخشا جاتا ہے وہ نہ مل پاتا۔ چنانچہ نگاہِ کرم کے برگشتہ ہونے سے غم و اندوہ کے بادل گھر آئے۔ آہ و فغاں کی بجلیاں کڑکنے لگیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی جس نے شجر محبت کی آبیاری کی، تڑپتے ہوئے دل کے سوز و گداز نے زندگی کی حرارت بخشی۔ یہاں تک کہ آدمؑ کی وہ تمام صلاحیتیں بیدار ہو گئیں جن کا خلافت الٰہی سنبھالنے سے پہلے بیدار ہونا ضروری تھا، چنانچہ آدمؑ و حوا نے گڑگڑا کر رب کے حضور عرض کیا......

"اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہماری بخشش نہ فرمائے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔" (الاعراف)

رب قادر و قدیر نے فرمایا:

"نیچے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے اور ایک خاص وقت تک نفع اٹھانا ہے۔ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے۔" (الاعراف)

حضرتِ آدمؑ و حوا گریہ و زاری میں مصروف رہے اور رب تعالیٰ سے عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے گناہ کی معافی مانگتے رہے۔ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور ان کی مغفرت کر دی گئی۔ "پھر آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ الفاظ سیکھ لیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ وہ تو ہے ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا۔" (البقرہ)

گناہگاری کا جو داغ حضرت آدمؑ کے دامن پر لگ گیا تھا وہ دھو ڈالا گیا۔ رب رحیم و کریم نے حضرت آدمؑ کی توبہ ہی قبول کرنے پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ اس کے بعد نبوت سے بھی سرفراز فرمایا تاکہ وہ اپنی نسل کو سیدھا راستہ بتائیں۔ ارشاد ہوا:

"پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے نہ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (البقرہ)

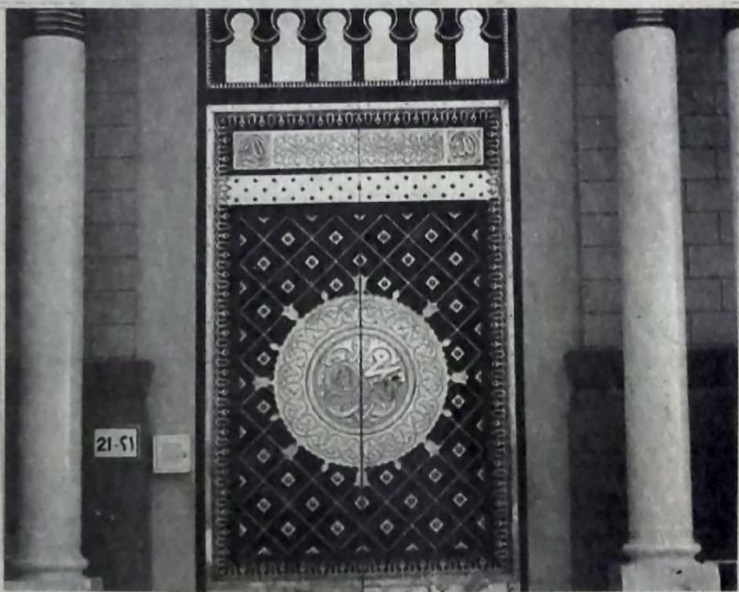
رب رحمٰن و رحیم نے زمین کی زندگی میں حضرت آدمؑ اور ان کی نسل کے لیے کئی ضرورتیں رکھ دیں اور ان ضرورتوں کو پورا کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ اب تمہیں دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہو گا۔ ہدایت کا راستہ یا گمراہی کا راستہ۔ ایمان اور فلاح کی راہ یا کفر اور خسارے کی راہ۔ جو اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلے گا، شیطان کی گمراہی سے محفوظ رہے گا اور جو ان اصولوں سے روگردانی کرے گا وہ بدبختوں میں شمار ہو گا اور شیطان کے ہمراہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی حیات ناپائیدار کا مقصد و محور محض دنیاوی زندگی کی عارضی آسائشوں کا حصول ہوتا ہے۔ یہ لوگ عقل و شعور کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ وہ زندگی کے حقائق سے منہ موڑ کر یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں کامیابی اسی میں ہے، حالانکہ وہ لوگ سراسر خسارے میں ہوتے ہیں۔

الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے گھروں میں لعنت داخل کی جارہی ہے

دعوت اسلام کے قارئین کے لیے سعدیہ اشرف کی تحریر

حال ہی میں پاکستان ٹیلی وژن کے چوتھے چینل کے افتتاح پر اسپورٹس چینل کی طرف خصوصی توجہ دینے کا اعلان کیا گیا۔ عام تاثر یہی دیا جارہا ہے کہ حکومت کیبل کے نیٹ ورک کے خلاف آخری حربہ آزمارہی ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ آخری حربہ ناکام ہوگیا تو قوم ثقافتی، اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے بدترین حالت کا شکار ہوجائے گی۔ اندرا گاندھی کا برسوں پرانا خواب پورا ہوتا نظر آئے گا جس میں اس نے پاکستان کو میڈیا کے ذریعے جیتنے کی تعبیر چاہی تھی۔ آج بھی بھارتی ثقافت کی یلغار ہماری نوجوان نسل کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ روزمرہ مسائل سے گھبرائے ذریعہ معاش کی پریشانی میں الجھے بیکار نوجوان ساری ساری رات بھارتی چنلز کے فحش اور لچر پروگرامز میں بدمست رہتے ہیں۔ ہر ایک نوجوان اپنے آپ کو شاہ رخ اور دوسرے اداکاروں کی جگہ دیکھنے کا خواہاں ہے، جبکہ لڑکیاں خود کو بھارتی اداکاراؤں سے کم تصور نہیں کرتیں۔ ذومعنی اور غلیظ ڈائیلاگز عام گفتگو میں دہرائے جاتے ہیں۔ پی ٹی وی نشریات صرف ان علاقہ جات میں شوق سے دیکھی جاتی ہیں جہاں کیبل کے جراثیم نہیں پہنچے۔ اربابِ اختیار سے درخواست ہے کہ ہر علاقے میں چاروں چینلز چلائے جائیں کم از کم وہ علاقے جو پی ٹی وی دیکھنے پر مجبور ہیں، اپنے تشخص اور اقدار سے آگاہ رہیں۔ علاقہ بڑا یا چھوٹا ہونے کا مسئلہ نہیں ہے۔ بڑے سہروں کے ساتھ ساتھ چھوٹے علاقوں کے لوگ بھی تفریح کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ جہاں کیبل نے اثر دکھایا وہاں کوئی اور چینل نہیں ٹھہر سکا اور جہاں یہ ناسور نہیں پہنچ سکا وہاں دکانداروں نے خفیہ جگہوں پر غلیظ قسم کی تفریح فراہم کرنے کا ٹھیکا قبول کرلیا۔

حالت تو یہ ہے کہ نجی بورڈنگ ہاؤسز میں پی ٹی وی دور تک ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ پہلے تو تشنگانِ علم کو اچھے ماحول کی فراہمی کا یقین دلا کر اپنی طرف مائل کیا جاتا تھا اب کیبل کی سہولت کو سرفہرست رکھا جاتا ہے۔ ادارہ چاہے نجی ہو، نیم نجی، سرکاری یا غیر سرکاری...... بہاولنگر ہو یا اس سے باہر "کیبل" کسی طور پر نہیں ہونی چاہیے۔ کسی نہ کسی مجبوری کے تحت اگر طلبہ و طالبات ہوسٹل میں قیام پر مجبور ہوں تو ادارے کے سربراہان کو اخلاقیات اور قومی تشخص سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس سنگین معاملے کے سدباب کا اہتمام



کرنا اربابِ اختیار کا فرض ہے۔ پی ٹی وی جس قدر بھی اغیار کے رنگ میں رنگ جائے۔ کہیں نہ کہیں سے اپنی تہذیب کی جھلک ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ خاص طور پر اس سہ ماہی کے ڈرامے تفریح کا بہترین ذریعہ ہیں۔ بے شک نظارہ ہی اچھائی اور برائی کا راستہ چنتا ہے۔ نظاروں کا گناہ کم ہوجائے تو معاشرہ غلاظت سے پاک ہوسکتا ہے اور اپنی روایات کا علمبردار بن سکتا ہے۔

حکومت کا فرض ہے کہ پی ٹی وی کے تمام چینلز کا معیار اس قدر اچھا بنائے کہ عوام کے لیے تفریح بھی فراہم ہوسکے اور نوجوان طبقہ غیر اخلاقی نظاروں سے چھٹکارہ حاصل کرسکے۔ یہ ناسور قوم کے معماروں میں روحوں کا کینسر بن رہا ہے۔

تشخیص ہوچکی اگر فوری علاج نہ ہوا تو کینسر لاعلاج مرض ہے مگر اس سے پہلے کہ یہ مرض آخری حدوں کو چھونے لگے پاکستان میں ایوانِ اقتدار کے مکینوں کو سمجھنا چاہیے کہ وہ جو کچھ ہیں اس ملک کی وجہ سے ہیں جسے اس کے بانی نے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا تھا، تاکہ اس ملک میں بسنے والے اسلامی اصولوں پر مبنی صاف ستھرے معاشرے میں زندگی بسر کرسکیں اور اس وطن کی نئی پود کی تربیت کے لیے ایسا پاکیزہ ماحول میسر ہو کہ وہ مستقبل میں قوم و وطن کے ایسے نوجوان بن سکیں جس کی تمنا تصورِ پاکستان کے خالق حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے کی تھی۔

حضرت بلالؓ بن رباح حبشی

دعوت اسلام کا قارئین کے لیے خصوصی سلسلہ

ہجرت نبوی کے کچھ عرصے بعد کا ذکر ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ناکتخدا جاں نثار نے اپنا گھر بسانا چاہا لیکن ان کی حالت یہ تھی کہ شادی کی مطلق استطاعت نہ تھی، زمین ہکان، مال کوئی شے بھی تو ان کے پاس نہ تھی اور پھر وہ حسن ظاہری سے بھی محروم تھے، سیاہ رنگت ، موٹے موٹے ہونٹ اور لاغر جسم...... سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک غریب الدیار شخص تھے۔ ان کا حبشی نژاد باپ مکہ کے خاندان بنوجمح کا غلام تھا اور غلام باپ کی طرح بیٹے نے بھی ہجرت سے پہلے سالہا سال مشرکین قریش کی غلامی میں گزارے تھے۔ مہاجرین اور انصار میں کسی سے ان کا دور پار کا رشتہ بھی نہ تھا۔ اگر ان میں کوئی خوبی تھی تو وہ صرف یہ تھی کہ شمع رسالت کی پروانوں میں شامل تھے اور سفر ہو یا حضر ہمیشہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ ان کو توقع نہیں تھی کہ ان جیسے مفلس اور غریب الوطن حبشی زاد کو شرفائے عرب میں سے کوئی اپنی لڑکی کا رشتہ دینے پر آمادہ ہوگا لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جونہی انہوں نے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تمام مہاجرین اور انصار نے جو شرفائے عرب کا خلاصہ تھے ان کے سامنے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے۔ ہر ایک نے بصد خلوص آگے بڑھ کر کہا کہ آپ کو اپنا خویش بنانے سے بڑھ کر ہمارے لیے کون سی عزت ہو سکتی ہے...... یہاں تک کہ ان صاحب رسولؐ کو رشتہ کا انتخاب مشکل ہوگیا۔

یہ حبشی نژاد صاحب رسولؐ کے جن سے رشتہ قرابت قائم کرنے میں مہاجرین اور انصار کے اکابر بھی مسرت اور فخر محسوس کرتے تھے سیدنا بلالؓ بن رباح حبشی تھے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس واقعے کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے:

بارگاہِ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ
کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
ہوں غلام ابن غلام اور حبشی زادہ
یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ میری قرابت سے عذر



گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر
عہد فاروقؓ میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات
یہ کہا حضرت فاروقؓ نے بادیدۂ تر
اٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا
اٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر
اس مساوات پہ ہے معشر اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

حضرت ابوعبداللہ بلالؓ بن رباح کا شمار دربار رسالت کے ان عظیم المرتبت اراکین میں ہوتا ہے کہ جن کا اسم گرامی سن کر ہر مسلمان کی گردن فرطِ احترام و عقیدت سے جھک جاتی ہے۔ طبرانیؒ اور بعض دوسرے اہل سیر نے لکھا ہے کہ رباح اصل کے اعتبار سے حبشی تھے وہ اپنی اہلیہ حمامہ کے ہمراہ مستقلاً مکہ میں آبسے تھے اور قریش کے خاندان بنوجمح کی گلامی اختیار کی تھی۔ (یا انہیں غلام بنالیا گیا تھا) اسی غلامی کی حالت میں بعثت نبویؐ سے تقریباً اٹھائیس برس پہلے رباح اور حمامہ کے فرزند بلالؓ پیدا ہوئے۔ بلالؓ نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو چاروں طرف کفر و شرک کی ضلالت کو محیط پایا۔ ان کا آقا امیہ بن خلف جمحی بھی سخت مشرک تھا اسی کی غلامی میں انہوں نے زندگی کے اٹھائیس برس گزار دیئے، اسی اثناء میں ان کے کانوں میں دعوتِ توحید کی صدا پہنچی۔ یہ بعثت کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی

رازداری کے ساتھ تبلیغ حق کا آغاز فرمایا تھا۔ حضرت بلالؓ طبعاً نہایت نیک نفس اور پاکباز تھے اور غالباً بعثت سے پہلے بھی وہ حضورؐ کے اخلاقِ عالیہ سے متاثر ہو چکے تھے۔ چنانچہ صدائے توحید سنتے ہی انہوں نے بلا تامل اس پر لبیک کہا اور اپنا دل و جان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر بیٹھے۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ وہ ان سات سعید الفطرت ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے لوائے توحید کو تھاما۔ اس طرح ان کو "السابقون الاولون" کی مقبول الٰہی جماعت میں بھی امتیازی درجہ حاصل ہوگیا۔

امیہ بن خلف کے کانوں میں حضرت بلالؓ کے قبول اسلام کی بھنک پڑی تو وہ آگ بگولا ہوگیا۔ اس نے حضرت بلالؓ کو بلا کر پوچھا:

"میں نے سنا ہے کہ تم نے کوئی اور معبود ڈھونڈ لیا ہے۔ سچ سچ بتاؤ تم کس معبود کی پرستش کرتے ہو؟"

حضرت بلالؓ نے بے دھڑک جواب دیا:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی۔"

امیہ نے آنکھیں لال پیلی کر کے کہا:

"محمدؐ کے خدا کی پرستش کرنے کا یہ مطلب ہے کہ تو مقدس لات و عزیٰ کا دشمن ہوگیا ہے۔ سیدھی طرح راہِ راست پر آجاؤ، ورنہ ذلت کے ساتھ مارے جاؤ گے۔ میں یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ تم لات و ہبل کے ایک نام لیوا کے غلام ہو کر محمدؐ کے خدا کی پرستش کرو۔"

حضرت بلالؓ صہبائے توحید کے نشے میں مست ہو چکے تھے نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر جواب دیا:

"میرے جسم پر تمہارا زور چل سکتا ہے لیکن میں اپنا دل اور اپنی جان محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کے پاس رہن رکھ چکا ہوں۔ اب ذاتِ واحد کی عبادت ہی میری زندگی کا منتہائے مقصود ہے، تمہارے خود ساختہ معبودوں کو پوجنا میرے بس کی بات نہیں۔"

امیہ بن خلف غیظ و غضب سے دیوانہ ہوگیا۔ ایک بے کس غلام اور یوں اس کے منہ آئے؟ اس نے کڑک کر کہا:

"اچھا تو پھر اپنی بے دینی کا مزہ چکھ۔ دیکھوں گا کہ محمدؐ اور محمدؐ کا خدا تمہیں کیسے چھڑاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس ظالم نے حضرت بلالؓ پر جور و ستم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ مکہ میں حرہ کی زمین گرمی کے سبب مشہور ہے یہ دھوپ میں تانبے کی طرح گرم ہو جاتی ہے۔ امیہ دوپہر کے وقت حضرت بلالؓ کو گھر سے نکال کر لے جاتا اور حرہ کی جلتی ہوئی بالو پر لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا تاکہ جنبش نہ کر سکیں۔ پھر کہتا کہ محمدؐ کی پیروی سے باز آجا اور لات و عزیٰ کے معبود برحق ہونے کا اقرار کر لے ورنہ اسی طرح پڑا رہے گا۔ اس کے جواب میں شہدائے حق حضرت بلالؓ کی زبان سے احد احد کی آواز نکلتی تھی۔ امیہ غضب ناک ہو کر ان کو زدوکوب کرنا شروع کر دیتا لیکن وہ احد احد ہی کہے چلے جاتے۔ ایک دن تو اس ظالم نے شقاوت کی انتہا کر دی اس نے پوری ایک رات اور ایک دن حضرت بلالؓ کو بھوکا پیاسا رکھا اور تپتی ہوئی ریت پر ان کے رقصِ بسمل کا تماشا دیکھتا رہا۔

مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے بلالؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ امیہ نے ان کو ایسی سخت تپتی ہوئی زمین پر لٹا رکھا تھا کہ جس پر گوشت رکھ دیا جاتا تو وہ گل جاتا مگر وہ اس حالت میں بھی کہہ رہے تھے کہ لات و عزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔ امیہ نے دیکھا کہ اتنی سختیوں کے باوجود اس عاشقِ ذوالجلال کی جبین ہمت پر شکن تک نہیں پڑی تو اس کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی اور اس نے اپنے دوسرے غلاموں اور بنو جمح کے لونڈوں کو ہشکار دیا کہ لات و ہبل کے اس باغی کو اتنی اذیتیں دو کہ وہ محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کا نام لینا چھوڑ دے۔ یہ بدبخت امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے حضرت بلالؓ کو بری طرح مارتے پیٹتے، دن کے وقت ان کے کپڑے اتروا کر لوہے کی زرہ پہناتے اور دھوپ میں ڈال دیتے، شام کو ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھری میں پھینک دیتے اور رات کو انہیں تازیانے رسید کرتے رہتے لیکن حضرت بلالؓ کی زبان سے احد احد کے سوا کچھ نہ نکلتا۔

علامہ ابن سعد" کا بیان ہے کہ امیہ حضرت بلالؓ کے گلے میں رسی باندھ کر انہیں لونڈوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انہیں مکے کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے پھر جلتی ہوئی ریت پر اوندھے منہ لٹا دیتے اور ان پر پتھر کا ڈھیر لگا دیتے لیکن حضرت بلالؓ احد احد ہی کہے جاتے۔ شاعر دربارِ رسالت حضرت حسانؓ بن ثابت سے روایت ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں حج (یا عمرے) کے لیے مکے گیا تو دیکھا کہ لڑکوں نے بلالؓ کو ایک رسی سے باندھ رکھا ہے اور ادھر ادھر گھسیٹ رہے ہیں لیکن وہ کہے جا رہے ہیں کہ میں لات و عزیٰ اور ہبل اور اساف اور نائلہ اور بوانہ سب کا انکار کرتا ہوں۔

غرض حضرت بلالؓ مدت مدید تک ایسے ایسے زہرہ گداز مظالم کی چکی میں پستے رہے کہ ان کا حال پڑھ کر جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے لیکن ان کی قوتِ ایمان کا یہ عالم تھا کہ

بڑھتا تھا اور شوق "گنہ" ہر سزا کے بعد

ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو شدید زخمی نہ ہو چکا ہو لیکن کوئی بھی مصیبت، سختی اور اذیت ان کے قصرِ ایمان کے

"اچھا تو پھر اپنی بے دینی کا مزہ چکھ۔ دیکھوں گا کہ محمدؐ اور محمدؐ کا خدا تمہیں کیسے چھڑاتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس ظالم نے حضرت بلالؓ پر جور و ستم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ مکہ میں حرہ کی زمین گرمی کے سبب مشہور ہے یہ دھوپ میں تانبے کی طرح گرم ہو جاتی ہے۔ امیہ دوپہر کے وقت حضرت بلالؓ کو گھر سے نکال کر لے جاتا اور حرہ کی جلتی ہوئی بالو پر لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا تاکہ جنبش نہ کر سکیں۔ پھر کہتا کہ محمدؐ کی پیروی سے باز آجا اور لات و عزیٰ کے معبود برحق ہونے کا اقرار کر لے ورنہ اسی طرح پڑا رہے گا۔ اس کے جواب میں شہدائے حق حضرت بلالؓ کی زبان سے احد احد کی آواز نکلتی تھی۔ امیہ غضب ناک ہو کر ان کو زدوکوب کرنا شروع کر دیتا لیکن وہ احد احد ہی کہے چلے جاتے۔ ایک دن تو اس ظالم نے شقاوت کی انتہا کر دی اس نے پوری ایک رات اور ایک دن حضرت بلالؓ کو بھوکا پیاسا رکھا اور تپتی ہوئی ریت پر ان کے رقصِ بسمل کا تماشا دیکھتا رہا۔

کنگوروں کو ذرہ برابر جنبش نہ دے سکی۔

اتفاق سے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا گھرانہ جمح کے محلے ہی میں تھا وہ آتے جاتے حضرت بلال ؓ کو نت نئے مظالم کو شدائد کا نشانہ بنتے دیکھتے تو بے تاب ہوجاتے اور سوچنے لگتے کہ اس مظلوم کو مشرکین کے پنجہ ستم سے کیسے چھڑایا جائے۔ ایک دن ان کا پیمانہ صبر بالکل لبریز ہوگیا، امیہ کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے کہا:

''اے امیہ اس بے گناہ اور بے کس غلام پر اتنا ظلم نہ کرو تمہارا اس میں کیا نقصان ہے کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے اگر تو اس پر احسان کرے تو یہ احسان آخرت کے دن تیرے کام آئے گا۔''

امیہ نے نہایت حقارت سے جواب دیا۔

''میں تمہارے خیالی یوم آخرت کا قائل نہیں۔ جو میرے جی میں آئے گا کروں گا۔''

صدیق اکبر ؓ اس کے جواب سے دل برداشتہ نہ ہوئے اور بڑی نرمی سے سمجھایا کہ تم صاحبِ قوت ہو اس بے کس غلام پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ نا تمہارے شایانِ شان نہیں۔ اس طرح عربوں کی قومی روایات کو بٹہ نہ لگاؤ۔''

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی گفتگو سے تنگ آ کر امیہ نے کہا:

''ابن ابی قحافہ تم اس غلام کے اتنے ہی ہمدرد ہو تو اسے خرید کیوں نہیں لیتے؟''

صدیق اکبر ؓ نے جھٹ فرمایا: ''بولو کیا لوگے؟''

اتفاق سے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا گھرانہ جمح کے محلے ہی میں تھا وہ آتے جاتے حضرت بلال ؓ کو نت نئے مظالم کو شدائد کا نشانہ بنتے دیکھتے تو بے تاب ہوجاتے اور سوچنے لگتے کہ اس مظلوم کو مشرکین کے پنجہ ستم سے کیسے چھڑایا جائے۔ ایک دن ان کا پیمانہ صبر بالکل لبریز ہوگیا، امیہ کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے کہا: ''اے امیہ اس بے گناہ اور بے کس غلام پر اتنا ظلم نہ کرو تمہارا اس میں کیا نقصان ہے کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے اگر تو اس پر احسان کرے تو یہ احسان آخرت کے دن تیرے کام آئے گا۔'' امیہ نے نہایت حقارت سے جواب دیا۔ ''میں تمہارے خیالی یوم آخرت کا قائل نہیں۔ جو میرے جی میں آئے گا کروں گا۔'' صدیق اکبر ؓ اس کے جواب سے دل برداشتہ نہ ہوئے اور بڑی نرمی سے سمجھایا کہ تم صاحبِ قوت ہو اس بے کس غلام پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ نا تمہارے شایانِ شان نہیں۔ اس طرح عربوں کی قومی روایات کو بٹہ نہ لگاؤ۔''

امیہ نے کہا: ''تم اپنا غلام فسطاس رومی مجھے دے دو اور اسے لے جاؤ۔''

فسطاس بڑا کارگزار غلام تھا اور اہل مکہ کے نزدیک اس کی بہت زیادہ قیمت تھی۔ امیہ کا خیال تھا کہ ابوبکر ؓ اس کو دینے پر کبھی رضامند نہ ہوں گے لیکن حضرت ابوبکر ؓ فوراً بولے: ''مجھے منظور ہے۔''

امیہ حیران رہ گیا۔ ڈھٹائی سے بولا:

''فسطاس کے ساتھ چالیس اوقیہ چاندی بھی لوں گا۔''

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اس پر بھی رضامندی ہوگئے۔

امیہ نے بزعم خود بڑے نفع کا سودا کیا۔ جب صدیق اکبر ؓ بلال ؓ کو ساتھ لے کر چلنے لگے تو ہنس کر کہنے لگا:

''ابن ابی قحافہ تمہاری جگہ میں ہوتا تو اس غلام کو درم کے چھٹے حصے کے عوض بھی نہ خریدتا۔''

حضرت صدیق اکبر ؓ نے فرمایا:

''امیہ تو اس غلام کی قدر و قیمت سے واقف نہیں مجھ سے پوچھو تو یمن کی بادشاہی بھی اس کی قیمت میں ہیچ ہے۔''

یہ کہہ کر حضرت بلال ؓ کو آزاد کردیا اور ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے سارا واقعہ حضور کو سنایا آپ ؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

''ابوبکر ؓ اس کار خیر میں مجھے بھی شریک کرلو۔''

صدیق اکبر ؓ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ میں نے اسے آزاد کردیا ہے۔''

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھاری رقم دے کر حضرت بلال ؓ کو خریدا اور پھر اللہ کی رضا جوئی کے لیے آزاد کردیا۔ رحمت عالم نے خوش ہوکر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے حق میں دعائے خیر کی۔

مشرکین کے پنجہ ستم سے رہائی پانے کے بعد حضرت بلال ؓ نے اپنے آپ کو ہمہ تن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کردیا۔ دکھ ہو یا سکھ، سفر ہو یا حضر، وعظ وتبلیغ کی مجالس ہوں یا جنگ کا میدان، وہ ہمیشہ حضور کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت اور محبت بلکہ عشق کی یہ کیفیت تھی کہ

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

۱۳ بعثت میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ؓ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی تو حضرت بلال ؓ بھی حضور ؐ کے ارشاد کی تعمیل میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور حضرت سعد ؓ بن خیثمہ انصاری کے مہمان ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال فرمانے کے چند ماہ بعد جب مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کرائی تو حضرت بلال ؓ کو حضرت ابورویحہ ؓ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمی انصاری کا اسلامی بھائی بنایا۔ ان دونوں بھائیوں میں اس قدر محبت تھی کہ حضرت بلال ؓ کو کہیں باہر جانا پڑتا تو اپنے تمام امور کی ذمہ داری حضرت ابورویحہ ؓ کو سونپ جاتے۔

علامہ ابن سعد ؒ کا بیان ہے کہ حضرت بلال ؓ شام کے جہاد میں شریک ہونے کے لیے مدینہ سے چلنے لگے تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ نے ان سے پوچھا کہ بلال ؓ تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا؟ انہوں نے جواب دیا:

''ابورویحہ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ان کا جو رشتہ اخوت قائم فرمایا ہے وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔''

غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت بلال ؓ کو بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ غزوۂ بدر میں وہ آٹا گوندھ رہے تھے کہ ان کی نظر امیہ بن خلف پر پڑی جسے حضرت عبدالرحمٰن ؓ بن عوف گرفتار کر کے لے جارہے تھے۔ حضرت بلال ؓ کو امیہ کی اسلام دشمنی یاد آگئی اور وہ پکارنے لگے۔ ''اے

انصار اللہ وانصار الرسول یہ امیہ بن خلف مشرکوں کا سرغنہ ہے دکھنا بچ کے نہ جانے پائے۔'' ان کی آواز سنتے ہی چند صحابہ کرامؓ ادھر دوڑے اور آناً فاناً امیہ کو جہنم واصل کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ امیہ کے ساتھ اس کا بیٹا بن امیہ بھی مارا گیا۔ یہ دونوں اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت بلالؓ نے ایک اور مشرک امیہ بن ابی حذیفہ مخزومی کو گرفتار کر لیا۔ اسے بعد میں عبداللہ بن ربیعہ مخزومی نے چار ہزار دینا فدیہ دے کر رہا کرایا۔

ہجرت کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی اور اذان کی ابتدا ہوئی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کی خدمت حضرت بلالؓ کے سپرد فرمائی۔ ابن سعد نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ ''بلال اسلام کے سب سے پہلے موذن ہیں۔''

حضرت بلالؓ کی آواز نہایت بلند اور دلکش تھی۔ حسن صوت کے ساتھ اس میں ایسی تاثیر تھی کہ جو سنتا سب کام چھوڑ چھاڑ والہانہ نماز کے لیے مسجد کی طرف لپکتا تھا۔

۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو حضرت بلالؓ حسب معمول سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ تطہیر کعبہ کے بعد آپؐ نے حضرت بلال سے فرمایا:

''اے بلالؓ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی صدائے تکبیر بلند کرو۔''

حضرت بلالؓ نے حکم کی تعمیل کی۔ جب وہ اپنی دلکش آواز سے **اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ** اور **اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ** پکار رہے تھے تو زمین و آسمان پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ اس وقت اور اس اذان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ وقت بھی اپنے اندر نعمت و بزرگی رکھتا تھا جس کے دامن اجلال تک دستِ ادراک کی رسائی ناممکن ہے، اس وقت کی عظمت کو حاملانِ عرش سے پوچھنا چاہیے کہ حضرت بلالؓ کی اس اذان کی آواز وہاں تک پہنچی تھی بلکہ اس سے بھی گزر گئی تھی۔ خداوندا اس وقت کے طفیل ہمیں دین اسلام پر ثابت قدم رکھ اور کلمہ اسلام کو اور بلند فرما۔''

۱۱ھ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ آخرت اختیار فرمایا تو حضرت بلالؓ پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اپنے مخدوم و مطاع اور محبوب آقا کی جدائی نے ان کے دل کی دنیا اجاڑ دی۔ طبرانی نے عبداللہ بن محمد، عمرؓ اور عمارؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت بلالؓ کو بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ غزوۂ بدر میں وہ آٹا گوندھ رہے تھے کہ ان کی نظر امیہ بن خلف پر پڑی جسے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف گرفتار کر کے لے جا رہے تھے۔ حضرت بلالؓ کو امیہ کی اسلام دشمنی یاد آ گئی اور وہ پکارنے لگے۔ ''اے انصار اللہ وانصار الرسول یہ امیہ بن خلف مشرکوں کا سرغنہ ہے دکھنا بچ کے نہ جانے پائے۔'' ان کی آواز سنتے ہی چند صحابہ کرامؓ ادھر دوڑے اور آناً فاناً امیہ کو جہنم واصل کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ امیہ کے ساتھ اس کا بیٹا بن امیہ بھی مارا گیا۔ یہ دونوں اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت بلالؓ نے ایک اور مشرک امیہ بن ابی حذیفہ مخزومی کو گرفتار کر لیا۔ اسے بعد میں عبداللہ بن ربیعہ مخزومی نے چار ہزار دینا فدیہ دے کر رہا کرایا۔

''اے خلیفہ رسول میں نے اپنے آقا کو یہ فرماتے سنا کہ مومنین کے لیے سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، میرا ارادہ ہے کہ اب میں تادمِ مرگ جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہوں۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

''اے بلالؓ میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور اپنے حقوق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے، میرے قوا کمزور ہو گئے ہیں اور میری وفات قریب ہے اس وقت تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔''

حضرت بلالؓ نے صدیق اکبر کی بات مان لی اور مدینہ منورہ میں ہی ٹھہر گئے۔

صحیح بخاری اور طبقات ابن سعد کی روایتوں کے مطابق حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا کہ:

''اے خلیفہ رسول کیا آپ نے مجھے خدا کے لیے آزاد کیا تھا یا اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ:

''میں نے تمہیں محض اللہ کے لیے آزاد کیا تھا۔'' اس پر حضرت بلالؓ نے درخواست کی کہ ''مجھے جہاد پر جانے دیجئے کیونکہ اپنی بقایا زندگی اسی کام میں گزارنا چاہتا ہوں جسے میرے آقا نے مومن کا سب سے بہتر کام قرار دیا ہے۔'' لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خدا کا واسطہ دے کر ان سے کہا کہ مجھے اس عالم پیری میں اپنی رفاقت سے محروم نہ کرو۔

حضرت بلالؓ ان کی بات مان تو گئے لیکن ساتھ ہی یہ شرط رکھی کہ میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔''

صدیق اکبرؓ نے فرمایا: ''تمہیں اس بات کا اختیار ہے۔''

ان روایات کے برعکس ابونعیمؒ نے ''حلیہ'' میں حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ میں نے تمہیں اللہ کے لیے آزاد کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ پھر مجھے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ شام جانے والے لشکر میں شامل ہو گئے لیکن بخاری اور ابن سعد کی روایات کے مقابلے میں حلیہ کی روایت کی سندی حیثیت کمزور ہے اس لیے ارباب سیر میں سے اکثر کی رائے یہی ہے کہ حضرت بلالؓ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت کی ابتدا میں جہاد کے لیے شام گئے اور رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔

بیت المقدس کی تسخیر کے سلسلے میں حضرت عمر فاروقؓ

کو بہ نفسِ نفیس شام جانا پڑا۔ ان کی بیت المقدس پہنچنے پر عیسائیوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور خلیفۃ المسلمین نے عیسائیوں سے معاہدہ صلح مرتب کیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ سامعین میں حضرت بلالؓ بھی موجود تھے۔ ان سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''اے ہمارے سردار بلال آج سے اسلام کے قبلہ اول پر پرچم توحید لہرایا ہے اس باعظمت موقع پر آپ اذان دیں تو ہم آپ کے شکرگزار ہوں گے۔''

حضرت بلالؓ نے عرض کیا:

''امیر المومنین میں عہد کرچکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا لیکن آج آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اذان کے لیے کھڑے ہوگئے۔ جب ان کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے الفاظ نکلے تو صحابہ کرامؓ کے قلب وجگر کے ٹکڑے اڑ گئے۔ انہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا سماں یاد آ گیا۔ جب وہ اشھد ان محمد الرسول اللہ پر پہنچے تو صحابہ کرامؓ روتے روتے نڈھال ہوگئے۔ فاروق اعظمؓ کو فراقِ رسول نے تڑپا دیا اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبل کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت بلالؓ اذان سے فارغ ہوئے تو بڑی مشکل سے ان عاشقانِ رسولؐ کو قرار آیا۔

مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ اپنے قیامِ شام کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ امرائے شام پرند کے گوشت اور میدے کی روٹی کے سوا کچھ کھانا جانتے ہی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ چیزیں وہاں بہت سستی ہیں تاہم آپ نے تمام امراء سے اقرار لیا کہ وہ روزانہ فی کس دو روٹی، زیتون کا تیل اور سرکہ عام لوگوں میں تقسیم کریں گے اور مالِ غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ کریں گے۔

شام کے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت بلالؓ نے وہیں کے ایک گاؤں ''خولان'' میں مستقل سکونت اختیار کرلی، ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں۔'' اے بلالؓ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے آؤ۔'' اس خواب نے اس عاشقِ صادق کا دل و دماغ جھنجوڑ ڈالا۔ آتشِ فراق بھڑک اٹھی اور بے تابانہ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو صبر وقرار کا یارانہ رہا اور فراقِ حبیبؐ میں اس درد سے روئے کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے بھی سیل اشک رواں ہوگیا۔ اس موقع پر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی موجود تھے۔ اپنے محبوب کے جگر گوشوں کو سینے سے لگا کر بار بار ان کا منہ اور سر چومتے تھے۔ انہوں نے خواہش کی کہ'' بابا بلال فجر کی اذان روضہ رسول پر آپ دیں۔'' بلالؓ اپنے آقا و مولاؐ کے جگر گوشوں کی خواہش کو کیسے ٹال سکتے تھے۔ فجر ہوئی تو روضہ رسولؐ کے قریب (یا بروایت دیگر مسجد نبوی کی چھت پر) اذان کے لیے کھڑے ہوگئے۔ سارا مدینہ ان کی اذان سننے کے امڈ آیا۔ جونہی انہوں نے اذان دینی شروع کی مدینہ منورہ کی پوری فضا حشر ساماں ہوگئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جب حضرت بلالؓ نے روضہ اقدس کی طرف انگلی کا اشارہ کرکے اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو پردہ نشین خواتین بھی بے تاب ہوکر گھروں سے باہر نکل آئیں روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہادی برحق سیدنا کونین نے آج ہی وصال فرمایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ میں ایسا دلدوز اور پراثر منظر آج تک کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ حضرت

ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں۔'' اے بلالؓ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے آؤ۔'' اس خواب نے اس عاشقِ صادق کا دل و دماغ جھنجوڑ ڈالا۔ آتشِ فراق بھڑک اٹھی اور بے تابانہ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو صبر وقرار کا یارانہ رہا اور فراقِ حبیبؐ میں اس درد سے روئے کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے بھی سیل اشک رواں ہوگیا۔ اس موقع پر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی موجود تھے۔ اپنے محبوب کے جگر گوشوں کو سینے سے لگا کر بار بار ان کا منہ اور سر چومتے تھے۔ انہوں نے خواہش کی کہ'' بابا بلالؓ کل فجر کی اذان روضہ رسول پر آپ دیں۔'' بلالؓ اپنے آقا و مولاؐ کے جگر گوشوں کی خواہش کو کیسے ٹال سکتے تھے۔ فجر ہوئی تو روضہ رسولؐ کے قریب (یا بروایت دیگر مسجد نبوی کی چھت پر) اذان کے لیے کھڑے ہوگئے۔ سارا مدینہ ان کی اذان سننے کے امڈ آیا۔ جونہی انہوں نے اذان دینی شروع کی مدینہ منورہ کی پوری فضا حشر ساماں ہوگئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جب حضرت بلالؓ نے روضہ اقدس کی طرف انگلی کا اشارہ کرکے اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو پردہ نشین خواتین بھی بے تاب ہوکر گھروں سے باہر نکل آئیں روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہادی برحق سیدنا کونین نے آج ہی وصال فرمایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ میں ایسا دلدوز اور پراثر منظر آج تک کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

بلالؓ نے ۲۰ ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اس وقت ان کی عمر ساٹھ برس کے لگ بھگ تھی۔ دمشق میں باب الصغیر کے قریب تدفین ہوئی ان کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بلالؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ روتے روتے نڈھال ہوگئے۔ بار بار فرماتے تھے:

''آہ ہمارا سردار بلالؓ بھی ہمیں داغ جدائی دے گیا۔''

علامہ ابن سعدؒ اور ابن عساکرؒ کا بیان ہے کہ حضرت بلالؓ نے اپنی زندگی میں متعدد نکاح کیے لیکن کسی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کی بیویاں عرب کے نہایت شریف اور معزز خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق ان کی ایک بیوی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ایک بیوی کا نام ہند والخولانیہ تھا۔ جو قبیلہ بنو زہرہ سے تھیں۔ ایک بیوی کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھا۔

حضرت بلالؓ کے گلشن اخلاق میں سبقت فی الاسلام، تحمل شدائد، عشق رسولؐ، شوقِ جہاد، شغفِ عبادت اور جوش ایمان سب سے خوش رنگ پھول ہیں۔ سفر ہو یا حضر وہ ہمیشہ رحمت عالم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ عیدین اور استقا کے موقعوں پر برچھا لے کر حضورؐ کے آگے آگے چلتے۔ حضورؐ کسی کام کا حکم دیتے تو اس کو انجام دینے میں اپنی جان لڑا دیتے۔ ان کی اسی وفاشعاری اور اخلاص نے ان کو حضورؐ کا خاص معتمد بنا دیا تھا۔ اور آپؐ نے اپنے بیشتر خانگی امور ان کے سپرد کر دیئے تھے۔ وہ حضورؐ کے موذن ہی نہ تھے بلکہ ایک عابد شب زندہ دار بھی تھے اور فکرِ آخرت سے ہر وقت لرزہ براندام رہتے تھے۔ ان کی بیوی ہند کا بیان ہے کہ حضرت بلالؓ اپنے بستر پر لیٹتے تو فرماتے:

''الٰہی میرے گناہوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں میں مجھے معذور سمجھ۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن فجر کی نماز کے وقت حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر پوچھا:

''اے بلال مجھے تم اپنا کوئی ایسا عمل بتاؤ جس پر سب سے زیادہ اجر و ثواب کی امید ہو کیونکہ میں نے اپنے آگے جنت میں تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔''

عرض کیا: ''یارسول اللہ میں نے ایسا عمل تو کوئی نہیں البتہ رات دن میں میرا کوئی وضو ایسا نہیں ہے جس کے بعد میں نے نماز نہ پڑھی ہو۔''

حضرت بلالؓ کو بارگاہ رسالت میں جو قرب حاصل تھا اسی بنا پر تمام صحابہ کرامؓ ان کو نہایت محبوب و محترم جانتے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

''ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا یعنی بلا لاً''

(ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کردیا)

ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے ایک بھائی نے جو اپنے آپ کو عربی النسل ظاہر کرتے تھے کسی عرب خاندان میں نکاح کا پیغام بھیجا، ان لوگوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم آپ کو نہیں جانتے ہاں اگر بلالؓ آ کر تصدیق کریں کہ آپ واقعی ان کے بھائی ہیں تو ہمیں آپ کو رشتہ دینے میں کوئی عذر نہیں۔

حضرت بلالؓ نے تشریف لا کر کہا: ''صاحبو میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اس کی مذہبی اور اخلاقی حالت چنداں اچھی نہیں، تمہارا جی چاہے تو اپنی لڑکی اس سے بیاہ دو ورنہ انکار کر دو۔''

انہوں نے کہا: ''بلال جس کے آپ بھائی ہیں اس سے رشتہ مناکحت قائم کرنا ہمارے لیے باعث صد افتخار ہے۔''

عہد فاروقی میں ایک مرتبہ قریش کے چند رؤسا حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات کے لیے گئے۔ اسی اثناء میں حضرت بلال بھی وہاں آ پہنچے، حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے حضرت بلالؓ کو اندر بلایا۔ اکابر قریش میں سے بعض پر یہ بات گراں گزری اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ شرفاء قریش تو انتظار کر رہے ہیں اور بلال حبشی کو ان پر ترجیح دے کر شرف باریابی بخشا جا رہا ہے۔ اس موقع پر حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل (اور بروایت دیگر حضرت سہیلؓ بن عمرو) نے کہا:

''داعی حق نے ہم سب کو بیک وقت حق کی طرف بلایا لیکن ہم نے اس کے قبول کرنے میں تاخیر کی اور بلال جیسے لوگ ہم پر سبقت لے گئے لہٰذا اب بھی وہی شرف اولیت رکھتے ہیں اور ہمیں شکایت کا کوئی حق حاصل نہیں۔''

حضرت بلالؓ کے جوش ایمان کی یہ کیفیت تھی کہ ایمان کو تمام اعمال حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے، ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ فرمایا، اللہ اور اس کے رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لاؤ، پھر جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کرو اور پھر حج بیت اللہ کا فرض ادا کرو۔

قبول اسلام کے بعد حضرت بلالؓ زہد و فقر میں ہمیشہ اپنے آقا و مولاؐ کے شریک رہے۔ اگر حضورؐ کو فاقہ ہوتا تو وہ بھی فاقہ سے ہوتے۔ اگر حضورؐ کو کوئی دکھ پہنچتا تو وہ بھی سخت دکھی ہو جاتے۔ ترمذی شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو نہیں ستایا گیا اور ایک دفعہ تیس رات دن مجھ پر اس حال میں گزرے کہ میرے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے۔ سوائے اس کے جو بلال نے اپنی بغل کے نیچے چھپا رکھا تھا۔''

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت بلالؓ چونکہ عربی نژاد نہیں تھے اس لیے اذان میں حائے حطی کے بجائے ہائے ہوز کا تلفظ ادا کرتے تھے۔ مکہ کے کچھ نومسلم حضرات نے حضور پرنور کی توجہ اس طرف دلائی تو آپؐ نے حضرت بلالؓ کے صدق و نیاز اور اخلاص کی تحسین فرمائی اور ان کا اعتراض یہ فرما کر رد کر دیا کہ:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلالؓ کی ہائے ہوز تمہاری حائے حطی سے بہتر ہے۔''

لیکن بعض ارباب علم نے ان روایتوں پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ تمام حروف کے مخارج بالکل صحیح ادا کرتے تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سیدنا حضرت بلالؓ نے صبر و استقامت اور صدق و اخلاص کے جو نقوش صفحہ تاریخ پر ثبت کیے وہ ہر مسلمان کے لیے تاابد مشعل راہ بنے رہیں گے۔ ان کا اسم گرامی سن کر ہر مسلمان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں اور وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش اس کو حضرت بلالؓ کے عشق رسولؐ کا سواں ہزارواں لاکھواں حصہ ہی نصیب ہو جائے اور یوں اس کی آخرت سنور جائے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جلوت کدہ

انسان اور مذہب

انسان پر اللہ کا خاص کرم ہے، زمین پیروں تلے ہے، پانی بھی پیروں تلے ہے اور اوپر سے برس بھی رہا ہے۔ جڑی بوٹیاں بھی پیروں میں لوٹ رہی ہیں، ہر بوٹی ہزار امراض کا علاج اور ہزار ہزار مریضوں کا مداوا ہے۔ ہم بھول جاتے ہیں، نعمتوں کو نہیں دیکھتے، ادھر ادھر دیکھتے ہیں، سب کی نعمتیں دیکھتے ہیں مگر اپنی نعمتیں نہیں دیکھتے...... ہمارے اندر نعمتیں، باہر نعمتیں، آگے نعمتیں، پیچھے نعمتیں، دائیں نعمتیں، بائیں نعمتیں، اوپر نعمتیں، نیچے نعمتیں، نعمتیں ہی نعمتیں ہیں پھر بھی ہمیں نظر نہیں آتیں، ہوس اور حسد نے ہماری بینائی چھین لی، کاش ہم دیکھتے، کاش ہم اپنے من میں اس کو پالیتے۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

ہرانسان اللہ کا بندہ ہے، ہرانسان آدم کی اولاد ہے، ہرانسان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہے...... گویا ہرانسان کے انسان سے تین رشتے تو ہیں...... یہ بڑے دائرے ہیں پھر ملک و وطن، رنگ و نسل، قبیلوں، برادریوں اور خاندانوں کے چھوٹے چھوٹے دائرے ہیں...... حضرت محمد ﷺ نے بڑے دائروں کا خیال رکھا اور عین جنگ میں اپنے دشمنوں کے لئے دعا فرمائی۔

ہرانسان اللہ کا بندہ ہے، ہرانسان آدم کی اولاد ہے، ہرانسان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہے...... گویا ہرانسان کے انسان سے تین رشتے تو ہیں...... یہ بڑے دائرے ہیں پھر ملک و وطن، رنگ و نسل، قبیلوں، برادریوں اور خاندانوں کے چھوٹے چھوٹے دائرے ہیں...... حضرت محمد ﷺ نے بڑے دائروں کا خیال رکھا اور عین جنگ میں اپنے دشمنوں کے لئے دعا فرمائی۔

ترجمہ:

"اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے، وہ مجھے جانتی نہیں۔"

آپ نے دشمنوں کے لئے اسی لئے دعا کی کہ وہ اللہ کے بندے تھے، آدم کی اولاد تھے اور آپ ﷺ کے امتی تھے۔ اسی لئے وہ ایک اعتبار سے رحم و کرم کے مستحق تھے۔

بے شمار لوگ مذہب کی بات کرتے ہیں...... مذہب کیا ہے؟...... ایک راستہ، ایک طریقہ، اور ایک منزل ہے...... راستے کے بغیر چل نہیں سکتے، ٹھوکریں کھا کھا کر گرتے ہیں...... جب راستہ مل جاتا ہے، چلتے چلے جاتے ہیں، منزل تک پہنچ جاتے ہیں...... عقل والوں نے مذہب کی تعریف کی ہے، مگر ناتمام اور ناقص......

سیدھی سیدھی بات یہ ہے ایسا راستہ جو منزل تک پہنچا دے...... اب دیکھنا یہ ہے کہ مذہب کو ہماری ضرورت ہے یا ہم کو مذہب کی ضرورت؟ جس طرح اچھی حکومت وہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہو اسی طرح اچھا مذہب وہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہو، وہ اچھا کیسے ہو سکتا ہے، جس کو انسانوں کی ضرورت ہو، جس مذہب کو ہماری ضرورت ہے وہ ہماری رہنمائی نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ خود محتاج ہے محتاج کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے...... جب ہم دین فطرت کی بات کرتے ہیں تو انسان کے عالمی مذہب کی بات کرتے ہیں جو بغیر لالچ کے خود بخود پھیلتا چلا جاتا ہے...... گوتم بدھ نے جب ایک ہزار برس پہلے حضرت محمد ﷺ کی بات کی تھی تو اسی دین فطرت کی بات کی تھی اور کیسی دل لگتی بات کہی تھی۔

"اس کا مذہب اس طرح پھیلے گا جس طرح اوے میں آگ پھیلتی ہے۔"

یعنی جس طرح اینٹوں کے بھٹے میں اندر ہی اندر آگ سلگتی ہے اور اس کی گرمی اور حرارت سے اینٹیں پکتی چلی جاتی ہیں، کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اندر کیا ہو رہا ہے، پھر وہی کچی اینٹیں پک پک کر باہر نکلتی جاتی ہیں اور مکانات و محلات بناتی چلی جاتی ہیں...... جس خاموشی سے بھٹی کی آگ اینٹوں پر اثر انداز ہوتی ہے اسی طرح خاموشی سے دین فطرت انسانوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہاں زن، زر، زمین کی لالچ کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ دین فطرت انسان کا اپنا دین ہے اور اپنی چیز کسی لالچ کے بغیر اپنالی جاتی ہے...... دین فطرت سارے انسانوں کا دین ہے۔ وہ دین فطرت قبول کر کے کسی اور کے گھر میں نہیں جاتے، اپنے ہی گھر میں آجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سچائی خود بخود پھیلتی ہے اور سچے دین کی نشانی یہی ہے کہ وہ خود بخود پھیلے...... جھوٹی چیزوں کو اشتہار کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور جھوٹ سچ ملانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن سچائی روکے نہیں رکتی، دلوں میں گھر کرتی اور اترتی چلی جاتی ہے...... ہم دیکھتے ہیں عالمی سطح پر پڑھے لکھے لوگ دین فطرت میں داخل ہو رہے ہیں گویا اپنے گھر واپس آرہے ہیں...... یہ کسی کی فتح نہیں، یہ حق کی فتح ہے یہ سچائی کی فتح ہے۔ رب ایک ہے، دین ایک ہے، دین فطرت انسانوں کا اپنا دین ہے۔

دین فطرت سب کا دین ہے اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں اللہ کے بندے اللہ کے دین کو قبول کرلیں تو دنیا کا سارا فساد ایک آن میں ختم ہو سکتا ہے...... المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے گھر کو چھوڑ کر اس کو غیروں کا گھر سمجھنے لگے۔ جب اپنے گھر میں آئیں گے، گھر آباد ہوں گے، گلی کوچے آباد ہوں گے، شہر آباد ہوں گے، ملک آباد ہوں گے، دنیا آباد ہوگی اور پھر برسوں کے بچھڑے ہوئے گلے مل کے درندوں اور حیوانوں جیسی زندگی سے نجات حاصل کر کے انسانوں کی طرح رہنے لگیں گے، ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں گے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے لگیں گے تنگ نظر رہنماؤں کی تنگ نظری سے نجات حاصل کر کے کھلی فضا میں سانس لینے لگیں گے، رنگ و نسل اور زبان وغیرہ کے سارے تفرقے مٹا کر انسانی وحدت میں گم ہو جائیں گے ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ ہم ہر کام میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، لکھنے پڑھنے، کام کاج کرنے، الغرض ہر چیز میں اپنے فائدے پر نظر رہتی ہے، جب ہم دنیا کے معاملات میں اپنے فائدے پر نظر رکھتے ہیں تو مذہب کے انتخاب میں ہمارا طرز عمل مختلف کیوں ہو جاتا ہے، ہم اپنے فائدے پر کیوں نظر نہیں رکھتے......؟ ہمیں مذہب کے معاملے میں

حسین کی جماعت حزب البعث سے تعلق رکھنے کے جرم میں 400 عراقی گرفتار کر لیے۔ امریکی فوج نے شمالی عراق کے شہر سلیمانیہ سے سرکردہ مسلم رہنما علی باپیر اور ان کے 3 ساتھیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ ادھر امریکا نے دیگر ممالک سے اپنی افواج عراق بھیجنے کی جو درخواست کی تھی اس پر عالمی ردعمل حوصلہ شکن ثابت ہوا ہے۔ فرانس کے صدر ژاک شیراک نے اعلان کیا ہے کہ عراق میں سلامتی کے بحران اور بدامنی کے پیش نظر فرانس عراق میں اپنی افواج بھیجنے کو تیار نہیں۔ اس سے پہلے جرمنی اور بھارت بھی اس طرح کے اعلانات کر چکے ہیں۔ اس دوران ایک تنظیم نے اعلان کیا ہے کہ جس ملک نے عراق میں فوج بھیجی، ہم اس سے انتقام لیں گے۔ شاید اسی صورت حال کے پیش نظر عراق میں امریکی منتظم پال بریمر نے 16 جولائی کو بتایا کہ عراق میں آئین کی تیاری کے بعد امریکی فوج عراق سے نکل جائے گی۔ یہ بات انہوں نے عراق کے لیے نامزد گورننگ کونسل کے اجلاس میں بتائی۔ بریمر نے کہا کہ مجوزہ آئین کی حتمی منظوری ریفرنڈم کے ذریعے براہ راست عراقی عوام سے لی جائے گی۔ اندازہ ہے کہ آئین کی تیاری اور ریفرنڈم کے ذریعے منظوری میں 6 ماہ کا عرصہ لگے گا۔ 25 رکنی گورننگ کونسل آئین کی تیاری میں اہم کردار ادا کرے گی۔ اس دوران بصرہ میں ہزاروں افراد نے نئی گورننگ کونسل کے قیام کے خلاف احتجاجی ریلی میں مطالبہ کیا کہ تین دن کے اندر گورننگ کونسل ختم کردی جائے اور ملک میں ایک ایسی عبوری حکومت قائم کی جائے جو تمام حلقوں کی نمائندہ ہو اور جسے وسیع اختیارات حاصل ہوں۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ اس عبوری حکومت کو آئین کی تشکیل اور پارلیمنٹ کے انتخاب کا حق ملنا چاہیے۔

امریکی ذرائع کے بقول عراقیوں کی موجودہ گوریلا جنگ کی منصوبہ بندی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے گزشتہ 23 جنوری کو عراقی خفیہ پولیس مخابرات نے احکام جاری کیئے تھے کہ ''اللہ نہ کرے عراقی قیادت امریکی برطانوی صہیونی اتحادی فوجوں کے سامنے بے بس ہوجائے، تو اس کے بعد جو اقدام ضروری ہو کر گزریں۔

......O......

سقوط بغداد کے بعد بش انتظامیہ کے افسران بڑے دعوے سے کہتے تھے کہ صدام زندہ ہو یا مردہ وہ ختم ہو چکا ہے لیکن اب انکی زبان پر یہ بات نہیں آتی۔ پچھلے ہفتے امریکی سی آئی اے نے اس بات کی تصدیق کردی کہ الجزیرہ پر سنائی دینے والی آواز صدام حسین ہی کی تھی۔ جب انہوں نے عراقی عوام سے اپیل کی کہ وہ ''کافر حملہ آوروں'' کے خلاف مزاحمت جاری رکھیں۔ صدام حسین نے الجزیرہ کے پیغام میں کہا: ''میں کہتا ہوں کہ میں عراق ہی میں ہوں اور میں آپ سب کی کمی محسوس کرتا ہوں۔ اگرچہ میں آپ لوگوں کے درمیان میں ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ حالات کیسے ہیں؟'' انہوں نے مزید کہا: ''بھائیو اور بہنو! میں آپ کو یہ اچھی خبر سنا رہا ہوں کہ جہاد سیل اور بریگیڈ قائم کردیئے گئے ہیں۔''

امریکی ذرائع کے بقول عراقیوں کی موجودہ گوریلا جنگ کی منصوبہ بندی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے گزشتہ 23 جنوری کو عراقی خفیہ پولیس مخابرات نے احکام جاری کیئے تھے کہ ''اللہ نہ کرے عراقی قیادت امریکی برطانوی صہیونی اتحادی فوجوں کے سامنے بے بس ہوجائے، تو اس کے بعد جو اقدام ضروری ہو کر گزریں۔ نیوز ویک کے مطابق اسے حاصل ہونے والی مخابرات کی ''خفیہ دستاویز میں 11 اقدامات کی فہرست دی گئی ہے جس کا آغاز یوں ہے: ''تمام سرکاری اداروں کو لوٹ کر نذر آتش کرنا جو ہمارے ڈائریکٹوریٹ اور دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں......'' اس دستاویز میں خفیہ پولیس کو حکم دیا گیا تھا کہ بجلی کے کارخانے سبوتاژ کردیں۔ شہریوں سے مسروقہ اسلحہ خریدلیں اور بالعموم افراتفری پیدا کردیں۔

نیوز ویک کے الفاظ میں ''اس دستاویز کی سرکاری طور پر تصدیق نہیں ہوسکی لیکن ایک سینئر پینٹاگان افسر نے اسے قابل قبول قرار دیا۔ بہرحال اس پر عمل درآمد مکمل طور پر نہیں تو بڑی حد تک ضرور ہوا ہے۔''

یکم مئی 2003ء کو جب صدر بش نے عراق میں بڑے جنگی آپریشن ختم کرنے کا اعلان کیا وہاں 78 امریکی اور 10 برطانوی ہلاک ہو چکے ہیں اور سینکڑوں زخمی ہوئے ہیں۔ امریکی عوام کو اس پر حیرت ہوتی ہے کہ کیا امریکا کو گوریلا جنگ میں الجھا لیا گیا ہے۔ شروع میں امریکی حکام گوریلا جنگ کو خارج از بحث قرار دیتے تھے مگر اب اپنے جوابات میں محتاط الفاظ استعمال کرنے لگے ہیں۔ بش نے بڑے دعوے کے ساتھ عراقی جنگ کی کامیابی کا اعلان کیا تھا مگر اب انہیں کہنا پڑا ہے ''ہمیں وہاں مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔''

اے ایف پی کے مطابق تکریت کے لوگوں میں آج بھی صدام کے لیے محبت اور گرمجوشی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ صدام حسین کا دور حکومت موجودہ دور سے اچھا تھا جس میں سیکورٹی کے انتظام اچھے تھے اور لوگ بے خوف وخطر گھوم پھر سکتے تھے۔ پانی، اور بجلی کا نظام درست تھا۔ وافر خوراک تھی جبکہ اب عراقی متعدد مشکلات کا سکار ہیں۔ تکریت کے ایک رہائشی فیصل حمید سلمان نے کہا کہ حالیہ صورتحال نہایت خوفناک ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ صدام زندہ ہیں۔ ایک شہری حسین علی نے بتایا کہ امریکی فوجیوں نے ان کے رشتہ داروں کو قید کر رکھا ہے، جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ کل آئیں، ملاقات کرادیں گے مگر اگلے دن پھر وہی کہا جاتا ہے کہ کل آئیں۔ اس نے بتایا کہ ہم اپنے عزیزوں سے ملنے کو ترس رہے ہیں۔''

..........O..........

16 جولائی کو انبار ڈویژن کے علاقے میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے حدیثہ کا گورنر اور اس کا ایک بیٹا ہلاک ہو گئے۔ علاقے کے لوگوں نے بتایا کہ ان پر غیر ملکی فوج سے تعاون کا الزام تھا۔ یہ حملہ بعث پارٹی کی سالگرہ سے ایک دن پہلے کیا گیا۔ واضح رہے بعث پارٹی نے عراق میں 17 جولائی 1968ء کو انقلاب برپا کیا تھا جس کے گیارہ برس بعد صدام حسین برسر اقتدار آئے تھے تاہم امریکی فوج نے سترہ جولائی کی تعطیل منانے پر پابندی لگادی

تھی۔ اطلاعات کے مطابق حدیثہ کا گورنر محمد نبیل الجرانی اپنے ایک بیٹے کے ساتھ گھر جا رہا تھا کہ راستے میں چھاپہ ماروں نے خودکار ہتھیاروں سے فائرنگ کر کے دونوں کو ہلاک کر دیا اور فرار ہو گئے۔ حدیثہ شہر بغداد سے 150 کلومیٹر دور ہے اور سنی اکثریت کا علاقہ ہے۔ عراقی پولیس کیپٹن کے مطابق گورنر جرانی صدام حسین کے آفس میں کام کرنے والوں سے کاریں چھین رہا تھا جب کہ یہاں صدام کے حامی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اس دوران آزادی عراق نامی تنظیم نے سرکاری ملازموں کو ایک انتباہی خط بھی بھیجا جس میں ان سے کہا گیا ہے کہ وہ دفاتر میں نہ جائیں۔ اس تنظیم نے الجزیرہ ٹی وی کو بتایا کہ جو ملک اپنی فوج عراق بھیجے گا اس سے انتقام لیا جائے گا۔ انہوں نے کوفی عنان کو بھی ایک خط بھیجا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کے پرچم تلے امن فوج پر بھی حملے کیے جائیں گے۔ الجزیرہ کے مطابق حدیثہ کے باشندوں نے الزام لگایا ہے کہ گورنر امریکی فوج کا پٹھو تھا وہ اس شہر کا باشندہ بھی نہیں تھا۔ اس حملے سے دوسرے عراقی حکام بددل ہو گئے ہیں۔ اس شہر سے عراق کی گورننگ کونسل میں ایک رکن شاکر محمود کو بھی لیا گیا ہے۔ مبصرین کے مطابق امریکی فوجیوں پر حملے بڑھ گئے ہیں اور ان میں بارودی سرنگیں اور بوبی ٹریپ استعمال کیے جا رہے ہیں۔ امریکی فوج نے ان حملوں کے لیے صدام حسین کے حامیوں کو مورد الزام ٹھہرا رہی ہے۔

......o......

آخر کار امریکی سنٹرل کمان کے لبنانی نژاد نئے سربراہ جنرل جان ابی زید نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ ان کی فوج کو عراق میں گوریلا جنگ کا سامنا ہے۔ پینٹاگان میں ایک بریفنگ دیتے ہوئے جنرل ابی زید نے ان حملوں کی ذمہ داری عراق کی سابق حکمران جماعت حزب البعث پر عائد کی ہے۔ اس سے پہلے امریکی وزارت دفاع نے بھی ان حملوں کے لیے گوریلا کارروائیوں کی اصطلاح استعمال نہیں کی تھی۔ 30 جون کو رمز فیلڈ نے کہا تھا کہ یہ گوریلا جنگ یا منظم مزاحمت نہیں لیکن اب جنرل ابی زید نے کہا ہے کہ ان کارروائیوں کو جس طرح بھی بیان کیا جائے یہ ہمارے خلاف گوریلا جنگ ہی ہے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ چند روز پہلے ان کے طیارے پر میزائل حملے سے وہ خوفزدہ ہو گئے تھے۔ جنرل ابی زید کا یہ بیان ایک ایسے وقت سامنے آیا ہے جب عراق میں تعینات امریکی فوجیوں نے ذرائع ابلاغ میں کھلم کھلا عراق میں جاری کارروائیوں پر خوف اور اپنی وہاں موجودگی پر اکتاہٹ کا اظہار کیا۔ گزشتہ روز امریکی فوج پر ہونے والے حملے کے بعد ایک امریکی فوج نے غصے میں آ کر زمین پر گولیاں داغنی شروع کر دیں جب کہ ایک اور فوجی رو ہی پڑا۔ بی بی سی کے مطابق عراق میں امریکی فوجی نہ صرف خوف زدہ ہیں بلکہ امریکی حکام کے ساتھ کام کرنے والے عراقیوں کو بھی اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حدیثہ شہر میں امریکا نواز میئر اور اس کے بیٹے کی ہلاکت کے بعد اب امریکیوں کے ساتھ کام کرنے والے مترجموں کو اپنے خلاف انتقامی کارروائی کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔

16 جولائی کو بغداد کی ابوغریب جیل کے نزدیک متروک امریکی فوجی گاڑی جس وقت دھماکے سے اڑائی گئی اس وقت امریکی فوج کے تیسرے انفنٹری ڈویژن کا تیس ٹرکوں پر مشتمل قافلہ لیفٹیننٹ کرنل کینتھ گانٹ کی قیادت میں وہاں سے گزر رہا تھا۔ سڑک کے ایک طرف کھڑی سات ٹن وزنی امریکی فوجی گاڑی میں دھماکا خیز مواد چھپایا گیا تھا۔ جب دس فوجی ٹرکوں کی لائن وہاں سے گزرنے لگی تو اس فوجی گاڑی کو ریموٹ کنٹرول سے اڑا دیا گیا۔ دو فوجی ایک ٹرک سے باہر نکلے تو ان میں سے ایک پیچھے آنے والے ٹرک کے نیچے آ کر ہلاک ہو گیا، دو اور فوجی دھماکے کے نتیجے میں زخمی ہوئے۔ اے ایف پی نے بتایا کہ دھماکے سے ایک ٹرک کو نقصان پہنچا۔ وہاں سڑک کے ساتھ ساتھ کھجوروں کے جھنڈ ہیں اور سڑک کے درمیان تباہ شدہ عراقی ٹینک نظر آتے ہیں۔ امریکی فوجی ڈیوڈ مکال نے کہا کہ میں نے ایک بڑا دھماکا سنا، پھر بے پناہ دھواں اٹھا اور فضا میں گولیوں کی تڑتڑ سنائی دینے لگی۔ اسپیشلسٹ مکال نے مایوسی ظاہر کرتے ہوئے کہا:

''ہمیں یہاں سے نکل جانے کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں ٹرکوں میں بیٹھے اس حالت میں ہیں جیسے قدم قدم چلتی بطخیں، ہوں ہم اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔''

فوجی قافلے کے قائد لیفٹننٹ کرنل گانٹ نے کہا کہ (حریت پسندوں کے) اس حملے میں (ہماری) بدقسمتی یہ رہی کہ قافلے کو کسی نوع کی بیرونی سپورٹ میسر نہ تھی جیسے ملٹری پولیس یا گن شپ ہیلی کاپٹر...... گویا امریکی فوجیوں کی حالت اس قدر نازک ہے کہ وہ ملٹری پولیس یا گن شپ ہیلی کاپٹروں کی مدد کے بغیر نقل و حرکت نہیں کر سکتے۔ مذکورہ واقعے کے دن صبح دس بجے بغداد کے شمال میں امریکی فوج پر گھات لگا کر جو حملہ کیا گیا اس میں بہت سے فوجی نشانہ بنے ہلاک یا زخمی ہونے والے فوجیوں کی تعداد نہیں بتائی گئی۔

......o......

تکریت آخری عراقی شہر تھا۔ جس نے گزشتہ جنگ میں امریکی فوج کے آگے ہتھیار ڈالے تھے۔ شمالی عراق کے اس شہر میں دیواروں پر جا بجا آج بھی صدام حسین کے حق میں نعرے لکھے ہیں۔ اگرچہ صدام کے بڑے قصر میں امریکی فوجیوں نے ڈیرا لگا رکھا ہے جو ان کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اے ایف پی کے مطابق ایک دیوار پر لکھا ہے ''صدام زندہ ہے...... عراق زندہ باد اور اس کا صدر صدام حسین زندہ باد'' جب کہ تیسرا دیواری نعرہ یوں ہے:

''بش ایک احمق ہے اور ایک کتا ہے۔''

تکریت کے شہری شیخ فیصل حمید سلیمان کا بھائی امریکیوں نے قصر صدام میں قید کر رکھا ہے جسے اب امریکی پیلس کی بجائے وم قرار دیتے ہیں۔ شیخ سلمان نے بتایا کہ امریکیوں نے اس کے ہزاروں ڈالر ضبط کر لیے۔ جون میں خود انہیں بھی امریکیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ پورے جلابیہ اور

16 جولائی کو انبار ڈویژن کے علاقے میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے حدیثہ کا گورنر اور اس کا ایک بیٹا ہلاک ہو گئے۔ علاقے کے لوگوں نے بتایا کہ ان پر غیر ملکی فوج سے تعاون کا الزام تھا۔ یہ حملہ بعث پارٹی کی سالگرہ سے ایک دن پہلے کیا گیا۔ واضح رہے بعث پارٹی نے عراق میں 17 جولائی 1968ء کو انقلاب برپا کیا تھا جس کے گیارہ برس بعد صدام حسین برسر اقتدار آئے تھے تاہم امریکی فوج نے سترہ جولائی کی تعطیل منانے پر پابندی لگا دی تھی۔

روایتی کفیہ میں ملبوس حسین علی شلال کا بیٹا بھی قید ہے مگر امریکی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے جب کہ شلال کے بقول صدام دور میں اگر کوئی گرفتار ہوتا تو ہر دس دن بعد ورثا کو اس سے ملنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ ساٹھ ستر سالہ شیخ شلال کے بیٹے کو ڈیڑھ ماہ پہلے اس وقت گرفتار کر لیا گیا تھا جب وہ ایک امریکی فوجی مرکز کو ٹرک میں خوراک لے جا رہا تھا۔

تکریت میں قصر صدام کے صدر دروازے کے ایک طرف آج بھی صدام حسین کا ایک بت نصب ہے، جب کہ دوسری طرف کے شکستہ چبوترے پر مڑے تڑے سریے ہی نظر آتے ہیں۔ ایک امریکی فوجی نے بتایا کہ صدام کا ایک مجسمہ آرمی انجینئروں نے مسمار کر دیا تھا اور وہ کسی وقت بھی دوسرے کو بھی گرا دیں گے۔ (کاش صدام حسین پورے ملک کی سرکاری عمارات محلات اور چوکوں میں اپنے بت نصب کرانے پر ملکی سرمایہ ضائع نہ کرتے کہ یہ فرعونوں اور غیر مسلموں کی روش ہے اور اسلام نے بت سازی اور بت پرستی سے منع کیا ہے) محل کے اندر سنگ مرمر سے آراستہ کمروں میں بیٹھے امریکی فوجی کمپیوٹروں سے کھیل رہے ہوتے ہیں اور اوپر سیٹلائٹ ڈشیں لگی ہیں۔ لوٹ سے بچے کھچے ایک فانوس کے نیچے لٹکتے ایک بینر پر لکھا ہے Steadfast and Loyal (ثابت قدم اور وفادار) یہ امریکی ڈویژن ٹاسک فورس آئرن ہارس کا ماٹو ہے، جو شمالی عراق میں صدام حسین کے ثابت قدم اور وفادار ساتھیوں کا شکار کرنے پر مامور ہے۔

......O......

''کرسچین سائنس مانیٹر'' میں این سکاٹ ٹائسن لکھتی ہیں: ''عراق پر قبضے کے بعد امریکی افواج جان کے خطرے، گرمی اور غیر یقینی حالات سے دوچار ہیں اور ان کا مورال بعض صورتوں میں انتہائی نچلی سطح کو چھو رہا ہے۔ بعض مایوس امریکی فوجی ارکان کانگریس کو خطوط لکھ کر درخواست کر رہے ہیں کہ ان کی یونٹوں کو فوراً واپس بلایا جائے۔ عراق میں تعینات ایک فوجی نے ایک رکن کانگریس کے نام لکھا: ''اکثر سپاہی گھر واپس جانے کا ہوائی ٹکٹ خریدنے کے لیے اپنا سارا بینک اکاؤنٹ خالی کرنے کو تیار ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی اس فوجی نے اپنا نام مخفی رکھنے کی درخواست کی تھی۔

عراق میں مصروف بعض امریکی یونٹوں میں ریڈ کراس کے ذریعے ایسے خطوط کی آمد بڑھ گئی ہے جن میں سپاہیوں کے بارے میں لکھا ہوتا ہے کہ گھر میں ان کی ضرورت ہے اور روزانہ فوجی خواتین کو حمل کے باعث گھر بھیجنے کی مثالیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ ظاہر ہے اخلاق باختہ امریکی فوجی عورتوں کو گھر واپسی یقینی بنانے کے لیے خود کو حاملہ کروانے میں بھی کوئی باک نہیں ہوتا۔ ادھر عراق میں امریکی تیسرے انفنٹری ڈویژن کے ایک افسر نے کہا: ''بیشتر سپاہیوں کے مورال کی سطح جو میں نے دیکھی انتہائی نیچے گر چکی ہے۔''

اس وقت عراق اور اس کے ارد گرد 2 لاکھ 30 ہزار اتحادی فوجی تعینات ہیں۔ عراق کے اندر تقریباً ڈیڑھ لاکھ امریکی فوجی ہیں اور 12000 فوجی برطانیہ اور دیگر ممالک کے ہیں۔ پینٹا گان کے مطابق ستمبر تک مزید 20 ہزار غیر ملکی فوجیں ان سے آملیں گے۔ اتحادی فوجی عراق میں جنگ لڑنے آئے تھے مگر اب انہیں امن وامان قائم رکھنے اور تباہ شدہ ملک کی ''تعمیر نو'' کی ذمے داریاں ان حالات میں ادا کرنی پڑ رہی ہیں جب کہ عراقی حریت پسندوں نے گوریلا جنگ چھوڑ رکھی [illegible] کمپنی کے کرنل رابرٹ نیپ کہتے ہیں: ''اصل جنگ بہت جلد ختم ہو گئی اور اب سب سے زیادہ دباؤ امن قائم رکھنے کا ہے۔ ہمارے فوجی درحقیقت امن قائم رکھنے کے لیے تربیت یافتہ نہیں اور فسادات پر قابو پانے کی انہیں مہارت نہیں۔ انہیں تو دشمن سے لڑنے اور اسے ہلاک کرنے کی تربیت دی گئی ہے۔''

امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کے سربراہ جارج ٹینٹ نے ایک بار پھر صدر بش کی تقریر میں تباہ کن عراقی ہتھیاروں کے متعلق لگائے جانے والے غیر مصدقہ الزامات کی ذمے داری قبول کی ہے۔ ٹینٹ نے یہ ذمے داری امریکی سینیٹ کی خفیہ اداروں سے متعلق ایک کمیٹی کے سامنے پیشی کے دوران قبول کی۔ وہ اس کمیٹی کے تحت ہونے والی تحقیقات میں چار گھنٹے تک پیش رہے۔ انہوں نے کمیٹی کو بتایا کہ صدر بش نے ایک قریبی ساتھی عراق پر مہلک ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے الزامات لگانے پر تلے ہوئے تھے۔ بی بی سی کے مطابق سی آئی اے کے سربراہ کی جانب سے اس نئے اثبات کے باوجود کئی ڈیموکریٹ ارکان کا خیال ہے کہ ٹینٹ کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عراق پر لگائے گئے الزام کے ذمے دار خود صدر بش یا پھر ان کا کوئی ایسا مشیر ہے جو یہ جانتا ہے کہ یہ الزام غیر مصدقہ ہے۔

......O......

''جارج دوم کی دہشت گردی'' کے زیر عنوان برطانوی جریدے دی گارڈین کے جان اوفیرل نے 4 جولائی 2003ء کے شمارے میں لکھا: ''آج ریاستہائے متحدہ امریکا میں یوم آزادی ہے جب امریکی عوام برطانیہ سے آزادی کا جشن مناتے ہیں۔ جنگِ آزادی شروع ہونے کا آخری سبب پینل ایکٹ کا نفاذ تھا جو (برطانوی پارلیمنٹ میں) منظور کیا جا چکا تھا تاکہ دو سو برس بعد نوخیز طلبہ تاریخ کی کتابوں میں اسے پڑھ کر ہنسیں۔ اگر آج کی برطانوی حکومت خود کو امریکا کے ساتھ برسرپیکار پاتی تو اسے بہت الجھن کا سامنا کرنا پڑتا۔

امریکی اعلانِ آزادی پر ایک اور نظر ڈالنے سے آپ کو احساس ہوگا کہ وہ پہلے امریکی سیاستدان کس قدر دور اندیش تھے۔ انہوں نے قرار دیا تھا: ''ہم ان سچائیوں کو ظاہر و باہر سمجھتے ہیں کہ تمام انسان مساوی پیدا کیے گئے ہیں، یہ کہ

شیخ سلمان نے بتایا کہ امریکیوں نے اس کے ہزاروں ڈالر ضبط کر لیے۔ جون میں خود انہیں بھی امریکیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ پورے جلابیہ اور روایتی کفیہ میں ملبوس حسین علی شلال کا بیٹا بھی قید ہے مگر امریکی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے جب کہ شلال کے بقول صدام دور میں اگر کوئی گرفتار ہوتا تو ہر دس دن بعد ورثا کو اس سے ملنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ ساٹھ ستر سالہ شیخ شلال کے بیٹے کو ڈیڑھ ماہ پہلے اس وقت گرفتار کر لیا گیا تھا جب وہ ایک امریکی فوجی مرکز کو ٹرک میں خوراک لے جا رہا تھا۔

ان کے خالق نے انہیں بعض نا قابلِ واپسی حقوق عطا کیے ہیں، یہ کہ ان میں زندگی، آزادی اور خوشی کے حصول کے حقوق شامل ہیں۔"

اوہ..... اور ایک سو سے زیادہ ممالک میں امریکی اڈے قائم کرنے، امریکا نواز کٹھ پتلی حکومتیں مسلط کرنے کے لیے فاشسٹ سازشیں منظم کرنے، آزاد تجارت اگر امریکی مفادات کے حق میں نہ ہو تو اس کا گلا گھونٹنے اور دنیا میں ہر کہیں بچوں کو بارنی نامی عجیب وغریب ارغوانی ڈائنو سار دیکھنے پر مجبور کرنے کے "پیدائشی حقوق" کا ذکر کرنا امریکی آبا شاید بھول گئے!

اوفیرل آگے لکھتا ہے: "لیکن امریکی سامراج اس سامراج سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور لطیف ہے جس سے امریکی عوام نے دو صدیاں پہلے جان چھڑائی تھی، مثلاً انہوں نے بڑی سنگدلی اور منظم چالاکی سے کام لیتے ہوئے یہ کہہ کر ہمارے سینماؤں پر قبضہ کرلیا ہے کہ وہ ہم سے بہتر فلمیں بنا سکتے ہیں!"

.......o.......

فلوجہ بغداد کے شمال مغرب میں دریائے فرات کے کنارے واقع ہے اور یہ مکمل طور پر سنی آبادی کا شہر ہے اور راسخ عقائد اور بہت سی مسجدوں کے لیے مشہور ہے۔ یہاں بڑے بڑے قبائل المحدیہ، الجمیلہ، ابوعیسٰی اور الزوبہ ہیں۔ عراق کے سابق حکومت سے ان قبائل کا گہرا تعلق رہا لیکن سقوطِ بغداد کے بعد فلوجہ کے مذہبی اور قبائلی رہنماؤں نے مزاحمت بیکار جان کر امریکی فوجی انتظامیہ کو اپنا تعاون پیش کر دیا، تاہم جب غیر ملکی فوج شہر کے وسط میں آبراجی، اس کی بڑی شاہراہوں پر تسلط جمالیا، رہائشی علاقوں میں امریکی گشت کرنے لگے اور گھروں کے اوپر ان کے ہیلی کاپٹر نیچی پروازیں کرنے لگے تو فلوجہ والوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ کسی نے پیش آمدہ صورتحال کا تصور تک نہ کیا تھا۔ امریکیوں نے ایک اسکول کو اڈا بنا کر اس کی چھت سے شہریوں کی نگرانی شروع کر دی تھی۔ جب لوگوں نے امریکی فوجیوں کو دوربینوں سے رہائشی علاقوں کا جائزہ لیتے دیکھا تو ان کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اب ان کے گھروں کا پردہ بھی اجنبی فوجیوں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہا، جہاں خواتین اسلام کے حکمِ حجاب کی سختی سے پابندی کرتی ہیں۔ اس پر لوگوں نے اسکول کے سامنے پرامن احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے کے دوران امریکیوں نے مشین گنوں سے فائرنگ کھول دیا اور 15 افراد شہید اور بہت سے زخمی کردیئے۔ ان کی اس درندگی کے نشانات آج بھی وہاں موجود ہیں۔ سکول کے سامنے کے مکانات کی دیواریں آج بھی بھاری مشین گن کی گولیوں سے چھلنی دکھائی دیتی ہیں۔ گیراج میں کھڑی ایک کار کی باڈی کو درجنوں گولیوں نے چھید ڈالا۔ نہ صرف احتجاجی مظاہرے میں شریک افراد شہید اور زخمی ہوئے بلکہ گھروں کے اندر بیٹھے افراد بھی زد میں آ گئے۔ فرنگی صحافی ڈیوڈ باران کے بقول امریکیوں کی یہ کارروائی خود حفاظتی نوعیت کی ہرگز نہ تھی کیونکہ اسکول کی دیواروں پر کوئی فائرنگ کا نشان نہیں، جس سے پتا چلتا ہے کہ مظاہرین میں سے کسی نے امریکیوں پر فائر نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد امریکی کسی عذر معذرت کے بغیر مزید فوج لے آئے۔ اس پر پھر مظاہرے ہوئے تو بدقماش امریکی فوجیوں نے دو تین اور عراقی شہید کردیے۔

> **امریکی اعلانِ آزادی پر ایک اور نظر ڈالنے سے آپ کو احساس ہوگا کہ وہ پہلے امریکی سیاستدان کس قدر دوراندیش تھے۔ انہوں نے قرار دیا تھا: "ہم ان سچائیوں کو ظاہر وباہر سمجھتے ہیں کہ تمام انسان مساوی پیدا کیے گئے ہیں، یہ کہ ان کے خالق نے انہیں بعض نا قابلِ واپسی حقوق عطا کیے ہیں، یہ کہ ان میں زندگی، آزادی اور خوشی کے حصول کے حقوق شامل ہیں۔"**

اس کے بعد مقامی شرفاء نے امریکیوں سے کہا کہ اسکول خالی کردیں، نیز ائمہ مساجد کے ذریعے لوگوں سے پرامن رہنے کی اپیل کی۔ آخر کار امریکی فوج اسکول خالی کر گئے اور انہوں نے شہر سے کچھ فاصلے پر چھاؤنی ڈال لی۔ امریکی کمانڈر نے شہر سے جاتے ہوئے مقامی شیوخ کی مداخلت کا شکریہ ادا کیا۔

بل فلوجہ آج صدام حکومت کو یاد کرتے ہیں۔ ایک عراقی نے بتایا کہ صدام حکومت نے جنگ سے پہلے چھ ماہ کا راشن تقسیم کردیا تھا، جب کہ امریکی دور میں خوراک کی فراہمی کا کوئی مناسب نظام نہیں۔ اس نے کہا: "فی الحال ہم وہی کچھ کھا رہے ہیں جو صدام نے ہمیں دیا تھا اور اب منتظر ہیں کہ امریکی ہمیں کیا دیتے ہیں۔"

.......o.......

نیوز ویک کے بقول صدام کا ہوا وائٹ ہاؤس کی نیندیں حرام کیے ہوئے ہے۔ عراق میں ویت نام کی سی گوریلا جنگ امریکیوں کے حواس کو مختل کیے دے رہی ہے۔ گزشتہ ہفتے کانفرس کی ایک کمیٹی کے اجلاس میں امریکی سنٹرل کمان کی ریٹائرڈ سربراہ ٹومی فرینکس نے کہا کہ وہ عراق کے حوالے سے گوریلا جنگ کی اصطلاح استعمال نہیں کریں گے، کیونکہ عراقی حملہ آوروں کو وسیع عوامی حمایت حاصل ہے۔" اس پر کیلیفورنیا کی کانگرس وومین لوریٹا سانکیز نے ٹومی فرینکس کی سرزنش کی کہ تم لفظوں کے کھیل سے ہمیں مطمئن کرنا چاہتے ہو۔ اس کے بعد سانکیز نے نیوز ویک سے باتیں کرتے ہوئے کہا "ان کی لفظی بازی گری نظرانداز نہیں کی جاسکتی۔ جیسے ہی آپ گوریلا جنگ کی باتیں کرنے لگیں لوگ یہ کہنا شروع کردیں گے کہ ملک دلدل میں پھنس گیا۔ ویت نام میں یہی کچھ تو ہوتا رہا تھا۔"

اس کے بعد نیوز ویک لکھتا ہے: "درحقیقت عراق ویت نام (1959-75) نہیں جہاں 57ہزار امریکی مارے گئے تھے۔ اس ابتدائی مرحلے میں عراق کی ویت نام سے کوئی نسبت نہیں۔ عراق کا موازنہ زیادہ سے زیادہ چھوٹی اور بھولی بسری استعماری دور کی جنگوں سے کیا جاسکتا ہے۔"

اس کے بعد نیوز ویک نے ان چھوٹی جنگوں کی مثالیں یوں دی ہیں:

ہیٹی (1915-20)......146 ہلاک

ڈومنیکن ری پبلک (1916، 22)......144 ہلاک

نگاراگوا (1927-32ء)......136 ہلاک

فلپائن (1899-1902ء)......4273 ہلاک

نیوز ویک کا مضمون نگار لکھتا ہے کہ "برطانوی ایک

عشق سے سینہ مبارک پرسوز تھا.......... جو اہل عقل کے لئے نا قابل فہم سہی مگر اہل دل کے لئے قابل فہم ہے۔

یہ نشان عشق ہیں جاتے نہیں
داغ ''اپنے سینے'' کے عبث دھوتا ہے کیا

حضرت خواجہؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا حافظ سید احمد سریکوٹیؒ آپ کے روحانی مدارج کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''اپنے کمالات کو چھپاتے تھے، اس بارے میں اللہ پاک نے آپ کو ایسا ملکہ عطا کیا تھا کہ آپ کا درد، آپ کا عشق، آپ کا عرفان، آپ کے کمالات ظاہری و باطنی من کل الوجوہ پردہ خفا میں رہے، اپنی زبان مبارک سے کبھی نہیں فرمایا کہ میں کچھ جانتا ہوں.......... اولیاء اللہ کی عادت ہوتی ہے کہ احیاناً جذبے میں آ کر کچھ نہ کچھ زبان سے کہتے ہیں، دعا یا بددعا کر دیتے ہیں جس سے ان کے جذبات و کمالات ظاہر ہو جاتے ہیں اور مخلوق ان کی معتقد ہو جاتی ہے مگر حضور پرنورؐ اپنے افعال، اپنے صفات، اپنے جذبات اور اپنے تمام کمالات کے اظہار و عدم اظہار پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔''

ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہؒ کے علمی مقامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''عصر حاضر کی پیران طریقت میں، ہمارے اور آپ کے ہادی و رہبر قدس اللہ سرہ العزیز بے مثل و بے نظیر ہیں، حضور کے کمالات، علم ظاہری و باطنی کا آئینہ حضور کی کتاب مجموعہ صلوٰۃ الرسول ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب، ازل و ابد، دنیا و آخرت، دوزخ و جنت، کمالات انسانی و ملکی، کردار و اعمال جنتی و عزازیلی، علوم اولین و آخرین، لوح محفوظ، عرش کرسی، مکنونات ارضی و عجائبات سماوی وغیرہ کل موجودات پر آپ کا علم ایسا حاوی ہے جیسا انسان اپنی آنکھوں سے اپنی ہتھیلی غور سے ملاحظہ کرے۔''

حضرت حافظ احمد سریکوٹیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ کے تصرفات باطنیہ کا یہ حال تھا کہ جس شخص میں جو کیفیت پیدا کرنا چاہتے ادنیٰ توجہ سے پیدا کر دیتے.......... انسان تو انسان، حیوانات بلکہ نباتات پر آپ کا تصرف تھا.......... اس سلسلے میں یہ واقعہ قابل توجہ ہے، حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

''گزشتہ سال 1923ء، جب میں وطن کو گیا، حضور پرنور کے وصال کو ایک مہینہ ہو چکا تھا، دربار گھر بار میں مریدین و مخلصین جمع تھے، ایک شخص میرے قریب رو رہا تھا، انہوں نے مجھ سے دریافت کیا، ''تم کہاں سے آئے ہو؟'' میں نے کہا ''رنگون سے آیا ہوں'' وہ اشارہ کر کے فرمانے لگے ''اس درخت کو جب دیکھتا ہوں، مجھے رونا آ جاتا ہے''

واقعہ یہ ہے کہ جو صاحب اشکبار تھے، ان پر نیند کا کافی غلبہ رہتا تھا، ایک روز حضرت خواجہؒ نے ان کو چند تحائف دیئے اور فرمایا حرمین شریفین روانہ ہو اور وہاں فلاں فلاں صاحب کو یہ تحفے دے آؤ.......... شخص مذکور یہ ہدایت سن کر پریشان ہوئے اور اس اندیشہ نے ستایا کہ کہیں نیند کے غلبے کی وجہ سے کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے، وہ کارواں سے بچھڑ جائیں اور یہ ذمہ داری پوری نہ کر سکیں.......... خیر، سفر کی تیاری کی، حضرت خواجہؒ مشایعت کے لئے تھوڑی دور تشریف لائے اور شہتوت کے اس درخت کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اتنا فرمانا تھا کہ نیند نے پہلے کی طرح غلبہ کیا اور جی بھر کے سوئے.......... اللہ اکبر! غیر ذوی العقول نباتات اور غیر محسوسات میں نیند پر بھی آپ کے تصرفات تھے.......... انہیں تصرفات باطنیہ کی وجہ سے ہزاروں میل دور رنگون اور بنگال میں غائبانہ بیعت ہونے والے دیکھتے دیکھتے نیکوکار، تہجد گزار اور اولیاء کاملین بن گئے۔

''اے توت اس شخص کی نیند کو اپنے پاس امانت رکھ لو''

خدا کی شان پورے سفر میں نیند غالب نہ ہوئی، معمولی اونگھ آ جاتی اور بدن ہلکا ہو جاتا، سارے رستہ یہی کیفیت رہی، خیر و عافیت سے حج کیا اور حرمین شریفین میں حاضری دے کر تحائف متعلقہ حضرات کی خدمت میں پیش کئے.......... جب واپس چھور شریف پہنچے تو حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا۔

''تم نے اپنی امانت لے لی؟''

اتنا فرمانا تھا کہ نیند نے پہلے کی طرح غلبہ کیا اور جی بھر کے سوئے.......... اللہ اکبر! غیر ذوی العقول نباتات اور غیر محسوسات میں نیند پر بھی آپ کے تصرفات تھے.......... انہیں تصرفات باطنیہ کی وجہ سے ہزاروں میل دور رنگون اور بنگال میں غائبانہ بیعت ہونے والے دیکھتے دیکھتے نیکوکار، تہجد گزار اور اولیاء کاملین بن گئے۔

حضرت حافظ سید احمد سریکوٹیؒ 1920ء میں تبلیغ اسلام اور اشاعت سلسلہ قادریہ رحمانیہ کے لئے رنگون (برما) تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کو اجازت و خلافت نہیں ملی تھی.......... آپ نے وہاں حضور خواجہؒ کے محامد و محاسن بیان فرمائے، لوگوں میں بیعت کا شوق پیدا ہوا، حضرت خواجہؒ نے اپنا رومال بھیج دیا اور سب لوگ اس پر بیعت ہو گئے، سب کی دنیا بدل گئی۔ سبحان اللہ

بجلوت اند و کمند بہ مہر و ماہ بچند
بخلوت اندوز مان و مکان در آغوش اند

اس اجمال کی تفصیل خود حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ کی زبانی سنیئے

''میں جب رنگون آیا اور یہاں کے بعض لوگوں سے محبت ہوئی تو کبھی کبھی حضور پرنور کے کمالات کا تذکرہ ان کے سامنے کر لیا کرتا، رفتہ رفتہ یہاں کے لوگوں کو حضور پرنور کے ساتھ غائبانہ محبت ہو گئی، یہاں تک کہ بعض نے بیعت کی خواہش ظاہر کی، میں نے آپ کی خدمت اقدس میں ایک خط لکھا کہ یہاں کے لوگ آپ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں مگر دور دراز ملک کا معاملہ ہے اگر بذریعہ خط ان کو بیعت فرمایا جائے تو۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

''کچھ ایام بعد حضور نے بذریعہ ایک صحیفہ مکرمہ مطہرہ مجھے تسلی فرمائی کہ گھبراؤ مت، میں ایک ''رومال بیعت'' عنقریب تمہاری طرف روانہ کروں گا، جو شخص تہجد کی نماز پڑھ کر اسی مصلے پر روبرو قبلہ ہو کر رومال پر ہاتھ رکھ دے اور خدا اور رسول کو اپنے پاس حاضر جان کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر لے تو اس کی بیعت اللہ پاک منظور فرمائے گا''

چنانچہ حضور پرنورؒ نے ململ سفید کا ایک رومال میرے نام پر ارسال فرمایا، جس وقت رومال مبارک پہنچا لوگ حضور سے مرید ہونے لگے، رفتہ رفتہ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا کہ پیر صاحب تو ملک پنجاب ضلع ہزارہ مقام چھور شریف میں تشریف فرما ہیں اور لوگوں کو بذریعہ رومال کے رنگون میں بیعت کرتے ہیں، تعجب کی بات ہے۔

مقام حیرت ہے کہ شراب خوار، بدکار، فاسق، فاجر جب رومال پر ہاتھ رکھ کر مرید ہو جاتا ہے تو نماز گزار، نیکو کار، تہجد گزار بن جاتا ہے اور اس کے چہرے پر نور ایمان کی ملاحت و خوبصورتی دیکھ کر اوروں کو رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ مجلس پاک میں حضور شاہنشاہ چھوروی ؒ نے مجھے خطاب کرکے فرمایا

قرب جانی رابعد مکانی نیست

میں حیران ہوں کہ یہ بے رب جملہ حضور والا نے کیوں فرمایا؟ لیکن رنگون میں آ کر اس مختصر جملے کے مطالب و معانی اور ''قرب جانی'' کی شرح اور ''بعد مکانی'' ارضی کا انقطاع کلی یہ ایسے امور ہیں کہ بحر محیط کو کوزے میں آپ نے بند کر دیا ہے۔

حکومت پاکستان کے سابق مرکزی وزیر تعلیم جناب فضل القادر چوہدری مرحوم کے بزرگ بھی حضرت خواجہؒ کے رومال پر بیعت ہوئے تھے۔ چنانچہ چوہدری صاحب مرحوم کہتے ہیں۔

''ہمارے بزرگوں کی بیعت حضرت غوث الزماں خواجہ محمد عبدالرحمٰن علوی قادری چھوروی کے رومال پر رنگون ہوئی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد باجیؒ کے خلیفہ اعظم الحاج حافظ سعید احمد سری کوٹی کے ہاتھوں پر بیعت شروع ہوئی.......... بڑے سے بڑا سیاسی لیڈر بھی ہمارے اس رشتے کو نہیں توڑ سکتا، جب تک یہ روحانی رشتے موجود ہیں، مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے جدا نہیں کر سکتا۔''

حقیقت یہ ہے کہ اب ظاہری علیحدگی کے بوجود، سب کے دل ایک ہی سینے میں دھڑکتے ہیں جو سراسر سابق مشرقی پاکستانی بھائیوں کی فراخ حوصلگی، دریا دلی اور محبت و خلوص کا جیتا جاگتا ثبوت ہے.......... کوئی ہے جو اس رشتہ محبت کو قطع کر سکے؟.......... یہ رشتہ محبت، دست قدرت کے اختیار و اقتدار میں ہے.......... یہاں کسی سیاسی لیڈر کا گزر نہیں۔

بہریدن نرود ذوق تواز اندیشہ ما
سالہا پنجہ بہم دادہ رگ و ریشہ ما

حضرت خواجہؒ کا حلقہ مریدین و مخلصین بہت وسیع ہے، آپ کی ذات گرامی سے نہ صرف ضلع ہزارہ، بلکہ کوہستان، کشمیر، افغانستان، پاکستان، ہندوستان، برما اور بنگال وغیرہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت فروغ حاصل ہوا، ایک اندازے کے مطابق صرف رنگون اور بنگال میں آپ کے سلسلے کے تین لاکھ مریدین موجود ہیں اور خدمت دین میں مصروف ہیں حضرت سید احمد سری کوٹیؒ اور مندرجہ ذیل دینی ادارے مدارس انہیں حضرات کی کوششوں سے صاحبزادہ محمد طیب شاہ علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں قائم ہوئے۔

(1) انجمن شورائے رحمانیہ 1925ء (رنگون، برما)

(2) جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ 1953ء (چاٹگام، بنگلہ دیش)

(3) جامعہ قادریہ طیبیہ عالیہ 1968ء (ڈھاکہ، بنگلہ دیش)

(4) جامعہ طیبیہ وودودیہ اسلامیہ 1976ء (چندر گھونہ، بنگلہ دیش)

(5) مدرسہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ 1975ء (حوالی چاٹگام، بنگلہ دیش)

(6) مدرسہ طیبیہ حافظیہ (کالورگھاٹ، چاندگاؤں، بنگلہ دیش)

یہ مدارس عربیہ امام احمد رضا محدث بریلویؒ کے مسلک کے فروغ و اشاعت کے لئے قائم کئے گئے۔ امام احمد رضا محدث بریلویؒ کا مسلک سلف صالحین اہل سنت و جماعت ہی کا مسلک ہے، کوئی دوسرا مسلک نہیں۔

حضرت خواجہ عبدالرحمٰنؒ عبادت و معاملات، اخلاق میں اتباع نبویﷺ کو ہمہ وقت پیش نظر رکھتے تھے محبت کا حال اتباع سے معلوم ہوتا ہے.......... قول سے نہیں، عمل سے محبت چمکتی اور قول میں بھی اسی وقت تاثیر پیدا ہوتی ہے جب زندگی عمل سے مزین ہوتی ہے.......... حضرت خواجہؒ نے قدم قدم پر اتباع سنت کا خیال رکھا اور سنت نبویﷺ کے چراغ روشن کئے.......... آپ کی حیات مبارکہ میں بہت سے حالات و واقعات ملتے ہیں جو اس پہلو کو روشن کرتے ہیں.......... یہاں جستہ جستہ حالات و واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

آپ کے خلیفہ اعظم حضرت حافظ سید احمد سریکوٹیؒ فرماتے ہیں۔

(1) آپ کے اخلاق، نمونہ اخلاق رسول اللہﷺ تھے، نشست و برخاست، اکل و شرب، لباس وغیرہ تمام امور میں پوری اتباع سنت ملحوظ رہتی، حدیث کی کتابیں زیر مطالعہ ہوتیں، جو جو کام حضور پر نورﷺ نے کئے ہیں وہ تمام آپ نے ادا کئے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کتاب دیکھ رہے تھے کہ حضور پر نورﷺ نے مسجد کی چٹائی سی کر درست فرمائی ہے، آپ بھی کتاب چھوڑ کر اپنی مسجد کی چٹائی سی رہے تھے۔

(2) علماء و فقراء اور اپنے مہمانوں کی خدمت اپنے دست مبارک سے کیا کرتے تھے، جب گھر میں روٹی تیار ہو جاتی، مسجد سے گھر میں جا کر مہمانوں کے لئے ایک دست مبارک میں ترکاری کا برتن اور دوسرے میں روٹی اٹھا کر لے آتے اور جو ترکاری روٹی مسافر کھاتے، خود بھی تناول فرماتے، رات کو بچی ہوئی روٹی اگر مل جاتی تو نہایت خوشی کے ساتھ تناول فرما لیتے اور تازہ روٹی کی طرف التفات نہ فرماتے اور جو کچھ تیار ہوتا مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے۔ جیسا کہ اس وقت کے پیر لوگ اپنے لنگر کو نہایت دھوم دھام اور تکلف کے ساتھ دیا کرتے ہیں، حضور پر نور کے یہاں ان باتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا، شہرت طلبی سے آپ بیزار تھے، الفقر فخری کا پورا پورا نمونہ تھے۔

(3) آپ متواضع تھے، نہایت خلیق ...م اور نہایت خلیق درجے کے بردبار خاکسار تھے، محب و جلیس فقراء تھے علماء و فقراء جب آپ کی مجلس پاک میں حاضر ہوتے تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے، آپ کی نشست گاہ میں کوئی فرش و فروش کا سامان نہ تھا، نہ آپ کی ملاقات کے لئے کوئی وقت مقرر تھا، نہ آپ کے یہاں کوئی پر تکلف مکان تھا، اکثر آپ کا قیام مسجد میں ہوتا، ضرورت کے وقت مکان میں بھی تشریف لے جاتے، خلق اللہ کے ہجوم سے یا خلاف طبع کوئی بات ہو جاتی، خفا نہ ہوتے۔

مندرجہ بالا حالات کے علاوہ مندرجہ ذیل واقعات و حالات بھی قابل توجہ اور لائق تقلید ہیں۔

(4) سرکار دو عالمﷺ مسجد نبوی کی تعمیر میں بنفس نفیس شریک ہوئے، حضرت خواجہؒ بھی مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ کی اولین تعمیر میں شریک ہوئے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

(5) سرکار دو عالمﷺ نے ایسا لباس ناپسند فرمایا جس کو دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں اٹھنے لگیں، آپ نے ایسا لباس نہیں پہنا، ایک مرتبہ سبز رنگ کا تہبند باندھا اور بازار تشریف لے گئے، کسی نے آپ کیطرف اشارہ کرکے کہا ''وہ سبز تہبند والا پیر جا رہا ہے'' اسی دن سے آپ نے ایسا تہبند زیب تن نہیں فرمایا۔

(6) ایک ممتاز عالم مہمان ہوئے، نماز کے وقت احتراماً ان کو امامت کے لئے کھڑا کر دیا، مگر نماز کے بعد حضرت خواجہؒ نے اپنی نماز لوٹائی، جب کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ مولوی صاحب نے خلاف سنت گردن پر دونوں طرف حجامت بنوائی تھی، جب اس پر نظر پڑی تو کراہت محسوس ہوئی اس لئے نماز لوٹائی۔

(7) اتباع و سنت کا یہ عالم تھا کہ اپنا سارا وقت دین کے لئے وقف کر دیا تھا اور ضروریات زندگی کے خیال سے بے نیاز ہو گئے تھے، فقر غیور کا نمونہ کامل تھے، جب عارف کامل پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے روپے پیسے کے لئے وظیفہ بتانا چاہا تو آپ نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا۔

''پیر صاحب خدا سے شرم آتی ہے کہ باہر سے لوگ پیر خیال کرکے آئیں اور اندر پیسوں کے لئے وظیفہ پڑھا

جاوے۔"

(8) سرکار دو عالم ﷺ نے کبھی گدی نشینی کا تکلف نہیں فرمایا، زمین پر یا چٹائی پر رونق افروز رہے۔ حضرت خواجہؒ کا بھی یہی حال تھا اور جب وصال کے وقت دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد آپ کی گدی پر کون بیٹھے گا تو خلاف معمول برہمی سے جواب دیا۔

"گدی پر تو سب بیٹھتے ہیں ہم چٹائی پر بیٹھنے والے ہیں۔"

اتباع سنت کے ذوق وشوق میں گدی نشینی جیسے روایتی عمل کو ترک کر دینا بلکہ رد کر دینا کوئی معمولی بات نہیں بہت بڑی بات ہے........ آج سجادہ نشینوں کی طویل فہرست میں شاذ و نادر ہی ہوں گے جو اتباع سنت نبوی ﷺ میں فرش و فروش کے بجائے چٹائی پر بیٹھتے ہوں گے۔

سنت نبوی ﷺ کا یہ چمکتا دمکتا آفتاب 80 برس آسمان دنیا پر جلوہ گر رہ کر یکم ذی الحجہ 1342ء/1924ء، بروز شنبہ بعد مغرب چھوہر شریف کے افق پر غروب ہو گیا اور نئی آب و تاب کے ساتھ عالم برزخ میں طلوع ہوا

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

عرس مبارک چھوہر شریف (ہری پور ہزارہ پاکستان) میں 30 ذیقعدہ اور یکم ذی الحجہ کو ہر سال ہوتا ہے اور دور ونزدیک اور اکناف واطراف کے مریدین ومحبین جوق در جوق شریک ہو کر مستفیض ہوتے ہیں......... مزار اقدس زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا

حضرت خواجہؒ کی اولاد امجاد میں چار صاحب زادے ہوئے۔

(1) حضرت مولانا صاحبزادہ محمود الرحمٰن صاحبؒ
(2) حضرت مولانا محمد فضل سبحان صاحبؒ
(3) حضرت مولانا فضل الرحمٰنؒ

خواجہ عبدالرحمٰنؒ کے وصال کے بعد صاحبزادہ محمود الرحمٰنؒ سجادہ نشین ہوئے پھر آپ کے صاحبزادے صاحبزادہ طیب الرحمٰنؒ سجادہ نشین ہوئے، آج کل صاحبزادہ احمد الرحمٰن مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ رشد و ہدایت کے اس مرکز کو آباد رکھے اور علمی وروحانی فیض جاری وساری رہے۔ آمین۔

حضرت خواجہؒ کے خلفاء میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے۔

(1) حضرت مولانا حافظ سید احمد صاحبؒ (متوفی 1380ھ/1961ء) سری کوٹ (ہزارہ)

(2) حضرت سید امان اللہ شاہ ترمذی قادریؒ (متوفی 1363ھ/1944ء) گنجیاں شریف (ہزارہ)

(3) حضرت خواجہ سید حاکم صاحب قادریؒ (متوفی 1374ھ/1957ء) نواں شہر (ہزارہ)

(4) علامہ ابونعیم سید عبدالقاضی شاہ محدث ہزارویؒ محبوب آباد (ہزارہ)

(5) صاحب زادہ مولانا محمد صالحؒ (متوفی 1347ھ/1928ء) سری کوٹ (ہزارہ)

صاحبزادہ مولانا محمد صالح علیہ الرحمہ، مولانا حافظ سید احمد سری کوٹیؒ کے جواں سال صاحبزادے تھے، ان کی خلافت کا ذکر حضرت سید صاحب نے ایک مکتوب گرامی میں اس طرح فرمایا ہے۔

"حضور پرنور جب کسی کو خلیفہ کرتے، اس کو ٹوپی عنایت فرماتے......... حاجی عبدالرجب جب رنگون سے چھوہر شریف حضور کی قدم بوسی کے لئے گئے تو حضور پرنور نے دو ٹوپیاں حاجی صاحب کو دیں، ایک محمد صالح کے لئے اور دوسری ٹوپی میرے لئے"

حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل تصانیف قابل ذکر ہیں ماسوائے مجموعہ صلوٰۃ الرسول کے ان تصانیف کے متعلق زیادہ تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔

(1) مجموعہ صلوٰۃ الرسول ﷺ
(2) شرح ابن ماجہ شریف (قلمی)
(3) شرح ترمذی شریف (قلمی)
(4) عطاء الرحمٰن فی اسلام آباد سید الانام (قلمی)
(5) انعام الرحمٰن فی تصریحات القرآن (قلمی)
(6) لغات الحروف (قلمی)
(7) شرح اسماء حسنہ (قلمی)
(8) سیاف شرح چہل کاف (مطبوعہ منظوم بزبان پنجاب)
(9) درود شریف (مطبوعہ، منظوم بزبان پنجابی)

تصانیف کے علاوہ حضرت خواجہؒ کے ملفوظات شریف بھی ہیں مگر یہ جمع نہیں کئے گئے، اگر جمع کئے جائیں تو اسرار و معارف کا ایک انمول خزانہ مل جائے۔ یہاں چند ملفوظات شریف پیش کئے جاتے ہیں جن سے حضرت خواجہؒ کی روحانی اور فکری رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملفوظات آپ کے خلیفہ اعظم حضرت حافظ سید احمد سری کوٹیؒ نے نقل فرمائے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

(1) میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ مرید جب خواب میں اپنے مرشد کو اس طور پر دیکھے کہ وہ مجھے کچھ ہدایت فرما رہے ہیں تو پیر کو بھی اس خواب کی خبر ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟

حضور پرنور نے فرمایا

"ہر پیر کو نہیں ہوتی، بلکہ اس پیر کو خبر ہوتی ہے جس کو اللہ پاک علوم اولین وآخرین عطا کر دیتا ہو"

(2) ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ مشہور ہے کہ اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارھم ہمیشہ بیت اللہ میں نماز ادا کرتے ہیں، یہ بات صحیح ہے؟

آپ نے فرمایا

"جسمانی حاضری کمال ہے نہ کہ روحانی حضور"

(3) میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ولی کا آخری درجہ تخلق باخلاق اللہ ہے آپ نے فرمایا۔

"نہیں، ولی کا آخری مقام قدرت کاملہ ہے"

سبحان اللہ! کیا عجیب نکتہ ارشاد فرمایا اور طریقت کو کیسی رفعت بخشی، فی الحقیقت

دلبری بے قاہری جادوگری است
دلبری با قاہری پیغمبری است

وہ فقیر ہی کیا جو بے بس ومجبور ہو اس کے لہو کا ایک ایک قطرہ، بحر ناپیدکنار ہے۔

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا!

حضرت خواجہؒ نے صرف "قدرت" نہیں فرمایا بلکہ "قدرت کاملہ" فرمایا یعنی اس کا اختیار مولیٰ کا اختیار بن جائے......... وہی ہو جو وہ چاہے

مزا تو جب ہے کہ اے آہ نارسا تجھ سے
وہ خود کہیں کہ بتا تیری آرزو کیا ہے

حضرت خواجہؒ نے اپنی حیات طیبہ میں نہ معلوم کتنے عظیم کام کئے مگر جو ہماری نظروں کے سامنے ہیں وہ تین ہیں۔

(1) حضرت حافظ سید احمد سری کوٹیؒ کی اس انداز سے تربیت فرمائی کہ ان کی ذات گرامی سے لاکھوں انسان فیضیاب ہوئے۔

(2) عربی مدرسہ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ اپنے دست مبارک سے قائم کیا جو آج تک علوم اسلامیہ کا ایک عظیم سرچشمہ ہے اور اس کا فیض دور ونزدیک جاری وساری ہے۔

(3) مجموعہ صلوٰۃ الرسول ﷺ کو مرتب فرمایا اور عشاق رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کے سامنے عشق ومحبت کا ایک حیرت کدہ پیش کیا، جس کی نظیر ہمارے علم میں نہیں۔

ضدی نوجوان

ایک نوجوان آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ اے کلیم اللہ مجھ کو جانوروں کی بولیاں سکھا دیجئے تاکہ میں ان کی آپس کی گفتگو سے سبق حاصل کروں، جب میں دیکھتا ہوں کہ بنی آدم کی ساری بولیوں کا محور تو روٹی پانی ہوا اور لالچ ہے تو مجھے خیال آتا ہے کہ حیوانات کی سوچ بچار کا انداز یقیناً کچھ اور ہوگا اس لئے میں ان کی زبان سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا! کہ اس ضد کو چھوڑ دے کیونکہ اس میں کئی خطرات ہیں تو اس خواہش کے بجائے اللہ سے عبرت اور بیداری مانگ۔ حضرت موسیٰ کی نصیحت پر وہ شخص رنجیدہ ہوگیا اور اپنی بات پر ضد کرنے لگا اور یہ قاعدہ ہے کہ کسی کو جس بات سے منع کیا جائے اس کی طرف دلچسپی بڑھتی ہے کہنے لگا اے کلیم اللہ جب سے اللہ نے آپ کے سینے کو روشن اور کشادہ بنایا ہر شخص نے آپ سے اپنی ضرورت کے مطابق فیض حاصل کیا یہ بات آپ کی رحم دلی اور محبت سے دور ہے کہ مجھ کو اپنے مقصد کو حاصل کرنے سے محروم کر دیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور نیک بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ خود بات چیت فرماتے ہیں اور وہ آپ کی بات مانتا ہے اگر آپ نے میری یہ تمنا پوری نہیں کی تو مجھے سخت صدمہ اور مایوسی ہوگی۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ الٰہی معلوم ہوتا ہے اس شخص پر شیطان سوار ہوگیا ہے اگر میں اس کی خواہش پوری کر دوں تو اس کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہے اور اگر نہ سکھاؤں تو مایوس اور بددل ہو جائے گا۔ حکم خدا ہوا کہ اے موسیٰ تم اس کو جانوروں کی بولیاں سکھا دو۔ ہم کریم ہیں اور کسی کی دعا کو واپس نہیں کرتے حضرت موسیٰ نے عرض کی اے پروردگار! یہ شخص پچھتائے گا اور جنون میں اپنے ہاتھ چبائے گا اور کپڑے پھاڑ ڈالے گا۔ یہ نہیں جانتا کہ اس کے لئے کون سی چیز بہتر ہے بارگاہ الٰہی سے پھر حکم ہوا! اے موسیٰ اس شخص کی تمنا پوری کردے تاکہ اس کے دل میں حسرت نہ رہے۔ حضرت موسیٰ نے اب اس نوجوان کو بڑی نرمی اور محبت سے سمجھایا کہ بھائی میں تیری مراد پوری کر دوں گا لیکن اچھی طرح سمجھ لے کہ تو شیطان کے بہکاوے میں آ گیا ہے اور جانوروں کی بولیاں سیکھنے سے تجھ کو فائدہ کے بجائے نقصان پہنچنے کا ڈر ہے تو اپنے حال پر رحم کر اور اس ضد سے باز آجا ایسا درد سر تو کیوں خواہ مخواہ مول لیتا ہے جو تجھ کو سو مصیبتوں میں پھنسا دے اب اس نوجوان نے کہا! اچھا سارے جانوروں کی زبان نہ سہی صرف کتے کی بولی جو میرے دروازے پر رہتا ہے اور مرغ کی بولی جو میرے گھر میں پلا ہے، سکھا دیجئے فی الحال یہی کافی ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اچھا اب زیادہ بحث نہ کر جا آج سے ان دونوں جانوروں کی بولی پر تجھ کو قدرت حاصل ہوگئی۔ وہ شخص یہ سن کر خوشی خوشی اپنے گھر لوٹا۔ صبح ہوئی تو وہ آزمائش کے لئے اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ خادمہ نے دستر خوان جھاڑا تو اس میں سے رات کا بچا ہوا روٹی کا ٹکڑا زمین پر گر پڑا۔ مرغ وہ ٹکڑا فوراً اچک کر لے گیا۔ کتے نے اس سے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا ہے دوست تو تو گندم کا دانہ چگ کر اپنا پیٹ بھر سکتا ہے اور میں دانے کے بجائے روٹی کے ٹکڑے سے اپنے پیٹ کی آگ بجھا سکتا ہوں لیکن تو نے وہ بھی مجھ سے چھین لیا ہے مرغ نے کہا ”میاں صبر کرو اور غم نہ کھاؤ خدا تجھ کو بھی اس کا بدلہ دے دے گا، کل ہمارے مالک کا گھوڑا مر جائے گا تم پیٹ بھر کر کھانا گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہے کیونکہ اس طرح ان کو بغیر کسی کوشش اور محنت کے زیادہ مقدار میں گوشت میسر آتا ہے۔ نوجوان نے دونوں کی بات سنی تو فوراً گھوڑا کھولا اور منڈی میں جا کر بیچ دیا دوسرے دن دستر خوان جھڑا تو مرغ پھر روٹی کا ٹکڑا لے گیا کتے نے جھنجھلا کر کہا! اے فریبی مرغ! یہ جھوٹ کب تک چلے گا تو سخت ظالم اور جھوٹا ہے تو نے کل کہا تھا کہ مالک کا گھوڑا مر جائے گا لیکن مجھ کو تو وہ مرا ہوا گھوڑا کہیں نظر نہیں آیا ارے اندھے نجومی تو سچائی سے محروم ہے۔

باخبر مرغ نے جواب دیا کہ وہ گھوڑا دوسری جگہ مر گیا۔ مالک نے نقصان سے بچنے کے لئے گھوڑا بیچ ڈالا اور اپنا نقصان دوسروں پر ڈال دیا لیکن کل اس کا اونٹ مر جائے گا اور کتے خوب مزے اڑائیں گے۔ یہ سن کر مالک نے فوراً ہی اونٹ بھی بیچ دیا اور اس طرح اس کے مرنے کے غم اور نقصان سے اپنی جان بچا لی۔ دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو کتے نے مرغ سے کہا! ارے کمبخت تو تو جھوٹوں کا بادشاہ ہے آخر تو کب تک مجھے دھوکہ دیتا رہے گا مرغ نے کہا کہ بھائی کہ بھائی اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مالک نے عجلت کے ساتھ اونٹ کو بیچ ڈالا اور نقصان سے بچ گیا لیکن کل اس کا غلام مر جائے گا اور اس کے رشتے دار فقیروں کو روٹیاں کھلائیں گے اور کتوں کو بھی ڈالیں گے۔ مالک نے یہ سنا تو اس نے اسی وقت غلام کو بھی بیچ ڈالا اور نقصان سے بچ گیا۔ وہ اپنی ہوشیاری پر بے حد خوش تھا اور بار بار خدا کا شکر کرتا تھا کہ میں تین نقصانات سے بچ گیا ہوں جب سے میں نے مرغ اور کتے کی زبان سیکھی ہے ت اور نقصان کا رخ پھیر دیا۔ چوتھے دن اس محروم کتے نے مرغ سے کہا! کہ اے جھوٹے مرغ تیری پیشنگوئیاں کیا ہوئیں۔ یہ تیری مکاری اور جھوٹ کب تک چلے گا؟ مرغ نے کہا! توبہ توبہ یہ ناممکن ہے کہ میں یا کوئی اور مرغ جھوٹ بولے ہماری قوم تو سچائی میں مشہور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ غلام خریدار کے پاس جا کر مر گیا اور خریدار کا نقصان ہوا مالک نے اپنا مال تو بچا لیا۔ لیکن سمجھ لو اس نے اپنا خون کر لیا۔ ایک نقصان سو نقصانوں کو رفع کرتا ہے۔ جسم اور مال کا نقصان جان کا صدقہ بن جاتا ہے ان کی موت اس نادان کی جان کا صدقہ تھا اور وہ مال کے نقصان سے تو بچ گیا لیکن اپنی جان گنوا بیٹھا۔ مالک مرغ کی بات غور سے سن رہا تھا جب اس نے اپنی موت کی پیشن گوئی سنی تو مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا گرتا پڑتا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور روتے ہوئے عرض کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام میری مدد فرمائیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! جا اب اپنے آپ کو بیچ ڈال اور نقصان سے بچ جا تجھ کو ایسی خرید و فروخت کا بڑا تجربہ ہو گیا ہے دوسرے لوگ مریں یا جئیں تو اپنی تجوری کو مال و زر سے بھر۔ جو کچھ تجھ کو اب نظر آیا ہے مجھ کو پہلے ہی اس کا علم تھا آنے والی مصیبت کو عقل مند پہلے ہی دیکھ لیتے ہیں لیکن احمق اس کو آخر میں دیکھتا ہے۔

نوجوان نے پھر رو کر کہا! اے کلیم اللہ! مجھ کو جھٹکا کر مایوس نہ کیجئے میں نالائق اور احمق ہی تو تھا جو مجھ سے ایسی لغزش ہوئی۔ آپ میری بری حرکت کا اچھا بدلہ دیجئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹے! اب تیر کمان سے نکل چکا ہے اور اس کا لوٹ کر آنا ناممکن ہے۔ ہاں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ مرتے وقت تجھے ایمان نصیب کرے اگر تو ایمان ساتھ لیجائے تو حقیقت میں زندہ رہے گا۔ نوجوان نے گڑگڑا کر کہا تو پھر ایسی ہی مہربانی کر دیجئے میں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی جڑ کاٹی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! کہ یہ دعا میں ضرور کروں گا۔ یہ سن کر اس شخص کی طبیعت اچانک بگڑ گئی اور وہ قے کرنے لگا یہ قے ہیضے کی نہ تھی بلکہ موت کی تھی چار آدمی اس کو چارپائی پر ڈال کر گھر لے گئے جہاں اس نے جان دیدی۔ دوسرے دن صبح کو حضرت موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اے مالک دو جہاں! اس کو ایمان سے محروم نہ فرما تو اپنی بادشاہی کے صدقے میں اس کو بخش دے اس نے یہ گستاخیاں جان بوجھ کر کی ہیں میں نے اس کو بہت سمجھایا کہ تو اس علم کے سیکھنے کا اہل نہیں ہے لیکن وہ سمجھا میں ٹال رہا ہوں۔ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم نے اس کو ایمان بخشا اگر تم چاہو تو اس کو زندہ کر دیں بلکہ سب مرے ہوؤں کو زندہ کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ باری تعالیٰ یہ دنیا تو فانی ہے اس دنیا میں چند دنوں کے لئے لوٹ آنے سے کیا فائدہ، ہاں تو ان سب پر اپنی رحمت کر اور ان کو بخش دے۔

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

Monthly DAWAT-E-ISLAM INTERNATONAL Karachi

دعوتِ اسلام

ماھنامہ کراچی

Issue No.1 Vol.10, June. 2003.

Rs.15.00

قیامت کب قائم ہوگی؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں دعوتِ اسلام کی خصوصی رپورٹ

یہودیوں کی خوفناک سازش پکڑی گئی

دعوت اسلام کے چونکا دینے والے انکشافات

یا اللہ عزوجل

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماہنامہ دعوت اسلام کراچی

☆ جلد نمبر: 1 ☆ شمارہ نمبر 10 ☆ جون 2003ء

چیف ایڈیٹر:۔ ناصر علی جہانگیر

ایڈیٹر:۔ نشید اللہ فاروقی

ڈائریکٹر مارکیٹنگ: اشرف میمن

لے آؤٹ ڈیزائنر اختر حسین

کمپیوٹر ڈیزائننگ:۔ سید عرفان حسین/صباء الدین

پبلشر:۔ ناصر علی جہانگیر

پرنٹر ہمدرد

اس شمارے میں

ضروری معلومات وہدایات

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/15 روپے، سالانہ چندہ =/180 روپے، بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔ اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی، اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202ء روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں، کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے، آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے، کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ دس پونڈ ہے۔ امریکہ میں فی پرچہ دو ڈالر اور سالانہ چندہ بیس ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں، خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخنامہ اشتہارات: آخری صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 5 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 2500 روپے، عام صفحات فی صفحہ فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے سالانہ چندہ 180 روپے

ضرب اسلام ہاؤس 1/2 متصل شفیق پریس

نزد آئی آئی چندریگر روڈ کراچی موبائل: 2623630

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کوئی کیا جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا
کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا
تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں وہ نہیں مارے جاتے
حشر تک میری گلے میں ہے پٹا تیرا
سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا
فخر آقا میں رضا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

اسیروں کے مشکل کشا غوث اعظم
فقیروں کے حاجت روا غوث اعظم
مریدوں کو خطرہ نہیں بحر غم سے
کہ بیڑے کے ہیں نا خدا غوث اعظم
جسے خلق کہتی ہے پیارا خدا کا
اسی کا ہے تو لاڈلا غوث اعظم
تمہیں وصل بے فصل ہے شاہ دیں سے
دیا حق نے یہ مرتبہ غوث اعظم
مشائخ جہاں آئیں بہر گدائی
وہ ہے تیری دولت سرا غوث اعظم
مری مشکلوں کو بھی آسان کیجئے
کہ میں آپ مشکل کشا غوث اعظم
کہے کس سے جا کر حسن اپنے دل کی!
سنے کون تیرے سوا غوث اعظم

آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کی خصوصی رپورٹ

قیامت کی نشانیاں جو آپ ﷺ نے بیان فرمائیں وہ ان کے علاوہ ہیں اور وہ تین قسم کی ہیں۔ پہلی دو قسموں کو آثار صغریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تیسری کو آثار کبریٰ کہتے ہیں۔

اول: وہ آثار جو وقوع میں آ چکے۔ مثلاً حضور اقدس ﷺ کی وفات شریف۔ تمام صحابہ کرام کا اس دنیا سے رحلت فرمانا۔ حضرت عثمان غنیؓ کا شہید ہونا۔ تاتاریوں کا فتنہ۔ حجاز کی آگ۔ جھوٹے دجالوں کا دعوائے رسالت کے ساتھ نکلنا۔ بیت المقدس اور مدائن کا فتح ہو جانا۔ سلطنت عرب کا زائل ہو جانا۔ تین خسوف کا وقوع (ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں) قتل اور فتنوں اور زلزلوں کی کثرت، مسخ وقذف، ریح احمر، انقطاع طریق حج کعبۃ اللہ سے حجر اسود کا اٹھ جانا، کثرت موت وغیرہ۔

دوم: وہ آثار جو ظہور میں آ چکے اور زیادہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ قسم سوم سے مل جائیں گے۔ مثلاً عابدوں کا جاہل ہونا، قاریوں کا فاسق ہونا، چاندوں کا اتنا بڑا نظر آنا کہ کہا جائے کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ بارش کا زیادہ ہونا اور روئیدگی کا کم ہونا، قاریوں کی کثرت اور فقہاء کی قلت؛ امیروں کی کثرت اور امینوں کی قلت، فاسقوں کا سردار قبیلہ اور فاجروں کا حاکم بازار بننا، مومن کا اپنے قبیلہ میں مقد سے زیادہ ذلیل ہونا، تجارت کی کثرت، عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ شریک تجارت ہونا، قطع رحم کرنا، کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت، جھوٹی گواہی کا ظاہر ہونا، امانت کو غنیمت سمجھنا، زکوٰۃ کو تاوان خیال کرنا، علم دین کو دنیا کی خاطر سیکھنا، حقوق والدین کی کثرت، بڑوں کی عزت نہ ہونا، چھوٹوں پر رحم نہ کیا جانا، اولاد زنا کی کثرت، اونچے محلوں پر فخر کرنا، مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنا، نماز پڑھانے کے لئے مسجدوں میں اماموں کا نہ ملنا، بغیر شرط وارکان نمازیں پڑھنا حتیٰ کہ پچاس میں سے ایک نماز کا بھی قابل قبول نہ ہونا، مسجدوں کی آرائش کرنا، مسجدوں کو راستے بنانا، قریبی لڑکی سے اس کی مفلسی کے سبب نکاح نہ کرنا اور کسی دینۃ الاصل سے اس کی دولت مندی کے سبب نکاح کر لینا، ناحق مال لینا، حلال درہم کا نہ پایا جانا، سائل کا محروم رہنا، اسلام کا غریب ہونا، لوگوں میں کینہ وبغض ہونا، عمریں کم ہونا، درختوں کے پھلوں کا کم ہونا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا جاننا، مال حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی منافقانہ مدح کرنا، خطباء کا جھوٹ بولنا، حکام کا ظلم کرنا، نجومیوں کو سچا جاننا، قضاوقدر کو حق نہ جاننا، مرد کا عورت یا دوسرے مرد سے لواطت کرنا، جہاد نہ کرنا، مالداروں کی تعظیم کرنا، کبیرہ گناہوں کو حلال جاننا، سود اور رشوت کھانا، قرآن کو مزامیر بنانا، درندوں کے چمڑوں کے فرش بنانا، ریشم پہننا، جہالت وزنا وشراب نوشی کی کثرت، خائن کو امین اور امین کو خائن سمجھنا، گانے والی لونڈیوں کا رکھنا، آلات لہو کا حلال سمجھنا، حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا، عہد توڑنا، عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا، اخیر امت کا اول امت کو برا کہنا، مردوں کا عمامے چھوڑ کر عجمیوں کی طرح تاج پہننا، قرآن کو تجارت بنانا، مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرنا، جواء کھیلنا، باجے بجانا، جاہلوں کو حاکم بنانا، مسجدیں بنانے پر فخر کرنا، مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت یہاں تک کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا تکفیل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔



حجر اسود کا خوبصورت سونے کا بنا ہوا خول ترکی کے مشہور میوزیم توپ کاپی میں رکھا ہوا ہے

سوم: آثار کبریٰ جن کے بعد ہی قیامت آ جائے گی۔ یہ آثار یکے بعد دیگرے پے در پے ظاہر ہوں گے جیسے سلک مروارید سے موتی گرتے ہیں، امام مہدیؒ کے ظہور سے شروع ہو کر نفخ سورہ پر ختم ہو جائیں گے۔ ان کا بیان جو آنحضرت ﷺ کی حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ حسب معلومات نیچے درج کیا جاتا ہے۔

جب آثار صغریٰ سب ظاہر ہو چکیں گے تو اس وقت نصاریٰ کا غلبہ ہوگا۔ ایک مدت کے بعد خالد بن یزید بن ابی

سفیان اموی کی اولاد سے ایک شخص "سفیان" نام جانب دمشق سے ظاہر ہوگا جس کی ننھیال قبیلہ قلب ہوگا وہ اہل بیت کو بری طرح قتل کرے گا۔ شام و مصر کے اطراف میں اس کا حکم جاری ہوگا۔ اسی اثناء میں شاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے سے صلح ہوگی۔ لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔ شاہ روم ملک شام میں آجائے گا اور دوسرے فرقہ کی مدد سے ایک خونریز لڑائی کے بعد فتح پائے گا۔ دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص بول اٹھے گا کہ یہ فتح صلیب کی برکت سے ہوئی ہے۔ اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اسے مار پیٹ کرے گا اور کہے گا نہیں، بلکہ اسلام کی برکت سے ایسا ہوا ہے۔ الغرض دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے اور خانہ جنگی شروع ہو جائے گی جس میں بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا اور دونوں عیسائی فریق باہم صلاح کرلیں گے۔ اس طرح شام میں عیسائی راج ہو جائے گا۔ بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے اور عیسائیوں کی حکومت مدینہ منورہ کے قریب خیبر تک پھیل جائے گی۔ اس وقت اہل اسلام کو امام مہدیؑ کی تلاش ہوگی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام

حضرت امام مہدی علیہ السلام مدینہ سے مکہ تشریف لے آئیں گے۔ اہل مکہ کی ایک جماعت حجر اسودؑ مقام ابراہیم کے درمیان آپ سے بیعت کرے گی حالانکہ آپ اس منصب امامت پر راضی نہ ہوں گے۔ آپ کا اسم گرامی محمد، باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ آپ حضرت فاطمہ الزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال ہوگی۔

ان حالات میں ماوراء النہر سے ایک شخص حارث حراث نامی اہل اسلام کی مدد کے لئے ایک لشکر بھیجے گا جس کا مقدمہ منصور کے زیر کمان ہوگا۔ یہ لشکر راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کرے گا۔

ظالم سفیانی جس کا اوپر ذکر ہوا، اپنا لشکر امام مہدی علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بھیجے گا جو شکست کھائے گا اس کے بعد خود سفیان لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے گا اور مقام بیداء میں مکہ و مدینہ کے درمیان لشکر سمیت زمین میں دھنس جائے گا۔ صرف ایک شخص بچے گا جو امام مہدی علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر دے گا۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اس کرامت کی خبر دور دور تک پہنچ جائے گی۔ شام کے ابدال اور عراق کے اوتار آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے۔ فوج مدینہ کے علاوہ باقی عرب و یمن کے لوگ بکثرت آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے۔

افواج اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی ممالک روم وغیرہ سے لشکر جرار لے کر شام جمع ہو جائیں گے۔ لشکر کفار میں اسی (80) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار سوار ہوں گے۔ امام مہدی مکہ سے بغرض زیارت مدینہ منورہ جائیں گے اور وہاں سے ملک شام پہنچیں گے۔ حلب یا دمشق کے نواح میں لشکر کفار سے مقابلہ ہوگا۔ حضرت امام علیہ السلام کے لشکر کا تہائی حصہ بھاگ جائے گا جن کی موت کفر پر ہوگی اور ایک تہائی شہادت سے مشرف ہوگا اور باقی تہائی فتح پائے گا۔ دوسرے روز امام موصوف نصاریٰ کے مقابلہ کے لئے نکلیں گے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت عہد کرے گی کہ بغیر فتح پائے یا شہید ہوئے میدان سے واپس نہ آئیں گے۔ یہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے۔ اگلے روز پھر ایک جماعت یہی عہد کرے گی اور جام شہادت نوش کرے گی۔ اسی طرح تیسرے دن بھی یہی واقعہ وقوع میں آئے گا۔ چوتھے روز بقیہ اہل اسلام کفار پر فتح پائیں گے۔ مگر اس سے کسی کو خوشی نہ ہوگی کیونکہ اس لڑائی میں بہت سے خاندان ایسے ہوں گے جن میں فیصدی ایک بچا ہوگا۔ اس کے بعد امام موصوف نظم و نسق میں مشغول ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ پھر ایک سخت لڑائی کے بعد قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا۔

دجال لعین

جب اہل اسلام غنائم قسطنطنیہ تقسیم کر رہے ہوں گے تو شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے اہل و اولاد میں آ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی غنائم چھوڑ کر دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس سوار بطور طلیعہ خبر لانے کے لئے بھیجیں گے۔ ان کی نسبت حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کے نام، ان کے باپوں کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں اور وہ اس وقت روئے زمین پر بہترین سواروں میں سے ہوں گے۔ یہ افواہ غلط ثابت ہوگی۔ لشکر اسلام جب قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے گا تو جنگ عظیم سے ساتویں سال شام و عراق کے درمیان ایک راستے سے دجال ظاہر ہوگا۔ اس کے ظہور سے پہلے دو سال قحط رہے گا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔

دجال کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہوگی بلکہ وہ جگہ ہموار ہوگی۔ مسوح العین ہونے کے سبب سے اسے مسیح الدجال کہتے ہیں۔ وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا اور اس کی پیشانی کے درمیان ک اف ر (کافر) لکھا ہوگا جسے صرف اہل ایمان کاتب وغیر کاتب پڑھ لیں گے۔ وہ روئے زمین پر پھرے گا اور لوگوں کو اپنی الوہیت کی دعوت دے گا۔ اور وہ اسی غرض کے لئے اپنے سرایا مختلف اطراف میں بھیجے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ ہوگا جسے وہ جنت کہے گا اور ایک آگ ہوگی جسے دوزخ بتائے گا۔ موافقین کو وہ اپنی بہشت میں اور مخالفین کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا۔ مگر حقیقت میں وہ بہشت دوزخ کی خاصیت رکھتی ہوگی اور دوزخ باغ بہشت کے مانند ہوگی۔ اس کے پاس اشیاء خوردنی کا بڑا ذخیرہ ہوگا۔ اس میں سے جسے چاہے دے گا۔ لوگوں کی آزمائش کے لئے اس سے خارق عادت امور ظاہر ہوں گے۔ جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے ان کے لئے آسمان کو حکم دے گا تو

دجال کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہوگی بلکہ وہ جگہ ہموار ہوگی۔ مسوح العین ہونے کے سبب سے اسے مسیح الدجال کہتے ہیں۔ وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا اور اس کی پیشانی کے درمیان ک اف ر (کافر) لکھا ہوگا جسے صرف اہل ایمان کاتب وغیر کاتب پڑھ لیں گے۔ وہ روئے زمین پر پھرے گا اور لوگوں کو اپنی الوہیت کی دعوت دے گا۔ اور وہ اسی غرض کے لئے اپنے سرایا مختلف اطراف میں بھیجے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ ہوگا جسے وہ جنت کہے گا اور ایک آگ ہوگی جسے دوزخ بتائے گا۔ موافقین کو وہ اپنی بہشت میں اور مخالفین کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا۔ مگر حقیقت میں وہ بہشت دوزخ کی خاصیت رکھتی ہوگی اور دوزخ باغ بہشت کے مانند ہوگی۔

مینہ برسنے لگے۔ جائے گا۔ زمین کو حکم دے گا تو گھاس اور زراعت بکثرت اگ آئے گی۔ جو انکار کریں گے ان سے مینہ اور زراعت و نباتات کو روک دے گا۔ ایک ویرانے میں پہنچے گا تو زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے۔ چنانچہ اس ویرانے کے خزانے اس کے پیچھے چلیں گے۔ بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپ کو زندہ کردیتا ہوں اگر تم میری خدائی پر ایمان لاؤ۔ پھر وہ شیطانوں کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپ کے ہم شکل ہو کر نکلو۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ اسی طرح اس کے لشکری ایک مومن کو پیش کریں گے وہ دیکھتے ہی کہہ دیگا کہ لوگو! یہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کردیا ہے۔ یہ سن کر دجال حکم دے گا کہ اس کو لٹا کر اس کا سر توڑ دو۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ مومن جواب دے گا کہ تو جھوٹا مسیح ہے۔ پھر دجال کے حکم سے سر سے پاؤں تک اس کے دو ٹکڑے کئے جائیں گے۔ دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا اور کہے گا کہ اٹھ۔ وہ اٹھ بیٹھے گا۔ دجال کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ مومن جواب دے گا۔ اب تو مجھے خوب یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا دجال ہے اور کہے گا ''اے لوگو! میرے بعد یہ کسی اور سے ایسا نہ کرسکے گا۔'' بعد ازاں دجال اسے ذبح کرنا چاہے گا مگر نہ کرسکے گا اور اسے اپنی دوزخ میں پھینک دے گا مگر وہ اس مومن کے لئے جنت ہو جائے گی۔'' حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''وہ مومن اللہ کے نزدیک بڑا شہید ہوگا۔'' الغرض دجال مختلف مقامات پر جائے گا۔ شام سے اصفہان میں پہنچے گا۔ وہاں ستر ہزار یہودی اس کے پیروکار بن جائیں گے۔ پھرتا پھراتا سرحد یمن پر پہنچ جائے گا۔ وہاں سے مکہ معظمہ کا قصد کرے گا مگر فرشتوں کی مخالفت کے سبب اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر مدینہ منورہ میں پہنچے گا۔ اس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو دو فرشتے محافظ ہوں گے اس لئے شہر کے اندر داخل نہ ہوسکے گا۔ یہاں سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

قبل اس کے کہ دجال دمشق پہنچے، امام مہدی علیہ السلام وہاں پہنچ کر جنگ کی تیاری کر چکے ہوں گے۔ اسی اثناء میں اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کو آسمان سے بھیجے گا۔ آپ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے زرد رنگ کا جوڑا زیب تن کئے ہوئے نہایت نورانی شکل میں دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر اتریں گے اور اس امت کی تکریم و تعظیم کی جہت سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پھر لشکر اسلام لشکر دجال پر حملہ کرے گا، گھمسان کا معرکہ ہوگا۔ اس وقت دم عیسیٰ کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہاں تک آپ کی نظر کی رسائی ہوگی وہاں تک آپ کا سانس بھی پہنچے گا اور جس کافر تک پہنچے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور دجال بھاگ جائے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام اس کو بیت المقدس کے قریب موضع لد کے دروازے میں جا لیں گے اور نیزہ سے اس کا کام تمام کردیں گے۔ لشکر اسلام لشکر دجال کے قتل و غارت میں مشغول ہو جائے گا۔ لشکر دجال میں جو یہود ہوں گے ان کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی یہاں تک کہ رات کے وقت اگر کوئی یہودی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپا ہوگا تو وہ پتھر یا درخت بول اٹھے گا کہ یہاں یہودی ہے اس کو قتل کردو۔

زمین پر دجال کا فتنہ چالیس دن رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال، ایک دن ایک مہینے اور ایک دن ایک ہفتہ کے مانند ہوگا۔ باقی دن معمولی دنوں کے مانند ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا، کیا اس میں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ ایک سال کی نمازیں اس دن میں تخمینہ سے ادا کرنی ہوں گی۔

دجال کے فتنہ کے رفع ہونے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اصلاحات میں مشغول ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے اور کفار سے جزیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ سوائے قبول اسلام اور قتل کے دوسرا حکم نہ ہوگا سب کافر مسلمان ہو جائیں گے۔ امام مہدی علیہ السلام کی خلافت 7، 8 یا 9 سال ہوگی، اس کے بعد آپ کا وصال ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔

یاجوج وماجوج

اس کے بعد لوگ امن و امان کی زندگی بسر کرتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں ایسے بندے نکالنے والا ہوں کہ کسی میں ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت و قدرت نہیں ہے۔ تم میرے خاص بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ۔ آپ قلعہ طور میں پناہ گزیں ہو کر سامان حرب و رسد کے مہیا کرنے میں مشغول ہوں گے۔ اس وقت یاجوج وماجوج نکل پڑیں گے یہ لوگ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ ان کا ملک قطب شمالی کی طرف ہفت اقلیم سے باہر بتایا جاتا ہے۔ اس کے جانب شمال سمندر ہے جو سال بھر منجمد رہتا ہے۔ مشرق و مغرب میں دیواروں کی مثل دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان کی ایک گھاٹی سے نکل کر وہ اس طرف کے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ سکندر ذوالقرنین نے ان کو ایک آہنی دیوار کے ذریعہ سے بند کردیا تھا۔ جس کی بلندی ان دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچتی ہے اور موٹائی ساٹھ گز ہے۔ وہ دن بھر اس دیوار کو توڑنے میں لگے رہتے ہیں مگر رات کو قدرت الٰہی سے وہ دیوار ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ جب ان کے نکلنے کا وقت آئے گا تو وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ لوگ ٹڈی دل کی طرح ہر طرف پھیل جائیں گے اور بے دریغ قتل و غارت کریں گے۔ ان کی کثرت کا یہ حال ہے کہ جب ان کی پہلی جماعت بحیرۂ طبریہ میں (جو دس میل لمبا ہے) پہنچے گی تو اس کا تمام پانی پی جائے گی اور دیکھ کر کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا؟ پھر وہ قتل و غارت کرتے ہوئے قدس کے پہاڑ خمر میں پہنچیں گے تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کا تو صفایا کردیا۔ چلو آسمان والوں کو بھی مار ڈالیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ خون آلود کرکے لوٹا دے گا۔ وہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ اب تو ہمارے سوا کوئی نہیں رہا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام مدینہ سے مکہ تشریف لے آئیں گے۔ اہل مکہ کی ایک جماعت حجرا اسود و مقام ابراہیم کے درمیان آپ سے بیعت کرے گی حالانکہ آپ اس منصب امامت پر راضی نہ ہوں گے۔ آپ کا اسم گرامی محمد، باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ آپ حضرت فاطمہ الزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال ہوگی۔ ان حالات میں ماوراء النہر سے ایک شخص حارث حراث نامی اہل اسلام کی مدد کے لئے ایک لشکر بھیجے گا جس کا مقدمہ منصور کے زیر کمان ہوگا۔ یہ لشکر راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور بد دینوں کا صفایا کرے گا۔

محصورین (حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب) میں قحط کا یہ عالم ہوگا کہ گائے کا کلہ سو سو دینار سے بھی زیادہ قیمتی ہوگا۔ پس محصورین دعا کریں گے اس پر اللہ تعالیٰ ان میں مرض نغف بھیجے گا یہ ایک دانہ ہوتا ہے جو اونٹ اور بھیڑ بکری کی گردنوں میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح ہلاک کر دیتا ہے۔ اس مرض میں یاجوج و ماجوج یکبارگی ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب میدان کی طرف آئیں گے اور زمین میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہ پائیں گے جو ان کی چربی و گندگی سے پر نہ ہو۔ پھر آپ مع اصحاب دست دعا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں شتران بختی کی مانند لمبی ہوں گی۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر بارش بھیجے گا جس سے زمین بالکل صاف ہو جائے گی۔ اس بارش کی برکت سے زمین کی پیداوار میں بڑی ترقی ہوگی یہاں تک کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا۔ حیوانات کا دودھ اس کثرت سے ہوگا کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک قبیلہ کے لئے کافی ہوگا اور ایک بکری کا دودھ ایک کنبہ کے لئے کافی ہوگا۔ قوم یاجوج و ماجوج کی کمانیں، ترکش اور تیر مومنوں کے لئے سات سال ایندھن کا کام دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں چالیس سال رہیں گے۔ آپ علیہ السلام کا نکاح ہوگا اور اولاد پیدا ہوگی۔ پھر آپ انتقال فرمائیں گے اور حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مطہرہ میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قبیلۂ قحطان میں سے ایک شخص ''جہجاہ'' نام یمن کے رہنے والے آپ کے خلیفہ ہوں گے اور امور خلافت کو عدل و انصاف کے ساتھ سرانجام دیں گے۔ جہجاہ کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے جن کے عہد میں رسوم کفر و جہل شائع ہو جائیں گی اور علم کم ہو جائے گا۔ اسی اثناء میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مغرب میں زمین میں دھنس جائے گا۔ جن میں منکرین تقدیر ہلاک ہو جائیں گے۔

دخان (دھواں)

اس کے بعد ایک بڑا دھواں آسمان سے نمودار ہوگا جو چالیس روز رہے گا۔ اس سے مسلمان زکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں پر بیہوشی طاری ہو جائے گی۔ بعض ایک دن، بعض دو دن اور بعض تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے۔

آفتاب کا مغرب سے نکلنا

اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ بچے چلا اٹھیں گے، مسافر تنگ دل اور مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہوں گے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ و زاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار اس رات کے دراز ہونے کے بعد اضطراب کی حالت میں آفتاب مغرب سے چاند گرہن کی مانند تھوڑی سی روشنی کے ساتھ نکلے گا۔ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس دن آفتاب اتنا بلند ہو کر غروب ہوگا جتنا کہ چاشت کے وقت ہوتا ہے۔ پھر حسب معمول مشرق کی طرف سے نکلتا رہے گا۔

دابۃ الارض

دوسرے روز لوگ اسی کا ذکر کر رہے ہوں گے کہ کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جسے ''دابۃ الارض'' کہتے ہیں۔ وہ چہرے میں آدمی سے، گردن میں اونٹ سے، دم میں بیل سے، سرین میں ہرن سے، سینگوں میں بارہ سنگھے سے، ہاتھوں میں بندر سے اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ پہلے یمن میں، پھر نجد میں ظاہر ہو کر غائب ہو جائے گا۔ پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ ایسی تیزی سے شہروں کا دورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا۔ وہ اہل ایمان کی پیشانی پر عصائے موسیٰ علیہ السلام سے ایک نورانی خط کھینچ دیگا جس سے تمام چہرہ نورانی ہو جائیگا اور کفار کی ناک یا گردن پر خاتم سلیمان علیہ السلام سے مہر کر دے گا جس سے ان کا چہرہ سیاہ اور بے رونق ہو جائے گا۔

خانہ کعبہ کا گرایا جانا

اس کے بعد ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل میں درد پیدا ہوگا۔ افضل افضل سے، فاضل ناقص سے، اور ناقص فاسق سے پہلے مرنے شروع ہو جائیں گے، یہاں تک کہ کوئی اہل ایمان باقی نہ رہے گا۔ بعد ازاں کفار حبشہ کا غلبہ ہوگا اور ان کی سلطنت قائم ہوگی۔ وہ خانہ کعبہ کو ڈھا دیں گے۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن مجید دلوں، زبانوں اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا۔ خدا ترسی اور خوف آخرت دلوں سے اٹھ جائے گا۔ شرم و حیا نہ رہے گی۔ آدمی گدھوں اور کتوں کی مانند دوستوں کے سامنے جماع کریں گے۔ حکام کا ظلم اور رعایا کی ایک دوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی۔ جس سے شہر و قصبات ویران ہو جائیں گے۔ قحط وبا کا ظہور ہوگا۔

ایک بڑی آگ

اس وقت ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی۔ دیگر ممالک کے لوگ اہل و عیال سمیت شام کو روانہ ہوں گے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہوگی وہ ان کا تعاقب کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ شام پہنچ جائیں گے پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی۔

نفخ صور

اس کے بعد چار پانچ سال لوگ عیش و عشرت کے ساتھ غفلت میں زندگی بسر کریں گے۔ بت پرستی عام ہوگی۔ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ یکایک جمعہ کے روز یوم عاشورہ بھی ہوگا۔ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دیگا۔ صور کی آواز کے صدمہ سے تمام جہان فنا ہو جائے گا۔ زمین و آسمان کے ٹکڑے ہو جائیں

ایک دانہ ہوتا ہے جو اونٹ اور بھیڑ بکری کی گردنوں میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح ہلاک کر دیتا ہے۔ اس مرض میں یاجوج و ماجوج یکبارگی ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب میدان کی طرف آئیں گے اور زمین میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہ پائیں گے جو ان کی چربی و گندگی سے پر نہ ہو۔ پھر آپ مع اصحاب دست دعا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں شتران بختی کی مانند لمبی ہوں گی۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر بارش بھیجے گا جس سے زمین بالکل صاف ہو جائے گی۔

گے۔چاند، سورج اور تمام ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔دریا خشک ہو جائیں گے۔آگ بجھ جائے گی۔سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔لمن الملک الیوم (آج سلطنت کس کی ہے) پھر خود ہی جواب دے گا۔للہ الواحد القھار (اس ایک اللہ کی جو قہار ہے) ایک مدت کے بعد بار دیگر نئے آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی۔پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے۔اس کی آواز سے سب مردوں کے جسم دوبارہ وہی بن جائیں گے اور زندہ ہو کر قبروں سے اٹھیں گے۔اسی کو قیامت کہتے ہیں۔قیامت کے واقعات جو قرآن مجید و احادیث شریف میں مذکور ہیں۔مثلاً مردوں کا ان ہی اجسام کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنا۔آفتاب کا زمین کے قریب آجانا۔حساب اعمال ہونا۔ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کا نیک و بداعمال کی گواہی دینا۔نیکوں کو نامۂ اعمال کا سامنے کی طرف سے دائیں ہاتھ میں ملنا اور بدوں کو پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں ملنا۔اعمال کا ترازو میں تلنا۔پل پراط سے گزرنا۔مومنوں کا اپنے مرتبہ کے موافق کسی کا بجلی کی طرح، کسی کا دوڑتے گھوڑے کی طرح، کسی کا اڑتے پرندے کی طرح، کسی کا معمولی چال سے پل صراط عبور کر جانا اور منافقین و کفار کا کٹ کٹ کر دوزخ میں گرنا۔حوض کوثر کے لذیذ و سرد پانی کے پینے سے مومنوں کی سب کلفتوں کا دور ہو جانا اور جنت میں داخل ہونا وغیرہ۔ان سب کے لئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے یہاں بطور نمونہ ذیل میں تین پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حجاز کی آگ

صحیحین میں بروایت سعید بن المسیب مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک آگ حجاز کی زمین سے نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی۔

مذکورہ بالا پیشن گوئی کے مطابق وہ آگ سرزمین حجاز میں ظاہر ہوئی۔اس کے ظہور سے پہلے کئی زلزلے آئے جو اس کا پیش خیمہ تھے۔چنانچہ ماہ جمادی الاول 654ھ اخیر تاریخ کو مدینہ منورہ میں کئی دفعہ زلزلہ آیا مگر چونکہ خفیف تھا اسلئے بعض لوگوں کو محسوس نہ ہوا۔سہ شنبہ کے روز سخت زلزلہ آیا جسے عام و خاص سب نے محسوس کیا۔شب چہار شنبہ 3 جمادی الاخریٰ کو رات کے اخیر تہائی حصہ میں مدینہ میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے اور اس کی ہیبت سے دل کانپ گئے۔زلزلہ کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن تک رہا۔اس کی آواز بجلی سے بڑھ کر تھی، زمین کانپتی تھی اور دیواریں ہل رہی تھیں۔یہاں تک کہ صرف دن کے وقت اٹھارہ دفعہ حرکت ہوئی۔جمعہ کو چاشت کے وقت زلزلہ بند ہو گیا۔دوپہر کے وقت مدینہ منورہ سے تقریباً ایک منزل جانب شرق یہ آگ نمودار ہوئی اس کے ظاہر ہونے کی جگہ سے آسمان کی طرف بکثرت دھواں اٹھا جس نے افق کو گھیر لیا۔جب تاریکی چھا گئی اور رات آ گئی تو آگ کے شعلے تیز ہو گئے۔یہ آگ ایک ایسے بڑے شہر کی مانند معلوم ہوتی تھی جس کے گرد ایک فصیل ہو اور اس فصیل پر کنگرے اور برج اور مینار ہوں۔غرض اس آگ کو دیکھ کر اہل مدینہ ڈر گئے چنانچہ قاضی سنان حسینی کا بیان ہے کہ "میں امیر مدینہ عز الدین منیف بن شیمہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عذاب نے ہم کو گھیر لیا ہے۔اللہ کی طرف رجوع کرو۔یہ سن کر اس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے اور لوگوں کے اموال ان کو واپس کر دیئے۔پھر وہ قلعہ سے نکل کر حرم شریف میں آیا۔اس نے اور تمام اہل مدینے حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں نے جمعہ اور ہفتہ کی رات حرم شیرف میں گزاری اور باغات میں کوئی ایسا نہ رہا جو حرم شریف میں نہ آیا ہو۔لوگ رات کو گریہ وزاری اور تضرع کرتے تھے اور حجرۂ شریف کے گرد ننگے سر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے اور نبی الرحمت ﷺ سے پناہ طلب کر رہے تھے؟

قطب قسطلانی جو اس وقت مکہ میں مقیم تھے، ان کا بیان ہے کہ یہ آگ بڑھتی ہوئی حرہ اور وادیٔ شظات کے متصل آ پہنچی اور وادیٔ شظات میں سے جس کی ایک طرف وادیٔ حمزہ رضی اللہ عنہ ہے، گزر کر حرم نبی ﷺ کے مقابل ٹھہر گئی۔اس آگ کے شعلے ایسے تیز تھے کہ شجرہ حجر جو اس کے راستے میں آتا اسے پارہ پارہ کر دیتی اور پگھلا دیتی۔غرض اس رحمۃ اللعالمین ﷺ کی تربیت شریف کی برکت سے یہ آگ حرم شریف سے خارج ہی رہی اور وہاں سے پیچھے ہٹ کر اپنا رخ جانب شمال کر لیا اور 52 دن تک روشن رہی۔

یہ آگ مکہ، ینبع اور تیماء سے دکھائی دیتی تھی اور شہر بصرا کے لوگوں کو اس کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آ گئیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔مؤرخین کا قول ہے کہ یہ آگ چار فرسنگ لمبی اور چار میل چوڑی اور ڈیڑھ قامت عمیق وادی میں چلتی تھی۔اس کی حرارت سے پتھر رانگ کی مانند پگھل جاتا تھا۔اس طرح دنوں کے اخیر میں حرہ منتہا کے نزدیک پگھلے ہوئے پتھر جمع ہوتے گئے اور آخر کار وادی شظات کے وسط میں کوہ وعیرہ کی طرف ایک سد بن گئی۔اس سد کے آثار ہنوز باقی ہیں اور اہل مدینہ اسے حبس کہتے ہیں۔مدینہ منورہ میں اس آگ کا ظہور ایسا مشہور ہے کہ مؤرخین کے نزدیک حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

امام نووی (متوفی 676ھ) جو اس زمانے میں موجود تھے، اس آگ کی نسبت شرح صحیح مسلم (مطبوعہ انصاری، جلد ثانی، کتاب الفتن 393) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"اور تحقیق ہمارے زمانے میں 654ھ میں مدینہ میں ایک آگ نکلی اور نہایت بڑی آگ تھی جو مدینہ کے مشرقی جانب سے حرہ کے پیچھے نکلی۔شام اور باقی شہروں کے تمام باشندوں کو بطریق تواتر اس کا علم ہوا اور مجھے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے خبر دی جس نے اس آگ کو دیکھا۔"

علامہ تاج الدین سبکی (متوفی 771ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (جزء خامس 112) میں لکھتے ہیں کہ جب ماہ جمادی الاخریٰ 654ھ کی پانچویں تاریخ ہوئی تو مدینۃ النبی میں اس آگ کا ظہور ہوا اور اس سے پہلے کی دو راتوں میں ایک بڑی آواز ظاہر ہوئی پھر ایک بڑا زلزلہ آیا۔پھر قریظہ کے قریب حرہ میں آگ ظاہر ہوئی۔اہل مدینہ اپنے گھروں سے اسے دیکھتے تھے۔اس آگ کی روئیں پانی کی طرح جاری ہوئیں اور پہاڑ آگ بن کر رواں ہوئے۔یہ آگ حاجیوں کے راستہ عراق کی طرف روانہ ہوئی پھر ٹھہر گئی اور زمین کو کھانے لگی۔رات کے اخیر حصہ سے چاشت کے وقت تک اس میں سے ایک بڑی آواز آتی تھی۔لوگوں نے نبی ﷺ سے مدد طلب کی اور گناہ ترک کر دیے۔یہ آگ ایک مہینہ سے زیادہ روشن رہی۔یہ وہی آگ ہے جس کی خبر جناب مصطفیٰ صلوٰت اللہ علیہ نے دی تھی۔کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔" ایک شخص سے جو رات کے وقت بصریٰ میں تھا، روایت ہے کہ اس کو اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولایت کا ڈنکا آج بھی بج رہا ہے

دعوت اسلام کی خصوصی تحریر

پیدائش سے پہلے ولایت کی خبر

آپ کی ولادت سے عرصہ بعید پہلے مشائخ کبار علیہم الرحم نے آپ کی ولادت شان وشوکت، مقام اور جلالت کی خبریں دیں، چند ایک درج کی جاتی ہیں۔

امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ہمام غوث سیدنا حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سجاور (مصلہ) حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچانے کے لیے اپنے ایک مرید کو دیا اور وصیت فرمائی کہ اس کو بہت حفاظت سے رکھنا اور اپنے مرنے کے وقت کسی معتمد اور معتبر شخص کو دے دینا اور اس کو وصیت کرنا کہ وہ بھی مرتے وقت کسی دوسرے شخص کو دے دے اسی طرح پانچویں صدی کے درمیان تک یہ سلسلہ چلتا رہے حتی کہ غوث اعظم جن کا نام مبارک شیخ عبدالقادر الحسنی الجیلانی ہوگا ظاہر ہوں گے یہ ان کی امانت ہے ان کو پہنچانا اور میرا سلام کہنا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

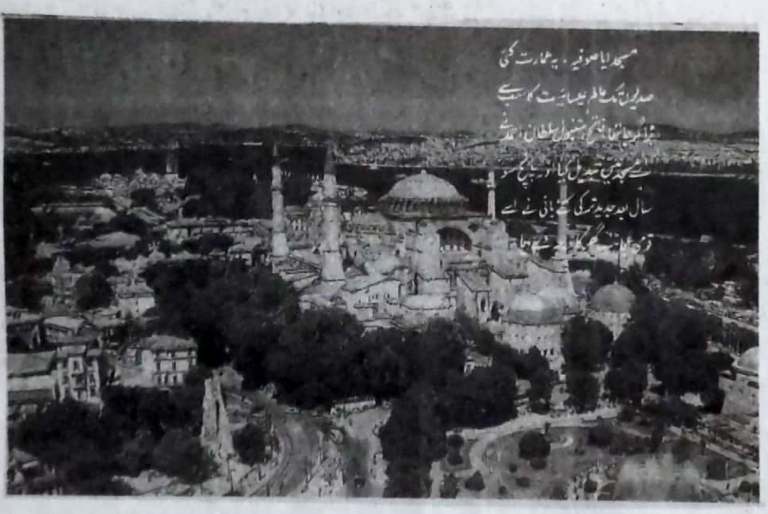
ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے عالم غیب سے معلوم ہوا ہے کہ پانچویں صدی کے وسط میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی اولاد اطہار میں سے ایک قطب عالم ہوگا۔

جن کا لقب محی الدین اور اسم مبارک سید عبدالقادر ہے۔ اور وہ غوث اعظم ہوگا۔ اور گیلان میں پیدائش ہو گی۔ ان کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے آئمہ کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ اولین و آخرین کے بیرونی اور ولیہ کی گردن پر میرا قدم ہے کہنے کا حکم ہوگا۔ (تفریح الخاطر ص ۲۶۔۲۷)

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ

محمد بن احمد ذریع الزنجانی قدس سرہ النورانی نے اپنی کتاب روضۃ النواظر ونزہۃ الخواطر کے باب ششم میں ان مشائخ کا جنھوں نے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قطبیت کے مرتبہ کی شہادت دینے کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ آپ سے پہلے اولیاء الرحمٰن میں سے کوئی بھی حضرت کا منکر نہ تھا بلکہ انھوں نے آپ کی آمد آمد کی بشارت دی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے زمانہ مبارک سے لے کر حضرت شیخ محی الدین قطب سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک تک بالوضاحت آگاہ فرمادیا ہے کہ جتنے بھی اولیاء اللہ گزرے ہیں سب نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خبر دی ہے۔

شیخ ابو احمد عبداللہ الجونی قدس اللہ سرہ النورانی



شیخ ابو احمد عبداللہ الجونی الملقب بالحقی علیہ الرحمۃ نے ۴۶۸ھ میں کوہ حرد میں اپنی خلوت میں ارشاد فرمایا کہ عنقریب بلاد عجم میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی کرامات اور خوارق کی وجہ سے بہت شہرت ہوگی۔ اس کو تمام اولیاء الرحمٰن کے نزدیک مقبولیت تامہ حاصل ہوگی۔ اس کے وجود باوجود سے اہل زمانہ شرف حاصل کریں گے۔ اور جو اس کی زیارت کرے گا نفع اٹھائے گا۔

شیخ مسلمہ بن نعمۃ السروجی رضی اللہ عنہ

آپ سے کس نے پوچھا کہ اس وقت قطب وقت کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ قطب وقت اس وقت مکہ مکرمہ میں ہیں۔ اور ابھی وہ لوگوں پر مخفی ہیں۔ انہیں صالحین کے سوا دوسرا کوئی نہیں پہچانتا۔ نیز عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عنقریب ایک عجمی شخص جس کا نام اسم گرامی عبدالقادر ہوگا ظاہر ہوگا۔ جن سے کرامات اور خوارق عادات بکثرت ظاہر ہوں گے۔ اور یہی وہ غوث اور قطب ہوں گے جو مجمع عام میں **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ** فرمائیں گے۔ اور اپنے اس قول میں حق بجانت ہوں گے تمام اولیاء وقت آپ کے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ذات بابرکات اور ان کی کرامات کی تصدیق کرنے کی وجہ سے لوگوں کو نفع پہنچائے گا۔

شیخ محمد شبنکی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر کامل شیخ ابوبکر بن ہوارا علیہ الرحمۃ سے سنا کہ عراق کے اوتار آٹھ ہیں۔

حضرت معروف کرخی، امام احمد بن جنبل، حضرت بشر حانی، حضرت منصور بن عمار، حضرت جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت سہل بن عبداللہ تسری، حضرت عبدالقادر جیلانی۔

میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضرت عبدالقادر جیلانی کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ شرفاء عجم میں سے ایک شخص بغداد شریف میں آ کر سکونت اختیار کرے گا۔ اس کا ظہور پانچویں صدی میں ہو گا اور وہ شخص اوتاد، افراد اور اقطاب زمانہ سے ہوگا۔

شیخ ابوبکر بن ہوار علیہ الرحمۃ

ایک روز انہوں نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ عنقریب عراق میں ایک عجمی شخص جو کہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک عالی مرتبت ہوگا۔ اس کا نام عبدالقادر ہوگا اور بغداد شریف میں سکونت اختیار کرے گا۔ **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ** کا اعلان فرمائے گا اور زمانہ کے تمام اولیاء اللہ اس کے مطیع ہوں گے۔

شیخ مسلمہ بن نعمۃ السروجی رضی اللہ عنہ

آپ سے کس نے پوچھا کہ اس وقت قطب وقت کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ قطب وقت اس وقت مکہ مکرمہ میں ہیں۔ اور ابھی وہ لوگوں پر مخفی ہیں۔ انہیں صالحین کے سوا دوسرا کوئی نہیں پہچانتا۔ نیز عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عنقریب ایک عجمی شخص جس کا نام اسم گرامی عبدالقادر ہوگا ظاہر ہوگا۔ جن سے کرامات اور خوارق عادات بکثرت ظاہر ہوں گے۔ اور یہی وہ غوث اور قطب ہوں گے جو مجمع عام میں **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ** فرمائیں گے۔ اور اپنے اس قول میں حق بجانت ہوں گے تمام اولیاء وقت آپ کے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ذات بابرکات اور ان کی کرامات کی تصدیق کرنے کی وجہ سے لوگوں کو نفع پہنچائے گا۔

جس کی منبر بنیں گردن اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اپنی ولایت کا چھوٹی عمر میں علم ہونا۔

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ آپ کو کب سے معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں بارہ برس کا تھا کہ اپنے شہر کے مدرسہ میں پڑھنے کے لیے جایا کرتا تھا تو میں اپنے اردگرد فرشتوں کو چلتے دیکھتا تھا۔ اور جب مدرسہ میں پہنچتا تو انہیں یہ کہتے ہوئے سنتا کہ ہٹ جاؤ! اللہ تعالیٰ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں صغرسنی کے عالم میں مدرسہ کو جایا کرتا تھا تو روزانہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا اور مجھے مدرسہ لے جاتا۔ خود بھی میرے پاس بیٹھا رہتا۔ میں اس کو مطلقاً نہ پہچانتا تھا کہ یہ فرشتہ ہے۔

ایک روز میں نے اس سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔ میں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں مدرسہ میں آپ کے ساتھ رہا کروں۔

شہنشاہ بغداد واقدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک روز میرے قریب سے ایک شخص گزرا جس کو میں بالکل نہ جانتا تھا۔ اس نے جب فرشتوں کو یہ کہتے سنا کہ کشادہ ہو جاؤ تا کہ اللہ کا ولی بیٹھ جائے تو اس نے فرشتوں میں سے ایک کو پوچھا۔ یہ لڑکیا کس کا ہے؟ تو فرشتے نے جواب دیا۔ یہ سادات کے گھرانے کا لڑکا ہے۔ تو اس نے کہا۔ عنقریب یہ بہت بڑی شان والا ہوگا۔

حضور شاہ جیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد میں نے ان کو پہچانا کہ وہ ابدال وقت میں سے تھا۔

حضرت غوث صمدانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ میں جب بچپن میں کبھی بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو میں کسی کہنے والے کی آواز کو سنتا جو مجھے کہت۔ اے خوش بخت اور خوش نصیب تم میرے پاس آ جاؤ۔ تو میں فوراً والدہ محترمہ کی گود میں چلا جاتا۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ابتدائے جوانی میں مجھ پر نیند غالب آتی۔ تو میرے کانوں میں یہ آواز آتی۔ اے عبدالقادر! ہم نے تجھ کو سونے کے لیے پیدا کیا۔

علم دین حاصل کرنے کا اشارہ

شیخ محمد بن قائد الادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ حج کے دن بچپن میں مجھے ایک مرتبہ جنگل میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور ایک بیل کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ کہ اس بیل نے میری طرف دیکھ کر کہا اے عبدالقادر تم کو اس قسم کے کاموں کے لیے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ میں گھبرا کر گھر لوٹا۔ اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا۔ تو میں نے عرفات کے میدان میں لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔

بعد ازیں میں اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیں۔ اور مجھے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں وہاں جا کر علم دین حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔

آپ نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ میں نے بیل والا واقعہ عرض کیا۔ تو آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اسی دینار جو میرے والد ماجد کی وراثت تھے۔ میرے پاس لے آئیں و میں نے ان میں سے چالیس دینار لے لئے اور چالیس دینار اپنے بھائی سید ابو احمد علیہ الرحمۃ کے لیے چھوڑ دیئے۔ آپ نے میرے چالیس دینار میری گدڑی میں سی دیئے اور مجھے بغداد جانے کی اجازت مرحمت عنایت فرما دی۔

آپ نے مجھے ہر حال میں راست گوئی اور سچائی کو اپنانے کی تاکید فرمائی اور جیلان کے باہر تک مجھے الوداع کہنے کے لے تشریف لائیں اور فرمایا۔ اے میرے خداوندار جمند! میں تجھے محض اللہ تعالیٰ عزوجل کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنے پاس سے جدا کرتی ہوں اور اب مجھے تمہارا منہ قیامت کو ہی دیکھنا نصیب ہوگا۔

تشریف آوری سے بغداد میں رحمت باری

حضرت علامہ عارف باللہ نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف الشطنوفی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف لطیف بہجۃ الاسرار فی معدن الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے بغداد شریف کو شرف بخشا تو بغداد کی سعادت مندی کے جملہ آثار نمایاں ہوگئے۔

بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ ان کا مبارک قدم پہنچتے ہی رحمت کی بدلیاں چھا گئیں باران رحمت کے بادل نثار ہونے لگے جس سے اس سرزمین میں رشد وہدایت کی روشنی میں دگنا اضافہ ہوگیا اور گھر گھر اجالا ہو گیا۔

حضرت علامہ عارف باللہ نورالدین ابی الحسن علی بن یوسف الشطنوفی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف لطیف بہجۃ الاسرار فی معدن الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے بغداد شریف کو شرف بخشا تو بغداد کی سعادت مندی کے جملہ آثار نمایاں ہوگئے۔ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ ان کا مبارک قدم پہنچتے ہی رحمت کی بدلیاں چھا گئیں باران رحمت کے بادل نثار ہونے لگے جس سے اس سرزمین میں رشد وہدایت کی روشنی میں دگنا اضافہ ہوگیا اور گھر گھر اجالا ہوگیا۔

علم دین

حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ

1۔ علم دین حاصل کرنا ہر ایک مسلمان پر صرف ضروری ہی نہیں بلکہ روحانی بیماریوں کے لیے کلی شفا ہے۔

2۔ علم دین پرہیزگاری کا ایک سیدھا راستہ ہے اور اس کی حجت اور واضح دلیل ہے نیز بہت بڑا درجہ ہے۔

3۔ علم دین یقین کے تمام طریقوں میں سب سے اعلیٰ اور منصب ہے۔

4۔ نیک لوگوں کا مایہ فخر ناز اور سند ہے۔

تو

آپ نے اس کے حصول کی لیے بڑی جدوجہد کی اور دور ونزدیک کے علماء کرام، مشائخ عظم، فقہاء علام سے بڑی کوشش سے حاصل کیا۔

آپ کے اساتذہ کرام

قرآن پاک تو آپ نے پہلے ہی حفظ کر لیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے علم فقہ عرصہ دراز تک بہت بڑے فقہا مثلاً ابو الوفاعلی بن عقیل الحنبلی، ابو الخطاب محفوظ الکلوزانی الحنبلی، ابوالحسن محمد بن قاضی ابویعلیٰ، محمد بن الحسین بن محمد الفراء الحنبلی اور قاضی ابوسعید سے حاصل فرمایا۔

علم حدیث شریف بڑے محدثین محمد بن الحسن الباقلائی، ابوسعید محمد بن عبدالکریم بن حشیشا، ابوالغنائم محمد بن محمد بن علی بن میمون الفرسی، ابوبکر احمد المظفر، ابوجعفر بن احمد بن الحسین القاری، السراج، ابوالقاسم علی بن احمد بن بنان الکرخی، ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف، عبدالرحمٰن بن احمد، ابوالبرکات ہبۃ اللہ ابن المبارک، ابوالعز محمد بن المختار، ابونصر محمد، ابو غالب احمد، ابوعبداللہ یحییٰ، ابو الحسن بن المبارک بن الطیوری، ابو منصور عبدالرحمان القزاز، ابوالبرکات طلحہ العاقولی وغیرہم علیہم الرحمۃ سے حاصل فرمایا۔

علم ادب۔ آپ نے ابوذکریا یحییٰ بن علی التبریزی سے حاصل فرمایا۔

تصوف۔ آپ نے شیخ ابویعقوب یوسف بن ایوب الہمدانی علیہم الرحمۃ سے حاصل فرمایا۔

آپ کا علمی مقام

امام ربانی شیخ عبدالوہاب الشعرانی، شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحییٰ حلبی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاغیاث رضی اللہ تعالیٰ

عنہ تیرہ علموں میں تقریر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

علامہ شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ عالیہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام کا علم پڑھتے تھے۔ دوپہر سے پہلی اور بعد دونوں وقت تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ اور ظہر کے بعد قرأتوں کے ساتھ قرآن پاک پڑھاتے تھے۔

ابو محمد الخشاب نحوی علیہ الرحمۃ

بیان کرتے ہیں کہ میں عین عالم شباب میں علم نحو پڑھتا تھا۔ اس وقت اکثر لوگوں سے آپ کے اوصاف سننے میں آتے کہ آپ نہایت فصحت اور بلاغت سے وعظ فرماتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کے وعظ سننے کا شائق تھا۔ مگر عدیم الفرصتی حائل ہوتی رہی۔

چنانچہ ایک دفعہ لوگوں کے ساتھ آپ کی مجلس وعظ مس حاضر ہوا۔ آپؒ نے میری طرف التفات کر کے فرمایا کہ تم ہمارے پاس رہو۔ تو ہم تمہیں زمانہ کا سیبویہ بنا دیں گے۔ میں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ اور اسی وقت سے ہی آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر رہنا شروع کر دیا۔ اور عرصہ قلیل میں ہی مجھے آپ کی بارہ سے وہ کچھ حاصل ہوا جو کہ میں اس عمر تک حاصل نہ کر سکا تھا۔ مسائل نحویہ و علوم عقلیہ و نقلیہ جو کہ مجھے اب تک معلوم نہ ہوئے تھے

اچھی طرح سے ذہن نشین ہوگئے۔

آپ کے علم کا امتحان لینے کے لیے ایک سو فقہا کا آنا

حضرت غوث العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وعرفان کی شہرت جب دور دراز کے ملکوں اور شہروں میں ہوئی۔ تو بغداد شریف کے اجل فقہا میں سے ایک سو فقہا آپ کے علم کا امتحان لینے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اور ان فقہا میں سے ایک ایک فقیہہ بہت سے پیچیدہ مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔ جب وہ سب فقہیہ بیٹھ گئے تو آپ نے اپنی گردن مبارک جھکالی اور آپ کے سینہ مبارک سے نور کی ایک کرن ظاہر ہوئی جو ان سب فقہا کے سینوں پر پڑی۔ جس سے ان کے دل میں جو جو سوالات تھے وہ سب صلب ہوگئے۔ وہ سخت پریشان اور مضطرب ہوئے۔ سب نے مل کر زور سے چیخ ماری اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اپنی پگڑیاں پھینک دیں۔

اس کے بعد آپ کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور ان کے سوالات (جو اپنے دلوں میں لے کر حاضر ہوئے تھے) کے جوابات ارشاد فرمائے جس پر سب فقہاء نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا۔

ایک آیت کی تفسیر

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ آپ کے علمی کمالات کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز کسی قاری نے آپؒ کی مجلس شریفہ میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی۔ تو آپ نے اس آیت کی تفسیر میں پہلے ایک معنے پھر دوسرے اس کے بعد تیسرے معنے یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان فرمائے۔ بعد ازیں دیگر وجاہات بیان فرمائیں جن کی تعداد چالیس تھی۔ اور ہر وجہ کی تائید میں دلائل قاطعہ بیان فرمائے۔ ہر معنے کے ساتھ سند بیان فرمائی۔ آپ کے علمی دلائل کی تفصیل سے سب حاضرین متعجب ہوئے۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ

علامہ حافظ ابوالعباس احمد بن احمد البندنیجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں شیخ جمال الدین ابن جوزی علیہ الرحمۃ بھی حاضر تھے۔ اور آپ کی پہلی گیارہ وجوہات بیان کردہ کے متعلق محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اقرار کیا کہ ان کا مجھے علم تھا لیکن بعد والی چالیس وجوہات کے متعلق آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی مقام میں بھی بالادستی رکھنے کا اقرار کیا۔ اور آپؒ کے نیاز مند ہوگئے۔

مجمع علوم و فنون

قاضی القضاۃ ابو عبداللہ محمد بن الشیخ العماد ابراہیم عبدالواحد المقدسی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ان کے شیخ، الشیخ موفق الدین نے بیان فرمایا کہ جب حضرت غوث الثقلین مجمع الجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۶۱ھ میں بغداد شریف تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ علم، عمل، حال اور استفتاء کی ریاست کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ جب طلبہ آپ کی خدمت عالیہ میں پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے تو پھر ان کو کسی دوسرے استاد کی طرف توجہ کرنے کی قطعا ضرورت نہ رہتی۔ کیونکہ آپ مجمع علوم و فنون تھے۔ آپ کثرت سے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ

نے اپنی تاریخ میں فرمایا ہے۔ آپ علم حدیث، فقہ، وعظ اور علوم حقائق میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔

قاضی القضاۃ ابو عبداللہ محمد بن الشیخ العماد ابراہیم عبدالواحد المقدسی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ان کے شیخ، الشیخ موفق الدین نے بیان فرمایا کہ جب حضرت غوث الثقلین مجمع الجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۶۱ھ میں بغداد شریف تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ علم، عمل، حال اور استفتاء کی ریاست کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ جب طلبہ آپ کی خدمت عالیہ میں پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے تو پھر ان کو کسی دوسرے استاد کی طرف توجہ کرنے کی قطعا ضرورت نہ رہتی۔ کیونکہ آپ مجمع علوم و فنون تھے۔ آپ کثرت سے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔

القابات

آپ کے علمی، اخلاقی اور روحانی اوصاف اور خصائل پر علماء عظام نے آپ کو بڑے بڑے القابات سے یاد کیا ہے۔ چند ایک درج ہیں۔

ذوالبیانین، کریم الجدین و الطرفین، صاحب البرہانین و السلطانین، امام الفریقین و الطریقین، ذوالسراجین و المنہاجین، غوث الثقلین، غوث اعظم وغیرھا۔

فتاویٰ مبارکہ

حضور پرنور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادہ سیدی عبدالوہاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے ۵۲۸ھ تا ۵۶۱ھ تینتیس سال درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیئے۔

علماء عارق اور گردونواح کے علماء اور دنیا کے گوشے گوشے سے آپ کے پاس فتوے آتے، آنحضرت بے سبق مطالعہ وتفکر جواب برصواب ثبت فرمودی وہیچکس رااز حذاق علماء و بحار عظماء مجال خلاف تکلم دراں متصور نبودے۔ یعنی آپ بغیر مطالعہ، تفکر اور غور وخوص کے جواب باصواب دیتے۔ حاذق علماء اور بہت بڑے فضلاء میں سے کسی کو بھی آپ کے فتوے کے خلاف کلام کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی۔

علامہ شعرانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں۔ علماء عراق کے سامنے آپ کے فتاویٰ پیش ہوتے تو ان کو آپ کی علمی قابلیت پر سخت تعجب ہوتا تھا۔ اور وہ یہ پکار اٹھتے تھے کہ وہ ذات پاک ہے، جس نے ان کو ایسی علمی نعمت سے نوازا ہے۔

ایک عجیب مسئلہ

بلاد عجم میں سے آپ کے پاس ایک سوال آیا، ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اسی طور پر کھائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے کہ جس وقت وہ عبادت میں مشغول ہوگا تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی عبادت نہ کرتا ہوگا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ تو اس صورت میں کون سی عبادت کرنی چاہئے۔ اس سوال سے علماء عراق حیران اور ششدر رہ گئے اور اس کا جواب نہ دے سکنے کا اعتراف کرنے لگے۔ اور اس مسئلہ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں انہوں نے پیش کیا۔ تو آپ نے فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لیے خالی کرائے اور تنہا سات مرتبہ طواف کر کے اپنی قسم کو پورا کرے۔ پس اس شافی جواب سے علماء عراق کو نہایت ہی تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ اس سوال کے جواب سے عاجز ہوگئے تھے۔

وہ علماء عظام جو آپ کی مجلس میں اکثر حاضرہوتے

قاضی ابو یعلیٰ بن محمد الفراء الحنبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالعزیز بن الاخضر نے بیان کیا ہے کہ میں ابویعلی سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں الشیخ عبدالقادر الجیلانی کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ اور شیخ الفقیہ ابوالفتح نصر المنی۔ شیخ ابومحمد محمود بن عثمان البقال، امام ابوحفص عمر بن ابونصر بن علی الغزال، شیخ ابومحمد الحسن الفارسی، شیخ عبداللہ بن احمد الخشاب، امام ابوعمر وعثمان الملقب بشافعی زمانہ، شیخ محمد بن الکیزان، شیخ الفقیہ رسلان بن عبداللہ بن شعبان، شیخ محمد بن مظفر بن غانم العلثی، احمد بن سعد بن وھب بن علی الھروی، محمد بن الازھر الصیرفنی، یحییٰ بن البرکۃ محفوظ الدبیقی، علی بن احمد بن وھب الازنی۔ قاضی القضاۃ عبدالملک بن عیسیٰ بن ھرباس المرائی ان کے بھائی عثمان۔ ان کے صاحبزادے عبدالرحمان۔ عبداللہ بن نصیر بن حمزہ البکری۔ عبدالجبار بن ابوالفضل القفصی۔ علی بن ابوظاھر الانصاری۔ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الحافظ، امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد قدامۃ المقدسی الحنبلی اور ابراھیم بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی علیھم الرحمۃ بھی آپ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔

مدرسہ نظامیہ

علم وعرفان کا مرکز:

۵۲۸ھ میں آپ کے مدرسہ نظامیہ کی وسیع عمارت تیار ہوگئی۔ آپ نے بڑی جدوجہد سے درس وتدریس، افتاء ووعظ کے کام کو شروع فرمایا۔ ادور دراز سے لوگ حاضر ہوتے۔ علماء وصلحاء کی ایک عظیم جماعت تیار ہوگئی۔ اور آپ سے علم وعرفان حاصل کر کے اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔ تمام عراق میں آپ کے مریدین پھیل گئے۔ آپ کے اوصاف وخصائل حمیدہ کی وجہ سے لوگوں نے مختلف قسم کے القابات سے آپ کو ملقب کیا۔

۵۲۸ھ میں آپ کے مدرسہ نظامیہ کی وسیع عمارت تیار ہوگئی۔ آپ نے بڑی جدوجہد سے درس وتدریس، افتاء ووعظ کے کام کو شروع فرمایا۔ ادور دراز سے لوگ حاضر ہوتے۔ علماء وصلحاء کی ایک عظیم جماعت تیار ہوگئی۔ اور آپ سے علم وعرفان حاصل کر کے اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔ تمام عراق میں آپ کے مریدین پھیل گئے۔ آپ کے اوصاف و خصائل حمیدہ کی وجہ سے لوگوں نے مختلف قسم کے القابات سے آپ کو ملقب کیا۔

بہت سے علماء اور فضلاء شرف تلمذ سے مشرف ہوئے اور ایک خلق کثیر آپ کے علم وعرفان سے فیضیاب ہوئی۔ جن کی تعداد بے حد اور بے شمار ہے۔ تبرکاً چند حضرات کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں۔

آپ کے تلامذہ

محمد بن احمد بن بختیار، بومحمد عبداللہ بن ابوالحسن

الجبائی، خلف بن عباس المصری، عبدالمنعم بن علی الحرانی، ابراھیم الحداد الیمنی، عبداللہ الاسدی الیمنی۔ عطیف بن زیاد الیمنی۔ عمر بن احمد الیمنی الجھری، مدافع بن احمد، ابراھیم بن بشارت العدلی، عمر بن مسعود البزار، ان کے استاد میر بن محمد الجیلانی، ع بداللہ البطائحی نزیل بعلبک، یکی بن ابوعثمان السعدی اور ان کے بیٹے عبدالرحمان صالح، عبداللہ بن الحسن بن العکبری، ابوالقاسم بن ابوبکر احمد، ان کے بھائی احمد، عتیق، عبدالعزیز بن ابونصر الجنابذی، محمد بن ابوالمکارم الجبہ الیعقوبی، عبدالملک بن ریال اور ان کے صاحبزادے ابوالفرج، ابواحمد الفضیلہ، عبدالرحمان بن نجم الخزرجی، یحیٰی التکریتی، ھلال بن امیۃ العدنی، یوسف مظفر العاقولی، احمد بن اسماعیل بن حمزہ، عبداللہ بن احمد بن المنصوری، سدوبۃ الصیر یفینی، عثمان الباسری، محمد الواعظ الخیاط۔ تاج الدین بن بطہ، عمر بن المدائنی۔ عبدالرحمان بن بقا، محمد المصری، عبداللہ بن محمد بن الولید، عبدالحسن بن الدویدۃ، محمد بن ابو الحسین، دلف الحریمی، احمد بن الدبیقی، محمد بن احمد المؤذن، یوسف بن ھبۃ اللہ الدمشقی، احمد بن مطیع، علی بن النفیس المامونی، محمد بن اللیث الضریر الشریف احمد بن منصور۔ علی بن ابوبکر بن ادریس، محمد بن نصرہ، عبداللطیف بن محمد الحرانی، ان کے علاوہ بھی شاگردوں کی کثیر تعداد ہے جن کے نام بخوف طوالت درج نہیں کیئے گئے۔

درس و تدریس میں جانفشانی

آپ بڑی محنت اور جانفشانی سے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ احمد بن المبارک الفرغانی بیان کرتے ہیں کہ ایک عجمی شخص جس کا نام ابی تھا۔ نہایت ہی غبی اور کند ذہن تھا۔ بڑی محنت اور کوشش سے سمجھانے کے باوجود وہ مسئلہ نہ سمجھ سکتا تھا اور وہ آپ کا شاگرد بھی تھا۔

ایک روز جبکہ آپ اس کو بڑی جانفشانی سے پڑھا رہے تھے۔ ابن السمحل علیہ الرحمۃ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے اس قدر محنت اور کوشش سے پڑھانے پر ابن سمحل بہت حیران ہوئے۔ جب وہ لڑکا سبق پڑھ کر چلا گیا تو انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ کا اس کو پڑھانے میں اس قدر مشقت برداشت کرنے پر میں حیران ہوں تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔ اس کے ساتھ میری محنت اور جانفشانی کے دن ایک ہفتہ سے کم رہے گئے ہیں۔ ایک ہفتہ نہ گزرے گا کہ یہ بے چارہ رحمت الٰہی میں پہنچ جائے گا۔ ابن سمحل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہفتہ کے آخری دن اس ابی نامی لڑکے کا انتقال ہو گیا اور میں نے اس کے جنازہ میں شرکت کی۔

وعظ و نصیحت

شہباز لامکان قدس سرہ النورانی کے فقرزدن ار جمند سیدنا عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۲۱ھ سے ۵۶۷ھ تک چالیس سال مخلوق کو وعظ ونصیحت فرمایا۔

شاہ جیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہفتہ میں تین دن جمعہ، منگل اور بدھ کو وعظ ونصیحت فرمانے کے لیے متعین فرمائے تھے۔

ابراہیم بن سعد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علماء کا لباس پہن کر اونچے مقام پر جلوہ افروز ہو کر وعظ فرماتے تو لوگ آپ کے کلام مبارک کو بغور سنتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ آپ نیک بات کی تلقین فرماتے اور برائی کو روکنے اور اس سے بچنے کی تاکید فرماتے۔ امراء سلاطین، خاص و عام کو منبر پر رونق افروز ہو کر ان کے سامنے نیک بات بتاتے جو کوئی ظالم شخص کو حاکم مقرر کرتا تو اس کو اس سے منع فرماتے۔ آپ کو برائی سے روکنے پر کسی سے قطعاً خوف وخطر نہ ہوتا۔

بادشاہوں اور دنیا کے حکام کی وقعت بحیثیت دنیا آپ کی نگاہ میں مطلقاً نہ تھی۔ بادشاہوں سے گفتگو نہایت بے باکی سے فرماتے ان کو نصیحت فرماتے تو ایسی کھری کھری بے لاگ باتیں ہوتیں جس کی کچھ حد نہیں۔ چند ایک واقعات پیش نظر کیئے جاتے ہیں۔

ظالم قاضی کو حکماً معزول کرانا

خلیفہ المقتفی لامراللہ نے جب ابوالوفا یحیٰی بن سعید کو

شیخ ابوالعباس الخضر الحسین الموصلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم کئی لوگ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں حاضر تھے کہ خلیفہ المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن خلیفہ المقتفی لامراللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کرنے کے بعد آپ کے سامنے مودٔب طریق سے بیٹھ گیا۔ خلیفہ آپ کی خدمت میں جو وعظ ونصیحت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اور ساتھ دس عدد تھلیاں جو روپوں سے بھرپور تھیں لایا۔ آپ کی خدمت میں ان کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ خلیفہ نے بہت زیادہ اصرار کیا۔ تو آپ نے بہت زیادہ اصرار پر ان میں سے دو تھیلیاں جو عمدہ تھیں اٹھالیں۔ ایک کو دائیں ہاتھ میں دوسری کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر نچورا۔ تو ان تھیلیوں سے خون ٹپکنے لگا۔ آپ نے خلیفہ کو فرمایا۔ تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کا خون نچوڑ کر اس مال کو میرے پاس لائے ہو۔ خلیفہ یہ سن کر بے ہوش ہو گیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے خلیفہ کے آل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے کی عزت وحرمت مدنظر نہ ہوتی تو میں اس خون کو اس کے محلات تک بہا دیتا۔

جو اب المزاحم الظالم کے نام سے مشہور تھا عہدۂ قضا پر مامور کیا تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر خلیفہ کو فرمایا ''تم نے ایک بہت بڑے ظالم شخص کو منصب قضا پر مقرر کیا ہے۔ تم کل پروردگار عالم کی بارگاہ میں جو نہایت ہی مہربان ہے کیا جواب دو گے؟ خلیفہ آپ کا یہ وعظ سن کر کانپ اٹھا۔ اور رونے لگا۔ نیز اسی وقت ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو عہدۂ قضا سے معزول کر دیا۔

تھیلی سے خون نکلنا

شیخ ابو العباس الخضر الحسینی الموصلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم کئی لوگ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں حاضر تھے کہ خلیفہ المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن خلیفہ المقتفی لامر اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کرنے کے بعد آپ کے سامنے مؤدب طریق سے بیٹھ گیا۔ خلیفہ آپ کی خدمت میں جو وعظ و نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اور ساتھ دس عدد تھیلیاں جو روپوں سے بھرپور تھیں لایا۔ آپ کی خدمت میں ان کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ خلیفہ نے بہت زیادہ اصرار کیا۔ تو آپ نے بہت زیادہ اصرار پر ان میں سے دو تھیلیاں جو عمدہ تھیں اٹھالیں۔ ایک کو دائیں ہاتھ میں دوسری کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر نچوڑا۔ تو ان تھیلیوں سے خون ٹپکنے لگا۔ آپ نے خلیفہ کو فرمایا۔ تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کا خون نچوڑ کر اس مال کو میرے پاس لائے ہو۔ خلیفہ یہ سن کر بے ہوش ہو گیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے خلیفہ کے آل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے کی عزت و حرمت مدنظر نہ ہوتی تو میں اس خون کو اس کے محلات تک بہا دیتا۔

خلیفہ وقت حضور کی مجلس میں حاضر ہوتا تو آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیتا اور ادب سے دست بستہ آپ کے سامنے بیٹھ جاتا۔

اگر آپ خلیفۂ وقت کو کبھی تحریر لکھتے تو اس انداز سے لکھتے جیسے بادشاہ ماتحت کو فرمان جاری کرتا ہے۔ خلیفہ آپ کی تحریر دیکھتا اور چوم کر آنکھوں اور سر پر رکھتا۔ اور زبان حال سے کہتا کہ حضرت کا فرمان بالکل درست ہے۔

فیض مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مرتضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور سیدنا غوث الثقلین، غیث الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حالت بیداری میں قابل از نماز ظہر شہنشاہ کون ومکاں، سرور مرسلاں، نبی غیب دان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔ اے میرے بیٹے! تم وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟

غوث اعظم رضی اللہ عنہ:۔ (عرض کرتے ہوئے) اے میرے بزرگوار و والد ماجد! میں ایک عجمی شخص ہوں۔ فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح تقریر کروں۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم:۔ (حکم فرماتے ہوئے) اپنا منہ کھولو!

غوث اعظم رضی اللہ عنہ:۔ (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) میں نے منہ کھولا۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم:۔ سات مرتبہ لعاب مبارک منہ میں تھتکار کر فرمایا) جاؤ! اب وعظ و نصیحت کیا کرو اور لوگوں کو نیکی کی دعوت دو۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ:۔ بعد ازیں ظہر کی نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ: (شفقت سے) بیٹا! اپنا منہ کھولو!

غوث اعظم رضی اللہ عنہ:۔ (آداب بجا لاتے ہوئے) میں نے منہ کھولا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ چھ مرتبہ منہ میں تھتکار کر فرمایا۔ وعظ و نصیحت کرو۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ:۔ (نیاز مندانہ طریق سے) حضور والا! آپ نے سات مرتبہ منہ میں کیوں نہیں تھتکار؟

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ:۔ بیٹا! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم:۔ اے بیٹا! یہ خلعت پہنو۔

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ عالیجاہ! یہ کیسی

عوام کی کثرت تعداد میں حاضر ہونے کی وجہ سے مدرسہ کی عمارت کی وسعت ناکافی تھی۔ لوگ باہر فصیل کے نزدیک سرائے کے دروازے کے قریب سڑک پر بیٹھ جاتے۔ روز بروز کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر قرب جواب کے مکانان شام کر کے مدرسہ عالیہ کی عمارت کو وسیع کر دیا گیا۔ امراء نے مدرسہ کی وسیع ترین عمارت بنوا دینے میں زر کثیر خرچ کیا۔ فقراء اور صوفیاء نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا۔ آپ کی مجلس مبارکہ میں باوجودیکہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا تھا۔ لیکن آپ کی آواز مبارک جتنی نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی۔ اتنی ہی دور والوں کو سنائی دیتی تھی۔ یعنی دور اور نزدیک والے حضرات یکساں آپ کی آواز مبارک بالکل صاف سنتے تھے۔

خلعت ہے؟

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم:۔ یہ تمہاری ولایت کی خلعت ہے۔ جو کہ اقطاب اولیاء سے مخصوص ہے۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ:۔ بعدازیں ان کے فیوض وبرکات سے میں نے حقائق ومعارف کو جان لیا۔ حلقہ ارادت وسیع ہو گیا۔ ارادتمند اطاعت وعبادت کی طرف مائل ہوتے گئے اور انہوں نے اپنی گھروں کو ذکر الٰہی سے آباد کرنا شروع کر دیا۔

مجلس وعظ میں ہجوم

شیخ عبداللہ الجبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور سیدنا غوث اعظم رضی الہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ابتداء میں میرے پاس دو یا تین آدمی بیٹھا کرتے تھے۔ پھر جب شہرت ہوئی تو میرے پاس خلقت کا ہجوم آنے لگا۔ اس وقت میں بغداد شریف کے محلّہ جلسہ کی عیدگاہ میں بیٹھا کرتا تھا۔ لوگ رات کو مشعلیں اور لالٹینیں لے کر آتے پھر اتنا اجتماع ہونے لگا کہ یہ عیدگاہ بھی لوگوں کے لیے ناکافی ہوگئی۔ اس وجہ سے باہر بڑی عیدگاہ میں منبر رکھا گیا۔ لوگ دور دراز سے کثیر التعداد میں گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر آتے۔ قریباً ستر ہزار کا اجتماع ہوتا تھا۔

حضرت کے صاحبزادہ والاشان سیدنا عبدالوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ آپ کی مبارک مجلس میں علماء، فقہاء اور مشائخ وغیرہم بکثرت تعداد میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ کی مجلس میں افاضل علماء جن کی تعداد چار سو تھی۔ قلم اور دوات لے کر حاضر ہوتے تھے۔

مدرسہ نظامیہ کی وسیع عمارت

عوام کی کثرت تعداد میں حاضر ہونے کی وجہ سے مدرسہ کی عمارت کی وسعت ناکافی تھی۔ لوگ باہر فصیل کے نزدیک سرائے کے دروازے کے قریب سڑک پر بیٹھ جاتے۔ روز بروز کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر قرب جوار کے مکانات شامل کر کے مدرسہ عالیہ کی عمارت کو وسیع کر دیا گیا۔ امراء نے مدرسہ کی وسیع ترین عمارت بنوا دینے میں زر کثیر خرچ کیا۔ فقراء اور صوفیاء نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا۔

آواز مبارک

آپ کی مجلس مبارکہ میں باوجودیکہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا تھا۔ لیکن آپ کی آواز مبارک جتنی نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی۔ اتنی ہی دور والوں کو سنائی دیتی تھی۔ یعنی دور اور نزدیک والے حضرات یکساں آپ کی آواز مبارک بالکل صاف سنتے تھے۔

مجلس میں انبیاء اور اولیاء کی تشریف آوری

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: آپ کی مجلس شریف میں کل اولیاء اللہ، انبیاء کرام جسمانی حیات کے ساتھ اور ارواح کے ساتھ اور جن اور ملائک تشریف فرما ہوتے تھے۔ اور حضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی تربیت وتائید کے لیے جلوہ فرما ہوتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام تو اکثر اوقات مجلس شریف کے حاضرین میں شامل ہوتے تھے اور مشائخ زمان میں سے جس سے بھی حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تو اس کو آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کی تاکید فرماتے نیز ارشاد فرماتے کہ جس کو بھی فلاح وبہبود کی خواہش ہو اس کو اس مجلس شریف کی ہمیشہ حاضری ضروری ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی تشریف آوری

حضرت سعید قیلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ جناب سرور کائنات مفخر موجودات محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی مجلس مبارک میں رونق افروز ہوئے دیکھا اور فرشتے آپ کی مجلس میں گروہ در گروہ حاضر ہوتے تھے اور اسی طرح رجال غیب بھی آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور حاضری میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرتے تھے۔

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

مجلس کے اردگرد بارش

ایک دفعہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اہل مجلس سے خطاب فرما رہے تھے کہ اتنے میں بارش ہونے لگی۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر مبارک اٹھا کر بارگاہ رب العالمین میں عرض کی۔ اے اللہ! میں تیرے لیے لوگوں کو جمع کرتا ہوں۔ اور تو ان کو منتشر کرتا ہے۔

آپ کا یہ کہنا ہی تھا کہ مدرسہ پر بارش کا برسنا موقوف ہوگیا اور اس کے اردگرد بارش برستی رہی۔

مجلس کی کیفیت

آپ کی مجلس شریف میں تو نہ ہی کسی کو تھوک آتا تھا نہ ہی کھنکارتا تھا اور نہ ہی کوئی کسی سے کلام کرتا تھا۔ کسی فرد کو مجلس میں سے کھڑے ہونے کی جرأت بھی نہ ہوتی تھی۔ آپ کی تقریر دلپذیر سے لوگوں کی وجدانی کیفیت ہوتی تھی۔

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے عظیم المرتبت محدث پر آپ کی مجلس مبارکہ میں وجد طاری ہوگیا تھا۔

مجلس میں لوگوں کا تائب ہونا

آپ کے دست حق پرست پر کثیر تعداد میں لوگوں نے توبہ کی۔ شیخ عمر الکیمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ آپ کی مجالس شریفہ میں سے کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی۔ جس میں یہود ونصاریٰ اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔ یا ڈاکو، قزاق، قاتل النفس، مفسد اور بداعتقاد لوگ آپ کے دست حق پرست پر توبہ نہ کرتے ہوں۔

پانچ ہزار یہود اور نصاریٰ کا اسلام قبول کرنا

محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں: بے شک میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہود ونصاریٰ نے اسلام قبول کیا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکوؤں، قزاقوں، فساق، فجار، مفسد اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی۔

کیا امریکہ ہی آخری دجال ہے؟

ڈاکٹر عاطف گوہر کی خصوصی تحریر

افغانستان کے بعد عراق پر امریکی حملہ کے بعد عام مسلمانوں میں بالعموم علمائے کرام میں بالخصوص یہ بحث چل رہی ہے کہ کیا امریکہ ہی دور حاضر کا دجال ہے کہ ان کے لئے جو ماننے کے لئے جاننا ضروری نہیں سمجھتے۔ کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ ہی دجال ہے لیکن اگر ماننے کے لئے جاننا بھی ضروری سمجھا جائے تو آنخضرت محمد ﷺ کے احوال و فرامین کی روشنی میں بھی امریکہ دجال لگتا ہے۔

آنخضرت محمد ﷺ دائمی مینارہ نور ہیں اور اپنی ملہمانہ فہم وفراست میں آپ ﷺ نے رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لئے بحکم الٰہی نظریات وحوالہ جات، حقائق و روایات اور سنن وامثال کی ایک بے نظیر دولت محفوظ کروائی۔ کمال باریک باریک بینی، ضرب بالمثل احتیاط اور بے نظیر تحقیق وتفتیش سے محفوظ شدہ آنخضور ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں جو ہر دور میں بسنے والے پر تجسس اور پر اعتقاد ذہنوں کو، علمی سطح پر منطقی دائرے میں نور، علم وہدایت دکھاتی ہیں۔

یہی نزاکت ونفاست سے، بلاکم وکاست محفوظ محفوظ کی گئی احادیث ہیں۔ متواتر اور مدصقہ جو ایک ایسے دور کی واضح نشاندہی کرتی ہیں جو فتنۂ اعظم فتنہ دجال کی نت نئی شیطانی اختراعات سے پر ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ دجال ایسے خطرناک تناسب کا مغلوب کن فتنہ ہے کہ اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو اس سے خبردار کیا۔ آنخضرت ﷺ نے تو نہایت تفصیل سے متعدد مقامات پر تشبیہات وتمثیلات سے اس کفر عظیم سے اپنے مقلدین کو ہوشیار کیا۔

آنخضرت ﷺ کے مکاشفات مبارکہ میں مستقبل سے متعلق گفتگو زیادہ تر مقامات پر تمثیلاً ہے تاکہ بات جامع مگر آسان فہم ہو۔ ہمارے اکثر عالم دین ان تشبیہات و تمثیلات کو خود سمجھنے میں اور انہیں آج کے دور کے پیرائے میں دوسروں کو سمجھانے سے قاصر ہیں۔ وہ جب ان احادیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے دجال کوہ قاف کے طلسماتی دور کی کسی داستان کا کوئی کردار ہوگا اور کیونکہ جدید ترین علم و دانش سے بہرآور آج کے ترقی یافتہ انسان کو وہ کوئی ایسی نشانی نہیں دکھا سکے کہ دجال کی طلسماتی قوتوں اور ابلیسی ایجادات کی منطقی اور ٹھوس دلیل بنے، اس لئے ہم اپنے اردگرد برستے دجال کے فتنوں سے بے خبر ہیں۔

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اگر ہم متحدہ ریاست ہائے امریکہ کے موجودہ طور طریقوں، رجحانات، ترجیحات، اثر ورسوخ اور اس کرہ ارض اور اس کے باسیوں پر اپنی غیر متقابل اور لامحدود فرعونیت زبردستی نافذ کرنے کی قوت واستعداد، منصوبہ بندی اور عمل کا بغور جائزہ لیں تو فتنہ دجال اور امریکی رسم و رواج میں کم ہی کوئی فرق نظر آتا ہے۔

دجال عربی لفظ ''دجل'' سے اخذ شدہ ہے جس کے لغوی معنے جھوٹ وفریب ہیں اور دجال سچائی کو چھپانے والے اور جھوٹ وفریب پھیلانے والے کو کہتے ہیں۔ سوزمانہ دجال میں شرانگیز اور تعجب خیز دجالی فتنے، سچ اور راست روی کے جاذب نظر لبادے میں پیش کئے جائیں گے اور یہ فلسفہ دجال اتنا آفت انگیز اور سحر خیز ہوگا کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا بارش کی مانند ہر گھر کوٹھڑی میں گھس بیٹھے گا اور مزید فرمایا کہ وہ نفسانی عیش پرستی کی اختراعات اور علامات ترقی جن پر میری امت فخر کرے گی اور جن کا متکبرانہ ذکر اپنی محفلوں میں بڑھ چڑھ کر کرے گی، دراصل فتنہ دجال کی علامات ہوں گی۔

آنخضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''دجال یک چشم ہے مگر پھر بھی خدائی کا دعویٰ کرے گا، مگر یاد رکھو، تمہارا اللہ یک چشم نہیں''۔ آنخضور ﷺ یہاں فتنہ دجال کی وضاحت کرتے ہوئے اسے ایک آنکھ والے، کانے سے تشبیہ دے رہے ہیں اور فتنہ دجال کے غیر منصفانہ اور جانبدارانہ سوچ اور

> آنخضرت محمد ﷺ دائمی مینارہ نور ہیں اور اپنی ملہمانہ فہم وفراست میں آپ ﷺ نے رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لئے بحکم الٰہی نظریات وحوالہ جات، حقائق وروایات اور سنن وامثال کی ایک بے نظیر دولت محفوظ کروائی۔ کمال باریک باریک بینی، ضرب بالمثل احتیاط اور بے نظیر تحقیق وتفتیش سے محفوظ شدہ آنخضور ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں جو ہر دور میں بسنے والے پر تجسس اور پر اعتقاد ذہنوں کو، علمی سطح پر منطقی دائرے میں نور، علم و ہدایت دکھاتی ہیں۔

روبہ کا تخیلی تقابل کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ ایسے ہی جیسے وہ مخالف نقطہ نظر بالکل نہ دیکھ سکے اور یک چشم ہو۔

اس نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے تاکیداً فرمایا مگر یاد رکھو تمہارا رب یک چشم نہیں یعنی باوجود یہ کہ دجال خدائی دعوے کرے گا مگر اللہ رحمان و رحیم انصاف کرنے والا اور تصویر کے دونوں رخ بلکہ ہر رخ، دیکھنے اور سمجھنے کی کامل قدرت رکھنے والا ہے اور یوں دجال کے خدائی دعوے کی نفی اس کے اپنے اعمال کریں گے۔ دجال انتہا درجے کا دغلا، بدگمان اور بے رحم ہوگا اور پنے کانے پن میں اپنی ہی ڈگر پر ہٹ دھرمی سے اپنے مخالف ہر سوچ کو روندتا چلا جائے گا۔

امریکہ کی جانبداری اور تعصب اتنا واضح ہے کہ اندھے بھی اسے صاف محسوس کرسکتے ہیں۔ خاص طور پر مسلمانوں کے معاملات میں تو امریکی طرز عمل مردوں کو بھی چونکا دیتا ہے۔ اس ضمن میں لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ بوسنیا اور چیچنیا میں اس کے اور اس کے حواریوں کے سخت ست ردعمل کا موازنہ، مشرقی تیمور میں بلا کے چست اور قطعی ردعمل سے کیجئے۔ جہاد افغانستان کے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں سرتاپا جکڑے ہوئے اور کھلے آسمان تلے پنجروں میں قید مسلمان غازیوں سے کئے جانے والے غیر انسانی وحشیانہ سلوک کا موازنہ سربیا کے ملعون جلاد، سلوبادان ملوسوچ اور جنگ بوضیا کے دوسرے جنگی مجرموں کو دی گئی، شاہانہ آسائشوں اور ان کی شکم سیر آسودگی و رکھ رکھاؤ سے کیجئے اور عراق پر بغیر کسی ٹھوس وجہ اور بغیر کسی واضح ثبوت کے باقی ساری دنیا کے سمجھانے بجھانے اور اس یک چشم اتحاد کو تصویر کا دوسرا رخ دکھانے کی مسلسل کوشش کے باوجود

> امریکہ کی جانبداری اور تعصب اتنا واضح ہے کہ اندھے بھی اسے صاف محسوس کرسکتے ہیں۔ خاص طور پر مسلمانوں کے معاملات میں تو امریکی طرز عمل مردوں کو بھی چونکا دیتا ہے۔ اس ضمن میں لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ بوسنیا اور چیچنیا میں اس کے اور اس کے حواریوں کے سخت ست ردعمل کا موازنہ، مشرقی تیمور میں بلا کے چست اور قطعی ردعمل سے کیجئے جہاد افغانستان کے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں سرتاپا جکڑے ہوئے اور کھلے آسمان تلے پنجروں میں قید مسلمان غازیوں سے کئے جانے والے غیر انسانی وحشیانہ سلوک کا موازنہ سربیا کے ملعون جلاد، سلوبادان ملو سوچ اور کو دی گئی شاہانہ آسائشوں و رکھ رکھاؤ سے کیجئے

اس کی عظیم الحبشہ ہیبت ناک یک طرفہ مہم جوئی پر غور کیجئے۔ اس دجالی اتحاد کے متکبرانہ کانی پن کا پردہ اس کے اپنے رنگ ڈھنگ اور تیروں نے صریحاً چاک چاک کر کے رکھ دیا ہے۔

''ہم دنیا کی واحد سپر پاور ہیں''۔ ''کوئی ہم سے چھپ نہیں سکتا۔'' ''ہم دشمن کو اس کے بلوں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔'' ''جس افغان نے القاعدہ کی سپاہ کو پکڑوانے میں مدد کی اسے زندہ رہنے کی اجازت دے دی جائے گی۔'' یہ موجودہ امریکی انتظامیہ کے تنبیہی دعوے ہیں جو ہم روزانہ سنتے ہیں۔ آج تمام بنی نوع انسان کا اپنی مشکلات سے نجات کے لئے امریکہ کرنا اور الوہیت کا ہالہ جو اس نے کمال انہماک سے اپنے گرد کھینچ رکھا ہے۔ تمام کے تمام اس کے دعوے خدائی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

جی ہاں اس منبع علم و ہدایت ﷺ نے فرمایا کہ دجال اپنے ساتھ دوزخ اور جنت لے کر چلے گا، لیکن اس کی آگ دراصل گلزار اور اس کی جنتی اختراعات درحقیقت نار جہنم کا ایندھن ہوں گی۔ اب تو یہ ہونے سے رہا کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں وائٹ ہاؤس کے پریس روم میں کھلم کھلا اعلان کیا جائے کہ ہم خدا ہیں۔ ہمارے احکامات اٹل ہیں، ہم حاجت رواں ہیں۔ ہمارا ساتھ دینے والوں کے لئے دھن، دولت کے انبار اور دودھ و شہد کے بہتے دریا ہیں اور جو ہم سے اختلاف رائے رکھے گا، اس کے لئے ڈیزی کٹر اور بموں کی ماں کی دہکتی آگ ہے، اذیت ناک مفلسی اور ہولناک غم والم، ذرا صدر بش اور ان کے فرعونی درووں سے بھری پڑی تقاریر اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو دنیا کے خود ساختہ مالک، اکلوتی سپر پاور کے دعوہ خدائی کے ثبوت نظر آئیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''فتنہ دجال اتنا شدید ہوگا کہ ایک آدمی کے پاس آئے گا، جس کے باپ بھائی مرچکے ہوں گے اور کہے گا کیا خیال ہے۔ اگر میں تمہارے باپ اور بھائی کو زندہ کردوں تو تم مجھے اپنا رب مان لوگے۔ وہ کہے گا ہاں کیوں نہیں اور دجال اس کے بھائی اور اس کے باپ کو سامنے لا کھڑا کرے گا۔''

اسکاٹ لینڈ کے سائنسدانوں نے پیوند لگا بچھڑا ''ڈولی'' بنا کر قوت تخلیق کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ امریکی ماہرین کا دعویٰ کہ وہ جنسی کوڈ توڑ چکے ہیں اور اگر کسی انسان کا پیدائش کے اسرار و رموز کا گڑھ ڈی این اے انہیں میسر ہو تو وہ ویسا ہی انسان پیدا کرسکتے ہیں۔ اٹلی سے یہ اعلان کہ وہ پہلا انسان اس سال کے اختتام سے پہلے منظر عام پر لے آئیں گے اور ان کے پاس سو کے قریب ایڈوانس بکنگ ہو چکی ہیں اور چند سائنسی تحقیقی جریدوں کا یہ دعویٰ کہ امریکہ کی ایک لیبارٹری میں تخلیق کرنے کا کامیاب تجربہ ہو چکا ہے مگر ابھی عوام الناس اور مذہبی پیشواؤں کے مخالفانہ شدید ردعمل کے خوف سے اس صلاحیت کو مخفی رکھا ہے۔ عمل پیدائش کی خدائی قوت پر دسترس حاصل کرلینا زمانہ آخر سے متصل فتنہ دجال کبیرا کے عروج کی ایک بہت اہم اور بڑی نشانی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''لفظ کافر و دجال کے ماتھے پر کندہ ہوگا اور کھرے ایمان والے اسے صاف پڑھ سکیں گے۔ اس حدیث کو پڑھ سن کر کئی مرد و زن یہ کہیں گے کہ صدر بش اور ان کے حواریوں میں سے تو کسی کے ماتھے پر کافر نہیں لکھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ واضح فرمایا کہ سب انسانوں کو تو یہ نظر نہیں آئے گا کہ دجال پیدائشی جھوٹا اور فریب کار ہے لیکن ذرا برابر سمجھ بوجھ والے صاف پڑھ سکیں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ ایک بار پھر اس علم و حکمت کے شہر نے نہایت موزوں تشبیہ سے اپنے فرمان کو جامع اور عمیق بنا ڈالا ہے۔ دنیا کی بے شمار تہذیبوں اور زبانوں میں، جیسے عربی، اردو، فارسی، پنجابی، انگریزی وغیرہ میں جب کوئی خصلت خصوصاً منفی رجحان کسی شخص میں بہت نمایاں ہو تو یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ تو اس کے ماتھے پر لکھا ہے یہی وہ

رنگ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں اپنا پیغام پہنچایا۔

دجال انتہا درجہ کا مغرور، بے رحم، کاذب و گمراہ کن، یک چشم، ہٹ دھرم، الہامی فرمان کی نفی کرنے پر نہایت سفا کی سی اڑا ہوا اور اتنا کھلا فریب و جھوٹ ہوگا کہ ایمان والے صاف دیکھ سکیں گے کہ دجال مجسم کفر ہے۔

امریکہ کے سراپا دجل ہونے کی وضاحت ان گنت مثالوں سے کی جاسکتی ہے۔ اس نکتہ کی ناقابل تردید گواہی ان کے جگن ناتھ اداروں اور کارخانوں کے لچھن، ان کی اخلاقی تنزلی اور ہر قیمت پر مادی دولت حاصل کرنی کی جستجو ہے۔ خود ساختہ راست روی کے دکھاوے کی اوٹ میں ناگوار اور گھٹیا ترین انسانی خصلتوں پر استوار ایک خود غرض معاشرتی نظام اور اس معاشرتی تنزلی کو وہ جدت اور ترقی گردانتے ہیں اور ہماری نوجوان نسل کو مسلسل یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ اسلوب زندگی قابل رشک اور قابل تقلید ہیں اور یہی وہ جنت ہے، جس کے لئے انہیں تندہی سے جدوجہد اور خلوص نیت سے خواہش و جستجو کرنی چاہئے۔

واقعتاً ایک کافرانہ معاشرہ بدی میں ڈوبا ہوا، اتنا منحرف و فریب کار کہ کسی بھی صاحب بصیرت کو نظر آجائے گا کہ امریکہ کے اعمال اس کے ماتھے پر سایہ فگن ہیں، ہو بہو ویسے ہی جیسے آنحضرت ﷺ نے تمثیلاً فرمایا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے دجال کی سواری سے متعلق جو صلاحیتیں اور نمایاں خصوصیات بیان فرمائی ہیں، ان پر صرف ایک نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دجال کی حیرت انگیز خوبیوں والی سواری جدید ہوائی جہاز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''دجال ایسی سواری پر سفر کرے گا جس کے کانوں کے بیچ چالیس ہاتھ (یا گز) کا فاصلہ ہوگا۔ جب وہ چلے گی تو اس کی دم سے دھواں خارج ہوگا اور اس کے پاؤں اس کے پیٹ میں سمٹ جائیں گے۔ دجال اپنی سواری سے بادلوں کو چھو سکے گا، سمندروں کو عبور کر سکے گا، دجال نہایت برق رفتاری سے سفر کر سکے گا۔ جیسے ہوائیں بادلوں کو اڑا لے جائیں۔ ایسے کہ جیسے زمین اس کے واسطے تہہ کردی گئی اور دجال کی سواری کو ہانکنے والا کالے رنگ کا جبہ اور کالی دستار پہنے ہوگا۔''

آنحضرت ﷺ نے دجال کی سواری سے متعلق جو صلاحیتیں اور نمایاں خصوصیات بیان فرمائی ہیں، ان پر صرف ایک نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ دجال کی حیرت انگیز خوبیوں والی سواری جدید ہوائی جہاز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''دجال ایسی سواری پر سفر کرے گا جس کے کانوں کے بیچ چالیس ہاتھ (یا گز) کا فاصلہ ہوگا۔ جب وہ چلے گی تو اس کی دم سے دھواں خارج ہوگا اور اس کے پاؤں اس کے پیٹ میں سمٹ جائیں گے۔ دجال اپنی سواری سے بادلوں کو چھو سکے گا، سمندروں کو عبور کر سکے گا، دجال نہایت برق رفتاری سے سفر کر سکے گا۔ جیسے ہوائیں بادلوں کو اڑا لے جائیں۔ ایسے کہ جیسے زمین اس کے واسطے تہہ کردی گئی اور دجال کی سواری کو ہانکنے والا کالے رنگ کا جبہ اور کالی دستار پہنے ہوگا۔''

کتاب الفتن میں مذکورہ ایک دلچسپ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے جزیرہ نما خطہ زمین کا ذکر فرمایا جو فسق و فجور کا گڑھ بنے گا۔ آپ ﷺ نے تمیم داری ایک عیسائی کا تذکرہ فرمایا جو ایمان لایا اور آپ ﷺ سے بیعت ہوا۔ تمیم داری نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ اپنے تیس ساتھیوں سمیت، بحری جہاز میں سوار تھا کہ جہاز راہ سے ہٹ گیا اور وہ ایک ماہ سمندر میں بھٹکتے رہے۔ بالآخر جہاز ایک جزیرہ سے جا لگا۔ تلاش خورد و نوش میں یہاں ان کا سامنا ایک زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیو ہیکل آدمی سے ہوا۔ اس جن نما آدمی نے ان سے جزیرہ نما عرب کے پیغمبر ﷺ کے متعلق کئی سوال کئے۔ پھر کہا خبر دار یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے کہ پیغمبر ﷺ کے تابعدار ہو اور میرا حال پوچھتے ہو تو میں مسیح ہوں یعنی دجال اور عنقریب میں آزاد ہو جاؤں گا اور کوئی بستی نہ چھوڑوں گا جہاں نہ جاؤں سوائے مکہ اور طیبہ کے کہ وہاں جانا مجھ پر حرام ہے۔ وہاں موجود فرشتے ہاتھ میں ننگی تلواریں لئے مجھے روک دیں گے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا عصا مبارک منبر پر ٹکورا اور فرمایا۔ ''یہ طیبہ ہے، طیبہ یہی ہے، طیبہ یہی ہے۔'' اور پھر اس جزیرہ کا ذکر کرتے ہوئے تین بار فرمایا ''وہ پورب کی طرف ہے، پورب کی طرف، پورب کی طرف۔''

سو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اللہ علیم و حکیم نے فتنہ دجال کا ابلیسانہ مظہر ایک وقت مقرر تک فو کی رکھا اور اس کی جائے حراست ایک گمنام دور افتادہ جزیرہ تھا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لوگ ناواقف تھے۔ مدینہ منورہ جغرافیائی لحاظ سے دنیا کے تقریباً وسط میں واقع ہے اور مغرب و مشرق دونوں اطراف سے امریکہ مدینہ منورہ سے تقریباً ہم فاصلہ ہے۔ مشرق سمت سے امریکہ تک کا فاصلہ یقیناً کم ہے اور اسی نسبت سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ ابلیسیت اور جھوٹ و فریب کا گڑھ پورب (مشرق) کی طرف ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی قوت صرف اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرحمت فرمائی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اپنے نزول ثانیہ کے بعد دجال کا قصہ تمام کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاتم الانبیاء کے مقلد کی حیثیت سے اس دنیا میں دوبارہ آمد، اولیاء کرام میں اللہ ذوالجلال کے محبوب ترین ولی حضرت امام مہدی علیہ السلام کا آخر کار ظہور موعود اور اس ظہور کے پس منظر میں رونما ہونے والی ہولناک اور خونی واقعات اور بنی نوع آدم کو راستی و شانتی کے جھانسے میں بھٹکا لے جاتے، مہلک ترین دجل فتنہ دجال اور کردجال کی ابلیسی اختراعات اور من موہنی ایجادات سے متعلقہ احادیث مبارکہ سے جبکہ حاضر زمانہ کے پیرائے میں مرتب اکتساب فیض کرتی ہیں کہ ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ہم ہی وہ انت نسل ہیں جو دجال کی نیستی اور دین حق کی حیات کی چشم دید گواہ ہوگی اور یہ کہ فتنوں کے فتنہ اعظم کی پیش رو اور علم بردار متحدہ ریاست ہائے امریکہ دجال ہے۔

ہے تجھ میں مکر جانے کی جرات تو مکر جا

آخری معرکہ شروع ہو گیا!

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کی خصوصی رپورٹ

انسانی علوم ومعارف کا سب سے حیرت ناک حصہ وہ ہے جس میں آنے والے واقعات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ایسے علوم ہر مذہب میں موجود ہیں اور ان میں ایسی پیشن گوئیاں ہیں جومن وعن اپنے اپنی وقت میں اس طرح پوری ہوئیں کہ انسانی عقل ششدر رہ گئی۔

ہمارے ہاں حضرت نعمت شاہ ولی بخاری کا طویل قصیدہ اس کی ایک مثال ہے۔عیسائیوں میں نوسٹرڈیمس کی ایک سو پیشن گوئیوں کے دس حصے اہمیت کے حامل ہیں۔ مصر میں خوفو کے مقبرے (ہرم) اور بعض دیگر اہرام سے ایسی پیشن گوئیوں پر مشتمل دستاویز ملی ہیں۔مصری پیشن گوئیوں کے بارے میں ڈیوڈسن کی کتاب The Great Pyramaids Divine Message جو 1927ء میں طبع ہوئی، سب سے اہم سمجھی جاتی ہے۔ہمارے ہاں مصری پیشن گوئیوں کے بارے میں لوگوں کو زیادہ معلومات حاصل نہیں لیکن ان میں بعض اہم پیشن گوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں۔ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور 33 سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔اس واقعہ کی تفصیلات اتنی حیرت ناک ہیں کہ انہیں خود عیسائی علماء نے مضبوط دلیل قرار دے کر حضرت علیؑ کی تاریخ پیدائش 4 اپریل پر اتفاق رائے کیا ہے۔

مصری پیش گوئیوں میں رسالت مآب ﷺ کی 569 عیسوی میں ولادت باسعادت اور 631ء میں آپ ﷺ کی رحلت کا ذکر ہے۔ بعد کے واقعات جن میں 1947ء میں ہندوستان کی دو آزاد مملکتوں میں تقسیم اور 1969ء میں انسان کے چاند پر پہنچنے کی پیشن گوئیاں بھی شامل ہیں، جو حیرت انگیز طریقے پر وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ان پیشن گوئیوں میں مہلک ترین اسلحے کی ایجاد اور ایسی جنگ عظیم جس میں دنیا کے تمام ملک کسی نہ کسی طرح سے شریک ہوں گے اور جس میں دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ ختم ہو جائے گا، کا ذکر بھی ہے۔یہ وہ خطرہ ہے جو آج کی دنیا میں ہر باشعور انسان کے ذہن پر منڈلا رہا ہے۔اس جنگ کے بعد ایک نئے روحانی دور کی نوید بھی سنائی گئی ہے۔جو ایک عظیم الشان روحانی ہستی کا مرہون منت ہوگا۔

اسلامی پیشن گوئیوں کی غرض وافادیت

رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے آئندہ کے بڑے بڑے واقعات کی تفصیل بیان فرمائی۔ یہ تفصیلات حضرت ثوبانؓ، عوف بن مالکؓ، ذی مخبرؓ، ابو ہریرہؓ، معاذ بن جبلؓ اور سب سے زیادہ حضرت حذیفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالی سے کتب حدیث میں مذکور ہیں۔کتب احادیث کے یہ ابواب نعمت اللہ شاہ ولی، نوسٹرڈیمس یا مصری پیشن گوئیوں کی طرز پر آئندہ کے بڑے بڑے واقعات کے بیانیہ روزنامچے پیش نہیں کرتے بلکہ انسان کی آگاہی اور اصلاح وعبرت کے لئے، مستقبل میں بدلتے ہوئے انسانی رویوں کے زندہ نمونے پیش کرتے ہیں۔ان پیشن گوئیوں کے حوالے سے یہ ایک انوکھا اور انتہائی عبرت انگیز طریقہ ہے اور اس کا مقصد محض اطلاع کی بجائے عبرت انسانی کی تربیت اور مشکل اوقات سے نمٹنے کے لئے اہل حق کو تیار کرنا ہے۔ایسا نہیں کہ احادیث مبارکہ میں آئندہ



اینٹی ایئر کرافٹ گن سے مسلح خشکی اور پانی کی قدرتی رکاوٹوں کو باآسانی عبور کرنے والی بکتر بند گاڑی

واقعات کا سرے سے ذکر ہی نہ ہو۔

انسانی قدروں کا زوال:

آخری دور کے انسانی رویوں کے حوالے سے آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا صحابہ کرام کو انتہائی عجیب اور ناممکن نظر آتا تھا۔اس لئے وہ اس پر شدید ترین حیرت کا اظہار بھی کرتے تھے لیکن یہ سب ضروری باتیں انہوں نے پوری امانت داری سے آگے پہنچادیں اور وہ کتب حدیث میں درج ہوگئیں۔آج وہی سب کچھ جو ہمارے اسلاف کو ناممکن نظر آتا تھا۔ہمارے معاشرے کا عام چلن بن چکا ہے۔پیشن گوئیوں کا یہ حصہ ہمارے اپنے بزرگوں کی زبان پر بھی جاری رہا۔کیونکہ رویوں کی تبدیلی بڑی تیز رفتاری سے ان کی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوئی ، ہماری نسل نے یہ سب اپنے بزرگوں سے سن رکھا ہے۔ان پیشن گوئیوں کی اہم اور حیرت ناک مثالیں یہ ہیں:

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت مذکور ہے کہ "جب تک تمہارے حکمران تم میں سے بہترین لوگ ہوں گے، تمہارے دولت مند سخی ہوں گے اور تمہارے اور تمہارے اہم معاملے شوریٰ کے ذریعے طے ہوں گے تو روئے زمین تمہارے بطن زمین (قبر) سے بہتر ہوگا اور جب معاشرے کے بدترین لوگ تمہارے حکمران بن جائیں گے۔تمہارے دولت مند بخیل ہوجائیں گے اور تمہارے اہم ترین معاملات کے فیصلے عورتوں کے ہاتھ میں آجائیں گے تو زمین کا اندر تمہارے لئے باہر سے بہتر ہوگا۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت فرمائی "آپ ﷺ نے (حاضرین سے) سے پوچھا تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان فسق وفجور میں مبتلا ہوجائیں گے اور تمہاری عورتیں خودسر ہوجائیں گی؟" صحابہؓ نے حیرت زدہ ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا واقعی ایسا ہوجائے گا؟ فرمایا ہاں! بلکہ اس سے بڑھ کر خرابی پیدا ہوگی تو تم کیسا محسوس کرو گے۔جب تم اچھائی کی تعلیم اور برائی سے بچنے کی تربیت دینا ترک کردو گے۔صحابہ کرامؓ نے حیرت سے کہا: اللہ کے رسول ﷺ کیا ایسا بھی زمانہ آئے گا؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بڑھ کر تمہیں کیسے لگے گا جب تمہاری آنکھوں کے سامنے اچھائی برائی بن جائے گی اور برائی کو اچھائی قرار دے دیا جائے گا۔

> جب تک تمہارے حکمران تم میں سے بہترین لوگ ہوں گے، تمہارے دولت مند سخی ہوں گے اور تمہارے اور تمہارے اہم معاملے شوریٰ کے ذریعے طے ہوں گے تو روئے زمین تمہارے بطن زمین (قبر) سے بہتر ہوگا اور جب معاشرے کے بدترین لوگ تمہارے حکمران بن جائیں گے۔تمہارے دولت مند بخیل ہوجائیں گے اور تمہارے اہم ترین معاملات کے فیصلے عورتوں کے ہاتھ میں آجائیں گے تو زمین کا اندر تمہارے لئے باہر سے بہتر ہوگا۔"

قرآن مجید کے حوالے سے حضرت معاذ بن جبلؓ نے خبر دی کہ ایسا زمانہ آئے گا جب قرآن مجید عام ہوجائے گا۔حتیٰ کہ مرد، عورت، چھوٹا، بڑا حتیٰ کہ مومن اور منافق سب کے پاس ہوگا اور کہنے والا کہے گا کہ کیا وجہ ہے میں قرآن پڑھتا ہوں لیکن لوگ میری تابعداری نہیں کرتے۔اب ناگزیر ہے کہ میں نئی باتیں اور نئے مسئلے گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کروں تاکہ لوگ میری تابعداری پر آمادہ ہوجائیں۔مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ کے حوالے سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مقابلہ شروع کردو گے۔پھر ایک دوسرے سے حسد شروع کردو گے اس کے بعد پیٹھ پیچھے برائیوں کا چلن عام ہوجائے گا۔اگلے مرحلے میں ایک دوسرے کے بغض میں گرفتار ہوکر باہمی جنگیں شروع کردو گے اور ان میں (خود لڑنے کی بجائے غریبوں کو لڑاؤ گے اور ان میں خونریزی کراؤ گے)۔

دینی اور انسانی قدروں کے شدید زوال کے حوالے سے جو پیشن گوئیاں ہیں، ان کا خلاصہ امام سیوطی کی تفسیر "درمنثور" کے حوالے سے اس طرح بنتا ہے۔

تم دیکھو گے کہ لوگ نماز کو غارت کرنے لگیں گے، امانت ضائع ہوگی، سود عام ہوگا، جھوٹ بکثرت سے بولا جائے گا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر انسان قتل ہوں گے۔دین فروشی علماء کا چلن بن جائے گا۔عالم اور قاری بدکردار ہوں گے۔قرآن گانوں کے انداز میں پڑھا جائے گا۔مساجد نقش و نگار سے مزین ہوں گی۔مینار اونچے ہوں گے، نمازیوں سے بھری ہوں گی۔لیکن دل ویران، نئے عقیدے اور من گھڑت مسئلے عام ہوں گے۔دنیا میں سب سے نصیب دار وہ ہوگا جو رذیل ابن رذیل ہوگا۔شراب نام بدل کر حلال ہوجائے گی۔بڑے عہدے نااہلوں میں تقسیم ہوں گے۔تعلیم کا مقصد دنیا کمانا ہوگا۔بیٹا ماں کو گالی دے گا لیکن بیوی کا فرمانبردار ہوگا، باندیاں اپنے آقاؤں کو جنم دیں گی (بیٹے کا سلوک ماں سے وہ ہوگا جو آقا باندی سے روا رکھتا ہے) عورتیں لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔عزت، دولت یا خوف کے سبب ہوگی۔زنا پر کوئی پشیمان نہ ہوگی۔لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات میں سلام کی بجائے تفریحاً ایک دوسرے کو گالیاں دیا کریں گے اور دوست ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے گریز نہ کریں گے۔"

مادی آسائشوں کی فراوانی:

معاشرے میں آسائشات اور زندگی کے ساز و سامان میں جو انقلاب آیا ہے اور جس کا چند صدیاں پہلے تصور بھی نہ کیا جاسکتا تھا ان کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئیاں انسان کو حیرت زدہ کردیتی ہیں۔

"انسان فضا میں تیز رفتار آندھیوں سے بھی زیادہ رفتار میں پرواز کرے گا۔لوگ موٹی گدیوں والی

سواریوں میں بیٹھ کر مسجدوں میں آئیں گے۔ درندوں کی کھال کے لباس پہنے جائیں گے۔ گھر گھر میں آلات موسیقی، رقاصائیں اور گانے والیاں نظر آئیں گی۔ عرب کے لوگ صحت برقرار رکھنے کے لئے شام (ٹھنڈا علاقہ) جایا کریں گے۔ زمین سکڑ جائے گی اور زمانہ مختصر ہوجائے گا۔ حتیٰ کہ حج بھی ذریعہ تفریح بن جائے گا۔''

چند سال پہلے دبئی جانے کا اتفاق ہوا تو جن عرب بزرگ کے ہاں قیام تھا، وہ ایک بہت بڑے بینک کی چیئر مین ہیں۔ انہوں نے وہ کچا گھر دکھایا جہاں ان کا بچپن گزرا۔ یہ بھی بتایا کہ اس وقت گھٹیا سی کھجوریں ہماری غذا ہوتی تھیں اور محلے کے اکلوتے کنویں کا پانی کیڑوں سے بھرا ہوتا تھا۔ ہم کپڑے کی چار چار تہوں سے چھان کر وہی پانی پیا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا دبئی کے موجودہ حکمران کے والد اور امارات دبئی کے بانی شیخ راشد مرحوم عصر کے بعد کھاڑی کے کنارے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ سامنے کیڑا اچھا ہوتا تھا جس میں آنے والی ہر کشتی کا ملاح چوتھائی درہم کا ایک سکہ بطور ٹیکس ڈال دیا کرتا تھا۔ پھر ہم ابوظہبی شہر پہنچے تو اپنی آنکھوں سے یہ عجیب منظر دیکھا کہ سمندر کے کنارے خوبصورت سڑک پر جسے عرب کورنیش کہتے ہیں 35 چالیس منزلہ عالیشان عمارتوں کی لائن ہے۔ درمیان میں ایک نئی عمارت تعمیر ہورہی ہے جو موجودہ تمام عمارتوں سے زیادہ اونچی ہے اس کے ساتھ ایک پہلے سے بنی ہوئی عمارت کی آخری منزل توڑ کر اس پر مزید منزلیں تعمیر کی جارہی ہیں تاکہ وہ نئی عمارت سے زیادہ بلند ہوجائے۔ اس وقت معاً حدیث رسول اللہ ﷺ کے الفاظ آنکھوں کے سامنے روشن ہوگئے جن میں بالکل اسی منظر کی نقشہ کشی کی گئی ہے

حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

''اس وقت تک قیامت نہ آئے گی، جب تک تم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوگے کہ وہی لوگ جو ننگے پاؤں، ننگے بدن بکریاں چرایا کرتے تھے اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہوں گے۔''

عالم اسلام کی کمزوری:

احادیث مبارکہ میں یہ بات بھی بالکل واضح کردی گئی ہے کہ عین اس وقت جب امت میں نعمت و دولت اور سونے چاندی کی فراوانی ہوجائے گی، مسلمان دشمنوں کے مقابلے میں انتہائی بے وقعت، کمزور اور بے بس ہوں گے۔''

ان کی بے بسی کا عالم یہ ہوگا کہ ''دشمن قومیں مسلمانوں پر جھپٹ پڑنے کے لئے اس طرح ایک دوسرے کو بلائیں گی جس طرح بھوکے خوان نعمت پر ٹوٹ پڑنے کی ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں۔''

صحابہؓ یہ سن کر دہشت زدہ ہوگئے اور سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس وقت ہماری تعداد بہت کم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم بہت زیادہ ہوگے، جس طرح سمندر کی جھاگ تاحد نظر پھیلی ہوتی ہے لیکن تمہیں ''وہن'' لاحق ہوچکا ہوگا۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ''وہن'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ''دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔''

آئندہ کیا پیش آنے والا ہے:

آج جس مرحلے سے ہم گزر رہے ہیں، اس کے بعد کیا ہوگا؟ احادیث مبارکہ میں جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کے خدوخال بتدریج ابھر کر واضح ہوتے جارہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ''الملحمۃ الکبریٰ'' یعنی عظیم ترین، تباہ کن اور حتمی جنگ کے حوالے سے ہم تک پہنچے ہیں اور جو کل تک ہمیں بہت دور کی بات لگتے تھے۔ اب بالکل آنکھوں کے سامنے نمایاں ہوتے جارہے ہیں۔

حضرت ذی مخبرؓ نے رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارکہ سے سن کر جو کچھ سمجھا اور بیان کیا وہ سنن ابی داؤد میں اس طرح مذکور ہے ''تم عیسائیوں سے صلح کروگے اور ان سے مل کر ایک دوسری عیسائی جماعت (یہ لفظ قابل غور ہے، روس میں کمیونسٹ پارٹی کی حکومت تھی) سے جنگ کروگے (بنیادی طور پر مسلمانوں نے ہی روس سے جنگ کی) اس جنگ میں تمہیں فتح حاصل ہوگی، اس کے بعد تم ایک بڑے بڑے ٹیلوں والے میدان میں جہاں بکثرت درخت ہوں گے۔ عیسائی صلیب کو بلند کرے گا اور اس فتح کو صلیب کی طرف منسوب کردے گا۔ (مسلمانوں کی فتح کے بل بوتی پر ایک عیسائی قوت سپر پاور کا منصب اور نئے ورلڈ آرڈر کے نفاذ کی مدعی ہے) یہ دیکھ کر ایک مسلمان کو غصہ آئے گا اور وہ صلیب (عیسائیت کی حشمت و شوکت کا نشان) توڑ ڈالے گا۔ (امریکہ میں عیسائی دنیا کی معاشی اور عسکری قوت و عظمت کی علامتیں ٹوٹ گئیں)۔ یہ حال دیکھ کر عیسائی مسلمانوں کے ساتھ معاہدے توڑ دیں گے اور جنگ کرنے کے لئے ''اکٹھے'' ہوجائیں گے۔ مسلمان بھی اپنے ہتھیار لے کر دوڑیں گے اور عیسائیوں سے جنگ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس لڑنے والی جماعت کو شہادت سے سرفراز فرمائے۔''

''تم عیسائیوں سے صلح کروگے اور ان سے مل کر ایک دوسری عیسائی جماعت (یہ لفظ قابل غور ہے، روس میں کمیونسٹ پارٹی کی حکومت تھی) سے جنگ کروگے (بنیادی طور پر مسلمانوں نے ہی روس سے جنگ کی) اس جنگ میں تمہیں فتح حاصل ہوگی، اس کے بعد تم ایک بڑے بڑے ٹیلوں والے میدان میں جہاں بکثرت درخت ہوں گے۔ عیسائی صلیب کو بلند کرے گا اور اس فتح کو صلیب کی طرف منسوب کردے گا۔ (مسلمانوں کی فتح کے بل بوتی پر ایک عیسائی قوت سپر پاور کا منصب اور نئے ورلڈ آرڈر کے نفاذ کی مدعی ہے)

اس حدیث مبارکہ پر کسی توضیحی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ بس یہ پیش نظر رہے کہ امریکہ آج کل جس جنگ کی تیاری کر رہا ہے اسے خود صدر بش نے صلیب کی

حفاظت کی جنگ (کرومیڈ) قرار دیا ہے۔صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مستقبل کے ایک مرحلے کے بارے میں سن کر جو سمجھا اسے وہ ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔"قیامت سے پہلے یہ واقعہ ضرور رونما ہوگا کہ اہل روم (عیسائی دنیا کا اس وقت کا نام) وامق یا اعماق نام کے مقام پر پہنچ جائیں گے۔مدینہ سے ایک لشکر ان کی طرف روانہ ہوگا۔جو دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوں (جنگ کے لئے تیار ہوں گی) تو عیسائیوں کا مطالبہ یہ ہوگا کہ ہمارے مطلوبہ جو لوگ تمہارے پاس ہیں، انہیں ہمارے حوالے کردو اور تم الگ ہٹ جاؤں، ہم ان سے جنگ کریں گے۔مسلمان کہیں گے نہیں ہم ہرگز اپنے بھائیوں کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔اس پر جنگ ہوگی۔ایک تہائی مسلمان بھاگ کھڑے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ان کی توبہ بھی قبول نہ فرمائے گا۔(یہ غالباً ان لوگون کا تذکرہ ہے جو بالآخر مسلمانوں کے خلاف عالم کفر کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں) ایک تہائی مسلمان قتل ہوجائیں گے، جو اللہ کے نزدیک بہترین شہید ہوں گے۔باقی تہائی فتح حاصل کرلیں گے جس کے نتیجہ میں وہ آئندہ ہر قسم کے فتنے سے محفوظ ہوجائیں گے۔(یعنی یہ ان کی حتمی فتح ہوگی) اس کے بعد وہ عیسائی دنیا کے مرکز کو بھی فتح کرلیں گے۔"

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حق اور باطل کے درمیان برپا ہونے والی جنگ کا یہ ایک اہم معرکہ ہوگا۔جو آئندہ پیش آنے والا ہے۔

امام مہدی :

"مسلمانوں کو اس عظیم ترین جنگ کے حتمی معرکے میں دو عظیم ہستیوں کی رہنمای حاصل ہونے کی روایات بھی موجود ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمانوں سے دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گیا اور امام مہدیؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی روایتیں علم جرح وتعدیل کے حوالے سے صحت کے اعلیٰ ترین معیار کے مطابق ہیں۔جناب امام مہدیؓ کے بارے میں جو احادیث مذکورہ ہیں، وہ صحت کے اس معیار پر پوری نہیں اترتیں لیکن یہ روایتیں اتنی تعداد میں ہیں کہ ان سے صرف نظر ممکن نہیں اور صحیح ترین روایتوں سے ان کی حتمی تصدیق ہوجاتی ہے۔ان تمام روایات کے مطابق مسلمان امام مہدیؓ کی زیر قیادت بہت سی اہم فتوحات حاصل کرلیں گے۔ان لڑائیوں میں شامل مشرق کی بڑی قوتیں زیر ہوجائیں گی لیکن آخری فیصلہ کن معرکہ دجال کے خلاف ہوگا، اس میں نصرت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہوگی۔"

یہ بڑی عجیب بات بتائی گئی ہے کہ حضرت امام مہدیؓ کا ساتھ دینے کے لئے جو بہادر اور جان نثار فوج آگے آئے گی اس کا تعلق خراسان سے ہوگا اور وہ سیاہ پگڑیاں پہنتے ہوں گے۔افغانستان میں جو منظر نمودار ہورہا ہے اس کے خدوخال حتمی طور پر اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس خطے میں بسنے والوں کی جنگی تربیت کا آغاز ہوگیا ہے۔امریکہ وغیرہ اپنے خیال کے مطابق اقتصادی محاصرے کے ذریعے افغانوں کا ناطقہ بند کررہے ہیں اور ساتھ ہی ان پر جنگ مسلط کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔لیکن دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو یہ کسی ایسی فوج کی تیاری کا قدرتی اہتمام نظر آتا ہے جو اپنے مد مقابل کی نسبت بہت زیادہ جفاکش، آسائشوں سے بالکل بے نیاز اور پے در پے جنگوں کے تجربے سے مالا مال ہوکر اور بے شمار شہادتوں کے تمغے سینے پر سجا کر دنیا کی مضبوط ترین فوج کی تربیت کا سارا اہتمام قدرت خود امریکہ کے ذریعے کرا رہی ہے۔تربیت کا پہلا مرحلہ امریکہ نے حلیف بن کر مکمل کرلیا اور دوسرا سخت تر مرحلہ دشمن بن کر مکمل کرانے پر تلا ہوا ہے زہے نصیب!

حضرت عیسیٰ کی واپسی :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن و حدیث دونوں کی واضح شہادتیں ہیں کہ اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا حکم دیا تو آپ اپنے بارہ ساتھیوں کے پاس جو اس وقت گھر میں موجود تھے (بغرض رخصت) تشریف لائے۔ایک چشمہ سے جو گھر کے اندر سے بہتا تھا، آپ نے غسل فرمایا ہوا تھا اور آپ کے بالوں سی پانی کی قطرے ٹپک رہے تھے۔(سنن نسائی) پھر آئندہ کی خبر ہے کہ لوگ فجر کی نماز کے لئے صفیں درست کررہے ہوں گے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے درمیان تشریف لائیں گے۔اس وقت ان کے بالوں سے پانی کی قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔وہ نماز آپ مسلمانوں کے امام کے پیچھے ادا فرمائیں گے۔آپ واپسی کے بعد جو کارنامے سرانجام دیں گے۔ان میں یہ ہیں کہ صلیب توڑ دیں گے۔خنزیر کا خاتمہ کردیں گے۔جزیہ ساقط فرمادیں گے کہ اسلامی سلطنت میں کوئی غیر مسلم موجود نہ ہوگا۔عیسائی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیر قیادت اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔آپ کا عظیم ترین کارنامہ دجال کا قتل ہوگا جس نے یہودیوں کی فوج کے ہمراہ پوری دنیا میں شدید فساد برپا کر رکھا ہوگا۔

دجال کی آمد :

دجال اسلامی دنیا سے مشرق کی جانب واقع کسی علاقے سے آئے گا۔(ہندوستان اسلامی بلاک کے مشرق میں ہے) وہ پہلے نبوت اور بعد میں خدائی کا دعویٰ کرے گا۔اس کے پاس بے پناہ طاقت اور قوت موجود ہوگی۔خوراک کے بڑے ذخائر، بارش برسانے اور نہ برسانے پر کنٹرول، اندھوں کو بینا کرنے، بیماروں کو تندرست بنانے اور مردوں کو زندہ کرنے کی صلاحیت موجود ہوگی۔حضرت عیسیٰ علیاہ السلام کے معجزات سے ملتے جلتے کام کرے گا۔اسے مسیح دجال (جھوٹا مسیح) اسی لئے کہا جاتا ہے

دجال اسلامی دنیا سے مشرق کی جانب واقع کسی علاقے سے آئے گا۔ (ہندوستان اسلامی بلاک کے مشرق میں ہے) وہ پہلے نبوت اور بعد میں خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے پاس بے پناہ طاقت اور قوت موجود ہوگی۔ خوراک کے بڑے ذخائر، بارش برسانے اور نہ برسانے پر کنٹرول، اندھوں کو بینا کرنے، بیماروں کو تندرست بنانے اور مردوں کو زندہ کرنے کی صلاحیت موجود ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیاہ السلام کے معجزات سے ملتے جلتے کام کرے گا۔ اسے مسیح دجال (جھوٹا مسیح) اسی لئے کہا جاتا ہے اس کی سواری کا گدھا ایسا ہوگا کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ (ہوائی جہاز کے دونوں پر لمبے کانوں سے مشابہ ہیں، ان کے درمیان باڈی چالیس ہاتھ چوڑی ہوگی۔ یہ دیو قامت جہاز کا نقشہ ہے) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ک ف ر) لکھا ہوگا جس کی پہچان ان پڑھ مسلمانوں کو بھی ہو جائے گی۔ اسرائیل نے اپنے بنائے ہوئے ایک طیارے کا نام "کے ایف آر" رکھا ہوا ہے۔

اس کے پرفریب شعبدے دیکھ کر سب سے پہلے عورتیں، پھر خوراک کے شیدا مسلمان مرد اس کے جال میں گرفتار ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اُمت کا بڑا حصہ اس کے جھوٹے دین میں داخل ہو جائے گا۔ جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان کو دنیا میں بہت نعمتیں ملیں گی۔ یہ ایسا زبردست فتنہ ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر نماز کے بعد مسیح دجال کے فتنے سے بچنے کی دعا کی تلقین فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے بار بار اس کی پہچان فرمائی اور کہا کہ مسلمان اس کو پہچاننے میں غلطی نہ کریں۔ آپ نے بتایا کہ اس کا رنگ گندمی، بال گھنگھریالے ہوں گے، بائیں آنکھ سے اسے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ دائیں آنکھ پر موٹی پھلی کے دانے سے ملتی ہوئی چیز ہوگی۔ (آج کل کی سائنسی فلموں میں گھومتے ہوئے ایسے چھوٹے آلات دکھائے جاتے ہیں جن کے ذریعے چاروں طرف کی نگرانی کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ مسلمان جان لیں گے کہ ان کا رب کانا نہیں ہوسکتا جبکہ دجال کانا ہوگا۔ وہ دنیا میں ہر جگہ جاسکے گا لیکن مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ مدینے سے باہر اس کے سامنے ایک نیک آدمی نکل کر آئے گا اور اسے چیلنج کرے گا دجال اسے چیر کر دو حصوں میں بانٹ دے گا۔ پھر دوبارہ زندہ کر دے گا اور پوچھے گا کہ اب تو میری خدائی کے قائل ہوگئے ہو۔ وہ کہے گا تیری یہ نشانی مجھے پہلے سے معلوم ہے اب تو تیرے دجال ہونے کا زیادہ پختہ یقین ہوگیا ہے۔ دجال اسے دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن ناکام ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال کے مکر اور فتنے سے بچنے کے لئے مسلمانوں کے پاس یہ طریقہ ہوگا کہ وہ اس کا سامنا ہونے پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کریں گے اور اس کے فتنے اور دھوکے سے محفوظ رہیں گے۔ اسے کوئی انسان قتل نہیں کر سکے گا۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ وہ اسے "لد" کے دروازے پر قتل کریں گے۔ وہ ان کے سامنے بے بس ہوگا اور اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔

دجال اور یہود کی قتل گاہ

مخبر صادق ﷺ نے دجال کے مقتل کا نام تک بتادیا ہے اور عجیب بات ہے کہ Lydda تل ابیب کے مضافات میں اس مقام کا نام ہے جہاں اسرائیل کا سب سے بڑا ہوائی مستقر ہے اور اس کی فضائیہ کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ مستقبل کی جنگوں کے بارے میں صاف نظر آتا ہے کہ فیصلہ کن حیثیت فضائی قوت کو حاصل ہوگی۔ آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ دجال کے ساتھ یہودیوں کی بہت بڑی فوج ہوگی۔ تو رات میں واضح طور پر مسیح علیہ السلام کی آمد کا تذکرہ ہے۔

یہودیوں نے اصل مسیح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ماننے سے انکار کر دیا ہے لیکن اپنے مطلوبہ مسیح کے شدت سے منتظر ہیں۔ ظاہر ہے وہ جھوٹا مسیح ہوگا جسکے فریب میں مبتلا ہونے کے لئے یہود بری طرح آمادہ اور منتظر ہیں۔ یہ بات بھی عبرت انگیز ہے کہ رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق دجال کے قتل کے بعد مسلمان اس کا ساتھ دینے والے یہودیوں کو قتل کریں گے۔ چنانچہ، پتھر حتیٰ کہ درخت چھپے ہوئے یہودیوں کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی کریں گے۔ سوائے "غرقد" کے درخت کے وہ یہودیوں کو چھپائے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

یہودیوں کا خوف

یہودی اس پیشن گوئی کی سچائی سے اس قدر خوفزدہ ہیں کہ پورے اسرائیل میں اسی درخت کی شجرکاری کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے یہ بات تفصیل سے واضح کردی ہے کہ یہودی ایک بار پھر بیت المقدس پر قبضہ کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں پوری دنیا سے لپیٹ کر اسی جگہ اکٹھا کردیگا۔ تاکہ یہاں ان کا قلع قمع کردیا جائے۔ آج کی یہودی سلطنت خود سرتوڑ کوشش کرکے پوری دنیا کے یہودیوں کو اپنی اس حتمی قتل گاہ میں اکٹھا کرنی پر لگی ہوئی ہے۔ دجال اور یہود کا قتل برائی پر حق کی حتمی فتح ہوگی۔ اس کے بعد مسلمانوں کے پاس نعمتوں کی فراوانی ہوگی۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی دوبارہ تشریف آوری کے بعد مزید چالیس برس زندگی گزار کر رحلت فرمائیں گے۔ پھر قیامت کی آمد کی تیاری ہوگی۔ ایک لطیف ہوا چلے گی جو تمام مسلمانوں کی دنیوی زندگی کا خاتمہ کردیگی اور محض اشرار اور نافرمان باقی رہ جائیں گے۔ اس پر قیامت قائم ہوگی۔ نظام کائنات دگرگوں ہوجائیگا۔ سورج لمبے وقفے کے لئے غائب رہے گا۔ پھر مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا اور اپنے مدار پر اندھا سفر طے کرکے پھر سے مغرب میں غروب ہوگا اور اس کی ایک سو بیس برس بعد حضرت اسرافیل صور پھونک کر ہر ذی حیات کو موت کی وادی میں دھکیل دیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو سب انسانوں کو دوبارہ زندگی لوٹا دیگا اور حشر ہوگا۔ انسان نے فضا اور پھر خلاء کی پہنائیوں میں جاکر جو علم حاصل کیا ہے۔ اس نے نظام کائنات کے دگرگوں ہونے کے بارے میں گواہی عطا کردی ہے۔

عالمی بادشاہت کے قیام کا

خوفناک یہودی منصوبہ

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کے چونکا دینے والے انکشافات

اسرائیل کے پہلے وزیراعظم ڈیوڈ بن گورین (Ben Gurion) نے اس حقیقت کا اعتراف 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے فوراً بعد کیا۔انہوں نے پیرس (فرانس) کی ساربون یونیورسٹی میں ممتازم یہودیوں کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''بین الاقوامی صیہونی تحریک کو کسی طرح بھی پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔پاکستان درحقیقت ہمارا اصلی اور حقیقی آئیڈیالوجیکل (نظریاتی) جواب ہے۔پاکستان کا ذہنی وفکری سرمایہ اور جنگی وعسکری قوت وکیفیت آگے چل کر کسی بھی وقت ہمارے لئے باعث مصیبت بن سکتی ہے۔ہمیں اچھی طرح سوچ لینا چاہیے۔بھارت سے دوستی ہمارے لئے نہ صرف ضروری ہے بلکہ مفید بھی ہے۔ہمیں اس تاریخی عناد سے لازماً فائدہ اٹھانا چاہیے جو ہندو پاکستان اور اس میں رہنے والے مسلمانوں کے خلاف رکھتا ہے۔یہ تاریخی دشمنی ہمارے لئے زبردست سرمایہ ہے۔لیکن ہماری حکمت عملی (Strategy) ایسی ہونی چاہیے کہ ہم بین الاقوامی دائروں کے ذریعہ ہی بھارت کے ساتھ اپنا رابطہ و ضبط رکھیں۔''(یروشلم پوسٹ 9اگست 1967ء)

یہی بات ایک دوسرے پیرائے میں امریکی کونسل فارانٹرنیشنل ریلیشنز کے زیر اہتمام چھپنے والی ایک کتاب ''مشرق وسطی :سیاست اور عسکری وسعت'' Middle East: Politics and Molitary Dimensions) میں کہی گئی ہے۔جس میں اس نظریئے کا پاکستان کی مسلح افواج اور سول ایڈمنسٹریشن کے کردار کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے:

''پاکستان کی مسلح افواج ،نظریہ پاکستان ،اس کے اتحاد وسلیت اور استحکام کی ضامن بنی ہوئی ہیں جبکہ ملک کی سول ایڈمنسٹریشن بالکل مغرب زدہ ہے اور نظریہ پاکستان پر یقین نہیں رکھتی۔''

اسی کتاب کا مصنف عالمی شہرت یافتہ یہودی، پروفیسر جی جی پرونیز ہے۔جس نے بڑی کاوش سے واقعات اور مستند حوالوں کو یکجا کیا تاکہ یہودیوں کی بین الاقوامی تحریک کے کارکن (International Zionists) ٹھیک ٹھیک نشانے لگاسکیں۔



نظریہ پاکستان چونکہ سیاسی واقتصادی زندگی اور بین الاقوامی تعلقات کو اسلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو وحدت کے دھاگے میں پروتا اور ان کی داخلی وخارجی پالیسیوں کو اس کے مطابق تعمیر کرتا ہے اس لیے یہ

اسرائیل کے لئے باعث رنج وغم بنا ہوا ہے۔

اسرائیل کو اس سی ایک اور قسم کی تکلیف بھی پہنچ رہی ہے جو یہ ہے کہ یہودیوں کی ذہنوں میں عالمگیریت کا ایک نقشہ ہے جس کا وہ صدیوں سے خواب دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ ''ان کی مذہبی پیشنگوئیوں کے مطابق 'یہوا' (خدا) کے وعدے کا زمانہ قریب آرہا ہے جس میں دیگر تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے اور صرف ایک دین باقی رہ جائے گا سب کو اسی میں مدغم ہوجانا پڑے گا۔ ہر یہودی ایسی بادشاہت کا نقشہ اور امنگیں لئے اپنی زندگی گزر رہا ہے۔ چنانچہ وہ خود کو ذہنی طور پر پاکستان کے ساتھ متصادم سمجھتے ہیں۔

اٹھارہویں صدی میں منظر عام پر آنے والی صیہونی دستاویزات ''پروٹوکولز'' میں اس بادشاہت کا ذکر واضح طور موجود ہے اور مذہبی جذبے سے ''یہواہ'' کی عالمی بادشاہت قائم ہونے سے پہلے اس کی زمین ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ پروٹوکول نمبر 6 میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

''ہمیں ہر ممکن طریقے سے اپنی سپر گورنمنٹ کی اہمیت کو واضح کرنا ہوگا تا کہ ہمارے دائرہ اطاعت میں آنے والی قومیں ہمیں از خود اپنا محافظ اور محسن سمجھ سکیں۔''

ایک سوچنے والا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اقوام متحدہ جو دوسری جنگ عظیم کے بعد قائم ہوئی تھی، کہیں یہودی ذہن ہی کی پیداوار تو نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ہمیشہ یودہی کو کیس فائدہ پہنچاتی رہی ہے؟ امریکی ویٹو ہمیشہ انہی کے حق میں کیوں استعمال ہوا؟ فلسطین میں نہتے عربوں پر یہود کے مظالم کیوں بند نہیں ہوسکے؟ ہیومن رائٹس کمیشن کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی مسلم ممالک ہی میں کیوں نظر آتی ہے؟ تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم یونیسکو (Unesco) بین الاقوامی لیبر تنظیم (ILO)، بین الاقوامی ادارہ صحت (WHO) اور جنیوا سائیڈ کنونشن وغیرہ میں یہود کے مفادات ہی کو کیوں پیش نظر رکھا جاتا رہا ہے؟ کیا پروٹوکول نمبر 6 ایسی سپر گورنمنٹ کے قیام کی ''نوید'' دیتا رہا ہے؟ اور جب مجوزہ عالمی حکومت قائم ہوگی تو کیا اقوام متحدہ کے انہی اداروں میں معمولی رد و بدل کر کے عالمی فتح (World conquest through world government) کا پرچم لہرا دیا جائے گا۔ ان پروٹوکول کا مطالعہ یہود کے ماضی اور حال کے منصوبوں کا آئینہ دار ہے اور مستقبل کے حالات کو بھی سمجھنے میں مدد دیتا رہے گا۔ یہ کتاب دراصل پروٹوکولز کو نئی روشنی میں دیکھنے میں بڑی مدد دے گی۔ بقول شاعر مشرق:

ملے گا منزل مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

یہاں سب سے زیادہ قابل ذکر ''فری میسنز'' (Free Masons) ہیں۔ اس تنظیم کو دیگر مذاہب سے نمٹنے کے لئے ایک لائحہ عمل دیا گیا۔ جو یہ تھا:

1- لوگوں کو مذہب سے بیگانہ اور بدظن کیا جائے، مقامی مذاہب کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان میں سے منفی نقاط یوں ترتیب دیئے جائیں کہ انہیں پھیلا کر انتشار کی صورت پیدا کی جاسکے۔ عوام کے ذہنوں پر مذہب کی ایسی بھیانک تصویر بٹھائی جائے کہ وہ اگر مذہب دشمن نہ بن سکیں تو کم از کم لبرل اور سیکولر ضرور بن جائیں۔

> ایک سوچنے والا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اقوام متحدہ جو دوسری جنگ عظیم کے بعد قائم ہوئی تھی، کہیں یہودی ذہن ہی کی پیداوار تو نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ہمیشہ یودہی کو کیس فائدہ پہنچاتی رہی ہے؟ امریکی ویٹو ہمیشہ انہی کے حق میں کیوں استعمال ہوا؟ فلسطین میں نہتے عربوں پر یہود کے مظالم کیوں بند نہیں ہوسکے؟ ہیومن رائٹس کمیشن کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی مسلم ممالک ہی میں کیوں نظر آتی ہے؟

2- مختلف مذاہب کی مقتدر اور معتبر شخصیات کو آپس میں لڑایا جائے۔ مذہبی کتابوں کے اوراق پھاڑ کر راتوں کو عام جگہوں پر یوں پھیلا دیا جائے کہ یہ مخالف فرقے یا مذہب کی کارستانی دکھائی دے۔

3- جن مذاہب یا فرقوں کے درمیان پہلے سے چپقلش چلی آرہی ہو اس کو تیز تر کر دیا جائے، ممکن ہو تو نمایاں اور معتبر افراد کو ایسے طور پر قتل کر دیا جائے کہ مخالف فریق اس ذمہ داری سے نہ بچ سکے۔

اس تنظیم کی شاخیں دنیا کے تقریباً ہر ملک کے اہم شہروں میں قائم کی گئیں۔

مقامی آبادی کے ممتاز لوگوں کو اس کی رکنیت کے دائرے میں لانے کے لئے تدابیر اختیار کی جائیں۔ متعدد مسلم ممالک میں فری میسنز کی قابل اعتراض سرگرمیاں حکام کے نوٹس میں آئیں تو انہوں نے ان کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ پاکستان میں 1960ء کے عشرے میں فری میسنز کو ممنوع قرار دے کر اس کی عمارتوں پر بحق سرکار قبضہ کر لیا گیا تھا۔

خفیہ دستاویزات

1918ء میں یہود کی ایک عظیم سازش پکڑی گئی جس کے انکشاف پر پورے یورپ میں ایک تہلکہ سا مچ گیا۔ یہ خفیہ دستاویزات "Protocols of the Elders of Zions" کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ان میں یہود کے وہ منصوبے درج ہیں جو انہوں نے دنیا کو اپنا غلام بنانے کے سلسلے میں تیار کئے تھے اور زار روس...... الیگزنڈر دوم کو اسی منصوبے کے تحت قتل کیا گیا تھا۔

سازش لشت از بام ہوجائے یا ناکام ہوجائے اس سے جان چھڑانے اور اس کے وجود سے انکار کئے بغیر کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہود نے ان سے مسلسل اظہار لاتعلقی کیا۔ ''عالمی انصاف'' کو پکار پکار کر اپنی بے گناہی کا یقین دلایا لیکن شواہد کی جو کڑیاں یکے بعد دیگرے آپس میں ملتی رہیں، ممتاز شخصیات کے پراسرار قتل واغواء کے جو واقعات منظر عام پر آتے رہے وہ ''پروٹوکولز'' کے مقاصد کے ساتھ اتنی گہری مناسبت رکھتے تھے کہ یہودیوں کی کذب بیانی کا پردہ مسلسل چاک ہوتا رہا۔

زار الیگزنڈر دوم کا پراسرار قتل روسی تاریخ کا نہایت اہم موڑ تھا، تمام قرائن اس میں یہود کے ملوث ہونے کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور پروٹوکولز کا ذکر بھی آرہا تھا جبکہ یہود اس سے اپنی لاتعلقی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ 1894ء میں زار کے جانشین نکولس دوم نے تخت سنبھالا تو اس کے سامنے بھی یہود نے بے گناہی کے ثبوت پیش کرنا شروع کر دیئے، استغاثہ نے بھی زار کو اپنے موقف سے باخبر کر دیا۔ یہود کو جب پتہ چلا کہ نکولس نے اپنی تسلی کے لئے پروٹوکولز کی نقول منگوالی ہیں تو نادیدہ ہاتھوں نے اچانک حملہ کر کے نکولس کو اس کے پورے خاندان سمیت ہلاک کر دیا۔

پروٹوکولز کے سلسلہ میں جو شواہد مل رہے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ یہودیت سے تائب ہونے والا ایک شخص جیکب بریف 1858ء میں جب آرتھوڈاکس سیمیناری میں عبرانی زبان کا استاد مقرر ہوا تو ثابت کیا کہ روس کے یہود، سرکاری احکامات کی خلاف ورزی کو اپنا تقاضہ ایمان سمجھتے ہیں اب بھی اپنی ''قومی عدالت'' چلا رہے ہیں اور خفیہ جماعت ''کہل'' حسب دستور اپنا کام کررہی ہے جس کا مقصد عیسائیت کو بدنام کرکے لوگوں کو اس سے نفرت دلانا ہے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ملنے والے شواہد نے، یہود کی زبان صفائی گنگ کردی لیکن منصوبے پر عمل درآمد کی رفتار تیز تر ہوگئی۔

سازش کا انکشاف

یورپ کے مختلف مراکز میں پیش آنے والے واقعات کے بعد روسی ماہرین اور مفکرین نے متعدد مقامات پر اجلاس کئے اور ان میں مستقبل کے منصوبے بنائے لیکن ان میں سے ایک اجلاس بڑی اہمیت رکھتا تھا کیونکہ اس میں ان کے وہ رہنما شریک ہوئے جنہیں ان کی اصطلاح میں 33 ویں درجہ کے نمائندے کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل ذیلی کمیٹیوں کی کئی نشستیں ہوئیں، جن میں پچھلی کارگزاریوں کی روشنی میں نئی تجاویز مرتب کی گئیں اور حتمی منظوری کے لیے اس اجلاس میں پیش ہوئیں۔ ان نمائندوں نے بڑے غور و خوض کے بعد ان پر اپنے تائیدی وتصویبی دستخط کئے مختلف نوعیت کے مسائل اور ان کے حل کو ''پروٹوکولز'' کا نام دیا گیا۔

چند سال بعد ان پروٹوکولز کی ایک کاپی یہود کی خفیہ تنظیم فری میسن کی ایک اعلیٰ عہدیدار خاتون کے گھر سے چوری ہو گئی۔ جو کسی طرح 1902ء میں دو روسی اخباروں نے شائع کر دی۔ روسی پادری پروفیسر رسرجائی، اے، نائلس (Sergyei A. Nilus) نے اس کے اندر دنیائے عیسائیت کے کلاف ایک عظیم سازش کو محسوس کیا اور اسے جذبہ خدمت، مذہب و انسانیت کے تحت 1905ء میں کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ یہ کتاب بے حد مقبول ہوئی۔ 1917ء تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کی مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ سالہا سال سے یورپ بھر میں رونما ہونے والے واقعات و'' حادثات'' کا کسی نہ کسی طریقے سے یہودیوں کے ساتھ رشتہ جڑ رہا تھا اور انہی کے مفادات کو تقویت مل رہی تھی۔

اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی ایک کاپی روسی سنسر سے پاس ہو کر برٹش میوزیم لائبریری میں پہنچ گئی۔ پروٹوکولز کو روس میں رائس پیپر پر بھی ٹائپ کیا گیا اور انہیں وسیع پیمانے پر سائبیریا میں مفت تقسیم کیا گیا۔ وہیں ایک نسخہ 1919ء کے اواخر میں امریکہ پہنچ گیا۔ جہاں اس کا بڑے اہتمام کے ساتھ انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ دریں اثناء روس میں مارننگ پوسٹ کا نمائندہ خصوصی وکٹر ای مارسیدن (Victor E. Marsden) ماسکو میں اپنی دو سالہ سزائے قید بھگتنے کے بعد انگلستان پہنچا تو اس نے پہلی فرصت میں برٹش میوزیم لائبریری میں بیٹھ کر اس کا انگریزی ترجمہ کیا جو پہلے شائع ہونے والے امریکی ترجمے سے بہتر ثابت ہوا اور زیادہ آسانی سے سمجھ میں آرہا تھا۔ انگلستان میں یہ ترجمہ 1920ء میں شائع ہوا۔

جرمنی میں فیوہر ہٹلر نے بھی جو پہلے سے یہود گزیدہ تھا اس کی کئی زبانوں میں ترجمے کرائے مگر اس میں حیرت کی بات یہ تھی کہ جتنے پیمانے پر جرمنی میں یہ شائع ہوتے اتنی ہی تیزی سے نایاب ہوجاتے۔ کیونکہ جہاں تک کتاب چھپتی یہودی یا ان کے ایجنٹ اس کے سارے نسخے خرید کر تلف کردیتے تاکہ دنیا ان کے عزائم سے ناواقف رہے۔

فری میسن تحریک آج کل بھی دنیا بھر میں کام کررہی ہے مگر جن ممالک میں اسے غیر قانونی قرار دے دیا گیا وہاں اس نام بدل دیا گیا ہے۔ مگر ہر جگہ اس میں عورتوں کے لیے دروازے بند ہیں کیونکہ ابتدائی راز ایک عورت ہی نے منکشف کیا تھا، غیر سرکاری تنظیموں (N.G.O`s) میں سے بیشتر ''نی مشینری'' کے مقاصد کی تکمیل کررہی ہے۔ بظاہر یہ مخیر انہ (Philanthropist) سرگرمیوں میں مصروف ہیں لیکن اصل مقاصد دوسرے ہیں۔

اب آیئے ان پروٹوکولز کے بارے میں دنیا کی ممتاز شخصیات اداروں اور تنظیموں کی آراء اور تبصروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

پراسرار پیشنگوئی

''جب سے یہود کی عالمی تسخیر کی پشنگوئی سامنے آئی ہے، اس سے پہلے یہ جزوی طور پر عملی جامہ پہن چکی تھی بلکہ اس میں کافی پیش رفت ہوچکی ہے۔ کیا ہم جرمنوں کے عالمی تسلط کے لیے قائم شدہ خفیہ تنظیم کو تباہ کرنے میں سالہا سال تک مصائب اس لئے برداشت کرتے رہے کہ اس کے پنجے سے بھی زیادہ خطرناک اور زیادہ پراسرار منصوبے سے دوچار ہوجائیں؟ کیا ہم شکنجہ جرمن میں پھنسنے سے اس لیے بچ گئے تھے کہ ہم پنجہ یہود میں آجائیں۔'' (دی ٹائمز۔ لندن۔8 مئی 1920ء)

''اس خوفناک فرقے نے اپنے تسلط کے لیے جو منصوبہ بنا رکھا ہے اس کے پہلے مراحل طے ہوچکے ہیں یعنی عام انقلاب برپا کرنے کے لیے کئی تختے الٹ دیئے جائیں گے۔ تمام مذاہب داخلی انتشار سے دوچار ہوجائیں گے۔ ملکیتیں مٹ جائیں گی، قانون شکنی عام ہوجائے گی اور معاشرہ تباہ و برباد ہوجائے گا۔'' (ایچ بارودیل (1979) مضمون بعنوان ''مسیحیت دشمن منصوبہ'')

''جب تک باشوازم کو بیخ و بن سے اکھاڑ نہیں دیا جاتا یہ کسی نہ کسی شکل میں یورپ میں پھیلتا رہے گا اور بالآخر دنیا کے دیگر حصوں میں بھی جا پہنچے گا کیونکہ اس کے پیچھے یہودی ذہن کارفرما رہے ہیں اور وہی اس کے سلسلے کو آگے پھیلا رہے ہیں، اس فرقے کی کوئی قومیت نہیں، اس لیے دنیا کے نظم وضبط کو تباہ کرنا ان کے مفاد میں ہے۔'' (برٹش گورنمنٹ وہائٹ پیپر۔ رشیا، نمبر 1(1919)

''اب اس امر کا ٹھوس ثبوت مل چکا ہے کہ باشوازم ایک بین الاقوامی تحریک ہے۔ جس کا کنٹرول یہودیوں کے پاس ہے۔ امریکہ، فرانس، روس اور انگلستان میں موجود یہودیوں کے درمیان اس سلسلے میں روابط قائم ہیں اور اشاروں اور ہدایات کا سرگرمی سے تبادلہ ہو رہا ہے تاکہ وہ اپنے اقدامات میں ہم آہنگی پیدا کرسکیں۔'' (ڈائریکٹوریٹ آف انٹیلی جنس ہوم آفس۔ سکاٹ لینڈ یارڈ، لندن۔ غیر ملکی سفارت خانوں کو بھیجی گئی رپورٹ 16 جون 1919ء)

''یہودیوں کی یہ تحریک نئی نہیں ہے۔ سپارٹاکس ویشاپٹ (Spartacus Seishaupt) (جو 71ء ق۔م کی غلامیوں کی بغاوت کا لیڈر تھا) کے زمانہ سے لے کر کارل مارکس تک ...... اور ٹرائسکی (روس) سے لے کر بیلاکون (ہنگری) تک روسہ لکمبرگ (جرمنی) سے لے کر ایما گولڈ مین (امریکہ) تک کئی عالمگیر سازشیں ظہور میں آتی رہی ہیں جن کا مقصد تہذیب کو تباہ کرنا اور معاشرے کو ایک مخصوص بنیاد پر دوبارہ منظم کرنا ہے جو ان کے خبث باطن اور کینہ پروری کے مقاص کی تکمیل کرسکے گا اور ایک ناقابل عمل مساوات قائم کرے گا۔'' (ونسٹن چرچ: السٹریٹڈ سنڈے ہیرالڈ 8 فروری 1920ء)

''جولوگ ''پروٹوکولز'' کی اشاعت کو محض الزام تراشی یا ہتک سمجھتے ہیں ان کے پاس اس کے ازالے کا ایک راستہ کھلا ہے۔ انہیں بس اتنا کرنا چاہیئے کہ پروٹوکولز کی تصنیف سے انکار کی بجائے ان میں ظاہر ہونے والی پالیسی کی برملا مذمت کریں۔ لیکن جب آپ انہیں پڑھیں تو کوئی بھی معقول شخص ان سے ظاہر ہونے والے سچ کا انکار نہیں کر سکتا۔'' (نارمن جیکوئس، ممبر پارلیمنٹ کینیڈین ہاؤس آف کامنز۔9 جولائی 1943ء)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری (دارالعلوم امجدیہ کراچی)

سوال: جناب مولانا صاحب، ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے تمام دنیا کو مساوات کا پیغام دیا، اور سب کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کی مگر ہماری کم فہم عقل میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ نے اپنے لئے گیارہ گیارہ ازواج مطہرات رکھیں اور عام مسلمانوں کو صرف چار کی اجازت ہے، کیا آپ کی مساوات کی تعلیم صرف آپ کی ذات تک تھی، کیا یہ زیادتی کے زمرے میں نہیں آتا، یہ اسلام کا ایک کمزور پہلو ہے جس پر آج تک کسی عالم نے لب کشائی نہیں کی، لہذا آپ سے گزارش ہے کہ کسی دن بھی قلم کو جنبش دیجئے، ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ چار تک محدود رکھنا عالموں کا ڈھونگ ہے؟ (زیبی۔ سعود آباد، ملیر سٹی، کراچی)



روضہ رسول ﷺ کا باب جبرئیل سے داخل ہونے پر دکھائی دینے والا حصہ

جواب: واضح ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے انبیاء کرام اور ایک آدمی وامتی میں بے انتہا فرق ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور زمین پر اس کے نائب ہوتے ہیں، نبوت ورسالت کی بھاری ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ہوتی ہے ان کی ذمہ داریاں ایک امتی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہیں اور ایک عام آدمی کی نسبت انہیں کئی اضافی کام کرنے پڑتے ہیں، مثال کے طور پر ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں جب کہ حضور ﷺ پر چھ نمازیں یعنی تہجد بھی آپ پر فرض تھی، ایک غریب وضرورت مند شخص زکواۃ اور صدقہ لے سکتا ہے لیکن حضور ﷺ اور ان کی آل اولاد کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

اس طرح ہمارے مرنے کے بعد ہماری میراث ہمارے ورثاء میں تقسیم ہوتی ہے، جب کہ نبی کریم ﷺ اور انبیاء کرام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ہم میں سے کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی بیوہ عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات چونکہ امہات المومنین ہیں اسلئے حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان کا کسی اور سے نکاح حرام تھا۔

یہ وہ باتیں ہیں جو حضور کریم ﷺ اور انبیاء کرام کے ساتھ خاص تھیں، لہذا معلوم ہوا کہ اللہ کے ایک برگزیدہ نبی ورسول اور ایک بندے کے معاملات میں ہر جگہ برابری کا تصور درست نہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے مدارج النبوت میں بعض اصحاب السیر کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تیس سے چالیس مردوں کے برابر قوت باہ ودیعت کیگئی تھی۔

حضور ﷺ سے نکاح کے متعلق ایک اجمالی جائزہ ہم پیش کرتے ہیں کہ:

حضور ﷺ نے پہلا نکاح ۲۵/ برس کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی۔ ان کے انتقال

واضح ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے انبیاء کرام اور ایک آدمی وامتی میں بے انتہا فرق ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور زمین پر اس کے نائب ہوتے ہیں، نبوت ورسالت کی بھاری ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ہوتی ہے ان کی ذمہ داریاں ایک امتی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہیں اور ایک عام آدمی کی نسبت انہیں کئی اضافی کام کرنے پڑتے ہیں، مثال کے طور پر ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں جب کہ حضور ﷺ پر چھ نمازیں یعنی تہجد بھی آپ پر فرض تھی، ایک غریب وضرورت مند شخص زکواۃ اور صدقہ لے سکتا ہے لیکن حضور ﷺ اور ان کی آل اولاد کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

کے بعد بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا، تب نبی کریم ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے واقعات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح یہ حضور کا نہیں بلکہ کار نبوت میں معاونت کے لئے یہ قدرت کا انتخاب تھا، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تم دو دفعہ دکھائی گئیں اور کہا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ واضح ہو کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا بھی منشاء الٰہی تھی چنانچہ سورہ صف میں ارشاد ہوا" وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے واقعات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح یہ حضور کا نہیں بلکہ کار نبوت میں معاونت کے لئے یہ قدرت کا انتخاب تھا، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تم دو دفعہ دکھائی گئیں اور کہا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔

واضح ہو کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا بھی منشاء الٰہی تھی چنانچہ سورہ صف میں ارشاد ہوا" وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے" (سورہ صف نمبر ۹)

اس غلبہ کے حصول کیلئے حضور کو ان کفار مشرکین سے نبرد آزما ہونا تھا لیکن حضور ﷺ چونکہ ایک مصلح تھے اس لئے آپ نے عربوں کی معاشرت اور ان کی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی اور جہاں ناگزیر تھا وہاں ان سے جنگ بھی کی جب کفار مشرکین سے باقاعدہ برسر پیکار ہوئے تو بہت سے مسلمان شہید ہوئے، بہت سی مسلمان خواتین بیوہ ہوئیں، اور خاصی تعداد میں بچے یتیم ہوئے، ان یتیم بچوں اور بیواؤں کو سہارا دینے کے لئے حضور ﷺ کے ارشاد پر ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کئی صحابہ نے بیواؤں سے نکاح کئے اور ان کے بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ انہی حالات میں حضور نبی کریم ﷺ نے بھی نکاح فرمائے اور کئی یتیم بچوں کو اپنے سایہ شفقت ورحمت میں لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ سے نکاح فرمایا ان کے شوہر جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے۔ اس کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا جن کے شوہر حضرت عبیدہ بن حارث جنگ بدر میں اور دوسرے حضرت عبداللہ بن جحش جنگ احد میں شہید ہوئے۔

جنگ احد ہی کے شہداء میں حضرت ابوسلمہ بھی تھے جو زخمی ہونے کے بعد کچھ عرصہ کے بعد وصال فرما گئے، ان کے چار بچے تھے ان کی بیوہ حضرت ام سلمہ جو حضور ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں اور جنہوں نے ہجرت کے دوران کافی تکلیفیں اٹھائیں ان سے نکاح فرمایا۔

جب کسی معاشرے میں غلط رسم ورواج جڑ پکڑ جائیں اور وہ ان کی معاشرتی اقدار کا حصہ بن جائیں تو ایسے معاشرے کی اصلاح صرف زبانی احکامات سے ممکن نہیں رہتی جب تک کہ کوئی بڑی شخصیت اس کے خلاف عملی اقدام نہ کرے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان غلط رسم ورواج کی بیخ کنی کے لئے عملی اقدام کئے۔

عرب میں منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنا سخت برا سمجھا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس غلط رسم کو عملاً توڑتے ہوئے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اور قرآن نے بھی اس کو بیان فرمایا چنانچہ سورہ احزاب میں ہے:

پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی
کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لئے پالکوں کی بیبیوں میں"

عرب کی مخصوص معاشرت میں ایک بات یہ تھی کہ وہ رشتوں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ داماد کا رشتہ ان کے ہاں مختلف برادریوں اور قبائل کے مابین محبت کا ذریعہ اور مانع جنگ وجدل سمجھا جاتا تھا۔ ان حالات میں حضور ﷺ نے ان قبائل کو قریب لانے کے لئے مختلف قبائل میں نکاح فرمائے۔

۵ ھ میں رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے بعد گرفتار کی گئیں قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

۶ ھ میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، (جو اس وقت ایمان نہ لائے تھے اور مسلمانوں کے سخت مخالف تھے) کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

۷ ھ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا جو ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں اور خیبر کے اسیران جنگ میں شامل تھیں۔

ساتویں ہجری میں ہی حضور کی چچی حضرت ام الفضل کی بہن حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سفارش پر حضور ﷺ نے نکاح فرمایا۔

یہ وہ حالات تھے جن کی بناء پر حضور علیہ السلام نے تعدد نکاح فرمائے جن کی وجہ سے وہ دور رس نتائج بر آمد ہوئے جن سے کتب سیر وتاریخ بھری پڑی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے اسلام پھلا پھولا اور وہ ثمرات مرتب ہوئے جو آج دنیا دیکھ رہی ہے اور جس کی وجہ سے پوری دنیا میں آج اسلام کا غلبہ ہے اور امریکہ جیسے ملک میں دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے۔!

آئو دین سیکھیں

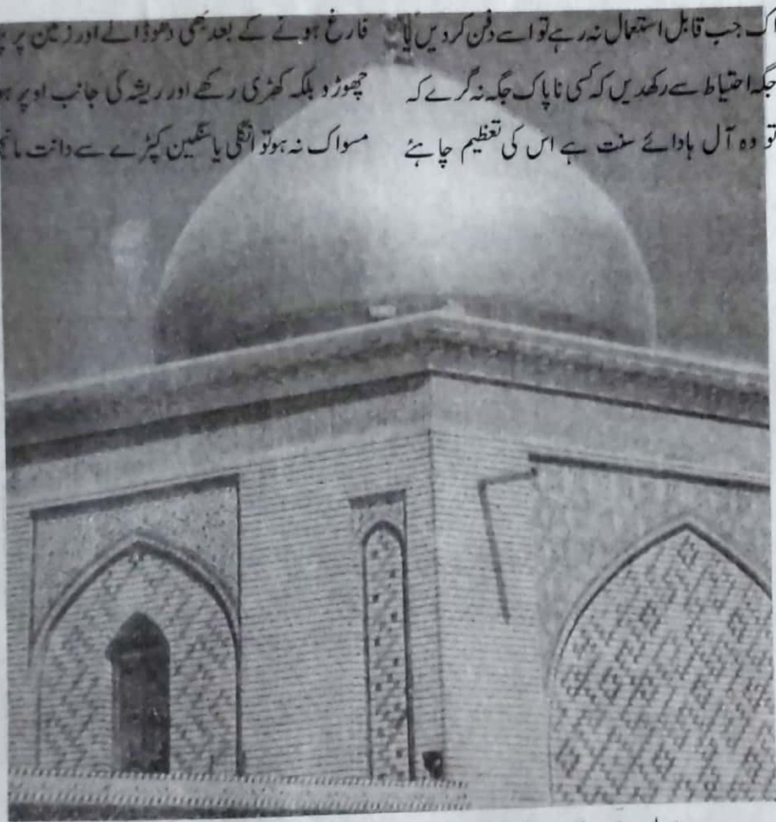
صدر الشریعہ علامہ امجد علی الاعظمی علیہ الرحمہ

اپنا وضو درست کیجئے

وضو کی سنتیں: وضو پر ثواب پالینے کے لئے حکم الٰہی بجالانے کی نیت سے وضو کرنا ضروری ہے ورنہ وضو ہو جائیگا ثواب نہ پائیگا۔

بسم اللہ سے شروع کرے اور اگر وضو سے پہلے استنجا کرے تو قبل استنجے کے بھی بسم اللہ کہے مگر پاخانہ میں جانے یا بدن کھولنے سے پہلے کہے کہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکر الٰہی منع ہے۔ اور شروع یوں کرے کہ پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھوئے ۔کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتون میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھولے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے

۔مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کردیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھدیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آل ہادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہئے



دوسرے آب دہن مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہئے اسی لئے پاخانے میں تھوکنے کو علماء نے نا مناسب لکھا ہے۔ مسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مٹھی نہ باندھے۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں چت لیٹ کر مسواک نہ کرے۔ پہلے داہنے جانب کے اوپر کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت پھر دائیں جانب کے نیچے کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھولے یوں ہی فارغ ہونے کے بعد بھی دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دبلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی یا سنگین کپڑے سے دانت مانجھ لے اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑوں پر پھیرلے ۔مسواک نماز کے لئے سنت نہیں بلکہ وضو کے لئے تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے اس سے ہر نماز کے لئے مسواک کا مطالبہ نہیں جب تک تغیر رائحہ نہ ہو گیا ہو ورنہ اس کے دفع کے لئے مستقل سنت ہے البتہ اگر وضو مین مسواک نہیں کی تھی تو اب نماز کے وقت کرلے۔

پھر تین چلو پانی سے تین کلیاں کرے کہ ہر بار منہ کے ہر پرزے پر پانی بہہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کرے۔

پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہہ جائے اور وزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ

وضو سے پہلے استنجا کرے تو قبل استنجے کے بھی بسم اللہ کہے مگر پاخانہ میں جانے یا بدن کھولنے سے پہلے کہے کہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکر الٰہی منع ہے۔ اور شروع یوں کرے کہ پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھوئے۔ کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتون میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھولے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو ۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کردیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھدیں

دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے ۔منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو یوں کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے ۔ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے۔ پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے کرے ۔اسی طرح کہ داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلی پر ختم کرے اور اگر بی خلال کئے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔ جو اعضاء دھونے کے ہیں ان کو تین تین بار دھوئے اور ہر مرتبہ اس طرح دھوئے کہ کوئی حصہ نہ رہ جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔

پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا اور ترتیب کہ پہلے منہ پھر ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئے اگر خلاف ترتیب وضو کیا یا اور کوئی سنت چھوڑ گیا تو وضو ہو جائیگا مگر ایک آدھ دفع ایسا کرنا برا ہے اور ترک سنت موکدہ کی عادت ڈالی تو گنہگار ہے اور داڑھی کے جو بال منہ کے دائرے سے نیچے ہیں ان کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب ہے اور اعضاء کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے۔

داہنی جانب سے ابتداء کریں مگر دونوں مع رخسارے کہ ان دونوں کو ساتھ ہی ساتھ دھوئیں گے ایسے ہی دونوں کانوں کا مسح ساتھ ہی ساتھ ہوگا ہاں اگر کسی کی ایک ہی ہاتھ ہو تو منہ دھونے اور مسح کرنے میں بھی داہنے کو مقدم کرے ۔انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرنا وضو کرتے وقت کعبہ رو اور اونچی جگہ بیٹھنا وضو کا پانی پاک جگہ گرانا اور پانی بہاتے وقت اعضاء پر ہاتھ پھیرنا خاص کر جاڑے میں پہلے تیل کی طرح پانی چپڑ لینا خصوصاً جاڑے میں ۔اطمینان سے وضو کرنا۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوان کا سا نماز بوڑھوں کی سی یعنی وضو جلدی کریں ایسی جلدی نہیں چاہئے جس سے کوئی سنت یا مستحب ترک ہو

مسح سر میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھیا اور کلمے کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باتی تین انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی تین انگلیون کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گردن تک اس طرح لے جائے کہ ہتھسیلیان سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھلیوں سے مسح کرتا واپس لائے ۔اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے بیرونی سطرح کا اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح ، ہر عضو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہئے کہ بوندیں بدن یا کپڑی میں جانا ہو پر نہ ٹپکیں ،خصوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہ تحریمی ہے، زبان سے کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت نیت وضو حاضر رہنا اور بسم اللہ کہنا اور درود، کلمہ شہادت اور مختلف دعائیں یا سب جگہ درود شریف ہی پڑھے اور یہ ہی افضل ہے اور وضو سے فارغ ہوتے ہی یہ پڑھے ۔اللھمہ اجعلنی

من التوابین واجعلنی من المتطھرین

۔کپڑوں کو ٹپکتے قطروں سے محفوظ رکھنا ۔کانوں کا مسح کرتے وقت بھیگی چھنگلیاں کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا جو وضو کامل طور پر کرتا ہو کہ کوئی جگہ باقی نہ رہجاتی ہو اسے کوؤں ، ٹخنوں ، ایڑیوں ، کونچوں ، گھائیوں کہنیوں کا بالتخصیص خیال رکھنا مستحب ہے اور بے خیالی کرنے والوں کو تو فرض ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ مواضع خشک رہجاتے ہیں یہ نتیجہ ان کی بے خیالی کا ہے ایسی بے خیالی حرام ہے اور خیال رکھنا فرض۔

بہت سے لوگ یوں کرتے ہیں کہ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چلو ڈال کر سارے منہ پر ہاتھ کو پھیر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ منہ دھل گیا حالانکہ پانی کا اوپر چڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس طرح دھونے میں منہ نہیں دھلتا اور وضو نہیں ہوتا۔ داہنے ہاتھ سے کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا، بائیں ہاتھ کی چھنگلی ناک میں ڈالنا، پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا، منہ دھونے میں ماتھے کے سرے پر ایسا پھیلا کر پانی ڈالنا کہ اوپر کا بھی کچھ حصہ دھل جائے ، دونوں ہاتھوں سے منہ دھونا ، ہاتھ پاؤں دھونے میں انگلیوں سے شروع کرنا ، چہرے اور ہاتھ پاؤں کی روشنی وسیع کرنا یعنی جتنی جگہ پر پانی بہانا فرض ہے اس کے اطراف میں کچھ بڑھانا مثلاً نصف بازو ،نصف پنڈلی تک دھونا۔

مسح سر میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھیا اور کلمے کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باتی تین انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی تین انگلیون کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گردن تک اس طرح لے جائے کہ ہتھسیلیان سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھلیوں سے مسح کرتا واپس لائے ۔اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے بیرونی سطرح کا اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح، ہر عضو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہئے کہ بوندیں بدن یا کپڑی میں جانا ہو پر نہ ٹپکیں ،خصوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہ تحریمی ہے، زبان سے کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت نیت وضو حاضر رہنا اور بسم اللہ کہنا اور درود، کلمہ شہادت اور مختلف دعائیں یا سب جگہ درود شریف ہی پڑھے اور یہ ہی افضل ہے اور وضو سے فارغ ہوتے ہی یہ پڑھے ۔اللھمہ اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین اور بچا ہوا پانی کھڑی ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفائے امراض ہے اور آسمان کی طرف منہ کر کے سبحٰنک اللھمہ وبحمدک اشھدُ الا الہٰ انست استغفرک واتوب الیک اور کلمہ شہادت اور سورہ انا انزلنا پڑھے ۔اعضاء وضو بغیر ضرورت نہ پونچھے اور پونچھے تو بلا ضرورت خشک نہ کر لے قدرے نم پانی باقی رہنے دے کہ روز قیامت پلہ حسنات میں رکھی جائیگی اور ہاتھ نہ جھٹکے کہ شیطان کا پنکھا ہے بعد وضو میانی پر پانی چھڑک اور مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھی اس کو تحیت الوضو کہتے ہیں۔

تاریخ اسلام کا روشن باب

ترتیب: احسان دانش

تعارف: اصل نام عامر تھا لیکن انہوں نے اپنی کنیت ابوعبیدہ سے شہرت پائی۔ والد کا نام عبداللہ لیکن وہ دادا کی نسبت سی ابن الجراح مشہور ہوئے۔ آپ کا لقب ''امین الامۃ'' ہے جو انہیں لسان رسالت سے عطا ہوا۔ امین کا لقب وہ ہے جو قرآن میں بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبروں کے نام کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ خاندانی تعلق ''بنو فہر'' سے تھا والدہ کا نام امیمہؓ بنت غنم فہریہ تھا۔ آپؓ ہجرت سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔

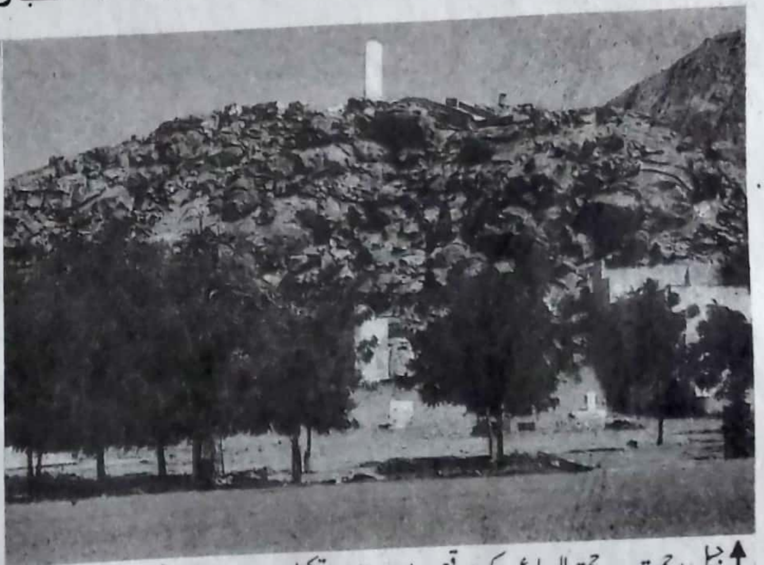
قبول اسلام:

حضرت ابو عبیدہؓ نے بعثت نبوی ﷺ کے ابتدائی زمانے میں صدیق امت حضرت ابوبکرؓ کی دعوت وتبلیغ پر سعادت اندوز اسلام ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دعوت حق قبول کرنا آگ سے کھیلنے کے مترادف تھا۔ اس دعوت پر لبیک کہنے والے مشرکین کے ظلم و ستم کا ہدف بن جاتے تھے اور ان کا جینا دوبھر ہوجاتا تھا۔ ہجرت کے وقت آپؓ مظلوم صحابہ کے دوسرے قافلے کے ساتھ مل کر حبشہ میں کئی سال تک غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔

۱۳ بعد بعثت میں سرور عالم ﷺ نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی آپؓ نے بھی ارض مکہ کو الوداع کہا اور ہجرت کے بعد کچھ عرصہ قباء میں حضرت کلثومؓ کے مکان میں قیام کیا۔

لسان رسالت سے امین الامت کا لقب:

۹ھ میں ساٹھ آدمیوں کا قافلہ نجران میں عیسائیوں کے عظیم الشان اور مرکزی کلیسا کے دو بڑے مذہبی پیشواؤں



جبل رحمت — حجۃ الوداع کے موقع پر اسی مقام پر تکمیل دین اور اتمام نعمت کا مژدہ ملا۔

عاقب اور سید کی سرکردگی میں بڑی شان و شوکت سے مدینہ آیا۔ آپ ﷺ نے نہایت بلیغ انداز میں اسلام کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے کج بحثی شروع کردی۔

بارگاہ خداوندی سے حکم نازل ہوا۔ حکم کے مطابق آپ نے اپنی اولاد حضرت فاطمہ الزہرہ اور حضرت حسینؓ حضرت حسنؓ کو لیکر مباہلہ کے لئے نکلے لیکن اہل نجران نے کہا کہ ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں آپ نے ہمارے ساتھ ایک امین بھیج دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے ساتھ ایسے امین کو بھیجوں گا جو انتہا درجے کا امانت دار ہے۔''

حضور پاک ﷺ نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اہل نجران سے مخاطب ہو کر فرمایا ''یہ اس امت کے امین ہیں۔''

حب رسول:

۳ھ میں غزوہ احد پیش آیا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اس میں نہایت جوش سے داد شجاعت دی۔ اس غزوہ میں حضور سرور کائنات ﷺ زخمی ہوگئے تو حضرتؓ ابوعبیدہ بے تاب ہوگئے اور اپنے حب رسول ﷺ (عشق رسول ﷺ) کا حیرت انگیز ثبوت دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ:

''میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کو اکیلا پاکر مشرق کی جانب سے ایک پرندے کی طرح فضا میں پرواز کرتا ہوا تیزی سے حضور کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے میں بھی آپ کی حفاظت کے لئے تیزی سے بھاگا اور کہا کہ الٰہی خیر ہو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص ابوعبیدہ ہے۔ اس موقع پر ایک کافر کے وار سے خود کی کڑیاں رسول ﷺ کے رخسار مبارک میں دھنس گئی تھی ابوعبیدہ نے آگے بڑھ کر یہ کڑیاں اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچیں یہاں تک کہ وہ باہر آگئیں

لیکن اس کوشش میں ابوعبیدہؓ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔

عظیم جرنیل کے عظیم کارنامے:

غزوات کا آغاز ہوا تو ابوعبیدہؓ راہ حق کے سرفروش سپاہی ثابت ہوئے انہوں نے ہر معرکے میں جانبازی اور فدا کاری کا حق ادا کردیا۔غزوہ بدر میں آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ عبداللہ الجراح کو قتل کیا جو مشرکین مکہ کی جانب سے مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا۔آپؓ نے غزوہ احزاب میں داد شجاعت دی۔

ربیع الثانی ۶ھ میں سرور عالم نے آپؓ کو قبیلہ ثعلبہ وانمار کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔اسی سال آپؓ کو صلح حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان میں شریک ہونے کا عظیم الشان شرف حاصل ہوا۔ ۷ھ میں غزوہ خیبر میں سرور دو جہاں ﷺ کی ہم کابی کا شرف حاصل کیا اور لڑائی میں اپنی تلوار کے خوب جوہر دکھائے۔

غزوات کا آغاز ہوا تو ابوعبیدہؓ راہ حق کے سرفروش سپاہی ثابت ہوئے انہوں نے ہر معرکے میں جانبازی اور فدا کاری کا حق ادا کردیا۔غزوہ بدر میں آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ عبداللہ الجراح کو قتل کیا جو مشرکین مکہ کی جانب سے مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا۔آپؓ نے غزوہ احزاب میں داد شجاعت دی۔ربیع الثانی ۶ھ میں سرور عالم نے آپؓ کو قبیلہ ثعلبہ وانمار کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔اسی سال آپؓ کو صلح حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان میں شریک ہونے کا عظیم الشان شرف حاصل ہوا۔ ۷ھ میں غزوہ خیبر میں سرور دو جہاں ﷺ کی ہم کابی کا شرف حاصل کیا اور لڑائی میں اپنی تلوار کے خوب جوہر دکھائے۔

قبیلہ قضاعہ کے مقابلے کے لئے حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضور ﷺ کو کمک بھیجنے کا پیغام بھیجا۔آپ ﷺ نے دو سو مجاہدین حضرت ابو عبیدہؓ کی قیادت میں مدد کے لئے روانہ کردیئے ان (مجاہدین) میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جیسے عظیم المرتبت بزرگ بھی شامل تھے۔جب یہ کمک حضرت عمرو بن العاصؓ کی فوج سے مل گئی تو تمام لشکر کی امارت کا سوال پیدا ہوا۔

حضرت ابوعبیدہؓ اگرچہ اپنے مرتبے اور شان کے لحاظ سے پوری طرح امارت کے مستحق تھے لیکن جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے قیادت کرنے پر اصرار کیا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے خوش دلی سے ان کی زیر امارت نہایت بہادری سے دشمنوں کے خلاف لڑے یہاں تک کہ انہیں شکست ہوگئی ۔جب حضور ﷺ نے اختلاف اور ان کی اطاعت کی خبر سنی تو فرمایا: ابوعبیدہؓ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

فتح مکہ کے وقت مکہ میں داخل ہونے والے لشکر کے ایک حصے کی امارت حضرت ابوعبیدہؓ کے سپرد تھی۔یہ حصہ فوج زرہ پوش مجاہدین پر مشتمل تھا فتح مکہ کے بعد آپؓ نے حنین اور طائف کے معرکوں میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور جانبازی کا حق ادا کردیا۔

خلیفۃ الرسول کے دست و بازو:

۱۱ھ میں سرور عالم ﷺ نے رحلت فرمائی تو آپؓ پر کوہ غم ٹوٹ پڑا تاہم انہوں نے بڑے صبر اور حوصلے سے کام لیا۔

مسلمانوں کو تفریق اور اختلاف سے بچانے کا ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔جس وقت فتنہ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔اس پر آشوب دور میں حضرت ابوعبیدہؓ برابر خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست و بازو بنے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام پر لشکر کشی کا اہتمام کیا۔حضرت ابوعبیدہؓ شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے کیل کانٹے سے لیس رومیوں کا مقابلہ کیا اور شام کو فتح کیا۔آپؓ نے آخری وقت تک حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا ساتھ دیا اور ہر محاذ پر داد شجاعت دی۔اور فتح سے ہمکنار رہے۔

سپہ سالار اعظم کا عالی شان محل:

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس تشریف لے گئے تو اپنے بھائی حضرت ابوعبیدہؓ کی جائے مقام پر تشریف لے گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تلوار ڈھال اور اونٹ کے کجاوے کی سوا وہاں کسی قسم کا سامان آسائش نہیں تھا امیر المومنینؓ کی آنکھیں نم ہوگئیں اور انہوں نے فرمایا" ابو عبیدہؓ کاش! تم ضروری سامان تو گھر میں رکھ لیتے"

انہوں نے بے نیازی سے جواب دیا" امیر المومنین ایک مجاہد کے لئے یہی سامان کافی ہے۔شام کا ہم مقتدر والی اور سپہ سالار اعظم ہونے کے باوجود حضرت ابوعبیدہؓ کے انکسار کی یہ کیفیت تھی کہ نہ کبھی امتیازی لباس پہنا اور نہ کبھی اونچی جگہ کو نشست گاہ بنایا معمولی لباس میں شاہوں کے سفیر آتے تھے تو دریافت کئے بغیر وہ یہ نہیں جان سکتے تھے کہ مسلمانوں کا امیر کون ہے؟ غرض انہوں نے انکسار اور مساوات کی حیرت انگیز مثال قائم کردی تھی۔

اختتامیہ:

بیماری کے وقت جب مرض نے شدت اختیار کی تو انہوں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔اور لوگوں کو اللہ کی اطاعت اور اتحاد و اتفاق کی وصیت کرتے ہوئے اٹھاون برس کی عمر میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔حضرت معاذؓ نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور مسلمانوں کے سامنے ایک پرزور خطبہ دیا جس میں فرمایا" مسلمانو! تم پر آج ایک ایسے شخص کی جدائی کی مصیبت آپڑی ہے جو بڑا نرم دل، مسلمانوں پر بے حد شفیق اور ان کا خیر خواہ، دل میں کسی کا بغض نہ رکھنے والا اللہ سے بہت ڈرنے والا اور ہر قسم کی کھوٹ سے پاک تھا۔

تم سب ان کے لئے رحمت اور بخشش کی دعا کرو۔خدا کی قسم اب ان جیسا کوئی شخص تمہارا سردار نہ ہوگا۔حضرت معاذ نے نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت عمروؓ بن العاص اور ضحاکؓ بن قیس قبر میں اترے اور اسلام کے اس آفتاب جہانتاب کو سپرد خاک کردیا۔

(حوالہ جات: ابوعبیدہؓ بن الجراح۔از: طالب ہاشمی)

تزکیہ و تربیت

سفارش

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

حضرت امام ابوحنیفہؒ مطالعہ میں مصروف تھے کہ خادم نے آکر بتایا، ابو یوسفؒ آئے ہیں، ابو یوسفؒ حضرت امام کے بڑے لائق شاگرد تھے۔ امام نے خادم سے فرمایا: انہیں اندر بلالو۔ ابو یوسف آئے تو امام نے ان کی خیریت وغیرہ معلوم کرنے کے بعد پوچھا:

''ابو یوسف! اس گوئیے کا کچھ پتا ہے، جو میرے پڑوس میں رہتا تھا، کئی راتیں گزر گئیں، میں نے اس کی آواز نہیں سنی۔''

ابو یوسف ادب سے بولے۔

''حضرت! مجھے تو اس قدر معلوم ہے کہ پولیس نے اسے شراب پینے کے جرم میں قید کر دیا۔''

امام: بھئی یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے، آؤ میرے ساتھ چلو، تاکہ امیر کوفہ کے پاس جا کر اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کریں۔ شاید اس طرح ہم اپنے پڑوسی کے کچھ کام آسکیں۔

ابو یوسف: ''جناب! آپ اس ارادہ کو ترک فرمادیں، آپ کو معلوم ہے کہ امیر کوفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کئی بار درخواست کر چکا ہے، اب ایک شرابی کی خاطر از خود آپ کا اس کے پاس جانا مناسب نہیں۔

امام: ''ابو یوسف! کیا تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو؟''

ابو یوسف: جی ہاں، اس لئے کہ دین نام ہے نصیحت کا۔ خواہ نصیحت کرنے والا ابو یوسف ہو، اور جس کو نصیحت کی جائے، وہ امام ابوحنیفہ۔ میرے نزدیک یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں کے معاملے میں حاکم کے پاس سفارشی بن کر جائے۔

امام: امیر کوفہ نے میرے ہمسائے کے لئے جو سزا تجویز کی ہے، مجھے اس کے متعلق کوئی سفارش نہیں کرنی۔

ابو یوسف: ایسے شخص کے لئے تو یہی مناسب ہے کہ عمر بھر جیل خانے میں رہے، اس نے اپنی آواز سے لوگوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔

دین نام ہے نصیحت کا۔ خواہ نصیحت کرنے والا ابو یوسف ہو، اور جس کو نصیحت کی جائے، وہ امام ابوحنیفہ۔ میرے نزدیک یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں کے معاملے میں حاکم کے پاس سفارشی بن کر جائے۔ امام: امیر کوفہ نے میرے ہمسائے کے لئے جو سزا تجویز کی ہے، مجھے اس کے متعلق کوئی سفارش نہیں کرنی۔

امام: نہیں، ایسا نہیں ہے، اس کی آواز سے لوگوں کی نیند حرام نہیں ہوئی تھی، اس کی آواز تو اس قدر شیریں تھی کہ لوگ سنتے سنتے آرام سے سو جاتے تھے اور مجھ پر تو اس پڑوسی کے بڑے احسانات ہیں، انسانیت کا تقاضہ ہے کہ میں ان کا بدلہ چکا دوں۔

ابو یوسف: احسانات؟ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟

امام: ابو یوسف! بات یہ ہے کہ جب رات کو وہ اپنی سریلی آواز میں گاتا تھا:

(ترجمہ)

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی، کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

تو اس سے میرے دل پر معانی و لطائف۔ کے کئی اسرار منکشف ہوتے تھے۔ کبھی کبھی میں سوچتا کہ اسے نہ ثواب کی امید ہے نہ کسی سے صلے کی تمنا۔ یہ ہر رات اپنی دھن میں گاتا ہے۔ تو میں کیوں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تساہل برتوں۔ حالانکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید بھی ہے۔ اس کے عذاب سے ڈرتا بھی ہوں، نیز اس کی جانب سے ہر قسم کی بھلائی کا متمنی بھی رہتا ہوں۔ یہ سوچ کر جب میں خاموشی کے ساتھ عبادت کے لئے کھڑا ہوتا تھا، تو مجھے بڑی لذت محسوس ہوتی تھی۔

ابو یوسف: اور دوسرے احسانات؟

امام: یہ دیکھتا تھا کہ وہ ہر رات ایک ہی شعر گاتا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ غالباً اسے اس دنیا میں بعض لوگوں سے غیر متوقع طور پر کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے لوگوں سے مستغنی کر دیا ہے، مجھے کسی سے ظلم کی شکایت ہے نہ خوف۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف اپنا محتاج بنایا ہے۔

ابو یوسف: کوئی اور احسان؟

امام: اس کی آواز کی زیر و بم سن کر میں اکثر یہ اندازہ لگاتا کہ اسے ضرور شراب نوشی کی عادت ہے۔ یقیناً اس طرح بلند آواز سے گانا پولیس کو اپنی گرفتاری کے لئے دعوت دینے کے مترادف ہے۔ میں سوچتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کس قدر حلیم اور پردہ پوش ہے۔ اس جیسے گنہگار کے ساتھ اس کا یہ معاملہ ہے، تو جو لوگ علی الاعلان گناہ نہیں کرتے، وہ حشر کے روز ان کی کیونکر پردہ دری فرمائے گا؟

یہ کہتے ہوئے حضرت امام کی نظر ابو یوسف پر پڑی، تو دیکھا وہ کچھ لکھنے میں مشغول ہیں۔ پوچھا: یہ کیا لکھ رہے ہو؟ عرض کیا: یا حضرت! جو سن رہا ہوں، لکھتا جا رہا ہوں۔ پھر بولے: میں آج کی بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ جہاں فرمائیں، میں آپ کے ہمراہ چلنے کے لئے حاضر ہوں۔

ابو یوسف کی یہ بات سن کر امام ابوحنیفہؒ نے خادم کو سواری تیار کرنے کا حکم دیا۔ سواری تیار ہوئی تو دونوں امیر

کوفہ کے مکان پر پہنچے۔ اسے جب معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہ تشریف لائے ہیں تو بھاگا ہوا خود دروازہ پر آیا۔ ادب سے حضرت امام کو سواری سے اتارا۔ پھر انہیں اور ابو یوسف کو مکان کے اندر لے گیا۔ حضرت امام کو مسند پر بٹھا کر خود با ادب ان کے سامنے بیٹھ گیا اور بولا: حضرت آپ نے مجھے حکم دیا ہوتا، میں خود حاضر ہوتا۔ امام نے فرمایا: ''میں ایک کام سے آپ کے پاس آیا ہوں، میرے ایک پڑوسی کو پولیس نے گرفتار کرلیا ہے......''

ابو یوسف کی یہ بات سن کر امام ابوحنیفہؒ نے خادم کو سواری تیار کرنے کا حکم دیا۔ سواری تیار ہوئی تو دونوں امیر کوفہ کے مکان پر پہنچے۔ اسے جب معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ تشریف لائے ہیں تو بھاگا ہوا خود دروازہ پر آیا۔ ادب سے حضرت امام کو سواری سے اتارا۔ پھر انہیں اور ابو یوسف کو مکان کے اندر لے گیا۔ حضرت امام کو مسند پر بٹھا کر خود با ادب ان کے سامنے بیٹھ گیا اور بولا: حضرت آپ نے مجھے حکم دیا ہوتا، میں خود حاضر ہوتا۔ امام نے فرمایا: ''میں ایک کام سے آپ کے پاس آیا ہوں، میرے ایک پڑوسی کو پولیس نے گرفتار کرلیا ہے......''

''آپ کا پڑوسی رہا کیا جاتا ہے......'' امیر کوفہ نے حضرت امام کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

امام نے کہا میں اس کی سفارش کے لئے نہیں آیا، صرف اس سے ملاقات کے لئے آیا ہوں۔

یہ سن کر امیر نے اپنے غلام سے کہا ''حضرت کے پڑوسی کو فوراً حاضر کرو۔''

غلام: ''اس کا نام حضور!''

امیر کوفہ: ''قیدیوں سے جا کر معلوم کرو کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا پڑوسی کون ہے۔ جو بھی ہو اسے یہاں لے آؤ۔''

غلام عاصم کو لینے گیا تو امیر کوفہ نے حضرت امام سے پوچھا ''کیا آپ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں گے۔''

امام نے فرمایا ''میں روزے سے ہوں۔''

''آپ کے یہ نوجوان ساتھی؟'' امیر کوفہ نے ادب سے پوچھا۔

حضرت امام نے فرمایا ''یہ ابو یوسف ہیں۔ جب میں روزہ رکھتا ہوں تو یہ بھی روزہ رکھتے ہیں اور جب میں نہیں رکھتا تو یہ بھی روزہ نہیں رکھتے۔''

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ غلام عاصم کو لے کر حاضر ہوا۔

امیر نے فرمایا: ''جی ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔''

عاصم حضرت امام کو دیکھ کر بولا:

''حضرت وعدہ کرتا ہوں کہ شعر گا کر آپ کو کبھی نہیں ستاؤں گا۔''

امام نہیں بھئی ایسی بات نہیں، تم ضرور شعر سنانا۔ پولیس کو یہ اختیار نہیں کہ وہ تمہیں محض اس وجہ سے گرفتار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خوش گلو بنایا ہے۔

عاصم: نہیں جناب! پولیس نے مجھے اس لئے گرفتار نہیں کیا......

امام: تو اس لئے گرفتار کیا ہوگا کہ تم بلند آواز سے گاتے تھے؟ عاصم! ایک روز میں نے ارادہ کیا تھا کہ تمہیں سمجھاؤں کہ تم شعر کے بجائے اپنی پرسوز آواز اور شیریں آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو، کیونکہ خوش آوازی جیسی نعمت خداوند کا شکر ادا کرنے کے لئے یہ بہتر طریقہ ہے۔

''حضرت میں آئندہ شعر کے بجائے قرآن مجید پڑھا کروں گا، لیکن اب پولیس نے مجھے شراب نوشی کے جرم میں گرفتار کیا ہے۔''

امام: ''یہ مجھے معلوم ہے لیکن اگر تم شعر کے بجائے قرآن مجید کی تلاوت کرتے، تو کیا اس وقت بھی شراب پیتے؟''

یہ سن کر عاصم رونے لگا، حضرت نے پوچھا۔

''روتے کیوں ہو؟'' بولا: ''میں اس لئے روتا ہوں کہ آپ جیسا عظیم انسان ایک گنہگار اور نافرمان بندے کی خیریت پوچھنے آیا۔''

امام نے کہا: عاصم! پڑوسی کا حق محض اس لئے تو ساقط نہیں ہو جاتا کہ وہ ہر رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ گناہوں پر مواخذے کا اختیار تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہ جسے چاہے سزا دے، جسے چاہے معاف فرمادے۔''

عاصم: ''میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ میں توبہ کرنے کے بعد پوری کوشش کروں گا کہ آپ کے پڑوس میں رہنے کے قابل بن سکوں۔''

امام: ''اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، تم نے مجھ پر آج وہ احسان کیا ہے جسے میں عمر بھر نہیں بھولوں گا۔''

عاصم: ''حضرت! یہ آپ کیا فرمارہے ہیں؟ احسان؟''

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: میں ہر رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ! میرے پڑوسی کو ہدایت عطا فرما۔ میں ایک مدت سے اپنی دعا کے اثر کا منتظر تھا۔ الحمدللہ! آج میری دعا قبول ہوئی ہے۔ ابھی تم نے توبہ کر کے مجھے اس کی بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما کر میری دعا قبول فرمائی، کیا مجھ پر تمہارا یہ احسان نہیں؟

عاصم: اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔ مجھ پر ایک اور مہربانی فرمائیں۔ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جو میری سابقہ تمام کوتاہیوں کی تلافی کردے۔

امام: اسلامی سرحدیں تمہارے سامنے ہیں، جو مسلمان وہاں جہاد میں مشغول ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

عاصم: انشاءاللہ قید سے رہا ہونے کے بعد میں سیدھا اسلامی سرحد پر پہنچوں گا اور جب تک شہید نہ ہو جاؤں، مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہوں گا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی یہ ملاقات ختم ہوئی تو غلام عاصم کو لے کر واپس جانے لگا، یہ دیکھ کر امیر کوفہ نے غلام کو روکا اور کہا: ''حضرت امام سے گفتگو کی بدولت عاصم کو جو ہدایت نصیب ہوئی ہے، اس کے بعد اسے قید رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اب یہ آزاد ہے۔'' یہ سن کر امام ابو حنیفہؒ نے عاصم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''عاصم! میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت سے نوازے، تو کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس شریف امیر اور اپنے پڑوسی ابوحنیفہ کے حق میں سفارش کرنی نہ بھولنا۔''

☆......☆......☆

طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہماری زندگی

امیر جماعت اہل سنت کراچی حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا عطا فرمائی ہے (بخاری۔ مسلم)......لیکن کسی حرام شے میں شفاء نہیں رکھی (بخاری)

یہ بھی ارشاد ہوا کہ ہر مرض کا علاج ہے اس لئے دوا اختیار کرو مگر حرام چیز سے ہرگز علاج نہ کرو (ابوداؤد)

جس طرح بھوک اور پیاس کو ختم کرنے کے لئے کھانا پینا توکل کے منافی نہیں اسی طرح بیماری سے شفا کی دعا مانگنا اور علاج کرانا بھی توکل کے منافی نہیں۔

سرکار دوعالم ﷺ نے روحانی علاج بھی ارشاد فرمائے جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم ﷺ نے نظر بد سے بچنے کے لئے ہمیں دعا تعویذ کرانے کا حکم دیا۔ اسی طرح رحمت عالم ﷺ نے مختلف امراض کے لئے مختلف چیزوں کا فائدہ مند ہونا بھی بیان فرمایا۔

شہد سے علاج:

ایک شخص بارگاہ نبوی میں عرض گزار ہوا، یارسول اللہ ﷺ میرے بھائی کو دست آرہے ہیں ارشاد فرمایا! اسے شہد پلاؤ، وہ پھر آیا اور عرض کی دستوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ارشاد فرمایا! اسے پھر شہد پلاؤ، وہ پھر آیا اور عرض کی کہ دست کا سلسلہ جاری ہے آپ نے اسے پھر شہد پلانے کا حکم دیا اس نے عرض کی۔ اس سے تو فائدہ نہیں ہورہا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے (اس میں سورہ النحل کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں شہد کو شفا فرمایا گیا ہے) اس نے پھر جاکر شہد پلایا تو وہ مریض شفایاب ہوگیا

ایک شخص بارگاہ نبوی میں عرض گزار ہوا، یارسول اللہ ﷺ میرے بھائی کو دست آرہے ہیں ارشاد فرمایا! اسے شہد پلاؤ، وہ پھر آیا اور عرض کی دستوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ارشاد فرمایا! اسے پھر شہد پلاؤ، وہ پھر آیا اور عرض کی کہ دست کا سلسلہ جاری ہے آپ نے اسے پھر شہد پلانے کا حکم دیا



اس نے عرض کی۔ اس سے تو فائدہ نہیں ہورہا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے (اس میں سورہ النحل کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں شہد کو شفا فرمایا گیا ہے) اس نے پھر جاکر شہد پلایا تو وہ مریض شفایاب ہوگیا۔ (بخاری۔ مسلم)

فرمان نبوی ہے کہ جو ہر ماہ میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لیا کرے اسے کوئی بڑی بیماری نہ ہوگی (ابن ماجہ)

دوسری حدیث میں ہے، دو شفا والی چیزیں اختیار کرو ایک شہد دوسری قرآن کریم۔ (ابن ماجہ۔ بیہقی) رحمت عالم ﷺ کے چند ارشادات عالیہ ملاحظہ ہوں۔

کلونجی

کالا دانہ یعنی کلونجی میں سوائے موت کے ہر بیماری کی شفا ہے (بخاری)

سناء

اگر کوئی شے موت کا بھی علاج ہوتی تو وہ سناء ہوتی (ابن ماجہ) "ایسا کوئی دن نہیں گزرتا کہ جنت کے پانی کے قطرے کاسنی کے پودے پر نہ گرتے ہوں۔ (ابونعیم)

عود ھندی

عود ہندی (قسط شیریں) کو شفا کے لئے استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں سات شفائیں ہیں۔ (ابن ماجہ)

انار

انار کو اس کے گودے یعنی باریک چھلکے سمیت کھاؤ کہ یہ معدہ کو زندگی دیتا ہے۔ (ابونعیم)

زیتون کا تیل

زیتون کا تیل کھایا کرو اور اسے بدن پر بھی لگایا کرو کیونکہ وہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ (ترمذی)

پانی چوس کر پینا: پانی کو چوس کر پیو کہ یہ زود ہضم ہے

اور بیماری سے بچاؤ ہے (دیلمی)

کھجور

نہار منہ کھجوریں کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔(مسند الفردوس)

عجوہ کھجور جنت سے ہے اور وہ جنون یا زہر سے بھی شفا ہے۔(ابن ماجہ)

آپ تر کھجور کے ساتھ تربوز وخربوزہ تناول فرمایا کرتے تھے۔(ترمذی)

منقیٰ

منقیٰ چہرے کے رنگ کو نکھارتا اور بلغم کو خارج کرتا ہے۔(ابونعیم)

کدو

کدو عقل کو زیادہ کرتا ہے اور دماغ کو طاقت دیتا ہے۔(ابن حبان)

آب زم زم

آپ زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائیگا وہی فائدہ دیگا۔(دار قطنی)

گوشت

گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھانا چاہئے۔(ابو داؤد)

بے شک پشت کا گوشت بڑا اچھا ہوتا ہے۔(ترمذی)

میتھی

میتھی سے شفا حاصل کیا کرو۔(ابونعیم)

کھمبی

کھمبی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔(ابن ماجہ)

آپ کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیتے کیونکہ یہ نظام ہاضمہ کو متاثر کرتا ہے (مدارج النبوت) آپ نے ناشتہ جلدی کرنے کو بہتر قرار دیا نیز فرمایا۔رات کا کھانا ترک نہ کرو، کچھ نہیں تو مٹھی بھر کھجوریں ہی کھالیا کرو کیونکہ رات کا کھانا چھوڑ دینے سے بڑھاپا جلدی آتا ہے۔(ابن ماجہ) نبی کریم ﷺ کی مبارک تعلیمات میں سے سب سے زیادہ اہمیت کم کھانے کو دی گئی ہے۔فرمان نبوی ہے کہ، کسی نے پیٹ سے زیادہ برا برتن کوئی نہ بھرا،

سرمہ

اثمد کا سرمہ لگایا کرو کہ وہ بینائی زیادہ کرتا ہے اور وہ پلکوں کے بال اگاتا ہے۔(شمائل۔ترمذی)

مکھی

مکھی کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفا ہے اگر کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال دو کیونکہ وہ پہلے اس پر کو گرانی ہے جس میں زہر ہے۔(نسائی)

مھندی

سید عالم ﷺ کو جب کبھی کانٹا چبھا یا پھنسی وغیرہ کا زخم ہوا آپ نے اس پر مہندی لگائی (ترمذی۔ابن ماجہ)

چقندر

آپ نے آشوب چشم کے لئے کھجور سے پرہیز اور جو وچقندر کا کھانا مفید فرمایا۔(ترمذی)

دھوپ کا گرم پانی

دھوپ سے گرم پانی کے استعمال کو برص کا سبب فرمایا۔(دار قطنی)

صفائی

نبی کریم ﷺ نے صفائی کو نصف ایمان قرار دیا۔(مسلم)

......کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھنے کا حکم دیا۔(بخاری، مسلم)

مسواک

آپ نے بار ہا مسواک کرنے کی تاکید فرمائی۔(بخاری، مسلم)

بے چھنا آٹا

آپ نے کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائی۔(ترمذی)

کھیرا

اپ کھیرا نمک کے ساتھ کھاتے تھے۔(ابونعیم)

جو

آقا علیہ السلام نے جو کا دلیہ کھانے کو دل کی تقویت کا باعث فرمایا۔(ابونعیم، طبرانی)

دودھ / مکھن

گائے کے دودھ اور مکھن کو شفا اور دوا جب کہ اس کے گوشت (کی کثرت) کو بیماری کا باعث فرمایا (ابونعیم، طبرانی)

نمک

کھانے کی ابتداء اور اختتام نمکین چیزوں پر کرنے کو ستر بیماریوں سے حفاظت قرار دیا۔(بہار شریعت)

آپ کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیتے کیونکہ یہ نظام ہاضمہ کو متاثر کرتا ہے (مدارج النبوت) آپ نے ناشتہ جلدی کرنے کو بہتر قرار دیا نیز فرمایا۔رات کا کھانا ترک نہ کرو، کچھ نہیں تو مٹھی بھر کھجوریں ہی کھالیا کرو کیونکہ رات کا کھانا چھوڑ دینے سے بڑھاپا جلدی آتا ہے۔(ابن ماجہ) نبی کریم ﷺ کی مبارک تعلیمات میں سے سب سے زیادہ اہمیت کم کھانے کو دی گئی ہے۔فرمان نبوی ہے کہ، کسی نے پیٹ سے زیادہ برا برتن کوئی نہ بھرا، انسان کے لئے چند لقمے کافی ہے جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں پھر بھی اگر زیادہ ضرورت ہو تو تہائی پیٹ کھانا، تہائی پیٹ پانی اور تہائی پیٹ سانس کے لئے رکھنا چاہئے۔(ترمذی، ابن ماجہ) آپ نے مریضوں کو زبردستی کھلانے پلانے سے بھی منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد گرامی ہے۔تم زبردستی مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کیا کرو اللہ تعالیٰ انہیں کھلا پلا دیتا ہے۔(ابن ماجہ)

☆......☆......☆

قارئین کا صفحہ

بکھرے موتی

حمد باری تعالیٰ

انتخاب: شازیہ طارق (کراچی)

مجھے پستیوں سے نکال دے
مجھے پھر وہ اوج کمال دے
تیری بارگاہ میں جو ہو قبول
مجھے ایسا کوئی سوال دے
میری لغزشوں کو معاف کر
مجھے گمراہی سے نکال دے
کبھی آ سکے نہ زوال جس پر
مجھے ایسا حسن و کمال دے
مجھے عیش و عشرت سے دور رکھ
مجھے لطف و رنج و ملال دے
مجھے دے اک ایسا آئینہ
جو بتا دلوں کا بھی حال دے
مجھے ڈر ہے پھر کہیں وہ حکیم
کسی امتحان میں نہ ڈال دے

شاعر: حکیم خان حکیم

نرم خوئی

سید فرقان احمد......ملیر

''حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ نرم خو ہے، اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے اور نرم خوئی پر جتنا کچھ دیتا ہے، سخت مزاجی پر نہیں دیتا، بلکہ نرم خوئی پر اتنا دیتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی چیز پر اتنا نہیں دیتا۔''
(صحیح مسلم)

نرالی دعا

ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصریؒ اپنے شاگردوں کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور دریائے نیل میں سیر و سیاحت کر رہے تھے۔ ان کے نزدیک ایک اور کشتی آئی جس میں لوگ گانے بجانے اور نازواحرکات میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کے شاگردوں نے عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: ''یا الٰہی! جس طرح یہ لوگ اس دنیا میں عیش و عشرت سے ہیں آخرت میں بھی ان کو یہی عیش و خوشی عطا کر۔''

یہ سن کر شاگردوں کو تعجب ہوا، لیکن وہ کشتی نزدیک آئی اور کشتی والوں کی نظر حضرت شیخ پر پڑی تو ان کو اپنے حال پر رونا آ گیا، اپنے کئے پر نادم ہوئے، باجے توڑ دیئے اور راہ راست پر آ گئے۔

اس کے بعد شیخ نے شاگردوں سے فرمایا کہ آخرت کے عیش و خوشی...... اس جہاں کی توبہ ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ دعا قبول ہوئی اور ان کو توبہ کی توفیق حاصل ہوئی۔ اس سے تمہاری خواہش بھی پوری ہو گئی اور نقصان کسی کو نہ پہنچا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ مسلمانوں پر کس قدر مہربان تھے اور یہ عین سنت رسول ﷺ ہے، کیوں کہ آنحضرت ﷺ بھی کافروں کے ظلم و ستم سے مایوس نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ دعا کرتے تھے کہ ''یا اللہ میری قوم کو ہدایت دے، کیوں کہ وہ بے خبر ہیں۔''

غزل

افتخار جمال (لانڈھی)

پرخار جہاں پھر میں صبح بہاراں کیوں ہے
ہر سمت ہی ارزانی خون مسلماں کیوں ہے
ہیں مناظر ہائے لٹتی ہوئی عصمت کے عیاں پوچھتے
پھر بھی ہو کہ امت پریشاں کیوں ہے
خلوص جب ہو عنقاء پھر سوال کیوں یہ!
کہ آدمی اپنے ہی سائے سے گریزاں کیوں ہے
عریاں و فحش جسم کو بھلا کیونکر ہو گلہ
کہ محو تماشہ، چشم غزالاں کیوں ہے
نقش اسلاف پہ چل کے دیکھو فاروق
پوچھیں گے اغیار کو مسلم ہی شاداں کیوں ہے

اسلامی حکومتیں...... مغربی مصنفین کی رائے میں

عرفان حسین......کراچی

مغربی مصنفین نے اعتراف کیا ہے۔ پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں ''مسلمان عرب فوجوں کی طاقت کا اصل راز نہ تو ان کی اسلحہ جنگ کی برتری میں ہے اور نہ ان کی اعلیٰ درجہ کی تنظیم میں ہے بلکہ درحقیقت اس اعلیٰ کیرکٹر اور اخلاقی کردار میں ہے، جس کے پیدا کرنے میں بلاشبہ ان کے مذہب کا بہت بڑا حصہ تھا اور اس صبر و تحمل کی طاقت میں ہے، جس کو ریگستانی زندگی سے بڑا سہارا ملا تھا۔''

مشہور ولندیزی مستشرق دخوئی (Dr-Guege) اقرار کرتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوجوں کو جو ہدایات دی تھیں، ان میں اعتدال اور معقولیت کی جو روح کارفرما ہے، اس کے باعث ان کی بجا طور سے داد دینی پڑتی ہے۔ یہی مستشرق اپنی کتاب فتوحات شام میں لکھتا ہے کہ:۔

''درحقیقت شام میں لوگ عربوں کی جانب بہت مائل ہو گئے تھے اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کہ کیونکہ عربوں نے مفتوحین سے جو برتاؤ کیا اگر اس کا مقابلہ وہاں کے سابق مالکوں کے بے اصول ظلم سے کیا جائے تو بڑا ہی سخت فرق نظر آتا ہے۔ شام کے جو عیسائی قیصر کالی ڈون (Chalcedon) کو نہیں مانتے تھے۔ قیصر روم کے حکم سے ان کے ناک کان کاٹے جاتے اور ان کے گھر ڈہائے جاتے تھے۔ اس کے خلاف عرب مسلمان جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایتوں پر عمل کرتے تھے، وہ مقامی باشندوں کا دل موہ لینے لگے اور سب سے زیادہ اپنی بات کا پاس کرتے رہے، ان فتوحات کے پندرہ برس بعد ایک نسطوری پادری لکھتا ہے: ''یہ عرب جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے، ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں۔ مگر وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرپیکار نہیں۔ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں اور فریسوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور عبادت خانوں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں۔''

مشہور پادری کارلیفس (C- Karalevski) فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا میں شہر الطاکیہ کے حالات لکھتے ہوئے رقم طراز ہوتا ہے۔

''مسلمان عربوں کو عقوبی عیسائیوں (Jacobites) نے بھی اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھ ہاتھ لیا۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا، یہ تھی کہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خودمختار وحدت قرار دیا جائے اور اسی مذہب، کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دینوی عدالتی اقتدار عطا کیا جائے۔''

بے پردگی کے عذاب نے خواتین سے حیاء چھین لی

مسلم خواتین کے لیے فکر انگیز تحریر (دعوت اسلام تحقیقاتی سیل)

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا اظہار رنج وغم

اس حدیث کو حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''الکبائر'' میں نقل فرمایا ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، آنحضرت ﷺ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ رو رہے ہیں۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گریہ طاری ہے جب میں نے آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم، میرے ماں باپ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز نے رلایا ہے؟

اور کس بناء پر آپ ﷺ اتنا رو رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا۔ ''میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو جہنم کے اندر قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا دیکھا ہے اور ان کو جو عذاب ہو رہا ہے وہ اتنا شدید اور ہولناک تھا کہ اس عذاب کے تصور سے مجھے رونا آ رہا ہے۔

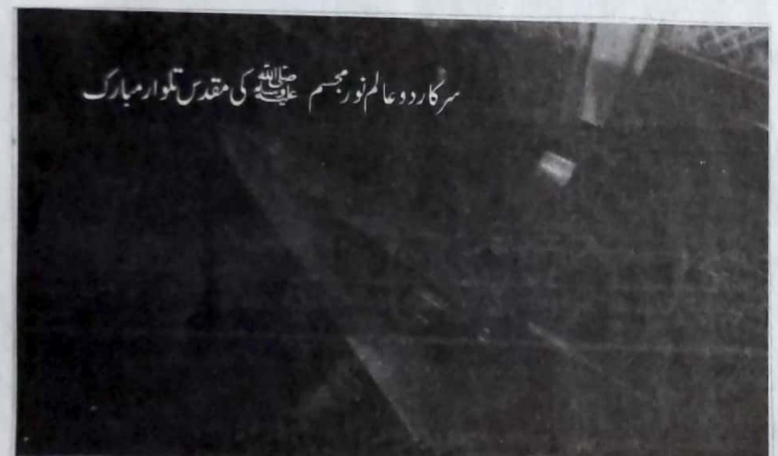
حضور اکرم ﷺ کی امت پر رحمت

ہمارے پیارے آقا ﷺ کو اپنی امت سے پیار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنی امت کی ہی فکر لگی رہتی ہے کیونکہ ہماری آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام جہانون کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

ترجمہ:۔ اے میرے محبوب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر'' کے لیے'' رحمت بنا کر بھیجا ہے!

ہمارے پیارے آقا کو اپنی امت سے اس قدر محبت کہ جب دنیا میں تشریف لائے ہیں تو اپنی امت کی مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں اور جب اس دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں تو اس وقت بھی اپنی امت کی مغفرت کے لیے ہی دعائیں مانگتے ہیں۔

ہمارے پیارے آقا تو ہمیں کس قدر یاد رکھیں اور ہماری کتنی فکر کریں اور ہماری مغفرت کے لیے دعائیں مانگیں اور ہم اس شفیق آقا کے حکموں کو چھوڑ کر اپنے بے وفا ہونے کا ثبوت دیں!



سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی مقدس تلوار مبارک

اے میری پیاری پیاری اسلامی بہنوں! اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنی امت کی عورتوں کو جب خطرناک عذاب میں دیکھا تو اس کی وجہ سے ہی مجھے رونا آ رہا تھا۔

چھ طریقوں سے عذاب!

حضور اقدس ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ میں نے جہنم (دوزخ) کے اندر عورتوں کو کس کس طرح عذاب میں مبتلا دیکھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

(۱) ''میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں کے ذریعے جہنم میں (اندر) لٹکی ہوئی ہے۔ اور اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہے۔

ایک تو خود جہنم کے اندر بذات خود کتنا ہولناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین!

اور پھر بالوں کے بل لٹکنا یہ انتہائی تکلیف دہ سزا ہے۔ اور پھر دماغ کا پکنا یہ تیسری سزا ہے۔

پھر فرمایا۔

(۲) میں نے دوسری عورت کو جہنم (دوزخ) میں اس طرح دیکھا کہ وہ زبان کے بل لٹکی ہوئی ہے۔

(۳) تیسری عورت کو میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں پاؤں (پیر) سینے سے بندھے ہوئے ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ پیشانی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔''

(۴) چوتھی عورت کو میں نے اس طرح دیکھا کہ وہ چھاتیوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

(۵) پانچویں عورت کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ ''اس کا چہرہ خنزیر کے چہرہ کی طرح اور اس کا باقی جسم گدھے کی طرح ہے، مگر حقیقت میں وہ عورت ہے اور

سانپ اور بچھو اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔"

(۶) چھٹی عورت کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ "وہ کتے کی شکل میں ہے اور اس کے منہ کے راستے سے جہنم کی آگ داخل ہو رہی ہے۔ اور پاخانہ کے راستے سے آگ نکل رہی ہے اور عذاب دینے والے فرشتے جہنم کے گرز سے اس کو مار رہے ہیں"!

اس طرح سے چھ (۶) عورتوں کو ہونے والے عذاب کی تفصیل حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائی۔

پہلی عورت کے عذاب کا سبب!

"بے پردگی"

اس کے بعد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ "ابا جان، ان عورتوں پر یہ عذاب ان کے کون سے اعمال کی وجہ سے ہو رہا تھا؟

اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس عورت کو میں نے سر کے بالوں کے ذریعے جہنم میں لٹکا ہوا دیکھا اور جس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا تھا اس کو یہ عذاب گھر سے ننگے سر جانے کی وجہ سے ہو رہا تھا وہ عورت نامحرم مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی۔!

اے میری پیاری اسلامی بہنوں! آپ نے پڑھا اور سنا بھی ہے کہ گھر سے باہر ننگے سر گھومنے والی عورتوں کو کتنا دردناک اور ہولناک عذاب ہو رہا تھا۔ اس میں ان اسلامی بہنوں کے لیے عبرت ہی عبرت ہے۔ جو اسلامی بہنیں بے پردہ گھومتی ہیں اور پھر غیر محرم مردوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ: اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے گا اور وہ کہ تمہاری آرائش ہو۔ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔ (پ ۸۔ ع ۱۰)

اس کے علاوہ رسول مقبول ﷺ کی بے شمار احادیث مبارکہ پردہ کے احکام پر موجود ہیں۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے۔

"عورت چھپانے کے لائق ہے۔ جب وہ بے پردہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے!"۔

جنت کی خوشبوؤں سے کون محروم!

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"دوزخیوں میں دو گروہ ہیں۔ ان میں سے ایک ان عورتوں کا ہے جو بظاہر کپڑے پہنتی ہیں مگر حقیقت میں وہ ننگی ہیں یعنی اس قدر باریک اور ایسی لاپرواہی سے کپڑے استعمال کرتی ہیں کہ ان کا بدن چمکتا ہے اور کہیں سے کھلا ہوتا ہے اور کہیں سے چھپا ہوا۔ خود بھی دوسرے مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں (یعنی بناؤ سنگھار کر کے دوسرے مردوں کے دل بہلاتی ہیں، یا سر سے دوپٹہ اتار لیتی ہیں اور مٹک مٹک کر چلتی ہیں تاکہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں)۔ ایسی عورتیں ہرگز ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔ اور جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی۔ (حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور دور سے آتی ہے!(حوالہ از مشکوٰۃ شریف)

"ستر اور پردہ"

ردالمحتار، عالمگیری اور بہار شریعت جو کہ فقہ حنفی کی مستند کتب ہیں نماز کے احکام میں "ستر عورت" کا بیان یوں کیا کہ عورتوں کے لیے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے تلوؤں کے سوا سارا بدن عورت (پردہ) ہے۔

نماز کے لیے اگرچہ عورت تنہا اندھیری کوٹھڑی میں ہو۔ سوائے ان پانچ اعضاء کے باقی تمام بدن چھپانا فرض ہے جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں سے اگر کوئی عضو چوتھائی کھل گیا ہے اور فوراً نہ چھپایا تو نماز نہ ہوئی۔ یہ تھا ستر کا نماز میں حکم!

اب پردے کا حکم یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک پورا جسم چھپانا فرض ہے جس کو نامحرم مردوں سے چھپانا گھر میں اور گھر سے باہر بھی ضروری ہے۔

عذاب قبر کا عبرت ناک واقعہ!

ایک شخص قبرستان کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اس نے کسی قبر سے یہ آواز سنی کہ مجھے باہر نکالو، میں تو زندہ ہوں۔ جب اس نے ایک دو مرتبہ آواز سنی تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ تو میرا وہم اور خیال ہے کوئی آواز وغیرہ نہیں آرہی، لیکن جب اس نے مسلسل یہ آواز سنی تو اس کو یقین ہونے لگا، چنانچہ قریب میں ایک بستی تھی وہ شخص اس میں آیا لوگوں کو اس آواز کے بارے میں بتا کر کہا کہ تم بھی چلو اور اس آواز کو سنو، چنانچہ کچھ لوگ اس کے ساتھ آئے اور انہوں نے بھی یہی آواز سنی۔ اور سب نے یقین کر لیا کہ واقعی یہ آواز قبر میں سے ہی آرہی ہے۔ اب یقین ہونے کے بعد لوگوں کو مسئلہ پوچھنے کی فکر ہوئی کہ پہلے علماء سے یہ مسئلہ معلوم کرو کہ قبر کھولنا جائز ہے یا نہیں؟

چنانچہ وہ لوگ محلے کی مسجد کے امام صاحب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اس طرح سے قبر میں سے آواز آرہی ہے اور میت یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے قبر سے نکالو، میں زندہ ہوں، امام صاحب نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو گیا ہے تو پھر قبر کو کھول لو۔ اور اس کو باہر نکال لو۔ چنانچہ یہ لوگ ہمت کر کے قبرستان گئے اور جا کر قبر کھولی۔ اب جونہی تختہ ہٹایا تو دیکھا کہ اندر ایک عورت ننگی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا کفن گل چکا ہے اور وہ عورت کہہ رہی ہے کہ جلدی سے میرے گھر سے میرے کپڑے لاؤ۔ میں کپڑے پہن کر باہر نکلوں گی، چنانچہ یہ لوگ فوراً دوڑ کر اس عورت کے گھر گئے اور اس کے گھر والوں کو یہ واقعہ سنایا۔

اے میری پیاری اسلامی بہنوں! آپ نے پڑھا اور سنا بھی ہے کہ گھر سے باہر ننگے سر گھومنے والی عورتوں کو کتنا دردناک اور ہولناک عذاب ہو رہا تھا۔ اس میں ان اسلامی بہنوں کے لیے عبرت ہی عبرت ہے۔ جو اسلامی بہنیں بے پردہ گھومتی ہیں اور پھر غیر محرم مردوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ: اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے گا اور وہ کہ تمہاری آرائش ہو۔ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

اور اس کے کپڑے چادر وغیرہ لے کر آئے اور لا کر قبر کے اندر پھینک دیئے اس عورت نے ان کپڑوں کو پہنا اور چادر اپنے اوپر ڈالی، اور پھر تیزی سے بجلی کی طرح سے اپنی قبر سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بھاگی۔ اور اپنے گھر جا کر ایک کمرے میں جا کر چھپ کر اندر سے کنڈی لگالی اب جو لوگ قبرستان سے آئے تھے دوڑ کر اس کے گھر پہنچے۔ اور اب انہیں وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ اس نے

کپڑے چادر وغیرہ لے کر آئے !ور لا کر قبر کے اندر پھینک دیئے اس عورت نے ان کپڑوں کو پہنا اور چادر اپنے اوپر ڈالی، اور پھر تیزی سے بجلی کی طرح سے اپنی قبر سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بھاگی۔ اور اپنے گھر جا کر ایک کمرے میں جا کر چھپ کر اندر سے کنڈی لگالی اب جو لوگ قبرستان سے آئے تھے دوڑ کر اس کے گھر پہنچے۔ اور اب انہیں وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ اس نے کمرے کے اندر سے کنڈی لگالی ہے ان لوگوں نے دستک دی کہ کنڈی کھولو۔ اندر سے اس عورت نے جواب دیا کہ میں کنڈی تو کھول دوں گی لیکن کمرے کے اندر وہ شخص داخل ہو کہ جس کے اندر مجھے دیکھنے کی تاب ہو کہ اس وقت میری حالت ایسی ہے کہ ہر آدمی مجھے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا کوئی دل گردے والا شخص اندر آئے اور آ کر میری حالت دیکھے۔

کمرے کے اندر سے کنڈی لگالی ہے ان لوگوں نے دستک دی کہ کنڈی کھولو۔ اندر سے اس عورت نے جواب دیا کہ میں کنڈی تو کھول دوں گی لیکن کمرے کے اندر وہ شخص داخل ہو کہ جس کے اندر مجھے دیکھنے کی تاب ہو کہ اس وقت میری حالت ایسی ہے کہ ہر آدمی مجھے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا کوئی دل گردے والا شخص اندر آئے اور آ کر میری حالت دیکھے۔

اب سب لوگ اندر جانے سے ڈر رہے تھے مگر دو چار آدمی جو مضبوط دل والے تھے انہوں نے کہا کہ تم کنڈی کھولو۔ ہم اندر آئیں گے چنانچہ اس نے کنڈی کھول دی اور یہ اندر چلے گئے!

بے پردگی کا سخت عذاب

اندر وہ عورت اپنے آپ کو چادر میں چھپائے بیٹھی تھی جب یہ لوگ اندر پہنچے تو اس عورت نے سب سے پہلے اپنا سر کھولا! ان لوگوں نے دیکھا کہ اس کے سر پر ایک بال بھی نہیں بال بھی نہیں ہے۔ وہ بالکل خالی کھوپڑی ہے نہ اس پر بال ہیں اور نہ ہی کھال ہے۔ صرف خالی ہڈی ہڈی ہے لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیرے بال کہاں گئے؟

اس عورت نے جواب دیا کہ جب میں زندہ تھی تو میں گھر سے ننگے سر باہر نکلا کرتی تھی۔ پھر مرنے کے بعد میں قبر میں لائی گئی تو فرشتوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور اس نوچنے کے بعد نتیجے میں بال کے ساتھ کھال بھی نکل گئی اب میرے سر پر نہ بال ہیں اور نہ ہی کھال ہے۔

نامحرم کے سامنے زینت ظاہر کرنے سزا

اس کے بعد اس عورت نے اپنا منہ کھولا۔ جب لوگوں نے اس کا منہ دیکھا تو وہ اتنا خوفناک ہو چکا تھا کہ سوائے دانتوں کے کچھ نظر نہ آیا۔ نہ ہی اوپر کا ہونٹ موجود تھا اور نہ ہی نیچے کا ہونٹ موجود تھا۔ بلکہ بتیس کے بتیس دانت ہی سامنے جڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ سوچیئے اگر کسی انسان کے صرف دانت ہی دانت نظر آئیں تو کتنا ڈر معلوم ہوتا ہے اب ان لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرے ہونٹ کہاں گئے؟

اس عورت نے جواب دیا، میں فیشن کے طور پر چہرہ کھول کر نامحرم لوگوں (مردوں) کے سامنے جایا کرتی تھی۔ اس کی سزا میں میرے ہونٹ کاٹ لیے گئے اس لیے اب میرے چہرے پر ہونٹ نہیں ہیں!

ناخن پالش پر عذاب

اس کے بعد اس عورت نے اپنے ہاتھ اور پیر (پاؤں) کی انگلیاں کھولیں کہ اس کے ہاتھ اور پیروں کی انگلیوں میں ایک بھی ناخن نہیں تھا تمام انگلیوں کے ناخن غائب تھے۔ اس سے پوچھا تیرے ناخن کہاں گئے؟

اس عورت نے جواب دیا ناخن پالش لگانے کی وجہ سے میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا گیا۔ چونکہ یہ سارے کام کر کے گھر سے باہر نکلا کرتی تھی اس لیے جیسے ہی مرنے کے بعد قبر میں پہنچی تو میرے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا اور مجھے یہ سزا ملی کہ۔

میرے سر کے بال بھی نوچ لئے گئے۔

میرے ہونٹ بھی کاٹ دیئے گئے۔

میرے ناکن بھی کھینچ لئے گئے۔

اتنی بات کرنے کے بعد وہ بے ہوش ہو گئی اور مردہ ہو گئی۔ جیسے لاش ہوتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے دوبارہ اس کو قبرستان پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو عبرت دکھانی مقصود تھی کہ دیکھو! اس عورت کا کیا انجام ہوا؟ اور اس کو کتنا ہولناک عذاب دیا گیا ہے؟

بے پردہ خواتین اس واقعہ سے عبرت لیں۔ اور ان گناہوں سے دل سے توبہ کر لیں بے پردگی سے بچنے اور بچانے کے لیے امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو البلال محمد الیاس قادری عطاری صاحب کا رسالہ ''زخمی سانپ'' کا ضرور مطالعہ کریں۔

یہ واقعہ جو بیان ہوا گلگشت میں آیا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ شک پیدا ہو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ "ان اللہ علی کل شی قدیر" بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔'' (پارہ اول آیت ۲۰)

تو جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تو اس کے لیے یہ کوئی مشکل بات نہیں بلکہ آپ قرآن مجید اور تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو ایسے بے شمار واقعات قرآن مجید اور تاریخ اسلام میں ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

فاما ۃ اللہ مائتہ عام ثم بعثہ ط

تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔

قال کم لبثت ط قال لبثت یوما او بعض یوم

فرمایا تو وہاں کتنا ٹھہرا۔ عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا۔ یا کچھ کم

جلوۂ مکتوب

عقائد و معمولات اہلسنت

(مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ معاشرے کے اس عظیم طبقے کے قافلۂ سالار ہیں جس نے جہاں نو کی خبر دی، جس نے اسلام کا بول بالا کیا، جس نے دلوں کو ملایا، جس نے اسلام کے لیے سب کچھ لٹایا، جو کچھ کہا، اللہ کے لیے کہا...... جو کچھ کیا اللہ کے لیے کیا...... آیئے ایسی عظیم ہستی کے ارشادات کی روشنی میں عقائد و معمولات اہل سنت کا ایک سرسری جائزہ لیں...... ذیل میں بعض مسائل کے بارے میں مکتوبات امام ربانی سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں......

محبت وصحبت اولیاء

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں ہی صلحاء کا ذکر فرمایا ہے پھر اپنے دوستوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بلند درجات، مقامات و کمالات کا ذکر بھی فرمایا ہے اور ذکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کو یاد رکھا جائے، ان سے محبت کی جائے، ان کی پیروی کی جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ خود ایک عارف کامل تھے اور اس کا ادراک رکھتے تھے کہ اولیاء کاملین کی صحبت اللہ کی عظیم نعمت ہے، ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

اس گروہ (اولیاء اللہ) کی صحبت جو ان کیمعرفت پر مترتب ہوتی ہے، حق سبحانہ، وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، دیکھئے کس صاحب نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

ان کی صحبت کی برکتیں کیا بیان کی جائیں، یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے دوست کسی شخص کو قبول کرلیں چہ جائیکہ اس کو محبت وقرب سے ممتاز فرمائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور آداب صحبت کو مدنظر رکھیں تا کہ تاثیر پیدا ہو۔

وسیلۂ انبیاء واولیاء

وسیلہ کے بغیر انسان ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا...... کھانے، کمانے، چلنے، پھرنے، لکھنے، پڑھنے، سب ہی کے لیے وسیلے کی ضرورت ہے...... دور جدید تو وسیلوں کا دور ہے، ان وسیلوں سے ہم دور دراز کا سفر کر سکتے ہیں' میلوں فاصلوں سے باتیں کر سکتے ہیں اور ہجر وفراق میں وصل و ملاقات کا لطف اٹھا سکتے ہیں ث وسیلوں کو ترک کر دیں تو سفر زندگی یکا یک رک جائے...... اللہ نے اپنے کرم سے وسیلوں کو پیدا کیا، ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے وہ اپنے کرم سے بغیر وسیلے ہی اپنے انعام واکرام سے نواز سکتا ہے پھر بھی فرمایا:۔ ترجمہ (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈ واور اس کی راہ میں جہاد کے کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ) ہاں اس تک رسائی کے لیے وسیلے تلاش کرنا، نیک اعمال کا وسیلہ، نیک لوگوں کا وسیلہ کہ جب نیک عمل وسیلہ بن سکتا ہے اور عمل کرنے والا تو بدرجہ اولیٰ وسیلہ بن سکتا ہے کیوں کہ عمل اس کا تابع ہے، وہ عمل کا تابع نہیں...... وسیلہ اس لیے اختیار کرو تا کہ تم مراد کو پہنچو......

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے کئی مقامات پر وسیلہ کا ذکر فرمایا، اللہ کے محبوبوں کا وسیلہ...... ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں،

''آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ کے بغیر کسی کو مطلوب تک وصول مجال ہے۔

گورنر پنجاب قلیچ خان کے بیٹے قلیچ اللہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''بہرحال اس گروہ (اہل اللہ) کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور ان لوگوں کے ساتھ التجا و عاجزی اپنا شعار بنائیں اور منتظر رہیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان لوگوں کی محبت کے وسیلے سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح

وسیلہ کے بغیر انسان ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا...... کھانے، کمانے، چلنے، پھرنے، لکھنے، پڑھنے، سب ہی کے لیے وسیلے کی ضرورت ہے...... دور جدید تو وسیلوں کا دور ہے، ان وسیلوں سے ہم دور دراز کا سفر کر سکتے ہیں' میلوں فاصلوں سے باتیں کر سکتے ہیں اور ہجر وفراق میں وصل وملاقات کا لطف اٹھا سکتے ہیں وسیلوں کو ترک کر دیں تو سفر زندگی یکا یک رک جائے...... اللہ نے اپنے کرم سے وسیلوں کو پیدا کیا، ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے وہ اپنے کرم سے بغیر وسیلے ہی اپنے انعام واکرام سے نواز سکتا ہے پھر بھی فرمایا:۔ ترجمہ (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈ واور اس کی راہ میں جہاد کے کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ) ہاں اس تک رسائی کے لیے وسیلے تلاش کرنا، نیک اعمال کا وسیلہ، نیک لوگوں کا وسیلہ کہ جب نیک عمل وسیلہ بن سکتا ہے اور عمل کرنے والا تو بدرجہ اولیٰ وسیلہ بن سکتا ہے کیوں کہ عمل اس کا تابع ہے، وہ عمل کا تابع نہیں...... وسیلہ اس لیے اختیار کرو تا کہ تم مراد کو پہنچو......

اپنی طرف کھینچ لے اور ان جنجالوں (غیر شرعی دنیوی تعلقات) سے بالکل آزاد کر دے۔''

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرض کا اپنا ثواب ہے مگر اگر کوئی اس نیت سے فرض ادا کرے کہ یہ صدقہ ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تو مزید برکتوں سے بھی سرفراز ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

''کوئی شخص فرائض میں کسی فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے اس فرض کو ہمارے نبی نے ادا کیا ہے اس لیے ہم بھی ادا کرتے ہیں تو اس صورت میں امید ہے کہ وہ ادائے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب علیحدہ پائے اور اس نبی کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے سے مزید برکات سے بھی مستفید ہو۔''

محافلِ عُرس

عالم اسلام میں چند صدیوں سے یہ رواج ہو گیا ہے کہ بزرگان دین کے ایام وصال پر ان کی یاد میں محفل منعقد کی جاتی ہے، جس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد ہوتا ہے، نعت و منقبت بھی پڑھی جاتی ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بھی ہوتا ہے۔ ایسی محافل کو عرس کا نام دیا جاتا ہے...... اللہ کے محبوبوں کی یاد میں محفلیں سجانے کا تو قرآن کریم میں بھی حکم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا وذکرھم بایام اللہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں...... پھر جو کچھ عرس میں ہوتا ہے قرآن و حدیث میں اس کی تائید تو ہے ممانعت نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کا دہلی میں عرس ہوتا تھا اور آپ اس میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس کے زمانے میں دہلی پہنچ کر یہ خیال تھا کہ آپ کی عالی خدمت میں بھی حاضر ہوں کہ اس اثناء میں روانگی کی خبر پھیل گئی، مجبوراً توقف کر کے چند نامربوط کلموں سے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔''

چادر پوشی

۱۰۲۹ھ سے ۱۰۳۳ھ تک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جہاں گیر بادشاہ کی خواہش پر اس کے ہمرکاب رہے، اسی زمانے میں آپ نے اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی، مزار مبارک پر مراقب تھے کہ اس دوران مزار مبارک کی چادر بدلی گئی، جب مراقبے سے فارغ ہوئے تو یہ چادر خادموں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دی، آپ نے سرد آہ کھینچی اور فرمایا:

'لباسے ازیں نزدیک بہ حضرت خواجہ نہ بود لاجرم آں راہما لطف موودند۔ برائے تکفین نگاہ داشتہ باش۔''

ترجمہ: اس لباس سے قریب حضرت خواجہ کے قریب کوئی لباس نہ تھا، لامحالہ وہی عطا فرمادیا، ہماری تکفین کے لیے یہ محفوظ رکھا جائے۔

ایصالِ ثواب

مرنے کے بعد انسان کی اپنی کمائی کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دوسروں کی نیک کمائی سے مرنے والوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے اسی لیے بزرگوں نے ایصال ثواب کا طریقہ اپنایا ہے، اس کو روکنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مجبور و معذور انسان کی مدد سے روکے اور یہ سراسر ظلم ہے۔ خواص اور اخص الخواص کی بات الگ ہے عام مرنے والے مسلمان اپنے عزیزوں کی اعمال خیر کے انتظار میں رہتے ہیں...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میت قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہے جو مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ وہ مردہ اپنے والد، والدہ بھائی یا دوست کی طرف سے ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے، جب قبر میں کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔''

بدعات

جہاں تک ان بدعات کا تعلق ہے جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد نہیں کی گئیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ان کی تائید فرماتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

''جس نے کسی اچھی سنت کو جاری کیا تو اس کے لیے اس کے جاری کرنے کا اجر ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا اجر بھی اس کے لیے ہے۔''

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''اس طرح ہر وہ نیک کام جو کسی امتی سے وجود میں آتا ہے، اس عمل کا جس قدر اجر عامل کو ملے گا اسی قدر اجر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ملتا ہے بغیر اس کے کہ عامل کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو۔''

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''جب ان بزرگوں کے حرکات و سکنات (حق تعالیٰ) کے اذن پر موقوف ہیں تو بے شک دوسروں کے نفل بھی ان کے لیے فرض ہوں گے مثلاً ایک فعل شریعت کے حکم سے ایک شخص کی نسبت نفل ہے اور وہی فعل دوسرا شخص کے لیے الہامی حکم سے فرض ہے۔ پس دوسرے لوگ کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی امور کے مرتکب ہوتے ہیں مگر یہ بزرگوار جس کام کو مولیٰ جل سلطانہ کے امر و اذن سے کرتے ہیں وہ سب فرض ہی ہوتے ہیں۔ دوسرے کے مستحب و مباح ان کے لیے فرائض کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس تحقیق سے ان بزرگوں کی بلندی شان معلوم کرنا چاہئے۔''

عالم اسلام میں چند صدیوں سے یہ رواج ہو گیا ہے کہ بزرگان دین کے ایام وصال پر ان کی یاد میں محفل منعقد کی جاتی ہے جس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد ہوتا ہے، نعت و منقبت بھی پڑھی جاتی ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بھی ہوتا ہے۔ ایسی محافل کو عرس کا نام دیا جاتا ہے...... اللہ کے محبوبوں کی یاد میں محفلیں سجانے کا تو قرآن کریم میں بھی حکم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا وذکرھم بایام اللہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں...... پھر جو کچھ عرس میں ہوتا ہے قرآن و حدیث میں اس کی تائید تو ہے ممانعت نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کا دہلی میں عرس ہوتا تھا اور آپ اس میں شریک ہوتے تھے۔

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ڈاکوؤں کے سردار کی زندگی بدل گئی

تحریر: علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی

عبداللہ عراق کا مشہور ڈاکو، ہلاکت خیز، غارت گر اور ستم پیشہ قاتل، آج ایک خوف ناک مہم سے پلٹ کر اپنے گھر آیا تھا۔ کافی سے زیادہ رات گزر چکی تھی ساتھیوں نے رخصت ہوتے وقت دریافت کیا؟ سردار! دوسری مہم کی تیاری کب تک ہوگی؟

آج جانے کیا بات تھی کہ اس سول پر عبداللہ کے چہرے سے خوشی کا کوئی نشان نہیں ظاہر ہوا، اس نے نہایت بے دلی سے جواب دیا ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تیاریوں کی اطلاع تمہیں وقت سے پہلے دی جائے گی۔ ساتھیوں کو رخصت کر کے جب وہ اپنے بستر پر لیٹا تو ایک نہ معلوم کسک سے اس کا دل بوجھل تھا ہزار کوشش کے باوجود اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ چند ہی لمحوں کے بعد اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے دل کے دروازے پر دستک دے رہا ہو۔ وہ حیران کے عالم میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ غفلتوں کی نیند بہت گہری تھی اس لیے منہ پھیر کر لیٹ گیا۔ لیکن اس مرتبہ دل کا بند دروازہ نیم باز ہو چکا اور اور ہاتف غیب کی سرگوشیوں کے لیے گنجائش نکل آئی تھی۔

اچانک دل کے روزن سے کوئی بہت دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔ ظالم! ذرا پیچھے پلٹ کر دیکھ! تیرے نامہ زندگی کا ایک ایک ورق سیاہ ہو چکا ہے۔ مظلوموں کی آہ، بے گناہوں کے خون اور معاصی کے بوجھ سے تیری مغرور گردن اب ٹوٹنا ہی چاہتی ہے۔ مرنے کے بعد جب تو ایک باغی مجرم کی طرح خدائے قہار کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو دہشت و جلال سے تیرا کلیجہ پھٹ جائے گا انجام کی رسوائی اور جہنم کے ہولناک عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو اب بھی وقت ہے۔ اٹھ! اور اپنے خاکی جسم سے شیطان کا یہ پیراہن اتار کر پھینک دے۔ مغفرت و کرم کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے



جرمن کے شہر بون کے نواحی جنگلات میں درختوں میں قطار در قطار پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ... نظر آرہا ہے

جیسے بھی ممکن ہو اپنے روٹھے ہوئے مولیٰ کو راضی کرلے۔

ہاتف غیب کی یہ خاموش صدا نہایت تیز نشتر کی طرح عبداللہ کے جگر کے پار ہوگئی اور اسے تڑپتے ہوئے بسمل کی گھائل کر گئی۔

اب دل کی اندرونی حس بیدار ہو چکی تھی اور عمر بھر کی کثافتوں کا غبار آنکھوں کی راہ سیلاب کی طرح بہہ رہا تھا۔ اسی عالم اضطراب میں عبداللہ اپنے بستر سے اٹھا اور رات کی تاریکی میں اپنے سب سے زیادہ قابل اعتماد ساتھی جعفر کے گھر گیا۔ عبداللہ کی بے وقت آمد سے جعفر گھبرا اٹھا اس نے جلدی سے پوچھا کیا کسی فوری مہم کی تیاری ہے؟...... عبداللہ نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا۔

''ہاں! آج زندگی کی سب سے بڑی مہم ہے میرے دوست؟'' اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

یہ اچانک تمہیں کیا ہوگیا ہے سردار! ہچکیاں بھرتے ہوئے عبداللہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے'' جعفر اس وقت میں ہولناک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہوں اپنی سیہ کار زندگی اور بھیانک انجام کے قصور سے میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ خدارا بتاؤ کہ ایک باغی مجرم کی طرح عمر کا جو حصہ میں نے گزارا ہے کیا اب کسی طرح اس کی تلافی ہو سکتی ہے؟ کیا اس رحمت خاص کا کہیں سراغ لگ سکتا ہے۔ جس کے تئیں نامہ عمل کی سیاہی دھونے کے لیے دیدہ شرمسار کا فقط ایک قطرہ کافی ہے۔ جعفر! میں اندھیرے میں بھٹک رہا ہوں مجھے چراغ دکھاؤ۔ میں اپنے رب کی طرف پلٹنا چاہتا ہوں میری رہ نمائی کرو میں گھائل ہوگیا ہوں میرے زخموں کی ٹیس کے لیے کوئی مرہم بتاؤ......

اتنا کہتے کہتے عبداللہ کی آواز حلق میں پھنس گئی اور وہ چپ ہوگیا ایک غمگسار چارہ گر کی زبان میں جعفر نے جواب دیا۔ دل کا یہ رقت انگیز انقلاب اور سوز و کرب کی یہ نئی منزلیں تمہیں مبارک ہو سردار! افسوس؟ کہ تمہاری طرح میں بھی اس کوچے سے ناآشنا ہوں۔ البتہ اتنی بات ضرور جانتا ہوں کہ خدا کی تلاش میں نکلنے والے سب سے پہلے کسی مرشد کامل کی تلاش میں نکلتے ہیں! اسے پالینے کے بعد خدایابی کی منزل بہت قریب ہو جاتی ہے کہتے ہیں خدا تک بازیابی کے لیے یہی ایک راہ اب تک کھلی ہوئی ہے باقی تمام راستے بند ہیں خدا کی طرف قدم بڑھانا چاہتے ہو تو تمہارے لیے ابھی اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ کسی مرشد کامل کا دامن

تلاش کرو۔

میں نے سنا ہے کہ مرشد کامل ہی اس راہ کے نشیب و فراز سے واقف ہوتا ہے مرشد کامل کے بغیر یہ راہ آج تک کسی نے بھی طے نہیں کی ہے عبداللہ!

جعفر کی اس بات پر عبداللہ کی آنکھیں چمک اٹھیں اس کا سوکھا ہوا چہرہ اس طرح کھل گیا۔ جیسے پاس کی

میرے دیرینہ ہمدم! تمہاری غم گسار رہنمائی کا شکریہ! تم نے میرے جلتے ہوئے زخموں پر جیسے تسکین کا مرہم رکھ دیا ہے اب اگرچہ میں مایوس نہیں ہوں لیکن میرے دوست! کسی مرشد کامل کی تلاش کا صحیح شعور بھی تو مشکل امر ہے اس مشکل کو بھی اب تم ہی آسان کرو تم ہی کسی مرشد کامل کا نشان بتاؤ میں اس کی گلی میں سر کے بل جاؤں گا۔ عبداللہ کے اس سوال پر جعفر ایک شریک غم کی طرح پھوٹ پڑا میرے محسن! تم میرا شکریہ ادا کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو۔ بارور کور! میرے خون جگر سے اگر تمہارے دل کی آگ بجھ سکتی ہے تو میں اس کے لیے بھی اپنے کو تیار پاتا ہوں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ آگ پانی سے نہیں تجلیات کی خنکی سے بجھتی ہے۔

تاریکیوں میں اسے امید کی کوئی کرن نظر آ گئی ہو۔ ایک غم نصیب شکر گزار کی زبان میں اس نے جعفر کی ہمدردیوں کے جواب میں کہا۔

میرے دیرینہ ہمدم! تمہاری غم گسار رہنمائی کا شکریہ! تم نے میرے جلتے ہوئے زخموں پر جیسے تسکین کا مرہم رکھ دیا ہے اب اگرچہ میں مایوس نہیں ہوں لیکن میرے دوست! کسی مرشد کامل کی تلاش کا صحیح شعور بھی تو مشکل امر ہے اس مشکل کو بھی اب تم ہی آسان کرو تم ہی کسی مرشد کامل کا نشان بتاؤ میں اس کی گلی میں سر کے بل جاؤں گا۔ عبداللہ کے اس سوال پر جعفر ایک شریک غم کی طرح پھوٹ پڑا میرے محسن! تم میرا شکریہ ادا کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو۔ بارور کور! میرے خون جگر سے اگر تمہارے دل کی آگ بجھ سکتی ہے تو میں اس کے لیے بھی اپنے کو تیار پاتا ہوں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ آگ پانی سے نہیں تجلیات کی خنکی سے بجھتی ہے۔

سردار تم اس بات سے ناواقف نہیں ہو کہ میرا اور تمہارا ماحول دونوں کا ایک ہی رہا ہے تمہاری ہی طرح میں بھی ان تمام چشموں سے گریزاں رہا ہوں جہاں خیال و عمل کی طہارت حصال ہوتی ہے اس لیے تمہاری طرح مجھے بھی کسی مرشد کامل کا کوئی تجربہ نہیں ہے ویسے میرا اپنا خیال ہے کہ مرشد کامل کی تلاش بھی خدا کی تلاش کا نقطۂ آغاز ہے اس لیے اگر تم خدا کا نام لے کر اس مہم پر جو نکل پڑو تو مجھے یقین ہے کہ خدا تمہاری ضرور مدد کرے گا یہ راہ طے نہیں کی جاتی ہے سردار! کرائی جاتی ہے۔ جگر میں ٹیس ابھی بھی تھی لیکن زخموں کی جلن کم ہو گئی تھی یا اس کی تاریکیوں میں آنے والا عبداللہ اب اکیلا نہیں تھا اس کے ہاتھوں میں امید کا چراغ بھی تھا۔

جعفر کی بات سن کر اضطراب شوق کے خود فراموش عالم میں عبداللہ اٹھا اور سیدھا اپنے گھر لوٹ آیا۔ ستاروں کی چاندنی میں اچانک ایک قافلہ نور زمین کی طرف اترا ہوا نظر آیا شاید کسی فیروز بخت کی دعا آج شرف قبول سے سرفراز ہونے والی تھی۔

عبداللہ اپنی کوٹھری کے ایک تاریک گوشے میں چھپ کر رو رہا تھا۔ کبھی کبھی ہچکیوں کے درمیان رقت و کرب میں ڈوبی ہوئی یہ آواز سنائی دیتی تھی۔

اے مغفرت و کرم کے والی! ایک شرمسار مجرم کو اپنی رحمت کے وسیع دامن میں پناہ دے دے، اے تیرہ بختوں کی امید گاہ اپنی سیاہ کار زندگی سے تائب ہو کر آج میں تیری طرف پلٹ رہا ہوں تو اپنی اونچی بارگاہ سے ایک فریادی کی پکار سن لے، اے دل کے ٹوٹے ہوئے آبگینوں کو جوڑنے والے ہر طرف سے، ٹوٹ کر اب تیری راہ میں قدم اٹھا رہا ہوں۔ بھیج دے کسی مرشد کامل کو۔ تیری دہلیز تک مجھے پہنچا دے! بے نیاز مولیٰ! میں تیری بارگاہ عظمت کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر روؤں گا۔ مچل مچل کر تڑپوں گا اور زار زار فریاد کروں گا۔ یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

رات پچھلے پہر میں داخل ہو چکی تھی۔ جلدی جلدی اس نے دعا تمام کی چاروں طرف ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی اور اللہ کا نام لے کر گھر سے نکل پڑا۔ حق کی تلاش میں اس کے سفر کا نقطۂ آغاز تھا گلیوں اور پر پیچ راستوں سے ہوتا ہوا وہ ایک چوراہے پر جا کھڑا ہوا۔ نامعلوم طور پر دل کے یقین نے نشان دہی کی کہ جہاں وہ کھڑا ہے وہی مرشد کامل کی ملاقات کی جگہ ہے انتظار میں کھڑے کھڑے کافی عرصہ بیت گیا۔ ستاروں کی آنکھیں ڈوبنے لگیں۔ امید و بیم کی کش مکش کا یہی عالم تھا کہ چند ہی لمحے کے بعد اسے کچھ فاصلے پر حرکت کرتا ہوا ایک سایہ نظر آیا بے ساختہ دل نے آواز دی۔

''مرشد کامل آ رہا ہے'' پابوسی کے لیے شوق کی نگاہ جھکی۔ عقیدت نے قدم بڑھائے امیدوں نے خیر مقدم کیا اور قریب پہنچ کر اس نے عالم بے خودی میں پکارا۔''

مُرشد کامل! میں تمہارا کب سے انتظار کر رہا ہوں آ ؤ میرے قریب آ ؤ! میرے کشور دل پر فرماں رواہ کرو۔ مجھے مرید کر لو مجھے بے دام خرید لو۔ میں تمہارے ہاتھ پر اپنی متاع ہستی بیچ رہا ہوں مجھے اپنے کاکل و رخ کا غلام بنا لو میں اپنے نصیب دشمن آزادی کو تمہارے قدموں پر نثار کرتا ہوں۔

آنے والے نے حیرانی کے عالم میں جواب دیا۔ میرے بھائی! میں تمہاری زبان نہیں سمجھ رہا ہوں تم جس کا انتظار کر رہے ہو وہ میں نہیں ہوں۔ میں اندھیری راتوں کا سیاح ہوں۔ مجھے اجازت دو تمہاری امیدوں کا مرکز کوئی اور ہوگا۔

عبداللہ نے دامن تھامتے ہوئے کہا کہ میں کس کا انتظار کر رہا ہوں اور میری امیدوں کا مرکز کون ہے یہ جاننا تمہارا کام نہیں میرا کام ہے۔

خدا کے ایک بچھڑے ہوئے بندے کو خدا سے قریب کر دینا تمہاری ہستی کا سب سے بڑا اہم فریضہ ہے مرشد! دیر مت کرو مجھے جلد مرید کر لو تا کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر تمہاری رہنمائی میں میرے سفر کا دوسرا دور شروع ہو جائے۔''

آنے والے نے ذرا سنجیدہ ہو کر جواب دیا میرے بھائی! میں کہہ رہا ہوں کہ تم نے مجھے غلط سمجھا ہے میں اس راہ کا آدمی نہیں ہوں میں کیا کہوں اور میرا پیشہ کیا ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم میرے منہ پر تھوک دو گے اس لیے بہتر ہے کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ جس مہم پر آج میں اپنے گھر سے نکلا ہوں اب اس کا وقت ختم ہو رہا ہے میرے

ساتھی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

ہزار انکار کے باوجود عبداللہ اپنی ضد پر قائم تھا اور کسی طرح بھی اس دامن سے الگ ہونے کے لیے تیار نہیں تھا۔

اب وہ بھی تنگ آ چکا تھا اور ایک اجنبی دیوانے سے پیچھا چھڑانے کا کوئی حیلہ تلاش کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا...... تو انہیں مانتے تو میں نے تمہیں مرید کر لیا۔ اب آج سے تم ہمارے ہاتھ بک گئے جس پر خطر راہ میں تم نے قدم رکھا ہے اسے سلامتی کے ساتھ طے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تم اپنے مرشد کی غیر مشروط اطاعت کرو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم یہاں کھڑے رہو، جب تک میں واپس نہ آ ؤ یہیں کھڑے رہنا یقین رکھو واپسی کے بعد میں تمہیں وہ راستے طے کرادوں گا جو بارگاہ ایزدی کی چوکھٹ تک پہنچاتا ہے اچھا اب اجازت دو۔''

یہ کہتا ہوا وہ جس طرف سے آیا تھا اسی طرف واپس لوٹ گیا۔ جب تک وہ نظر آتا رہا۔ عبداللہ کی حسرت بھی نگاہیں اس کے قدم چومتی رہیں۔ صبح ہوگئی اور عبداللہ انتظار میں کھڑا رہا۔ دن چڑھے تک شہر کے ایک مشہور شخص کا گھنٹوں ایک جگہ کھڑے رہنا معمولی بات نہیں تھی۔ ہر طرف سے آدمیوں کا تانتا بندھ گیا۔ لوگوں نے ہزار سمجھایا کہ وہ اپنے گھر واپس چلے لیکن سب کے لیے اس کے پاس ایک ہی جواب تھا۔

میری ہستی کا فرمانروا، میرا مرشد کامل، مجھے حکم دے گیا ہے کہ جب تک پلٹ کر نہ آ ؤں تم یہیں کھڑے رہنا اب میں اس کی واپسی تک یہاں سے کہیں نہیں ٹل سکتا۔ وہ وعدہ کر گیا ہے کہ مجھے بارگاہ یزدانی کی چوکھٹ تک پہنچادے گا۔

لوگوں نے اصرار کرتے ہوئے کہا، رات بھی ختم ہوگئی اب دن کا آخری حصہ گزر رہا ہے اسے واپس آنا ہوتا تو اب تک آ گیا ہوتا اب اس کا انتظار بے سود ہے اس نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا ہے عبداللہ نے یقین کے تیور میں شرابور ہو کر جواب دیا، اپنی زبان کو آلودۂ گناہ مت کرو مرشد کامل کبھی جھوٹ نہیں بولتا وہ ضرور واپس آئے گا۔ دم رخصت اس نے کسی وقت کا تعین نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کی واپسی کی میعاد صبح محشر تک ہے۔ تم لوگ میرے راستے سے ہٹ جاؤ میں عمر کے آخری لمحے تک اس کا انتظار کروں گا۔ دنیا کی ہر چیز حرکت میں تھی وقت کا قافلہ بھی رواں دواں تھا کتنی شام آئیں اور گزر گئی کتنے سورج نکلے اور ڈوب گئے لیکن عبداللہ اپنی جگہ پر کھڑا تھا کھڑا رہا۔ اب وہ علاقہ کا قابل نفرت جرائم پیشہ نہیں تھا۔ عقیدت کیش نگاہوں کا تماشا بن چکا تھا۔ ہزاروں شیدائی ہر وقت اسے اپنی جھرمٹ میں لیے رہتے تھے۔ مرشد کامل کا انتظار اب تنہا اسی کو نہیں تھا۔ دیوانوں کی ایک بہت بڑی جماعت اس کے شریک حال ہوگئی تھی۔

چاندنی رات تھی پچھلا پہر تھا ساری آبادی پر خموشی طاری تھی تماشائی بھی غنودگی کے عالم میں تھے لیکن عبداللہ بدستور کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں انتظار میں کھلی ہوئی تھیں۔

اچانک اسے کسی آنے والے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ پلٹ کر دیکھا تو سامنے ایک سفید پوش بزرگ لمبی عبا پہنے ہاتھ میں عصا لیے کھڑے تھے، نگاہوں کا جلال، پیشانی کی طلعت، اور چہرے سے برستا ہوا نور نشان دہی کر رہا تھا کہ انسانی پیکر میں کوئی آسمان کا فرشتہ اتر آیا ہے عظمت خداداد کی دھمک سے عبداللہ کی آنکھیں جھک گئیں دل ایک نامعلوم ہیبت سے مرعوب ہوگیا۔ نووارد بزرگ نے پرشکوہ لہجے میں دریافت کیا یہاں کیوں کھڑے ہو؟ آنکھیں نیچی کیے ہوئے عبداللہ نے جواب دیا! مرشد کامل کے انتظار میں! نووارد بزرگ نے پھر سوال کیا۔ ''کون مرشد کامل'' عبداللہ نے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا وہی مرشد کامل جس کے ہاتھ پر میں مرید ہو چکا ہوں اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تم یہیں میرا انتظار کرو میں واپس ہونے کی بعد تمہیں بارگاہ یزدانی کی چوکھٹ تک پہنچادوں گا۔

نووارد بزرگ نے فہمائش کے انداز میں ارشاد فرمایا۔

میرے عزیز! وہ مرشد کامل نہیں ہے اندھیری راتوں کا سیاح ہے۔ بارگاہ یزدانی کا راستہ اسے خود نہیں معلوم۔ وہ تمہاری رہنمائی کیا کرے گا۔ اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گا بلا وجہ اس کے انتظار میں اپنی جان مت ہلاک کرو۔ عبداللہ نے اصرار کرتے ہوئے جواب دیا۔ میرے دل کا یہ یقین کسی طرح متزلزل نہیں ہوسکتا کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور اسے بارگاہ یزدانی کا راستہ قطعاً معلوم ہے۔ مرشد کامل کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

نووارد بزرگ نے تنبیہہ کے لہجے میں فرمایا۔ ایک غلط بات پر اصرار مت کرو اتم سخت قسم کی فریب میں مبتلا ہو۔ اپنی نادانی سے ایک چور کو تم نے مرشد کامل سمجھ لیا ہے سوتے ہوئے انسانوں کی آنکھوں سے کاجل چرانے والا بھی اگر مرشد کامل ہوسکتا ہے تو شامت کی ماری ہوئی دنیا کو اب مرشد کامل کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ افسوس تمہاری نا سمجھی پر!

اب عبداللہ کا پیمانہ ضبط لبریز ہو چکا تھا مرشد کامل کے خلاف نشتر برداشت نہ ہوسکا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، ہچکیوں پر قابو پانے کے بعد اس نے درد و کرب کی آگ میں سلگتے ہوئے کہا کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ ایک طرف تو آپ کا سراپا دلوں پر ملکوتی اثر ڈال رہا ہے اور دوسری طرف آپ مرشد کامل کی خدمت کر رہے ہیں اتنا مقدس ہو کر آپ کا یہ انداز سمجھ میں نہیں آرہا ہے گستاخی نہ ہو تو کیا میں آپ کا نام نامی اسم گرامی معلوم کرنے کا اعزاز حاصل کرسکتا ہوں۔

نووارد بزرگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

'میرا نام معلوم کر کے اگر تمہیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو سن لو کہ مجھے ''خضر'' کہتے ہیں بھٹکے ہوئے مسافروں کو راہ

اچانک اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا...... تو انہیں مانتے تو میں نے تمہیں مرید کر لیا۔ اب آج سے تم ہمارے ہاتھ بک گئے جس پر خطر راہ میں تم نے قدم رکھا ہے اسے سلامتی کے ساتھ طے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تم اپنے مرشد کی غیر مشروط اطاعت کرو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم یہاں کھڑے رہو، جب تک میں واپس نہ آ ؤ یہیں کھڑے رہنا یقین رکھو واپسی کے بعد میں تمہیں وہ راستے طے کرادوں گا جو بارگاہ ایزدی کی چوکھٹ تک پہنچاتا ہے اچھا اب اجازت دو۔''

راست پر لانا میرے منصب کا اہم ترین فریضہ ہے اسی رشتے میں نے تمہاری فہمائش کی ہے۔ نام سنتے ہی عبداللہ نے جھک کر قدموں کا بوسہ لیا عبا کا دامن آنکھوں سے لگایا اور فرطِ ادب سے کانپتے ہوئے کہا آج میں اپنی خوش نصیبی پر جس قدر بھی ناز کروں کم ہے آج بھی بغیر کسی زحمت التجا کے ان حیرت نصیب جلووں سے میری نگاہیں سیراب ہو رہی ہیں اس کے ساتھ ہی یہ عرض کرنے کی بھی اجازت دی جائے کہ جس مرشد کامل کو چور کہا جا رہا ہے اس سے مرید ہونے کی بعد ہی مجھے یہ شرف حاصل ہو رہا ہے اس چور کی نسبت کا یہ اعزاز کیا میرے لیے قابل فخر نہیں ہے زہے نصیب! کہ آپ کی تشریف ارزانی سے مرشد کامل پر میرا یقین اور پختہ ہو گیا؟

حضرت خضر نے کریمانہ انداز میں ارشاد فرمایا ''پھر تم نے اسی غلطی کا اعادہ کیا میں مرشد کامل کو چور نہیں بنا رہا تم نے اک چور کو مرشد کامل بنا لیا ہے۔ البتہ اب مشیت کا کچھ ایسا انداز معلوم ہو رہا ہے کہ تمہاری ضد پر'' چور ہی کو مرشد کامل بنا دیا جائے طلب صادق کا یہ جنون اور جذب عشق کا یہ دلولہ شیطان کی دست برد سے محفوظ رہ گیا تو یہ بشارت سن لو کہ اسی جگہ مرشد کامل سے تمہاری ملاقات ہوگی اور اس کے چند لمحوں کے بعد تم بارگاہ یزدانی کی چوکھٹ پر خلعت عرفان سے سرفراز کیے جاؤ گے! انتظار کرو! اس ساعت جاں فروز کا جب تمہارے دل کی سرزمین پر تجلیات الٰہی کا عرش بچھایا جائے گا خدائے قادر تمہارے حوصلہ جنوں انگیز کی حفاظت فرمائے یہ کہتے ہوئے حضرت خضر واپس پلٹے اور دو قدم چل کر نگاہوں سے غائب ہو گئے تھوڑی ہی دیر کے بعد سپیدۂ سحر نمودار ہوا اور عبداللہ کے نصیبے کی رات کی تاریکی چھٹنے لگی آج عرصہ دراز کے بعد عبداللہ کو ذرا سی نیند آئی تھی۔ آنکھ لگتے ہی اس نے دیکھا کہ کارکنان قضا و قدر عرش الٰہی کے سائے میں کھڑے ہیں ناگہاں حجاب عظمت سے ایک آواز آئی اور فرشتے ہیبت جلال سے سجدہ ریز ہو گئے۔

> اب عبداللہ کا پیمانہ ضبط لبریز ہو چکا تھا مرشد کامل کے خلاف نشتر برداشت نہ ہو سکا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، ہچکیوں پر قابو پانے کے بعد اس نے درد و کرب کی آگ میں سلگتے ہوئے کہا کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ ایک طرف تو آپ کا سراپا دلوں پر ملکوتی اثر ڈال رہا ہے اور دوسری طرف آپ مرشد کامل کی خدمت کر رہے ہیں اتنا مقدس ہو کر آپ کا یہ انداز سمجھ میں نہیں آ رہا ہے گستاخی نہ ہو تو کیا میں آپ کا نام نامی اسم گرامی معلوم کرنے کا اعزاز حاصل کر سکتا ہوں۔

اندھیری راتوں کا سیاح، یا عبداللہ کا مرشد کامل جس کا نام یحییٰ تھا۔ آج بے حد مسرور تھا بغداد عروس البلاد کے متعلق بہت ساری روایتیں اس نے سنی تھیں۔ بہت دنوں سے اسے اشتیاق تھا کہ ایک بار چل کر اس دولت مند شہر میں قسمت آزمائی کی جائے۔ آج چند حوصلہ مند ساتھیوں کی مدد سے بغداد کی مہم کا پروگرام طے پا گیا تھا۔

مشورے کے مطابق صبح سویرے بغداد کے لیے روانگی تھی اس لیے رات ہی کو تمام ساتھی ایک جگہ جمع ہو گئے اور پو پھٹتے ہی اندھیری رات کے سیاحوں کا یہ دستہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

جیسے جیسے بغداد قریب آتا جا رہا تھا نامعلوم طور پر یحییٰ کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی اپنی اس بے چینی کا اس نے ساتھیوں سے کئی بار ذکر کیا لیکن انہوں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔

کئی دن شب و روز چلنے کے بعد یہ معلوم کر کے سب کو خوشی ہوئی کہ اب بغداد ایک منزل کی مسافت پر رہ گیا تھا۔ شام ہو چکی تھی ایک وادی کے نشیب سی گزرتے ہوئے جیسے وہ بلندی پر چڑھے سامنے بغداد کا حسین شہر جھلک رہا تھا۔ منزل مقصود پر نظر پڑتے ہی روح مسکرائی اور دل جھوم اٹھا تھوڑی ہی دیر کے بعد اب یہ دستہ بغداد کے شہر میں داخل ہو چکا تھا ایک وسیع شاہراہ سے گزرتے ہوئے ایک عالی شان عمارت نظر آئی دروازے پر سواریوں کا ہجوم گھوڑوں کی قطار اور اونٹوں کی بھیڑ دیکھ کر یحییٰ (عبداللہ کا مرشد کامل) چلتے چلتے رک گیا اس کا اندازہ غلط نہیں تھا کہ یہ شہر کے کسی بڑے رئیس کا گھر ہے پاس ہی کھڑے ہوئے ایک راہ گیر سے دریافت کیا۔

کیا یہ شہر کے بڑے رئیس کا گھر ہے؟ اس نے جواب دیا صرف شہر ہی کے نہیں بلکہ روئے زمین کے سب سے بڑے رئیس کا گھر ہے آج تک اس کے خزانے کی کوئی تھاہ نہیں پا سکا اس کے قدموں کے نیچے سونے اور جواہرات کے کان بچھے رہتے ہیں ہفت اقلیم کی بادشاہ اس کے گھر کی ایک معمولی کنیز ہے، ہواؤں، دریاؤں، صحراؤں، پہاڑوں، ہر جگہ اس کی شوکت اقتدار کا پرچم گڑا ہوا ہے راہ گیر کی یہ بات سن کر اس کا دماغ ایک نامعلوم ہیبت سے مرعوب ہو گیا فرط حیرت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں بڑی مشکل سے یہ الفاظ ادا ہو سکے اس رئیس کا نام کیا ہے؟

''ایک نام ہو تو کوئی بتائے بے شمار نام ہیں اس کے'' دست گیر کونین، شیخ الثقلین، خواجۂ کائنات، سلطان القطات، مخدوم الوریٰ غوث الاعظم، امام اعظم، جیلان محبوب سبحانی یہ اور اس طرح کے ناموں کا ایک زریں سلسلہ اس کی ذات سے منسوب ہے۔ راہ گیر نے جلدی میں جواب دیا اور ایک لمحہ رکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ یحییٰ نے فاتحانہ انداز میں اپنے ساتھیوں سے کہا معلوم ہوتا ہے آج قسمت کا ستارہ عروج پر ہے، اتنے بڑے دولت مند کے گھر کا غبار ہی ہاتھ آ گیا تو عمر بھر کے لیے کافی ہے آدھی رات تک غور و فکر کے بعد ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں یحییٰ نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ سب کے فرائض تقسیم کر دیے آج جانے کیا بات تھی کہ غوث الوریٰ کی خانقاہ کا عقبی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ رات کافی ڈھل چکی تھی سارا بغداد نیند کی خموشی میں شرابور تھا کہیں کہیں سے رات کے پاسبانوں کی آواز کان میں آ رہی تھی۔

یحییٰ دبے پاؤں خانقاہ کی عقبی دیوار کی طرف بڑھا دروازہ کھلا ہوا دیکھ کر اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں دل کی تیز دھڑکنوں کے ساتھ ہمت کر کے اندر داخل ہوا اندھیرے میں دیر تک ادھر ادھر ٹٹولتا رہا لیکن کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی سخت

حیران تھا کہ اتنے بڑے رئیس کا گھر اور بالکل خالی ناکامی کی حسرت کے ساتھ واپس ہوتے ہوئے سوچا کہ کیوں نہ اس گھر کا غبار ہی لیتے چلیں ممکن ہے اس میں سونے اور جواہرات کی راکھ چھپی ہو۔

چاروں طرف سے گرد وغبار جمع کر کے ایک چھوٹی سی گھڑی بنائی اور لے کر جونہی دروازے سے باہر قدم نکالا کہ اچانک آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا دو چار پلک جھپکانے کے بعد اسے محسوس ہوا کہ آنکھوں کی روشنی زائل ہو چکی ہے گھبرا کر بیٹھ گیا دل ڈوب رہا تھا آگے بڑھنے کی ہمت جواب دے چکی تھی اتنے میں قریب ہی سے پاسبانوں کی آواز کان میں آئی، گھبرا کر پھر گھر کے اندر پلٹا اور ایک کونے کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا کونین کا دستگیر اور ثقلین کا غوث تہجد کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا۔ عارض تاباں سے نور کی کرن پھوٹ رہی تھی پیشانی کی موجوں میں کرن لہرا رہا تھا آنکھوں سے تجلیات کے چشمے ابل رہی اور دل کی شمع فروزاں تعلیم ولایت کے نگارخانوں کو چمکا رہی تھی۔

سامنے رجال الغیب ہاتھ باندھے کھڑے تھے ایک نقیب نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

عالم پناہ! فلاں شہر کے ابدال کا انتقال ہو گیا ہے زبان حق ترجمان سے مغفرت و رحمت کی دعا دیتے ہوئے سرکار غوث الوریٰ آگے بڑھ گئے۔ اچانک کسی کے قدموں آہٹ پا کر یحییٰ کانپ اٹھا بھاگنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ کچھ سوچ کر وہیں بیٹھ گیا۔

آج میرے گھر کون مہمان ہے کشور دل کو فتح کر لینے والی ایک آواز کان میں آئی امید وبیم کی کشمکش میں کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایک اقبالی مجرم کی طرح بہ مشکل تمام یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے۔

سرکار؟ میں ہوں ایک شامت نصیب! اندھیری راتوں کا سیاح دولت خداداد کا شہرہ سن کر یہاں آیا تھا لیکن مصیب کے ہاتھوں گرفتار ہو کر رہ گیا اب زندگی کا سب سے بڑا ماتم یہ ہے کہ یہاں آ کر اپنی آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھا ہوں آہ! روئے زمین کے سب سے بڑے رئیس کے گھر کتنی امیدیں لے کر آیا تھا اب کون جانے قسمت کا کیا انجام ہو گا اتنا کہتے کہتے اس کی آواز حلق میں پھنس گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

روؤ مت! کرم کا آبگینہ بڑا نازک ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس سے گھائل ہو جاتا ہے۔ لو! میرے دامن میں اپنی بھیگی پلکوں کا آنسو جذب کر لو یہ مایوس امیدوں کی پناہ گاہ ہے یہاں مجرم کو سزا نہیں دی جاتی، دل تطہیر کی جاتی ہے اپنی ناکامی کا افسوس دل سے نکال دو۔ میری چوکھٹ کا امیدوار آج تک خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا ہے صبر سے کام لو آنکھوں کی روشنی نفع کے ساتھ واپس ہو گی یہ فرماتے ہوئے سرکار غوث الوریٰ اس کے بالکل قریب آ گئے۔ دوسرے ہی لمحے کرم کی نگاہ کارساز اٹھی اور اس کی بے نور آنکھوں کی راہ سے دل تک پہنچ گئی بس اب کیا تھا آن کی آن میں عرفان کے سارے لطائف کھل گئے اور اب پلک جھپکی تو عالم ناسوت کی آخری سرحد پر کھڑا تھا اب ہر طرف تجلیات کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے فروزاں تھا۔ اب وہ اندھیری راتوں کا سیاح نہیں۔ ولایت کی اقلیم کا تاجدار بن چکا تھا۔ غوث الوریٰ کی سرکار سے حکم صادر ہوا۔

ابھی ابھی اطلاع آئی ہے کہ فلاں شہر کے ابدال کا انتقال ہو گیا ہے آج سے اس جگہ پر تمہیں بحال کیا جاتا ہے فوراً وہاں پہنچ کر اپنے منصب کے فرائض سنبھالو۔ ایک اتھاہ جذبہ عقیدت کے ساتھ جھک کر اس نے سرکار کی پائے گاہ کو بوسہ دیا اور الٹے پاؤں واپس لوٹا۔ دروازے تک پہنچ کر قدم باہر نکالنا ہی چاہتا تھا کہ رجال الغیب کے مجمع سے آواز آئی۔ آخر ایک دیوانے کی ضد نے چور کر "مرشد کامل" بنا دیا۔ پھر اسی شاہرہ سے وہ گزر رہا تھا۔ جس پر چل کر وہ عرفان حقیقت کے بحر ذخار تک پہنچا تھا لیکن اب قدموں کے نیچے فرش زمین نہیں کائنات کا دل بچھا جا رہا تھا۔ جس راہ سے گزرتا آنکھوں کے پیمانے سے قادری میکدے کی شراب ٹپکتی گئی دن چڑھتے چڑھتے اس نے کئی روز کی مسافت طے کر لی تھی اب وہ ولایت کی قلم رو میں داخل ہو چکا تھا چند ہی قدم کے بعد شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آبادی کے چوراہے پر ہزاروں آدمیوں کا میلہ لگا ہوا تھا ایک اجنبی راہ گیر سمجھ کر لوگوں نے اس کی رہنمائی کرتے ہوئے کہا۔

"اژدہام کے باعث ادھر سے آمد ورفت کا راستہ بند ہے آپ کسی اور طرف سے جائیے لوگوں نے حیرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔ کئی ہفتے ہو گئے اس واقعہ کو! سارا علاقہ ہل گیا ہے اور آپ کو خبر نہیں ہے۔ بڑی تعجب کی بات ہے۔"

یحییٰ نے کہا میں اس علاقے کا باشندہ نہیں ہوں مجھے اصل واقعہ سے آگاہ کیا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے شہر کا ایک اچھا خاصا آدمی کئی ہفتہ سے دیوانہ ہو گیا ہے۔ اسی چوراہے پر دن رات کھڑا رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں مرشد کامل" کے انتظار میں یہاں کھڑا ہوں۔ وہ مجھ سے وعدہ کر گیا ہے کہ تم یہیں میرا انتظار کرو۔ میں واپس ہونے کے بعد بارگاہ یزدانی کی چوکھٹ تک تمہیں پہنچا دوں گا۔ ہزار اسے سمجھایا ہے کہ اب وہ نہیں آئے گا اس کا انتظار بے سود ہے لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے۔ سب کو یہی جواب دیتا ہے کہ مرشد کامل جھوٹ نہیں بول سکتا ہے وہ کبھی نہ کبھی ضرور آئے گا۔ دلوں کا میلان اس کی طرف اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب وہ اکیلا نہیں رہتا ہے اس کے اردگرد ہر وقت پروانوں کا ایک جمگھٹ لگا رہتا ہے لوگوں کی باتیں سن کر دفعتاً اس کا حافظہ تازہ ہو گیا اور اچانک اس رات کا سارا واقعہ نگاہوں کے سامنے پھر گیا اب غور سے دیکھا تو وہی چوراہا تھا جہاں ایک دیوانے سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اور اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے مرید کیا تھا اور اپنی واپسی تک وہیں انتظار کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ سارا واقعہ یاد آتے ہی وہ بے خود ہو گیا۔ جذبات تاب ضبط سے باہر ہو گئے وارفتگی شوق میں دامن پھاڑتا شور مچاتا مجمع کی طرف دوڑا اور ہجوم کو چیرتا پھاڑتا عبداللہ کے قریب پہنچ کر آواز دی! میں آ گیا! میرے مرید! میں اپنا وعدہ پورا کرنے آ گیا۔ جانی پہچانی آواز سن کر عبداللہ چونک پڑا جونہی چہرے پر نظر پڑی بے ساختہ چیخ پڑا۔

مرشد کامل آ گیا! مرشد کامل آ گیا! میں کہہ رہا تھا مرشد کامل جھوٹ نہیں بولتا وہ ضرور آئے گا۔ یہ کہتا ہوا بے خودی میں تڑپا اور مرشد کامل کے سینے سے لپٹ گیا۔ ایک بہت دنوں کی پیاسی روح چشمۂ عرفاں سے سیراب ہو رہی تھی اور تجلیات کا ایک نیا عالم نگاہوں کے سامنے چمک رہا تھا۔ سینے سے لپٹے ہوئے ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ مرشد کامل نے آواز دی۔

عبداللہ! آنکھیں کھولو! تم بارگاہ یزدانی کی چوکھٹ تک پہنچ گئے۔ آنکھ کھولتے ہی عبداللہ سجدے میں گر پڑا ہاتف غیب نے آواز دی "آخر ایک بندۂ گنہگار نے عشق کی آہ و زاری اور فریاد کی سوز و تپش سے اپنے روٹھے ہوئے مولیٰ کو راضی کر ہی لیا۔

شعاع مہر خود بیتاب ہے جذب محبت سے
حقیقت ورنہ سب معلوم ہے پرواز شبنم کی!

مشرقی و مغرب کی زندگی کا فرق

ڈالڈے اور دیسی گھی کی طرح ہے

امریکن ایئر لائنز کا بوئنگ طیارہ مجھے اٹھائے مست ہواؤں میں اڑا جا رہا تھا۔ اور میں دل میں ارمانوں کا ایک سمندر لیے جیسے کئی برس کی قید کے بعد رہا ہوا تھا۔ چوبیس گھنٹوں کا سفر صدیوں پر محیط لگ رہا تھا۔ پچھلے پندرہ برس ایک ہی دائرے میں انجن کی طرح آگے پیچھے حرکت کرتے گزر گئے۔

اور آج...... گویا زندگی کے سارے کس بل کھل گئے ہوں۔

میں نے گہری سانس لے کر ادھر ادھر دیکھا۔ مخصوص مغربی لباس پہنے ایئر ہوسٹس لبوں پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے کافی سرو کر رہی تھی۔

کرواہٹ میرے حلق میں اندر تک اتر گئی۔ مشرق اور مغرب کی زندگی میں کتنا فرق ہے۔ ڈالڈے اور خالص دیسی گھی کی طرح۔

مجھے وہ روشن اور وہ اس صبح یاد آ گئی جب پہلی دفعہ میں نیو یارک جانے والے طیارے میں سوار ہوا تھا۔ گرہ میں کتنی خالص محبتوں کا مان بندھا تھا۔

اماں کے آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔

بیوی کی متورم اور سرخ آنکھیں کئی دنوں کی بے خوابی کا پتہ دیتی تھیں اور خاموش لب ''نہ جاؤ'' کا ورد کر رہے تھے۔

تینوں بچے میری ٹانگوں سے چپٹے دل کو پیچھے کھینچ رہے تھے۔ مگر چار سال کی بے روزگاری اور دربدری نے قدم آگے بڑھانے پر مجبور کر دیا...... اور میں دل پر صبر کیا بھاری سل رکھے ایئرپورٹ کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

اور آج...... ہاں! ''آج'' ''کل'' سے کتنا مختلف ہے۔

اجالے اور دھند لکے کی طرح کتنا طویل بن باس کاٹنا پڑا تھا مجھے۔

پرایا دیس...... جہاں موسموں کی طرح انسانوں کے جذبات و احساسات بھی برف کے گالوں جیسے یخ ٹھنڈے اور پتھریلے تھے۔ مجھے اچانک ہی نیلی آنکھوں والی وہ اداس سی نوجوان لڑکی یاد آ گئی جو سکستھ ریونیو کموڑ پر یونیورسٹی پارک کے ایک سنگی بینچ پر نیم دراز مجھے اکثر نظر آتی تھی۔ اس میں پتہ نہیں کیا خاص بات تھی کہ ہمیشہ ہی میری نگاہیں اس پر ٹھہر جایا کرتی تھیں۔ تنہا اور ویران...... دنیا و مافیا سے بے نیاز...... تازہ سگریٹ اس کے پنکھڑی جیسے گلابی ہونٹوں میں یوں دبا ہوا تھا جیسے زندگی کے پنجوں میں موت دبی ہو۔ سنو! تم اس قدر چین اسموکنگ کیوں کرتی ہو؟ مجھے اس پر ترس آ رہا تھا۔

اس نے چونک کر پلکیں اٹھائیں اور پر اداس مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی ''تو پھر میں کیا کروں؟''

اس کے بعد اس کا ''کیا کروں'' میں سینکڑوں شکوے اور مایوسیاں مچل رہی تھیں۔ میں لاجواب سا ہو کر رہ گیا۔ غالباً اس سے اسموکنگ کی وجہ دریافت کرنے والا میں پہلا اور آخری فرد تھا۔ میں بری طرح اداس ہو گیا۔

اور پھر ایک بے رحم صبح کو جب میں وہاں سے گزرا تو اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا تھا۔ پولیس کے تین سپاہی اس کے اکڑے ہوئے مردہ وجود کو بینچ سے اٹھا کر گاڑی میں ڈال رہے تھے۔ میرا دل کٹنے لگا۔ کیا زندگی واقعی اتنی بے معنی چیز ہے...... کہ اسے ایک بینچ پر بیٹھ کر اسموکنگ کرتے ہوئے ختم کر دیا جائے۔

بعد میں پتہ چلا کہ وہ ریاست کنساس کے ایک امیر ترین شخص کی اکلوتی بیٹی تھی جو تعلیم کے سلسلے میں یہاں مقیم تھی۔

میرے دل میں پدرانہ شفقت عود آئی۔ ننھی منی زینت اور سائرہ بھلا کتنی بڑی ہو چکی ہونگی...... میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو ٹٹولا...... وقت گویا ٹھہر سا گیا ہو۔ ابھی تو پورے تیرہ گھنٹے اور 35 منٹ کی پرواز باقی تھی۔ میں بے خیالی میں اپنے ہاتھ پھیلا کر دیکھنے لگا۔ گاڑی کی اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھے رکھے بڑی بڑی گرہیں ابھر آئی تھیں۔ کئی سال پہلے میں نے ڈرائیونگ چھوڑ کر پارٹنر شپ پر ''پزا ہاؤس'' بنا لیا تھا اور اب ایک مڈل کلاس ہوٹل کا بلا شرکت غیرے مالک تھا۔ مگر ہاتھوں کے نشان ابھی تک تازہ تھے۔ بعض نقش کس طرح ثبت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جیسے عمر کی ننھی سی انگلی کا لمس ابھی تک میرے مضبوط ہاتھ محسوس کر سکتے تھے۔ جب ہم دونوں باپ بیٹا ہاتھوں میں ہاتھ دیئے مسجد جایا کرتے تھے۔ عمر کا معصوم سا چہرہ میری نگاہوں میں گردش کرنے لگا اور اس کے ساتھ ہی مجھے ایڈن ہال کا وہ طالب علم یاد آ گیا جس نے اپر کلاس اسکول کی وسیع گراؤنڈ میں کیمرہ نصب کیا تھا اور پھر سینکڑوں طالب علموں کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ کیمرے کی آنکھ نے بھی اس کی خود کشی کا منظر محفوظ کر لیا۔ کتنا سکون و اطمینان تھا اس کے چہرے پر جب اس نے اپنی کنپٹی پر موزر رکھ کر چلایا تھا۔

شہر کی بارسوخ شخصیت کا لاڈلا سپوت اس کی پاکٹ سے کاغذ کا جو پرزہ برآمد ہوا اس پر درج چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ اپنے معاشرے کو پتہ نہیں کیا پیغام دے رہے تھے۔

"Life is an aimless burde.... and nothing else."

ان دنوں مجھے عمر کتنا یاد کرتا تھا۔ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے میں اکثر ساحل پہ چلا جاتا تھا۔ مگر یہاں بھی زندگی سے مایوس نسلیں...... نیم گرم ریت پر نیم مدہوش پڑی نظر آتی تھیں۔ شراب کے نشے میں دھت...... ہپی ٹائپ لڑکوں اور لڑکیوں کے بکھرے وجود ریت پر پڑے ہوئے پتنگے محسوس کرتے تھے جو اڑنے کے لیے آندھی آنے کا انتظار کر رہے ہوں۔ مشینی زندگی میں انسانیت پس کر رہ گئی تھی۔ مجھے روحوں کے ملبے پر مادہ پرستی کا تاج محل شاندار ہونے کے باوجود بہت حقیر لگنے لگا تھا۔

میں خیالوں ہی خیالوں میں پتہ نہیں کہاں پہنچ گیا تھا۔ تلخ سوچوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں نے سر جھٹک کر مسافروں کو دیکھا۔ اکثر نیم دراز اونگھ رہی تھے یا پھر میری طرح یادوں کے دریچوں سے باہر جھانک رہے تھے۔ میں آنے والے خوشگوار لمحوں کے تصور میں کھو گیا......

مجھے اماں بے طرح یاد آنے لگیں...... ''بیٹا! روزی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے تو کیوں اتنی خواری مول لے رہا ہے۔'' اماں کا بے چین جملہ کانوں میں گونجنے لگا۔

''اماں''!!!...... میں نے ہولے سے آنکھیں بند کر کے پکارا۔ کتنی مٹھاس ہے اس ایک لفظ میں۔ شیرینی ہی شیرینی۔ ''اماں'' میں نے زیر لب دوہرایا۔ ان گزرے ماہ و سال میں میری زبان اس ایک لفظ کے لیے ترس گئی تھی۔ باقی سب سے تو فون پہ بات ہو ہی جاتی تھی۔ مگر اماں پتہ نہیں کہاں کھو گئی تھیں۔

مجھے ایک دم ہوٹل کے ساتھ والے فلیٹ کی بڑھیا یاد آ گئی۔ شلجم کی طرح پھیکی سفید اور بھر بھری۔ وہ روزانہ دن کے کسی پہر ہوٹل میں لازماً آیا کرتی تھی۔ تیز کافی کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے ہوئے وہ گھنٹوں اوٹ پٹانگ باتیں کرتی تھی۔ پتہ نہیں اپنے آپ سے کرتی تھی یا اپنے ساتھ کھڑے کتے سے جھکے ہوئے کانوں والا یہ بھورا کتا ہمہ وقت اس کے ساتھ چپکا رہتا تھا۔ شاید عرصہ سے وہ دونوں اکیلے رہ رہے تھے۔ ایک بوڑھی عورت اور ایک کتا۔

''تم کسی اولڈ ہاؤس میں کیوں ں ہیں چلی جاتیں؟'' ایک شام ہوٹل کی ویٹرس اس سے پوچھ رہی تھی۔ ''اولڈ ہاؤس''؟ مرنے کا انتظار تو کہیں بھی ہو سکتا ہے''...... اس کا لہجہ بہت ٹوٹا ہوا تھا۔

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (ترجمہ کنز الایمان)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

DAWAT-E-ISLAM INTERNATONAL

دعوتِ اسلام

ماهنامه کراچی

Issue No.1 Vol.7, March. 2003. Rs.15.00

ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے جگر چھلنی کر دینے والی کتاب تقوۃ الایمان

چونکا دینے والے انکشافات

بد عقیدہ عناصر کی سازشیں بے نقاب

تصوّر بدعت اور اس کی شرعی حیثیت

انٹرنیٹ کیفے بے حیائی کے گڑھ

جہاد کے جذبے سے سرشار امّت مسلمہ کے سر بکف نوجوان کی داستان

مُجاہد



دعوتِ اسلام



چیف ایڈیٹر ٭ ناصر علی جہانگیر

ایڈیٹر ٭ نشید اللہ قادری

لے آؤٹ ڈیزائنر ٭ اختر حسین/ صبا ..ل ..ز

کمپیوٹر گرافکس ٭ عامر سلطان/ کامران

پبلشر ٭ ناصر علی جہانگیر

پرنٹر ٭ ہمدرد پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ لمیٹڈ)

☆☆اس شمارے میں☆☆

☆☆ضروری معلومات وهدايات☆☆

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ 15 روپے۔ سالانہ چندہ 180 روپے۔ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتا ضرور لکھیں اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر ہر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180 + 12 + 10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202 روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں۔ کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالے سے دوبارہ طلب کریں۔ ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے۔ آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتے والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک : بیرونِ ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے۔ اس لیے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے۔ کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ 7 دینار ہے۔ انگلینڈ و دیگر ممالک میں فی پرچہ ایک پاؤنڈ سالانہ چندہ دس پاؤنڈ ہے۔ امریکا میں فی پرچہ 2 ڈالر اور سالانہ چندہ 20 ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخ نامہ اشتہارات : آخری صفحہ ٹائٹل مکمل فی اشاعت 500 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت فور کلر 2500 روپے، عام صفحات فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات مضمون اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے ═══ سالانہ چندہ 180 روپے

دفتر: 52، چوتھی منزل، پریس چیمبرز، آف آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی

فون، فیکس: 021-2443358

موبائل: 0320-4066861

حمدباری تعالیٰ

حاضر ہیں تیرے دربار میں ہم اللہ کرم اللہ کرم
دیتی ہے صدا یہ چشم نم اللہ کرم اللہ کرم

ہیبت سے ہرایک گردن خم ہے ہرآنکھ ندامت سے نم ہے
ہر چہرے پہ ہے اشکوں سے رقم اللہ کرم اللہ کرم

جن لوگوں پہ انعام تیرا ان لوگوں میں لکھ دے نام میرا
محشر میں میرا رہ جائے بھرم اللہ کرم اللہ کرم

ہر سال طلب فرما مجھ کو ہر سال یہ شہر دکھا مجھ کو
ہر سال کروں میں طوف حرم اللہ کرم اللہ کرم

میری آنے والی سب نسلیں تیرے گھر آئیں تیرادر دیکھیں
اسباب ہوں ان کو ایسے بہم اللہ کرم اللہ کرم

اس ورد میں عمر کٹی ساری ہونٹوں پر صبیح رہے جاری
اللہ کرم اللہ کرم اللہ کرم اللہ کرم

سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی

نعت شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اٹھا د ۔ دہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما
غضب سے ان کے خدا بچائے جلالِ باری عتاب میں ہے

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزشِ عشقِ چشم والا
کبابِ آہو، میں بھی نہ پایا مزہ جو دلِ کے کباب میں ہے

انھیں کی بو مایہ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

تری جلو میں ہے ماہ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا
حیات جاں کا رکاب میں ہے ممات اعدا کا ڈاب میں ہے

سیہ لباسانِ دار دنیا و سبز پوشانِ عرش اعلی
: اک ہے ان کے کرم کا پیاسا یہ فیض اُن کی جناب میں ہے

وہ گل میں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گ ب گ تن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

جلی ہے سوزِ جگر سے جاں تک ہے طالب جلوہ مبارک
کھ دو وہ ب کہ آب حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ ر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں اُمنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرّہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

انٹرنیٹ کیفے کے ذریعے فحاشی کو فروغ دیا جارہا ہے

آج کا دور الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کا دور کہلاتا ہے اب جنگیں میڈیا کے ذریعے لڑی جارہی ہیں۔ حکومتیں اسی ہتھیار سے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کررہی ہیں اور اسلام دشمن قوتیں اسی ہتھیار کے ذریعے دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرکے دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔ آپ میڈیا کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ یہ مختلف شکلوں میں ہر گھر میں موجود ہے اور اس کی رفتار اتنی تیز ہے کہ اس کے ذریعے اپنی بات سیکنڈوں میں دنیا بھر میں پہنچائی و پھیلائی جاسکتی ہے۔ بات اچھائی کی صورت میں ہو یا برائی کی صورت میں۔ میڈیا کا مقابلہ میڈیا ہی سے کیا جاسکتا ہے یعنی میڈیا کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب میڈیا ہی کے ذریعے دیا جاسکتا ہے۔ میری سُنی مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کے سربراہوں، علماء کرام، مشائخ عظام سے گزارش ہے میڈیا کی طرف توجہ دیں اپنے سُنی تبلیغی چینلز کا قیام عمل میں لائیں۔ اپنے اخبار اور رسائل کو عام کریں۔

میری مخیّر اور کاروباری حضرات سے اپیل ہے کہ وہ ایسے مخلص اور دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والوں اور تنظیموں سے تعاون کریں جو امن پسند ہیں، دہشت گردی کے خلاف ہیں، اسلام امن پسند دین ہے اور دہشت گردی کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں کہ دشمن پر اس وقت تک حملہ نہ کرو جب تک وہ تم پر حملہ آور نہ ہو۔ اور دورانِ جنگ بھی بچوں، بوڑھوں، عورتوں کو قتل نہ کرو فصلوں کو برباد نہ کرو۔

ہمارے معاشرے میں وہ تمام معاشرتی برائیاں جنم لے چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے قومیں تباہ و برباد ہوجایا کرتی ہیں۔ آج کے دور میں شراب حرام ہے لیکن بعض مسلمان خصوصاً (طبقہ امرأ) اسے تہذیب وتمدن کی ترقی اور ثقافت کے نام پر استعمال کررہے ہیں، جوئے کا نام ریس رکھ دیا گیا ہے، رشوت کو فضل ربی کہا جارہا ہے، سود جیسی حرام چیز کو منافع کہا جاتا ہے، فیشن شو کے نام پر عریانیت اور فحاشی حرام چیز کو عام کیا جارہا ہے۔ بوتیک کے ذریعے خواتین کے لیے مختصر لباس کو متعارف کرایا جارہا ہے، اسکولوں، کالجوں میں ثقافتی شو کے نام پر طلبا کو ناچ گانے کی تربیت دی جارہی ہے، اسٹیج شو کے ذریعے نوجوانوں کے اخلاق کو تباہ کیا جارہا ہے، فلموں کے ذریعے عریانیت کو فروغ دیا جارہا ہے، اخبارات اور رسائل میں نیم عریاں تصاویر شائع کرکے نوجوانوں میں ہیجان پیدا کیا جارہا ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور گھروں میں دیوالی، ہولی جیسی تقریبات منعقد ہورہی ہیں۔ ایک دوسرے پر رنگ پھینک کر اس کا پرچار کیا جارہا ہے۔ ہم اس مغربی معاشرے کو اپنا رہے ہیں جس میں لڑکیاں شادی سے پہلے اولاد والی ہوجایا کرتی ہیں، بوڑھے ماں باپ کو خدمت کے بجائے اولڈ ایج ہاؤس میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں وقت سے پہلے لڑکے لڑکیاں اپنی جوانی گنوا بیٹھتے ہیں۔ بسوں اور ویگنوں میں جبراً فحش گانے، سواریوں کو سنائے جاتے ہیں، ہائی ویز پر چلنے والی کوچز میں وی سی آر کے ذریعے فلمیں بھی دکھائی جاتی ہیں جب کہ بازار میں آڈیو اور ویڈیو کے علاوہ وی سی ڈی اور انٹرنیٹ کیفے کے ذریعے بھی فحاشی کو فروغ دیا جارہا ہے اور یہ بات انتہائی تعجب انگیز ہے جن افراد کو متذکرہ برائیوں کی بیخ کنی کرنی چاہیے، وہی افراد حکومتی سرپرستی کی شہہ پر پی ٹی وی، ایس ٹی این اور پی ٹی وی ورلڈ کے ذریعے بچوں، جوانوں اور خواتین کو ناچتا دکھا رہے ہیں، اناؤنسرز (مرد و خواتین) مغربی لب ولہجہ (انڈین کمپیئرز) کی نقالی میں گفتگو کرتے ہیں۔ ٹی وی کے تمام چینلز انٹرٹینمنٹ کے نام پر اخلاقی باختگی اور حیا سوزی کا سبق سکھا رہے ہیں۔

ہماری ترقی کا ضامن اسلامی نظام زندگی ہے نہ کہ مغربی کلچر اب ایسے لوگوں کو سامنے آنا چاہیے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا پیکر ہوں اور دنیا میں اسلامی معاشرے کا نمونہ بن کر اچھائیوں کا پرچار کریں اور مغربی طرزِ زندگی کے نقصانات سے آگاہ کریں اور قرآن مجید کے احکامات پر عمل کریں اور حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ کو اپنانے کا درس دیں تاکہ ہماری نسل میں حرارت ایمانی کی نمو باقی رہے۔ یاد رہے جو قومیں شراب، زنا، ناچ گانے کی دلدادہ ہوجاتی ہیں انھیں موت سے خوف آتا ہے اور وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہتیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان پھر سے نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے لیے کمر کس لیں او ادین قوتوں سے ٹکرانے کے لیے متحد ہوجائیں اور دعوت اسلام کا پیغام گھر گھر پھیلائیں کہ یہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

تقوۃ الایمان

ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے جگر چھلنی کر دینے والی کتاب

فکر و انگیز کالم نگار مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی کی انتہائی ناقابل تردید دلائل پر مبنی تحقیقی رپورٹ

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اس دور میں حضور اکرم ﷺ سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہِ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبدالوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو جھنجوڑا...... علماء خیر آبادؔ علماء بدایوں، علماء بریلی، علماء فرنگی محل اور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے ردّ لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا...... جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم ﷺ اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جل وعلا کے کلام میں بھی نہیں ملتا...... سارے قرآن کو پڑھ جایئے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحبِ تقویۃ الایمان نے اپنایا ہے تو جب اللہ نے اپنے محبوبوں کا پاس و لحاظ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لیے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحبِ طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے...... وہ بڑے بول نہیں بولتا...... بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے......

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے...... کاش صاحب تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقام ادب کے منافی ہیں......

اسلام سراسر عشق و محبت ہے اور محبت سراسر ادب...... مقام عقل میں جو بات معقول نظر آتی ہے، مقام عشق میں وہ نامعقول ہو جاتی ہے...... مگر یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جو آشنائے محبت اور دانائے ادب ہو۔

> **قرآنِ حکیم میں جہاں حضور اکرم ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھول چوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہوگئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیے جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو...... کس کے اعمال؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال، جن کا ایک عمل، اغواث و اقطاب و ابدال کے ساری کی ساری عمروں کے اعمال پر بھاری ہے...... غور کرو...... اور خوب غور کرو...... جنابِ رسالت ﷺ میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں...... بہت بڑی بات ہے۔**

''محبوب کے سامنے زور سے نہ بولو''...... عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ بولیں؟...... عشق کہتا ہے، خاموش، ہاں نہ بولو......

''محبوب کی مجلس سے بلا اجازت نہ کھسکو......'' عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ کھسکیں؟...... عشق کہتا ہے، خبردار، ہاں نہ کھسکو......

''باہر سے محبوب کو آواز دے کر نہ بلاؤ۔''...... محبوب کی محبت پر آل و اولاد اور جان و مال سب کچھ نثار کر دو۔''...... عقل پوچھتی ہے، کیوں نثار کر دیں؟...... عشق کہتا ہے، ہاں ہاں نثار کر دو۔

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حضور اکرم ﷺ کی جناب میں جن آداب کا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے...... اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے...... ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے...... مقام عقل میں بھول چوک میں چھوٹ ہے...... مگر مقام عشق میں بھول پر سخت سزا ہے...... بھول چوک غیر سے پیوستگی کا نتیجہ ہے...... اس لیے عاشق کے شایانِ شان نہیں کہ وہ غیر سے وابستہ ہو کر اتنا از خود رفتہ ہو جائے کہ آدابِ محبت کو یکسر فراموش کر دے۔

قرآنِ حکیم میں جہاں حضور اکرم ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھول چوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہوگئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیے جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو...... کس کے اعمال؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال، جن کا ایک عمل، اغواث و اقطاب و ابدال کے ساری کی ساری عمروں کے اعمال پر بھاری ہے...... غور کرو...... اور خوب غور کرو...... جنابِ رسالت ﷺ میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں...... بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو تھی صرف آواز اونچی کرنے والی بات...... ان کی آواز جن کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات ملتِ اسلامیہ کے لیے حجت ہیں...... ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی اللہ کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدید ٹھہرا...... تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بُو آ رہی ہے......

آئندہ صفحات میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسماعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمائیں جس طرح مولانا اسماعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصود حضور ﷺ کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا...... راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمالیں کہ اس سے مقصود مولوی اسماعیل کی



تذلیل وتحقیر نہیں بلکہ حضور ﷺ کی عظمت وشان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے

اُخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

راقم نے عرض کیا کہ اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟...... فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا...... بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے...... مگر اسی قرآن میں۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سیکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لاکر رکھ دیا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ ایوب علیہ السلام نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب مریم علیہ السلام دنیا سے کنارہ کش ہوگئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردۂ غیب سے اسباب معیشت فراہم کیے گئے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عالم شیر خوارگی میں اعلان نبوت فرمایا پھر جب نبوت ملی تو یہ اعجاز ملا کہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو داغ دھبے جل گئے، مردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کردیا اور مادرزاد اندھے پر دم فرمایا تو بینا کر دیا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن مبارک کی خوشبو میلوں مسافت سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے سونگھ لی اور جب پیرہن آنکھوں سے مس ہوا تو بینائی آگئی۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے اُبل پڑے، دریا پر عصا مارا تو راستے نکل گئے، زمین پر عصا پھینکا تو پھنکارتا ہوا اژدہا بن گیا۔ گریبان سے ہاتھ نکالا تو چمک اٹھا...... مولیٰ سے کھانا مانگا تو من وسلویٰ اُترا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کشتہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُڑتے ہوئے چلے آئے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے علوم غیبیہ کے وہ وہ راز کھولے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آشکارا نہ کیے گئے تھے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی زبانِ مبارک سے جنوں نے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی تو دل پکڑ کر رہ گئے۔ اور قدموں پر آگرے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب اس حبیب لبیب ﷺ نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ آپ ﷺ کے اشارے سے چاند دو نیم ہو گیا اور سارا عالم دنگ رہ گیا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب بیت اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدانِ جہاد میں اُترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاج دارِ دو عالم ﷺ کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلندیوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکار قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔ ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے۔ ''عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔'' فقیر نے عرض کیا کہ ''اس کی فکر تو حق جل مجدہ، فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اس فکر میں مبتلا ہو گئے......؟ پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ ''عظمتوں کی باتیں تو مساجد ومجالس میں علماء و واعظین سے سُنی جاسکتی ہیں۔'' فقیر نے عرض کیا ''لیکن آپ اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟'' اس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور مایوسی وناامیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے۔

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات واحادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا ان کی تعریف وتوصیف اور ان کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اس لیے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر وشرک ہی رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں...... یہ بات تقاضائے ایمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔



اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا۔ ''اے اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان برگزیدہ پیاروں کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام فرمایا۔'' اللہ اکبر! ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز، نماز...... کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دعا میں اوّل و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔ درود شریف کا مقبول بارگاہِ ایزدی ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔ جب اوّل و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی چیز کیسے ردّ کی جا سکتی ہے...... سبحان اللہ

بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا...... بات کہاں سے کہاں پہنچی۔

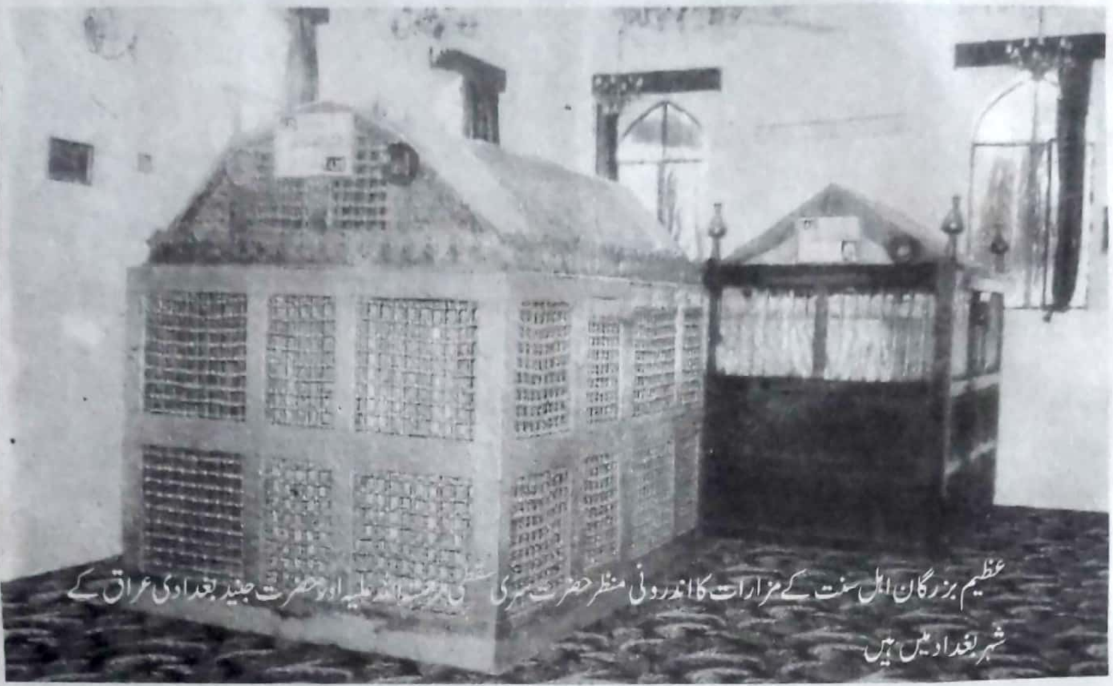
تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق (بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں ''شرارِ خلق اللہ'' فرمایا ہے۔ بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۴) سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو مولوی اسماعیل کے معاصرین اور ان سے قبل عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں۔ حتیٰ کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پائی ہے۔ اس طرح کوئی مسلمان حکومت اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعویٰ نہیں کرسکتی...... اس لیے مولوی اسماعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بھٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا و کھرا الگ کرلیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں ...... زندگی اور فکر زندگی منازل ارتقاء سے گزرتی ہے اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔ وہ ان معنوں میں حرکی ہے کہ حرکت و عمل کا اُس نے پورا پورا خیال رکھا ہے...... اور ان معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں...... سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں...... وہ جامد ہوتے ہوئے جانِ حرکت ہے یہی اس کا اعجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز...... اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اُٹھاتا ہے اس کو اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنی مزعومات کو ثابت کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس لیے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جا سکتی ہے، ایک مصنف و مصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جا سکتی...... عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ البتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کردیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کیے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کردے...... تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے...... اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کرلینا اور محبوبانِ خدا کو بے کس، بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح، محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقق کے لیے بھی باعث شرم و ندامت ہے...... مناسب یہ تھا کہ مولوی اسماعیل تقویۃ الایمان میں اُن آیات و احادیث کو بھی زیر بحث لاتے جو اُن کے مزعومات کے خلاف تھیں، یہ توقع اس لیے بجا ہے کہ مولوی اسماعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہ عمل اختیار کی اور حقائق و چھپایا۔

تاریخ کی بنیاد دیانت داری پر ہے۔ جو اپنے پسند کے موافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق...... یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادو ناتھ سرکار، اورنگ زیب عالم گیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبیری (جے پور) پہنچا تو اس کو عہد عالم گیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالم گیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لیے قبول نہ کیا کہ اس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرز عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے...... جب پسند ہی بنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانوں ڈول ہے۔ کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بُری لگنے لگتی ہے...... کچھ یہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے موئیدین و متبعین کا ہے...... وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحائے امت کے لیے اچھی نہیں معلوم ہوتیں وہ اپنے استادوں اور شیوخ کے لیے اچھی لگنے لگتی ہے...... یا جو باتیں دوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں...... یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے...... راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد و نظائر ہیں...... صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صلحاء سب بے بس ہیں...... ان کو ذرّہ برابر اختیار نہیں...... مگر تقویۃ الایمان کے اس ایڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے، جامع و مرتب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت و اختیار کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔



عظیم بزرگان اہل سنت کے مزارات کا اندرونی منظر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی عراق کے شہر بغداد میں ہیں

نیند میں اتنا قابو پالیا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں جاگ اُٹھیں۔(اسماعیل دہلوی۔تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص۶)

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب چاہے سلائے، جب چاہے اُٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بلالے۔

اب ہم ان عبارات وکلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں...... علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفس لتارہ ہے۔اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق وشواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی عبارت:

''جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاجِ شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔'' (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص۲۳)

دوسری عبارت:

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اُسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہوگیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی، چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟''

(اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص۲۸)

تیسری عبارت:

''یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ، اُس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

(اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص۲۳)

چوتھی عبارت:

''تمام انبیاء واولیاء اس کے سامنے ایک ذرّے سے بھی کم تر ہیں۔''

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے استعانت جائز نہیں نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحائے اُمت شان الوہیت کے سامنے ذرّے، بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔(معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے۔انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا حدیث شریف میں حکم ہے۔مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے۔

''اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔''

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلاتے ہیں۔

موٹی سی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے...... کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے اور ''اللہ کا بندہ'' سمجھ کر مانگنا اور بات ہے...... مانگنے، مانگنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے...... مگر ہوا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سرسر کفار ومشرکین سے تھا اُن کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار ومشرکین کی فہرست میں شامل کر کے اُن کا قتل عام کیا گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون...... حقیقت میں روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو...... اور بغیر عطائے ربانی کے کسی کو صاحبِ اختیار واقتدار تسلیم کرتا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء وصلحا خصوصاً آنحضرت ﷺ کو بھی دبے لفظوں میں ذرّہ، بھنگی اور چمار سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے...... چمار اور بھنگی ہندوؤں کی نیچ قومیں ہیں۔ اس لیے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار ومشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟...... عقل سلیم جواب دے...... حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر خود رسول اللہ ﷺ نے پانی سے مٹائیں اور اُن کی جگہ زعفران مل دی کہ اس جگہ کو حضرت قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضور علیہ السلام نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا مگر مولوی اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چمار سے بھی بدتر لکھا ہے...... جھوٹی تصاویر کو نسبت تھی سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا...... جبکہ

سچّے انبیاء کو سچّے خدا سے نسبت ہے اُن کا پاس ولحاظ نہ کرنا خلاف عقل بھی ہے، خلاف ادب بھی...... اور خلاف قرآن وحدیث بھی۔

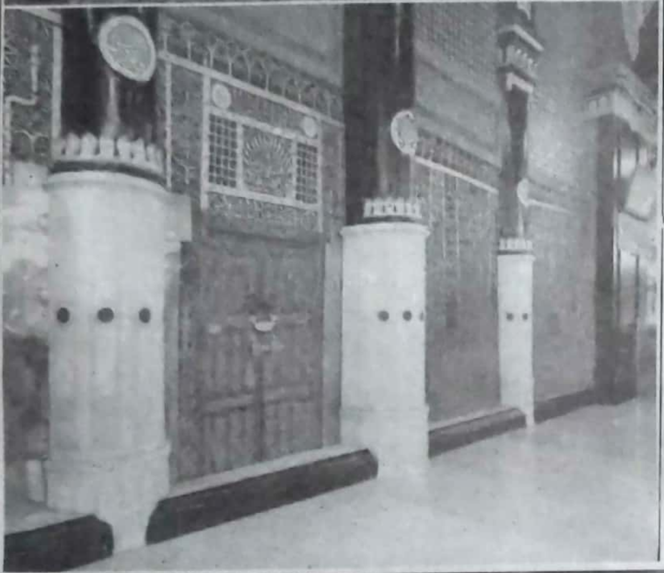
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا۔

''بخدا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا...... پھر آپ نے بوسہ دیا۔''

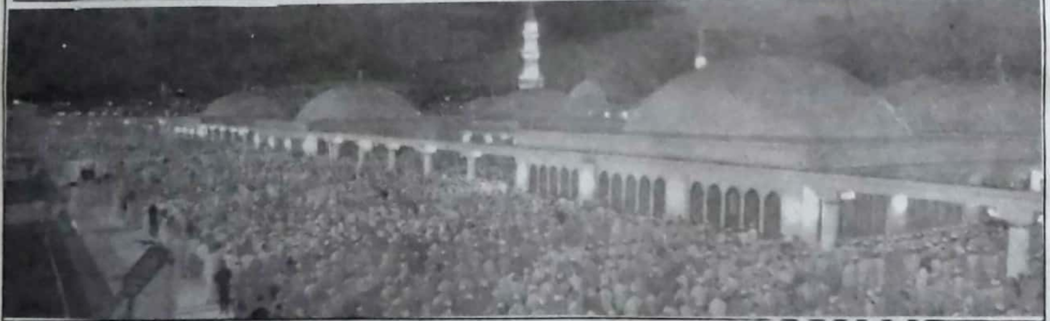
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی نسبت سے بوسہ کی لذت حاصل کی اور صاف صاف فرما دیا کہ صرف حضور علیہ السلام کی نگاہِ کرم نے اس پتھر کو بوسہ کے قابل بنا دیا ہے۔

حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کے سلسلے میں بہت سی آیات واحادیث ہیں جن میں بہت سی پچھلے اوراق میں ذکر کردی گئیں اور بہت سی آیات واحادیث آگے آئیں گی۔





حضورِ اکرم ﷺ کی جناب میں جن آداب کا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے...... اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے...... ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے...... مقامِ عقل میں بھول چوک میں چھوٹ ہے...... مگر مقامِ عشق میں بھول پر سخت سزا ہے...... بھول چوک غیر سے پیوستگی کا نتیجہ ہے...... اس لیے عاشق کے شایانِ شان نہیں کہ وہ غیر سے وابستہ ہو کر اتنا از خود رفتہ ہو جائے کہ آدابِ محبت کو یکسر فراموش کر دے۔



صاحب تقویۃ الایمان نے تو انبیاء وصلحا کو ارذل ترین مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک وتعالیٰ ایسی مخلوق سے اُن کو ممتاز فرما رہا ہے...... قرآن کریم میں جہاں مشرکین عرب کی بُت پرستی اور بتوں سے التفات کا ذکر ہے تو وہاں بتوں کے مقابلے میں اپنے محبوبوں کے مقام کو تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

پہلی تمثیل:

''ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے [illegible] کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا...... اور ایک ایسا شخص ہے [illegible] کو [illegible] نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے [illegible] اس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے...... تو کیا یہ دونوں [illegible] برابر ہیں...... الحمد للہ! لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔''

(سورۂ نحل ۳۔)

دوسری تمثیل:

''دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسرا [illegible] ہے...... بے اختیار وناتواں...... کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا [illegible] اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا...... کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا اور دوسروں کو [illegible] کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے [illegible] برابر ہیں''(سورۃ النحل، ۷۶)

پانچویں عبارت:

ربیع [illegible] کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ بیٹھے [illegible] بچیوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(وفینا نبیایعلم مافی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو۔ معلوم ہوا کہ [illegible] بڑے سے بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ [illegible] غیب [illegible] ہے۔ (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۳۴، ۳۵)

[illegible] یہ بات خود رسول اللہ ﷺ سے کہنے کی کسی کو جرأت [illegible] جو بعد نماز ظہر منبر مسجد پر تشریف فرما ہو کر آثار قیامت کے بارے میں اخبارِ غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور پھر یہ ارشاد ہو رہا ہے۔

''جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پسند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ اللہ کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔'' (جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۱۰۷)

اور کیا یہ بات مدّاحِ رسول، جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے برملا فرمایا۔

''ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جلوہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اُسی دن یا دوسرے دن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔'' (حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت، دیوانِ حسان مطبوعہ بیروت، ص ۱۴۴)

قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب دان سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔

(الف) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو...... بچوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ اپنے دل سے ایک ایسی بات گھڑ لیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہدِ نبوی ﷺ کے بچے، جن کی تربیت آغوشِ صداقت میں ہوتی تھی...... بچوں کے یہ کہنے سے کہ ''وفینا نبیا یعلم مافی غد'' یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں یہ بات زبان زد خاص و عام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے چہرے پر خاک ڈال دو...... جب حضور ﷺ دوسروں کو یہ ہدایت فرما رہے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سراپا عجز و انکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لیے اٹھنے نہ دیتے تھے...... ایسی صورت میں حضور ﷺ کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکسار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفِ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے مختص تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اور اس کے لیے قائلین کی فہمایش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں اور کوئی نصیحت و فہمائش نہ فرمائی۔

(د) شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور ﷺ نے اپنے ارشاد گرامی سے ماحول کی شگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی، ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے...... آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔ یہ آپ کا انکسار تھا۔

چھٹی عبارت:

سب کاموں کے مختار کل نام ''اللہ'' اور جس کا نام ''محمد'' (ﷺ) یا ''علی'' (رضی اللہ عنہ) ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۱)

اللہ نے تو حضور ﷺ کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبش قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے اللہ کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا...... جو اندازِ گفتگو مولوی اسماعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآنِ کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہوگا کہ مولوی اسماعیل جس اختیار کو حضور ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسماعیل میں ثابت کر رہے

تاریخ کی بنیاد دیانت داری پر ہے۔ جو اپنے پسند کے موافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق...... یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادوناتھ سرکار، اورنگ زیب عالم گیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اس کو عہد عالم گیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالم گیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لیے قبول نہ کیا کہ اس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرزِ عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے......

ہیں جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے...... خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اُٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اُٹھا لیتا ہے...... تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ حضور ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔

(معاذ اللہ)

اس اقتباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (ﷺ) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (ﷺ) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو مجمل مختصر، صرف اشارہ...... نام محمد (ﷺ) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔

نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے...... صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور ﷺ صاحبِ اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے...... غور فرمائیں۔

''آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔'' (سورۃ البقرہ، ۸۹)

اب احادیث کی روشنی میں اختیار و اقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں:

''سرخ و سپید خزانے مجھے عطا کر دیے گئے ہیں۔''

(محمد ابو عبداللہ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۲)

''اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔''

الغرض بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بے اختیار نہیں بنایا...... نبوت و رسالت خود اختیار و اقتدار کی غماز ہے جس طرح حکومت و سیاست میں خلافت۔

ساتویں عبارت:

معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے، کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے، سرتاپا بے حیا بن جائے، پرایا مال ڈکارنے میں عار نہ سمجھے اور برائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے۔'' (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶)

غموں نے تم کو جو گھیرا ہے تو درود پڑھو، حاضری کی تمنّا ہے درود پڑھو

اگر دکھ بھری زندگی میں سکون چاہتے ہو تو درود پڑھو

درود وسلام کی فضیلت وعظمت پر دعوت اسلام کا روحانی سلسلہ



حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک قیامت کے دن میرا سب سے زیادہ مقرب اور سب سے زیادہ محبوب وہی شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے۔ (امام ابوعیسیٰ ترمذی "ترمذی شریف")

اللہ کریم جل مجدہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر۔ "اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔"

(سورۃ الاحزاب، ۵۶)

قرآن کریم کے ارشادات کی طرح احادیث مبارکہ میں بھیج سرکار دو عالم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی ہدایات ملتی ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک قیامت کے دن میرا سب سے زیادہ مقرب اور سب سے زیادہ محبوب وہی شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے۔ (امام ابوعیسیٰ ترمذی "ترمذی شریف")

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر کتنا درود پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا جس قدر چاہو۔ عرض کیا چوتھائی حصہ پڑھوں (یعنی تین حصے دیگر وظائف اور دعائیں اور چوتھائی حصہ درود شریف) فرمایا جتنا چاہو اگر اور زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ عرض کیا آدھا وقت۔ فرمایا جتنا چاہو اگر اور زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ عرض کیا دو تہائی۔ فرمایا جس قدر چاہو اگر اور زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ عرض کیا کہ کل وقت درود شریف ہی پڑھا کروں۔ فرمایا تو یہ درود تمہارے سارے رنج وغم کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا۔ (شیخ ولی الدین خطیب، مشکوٰۃ شریف، مطبوعہ کراچی، ص۸۶)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ) کا معمول تھا کہ ہر روز بعد نماز فجر [illegible] آفتاب تک قبلہ رو بیٹھتے اور درود شریف پڑھتے تھے۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی د. ربیع الاول ۵۰ھ) شب برأت میں ایک تہائی رات درود وسلام پڑھا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۵ رجب ۱۴۸ھ) ماہ شعبان میں ہر روز سات سو مرتبہ درود شریف پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرماتے تھے۔

غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ) پر جب کوئی صدمہ یا حادثہ پیش آتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوتے اور اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے پھر سرور کائنات ﷺ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر دل ہی دل میں آہستہ سے دو شعر پڑھتے تھے۔

"یعنی کیا مجھے کوئی آفت پہنچ سکتی ہے جب کہ آپ کا تعلق میرے لیے ذخیرہ آخرت ہے اور کیا میں بھی دنیا میں ظلم وستم کیا جاؤں گا جب کہ آپ میرے معین ومددگار ہیں۔

یہ امر تو گلہ بان کے لیے باعث عار ہے کہ اس کے گلہ میں ہوتے ہوئے اس جنگل میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد آپ درود شریف کی کثرت کرتے تھے۔ اس عمل کی برکت سے آپ پر سے اللہ تعالیٰ اس صدمہ اور آفت کو دور فرما دیتا تھا اور آپ اپنے مریدین کو بھی [illegible] وقت اس عمل کی تلقین فرماتے تھے۔

(مولانا [illegible] حسن کاندھلوی، غوث اعظم، مطبوعہ ادارہ [illegible] ۱۹۷۱ء، ص۳۳)

عارف باللہ، شیخ اکبر، محی الدین محمد بن علی ابن عربی، طائی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں۔

''اہل محبت کو چاہیے کہ درود شریف کے ذکر پر صبر و استقلال کے ساتھ ہمیشگی کریں، یہاں تک کہ بخت جاگ اٹھیں اور وہ جانِ جہاں ﷺ خود قدم رنجہ فرمائیں اور شریف زیارت سے نوازیں۔

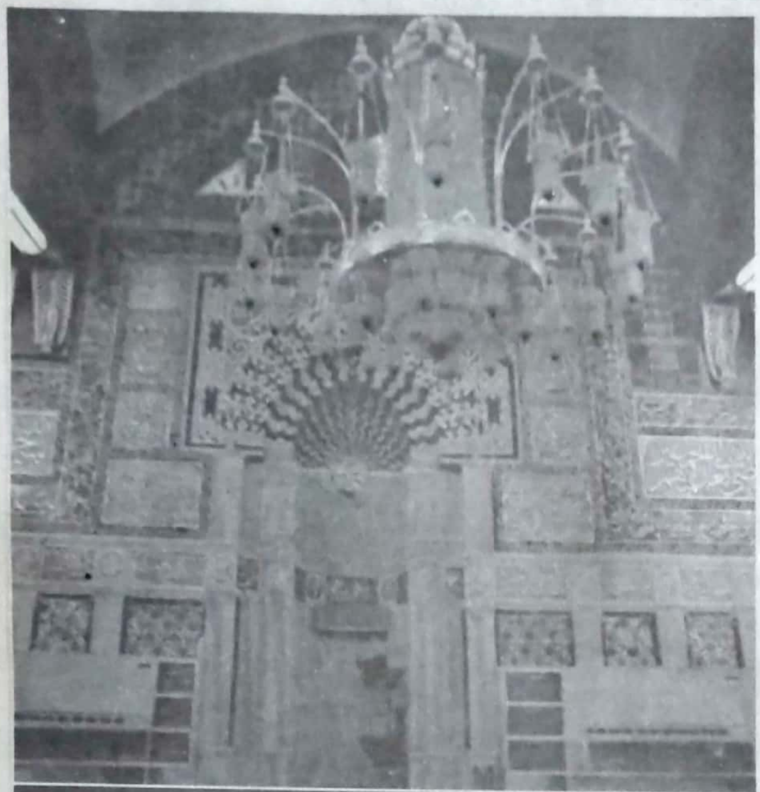
اشبلیہ کا ایک لوہار

میں نے ذکر درود شریف پر پابندی سے ہمیشگی کرنے والا کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس طرح ایک عظیم فرد جو (اندلس کے مشہور شہر) اشبلیہ (اسپین، یورپ) کا رہنے والا ایک لوہار تھا۔ وہ کثرت سے درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ''اللھم صل علی محمد'' کے نام ہی سے مشہور ہوگیا تھا اور ہر ایک شخص انہیں اسی نام سے جانتا تھا۔ ایک مرتبہ جب میں ان سے ملا اور دعا کی درخواست کی تو انہوں نے میرے لیے دعا فرمائی جس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ وہ جانِ کائنات ﷺ پر ہمیشہ درود شریف پڑھتے رہنے کے باعث مشہور تھے اور بغیر کسی خاص ضروریات کے کسی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ جب ان کے پاس کوئی شخص لوہے کی کوئی چیز بنوانے آتا تو اس سے کام کے مشروط کر لیتے تھے کہ بھائی جیسی چیز بتائی ہے ویسی ہی بنائیں گے اور اس پر کسی قسم کا اضافہ نہیں کریں گے تاکہ جو وقت بچے اس میں بھی درود شریف پڑھیں۔ ان کے پاس جو بھی مرد، عورت یا بچہ آ کر کھڑا ہوتا تو واپس جانے تک اس کی زبان پر بھی درود شریف جاری رہتا۔ وہ اپنے شہر میں اسی مقدس مشغلے کی وجہ سے ہر خاص و عام کے دلوں میں سمائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے تھے۔'' (شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ''جواہر البحار'' (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء، ج ۱، ص ۴۳۱)

حکیم سنائی غزنوی کا ایک واقعہ

محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ ۲۰ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ کو چاشت کے وقت شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ (المتوفی ۶۶۴ھ) کی سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ درود شریف کے فضائل بیان فرماتے ہوئے آپ آب دیدہ ہوگئے اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شب حضرت خواجہ حکیم سنائی غزنوی قدس سرہ (المتوفی ۵۲۵ھ) نے حضرت رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنا روئے مبارک ان سے چھپاتے ہیں۔ خواجہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ دوڑے اور قدموں کو بوسہ دے کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میری جان آپ پر قربان ہو کیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کو گلے لگا لیا اور فرمایا کہ سنائی تم نے اس قدر درود شریف پڑھا ہے کہ مجھے تم سے حجاب آتا ہے۔ بعد میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ بھی اللہ کے بندے ہیں جن کی کثرت درود خوانی سے حضور علیہ السلام کو حیا آتی ہے۔ (خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی ''راحت القلوب'' (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۵ھ، ص ۱۴۱)

حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۶ھ) وصیت فرمایا کرتے تھے کہ دین تب ہی





حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر کتنا درود پڑھا کرو۔ آپ نے فرمایا جس قدر چاہو۔

سلامت رہ سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ماجدہ حضرت بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا کو ان کی زندگی میں جب کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنا دامن پھیلا کر دعا مانگتی تھیں اور جو چاہتی تھیں مل جاتا تھا۔

صلوۃ تامہ

حضرت شیخ ابو سعید صفروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۱ھ) درود تامہ بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ شیخ صفروی علیہ الرحمہ شیخ محمد ابو المواہب شاذلی علیہ الرحمہ کے شیخ ہیں۔

سیدی شیخ محمد صفی الدین ابی المواہب شاذلی تیونسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۸۱ھ) دن میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ آپ ایک ہزار تعداد پوری کرنے کے لیے بعض دفعہ جلدی جلدی پڑھا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جلد بازی شیطان کا کام ہے۔ ٹھہر ٹھہر کر ترتیب سے بنا سنوار کر پڑھا کر اگر کسی وقت تنگ ہو جائے تو پھر جلدی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بر بنائے فضیلت ہے ورنہ جس طرح بھی درود شریف پڑھو وہ درود ہی ہے۔

حضرت سیدی شیخ ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی



قریباً ۸۸۰ھ) ولایت میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے سوا آپ کا کوئی شیخ نہ تھا۔ آپ قاہرہ (مصر) کے محلہ حسینیہ میں جامع مسجد امیر شرف الدین کے دروازے کے قریب بھنے ہوئے چنے بیچا کرتے تھے۔ کثرت درود شریف کی وجہ سے آپ نبی ﷺ کو کثرت سے خواب میں دیکھتے تھے۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کو اس کی اطلاع دیتے تو وہ فرماتیں کہ بیٹا مرد وہ ہے جسے بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہو۔ جب آپ بیداری میں حضور علیہ السلام سے ملنے لگے اور مختلف معاملات میں مشورے کرنے لگے تو آپ کی والدہ محترمہ فرمانے لگیں کہ اب تم بالغ ہوئے ہو اور مردانگی کے میدان میں پہنچے ہو۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۳ھ) اپنی کتاب ''لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ'' میں فرماتے ہیں کہ سیدی شیخ علی نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ (شون مصر میں جزیرہ بنی نصر احمدی کا ایک شہر ہے) روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے اور شیخ احمد الزواوی الجیری مصری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون دمنہور، مصر) کا طریقہ تھا کہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بار انہوں نے فرمایا ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم بہت ہی کثرت سے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ بیداری میں آپ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں، ہم آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی مانند مجلس میں حاضر رہتے ہیں اور آپ ﷺ سے اپنے دین کے متعلق پوچھتے ہیں اور ان احادیث کے متعلق جنہیں حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے وہ ہمارے پاس ہوتی ہیں اور ہم نبی کریم ﷺ کے قول کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جب تک ہماری یہ کیفیت نہ ہو ہم اپنے آپ کو بکثرت درود شریف پڑھنے والوں میں نہیں سمجھتے۔ اے میرے بھائی تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ بارگاہِ خداوندی میں پہنچنے کا قریب ترین راستہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا ہے۔

شیخ علی نور الدین شونی کی مجالس درود

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب ''الاخلاق المتبولیہ'' میں لکھتے ہیں کہ شیخ علی نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۴۴ھ) میرے مشائخ میں سے تھے [illegible] رات اپنے رب کی عبادت کرنے والے تھے۔ انہوں نے [illegible] اس کے نواح کے علاوہ بیت المقدس، شام، یمن، مکہ [illegible] مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ پر درود [illegible] پڑھنے کی [illegible] ہیں اور شیخ سیدی احمدی بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] مصر میں اسی سال تک درود شریف کی مجلس قائم [illegible] تھے اس وقت میری عمر ایک سو گیارہ [illegible] سال حج کے موقع پر عرفات میں دیکھتے تھے۔ [illegible] نہ بھی ہوتے تو نبی کریم ﷺ کی مجلس اقدس میں [illegible] ہونا ہی ان کے بلند مرتبہ کے لیے کافی ہے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں پینتیس سال [illegible]

ایک دن بھی مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ شیخ علی نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدی احمد البدوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۷۵ھ) کے شہر ''طندتا'' کے نواح ''شون'' میں بچپن گزارا، پھر سیّدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں منتقل ہو گئے۔ (مشہور سیّاح ابن بطوطہ بھی اسی شہر کے رہنے والے تھے) وہاں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی مجلس بنائی۔ ان دنوں آپ بے ریش نوجوان تھے۔ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی اس مجلس میں بہت سے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ شیخ علی نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حاضرین جمعہ کی رات کو بعد نماز مغرب اس مجلس درود شریف کو شروع کرتے اور دوسرے روز جمعہ کی اذان تک اس میں بیٹھتے تھے۔ پھر ۸۹۷ھ میں جامعہ ازہر میں آپ نے رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی مجلس بنائی۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ نے مجھے بتایا کہ جب میں بچپن میں اپنے گاؤں شون میں مویشی چرایا کرتا تھا، اس وقت بھی میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا شوق رکھتا تھا۔ میں اپنا صبح کا کھانا بچوں کو دے دیتا اور ان سے کہتا کہ اسے کھاؤ، پھر میں اور تم مل کر رسول کریم ﷺ پر درود پڑھیں۔ اس طرح ہم دن کا اکثر حصہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے میں گزارتے تھے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت حجاز، شام، مصر، صعید، محلہ الکبریٰ، اسکندریہ اور بلادِ مغرب میں نبی ﷺ پر درود شریف وسلام بھیجنے کی مجالس آپ ہی سے پھیلی ہیں۔ شیخ علی نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیداری میں حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے جس طرح شیخ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ (شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ''فضل صلوۃ علی سید السادات'' (عربی) مطبوعہ بیروت، ۳۰۰ھ ص ۱۰۶)

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۳ھ) کا یہ ہمیشہ معمول رہا کہ آپ ہر جمعہ کی رات تمام شب صبح تک حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے کا ورد فرماتے۔ آپ کا یہ معمول وفات تک جاری رہا۔

اس کے علاوہ آپ وظیفہ ایک ہزار مرتبہ صبح اور ایک ہزار مرتبہ شام کو روزانہ پڑھتے تھے۔

سید علی بابا میر کے سات ہزار درود

حضرت سید علی المشہور بابا میر رحمۃ اللہ علیہ (بیجاپور، بھارت) نے حضور علیہ السلام پر صلوۃ وسلام پڑھنے کے لیے سات ہزار درود شریف تالیف فرمائے۔ آپ شاہ وجیہہ الدین حسینی علوی گجراتی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۹۷ھ) سے بیعت تھے۔ آپ کا مزار بیجاپور کے شہر پناہ کے باہر زہرہ پور میں واقع ہے۔

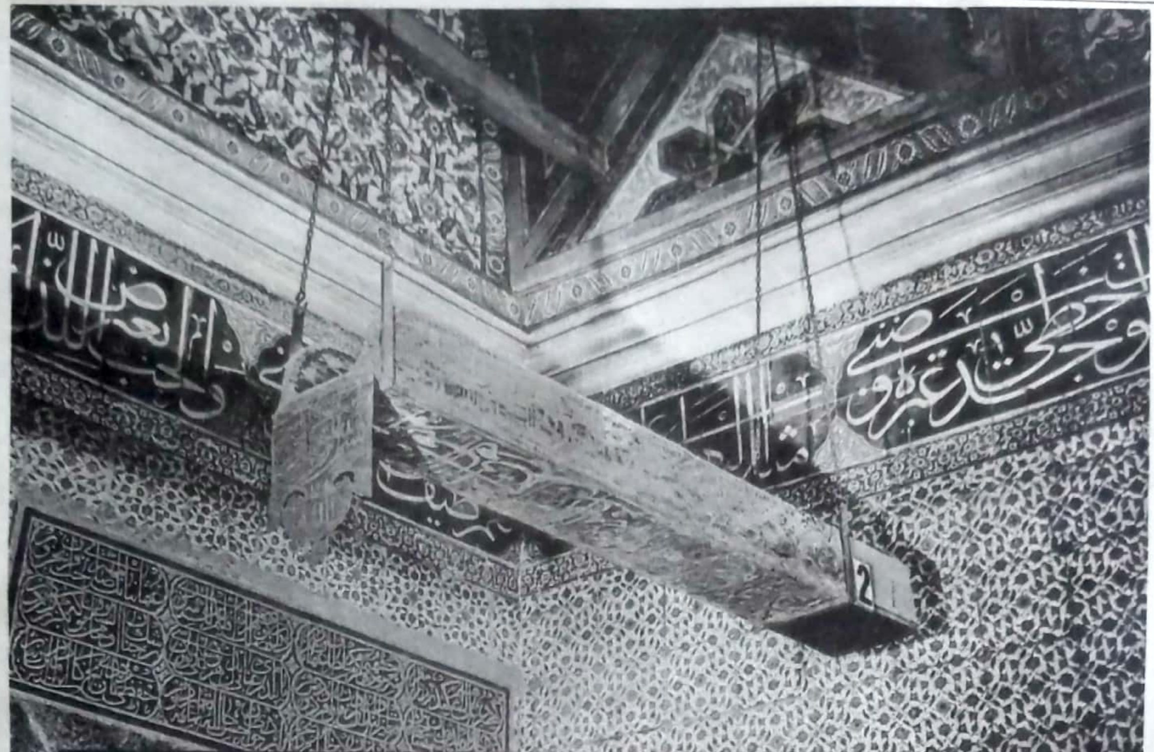
حضرت خواجہ ملک شیر خلوتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۰۵ھ) حضرت سید مصطفیٰ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ احمد آباد (گجرات کاٹھیاواڑ، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مزار شریف موضع بودور، علاقہ خاندیس (بھارت) میں ہے۔ آپ تمام رات دن نوافل اور حضور علیہ السلام پر درود شریف بھیجنے میں صرف کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ محمد چشتی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۲۴ھ) روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے، درود شریف کی برکت سے آپ کو طے الارض حاصل تھا اس لیے آپ ہر جمعہ کو بیت اللہ کے طواف کے لیے مکہ مکرمہ جاتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا طریقہ درود

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۴۵ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے، خصوصاً جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن اور پیر کی شب اور پیر کے دن ہیں۔

خواجہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ دوڑے اور قدموں کو بوسہ دے کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میری جان آپ پر قربان ہو گیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کو گلے لگا لیا اور فرمایا کہ سنائی تم نے اس قدر درود شریف پڑھا ہے کہ مجھے تم سے حجاب آتا ہے۔ بعد میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ بھی اللہ کے بندے ہیں جن کی کثرت درود خوانی سے حضور علیہ السلام کو حیا آتی ہے۔



مکہ مکرمہ کی چھت میں استعمال ہونے والا نہایت ہی قدیم شہطیر ترکی کے میوزیم توپ کاپی میں محفوظ ہے

زندگی ظاہری کے ایام میں جمعہ کی راتوں میں احباب کو جمع کر کے ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے۔ اس عدد کو پورا کرنے کے بعد ایک حزنی مراقبہ میں جاتے اور پورے انکسار کے ساتھ دعا کرتے تھے (اس کے بعد) رسالہ صلوۃ ماثورہ جو ایک جز سے زیادہ ہوتا تھا یا درود شریف کا وہ رسالہ پڑھتے جو حضرت شیخ الجن والانس سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ (ملخصا)

حضرت اخوند درویزہ ننگر باری پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۴۸ھ) پر حضور نبی علیہ السلام کی محبت اتنی غالب تھی کہ آپ اکثر درود شریف ہی پڑھتے تھے اور (محبت رسول کریم ﷺ میں) آہیں بھر بھر کر روتے تھے۔ (محمد امیر شاہ قادری ''تذکرہ علماء ومشائخ سرحد'' مطبوعہ پشاور، ۱۹۶۸ء، ج ا، ص ۳۲۔۳۳)

شیخ محدث دہلوی کا طریقہ درود

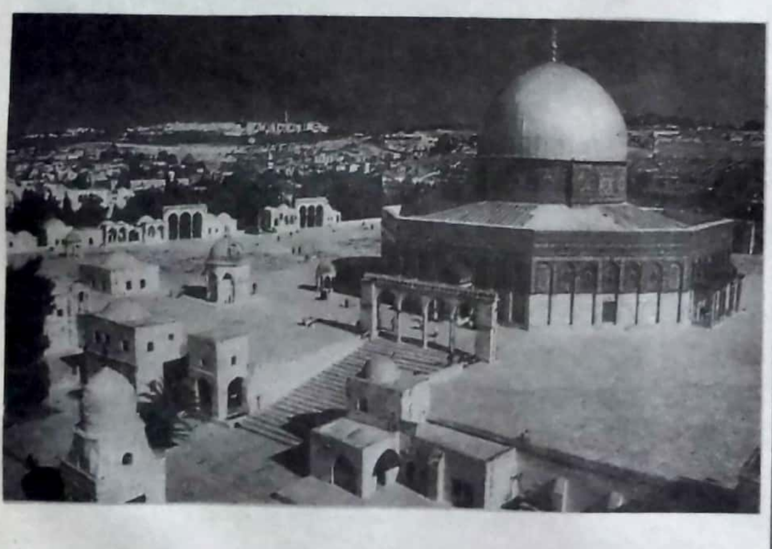
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ جس وقت اس فقیر کو شیخ عبدالوہاب متقی القادری الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۰۱ھ) نے مدینہ منورہ کے مبارک سفر کے لیے رخصت کیا تو ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو! اس سفر میں فرائض ادا کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے سے بلند تر کوئی عبادت نہیں ہے۔ میں نے درود پاک کی تعداد دریافت کی تو فرمایا یہاں کوئی تعداد مقرر نہیں ہے جتنا ہو سکے پڑھو، اسی میں رطب اللسان رہو اور اسی کے رنگ میں رنگے جاؤ۔ وہ ہر طالب کو تلقین فرماتے تھے کہ روزانہ حضور علیہ السلام پر درود شریف کو ہزار مرتبہ سے کم نہ مقرر کرنا چاہیے اگر اتنا نہ ہو سکے تو پانچ سو مرتبہ لازمی ہو گویا ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ اور سونے سے پہلے بھی وقت کو خالی نہ رکھنا چاہیے اور اپنے لیے ہر نماز کے بعد تین سو سے کم نہ مقرر کرتے تھے۔

مجلس پاک کی حضوری کے لیے درود شریف

قطب زمانہ حضرت سیّد حسن رسول نما، اویس ثانی نارنولی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۰۳ھ) کا شمار دہلی کی عظیم اور بلند پایہ روحانی شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے تقریباً سو سال عمر پائی۔ تمام عمر ''باغ کلالی، پہاڑ گنج، دہلی'' میں رہے۔ آپ کو ''رسول نما'' کے لقب سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ آپ ہر روز گیارہ سو مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔

آپ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی مجلس پاک کے حضوری تھے اور آپ جس کو یہ درود شریف پڑھنے کے لیے بتا دیتے تھے اس کو بھی حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔ بے شمار لوگ آپ کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوئے۔ اس درود شریف کو پڑھنے کی آپ کی طرف سے عام اجازت ہے۔ (محمد عبدالمجید صدیقی ''سیرت النبی بعد از وصال النبی'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۵۰)

حضرت عبدالقادر ثانی حیدر آبادی بن شاہ سعد الدین رحمہم اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۱۵۹ھ) ہر وقت درود شریف پڑھتے تھے۔



حضرت شیخ محمد عابد نقشبندی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد کرتے تھے۔

روزانہ ایک لاکھ بار درود شریف

حضرت سید محمد وارث رسول نما بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء) شاہ رفیع الدین غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ روزانہ ایک لاکھ مرتبہ ''درود طریقہ'' کا ورد کرتے تھے۔

درود شریف کا ورد مخصوص طریقہ پر کسی صاحب اجازت بزرگ کی اجازت سے بہت فوائد کا حامل ہے۔ آپ کے ایک مرید غالباً شاہ ابوالحیات قادری پھلواری بہاری رحمۃ اللہ علیہ، مولف کتاب ''تذکرۃ الکرام'' ''فارسی'' روزانہ دس لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

آپ کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر جلی کے نیچے سبز کلمات میں سید دو عالم ﷺ کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا جس کو ہر شخص آسانی سے پڑھ سکتا تھا۔ آپ کے بدن سے ہر وقت خوشبو آتی تھی۔ آپ کو حضور علیہ السلام سے بے پناہ محبت وعشق تھا۔

حضرت شیخ عبدالنبی محمد بن یونس القشاشی المالکی الدجانی المدنی رحمۃ علیہ، بیت المقدس (فلسطین) کے مضافاتی قصبہ دجانہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت صالح بزرگ تھے۔ آپ کو عبدالنبی کے نام سے اس لیے پکارا جاتا تھا کہ آپ لوگوں کو اُجرت دے کر مسجد میں بٹھاتے تا کہ وہ حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۱ھ) روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے مجھے ہر روز درود شریف پڑھنے کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے جو کچھ پایا اسی درود شریف کے سبب پایا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ درود شریف کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی آبرو میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

ایک کروڑ بار درود پڑھنے والے

حضرت بابا ماہی شاہ قادری نوشاہی ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء) مدفون موضوع جھنگی شاہ تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، بھارت) نے دریائے بیاس کے کنارہ پر بارہ سال میں ایک کروڑ مرتبہ درود شریف ہزارہ پڑھا اور حضور علیہ السلام کی حضوری مجلس سے مشرف ہوئے۔

حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ سالک کے لیے روزانہ ہزار بار درود شریف پڑھنا لازم ہے۔

حضرت مولانا انوار الحق فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۶ھ) اپنے ہر مرید کو کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالنبی محمد بن یونس القشاشی المالکی الدجانی المدنی رحمۃ علیہ، بیت المقدس (فلسطین) کے مضافاتی قصبہ دجانہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت صالح بزرگ تھے۔ آپ کو عبدالنبی کے نام سے اس لیے پکارا جاتا تھا کہ آپ لوگوں کو اُجرت دے کر مسجد میں بٹھاتے تا کہ وہ حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھیں۔

حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۴۰ھ) اپنے متوسلین کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ ہر روز رات کو ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔

شاہ آفاق مجددی کا روزانہ دس ہزار بار درود

حضرت شاہ محمد آفاق نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۱ھ) روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

درود پاک سے آنکھیں روشن ہوگئیں

حضرت امام الدین بن میاں تاج محمود بن حافظ شرف الدین علیہم الرحمہ متوطن موضوع شاہ اعظم مضافات تونسہ اور حضرت مولوی اللہ بخش بلوچ رحمۃ اللہ علیہ ساکن موضع سوکڑی مضافات تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خاں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان قبول نامی جو بدقسمتی سے نابینا ہو گیا تھا، حضرت فخر الاولیاء خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت میں نابینا ہوں، میرے لیے دعا فرمایے کہ اللہ کریم مجھے روشنی چشم عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ میاں درود شریف پڑھا کرو۔ اس نے عرض کیا غریب نواز میں پہلے پڑھتا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا درود شریف ایسی چیز نہیں ہے کہ تو پڑھے اور تیری آنکھیں روشن نہ ہوں۔ چنانچہ اس نوجوان نے کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ جب نو لاکھ مرتبہ پورا کیا تو اللہ کریم نے اسے بینائی عطا فرمادی۔

حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ صاحب زادہ خواجہ نور احمد جیو رحمۃ اللہ علیہ، مہار شریف (چشتیاں ضلع بہاول نگر) کے اقربا میں سے ایک شخص نابینا ہو گیا تھا۔ اس نے کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ اللہ کے فضل سے ایک ماہ میں بینا ہو گیا۔

حضرت افضل العلماء ابوعلی محمد ارتضاء الصفوی قاضی القضاۃ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر اوقات درود شریف پڑھنے میں مشغول رہا کرتے تھے۔

درود سے قبر معطر ہوگئی

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) خلیفہ مجاز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۴۰ھ) کا معمول تھا کہ آپ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ مولانا نبی بخش حلوائی لاہور رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۴۴ء) فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ آپ کی قبر پر خود حاضر ہو کر یہ کیفیت دیکھی کہ قبر سے خوشبو کی لپٹیں آتی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا کہ کسی عطار نے اپنی ساری خوشبوؤں کو بکھیر دیا ہے۔ میں نے تپتی دھوپ میں بھی حاضری دی مگر آپ کی قبر کے پاس تمام پتھروں اور اینٹوں کو ٹھنڈا پایا۔

حضرت میاں محمد حسن بلوچستانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) پانچ روز میں ایک لاکھ مرتبہ درود شریف کا ورد فرماتے تھے آپ کے چھوٹے صاحب زادے حضرت میاں تاج محمد بلوچستانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) نے بھی درود شریف کا ورد اور دلائل الخیرات شریف کے ورد کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔

حضرت مولانا محمد حیات خاں رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۱ھ) رام پور شہر (صوبہ یوپی، بھارت) میں محلہ نالہ پار کی مسجد میں شب و روز تنہا رہا کرتے تھے، درود شریف کا ورد کثرت سے کیا کرتے تھے اور ہر مہینے خواب میں زیارت نبی کریم ﷺ سے مشرف ہوتے تھے۔

سوالاکھ بار درود خضری پڑھنے والے ایک مجددی بزرگ

عارف باللہ سید امام علی شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) کی خانقاہ مکان شریف (رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور، بھارت) میں ہر روز نماز عصر کے بعد سوالاکھ مرتبہ درود شریف خضری کا ختم ہوتا تھا۔

کثرت درود سے عقیدہ درست ہوگیا

امام الاطبا، حکیم سید ببر علی موہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں یکتائے عصر سمجھے جاتے تھے۔ آپ مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۹ھ) کے اساتذہ میں سے تھے۔ غریب مریضوں پر بے انتہا توجہ فرماتے تھے۔ آپ کئی پشتوں سے مذہبا شیعہ تھے لیکن کثرت درود شریف کی وجہ سے دربار نبوت کے فیض نے آپ کو اپنی طرف کھینچا۔ آپ ایک عجیب ذوق وشوق کی حالت میں کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے۔ آخر ایک دن یہ مبارک شغل رنگ لایا اور سویا ہوا نصیب جاگ اٹھا۔ خواب میں حضور سید الابرار ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور علیہ السلام ایک مرصع تخت پر جلوہ افروز ہیں اور چاروں خلفاء راشدین ہم نشینی سے براندوز ہیں۔ صبح کو بیدار ہوئے تو فوراً عقائد باطلہ سے تائب ہوئے اور مذہب حق اہل سنت قبول کیا۔ اکبر آباد، بھارت میں وصال ہوا۔

حدیث اور انکارِ حدیث



بدعقیدہ عناصر کی جانب سے تقسیم کئے گئے لٹریچر کا عکس جن میں اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کی گئی ہے

آج کل انٹرنیٹ کی کچھ ویب سائٹس پر قرآن کریم کی سورتوں سے ملتے جلتے عربی کے چند پیراگراف دیے جارہے ہیں جن کو سورتوں کا نام دیا گیا ہے۔ فی الحال ایسی چار من گھڑت عبارتیں دی جارہی ہیں۔ سورۃ المسلمون، سورۃ الوصایا، سورۃ الایمان اور سورۃ التجسد۔ ان میں دین اسلام کے خلاف اور عیسائیت کے حق میں عجیب عجیب خرافات اور مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ ان کی ایسی ادبی یا علمی حیثیت تو نہیں کہ کسی باشعور انسان کو متاثر کرسکیں۔ نہ ہی یہ خطرہ ہے کہ اسے کوئی مسلمان دھوکہ کھائے، البتہ یہ اندیشہ ضرور ہے کہ غیر مسلم ان سورتوں کو قرآن سمجھ کر دھوکہ کھاجائیں یا عیسائیت اس خود ساختہ کلام کو دلیل بنا کر اسلام اور قرآن کے خلاف پروپیگنڈہ کرے۔ لہٰذا اس پُرفتن دور میں ہوشیار و چوکنا رہنے اور دشمنانِ اسلام کے اٹھائے ہوئے فتنوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

اب رب العزت کی عظمت اور خاتم الانبیا حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی محبت مسلمانوں کے دل سے کم کرکے اور دین اسلام کی والہانہ عقیدت کے احترام سے محروم کرکے انہیں کچے ربڑ کے غبارے جیسا بنا دینے کی دو کوششوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔ یعنی قرآن پاک اور حدیث مبارکہ سے رشتہ توڑنے کی دو سازشیں۔

یہاں میں قرآن پاک کے بارے میں اجمالاً اور حدیث مبارکہ کے بارے میں مفصل بتاؤں گا۔

انٹرنیٹ نے مواصلات اور معلومات کی نئی راہیں تو کھولی ہیں، یہ بات بھی ہر ذی عقل جانتا ہے کہ کوئی چیز بڑی نہیں ہوتی بنفسہٖ مگر اچھا سے بُرا ہونا اس کے استعمال پر ہوتا ہے لیکن اسے زیادہ تر تخریبی سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ عوام کی اکثریت چوں کہ ہر نئی چیز سے جلد متاثر ہوجاتی ہے۔ لہٰذا بے دھڑک جالوں کی بنی ہوئی اس بھول بھلیوں میں داخل ہوجاتی ہے اور یوں مغرب کے اُگائے ہوئے اس زہریلے جنگل میں داخل ہونے کے بعد انہیں ایسے خطرناک کیڑے مکوڑے چمٹ جاتے ہیں جن کے لگائے ہوئے ڈنک انہیں مذہب اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا رکھتے ہیں۔ اب تو بعض ایسی سی ڈیز بھی آرہی ہیں جنہیں بنایا ہی اس لیے گیا ہے کہ وہ مذہب کے احترام اور تقدس کے جذبات کو کچلیں اور پامال کریں۔

کلام مقدس کے خلاف ناپاک جسارت کے بعد حدیث شریف کی اسناد اور متن کو مجروح کرنے کی کوشش زور وشور سے جاری ہے۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں ایسے بہت سے لوگ اپنا مخصوص جمگھٹا لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں جن کے یہاں رات گئے تک ہر آنے والے کو سوالات کی دعوت دیتے ہیں، ان سوالوں کے جواب میں یہ حضرات جو فلسفہ بگھارتے ہیں اس سے متاثر ہونے والے شخص کے علم وفہم میں اضافہ ہو یا نہ ہو مگر حدیث مبارکہ سے ان کی عقیدت ومحبت ضرور کم ہوتے ہوتے ختم ہوجاتی ہے۔ ان مدعیانِ تحقیق کے دروازوں پر گاڑیوں کی قطاریں لگی رہتی ہیں۔ جہاں طبقۂ اشرافیہ سے تعلق رکھنے والے افراد کثیر تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ مغربی تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے کی بہ دولت ان کی ذہنیت کچھ ایسی بن جاتی ہے کہ یہ علمائے کرام کی بجائے انگلش نما اُردو بولنے والے دو فٹ کے دانشوروں سے مرعوب ہوتے ہیں اور جب انکو پڑیا

میں لپٹی زہر پیش کی جاتی ہے تو ان کی طبیعتیں اسے جلد ہی قبول کرلیتی ہیں، لہٰذا ان مجالس میں جا کر ان کی عملی زندگی میں تو تبدیلی نہیں آتی، وہ تو ویسے کی ویسی رہتی ہے، البتہ چند ایسے شکوک اور وسوسے ان کے دل و دماغ میں جاگزیں ہو جاتے ہیں جن کی نحوست سے وہ حدیث شریف کے منکر ہو جاتے ہیں۔ انھیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ قرآن کریم سے اپنا رابطہ جوڑ رہے ہیں اور اہل قرآن میں شمولیت کی سعادت انھیں حاصل ہو رہی ہے لیکن درحقیقت احادیث مبارکہ کے مستند ذخیرے سے بے اعتمادی کے زہریلے جراثیم ان میں انڈیلے جا رہے ہوتے ہیں۔ وہ سنتوں والی مبارک زندگی اور قرآنی اعمال سے یکسر دور اور محروم ہوتے ہوئے بھی خود کو اسلام کا حقیقی فہم رکھنے والا اور دوسروں کو ''اصل اسلام'' سے آگاہ کرنے کی فکر رکھنے والا اور دردمند مسلمان سمجھتے ہیں۔

منکرین حدیث نے ''احادیث نبویہ'' کے خلاف طرح طرح کی مغالطات وشبہات پیدا کرنے کی ایک مہم چلا رکھی ہے اور کافی کچھ کہا۔ مثلاً

''کبھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں باہم تصادم ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے احادیث کی کیا ضرورت ہے۔ قرآن تو خود مکمل کتاب ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ وہی احادیث مبارکہ قابل قبول ہیں جو قرآن کے موافق ہیں۔''

منکرین حدیث، احادیث مبارکہ میں تعارض وتناقص کا الزام لگاتے ہیں۔ حالاں کہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احادیث صحیحہ میں سرے سے تضاد ہی نہیں۔

یہ کس قدر مقام تعجب ہے کہ منکرین حدیث کے نزدیک رسول کریم علیہ السلام قرآنی آیات کی تبلیغ وتدوین اور تعلیم وتحریر اور اس کے جمع وحفاظت کے بارے میں تو قابل اعتبار ہیں لیکن آیات کریمہ کی تفسیر وتوضیح اور تحلیل وتحریم کے دیگر مسائل میں غیر معتبر ہیں۔ اگر پیغمبر برحق قرآن کو قرآن بتانے میں قابل اعتبار ہے تو قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر میں بھی قابل اعتبار ہے۔ کیوں کہ متن کا جس پر نزول ہوا اسی پر تشریح ودیگر توضیحات کا بھی نزول ہوا۔ پھر اسی کا روایت کردہ متن تسلیم اور اسی کی بیان کردہ تشریح و تفسیر ناقابل تسلیم۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''یعنی سنن رسول اللہ ﷺ کتاب اللہ کے مجملات کی تفسیر و توضیح کرتی ہیں چوں کہ یہ دونوں منشاء الٰہی اور ارشاد الٰہی کے تحت ہیں اس لیے یہ دونوں ہی باجماع امت وحی کہلاتے ہیں۔''

(خطبہ استیعاب جلد اول)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احادیث مبارکہ بھی وحی الٰہی میں داخل ہیں اور اس ذکر الٰہی میں شامل ہیں جس کی حفاظت کا رب تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے۔ پس جس طرح قرآن پاک کی حفاظت انسانوں ہی کے ذریعے کرائی گئی اسی طرح حفظ حدیث کا بھی منجانب اللہ انتظام ہوا اور خلق خدا نے سینوں اور سفینوں کے ذریعے اسے محفوظ رکھا۔

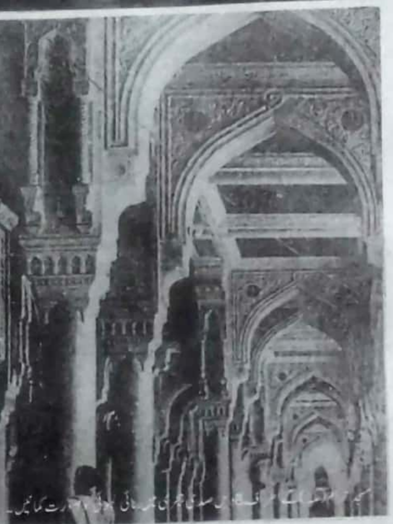
وحی الٰہی جو قرآن کریم کی شکل میں ہے۔۔متن ہے او



روضہ رسول ﷺ کا باب جبرئیل سے داخل ہونے پر دکھائی دینے والا حصہ



اسلام کی قدیم ترین مسجد جواثا جہاں مدینہ سے باہر پہلی نماز جمعہ ادا کی گئی۔



[illegible] عمارت کمائیں۔

دوسری وحی الٰہی جو قرآن کریم کے مجملات کی تشریح وتوضیح کرتی ہے وہ حدیث کہلاتی ہے اور وہ اس کی شرح ہے۔ خداوند کریم نے آنحضرت ﷺ کو نور و وحی بنا کر اس کی شرح کا حق عطا فرمایا۔ ثبوت کے لیے ہم چند آیات مبارکہ پیش کرتے ہیں۔ پہلی آیت میں ارشاد ہے

''ہم نے آپ پر کتاب کو صرف اسی لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کے لیے اس کی تبیین وتوضیح کردیں۔'' (نحل، ۶۴)

چناں چہ ارشاد ہے۔

''بے شک ہمارے ذمے اس کا جمع کردینا اور پڑھا دینا ہے، پس جب ہم اس کو پڑھ دیں تو آپ اس پڑھنے کی اتباع کریں، پھر بلاشبہ ہمارے ذمے اس کا بیان بھی ہے۔'' (قیامہ، ۱۷)

اس کی مزید تفصیل ایک اور آیت میں بھی ملتی ہے چناں چہ فرمایا۔

''ہم نے آپ کی طرف کتاب کو اتارا حق کے ساتھ تاکہ آپ فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا۔'' (نساء، ۱۰۵)

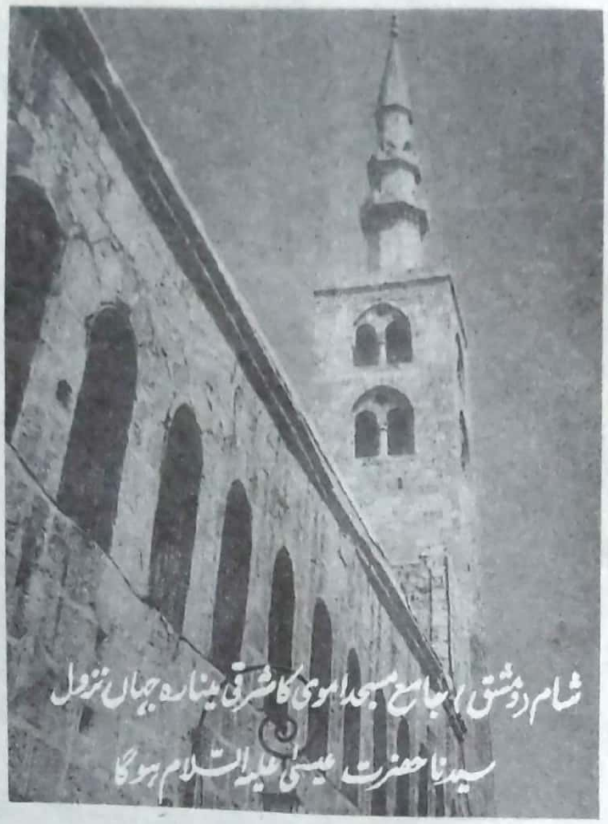
یہ آیات صراحۃً بتا رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو منجانب اللہ فہم قرآن کی خاص بصیرت اور خاص سوجھ عطا فرمائی گئی تھی اور اسی خاص فہم وبصیرت کے ذریعے نبی اکرم ﷺ لوگوں کے معاملات کا قرآنی احکام کے تحت فیصلہ کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ السلام قرآن کے مبین اور شارح تھے اور آپ کی تشریح وتبیین اسی بصیرت کی روشنی میں ہوتی تھی جو آپ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات مبارکہ اس پر دال ہیں کہ آپ علیہ السلام کو حکم بنایا گیا ہے۔ پس اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی اطاعت وتسلیم کے ساتھ حامل کتاب نبی اکرم ﷺ کے احکام وقضایا کی تعمیل وتسلیم بھی ضروری ہے۔ ہم نبی کریم علیہ السلام کے انہیں احکام اور آپ کے تمام فیصلوں کو حدیث نبوی سمجھتے ہیں۔ اس سے بھی حدیث رسول اللہ ﷺ کے واجب التسلیم ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ آپ کے عہد مبارک میں مسلمانوں کے اندر صدہا اختلاف ہوئے۔ آپ کے پاس مقدمات آئے۔ مسلمانوں کو غیر قوموں نے ستایا، بدعہدیاں کیں، ان کے واقعات سامنے آئے، آپ نے ان تمام مواقع پر مناسب فیصلے ''بما اراک اللہ'' کے تحت دیے اور اپنے ارشادات گرامی سے ''ان ھوالا وحی یوحی'' کے تحت ان معاملات کا حل فرمایا۔ ان قضایا واحکام کا نام ہمارے نزدیک، حدیث رسول ہے اگر

بقول منکرین حدیث یہ حدیث نہیں تو پھر کیا چیزیں ہیں۔ یہ حدیث ہی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ہر ایک قول، فعل، حکم اور قضا محفوظ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے تمام اعمال واقوال مبارکہ کو عاشقانہ ووالہانہ انداز میں دیکھا، سنا اور اس کو دل و دماغ کے گوشوں اور پھر سینوں میں محفوظ کرلیا۔

آج منکرین حدیث ایسے شبہات اور معارضات کو دہراتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ مکمل ہے اور اس میں ہر چیز مفصل موجود ہے پس ہم کو کسی اور چیز یعنی حدیث سے تفصیل یا توضیح حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حالاں کہ دوسری آیات میں حکم موجود ہے کہ آپ علیہ السلام آیات قرآن کی توضیح کردیا کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پس اس طرح یہ لوگ دراصل قرآن کو قرآن سے ٹکراتے ہیں۔ اب قرآن کریم کی بعض آیات کے پیش نظر شبہات پیدا کرنا اور بعض دوسری آیات سے صرف نظر کرنا دراصل ''جدال فی القرآن ہے۔''



شام دمشق / جامع مسجد اموی کا شرقی مینارہ جہاں نزول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوگا



مسجد اقصیٰ کا دلفریب منظر

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''قرآن آیات میں جھگڑا اور مخاصمت حرام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی منصوص حکم **ما اتاکم الرسول فخذ وہ** یا اطاعت رسول کا حکم کسی شبہ سے رد کردے مثلاً یوں کہے کہ جب قرآن خود مفصل ہے تو توضیحات رسول اور اطاعت رسول کی کیا ضرورت؟ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلی اُمتیں کتاب اللہ کی بعض آیات کو دوسری آیات سے ٹکرانے کے سبب ہلاک کردی گئیں۔

فتنہ انکار حدیث دور حاضرہ کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ اس کا موقفِ علمی زیادہ مستحکم ومضبوط ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اپنے مقاصد کے اعتبار سے یہ فتنہ دہریت اور کمیونزم کا ہم آہنگ ہے۔ اس کا مقصد بجز دین کو فنا کرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ دہریت عقل انسانی کو دین پر غالب کرتی ہے اور کمیونزم احتیاج بشری کو۔ منکرین حدیث جن کو کتاب آسمانی کے انکار کی جرأت تو نہیں ہوئی لیکن انہوں نے کتاب اللہ کو اس کے حامل کی تفسیر اور تشریح سے محروم کرکے اسے بے اثر بنانے کا مذموم منصوبہ تیار کیا اور حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کا جو مکمل سامان کیا تھا اس کو درہم برہم کرنا چاہا۔ حق تعالیٰ نے صرف کتاب نازل کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ کو بھی ان اوصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

''وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتا ہے۔'' (القرآن)

منکرین حدیث دوسروں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا چاہتے ہیں کہ واجب الاتباع محض وحی الٰہی ہے اور وہ صرف کتاب اللہ میں منحصر ہے اور حضور علیہ السلام کی اطاعت آپ کی زندگی تک محض مرکز ملت ہونے کی وجہ سے تھی۔ آج مرکز ملت کی عدم موجودگی میں حضور علیہ السلام کے احکام کی پابندی غیر ضروری ہے (نعوذ باللہ) ان کا قول یہ بھی ہے کہ اطاعت صرف اللہ کی ہوسکتی ہے، کسی انسان کی نہیں ہوسکتی، حتیٰ کہ رسول بھی اپنی اطاعت کسی سے نہیں کراسکتا۔

شاید منکرین حدیث نے قرآن کو پڑھا ہوگا مگر سمجھا نہیں۔ حالاں کہ قرآن شریف میں جا بجا۔ اطیعو اللہ ''یعنی اطاعت کرو اللہ کی'' کے ساتھ اطیعوا الرسول ''یعنی اطاعت کرو رسول کی'' کا حکم فرمایا گیا اور ایک جگہ واضح ارشاد ہے۔

''جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اعتراض: نبی کی طرف بے حیائی کی نسبت غیر معقولیت کی نسبت، ناواقفیت کی نسبت جن احادیث سے ظاہر ہو، ان احادیث کو ان نقائص کی بنا پر حدیث رسول سے خارج کردینا چاہیے یا نہیں جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضہ اللہ عنہما اور حضور ﷺ ایک ظرف میں الگ الگ غسل فرماتے اور بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا اور کھجور کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا زیادہ پھل اُگے گا اور زیادہ پھل نہیں آیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جواب: مذکورہ بالا اعتراضات جو معترفین نے کیے ان کا فقط زعم ہے حقیقت نہیں، حقیقت کچھ اور ہے۔ محض ان نسبتوں سے حدیث ناقابل قبول نہیں ہوتی۔ مثلاً زوجین کی طرف سے جو بے حیائی کی نسبت کی گئی وہ محض نسبت کرنے والے کا خیال ہے اگر اس عمل سے بے حیائی مقصود ہو تو نظام نسل باطل ہوجائے گا۔ بے حیائی تو وہ ہے جسے نبی بے حیائی بتائے۔ نبی نے کہیں زوجین کے غسل کو ایک ظرف سے الگ الگ بے حیائی نہیں فرمایا نہ کتاب اللہ نے اس فعل کو بے حیائی بتایا اور اگر اس قسم کی باتوں کو بے حیائی سے تعبیر کیا جائے گا تو اللہ نے قرآن پاک میں سورۃ الطلاق کی آیت نمبر چھ میں ''من ماء دافق'' استعمال کیا جس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لفظ چھاتی استعمال کیا اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لفظ مادہ تولید استعمال کیا اگر یہ

الفاظ بے حیائی ہیں تو ان کو بھی قرآن مجید سے خارج کر دینا چاہیے اور اگر بے حیائی نہیں تو الفاظ حدیث بھی بے حیائی نہیں ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی طرف جو جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے اس نسبت سے بھی حدیث کو حدیث ہونے سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر اس نسبت سے حدیث کو خارج کیا جائے گا تو قرآن پاک کو بھی خارج کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا برتن رکھ دیا اور پھر یہ کہہ دیا کہ تم چور ہو، ظاہر میں یہ فعل جھوٹ سے بھی برتر ہے اور فرمایا کذلک کدنا لیوسف (یوسف) ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر سکھائی'' تو چاہیے کہ اس آیت کو قرآن سے نکال دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا۔ یہ بھی خلاف عقل اور غیر معقول نہیں ہے کہ جب انسان کی فرشتہ سے ہم کلامی مان لی، جو بہ ظاہر غیر معقول ہے تو پھر ہاتھا پائی ماننے میں کیا غیر معقولیت ہے؟ دونوں ایک ہی درجے کی باتیں ہیں۔ یعنی جو شخص کسی سے بات چیت کرسکتا ہے۔ وہ اس کے تھپڑ بھی مار سکتا ہے۔

کھجور کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا قرآن کے مطابق ہے۔ ''اور کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ کل اس کو کروں گا۔'' (الکہف) اس آیت سے وہی بات ظاہر ہورہی ہے جو حدیث سے ظاہر ہورہی ہے اور جس طرح یہاں یہ بات نبوت کے منافی نہیں ہے اس طرح وہاں بھی نبوت کے منافی نہیں ہے۔

اس سارے بیان کا حاصل یہ ہے کہ حدیث پر جتنے اعتراضات ہیں اسی طرح کے ہیں۔

سوال: ''ہم نے ذکر قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے نگہبان اور محافظ ہیں۔'' (الحجر) اور ظاہر ہے کہ قرآن محفوظ ہے اور حدیث محفوظ نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے بس وہی چیز دین ہے اور حدیث چوں کہ محفوظ نہیں ہے اس لیے نہ اللہ اس کا محافظ ہے نہ ذکر ہے نہ دین ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے ذکر یعنی نصیحت کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے وہ ذکر اور نصیحت کا محافظ ہے اور ذکر اور نصیحت قرآن اور حدیث دونوں میں ہے۔ لہٰذا دونوں محفوظ ہیں۔ قرآن بھی محفوظ ہے اور حدیث بھی محفوظ ہے بلکہ قرآن کے حافظ تو چند ایک فیصد ہی ملیں گے اور حدیث کے معانی کے حافظ ساری قوم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مسواک سنت ہے۔ عید کے دن روزہ حرام ہے۔ زنا کی سزا رجم ہے۔ صبح کی نماز کی دو سنتیں ہیں۔ ظہر کی چھ سنتیں ہیں۔ قبر میں نکیرین سوال کریں گے۔ عذاب قبر ثواب قبر برحق ہے۔ غرض یہ کہ معاملات اور عبادات کے جو طریقے حدیث نے بتائے ہیں۔ وہ ہر جاہل اور عالم کے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اس نے دین کو محفوظ کر دیا ہے۔ ہر شخص حافظ سنت ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حدیث غیر محفوظ ہے بالکل غلط ہے۔ حدیث عملاً محفوظ ہے۔ قرآن پاک تلاوتاً محفوظ ہے۔

آخری نکتہ: قرآن نے کہا ''تمہاری زندگی میں حضور علیہ السلام کی زندگی مبارک بہترین نمونہ ہے۔'' مزید یہ کہ تمہارے لیے زندگی گزارنے اور زندگی کے ہر شعبے ہر پہلو میں حضور علیہ السلام کا اسوۂ بہترین مددگار ہے اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن پاک تمام ریب وتشکک اور اغلاط سے پاک ہے اور اس کا ہر حکم بھی قیامت تک کے لیے ہے۔ آپ علیہ السلام کا اسوہ کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے اقوال وافعال اور ہر وہ بات اور ہر وہ عمل جو آپ علیہ السلام سے کبھی بھی اور کسی موقع پر صادر ہوا ہو، وہ اُمت محمدیہ ﷺ کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے اگر قرآن کا یہ حکم باقی ہے (یقیناً باقی ہے) تو حضور علیہ السلام کے اقوال وافعال اور جو کچھ ہمیں احادیث مبارکہ سے حاصل معلوم ہوئے وہ محفوظ ہیں اگر محفوظ نہ ہوتے تو یہ آیت مبارکہ ہمارے لیے بلکہ ساری اُمت کے لیے بے عمل ہوتی۔

احادیث نبویہ قرآن کریم کی شارح اور حیات نبوی علیہ السلام کی تفسیر ہیں۔ اسلام کی صحیح تشریح وتعبیر ان ہی پر موقوف ہے۔ ان پر عمل ہی ہمارے لیے ذریعۂ نجات ہے ان سے محروم ہوکر ہمارا ٹھکانا گمراہی کے اندھیرے غار میں تو بن سکتا ہے، فلاح ونجات کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اسلام کو ان ہستیوں سے حاصل کیا جائے جن کی زندگیوں میں صحیح معنوں میں اسلام وجود ہے جن کی علمی، عملی اور روحانی نسبتیں حضور علیہ السلام سے ملتی ہیں اور ان کے شب وروز سنت نبویہ کے نور سے روشن ومنور ہیں۔

مجاہدین کو خراج تحسین

نقیب صبح جاوداں اے غازیو بڑھے چلو
چٹان راہ میں پڑے تو اسکو توڑ پھوڑ دو
سحر بہت قریب ہے مجاہدو بڑھے چلو
فریب کار دوستوں کی دوستی کو چھوڑ دو
عدد کی کیا مجال ہے تمہارے آگے آسکے
نقیب صبح جاوداں اے غازیو بڑھے چلو
تمہاری ضرب الا اللہ کی کون تاب لاسکے
سحر بہت قریب ہے مجاہدو بڑھے چلو
تمہارا عزم ہے بلند حوصلہ جوان ہے
قدم قدم ہو گلستاں تم ایسے راہ نور ہو
افق کی روشنی طلوع صبح کا نشان ہے
یہ کہکشاں فلک پہ تیری راستے کی گرد ہو
شہید کی جو موت ہے وہ ہے دوام زندگی
نقیب صبح جاوداں اے غازیو بڑھے چلو
یہی ہے ملک و قوم کے لئے پیام زندگی
سحر بہت قریب ہے مجاہدو بڑھے چلو

مسلک اہل سنت اور مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عامر بیگ

اُمت مسلمہ کا مختلف فرقوں میں بٹ جانا تو قابل تحسین ہے اور نہ قوت میں اضافے کا باعث تفریق در تفریق جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی قوت میں کمی آتی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اختلافات پوری شدت کے ساتھ موجود ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو سب کو غلط قرار دے کر ایک نئے فرقے کا اضافہ کرلیا جائے یا پھر قرآن و حدیث اور اسلاف اُمت کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے کہ کون حق پر ہے؟

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دارمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر اس کے دائیں بائیں کچھ خطوط کھینچے اور فرمایا۔ یہ متعدد راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے، اور یہ آیت کریمہ پڑھی ''اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا اس کی پیروی کرو۔''

اس آیت کریمہ اور حدیث شریف سے واضح ہے کہ سیدھا اور واجب الاطاعت ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ تعالٰی کے حبیب ﷺ کا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ اور ہماری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ وہ سب آگ میں ہوں گے سوائے ایک ملت (جماعت) کے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ملت کونسی ہے؟ فرمایا جس پر ہم اور ہمارے اصحاب ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کا نجات پانے والا سب سے پہلا گروہ صحابہ کرام کا ہے جن میں حضرات اہل بیت کرام بھی شامل ہیں۔ یہی وہ قدسی صفات نفوس ہیں جنہوں نے



۳۔ یہ عظیم الشان مسجد ملائیشیا، میں قائم ہے جو وہاں کے مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی گواہی دے رہی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کے قدم بقدم چل کر زندگی بسر کی اور جن کے جگمگاتے نقوش اقدام بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے منزل مقصود کے نشان راہ بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمین کا نام عطا فرمایا اس مبارک نام کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے نام کی ضرورت نہ تھی لیکن مسلمان کہلانے والوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر ایسے عقائد اختیار کر لیے جو کتاب و سنت کے ظاہر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد کے مخالف تھے، مثلاً واصل بن عطا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا، اس کا یہ عقیدہ تھا کہ جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ نہ مومن ہے اور نہ کافر ہے، اس عقیدے کی بنا پر اس نے اپنے استاد کا حلقہ درس چھوڑ کر علیحدہ حلقہ بنا لیا، اس بنا پر اس کا اور اس کے پیروکاروں کا نام معتزلہ قرار پایا۔

شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ، ابو علی جبائی معتزلی کے شاگرد تھے، ایک موقع پر انہوں نے استاد سے ایک سوال پوچھا جس کا وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکا، انہوں نے استاد کا مذہب چھوڑ دیا اور معتزلہ کے عقائد کے رد میں سرگرم ہو گئے انہوں نے اپنی تمام تر توانائی ان عقائد کے ثابت کرنے میں صرف کر دی جو ظاہر حدیث سے ثابت تھے اور صحابہ کرام ان کے قائل تھے، ان کے متبعین کا نام اہل سنت و جماعت رکھا گیا۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کی سنت اور جماعت صحابہ کے عقائد ونظریات رکھنے والے اور ما انا علیہ واصحابی پر کاربند، اہل سنت و جماعت کے دوسرے امام شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں اماموں میں صرف چند مسائل میں اختلاف ہے۔

مکتوبات امام ربانی اور مسلک اہل سنت و جماعت

دعوت اسلام کے سلسلے میں قرآن پاک میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے مکتوب گرامی کا ذکر ہے جو انہوں نے ہدہد کے ذریعے ملکہ صبا بلقیس کے نام ارسال کیا، احادیث مبارکہ میں حضور سید عالم ﷺ کے مکتوبات شریفہ کا تذکرہ ملتا ہے جو آپ نے اس وقت کے سلاطین کو ارسال کی دعوت دینے کے لیے ارسال فرمائے۔

دعوت وتبلیغ میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ الفتح الربانی کے نام سے شہرہ آفاق اور لافانی حیثیت کے حامل ہیں۔ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات بھی اپنی افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے زندہ و پائندہ ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ کے زندہ جاوید مکتوبات دنیائے مکتوبات میں سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

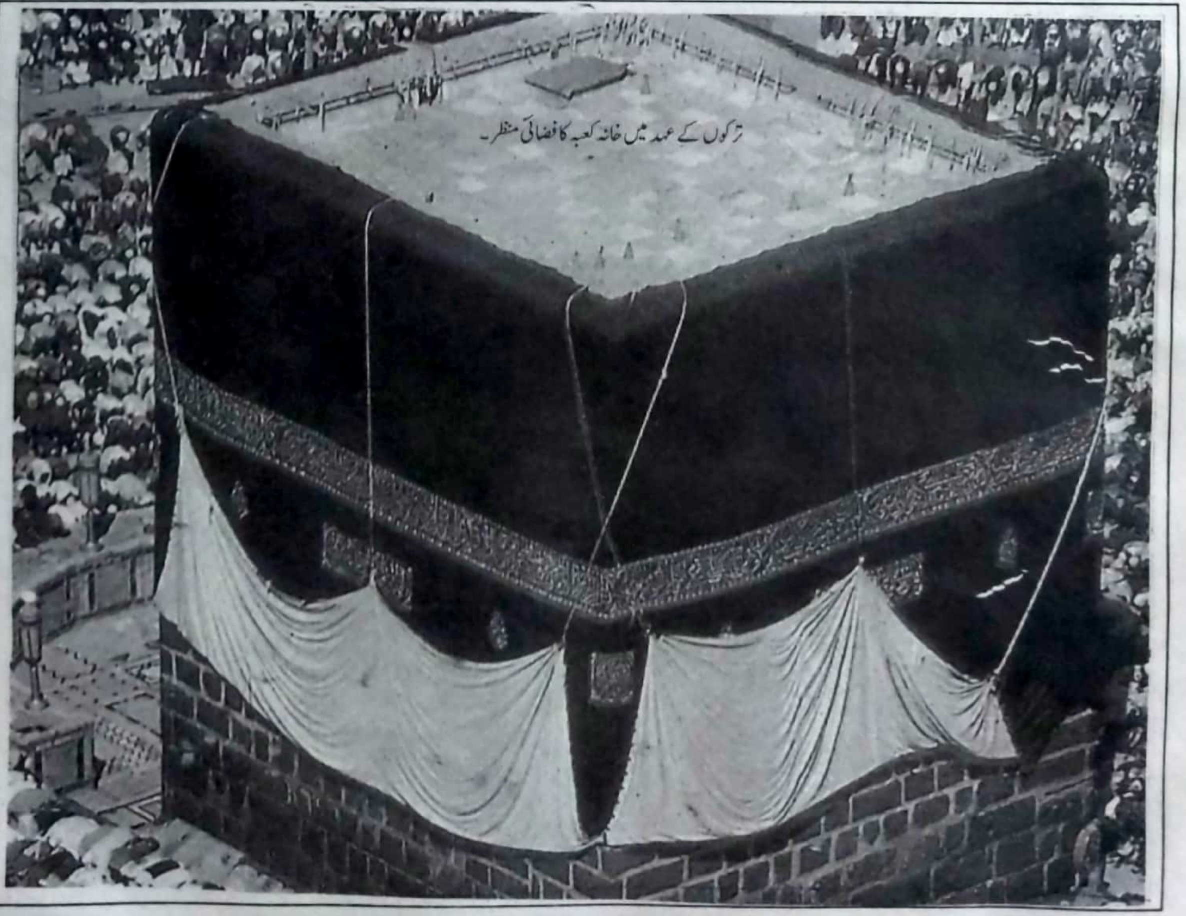
آج فاصلاتی تعلیم کا سسٹم اوپن یونیورسٹیوں کے ذریعے قائم ہے، امام ربانی کے دور میں ماہرین تعلیم کے ذہنوں میں فاصلاتی تعلیم کا تصور بھی نہ تھا، اس کے باوجود امام ربانی نے اپنے مکتوبات کے ذریعے نہ صرف یہ نظام دعوت وتعلیم عملاً رائج کیا بلکہ اسلامی انقلاب برپا کر دیا، یہ وہ دور تھا جب حکومت سطح پر لادینیت کو فروغ دیا جا رہا تھا اور اسلامی شعائر کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا تھا۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی ہے اور روح اسلام کی تبلیغ فرمائی ہے، اس لیے آج بھی ان کی آب وتاب میں کوئی فرق نہیں آیا اور وہ آج بھی ان گنت دلوں اور روحوں کو ایمان و معرفت کے انوار سے منور کر رہے ہیں۔

امام ربانی قدس سرہ اہل سنت و جماعت کی پیروی کو نجات کے لیے لازمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ راہ نجات اقوال افعال اور اصول وفروع میں اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ ان کی کثرت میں اضافہ فرمائے کی پیروی ہے، کیونکہ یہی نجات پانے والا فرقہ ہے، دوسرے فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں آج کوئی شخص اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے تاہم کل روز قیامت ہر شخص جان لے گا۔ اے اللہ! ہماری آنکھیں کھول دے قبل اس کے کہ موت ہماری آنکھیں کھولے۔

جناب سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں۔

مخدوما! ابدی نجات کے حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔ علم کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ علم جس کا مقصد عمل ہے، اس کا بیان علم فقہ میں ہے۔ (۲) وہ علم جس کا مقصد صرف اعتقاد اور دل کا یقین ہے اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد کے مطابق علم کلام میں بیان ہوئی ہے، ان بزرگوں کی پیروی کے بغیر نجات کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اگر بال برابر بھی مخالفت ہو تو خطرہ ہی خطرہ



ترکوں کے عہد میں خانہ کعبہ کا فضائی منظر۔

ہے، یہ بات صحیح کشف اور صریح الہام کے ذریعے بھی یقین کی حد تک پہنچی ہوئی ہے، اس کے خلاف کا احتمال بھی نہیں ہے۔ آئندہ سطور میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے حوالے سے اہل سنت کے چند عقائد پیش کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات

خان جہاں کے نام ارسال کردہ مکتوب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد مختصر طور پر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ خود موجود ہے، باقی تمام اشیا اس کے پیدا کرنے سے موجود ہیں اور عدم سے وجود میں آئی ہیں، پس اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی (بے ابتدا) ہے، باقی تمام اشیا حادث اور نو پیدا ہیں...... اللہ تعالیٰ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ تو واجب الوجود ہونے میں اور نہ ہی مستحق عبادت ہونے میں (واجب وہ ہستی ہے جس کا عدم نہ ہو سکے اور عبادت تعظیم کی انتہا کو کہتے ہیں یعنی کسی ہستی کو مستقل اور موثر بالذات مانا جائے قادری) واجب الوجود ہونا اس کے غیر کے لائق نہیں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صفات نقائص کی اس جناب مقدس سے نفی ہے، اللہ تعالیٰ جواہر اجسام اور اعراض کی صفات اور ان کے لوازم سے منزہ ہے، زمان ومکان اور جہت کی اس کی بارگاہ میں گنجایش نہیں ہے، یہ سب اس کی مخلوق ہیں، وہ شخص بے خبر ہے جو اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر کہتا ہے اور اس کے لیے جہت فوق ثابت کرتا ہے، عرش اور ماسوا تمام مخلوقات حادث اور اس کی مخلوق ہیں، حادث کی کیا مجال؟ کہ وہ خالق قدیم کا مکان اور ٹھکانہ بنے۔

اللہ تعالیٰ کی بلند و برتر ذات ہماری عقل میں نہیں آسکتی اور جو چیز ہماری عقل میں آجائے وہ ذات الٰہی نہیں ہو سکتی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم
و ز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

اے وہ ذات جو قیاس، خیال اور گمان و وہم سے برتر ہے۔ اور ہر اس چیز سے برتر جو کہنے والوں نے کہی اور ہم نے سنی اور پڑھی ہے۔ دفتر مکمل ہو گیا اور عمر آخر کو پہنچ گئی اور ہم ابھی تیری صفت کے بیان کرنے کی ابتدا ہی میں ہیں۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اپنے ان اسماء اور صفات کاملہ سے متصف ہے جن کے ساتھ خود اس نے اپنی تعریف فرمائی ہے لیکن اس کے بارے میں جو کچھ ہمارے ادراک، فہم، عقل اور تصور میں آتا ہے وہ اس سے منزہ اور بلند ہے۔

اہل ایمان کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ ''کچھ چہرے اس دن ترو تازہ ہوں گے اور اپنے رب کی زیارت کریں گے۔'' امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بہشت میں بغیر جہت اور مقابلہ کے اور بغیر کیف اور احاطہ کے مومنوں کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونا برحق ہے، ہم اس اُخروی دیدار پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیف کے بغیر ہے، اس جہان میں اس کی حقیقت کیوں اور کیسے کے چکر میں پڑنے والوں پر ظاہر نہیں ہوتی اور ایمان کے بغیر ان کو دیدار نصیب نہیں ہوگا۔ افسوس فلاسفہ، معتزلہ اور دیگر اہل بدعت فرقوں پر کہ محرومیت اور نابینا ہونے کی بنا پر آخرت کے دیدار کا انکار کرتے ہیں، غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کی دولت سے بھی مشرف نہیں ہوتے۔

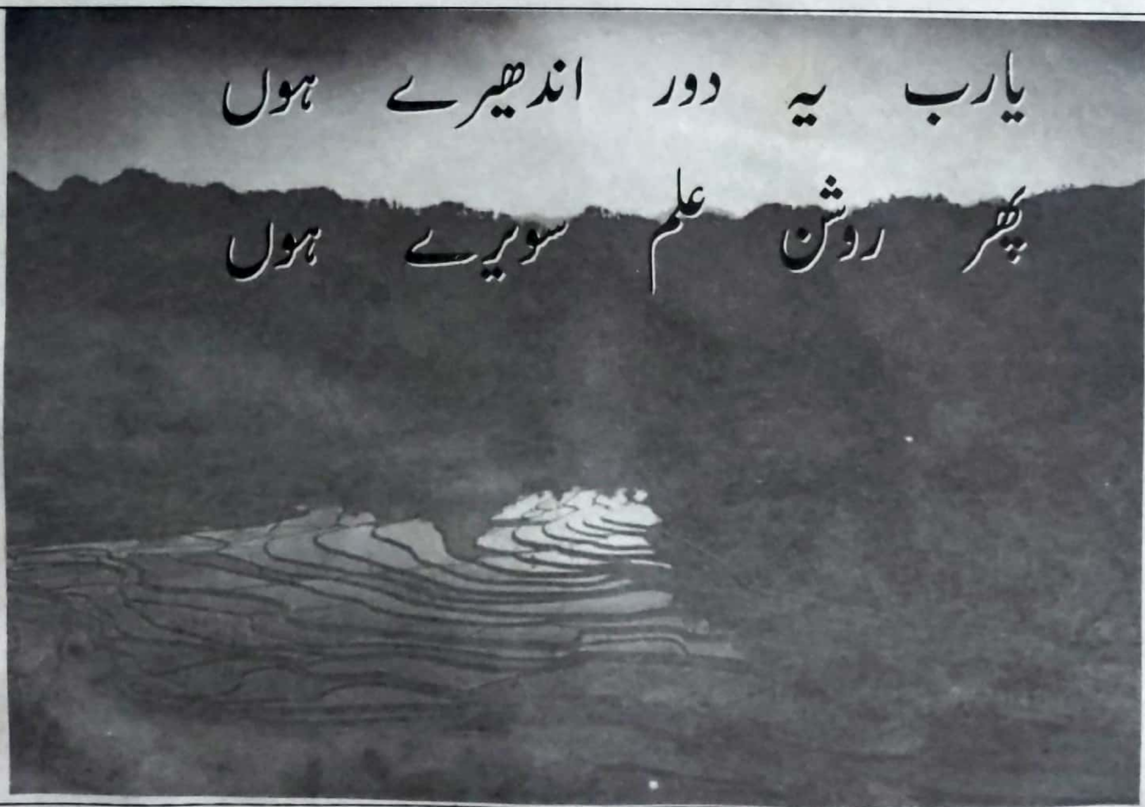
ہم میں سے ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور زبان سے اس کا اقرار کرتا ہے لیکن امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تو اس سے بھی آگے کی تعلیم دیتے ہیں فرماتے ہیں۔

توحید کا مطلب یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف توجہ سے خالی کر دی جائے، جب تک دل اس کے ماسوا کے تعلق میں گرفتار ہے اگرچہ بہت ہی معمولی سا تعلق ہو اور ارباب توحید میں سے نہیں ہے، اس دولت کے حاصل کیے بغیر ایک کہنا اور ایک ماننا ارباب تحقیق کے نزدیک امر زائد ہے، ہاں ایک کہنا اور ایک ماننا جو تصدیق ایمانی میں معتبر ہے ضروری ہے لیکن اس کا الگ مطلب ہے۔

یعنی توحید یہ ہے کہ بندہ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اس طرح راسخ ہو جائے کہ یاد الٰہی سے غافل کر دینے والی ہر چیز کو دل سے نکال پھینکے، ورنہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات اس کی یاد کے لیے ہیں، تلاوت قرآن کریم اسی کی یاد کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا تذکرہ اور چرچا اس کی یاد کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کو رام اور کرشن کہنا انتہائی حماقت ہے۔

بعض لوگ جہالت یا عیاری کی بنا پر کہتے ہیں کہ مسلمان اور ہندو میں فرق نہیں ہے ایک رحمٰن کو مانتا ہے اور دوسرا رام کو، رحمٰن بھی وہی ہے اور رام بھی وہی ہے، یہ کھلا دھوکہ ہے، امام ربانی رحمۃ

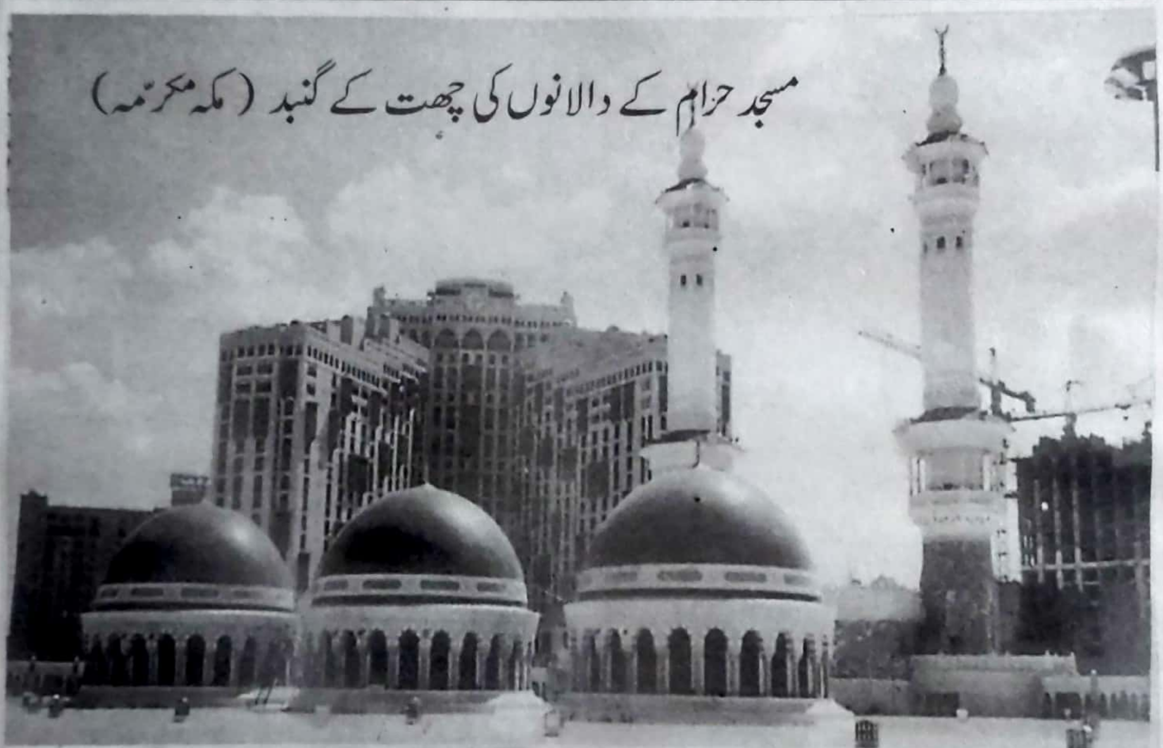


اللہ علیہ ایک ہندو کے نام ارسال کردہ مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''رام اور کرشن وغیرہ ہندوؤں کے معبود، اللہ تعالیٰ کی حقیر مخلوقات میں سے ہیں، یہ ماں باپ سے پیدا ہوئے، رام جسرت کا بیٹا، لکھمن کا بھائی اور سیتا کا شوہر تھا، رام اپنی بیوی کی حفاظت نہ کر سکا، اسے راون لے اڑا وہ کسی دوسرے کی کیا امداد کر سکے گا؟ دور اندیش عقل سے کام لینا چاہیے اور ہندوؤں کی تقلید نہیں کرنی چاہیے، ہزاروں نفرین ہیں اس شخص پر جو تمام جہانوں کے پالن ہار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے، یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص عظیم الشان بادشاہ کو بھنگی کے نام سے یاد کرے، رام اور رحمٰن کو ایک جاننا پرلے درجے کی حماقت ہے، خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے۔

مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے، اللہ



مسجد حرام کے دالانوں کی چھت کے گنبد (مکہ مکرمہ)

تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہاں تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچا اور نہ کسی رسول کی وہاں تک رسائی ہوئی، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''مقام رضا سے اوپر صرف حضرت خاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے، غالباً اسی مقام کی خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ میرے ساتھ اس وقت کسی مقرب فرشتے اور نبی رسول کی گنجائش نہیں ہے۔ اور غالباً حدیث قدسی میں اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے حبیب! میں ہوں اور تم ہو اور تمہارے علاوہ جو کچھ ہے وہ میں نے تمہارے لیے پیدا کیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ اے اللہ! تو ہے اور میں نہ ہوں، تیرے سوا جو کچھ ہے وہ میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔

لوگ آج حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا کیسے ادراک کر سکتے ہیں؟ اور آپ کی عظمت و بزرگی اس جہان میں کیسے پہچان سکتے ہیں؟ کیونکہ اس امتحان گاہ (دنیا) میں سچا اور جھوٹا، حق اور باطل مخلوط ہے، قیامت کے دن آپ کی بزرگی معلوم ہوگی کہ آپ پیغمبروں کے امام اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے، آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔''

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ماوشما تو کیا کہ خلیل و جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

محبت واطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دن قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ سامنے آ گئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے آباء، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان، وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا امر لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا اس آیت کی تلاوت سے بہت گریہ طاری ہوا اور خوف غالب آ گیا۔

اسی اثنا میں نے اپنے حال کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ میں ان اشیاء میں سے کسی میں بھی گرفتار نہیں ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد کی محبت، محبت پر غالب ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جناب سید فرید کے نام مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ. اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا عین قرار دیا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس ذات کریم جل شانہ کی اطاعت نہیں ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے اپنی بادشاہی کے دور میں خرقان کے قریب پڑاؤ ڈالا، اور اپنے چند نمائندے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے اور درخواست کی کہ شیخ سلطان کی ملاقات کے لیے تشریف لائیں، ساتھ ہی نمائندوں کو حکم دیا کہ اگر شیخ آنے کے لیے تیار نہ ہوں تو آیہ کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پڑھ کر سنائیں جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول مکرم کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر (حکام) کی اطاعت کرو، نمائندوں نے حاضر ہو کر دعوت ملاقات دی اور جب دیکھا کہ شیخ تیار نہیں تو آیہ کریمہ پڑھ کر سنائی شیخ نے فرمایا میں۔ اطیعوا اللہ میں اتنا گرفتار ہوں کہ اطیعوا الرسول سے شرمندہ ہوں، اولوالامر کی اطاعت کی باری تو بعد میں ہے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''حضرت شیخ نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول گرامی کی اطاعت کے بغیر ہو سکتی ہے، یہ بات استقامت سے دور ہے، مستقیم الاحوال مشائخ اس قسم کی باتوں سے اجتناب کرتے

ہیں، شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اللہ کی اطاعت میں جانتے ہیں، رسول اللہ کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عین گمراہی قرار دیتے ہیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے خراسان کے شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، وہاں خراسان کے اکابر سادات میں سے ایک بزرگ سیّد بھی تشریف فرما تھے، اسی اثنا میں ایک مغلوب الاحوال مجذوب آ گئے، حضرت شیخ نے انہیں سیّد صاحب کے آگے جگہ دی، یہ بات سیّد صاحب کو ناگوار گزری، شیخ نے سیّد صاحب کو کہا کہ آپ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت کی بنا پر ہے اور اس مجذوب کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس تفریق کو مستقیم الاحوال اکابر جائز قرار نہیں دیتے، رسول اللہ ﷺ کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے کو سکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اسے فضول بات قرار دیتے ہیں، ہاں اتنا ہے کہ مقام کمال یعنی مرتبہ ولایت میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت کا حصہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی محبت پر ثابت قدمی عطا فرمائے، جو بعینہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی محبت کا پیمانہ اور معیار کیا ہے؟ ہم نے اپنی صوابدید کے مطابق مختلف معیار مقرر کر رکھے ہیں۔ آیئے! دیکھیں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں؟

سرور دو عالم ﷺ کی کامل محبت کی فرع کامل اتباع ہے۔

اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی کامل محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے دشمنوں سے مکمل بغض رکھا جائے اور آپ کی شریعت کے دشمنوں سے دشمنی کا اظہار کیا جائے، محبت میں مداہنت کی گنجائش نہیں ہوتی، محبّ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے، مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں سے کسی طرح صلح نہیں کرتا، دو متبائین محبتیں جمع نہیں ہوتیں، اجتماع ضدین کو محال کہتے ہیں، محبوب کی محبت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ اس کے دشمن سے دشمنی رکھی جائے۔

یہ مکتوب اگرچہ اس دور کا ہے جب شریعت کی مخالفت اور لادینیت کی سرپرستی سرکاری سطح پر کی جا رہی تھی تاہم ان ارشادات کا ایک ایک جملہ آج بھی مسلمانوں کے لیے مشتعل راہ ہے۔

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

ہم نے کہا ہے کہ محبت خاص پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ محض فضل سے اس فقیر کو حاصل ہوئی تھی۔ اس محبت کے رنگ میں یہ فقیر کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے میری محبت اس لیے ہے کہ وہ رب محمد ﷺ ہے۔

اُمت کے احوال سے آگاہی

راہ معرفت کے سلوک کا مبتدی کائنات سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے، منتہی مخلوق سے رُخ نہیں پھیر سکتا، اس کے مقام کے لیے لازم ہے کہ وہ مخلوق کی طرف متوجہ ہو، اس کے

> ''خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جسے ان حضرات کی پیروی اور ان کی تقلید کا شرف عطا کیا گیا اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس نے ان کی مخالفت کی، ان سے جدا ہوا، ان کے اصول کو چھوڑا اور ان کے گروہ سے نکل گیا، ایسے لوگ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے، ایسے لوگوں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار کیا۔

باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی توجہ میں فرق نہیں آتا، اس نکتے کے بیان کے ساتھ ہی امام ربانی فرماتے ہیں۔

''حدیث شریف تنام عیناى ولا ینام قلبى جو تحریر ہوئی ہے اس کا اشارہ دوام آگاہی (ہر وقت اللہ کریم کی طرف متوجہ ہونے) کی طرف نہیں ہے، بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہیں ہوتے، اسی لیے سرور دو عالم ﷺ کے حق میں نیند ناقص وضو نہیں ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی امت کی حفاظت کے سلسلے میں بکریوں کے رکھوالے کی طرح ہوتے ہیں اس لیے غفلت آپ کے منصب نبوت کے لائق نہیں ہوگی۔''

غیب اور متشابہات کا علم

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''قرآنی متشابہات تاویل پر محمول ہیں ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''متشابہ کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی متشابہ تاویل پر محمول ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء راسخین کو بھی اس تاویل کے علم میں حصہ عطا فرماتا ہے، جیسے کہ اپنی ذات کے ساتھ مخصوص علم غیب کی اطلاع خاص رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے کتاب مجید کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ (۱) محکمات (۲) متشابہات۔ پہلی قسم شرائع اور احکام کا منشا ہے اور دوسری قسم حقائق اور اسرار کے علم کا خزانہ ہے، وجہ، قدم، ساق، اصابع اور انامل جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں سب متشابہات ہیں، اسی طرح حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کی ابتدا میں وارد ہوئے ہیں وہ بھی متشابہات میں سے ہیں، ان کی تاویل کی اطلاع علماء راسخین کے علاوہ کسی کو نہیں دی۔''

قرآن پاک میں یہ تو آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا زمین و آسمان کا کوئی بھی رہنے والا غیب نہیں جانتا، یہ بھی آیا ہے کہ متشابہ کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ غیب کا علم کسی کو بھی عطا نہیں فرماتا یا دے ہی نہیں سکتا، اس کے برعکس یہ ضرور فرمایا ''ہاں مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔''

اسی طرح یہ کہیں نہیں فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ متشابہات کا علم کسی کو عطا نہیں فرماتا۔''

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مذکورہ اقتباسات سے دو مسئلے واضح طور پر معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۱) وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اطلاع اپنے خاص رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو عطا فرماتا ہے۔

بے مثل نورانی بشریت

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''جاننا چاہیے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق باقی انسانوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ کائنات کے کسی فرد کی تخلیق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی، کیونکہ آپ باوجود عنصری جسم کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔''

بے سایہ و سائبان عالم

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''جس قدر دقیق نظر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کا وجود وہاں دکھائی نہیں دیتا، بلکہ آپ کا منشاء خلقت اور امکان صفات اضافیہ کا وجود اور امکان محسوس ہوتا ہے۔ اور جب اس سرور دو عالم ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں نہیں ہے۔ بلکہ اس عالم سے اوپر ہے اس لیے لازمی طور پر آپ کا سایہ نہ تھا، نیز عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے، جب آپ سے زیادہ لطیف پورے جہان میں کوئی نہیں ہے تو آپ ﷺ کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔''

حاضر و ناظر

اولیاء کاملین کی روحیں مختلف مقامات پر متشکل ہو کر مختلف لوگوں سے ملاقات کرتی ہیں، ان کی دعا و برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مشکلات آسان فرما دیتا ہے، جب یہ اولیاء کاملین کا حال ہے تو حضور علیہ السلام کا کیا مقام ہوگا۔ حضرت امام ربانی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عطا سے جنات کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور ان سے عجیب و غریب افعال ظاہر ہوتے ہیں، اگر اولیاء کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں تو کونسی تعجب کی بات ہے؟ اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟

اسی قسم کا وہ واقعہ ہے جو بعض اولیا کرام سے منقول ہے کہ وہ ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف افعال صادر ہوتے ہیں، اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف جسموں

اور شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اسی طرح مختلف حاجتوں والے لوگ اپنے زندہ یا فوت شدہ عزیزوں سے خوف اور ہلاکت کی جگہوں میں مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی صورتیں حاضر ہو کر ان کی مصیبتوں کو دور کرتی ہیں۔ ان عزیزوں کو کبھی اس مصیبت کے دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی اطلاع نہیں ہوتی۔ از ما و شما بہانہ برساختہ۔ ہمارا اور تمہارا تو بہانا بنایا ہوا ہے۔ (اصل میں امداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتی ہے) یہ بھی ان عزیزوں کے لطائف متشکل ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔

یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔ چنانچہ ایک رات میں ہزار افراد خواب میں سرور دو عالم ﷺ کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور مختلف امور کا استفادہ کرتے ہیں، یہ سب نبی اکرم ﷺ کی صفات اور لطائف کا مثالی صورتوں سے تشکل ہوتا ہے۔

میلاد شریف

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

''اے حبیب ﷺ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔'' اب دیکھنا یہ ہے کہ فقط اتباع کافی ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو منافقین بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے، ماننا پڑے گا کہ وہی اتباع مقبول ہے جس کے ساتھ دل و جان سے سرکار دو عالم ﷺ کی محبت بھی شامل ہو، حدیث شریف میں ہے جس کے ساتھ محبت ہو انسان اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے، معلوم ہوا کہ ہر مومن کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر قرار دل و جاں ہے، محفل میلاد بھی حضور سیّد عالم ﷺ کی ولادت باسعادت اور فضائل و کمالات کا تذکرہ ہوتا ہے، کونسا مسلمان ہوگا جو اس کا انکار کرے گا اور اس سے منع کرے گا؟

مکتوبات شریفہ کا شیخ مراد مکی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے، مولانا نور احمد امرتسری نے ان کا ایک نوٹ اس جگہ حاشیہ میں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

اس سے پہلے متعدد مکتوبات میں میلاد شریف کے پڑھنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مطلب وہی ہے جو انہوں نے اس جگہ بیان فرمایا ہے، دیگر مقامات پر جو مطلقاً منع فرمایا ہے تو اس کی وجہ وہی ہے جو اس جگہ بیان کی گئی۔

ایصال ثواب

دنیا سے رحلت فرمانے والے مومنین کے لیے دعائے مغفرت اور صدقہ وخیرات کے ذریعے ایصال ثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے، امام ربانی، مرزا علی جان کے نام تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور وقتاً فوقتاً دعا اور صدقہ کے ساتھ ان کی مدد کرو، کیونکہ میت ڈوبنے والے کی طرح منتظر ہوتا ہے کہ اسے ماں باپ، بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچے۔ نیز ان کی موت سے اپنی موت کی عبرت پکڑنی چاہیے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے سپرد کر دینا چاہیے اور دنیا کی زندگی کو صرف دھوکے کا سامان شمار کرنا چاہیے۔

محبت اہل بیت

اہل سنت کے بارے میں یہ گمان کیسے کرلیا جائے کہ وہ اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے، یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے، اور خاتمے کی سلامتی اس محبت کے مستحکم ہونے سے وابستہ قرار دیتے ہیں۔

''اس فقیر کے والد ماجد جو علم ظاہری اور باطنی کے عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس محبت کا خاتمے کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ اس کا اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیے، ان کی مرض وفات کے وقت یہ فقیر حاضر تھا، جب ان کا معاملہ آخر کو پہنچ گیا اور اس جہان کی طرف توجہ کم رہ گئی، فقیر نے انہیں ان کی بات یاد دلائی اور اس محبت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس بے خودی کے عالم میں فرمایا میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں، اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔''

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

امام ربانی فرماتے ہیں کہ صریح کشف والہام کے ذریعے یہ بات درجہ یقین کو پہنچ چکی ہے کہ راہ نجات صرف اہل سنت و جماعت کے عقائد کا اختیار کرنا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

''خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جسے ان حضرات کی پیروی اور ان کی تقلید کا شرف عطا کیا گیا اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس نے ان کی مخالفت کی، ان سے جدا ہوا، ان کے اصول کو چھوڑا اور ان کے گروہ سے نکل گیا، ایسے لوگ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے، ایسے لوگوں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار کیا (حضور علیہ السلام کی) شفاعت کا انکار کیا، ان پر (نبی کریم ﷺ کی) صحبت اور صحابہ کی فضیلت مخفی ہوئی اہل بیت رسول کی محبت اور اولاد بتول کی مودت سے محروم ہوئے اور خیر کثیر روک دیے گئے جو اہل سنت کے حصے میں آئی۔

''قرآن پاک اور شریعت کی تبلیغ صحابہ کرام نے کی ہے اگر ان پر طعن کیا جائے تو قرآن کریم اور شریعت پر بھی طعن لازم آئے گا۔ قرآن پاک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جائے تو قرآن پاک پر ہی طعن لازم آئے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں زندیقوں کے عقیدے سے محفوظ رکھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہونے والا غبار بھی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے کئی درجے افضل ہے۔''

اولیاء کرام سے محبت

جسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہو وہ یقیناً اللہ والوں سے بھی محبت کرے گا، امام ربانی فرماتے ہیں۔

''اس گروہ کی محبت جو معرفت پر مبنی ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے، خوش قسمت ہے وہ جسے یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں اے اللہ تو نے اپنے دوستوں کو کیا مقام عطا فرمایا ہے؟ جس نے انہیں پہچانا اس نے تجھے پا لیا اور جب تک تجھے نہ پایا انہیں نہ پہچانا۔ اس جماعت کی دشمنی زہر قاتل ہے اور ان پر طعن کرنا ابدی محرومیت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس آزمائش سے محفوظ رکھے شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ الٰہی تو جسے رد فرمانا چاہتا ہے اسے ہمارے ساتھ الجھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی بارگاہ کے مقربین کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہے۔

تقلید امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور دنیائے اسلام کے مسلم مجتہد ہیں، آپ نے زمانہ خیر القرون میں اجتہاد کیا اور علم فقہ مرتب کیا، امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فقہ کے بانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، فقہ کے چار حصوں میں سے تین حصے ان کے سپرد ہیں، فقہ کے باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے حضرات آپ کے ساتھ شریک ہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ صاحب خانہ ہیں اور دوسرے سب آپ کے بال بچے ہیں۔

عوام تو رہے عوام، اصحاب کشف اکابر اولیاء کرام آئمہ مجتہدین کی تقلید سے مستثنیٰ نہیں ہیں، امام ربانی فرماتے ہیں۔

''اصحاب ولایت خاصہ اور عام مومنین مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ اولیاء کرام کا کشف والہام انہیں اتنی فضیلت نہیں دیتا کہ وہ تقلید کی پابندی سے آزاد ہو جائیں، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہم عام مومنوں مثلاً زید، عمرو، بکر اور خالد کے احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگوں کو دیگر امور میں فضیلت ہے۔

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''بغیر کسی تکلف اور تعصب کے کہا جاتا ہے کہ کشف کی نگاہ میں مذہب حنفی کی نورانیت عظیم دریا کی صورت میں نظر آتی ہے اور باقی مذاہب حوضوں اور چھوٹی نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔

ارادہ یہ تھا کہ امام ربانی نے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جس عقیدے و محبت کا اظہار کیا ہے اس کا بھی تذکرہ کرتا، نیز عرس، ایصال ثواب، مزارات پر چادر چڑھانے کے بارے میں بھی مکتوبات کے اقتباسات پیش کرتا لیکن وقت کی قلت کے پیش نظر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب ﷺ صحابہ کرام، اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزرگان دین اور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے فیوض و برکات سے فیض یاب فرمائے۔ اور مسلک اہل سنت پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

تصور بدعت اور اس کی شرعی حیثیت

اسلام ایک آسان، واضح اور قابل عمل نظام حیات ہے۔ چوں کہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے لہٰذا اس کے دامن میں کسی قسم کی کوئی تنگی، جبر یا محدودیت نہیں ہے۔ یہ قیامت تک پیش آنے والے علمی و عملی، مذہبی و روحانی اور معاشی و معاشرتی تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اگر کسی مسئلے کا ذکر براہِ راست قرآن وحدیث میں نہ ہو تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ بدعت و گمراہی اور حرام و ناجائز ہے کیوں کہ ''ترکِ ذکر'' حرمت کی نہیں بلکہ حلت اور اِباحت کی دلیل ہے۔

کسی بھی نئے کام (بدعت) کی حلت و حرمت جاننے کا صائب طریقہ یہ ہے کہ اسے قرآن وسنت پر پیش کیا جائے۔ اگر اس کا شریعت کے ساتھ تعارض آجائے تو بلاشبہ بدعت سیّہ اور ناجائز وحرام ہوگا لیکن اگر شریعت کے کسی بھی حکم سے تضاد یا تصادم واقع نہ ہو تو اسے محض ''ترک ذکر'' کی وجہ سے گمراہی، ناجائز یا حرام تصور کرنا حکمتِ دین کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظام حلال و حرام سے انحراف برتنے اور حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔ ایک بار جب حضور اکرم ﷺ سے گھی، پنیر اور دوسری اشیائے خوردنی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''وہ چیز حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال ٹھیرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ رہیں وہ اشیا جن کے بارے میں سکوت فرمایا تو وہ تمہارے لیے معاف ہیں۔'' (جامع الترمذی، ۲۰۶)

''وما سکت عنه فهو مما عفا نه'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ شارع نے جن کا ذکر نہیں کیا وہ مباح اور جائز ہیں لہٰذا محض ''ترک ذکر'' سے کسی چیز پر حرمت کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا۔ اللہ رب العزت نے قرآن میں ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے جو اپنی طرف سے چیزوں پر حلت و حرمت کے فتوے صادر کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور وہ جھوٹ مت کہا کرو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ اس طرح کہ تم اللہ پر بہتان باندھو۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ پر بہتان باندھتے ہیں کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔'' (النحل، ۱۶، ۱۱۲)

کتنے افسوس کی بات ہے کہ دین دینے والا ''لا اکراہ فی الدین'' اور ''یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر'' فرما کر دین میں آسانی اور وسعت پیدا کرے اور دین لانے والا



قلعہ قموص کے نیچے وہ مسجد جس میں دوران محاصرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم امامت فرماتے تھے۔

کسی بھی نئے کام (بدعت) کی حلت و حرمت جاننے کا صائب طریقہ یہ ہے کہ اسے قرآن وسنت پر پیش کیا جائے۔ اگر اس کا شریعت کے ساتھ تعارض آجائے تو بلاشبہ بدعت سیّہ اور ناجائز وحرام ہوگا لیکن اگر شریعت کے کسی بھی حکم سے تضاد یا تصادم واقع نہ ہو تو اسے محض ''ترک ذکر'' کی وجہ سے گمراہی، ناجائز یا حرام تصور کرنا حکمتِ دین کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظام حلال و حرام سے انحراف برتنے اور حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔



جامع مسجد سلطان احمد انسانی کاریگری کا حیران کن شاہکار



سعودی نجدی حکومت نے اپنی شقاوت اور بے حسی، اسلام دشمنی کا ثبوت ان برگزیدہ ہستیوں کی آرام گاہوں کو ملیا میٹ کر کے دیا ان کے اس اسلام دشمن عمل سے دنیا بھر کے عاشقان مصطفی ﷺ کے دلوں پر قیامت ڈھا دی زیر نظر تصویر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور پہلو میں صاحبزادوں کے مزارات کی ہے کہ جہاں اب صرف نشان باقی ہیں مزارات شہید کر دیئے گئے ہیں۔

نبی ﷺ ''وما سکت عنه فهو مما عفا عنه'' فرما کر ہمارے دائرے عمل کو کشادہ کرے مگر دین پر عمل کرنے والے اپنی کوتاہ فہمی اور کم علمی کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے نزاعی اور فروعی معاملات پر بدعت وضلالت اور ناجائز وحرام کے فتوے صادر کرتے پھریں۔

بدعت کا لغوی مفہوم:

''بدعت'' عربی زبان کا لفظ ہے جو ''بَدَعَ'' سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے ''نئی چیز ایجاد کرنا، نیا بنانا یا جس چیز کا پہلے وجود نہ ہو اسے معرض وجود میں لانا۔'' (المنجد، ۲۹)

جس طرح یہ کائنات نیست اور عدم تھی اور اس کو اللہ رب العزت نے مثالِ سابق کے بغیر خلعتِ وجود عطا کی تو لغوی اعتبار سے یہ بھی ''بدعت'' کہلائی اور اس بدعت کا خالق خود اللہ رب العزت ہے جو اپنی شانِ تخلیق بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

''وہ (اللہ) آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (جس نے کچھ نہیں سے سب کچھ بنا دیا) اور جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو یہی فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔''

(البقرہ۔۲۔۱۱۷)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔

''وہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے۔''

(الانعام،۶۔۱۰۱)

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ وہ ہستی جو کسی ایسی چیز کو وجود عطا کرے جو پہلے موجود نہ ہو ''بدیع'' کہلاتی ہے۔ بدعت کے اس لغوی مفہوم کی وضاحت قرآن حکیم کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام سے اعلان کرایا جا رہا ہے۔

''آپ فرما دیجیے کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔''

(الاحقاف،۴۶۔۹)

مندرجہ بالا قرآنی شہادتوں کی بنا پر محقق ہو گیا کہ کائنات ارضی وسماوی کی تخلیق کا ہر نیا مرحلہ اللہ رب العزت کی زبان مبارک سے بدعت کہلاتا ہے جیسا کہ ''فتح المبین شرح اربعین نووی' میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کے لغوی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو (جس طرح قرآن میں شانِ خداوندی کے متعلق فرمایا گیا)'' آسمانوں اور زمین پیدا کرنے والا'' یعنی زمین وآسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے (پہلی مرتبہ) پیدا فرمانے والا۔''

(بیان المولد والقیام۔۲۰)

احادیث مبارکہ کی روشنی میں بدعت کا حقیقی مفہوم بیان کیا جا رہا ہے جس سے یہ واضح ہو جائے گا۔ ''احادیث بدعت'' کا حقیقی اطلاق کن کن بدعات پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ رَد ہے۔'' (صحیح البخاری)

بدعت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح شریعت میں بدعت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فقہا اور آئمہ حدیث نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

''ہر وہ نیا کام جس کی کوئی اصل بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ قرآن میں ہو نہ سنت رسول میں ہو اور اس کو ضروریات دین میں شمار کرتے ہوئے شامل دین کر لیا جائے۔''

(ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے)

ایسی بدعت کو ''بدعت سیئہ'' اور ''بدعت ضلالۃ'' کہتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے ارشاد ''کل بدعۃ ضلالۃ'' سے بھی یہی بدعت مراد ہے نہ کہ ہر نئے کام کو ''ضلالۃ'' کہا جائے گا۔

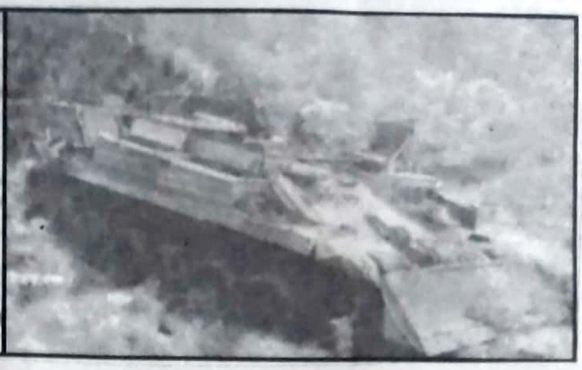
کیا ہر نیا کام ناجائز ہے؟

ایسے نئے امور اپنی اصل کے لحاظ سے تو بدعت ہی شمار کیے جاتے ہیں جن کی اصل قرآن وسنت میں نہ ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر نیا کام از روئے شرع اس لیے ناجائز اور حرام ہو گا کہ وہ نیا ہے؟

اگر شرعی اُصولوں کا معیار یہ قرار پا جائے تو دین اسلام اور شریعت مطہرہ کی تعلیمات میں سے کم وبیش ستر سے اسی فیصد حصہ ناجائز ٹھہرتا ہے کیوں کہ اجتہاد کی ساری صورتیں اور قیاس، استحسان، استنباط اور استدلال وغیرہ کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم وفنون مثلاً اصول تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، ان کی تدوین وتدریس، ان کو سمجھنے کے لیے صرف ونحو، معانی، منطق وفلسفہ اور دیگر معاشرتی ومعاشی علوم جو تفہیم دین کے لیے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی حیثیت رکھتے ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا حرام قرار پائے گا کیوں کہ ان کی اصل قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ان کی تصدیق وتوثیق ہوتی ہے۔ انہیں تو بعد میں ضروریات کے پیش نظر علماء ومجتہدین اسلام نے وضع فرمایا۔ یہ سارے کے سارے علوم وفنون اپنی ہیئت کے اعتبار سے نئے ہیں اور لغتاً یہ بھی بدعت کے زمرے میں آتے ہیں۔



لہٰذا جب ہر نیا کام بدعت ٹھیرا اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی قرار پائی تو اس معنی کے اعتبار سے پھر درس نظامی کی تعلیم وتدریس بھی گمراہی قرار پائے گی کیوں کہ موجودہ ضابطے کے تحت تدریس نہ تو حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں تھی اور نہ ہی اس طرح کسی صحابی یا تابعی نے تعلیم حاصل کی تھی بلکہ قرآن حکیم کا موجودہ صورت میں





جمع کیا جانا اور اس پر اعراب اور نقاط لگوانا بھی گمراہی کہلائے گا۔ مسجدیں پختہ کرنا، ان میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، مختلف زبانوں میں خطبات اور مساجد کی تزئین وزیبائش کے جملہ انتظامات بھی ناجائز اور حرام ٹھہریں گے۔

الغرض اس مفہوم کے تحت دین اسلام کے بے شمار حقائق اور اس کی متعدد تعلیمات بدعت کے زمرے میں آ کر دین سے خارج قرار پاتی ہیں۔

غلط فہمی کے نتائج

بدعت کا مندرجہ بالا تصور (اس کے مفہوم سے ہر نئی چیز کو گمراہی پر معمول کرنا) صرف ایک غلط فہمی اور مغالطہ ہے بلکہ علمی وفکری اعتبار سے باعثِ ندامت اور قابل افسوس نقطۂ نظر ہے اگر بدعت کے اس مفہوم کو گمراہی کا معیار قرار دے دیا جائے تو عصر حاضر اور اس کے بعد ہونے والی تمام علمی وسائنسی ترقی سے آنکھیں بند کر کے ملتِ اسلامی دوسری تمام غیر دینی، باطل اور طاغوتی اقوام وملل کے مقابلے میں عاجز محتاج اور عصری تقاضوں سے نابلد ونا آشنا ہو کر رہ جائے گی۔ وعدہ خداوندی کے تحت دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے اور اسلامی تہذیب وثقافت، مذہبی اقدار اور نظام حیات میں بالاتری کے حصول کے تمام کوششیں غیر موثر ٹھہریں گی لہٰذا ضروری ہے کہ اس مغالطے کو ذہنوں سے دور کیا جائے اور بدعت کے اصل تصور کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔

بدعت کا حقیقی تصور

ذیل میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں بدعت کا حقیقی مفہوم بیان کیا جارہا ہے جس سے یہ واضح ہوجائے گا۔ ''احادیث بدعت'' کا حقیقی اطلاق کن کن بدعات پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ رد ہے۔'' (صحیح البخاری)

اس حدیث میں لفظ ''اَحدَثَ'' اور ''مَالَیسَ مِنہ'' قابل غور ہیں۔ عرف عام میں ''احدث'' کا معنی ''دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا'' ہے اور لفظ ''مالیس منہ'' احدث کے مفہوم کو واضح کر رہا ہے کہ ''احدث'' سے مراد وہ نئی چیز ہوگی جو اس دین میں نہ ہو۔ حدیث کے اس مفہوم سے ذہن میں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ۔

اگر احدث سے مراد' دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا'' ہے تو جب ایک چیز نئی پیدا ہو رہی ہے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ ''مالیس منہ'' کیونکہ اگر وہ اس میں ہی تھی (یعنی اس دین کا حصہ تھی) تو اس کو نئی کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور جس کو نئی چیز کہہ دیا تو لفظ ''احدث'' ذکر کر دینے کے بعد اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ ''مالیس منہ'' کا اضافہ کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس میں سے ہو تو نئی (محدثہ) نہ رہی اور اگر وہ نئی ہے تو مالیس منہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کیونکہ نئی چیز تو کہتے ہی اسے ہیں جو پہلے دین میں موجود نہ ہو اور جو پہلے سے دین میں موجود ہو تو پھر لفظ احدث چہ معنی دارد؟

مغالطے کا ازالہ اور ''فھورد'' کا درست مفہوم

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔''

اس حدیث میں ''لیس علیہ امرنا'' سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی کام (چاہے وہ نیک اور احسن ہی کیوں نہ ہو) مثلاً ایصال ثواب، میلاد اور دیگر سماجی، روحانی اور اخلاقی امور اگر ان پر قرآن وحدیث سے کوئی نص موجود نہ ہو تو یہ بدعت اور مردود ہے۔ یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ اگر یہ معنی لے لیا جائے کہ جس کام کے کرنے پر حکم (قرآن وسنت سے دلیل) نہ ہو وہ حرام ہے تو پھر شریعت کے جملہ مباحات کا کیا ہوگا کیونکہ مباح تو کہتے ہی اسے ہیں جس کے کرنے کا شریعت میں حکم نہ ہو۔

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پہلی روایت (من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد) ''فھورد'' کا اطلاق نہ صرف ''مالیس منہ'' پر ہوتا ہے اور نہ ہی فقط ''احدث'' پر بلکہ اس کا صحیح اطلاق اس صورت میں ہوگا جہاں یہ دونوں چیزیں (احداث اور مالیس منہ) جمع ہو جائیں یعنی مردود فقط وہی عمل ہوگا جو نیا بھی ہو اور جس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل بھی دین میں نہ ہو اور کسی جہت سے بھی اس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ پس اس وضاحت کی روشنی میں کسی بھی ''محدثہ'' کے بدعت وضلالت قرار پانے کے لیے دو شرائط کا ہونا لازمی ہے۔

(۱) دین میں اس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل موجود نہ ہو۔

(۲) یہ ''محدثہ'' نہ صرف دین کے مخالف اور متضاد ہو بلکہ دین کی نفی کرے اور حکام سنت کو توڑے۔

''محدثات الامور'' کا حقیقی اطلاق

مذکورہ دونوں روایتوں میں ''بدعت'' اور ''محدثات الامور'' پر علمی وقیاسی گفتگو تھی اور ان کا محض تصور بیان کیا گیا تھا۔ اب ہم ان کی عملاً اطلاقی صورت بیان کرتے ہیں کہ وہ کیا ہیں اور ان (بدعات اور محدثات) کا اطلاق کن چیزوں پر ہوگا۔

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔

''ایک روز حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری جانب متوجہ ہو کر دل میں اتر جانے والی نصیحتیں فرمائیں جن سے آنکھیں بہنے لگیں اور دل کانپ اُٹھے۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! یہ تو رخصتی نصیحت معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں کوئی وصیت فرمایے۔ فرمایا کہ میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور حاکم وقت کے فرماں بردار رہنے کی خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہا تو وہ بڑا اختلاف دیکھے گا تو تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے خلفا کی سنت جو رشد وہدایت والے ہیں، اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لیں اور دین میں جو نئے کام جاری کیے جائیں ان سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(سنن ابی داؤد)

مذکورہ حدیث پاک کی وضاحت سے قبل جان لیجیے کہ بدعت کے دراصل دو اطلاقات ہیں۔ ایک شرعی اور دوسرا اصطلاحی۔ شرعی اطلاق میں حضور علیہ السلام نے بدعت کو ''محدثات الامور'' کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ اس میں ''کل بدعۃ ضلالۃ'' درست ہے لیکن اصطلاحی اطلاق میں فقہاء مصطلحین اور محدثین کے نزدیک بدعت کی تقسیم (حسنہ اور سیئہ) لازم ہے۔ (بدعت کی تقسیم کے حوالے سے احادیث آگے متعلقہ مقام پر ذکر کی جائیں گی)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث پاک میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ''جو میرے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہا وہ بہت جلد اختلاف کثیر دیکھ لے گا۔'' اس ''اختلاف کثیر'' کو تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ''محدثات الامور'' فرمایا اور یہی محدثات الامور بدعت ہیں۔ اس ترتیب اور وضاحت پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جو امور خلافتِ راشدہ میں ایجاد ہوئے وہ بھی بدعت ہیں لہٰذا یہ موقف مبنی بر صداقت نہیں ہے کہ خلافت راشدہ میں ایجاد ہونے والے امور بدعت نہیں ہیں۔ اس کی تائید اسی حدیث کے اگلے الفاظ سے ہو رہی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے خلافت راشدہ میں بپا ہونے والے اختلاف کثیر سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''کہ اے لوگو! میرے بعد عنقریب بپا ہونے والے محدثات (یعنی اختلاف کثیر) کے فتنہ

سے بچتے رہنا کیونکہ ہر محدثہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔ پس محدثات الامور وہ فتنے تھے جو حضور ﷺ کے وصال کے فوری بعد خلافت راشدہ کے زمانہ قریب میں اختلاف کثیر بن کر ظاہر ہوئے اور ان فتنوں سے بچنے کے طریق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا'' کہ اگر ان فتنوں سے بچنا چاہتے ہو تو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر چلتے رہنا۔

مذکورہ روایت میں حضور علیہ السلام نے محدثات الامور کے نہ صرف حقیقی اطلاق بلکہ زمانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما دیا کہ اے لوگو! تم میں سے جو چند دن جئے گا وہ اختلاف کثیر کی شکل میں ظاہر ہونے والی بدعتوں کو دیکھ لے گا اور اس وقت وہ سوچے گا کہ اب کس کی بات مانے اور کس طرف جائے تو سن لو جو اس وقت میری اور میرے خلفائے راشدین کی راہ پر چلے گا وہ حق پر ہوگا اور جو اس راستے سے ہٹ کر چیزیں ایجاد کی جائیں گی وہ محدثات الامور ہوں گے اور ایسے امور بدعت ہوں گے اور ایسی بدعت ضلالت ہوگی۔ حضور سرور دو عالم ﷺ کے وصال کے فوری بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں جو بڑے بڑے احداث رونما ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ

حضور علیہ السلام کے وصال کے فوری بعد پانچ جھوٹے مدعیان نبوت ظاہر ہوئے۔ ان کا یہ دعویٰ مالیس منہ اور احدث فی الدین تھا۔

فتنۂ ارتداد

دوسرا احداث فی الدین فتنہ ارتداد تھا کہ کثرت سے لوگ ایمان کی عدم پختگی اور نو مسلم ہونے کی وجہ سے مرتد ہونے لگے اور یہ ارتداد بدعت وگمراہی تھی۔

فتنہ منکرین زکوٰۃ

تیسرا احداث فی الدین منکرین زکوٰۃ کا تھا کہ وصال مبارک کے بعد کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور یہ اتنی بڑی بدعت تھی کہ سیدنا ابوبکر صدیق نے ان کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا۔

فتنہ خوارج

چوتھا احداث فی الدین فتنہ خوارج تھا کہ کچھ فتنہ پروروں نے مسلم حکومت کے خلاف خروج کیا اور یہ بدعت اتنی خطرناک تھی کہ ان کے خلاف خلیفہ وقت نے قتال کیا۔

محدثات الامور کس سطح کے امور کو کہا جائے گا؟

حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ'' محدثات الامور'' اور '' بدعت وضلالت'' سے مراد چھوٹے اور ہلکی نوعیت کے اختلافات نہیں بلکہ اس سے مراد اس سطح کے فتنے ہیں کہ ان میں سے ہر فتنہ '' خروج عن الاسلام'' اور '' ارتداد'' کا باعث بنے۔ آپ ﷺ کی سنت اور امر دین کو کاٹنے اور اختلاف کثیر بن کر امت میں ظاہر ہو مثلاً اگر کوئی شخص تحریف قرآن، جہاد کی منسوخی، سود کا جواز، ارکان اسلام میں کمی یا زیادتی وغیرہ کا عقیدہ گھڑ لے تو اس کو بدعت کہیں گے مگر چھوٹے چھوٹے فروعی اور نزاعی مسائل مثلاً میلاد، عرس، ایصال ثواب وغیرہ کو بدعات وگمراہی اور محدثات الامور نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان سے نہ تو خروج عن الاسلام لازم آتا ہے اور نہ ہی ارتداد۔ پس محدثات الامور ان فتنوں کو کہا جائے گا جن کی وجہ سے امت میں اختلاف کثیر پیدا ہوئے امت آپس میں بٹ گئی حتی کہ الگ الگ لشکر بنے، جنگیں ہوئیں اور ہزاروں افراد اس فتنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

ہمارے اس موقف کی تائید میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

'' اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے جس طرح ہم نے تم کو ابتدا پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اس کو ضرور کرنے والے ہیں۔ سنو! الخلق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، سنو! بے شک میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو بائیں جانب سے پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا آپ (ازخود) نہیں جانتے۔ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ میں عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح کہوں گا جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو ان کا نگہبان ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمائے تو تو غالب اور حکیم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر مجھ سے کہا جائے گا جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرے رہے۔'' (صحیح مسلم)

> یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بدعت قرآن و حدیث سے متصادم ہی ہو بلکہ بے شمار بدعات ایسی ہیں جو نہ تو کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور نہ ہی روح شریعت کے منافی ہیں اسی لیے اسے بدعت مباحہ کہتے ہیں اور جو بدعت شریعت کے خلاف ہو اسے بدعت سیئہ کہتے ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہوگا تو حضور ﷺ عرض کریں گے۔ '' یارب اصحابی'' اے اللہ! یہ تو میرے صحابی ہیں تو آپ ﷺ کو جواب ملے گا۔ '' اے حبیب ﷺ آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد انہوں نے کیا کیا احداث کیا تھا (یعنی بدعتیں ایجاد کی تھیں)''

اہم نکتہ

اس حدیث میں دراصل بعد میں آنے والی امت کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یارب اصحابی کے الفاظ سے واضح ہو رہا ہے کہ یہاں پر ان مرتدین کا بیان ہو رہا ہے جو حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ میں اسلام قبول کر کے داخل صحابیت ہو گئے تھے اور بعد میں مرتدین، منکرین زکوٰۃ، جھوٹے مدعیان نبوت اور خوارج ہو گئے۔

حدیث پاک کے اگلے حصہ میں ہمارے اس موقف پر کہ احداث سے مراد ارتداد ہے۔ واضح اور صراحتاً دلیل آ رہی ہے کہ'' جونہی آپ ﷺ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑھیوں کے بل دین سے پھر گئے۔'' پس احداث کے مرتکبین کو حدیث نے صراحتاً مرتدین کہا ہے۔ لہٰذا یہ چاروں طبقات (مدعیان نبوت، منکرین زکوٰۃ، مرتداد کے مرتکبین، خوارج) صحیحین کی روایات کے مطابق محدثات کے مرتکبین تھے اور حدیث نے '' احداث'' کے معنی کو '' ارتداد'' کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ پس اب یہاں احداث کا معنی ارتداد ہوگا۔ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دین میں ایسا فتنہ پیدا کرنا جو باعث ارتداد ہو وہ بدعت وضلالت ہے لہٰذا بدعت سے مراد فقط فتنہ ارتداد اور اس کی مختلف شکلیں ہیں جو حضور ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئیں یا بعد میں پیدا ہوں گے۔

مباح بدعت کی قبولیت اور قرآن

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بدعت قرآن و حدیث سے متصادم ہی ہو بلکہ بے شمار بدعات ایسی ہیں جو نہ تو کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور نہ ہی روح شریعت کے منافی ہیں اسی لیے اسے بدعت مباحہ کہتے ہیں اور جو بدعت شریعت کے خلاف ہو اسے بدعت سیئہ کہتے ہیں اگر اس بنیادی امتیاز کو نظر انداز کر کے ہر نئے کام کو بغیر اس کی ماہیت، افادیت، مقصدیت اور مشروعیت کے تجزیے کے بدعت قرار دے کر مذموم تصور کر لیا جائے تو عہد خلافت راشدہ سے لے کر آج تک لاکھوں شرعی اجتہادی اور اجتماعی فیصلے، احکام، مذہبی رسوم اور معاملات (معاذ اللہ) ضلالت وگمراہی قرار پائیں گے اور ہمیشہ کے لیے دینی معاملات میں اجتہاد و استحسان اور مصالح و استصلاح کا دروازہ بند ہو جائے گا جس سے لامحالہ بدلتے ہوئے حالات میں اسلام کا قابل عمل ہونا بھی ناممکن ہوگا۔ پس اگر کوئی عمل نہ کتاب میں مذکور ہو نہ اس امت کے رسول نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہو اور بعد ازاں امت کے صلحا وعلما ازخود کسی نئے عمل یعنی بدعت مباحہ کو وضع کر کے اپنا لیں لیکن اس کا محرک رضائے الٰہی کا حصول ہو تو انما الاعمال بالنیات کے تحت یہ بدعت بھی عنداللہ مقبول اور باعث اجر وثواب قرار پا جاتی ہے اسی کو بدعت حسنہ یا امر مستحسن کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

'' پھر ہم نے ان کے پیچھے اس راہ پر اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔ انہیں انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے صحیح پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود وضع کر لی تھی ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی (ہاں) مگر انہوں نے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے وضع کی (اس لیے ہم نے اسے بھی قبول کر لیا) لیکن وہ اس کے جملہ تقاضوں اور آداب کا لحاظ قائم نہ رکھ سکے پس ان میں سے جو لوگ ایمان دار تھے ہم نے انہیں ان کا اجر عطا کیا مگر ان میں سے اکثر نافرمان تھے۔''

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انھیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔ (بقرہ، ۱۲۹)

دُعائے خلیل

تقریباً چار ہزار برس پہلے...... جب نارِ نمرود ٹھنڈی ہو چکی...... جب تعمیر کعبہ مکمل ہو چکی...... تو اللہ کے اس برگزیدہ رسول نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور پھر وادی مکہ کی نورانی فضاؤں میں یہ آواز گونج رہی تھی۔

''اے ہمارے پروردگار انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں خوب پاک صاف کردے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔''

یہ دعا آسمان کی بلندیوں سے گزر کر عرش تک پہنچی اور دربارِ الٰہی میں قبول ہوئی کہ ایک برگزیدہ رسول کی دعا تھی...... پھر اس نبی منتظر کی آمد کے ذکر واذکار ہونے لگے۔ ہندوستان کے ویدوں میں، اپنشدوں میں اور پرانوں میں صاف وہ نام نامی ''محمد'' (ﷺ) اور ''احمد'' نظر آرہا ہے...... زبور میں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفوں میں اور توریت میں آپ کی آمد کا ذکر ہے اور ''محمد'' (ﷺ) اور ''احمد'' کی گونج سنائی دے رہی ہے، گوتم بدھ کے ملفوظات میں ''رحمۃ للعالمین'' کی آمد آمد کا ذکر ہے اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بشارت سناتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھتے چلے گئے۔

''اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب کی توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور جن کا نام ''احمد'' ہے۔''

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے آپ کی آمد آمد کا اتنا چرچا کیا گیا کہ سارا عالم آپ کا منتظر ہو گیا...... قرآن کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ آپ کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں...... آپ کا ذکر اتنا ہوا، اتنا ہوا کہ آنے سے پہلے آپ کی شخصیت جانی پہچانی ہو گئی...... یہ امتیاز نوع انسانی میں صرف اور صرف حضور انور ﷺ کو حاصل ہوا...... اہل کتاب کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے۔

''جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

ہاں، دعائے خلیل قبول ہوئی اور وہ آنے والا اس شان سے آیا کہ عالم کا رنگ ہی بدل کر رہ گیا۔ ایک بہار آ گئی...... مرجھائے ہوئے مسکرانے لگے...... ایسی روشنی آ گئی...... بھٹکنے والے راہ پر لگ گئے...... یہ نوع انسانی پر اللہ کا خاص احسان تھا، اس کو جتایا گیا، اس کو دکھایا گیا اور ارشاد ہوا۔

''بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا کہ انہیں میں ان میں ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ، اللہ یہ کلمات تو وہی ہیں وادی مکہ میں جن کی گونج سنی گئی تھی...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ آرزو پوری ہوئی اور وہ تمنا بر آئی...... جبل فاران سے کبھی غروب نہ ہونے والا ایک آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا...... ہاں وہ آنے والا آیا اور سارے عالم کے لیے آیا...... اور اعلان کر دیا گیا۔

''اے لوگو! میں تم سب کی طرف سے اس اللہ کا رسول ہوں



... میں رسول اللہ ﷺ کے خیمہ کی جگہ مسجد تعمیر کی گئی ہے۔

کہ جس کی بادشاہی آسمانوں میں بھی ہے اور زمینوں میں بھی۔''

بعثت نبوی ﷺ کے وقت دنیا میں پانچ مذاہب نمایاں تھے...... مجوسی، یہ ایران خراسان، افغانستان، ترکستان اور پاک و ہند میں پائے جاتے تھے...... عیسائی، یہ عرب کے کچھ علاقوں، ایشائے کوچک، یورپ و افریقہ میں پائے جاتے تھے...... یہودی، یہ بھی عرب کے کچھ علاقوں میں موجود تھے...... بدھ، یہ پاک و ہند، جزائر شرقی، جاپان، چین، منگولیا، منچوریا، تبت وغیرہ میں تھے...... سوفسطائی، جن کو عقلیت پرست کہا جائے، یہ دنیا کے ہر خطے میں موجود تھے...... اور عرب کا حال یہ تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ کچھ لوگ دین ابراہیمی کے پیرو تھے باقی بت پرست اور دہریہ تھے...... سب اپنی اپنی جگہ موجود تھے، سب ہدایت و حکمت کے دعویدار تھے لیکن ہدایت و حکمت ناپید تھی اور ماحول تیرہ و تار تھا...... جبل فاران میں، جبل حرا میں، جبل نور میں اس پیکر نورانی ﷺ نے زندگی کی نہ معلوم کتنی راتیں یہاں گزاریں...... لیکن آج ان راتوں کے شباب کا دن ہے...... روح القدس جلوہ گر ہیں اور

دعائے خلیل قبول ہوئی اور وہ آنے والا اس شان سے آیا کہ عالم کا رنگ ہی بدل کر رہ گیا۔ ایک بہار آ گئی...... مرجھائے ہوئے مسکرانے لگے...... ایسی روشنی آ گئی...... بھٹکنے والے راہ پر لگ گئے...... یہ نوع انسانی پر اللہ کا خاص احسان تھا، اس کو جتایا گیا، اس کو دکھایا گیا اور ارشاد ہوا۔

سامنے محبوب کبریا ﷺ ہیں۔

اقراء...... پڑھیے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

میں پڑھا ہوا نہیں۔

پھر جب روح القدس نے آخری بار بغل گیر کر کے عرض کیا۔

''اپنے رب کے نام سے پڑھو، وہ جس نے آدمی کو خون بستہ سے پیدا کیا...... پڑھو کہ تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے...... جس نے قلم سے لکھنا سکھایا...... آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔''

رب العالمین کا نام آنا تھا کہ آپ پڑھتے چلے گئے...... پڑھتے چلے گئے اور سارے عالم کو یہ درس دے گئے کہ علم و دانش کی بات کرو تو اس کو نہ بھلا دینا جس نے تم کو بنایا اور سنوارا...... جس

قرآنِ حکیم نازل ہوتا جاتا اور حضور ﷺ صحابہ کرام کو لکھواتے جاتے...... کاتبین وحی کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے اور ایسے صحابہ کی تعداد ۱۳ کے لگ بھگ ہے جنہوں نے پورا قرآن حکیم لکھ کر محفوظ کیا...... ان میں یہ صحابہ بھی ہیں...... ابی بن کعب، ابوزید، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عمر بن عاص، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

حضور انور ﷺ کتابت کراتے اور تلاوت بھی فرماتے...... اللہ اللہ وہ کیا فضا ہوگی...... وہ کیا سماں ہوگا جب زبان رسول اللہ ﷺ سے کلام اللہ ادا ہو رہا ہوگا...... آنکھوں سے آنسو اُبل رہے تھے...... سینوں سے دل نکل رہے تھے...... جبینوں میں سجدے مچل رہے تھے...... قرآن حکیم نے ان بے قراروں کا یہ نظارہ دکھایا ہے۔

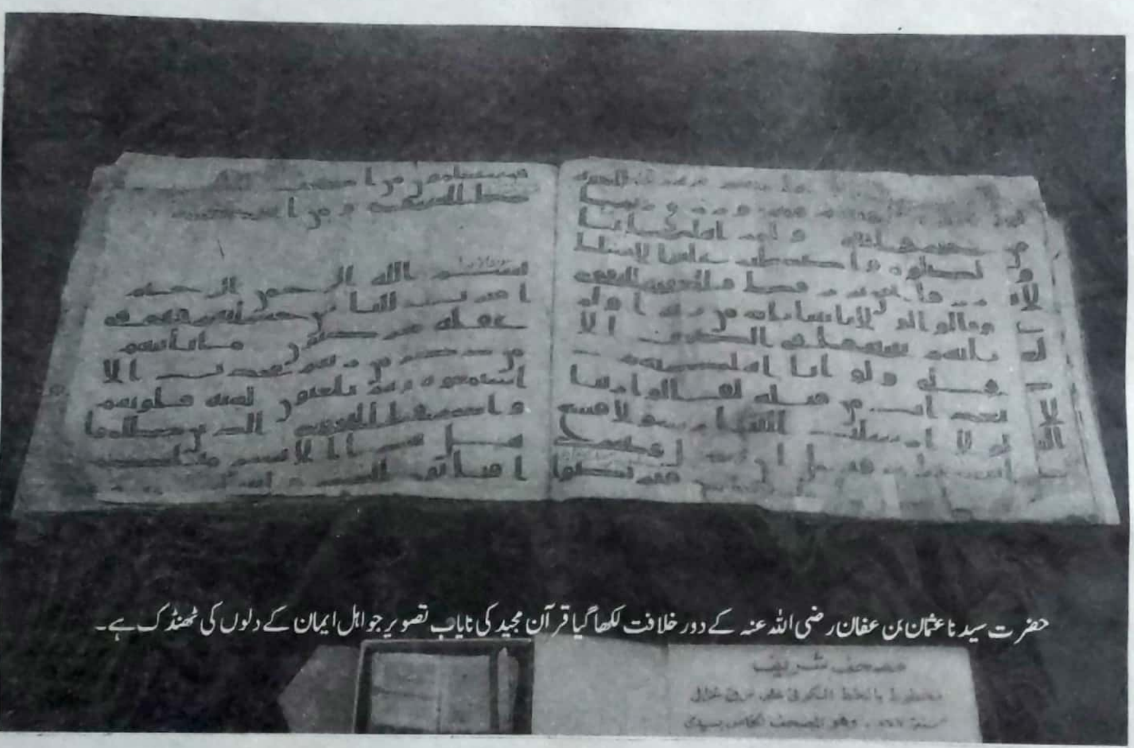
''اور جب وہ سنتے جو رسول ﷺ کی طرف اترا تو دیکھو کہ ان

بعد باہر سے آنے والے وفود سے ملاقاتیں فرماتے...... اللہ اکبر! چراغ کی روشنی میں چٹائیوں پر بین الاقوامی مسائل طے ہوتے تھے اور امور مملکت حل کیے جاتے تھے۔ ایک رات دیر سے گھر سے تشریف لائے تو فرمایا آج ایک ''حزب'' میں سے کچھ باقی رہ گیا تھا مناسب خیال کیا کہ اس کو پڑھ کر پھر باہر آؤں...... قرآن کو آپ نے سات ''احزاب'' یعنی حصوں میں تقسیم فرمایا تھا اور اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم روزانہ ایک ''حزب'' ضرور تلاوت فرماتے تھے۔

حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم لکھوایا بلکہ آپ نے اس کے آداب بھی بیان فرمائے...... آپ نے یہ ارشاد باری سنایا......

''قرآن آہستہ آہستہ، ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

آپ نے فرمایا۔



حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت لکھا گیا قرآن مجید کی نایاب تصویر جو اہل ایمان کے دلوں کی ٹھنڈک ہے۔

نے اس کو بھلا دیا، اس نے حکمت و دانائی کو خاک میں ملا دیا...... جس رات آپ نے یہ ادب سکھایا وہ ۶۱۰ء کی کوئی رات تھی...... وحی آنے لگی...... مینہ برسنے لگا...... سیلاب اُمنڈنے لگا...... ۴۰ سال کی عمر شریف میں وحی کا آغاز ہوا...... اور ۲۳ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا...... اور ۲۳ سال کے اندر اندر جس کتاب، حکمت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آرزو کی تھی دنیا کے سامنے پیش کر دی گئی...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا...... وہ آنے والا کتاب حکمت پڑھ کر سنائے...... کتاب/حکمت کی تعلیم دے اور کتاب حکمت کے چھپے بھید بتائے، حکمت و دانش نورانی سے ان کے دلوں کو جگمگا دیا...... دلوں کو جلا دیا...... آج وہ کتاب حکمت اتر رہی ہے...... آرزوئیں اور تمنائیں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔

کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق پہچانتے ہیں کہتے اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔''

ایک اور جگہ فرمایا۔

''جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑے ہیں۔''

یہ قرآن جلوتوں میں بھی پڑھا جاتا ہے اور خلوتوں میں بھی...... خلوتوں کی طرف قرآنِ حکیم نے یوں اشارہ فرمایا ہے۔

''اور یاد کرو جو تمہارے گھر میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بے شک اللہ ہر باریکی جانتا ہے، خبردار ہے۔''

گھروں میں ازواج مطہرات بھی پڑھتیں اور حضور انور ﷺ بھی تلاوت فرماتے تھے...... آپ کا معمول تھا نماز عشاء کے

قرآن کو دیکھ کر پڑھا کرو کہ اس کا اجر بغیر دیکھے پڑھنے سے ایک ہزار درجہ زیادہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔

اپنی آوازوں کو قرآن سے مزین کرو۔

آپ نے فرمایا۔

اچھی آواز سے پڑھنے والا وہ ہے جب پڑھے تو معلوم ہو کہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

پابندی سے تلاوت کیا کرو کہ یہ تلاوت زمین میں تمہارے لیے نور ہے اور آخرت میں سرمایہ ذخیرہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ وہ آنے والا کتاب پڑھ کر بھی سنائے اور کتاب پڑھنا بھی سکھائے...... حضور

انور ﷺ نے قرآن کو پڑھ کر بھی سنایا اور قرآن پڑھانا بھی سکھایا کر بھیجنے والے کا یہی ارشاد تھا۔

''اے رسول ﷺ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے اترا ہے اس کو پہنچادو۔''

حضور انور ﷺ نے تعلیم قرآن کا آغاز فرمایا۔ آپ ﷺ کے پاس قرآن مکتوب موجود تھا جس کا ذکر قرآن حکیم نے اس طرح کیا ہے۔

''اور کہنے لگے (یہ تو) اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ رکھی ہیں تو وہ ان پر صبح وشام پڑھی جاتی ہیں۔''

حضور انور ﷺ نے قرآن حکیم خود پڑھایا پھر جن صحابہ کو قرآن پڑھایا ان سے فرمایا کہ اب تم دوسروں کو قرآن پڑھاؤ...... جو قبائل مدینہ منور آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے ان کے ساتھ معلمین قرآن کردیے جاتے...... حضور انور ﷺ نے ہر قریہ، ہر شہر، ہر

قرآن کی ایک ایک آیت میں دانش وحکمت کے سینکڑوں جہاں پنہاں ہیں...... نیک وبد کی اس دنیا میں، خیر وشر کے اس عالم میں ہم قطعی طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ کون سی بات اور کونسا عمل مفید ہے اور کونسا عمل مہلک۔ کونسا عمل ہم کو پستی کی طرف لے جانے والا ہے اور کونسا عمل ہلاک کرنے والا ہے...... ہم کو ایسے ذریعے کی جستجو ہے جو برق رفتاری کے ساتھ منزل تک

کی اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔''

ذرا غور تو فرمائیں کہ قرآن کی تعلیم نے صدر اول کے مسلمانوں کو ایسا جہاں بان وجہاں آرا بنایا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی...... آج اتنے سارے علوم پڑھ کر بھی ہم وہ مقام حاصل نہ کرسکے اور وہ خوبی پیدا نہ کرسکے...... قرآن کو بھلا کر ہم نے کچھ نہ پایا سب کچھ کھو دیا...... کاش ہم سب کچھ بھلا دیتے مگر قرآن کو یاد رکھتے...... کبھی رُسوا نہ ہوتے، ہمیشہ سرفراز رہتے...... یہ محض خیال نہیں، تاریخی حقیقت ہے۔

حضور انور ﷺ نے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن کے وقار کو اتنا بلند کیا کہ پھر کبھی اتنا بلند نہ ہوا...... آج ہمارا یہ حال ہے قاری قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے ہزاروں لاکھوں قاری اور حافظ قرآن معاشی مشکلات کا شکار ہیں اور معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں، بعض مقام پر ان کو وہ تنخواہیں دی جاتی ہیں جو



قبیلے میں ایک معلم قرآن صحابی مقرر فرمایا جن کا دن رات یہی کام ہوتا کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم دیتے...... جن بستیوں میں اسلام پہنچا وہاں مسجدیں بنائی جاتی جہاں قرآن پڑھا جاتا اور پڑھایا جاتا...... حضور انور ﷺ اس دنیا میں کیا تشریف لائے گویا دبستان کھل گیا...... عہد نبوی ﷺ میں جہاں جہاں معلمین قرآن کی ضرورت ہوتی وہاں معلمین قرآن بھیج دیے جاتے...... چار ہجری میں بنی عامر کے لیے ۷۰ معلمین قرآن بھیجے گئے حضور انور ﷺ نے مناصب اور عہدوں پر تقرری اور ترقی کا دارومدار قرآن کو قرار دیا جو قرآن کا زیادہ عالم ہوتا اس کو اسی اعتبار سے بڑا عہدہ دیا جاتا...... آپ ﷺ نے فرمایا۔

''تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس نے قرآن کی تعلیم حاصل

پہنچادے کہ عمر بے مایہ تو پائیدار ہی نہیں...... ایک شرر ہے، ایک چنگاری ہے...... تجربوں کے لیے کہاں سے عمریں لائیں؟ روز زندگیاں گنوائیں...... بلاشبہ یہ وحی ہے جو زندگی کی آواز بن کر اس مشکل مرحلے پر ہم کو سہارا دیتی ہے اور ہماری دست گیری فرماتی ہے...... بھٹکنے والوں کو راہ پر لگاتی ہے......

چپڑاسیوں اور کلرکوں کو ملتی ہیں اور بعض مقامات پر یہ بھی نہیں...... مسلم معاشرے میں قرآن کو پڑھانے والوں کا یہ حال سخت غم ناک والم ناک ہے...... حضور انور ﷺ نے فرمایا۔

''جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے۔''

آج کتنے ویران گھر ہمارے اسکولوں میں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ملتے ہیں......

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا

حضور انور ﷺ نے فرمایا۔

''وہ گھر خیر سے بالکل خالی ہے جس میں اللہ کی کتاب کا کوئی

حصّہ نہ ہو اس گھر کی مثال ایسے ویرانے کی سی ہے جس کا کوئی آباد کرنے والا نہ ہو۔"

آج کتنے محل، کتنی کوٹھیاں، کتنے بنگلے، کتنے گھر، کتنی جھونپڑیاں آباد ہوتے ہوئے بھی ویران ہیں...... اللہ اللہ ہماری آبادیاں بھی ویران ہیں۔

حضور انور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ عرب قبائل میں قرآن کی تعلیم کو عام کیا بلکہ آپ نے شاہان عالم اور قبائلی سرداروں اور امرا سلطنت کے نام خطوط لکھ کر "قرآن" کا پیغام پہنچایا مثلاً۔

ایتھوپیا کے بادشاہ نام نامہ مبارک ارسال فرمایا۔ سلطنت روم کے بادشاہ، وہ سلطنت جو نہ صرف یورپ بلکہ شمال مشرق میں ترکستان، روس، جنوب میں شام اسکندریہ، مغرب میں بحیرہ روم میں اندلس تک پھیلی ہوئی تھی اس عظیم سلطنت کے بادشاہ، ہرقال کے نام آپ نے نامہ مبارک ارسال فرمایا اور قرآن کا پیغام پہنچایا۔ ملک فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام نامہ مبارک ارسال فرمایا...... فارس وایران کی حکومتیں ایشیا کی عظیم الشان طاقت سمجھی جاتی تھیں اور عرب کے اکثر علاقے اس کے زیر نگیں تھے...... حضور انور ﷺ نے شاہ ہرمزان کے نام، شاہ یمامہ کے نام شاہان حمیر کے نام، حاکم بحرین کے نام، سرداراں بنی کلب اور حضرت موت کے نام...... نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے اور قرآن کے پیغام کو سارے عالم میں پھیلایا...... اور دور ونزدیک سب کو حکمت کی تعلیم دی۔

قرآن حکیم اسرار و معارف اور حکمت و دانش کا خزینہ ہے...... اس کے آنے سے علم و دانش میں بہار آ گئی...... ظلم وجہل کی تاریکیاں چھٹ گئیں...... ہر جدید صحت مند انقلاب کے پیچھے قرآنی تعلیمات جھلکتی نظر آتی ہیں اور علمی انقلاب کا آغاز تو نزول وحی کے آغاز سے ہو چکا تھا...... دن بدن نئے نئے علوم وفنون نکلے چلے آرہے ہیں؟...... یہ کہاں سے آرہے ہیں؟...... پہلے کیوں نہیں آئے، اب کیوں آرہے ہیں؟...... دنیا تو ہزاروں برس سے قائم ہے...... یہ کس نے پردہ اٹھایا...... یہ کس نے جلوہ دکھایا...... سنئے سنئے قرآن کیا کہہ رہا ہے۔



"ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔"

اور فرمایا۔

"اور ہم نے تم پر قرآن اتارا، ہر چیز کا روشن بیان، مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت اور بشارت۔"

اور فرمایا۔

"اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے...... نظر نظر کی بات ہے...... کسی کو الفاظ وحروف نظر آتے ہیں، کسی کو معانی اور کسی کو اسرار و معارف کا ایک دریا اُمنڈتا نظر آتا ہے...... قاضی ابوبکر بن عربی لکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں ۷۷ ہزار ۴ سو ۵۰ علوم ہیں۔



ابتدائی صدیوں میں قرآن کا اتنا چرچا تھا کہ ایک ایک طالب علم علوم قرآنیہ پر سو سو کتابیں پڑھتا اور سماعت کرتا...... بلاشبہ قرآن کریم میں ایسے ایسے نکات اور اسرار و معارف ہیں جس سے دور جدید کے ماہرین بغیر کوشش ومحنت اور تجربوں کی کلفتوں کے بہت سے حقائق معلوم کر سکتے ہیں اور کیے ہیں...... حضور علیہ السلام نے اس قرآن کی تعلیم دی جس کے اندر نہ معلوم کتنی صدیوں کے تجربات سمو کر رکھ دیئے گئے ہیں...... اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

صد جہان تازہ در آیات اوست
عصر ہا پیچیدہ در آیات اوست

حضور علیہ السلام نے اسی قرآن میں وہ کچھ دکھایا جو دوسروں کو نظر نہ آیا آپ ﷺ نے دیکھا بھی اور دکھایا بھی...... خود باخبر تھے ہمیں باخبر رکھا اور ایک ایسی کتاب حکمت دی جس کے راز ہائے پنہاں روز بروز کھلتے چلے جاتے ہیں...... ریاضیات والے ریاضیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں...... فلکیات والے فلکیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں...... طبیعات والے طبیعات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں قرآن کیا ہے مجموعہ عجائبات ہے۔ جو اس طرح آتا ہے خالی ہاتھ نہیں جاتا بلکہ یہاں تو عالم یہ ہے......

مجبور یک نظر آ، مختار صد نظر جا

قرآن کی ایک ایک آیت میں دانش وحکمت کے سینکڑوں جہاں پنہاں ہیں...... نیک وبند کی اس دنیا میں، خیر وشر کے اس عالم میں ہم قطعی طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ کون سی بات اور کونسا عمل مفید ہے اور کونسا عمل مہلک۔ کونسا عمل ہم کو پستی کی طرف لے جانے والا ہے اور کونسا عمل ہلاک کرنے والا ہے...... ہم کو ایسے ذریعے کی جستجو ہے جو برق رفتاری کے ساتھ منزل تک پہنچا دے کہ عمر بے مایہ تو پائدار ہی نہیں...... ایک شرر ہے، ایک چنگاری ہے...... تجربوں کے لیے کہاں سے عمریں لائیں؟ روز زندگیاں گنوائیں...... بلاشبہ یہ وحی ہے جو زندگی کی آواز بن کر اس مشکل مرحلے پر ہم کو سہارا دیتی ہے اور ہماری دست گیری فرماتی ہے...... بھٹکنے والوں کو راہ پر لگاتی ہے...... یہ ایک روشنی ہے جو تجربوں کے

ذریعے منزل تک پہنچنے والوں کو بغیر محنت وکلفت کے منزل تک پہنچا دیتی ہے...... اور مختصر زندگی میں وہ کچھ بتا دیتی ہے جو صدیوں میں بھی ہم نہ پا سکیں...... قرآن کہتا ہے۔

''وہی ہے جو اپنے بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جائے۔''

حضور ﷺ روشنیاں لے کر آئے...... نہیں نہیں خود روشنی بن کر آئے ایک ایسی تیز روشنی جو مستقبل کے دھندلکوں میں بھی اسی طرح دکھاتی ہے جیسے بالکل سامنے ہو...... کیوں نہ ہو؟

''اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔''

اپنے حبیب کریم ﷺ کے دل میں اسرار و معارف کے جو خزانے چھپائے تم کو کیا بتائیں؟...... احادیث کے مطالعہ سے مستقبل کا ایک نیا جہاں سامنے آتا ہے آپ نے وہ وہ باتیں بتا دیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں...... سنئے سنئے آپ ﷺ کیا فرما رہے ہیں۔

زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائے گا تو سال مہینہ کی طرح ہو جائے گا اور مہینہ ایک ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن ایک ساعت کی طرح اور ایک ساعت آگ کی چنگاری کی طرح۔

تجارت عام ہو جائے گی اور کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا تو کہے گا پہلے میں فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کر لوں۔

میری اُمت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے، ان کے سروں پر گانے بج رہے ہوں گے۔

موت اچانک آ جایا کرے گی، فالج اور حرکت قلب بند ہو جانا عام ہو جائے گا۔

فتنے ظاہر ہوں گے اور لوگ عمارتوں میں پھیل جائیں گے۔

دین بگڑ جائے گا، سجاوٹ ظاہر ہو گی اور عمارتوں کو معزز بنایا جائے گا، خون بہے گا۔

امین خیانت کرے گا اور خائن کو امین بنایا جائے گا۔

باتیں رہ جائیں گی، عمل ختم ہو جائے گا، زبانیں بدل جائیں گی اور دلوں میں بغض بھر جائے گا اور لوگ آپس میں مخلصانہ تعلقات ختم کر دیں گے۔

حضور علیہ السلام نے ہمیں باخبر رکھا اور حکمت و دانائی کی وہ تعلیم دی جو قرآن حکیم میں سیلاب کی طرح اُمنڈ رہی ہے...... قرآن حکیم کے مطالعہ سے زندگی کے جو حقائق اور اسرار و معارف معلوم ہوتے ہیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خیر اور نیکی کے آگے شر اور بدی کی طاقت غالب نہیں آ سکتی خواہ بظاہر وہ کتنی ہی قوی معلوم ہوتی ہو...... مثلاً جالوت کے مقابلے میں طالوت کی فتح، فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصرت و کامیابی، قریش کے مقابلے میں حضور علیہ السلام کی فتح و نصرت وغیرہ وغیرہ۔

دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اشیائے عالم میں خالق عالم کا حکم جاری و ساری ہے...... ہر شے کی تاثیر اس کے حکم سے وابستہ ہے جب وہ حکم دیتا ہے تو تاثیر بدل جاتی ہے...... مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصا، نمرود کی آگ۔

تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ قادر قدیر چاہتا ہے تو عام اصول فطرت کے خلاف واقعات ظہور میں آتے ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے درخت کا سبز ہو کر پھل دینا، حضرت مریم علیہا السلام ہی کے لیے بے موسم کے پھل اُترنا۔ حضرت عزیز علیہ السلام کا ایک سو برس کے بعد زندہ ہونا، ہزاروں بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے دوبارہ زندہ ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بن جانا۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر اللہ چاہے تو بغیر واسطے کے براہ راست عطا فرماتا ہے مثلاً بنی اسرائیل کے لیے من و سلوہ، حضرت یونس علیہ السلام کے لیے نئی زندگی، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے بے موسم کے پھل، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے آب زمزم۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے جن برگزیدہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتا ہے وہ عام انسانوں سے بہت بلند ہو جاتے ہیں اور ان کو وہ اختیار و اقتدار ملتا ہے جس کا عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پالنے میں بولنا، حضور انور ﷺ کا چاند کو شق کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندوں میں جان ڈالنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی باتیں سننا اور ایک دن میں مشرق و مغرب کا سفر کرنا، چرند، پرند، حیوانات اور ہواؤں پر حکومت کرنا۔

چھٹی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں سے جو چیز مس ہو جاتی ہے وہ متبرک و مقدس اور فیض رساں ہو جاتی ہے مثلاً پیرہن یوسف علیہ السلام، خاک پائے جبرئیل، تابوت سکینہ اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہا السلام کی باقیات صالحات عمامہ، پیرہن، نعلین وغیرہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نشان قدم ''مقام ابراہیم'' وغیرہ وغیرہ۔

ساتویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ برگزیدگان حق دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی مشکل کشا ہوتے ہیں...... مثلاً تعمیر بیت المقدس اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔

آٹھویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر مصائب پر صبر کیا جائے تو انجام کار سرفرازی نصیب ہوتی ہے مثلاً حضور ﷺ اور حضرت ایوب، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات و حوادث۔

نویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفران نعمت کرنے والی قومیں غضب الٰہی کا شکار ہوتی ہیں...... مثلاً قوم لوط، قوم صالح، قوم عاد و ثمود، قوم نوح وغیرہ۔

جس قرآن میں یہ حقائق و معارف ہیں اسی میں وہ مکمل دستور حیات ہے جس سے حضور ﷺ کے طفیل معاشرے کی تشکیل نو ہوئی اور نوع انسانی کی انفرادی زندگی، خاندانی و شہری زندگی اور سیاسی و ملکی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آیا۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کے لیے حضور ﷺ نے اسلام کے وہ حکیمانہ ارکان پیش کیے جس نے قوموں کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور ایسا زندہ کیا کہ انہوں نے دوسری مردہ قوموں کو زندہ کیا...... آپ نے اسلام کے ارکان خمسہ کلمہ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی۔ کلمہ توحید نے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا سارے باطل خداؤں کی نفی نے انسانی فکر و عمل کی تعمیر و تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا، جس ماحول میں انسان کو باطل خدا نظر آتے تھے اور ہر وقت وہ اپنے ماحول سے ڈرتا سہمتا رہتا تھا۔ کلمہ توحید پڑھ کر سارا غبار چھٹ گیا اور انسان نڈر بن گیا اس کے حوصلے بڑھ گئے اس کی ہمتیں بلند ہو گئیں اور فکر و نظر میں ایک ایسی ذات جلوہ گر نظر آنے لگی جس نے موت کو بھی دلربا بنا دیا اور انسان زمین سے آسمان تک بلند ہو گیا، سارے جہاں کا مغلوب غالب ہو گیا۔ بے شک......

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

کلمہ توحید نے اگر انسانی فکر میں انقلاب برپا کیا تو نماز نے عملی طور پر اس کی منتشر قوتوں کو یکجا کیا، باطل خداؤں کے آگے جھکنے والا اب صرف ایک اللہ کے آگے جھکنے لگا، اور ہزار سجدوں سے آزاد ہو گیا اور اس پر پہلی مرتبہ یہ راز منکشف ہوا کہ وہ خالق کائنات کا ایک عظیم شاہکار ہے جس میں نہ معلوم کتنی قوتیں اور امکانات پوشیدہ ہیں جو اگر کام میں لائی جائیں تو انسان ایک مافوق الفطرت طاقت بن کر ابھر سکتا ہے۔

زکوٰۃ نے انسان کی معیشت میں انقلاب برپا کیا اور وہ انسان جو نان شبینہ کا محتاج تھا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا تھا، اب غنی ہو گیا، دوسروں کو دینے لگا اور اتنا دیا، اتنا دیا کہ لینے والے بھی نہ رہے...... فقر و مسکینی کی جگہ استغنا نے لے لی...... حضور انور ﷺ نے اس کو ایسا خوددار اور باغیرت بنایا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''سوال ذلت ہے اگرچہ والدین ہی سے کیوں نہ ہو۔''

ایسی خودداری کا سبق دینے والے رسول ﷺ نے ایک پست اور مسکین قوم کو اتنا بلند کیا کہ سارا عالم اس کا بھکاری بن گیا...... بے شک مرد مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے، وہ محمد ﷺ کا غلام ہے جن کی شان یہ تھی۔

کونین کا غم، یاد خدا، درد شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطان مدینہ

حج نے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کیا اور ان کو اجتماعیت اور بین الاقوامیت کا گر بتایا...... گھروں میں بند ہونے والے اور شہروں میں محدود رہنے والے انسانوں کو دنیا کی سیر کرائی، سارے عالم کے انسانوں کو ایک مرکز پہ جمع کر کے اپنے پیاروں کے آثار دکھائے اور سب کے دل میں اپنی لگن لگائی تاکہ دل و دماغ قوی ہوں اور آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو ارکان حج کیا ہیں یادوں کے چراغ ہیں...... اپنی تاریخ کو یاد رکھنا زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے...... اقبال نے خوب کہا ہے۔

ضبط کن تاریخ را زندہ شو
از نفس ہائے رمیدہ پائندہ شو

جب انسان ارکان حج ادا کرتا ہے اس کو کیا کیا یاد آتا ہے...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وادی مکہ میں پہلے پہل آنا، حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کو تنہا چھوڑ کر جانا، حضرت ہاجرہ کا پانی کے لیے، ادھر اُدھر دوڑنا، حضرت اسماعیل کی ایڑھیوں کی رگڑ سے پانی کا پھوٹ پڑنا، دربار الٰہی میں فرزند دلبند کی قربانی پیش

کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کا چل پڑنا، شیطان کا وسوسے ڈالنا اور آپ کا کنکریاں پھینکنا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قربانی کے لیے تیار ہونا اور باپ کا پیشانی کے بل بیٹے کو زمین پر لٹانا، کلام الٰہی کی گونج سے عالم کا تھرا اٹھنا اور قربانی کا دربار الٰہی میں قبول ہونا، تعمیر کعبہ کے لیے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا مستعد ہونا اور تعمیر کعبہ کے بعد اعلان حج کرنا، سارے عالم سے حاجیوں کا امنڈ پڑنا، پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اور رسول اللہ ﷺ منتظر کی آمد آمد کی تمہید اٹھانا...... اللہ اللہ حج کیا ہوتا ہے صدیوں کی تاریخ نظروں میں سماجاتی اور ایک ایک رکن میں محبوبانِ خدا کے جلوے نظر آتے ہیں اور ان کے مقام اور منزلت کا اندازہ ہوتا ہے اور دل ایک عجیب کیف وسرور سے آشنا ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے عبادات کے بعد معاملات اور اخلاق کا درس دیا اور دانائی وحکمت کے ایسے ایسے اسرار بتائے کہ پستی کی طرف جانے والی قوم بلندی کی طرف جانے لگی۔

انفرادی زندگی میں تہذیب نفس کے لیے آپ نے وہ کچھ بتا دیا جس میں پیغمبرانہ حکمت کی شان نظر آتی ہے...... مثلاً امر بالمعروف نہی عن المنکر، ضبط نفس کہ نفس کی بیقراری ساری برائیوں کی اصل ہے، گناہوں سے مغفرت، اللہ کی رحمت سے امیدواری، تواضع وانکسار، ملنا جلنا رشتہ داریوں کو قائم رکھنا، عیادت وتعزیت، مجالس ومحافل، خط وکتابت، دعوت وضیافت میزبانی ومہمان نوازی، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، بیٹھنے اٹھنے، آنے جانے، بقاء نسل، اور تربیت وغیرہ کے تمام جزئیات سمیٹ کر پوری زندگی کو اپنے دامن رحمت میں لے لیا۔

خاندانی اور شہری زندگی کو بلند سے بلند تر بنانے کے لیے حضور انور ﷺ نے ان امور کا حکم دیا، والدین اور عزیزوں سے حسن سلوک، تہذیب وتمدن کو برباد کرنے والے جرائم کی روک تھام اور سزاؤں کا تعین، اخلاق حسنہ، بیع وشراء، نکاح ومیراث، معاہدات کی پابندی، عدل وانصاف، وصیت و ولادت، امانت وخود داری، کسب حلال، جان ومال کا تحفظ، بحری وبری سفر کی ترغیب، اشاعت علم اور تحصیل علم کی ترغیب، کفایت شعاری ومیانہ روی، لغویات سے پرہیز، وقت اور مال کے ضیاع اور اسراف وتبریز سے پرہیز، شراب خوری اور قمار بازی کی ممانعت، بدگمانی، تفاخر، طعنہ زنی کی ممانعت، غیبت وتہمت طرازی کی ممانعت، حقوق انسانی میں عدل وانصاف کا قیام، سوال کرنے کی ممانعت، وغیرہ وغیرہ۔

حضور ﷺ نے سیاسی، ملکی سطح پر جو تعلیمات ارشاد فرمائیں ان میں دانائی اور حکمت کے راز پنہاں ہیں آپ نے فرمایا بڑے بڑے شہر آباد نہ کرو کہ سارے فتنے بڑے شہروں سے پیدا ہوتے ہیں...... آپ نے مطلق العنان بادشاہوں اور سربراہانِ مملکت کو اللہ کے احکام کا پابند فرمایا ان کے اختیارات کو محدود کیا اور غیر ضروری اخراجات پر پابندی لگا کر قومی خزانے کا نگہبان ومحافظ بنایا، دشمن کے مقابلے کے لیے ہمیشہ تیار رہنے اور آلات حرب کو آراستہ رکھنے کی ہدایت فرمائی...... دوران جنگ شہریوں، بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور عابدوں کو قتل کرنے، عمارتوں اور عبادت گاہوں کو ڈھانے اور فصلوں کو تباہ کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی اور ایک شاندار دستور جنگ دیا جس پر اس ترقی یافتہ دور میں بھی عمل نظر نہیں آتا، جہاں جرم ضعیفی کی پاداش میں ہزاروں قتل کیے جاتے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں...... حضور علیہ السلام نے ضعفاء کی حمایت فرمائی اور قوی سے ضعیف کا حق دلوایا...... معاشرے میں ابتری وبدنظمی جب ہی پیدا ہوتی ہے جب قوی اپنی قوت کے بل بوتے پر ضعیف کا حق چھیننے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی اس کو روکنے ٹوکنے والا نہیں ہوتا...... انسان خون بہانے کا عادی ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ اعلان فرما کر وقار زندگی بلند کر دیا، آپ نے فرمایا۔

''لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام کر دی گئیں...... خبردار ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔''

پھر آپ نے خاندان کا ایک خون معاف کر کے عفو ودرگزر کی زندہ مثال قائم کی اور آن کی آن میں قبائل میں ہونے والی صدیوں کی خون ریزی کو بند کر دیا اور لوگوں کو اخوت ومحبت کے بندھن میں باندھ دیا...... مسلمان تو مسلمان آپ ﷺ نے ایسے غیر مسلم کے قتل کی بھی سختی سے ممانعت فرمائی جو مسلمانوں کی حفاظت میں ہو یا جس نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''جس نے معاہد غیر مسلم کو قتل کیا وہ کبھی جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔''

اور مظلوم کے قتل پر یہ وعید سنائی۔

''آسمان وزمین کی تمام مخلوق اس کے قتل پر متفق بھی ہو جائے تو بھی اللہ ان کو سزا دئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔''

آپ نے کو قتل وخون ریزی سے انتہا اجتناب کیا کہ فتح مکہ اس کی روشن مثال ہے...... جب فتح وکامرانی قدم چوم رہی تھی جب برسوں کے دشمن پر آپ غالب آچکے تھے جب جذبات شباب پر تھے اور ہر مسلمان انتقام کے لیے بے چین تھا کہ اچانک آواز آئی۔

جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کرو۔

جو شخص اپنے گھر میں یا دشمن کے گھر میں بند ہو جائے اسے قتل نہ کرو۔

جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کرو۔

جو زخمی ہو جائے اسے قتل نہ کرو۔

حضور علیہ السلام نے اپنے سارے دشمنوں کو امان دے کر ایک ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ کی تعلیمات کا مقصد عظمٰی اور حاصل، تزکیہ روح اور تزکیہ فکر ونظر تھا...... دل ودماغ کا زنگ صاف ہو جائے تو زندگی، زندگی بن جاتی ہے...... ساری کوششوں کا مآل یہی تزکیہ نفس ہے دعائے خلیل میں جس کی آرزو کی گئی اور ارشاد خداوندی میں جس کا ذکر کیا گیا...... تزکیہ سے انسان بنتا ہے انسان سے قوم بنتی ہے قوموں سے جہاں بنتے ہیں...... انسان، انسان نہیں تو کچھ بھی نہیں...... آبادیاں بھی ویران ہیں، بلکہ ویرانے سے زیادہ دہشت ناک، جہاں زندہ رہنا مشکل ہے، جہاں ...ت سنبھالنا مشکل ہے۔

حضور علیہ السلام نے نہ صنعتیں قائم کیں نہ شہر آباد کیے، آپ ﷺ نے تو دل آباد کیے اور دل کیا آباد ہوئے سارا جہاں آباد ہو گیا۔

حضور انور ﷺ نے نوع انسانی کو مرکز توحید رسالت پر جمع کیا اور ایک مرکزی فکر عطا فرمایا...... اس میں امیر بھی تھے، غریب بھی تھے، کالے بھی تھے، گورے بھی تھے...... عجمی بھی تھے اور عربی بھی تھی...... کمیونسٹوں نے اسلام ہی سے مرکزیت کا یہ سبق سیکھا مگر انہوں نے غربت ومسکینی پر سارے عالم کو جمع کرنا چاہا لیکن یہ تو سارے عالم کو جمع کرنا نہ ہوا بلکہ سارے عالم کے ایک طبقے کو جمع کر کے دوسرے طبقے کے خلاف بھڑکانا ہوا...... حضور علیہ السلام نے جن امیروں کو غریبوں کا سہارا بنایا تھا، اب ان امیروں کو غریبوں کا حریف بنا کر ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ شروع کر دی گئی...... اسلام کسی کو کسی کے خلاف نہیں بھڑکاتا...... اس کا پیغام سارے عالم کے لیے ہے کہ محمد الرسول اللہ ﷺ رحمت للعالمین ہیں...... غریبی اور امیری ایک اضافی چیز ہے...... آج جو غریب ہے کل وہ امیر بن سکتا ہے اور آج جو امیر ہے کل وہ غریب ہو سکتا ہے...... تو کمیونسٹ نظام کی بنیاد جس نظریہ پر ہے وہ تو بل رہی ہے وہ تو ڈھے رہی ہے...... مگر توحید کا پرستار جہاں ہے ایک حالت پر ہے، اس کی اساس فکر قائم ودائم اور حیّ وقیوم ہے...... یہ نہایت جاندار وپائدار ہے...... اسی لیے کمیونسٹوں کے پیغام میں وہ تاثیر نہیں جو محمد الرسول اللہ ﷺ کی دانش وحکمت میں ہے کیوں کہ پیچھے ایک ایسی تابناک شخصیت تھی جو سراپا عمل تھی آپ نے جو کچھ کہا پہلے کو دکر کے دکھایا بلکہ اوروں سے زیادہ کر کے دکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغام کی تاثیر کا عالم یہ تھا کہ سارے جہاں کے لوگ کھنچے کھنچے چلے آرہے تھے اور دنیا کی کایا پلٹ رہی تھی...... تھامس کار لائل محمد الرسول اللہ ﷺ کی مقدس شخصیت اور پیغام کی تاثیر کی یہ کیفیت دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھا۔

''آپ کا آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا، ملک عرب زندہ ہو گیا...... عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھے، چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے، کسی کو ان کا خیال بھی نہ آتا تھا کوئی ان کے متعلق سوچتا بھی نہ تھا...... اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوا اور ایک ایسی کتاب لایا جس پر وہ دل وجان سے ایمان لے آئے...... پھر کیا ہوا؟...... اس کا سارے عالم میں چرچا ہونے لگا...... جس کو کوئی نہ جانتا تھا اس کو سب جاننے لگے...... ایک اور صدی کے اندر اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ تھا اور دوسری طرف دہلی...... عرب کی بہادری وعظمت اور عقل کی روشنی عرصہ دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر چمکتی رہی...... گویا ایک چنگاری ریگستان کے ظلمت کدے میں گر پڑی اور وہ بارود بن کر پھٹ گئی اور غرناطہ سے دہلی تک کی فضاؤں کو روشن کر گئی۔''

اور یہی سیرت محمدی ﷺ اور پیغام محمدی ﷺ کا اعجاز تھا کہ جب دور جدید کا ایک فاضل مائیکل ہارٹ دنیا کے سو انسانوں کو انتخاب کرنے لگا تو مجبور ہو گیا کہ حضور انور ﷺ کا نام نامی سرفہرست رکھے اور آپ کو سارے عالم کا سرتاج بنائے۔

حضرت مجدد الف ثانی

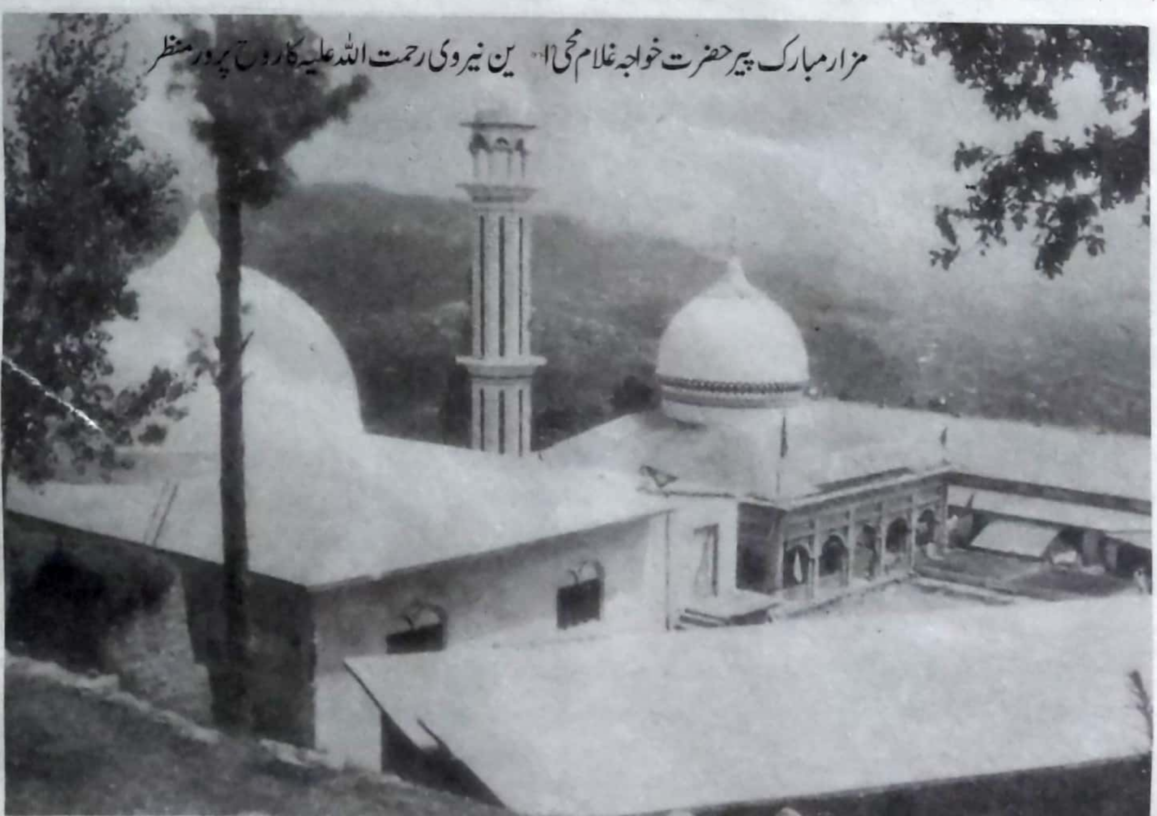
کا احیائے دین میں کردار

حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہر دور اور ہر اُمت میں اپنے انبیاء اور رسل کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتب ہدایت نازل فرمائیں جن کے ذریعے ہر دور اور ہر زمانہ میں ضلالت اور گمراہی میں گھری ہوئی انسانیت کو ہدایت ملتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو سیّد المرسلین، خاتم النبیین اور سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور وہ بے مثال کتاب ہدایت نازل فرمائی جسے قیامت تک آنے والی نوع انسانی کے لیے ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ بننا تھا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو رحمۃ للعالمین، روف الرحیم اور خاتم النبیین جیسے القابات عطا فرما کر تمام انبیاء او ررسل پر فضیلت عطا فرمائی، اسی طرح آپ کی امت کو خیر الامم کا اعزاز عطا فرما کر جملہ امم سابقہ پر فضیلت کا مستحق بنا دیا اور اس امت کو وہ کارہائے نمایاں انجام دینے کی سعادت عطا فرمائی جن کی سعادت امم سابقہ کو نصیب نہ ہوئی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق ومحبت، غیر مشروط اطاعت، اتباع، انتہائی درجہ کا ادب وتعظیم اور ان کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے کا جذبہ صرف اور صرف امت محمدیہ ﷺ کا طرۂ امتیاز ہی ہے۔ امم سابقہ کی تاریخ ان محاسن سے خالی نظر آتی ہے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور علماء حق نے اپنے اپنے دور میں جس تندہی اور جانفشانی کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا ہے تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ علماء حق نے اپنی بے مثال خدمات سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ حقیقتاً ورثۃ الانبیاء ہیں۔ آج اسلام کا اپنی حقیقی صورت میں موجود ہونا انہی علماء حق کی خدمات کے مرہونِ منت ہے۔

باطل قوتوں نے اسلام کی بنیادی عقائد اور اس کے اثاثی ڈھانچے کو جب بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ جماعت علماء میں سے کوئی نہ کوئی ایسا مرد مجاہد مرد آہن بن کر نمودار ہوا جو باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو گیا اور ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ چنانچہ دین اسلام کے ہزار سالہ دور کے آخر اور الف ثانی کے شروع میں جب مغلیہ سلطنت عروج پر تھی، جلال الدین اکبر بادشاہ نے اپنی نفس پرستی اور مطلب برادری کے لیے ہر طرح



مزار مبارک پیر حضرت خواجہ غلام محی الدین نیروی رحمت اللہ علیہ کا روح پرور منظر

کے حیلے تراش کر غلط اجتہاد کے دروازے کھول لیے۔ لہٰذا جس قدر برائیاں اور بدعتیں ممکن تھیں وہ سب عہد اکبری میں خوب پھلیں پھولیں۔ اکبر کے انتقال کے بعد جہانگیر تخت پر بیٹھا تو وہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل پڑا، ان حالات میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کو پیدا فرمایا۔

> **باطل قوتوں نے اسلام کی بنیادی عقائد اور اس کے اثاثی ڈھانچے کو جب بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ جماعت علماء میں سے کوئی نہ کوئی ایسا مرد مجاہد مرد آہن بن کر نمودار ہوا جو باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوگیا اور ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔**

جنہوں نے اپنے ایمان افروز خطابات اور مکتوبات کے ذریعے ہندوستان کے مسلمانوں کو اکبری دین الٰہی کے باطل افکار کے یلغار سے محفوظ فرمایا اور بادشاہ وقت کے سامنے کلمہ حق بلند کیا جس کی پاداش میں جہانگیر نے آپ پر اذیتوں کا سلسلہ شروع کر دیا، آپ کو پابند سلاسل کیا گیا۔ آپ کا مال و اسباب ضبط کر لیا گیا لیکن آپ کے پایۂ استقلال میں کوئی جنبش نہیں آئی۔ آپ نے ان تمام مظالم اور اذیتوں کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ یہاں تک کہ ظلم و استبداد کو بھی آپ کے سامنے شکست تسلیم کر کے ہار ماننی پڑی۔ وہی جہانگیر جو آپ پر مظالم کے پہاڑ ڈھا رہا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کے حسن تبلیغ سے گناہوں سے تائب ہو کر آپ کا گرویدہ ہوگیا جس کے نتیجے میں اللہ نے جہانگیر کو شاہجہاں جیسا بیٹا اور عالمگیر جیسا پوتا عطا فرمایا جن کی دین اسلام کے لیے خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

امام ربانی نے تبلیغ دین کے لیے مکتوبات کا ذریعہ اختیار کیا تاکہ ہر علاقے کے ماحول اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر مکتوبات لکھے جائیں اور ان کے ذریعے لوگوں کے عقائد کی درستگی اور اعمال و اخلاق کی پختگی پیدا ہو سکے اور لوگ صحیح معنوں میں پکے اور سچے مسلمان بن سکیں آپ کے مکتوب الیہ میں بادشاہ وقت کے علاوہ بڑے بڑے گورنر، وزرا اور علماء کرام و مشائخ عظام شامل ہیں۔ امام ربانی نے ان بلند ہستیوں اور بااثر شخصیتوں پر اس لیے زیادہ توجہ دی تاکہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں ترویج شریف اور احیائے سنت کا کام کر سکیں۔ آپ کو اپنی اس کاوش میں جلد ہی کامیابی نصیب ہوئی، بدعقیدگیوں اور بدعتوں کا جو سیلاب اُمڈ آیا تھا وہ تھم گیا اور بادشاہ کے محل سے لے کر فقراء کے آستانوں تک ہر طبقہ میں احیائے سنت اور ترویج دین کے کام کا آغاز ہوگیا۔

امام ربانی کو احیائے دین کے سلسلے میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں ان میں ان کے مکتوبات نے اہم کردار ادا کیا۔ اس لیے یہاں آپ کے مکتوبات میں سے چند اقتباسات پیش کرنا یقیناً قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ جن کے ذریعے آپ نے بادشاہ امرا اور علماء و مشائخ کے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور فرمایا اور ان میں احیائے دین اور ترویج شریعت کے لیے جدوجہد کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ مکتوبات میں ایک بڑی تعداد ایسے مکتوبات کی ہے جس میں آپ نے شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے بارے میں اُمت کی صحیح رہنمائی فرمائی اور ایسے لوگوں کی سخت تردید فرمائی جو طریقت کو شریعت سے بالاتر سمجھتے ہیں، آپ نے جگہ جگہ اس بات پر زور دیا کہ اصل کام شریعت کی پیروی ہے اور طریقت و معرفت، شریعت کے خادم ہیں۔ چنانچہ آپ مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص پس طریقت اور حقیقت دونوں شریعت کے جزو اخلاص کو کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں۔ (مکتوبات دفتر اوّل، مکتوب ۴۰)

''فرائض میں سے کسی ایک فرض کو چھوڑ کر کسی نفلی عبادت میں مشغول ہونا لایعنی باتوں میں شامل ہے۔'' (دفتر اوّل مکتوب ۱۲۳)

وہ علماء اور فقراء جو اپنے ذاتی مفادات اور ظاہری شان و شوکت کے حصول کے لیے دنیا کی جستجو اور تلاش میں رہتے ہیں، آپ نے سختی کے ساتھ ان کی سرزنش کی۔ اسی سلسلے میں مولانا محمد صادق کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

میرے بھائی مولانا محمد صادق تعجب ہے کہ آپ نے خود کو مکمل طور پر عالم اسباب کے اُوپر چھوڑ دیا ہے۔ ہر چند مسبب الاسباب رب تعالیٰ نے چیزوں کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی نظروں کو اسباب معین پر ہی مرکوز رکھیں اس قسم کی کوتاہ نظری آخرت سے بے تعلقی کی بنا پر معلوم ہوتی ہے۔ آپ جیسے آدمی سے ایسی باتوں کا اظہار فعل قبیح ہے۔ کسی وقت اپنے حال پر بھی غور کرنا چاہیے اور اس برائی کو سمجھنا چاہیے فقیروں کے لباس میں رہ کر اللہ کی مغضوبہ دنیا کی تلاش و جستجو میں لگے رہنا بہت ہی بری بات ہے۔

اسی حوالے سے ایک مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں شروع کے کاموں میں



جو سستی اور سہل اور سہل پسندی ونفاق پیدا ہو گیا ہے اور دین وملت کو رواج دینے میں جو خلل اور سستی ظاہر ہوتی ہے وہ سب بڑے علما ء کی نحوست اور نیتوں کی خراب ہونے کے باعث ہے۔ ہاں وہ علما ء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ ومال اور تعصب کی محبت سے آزاد ہیں وہ علماء آخرت میں سے ہیں اور انبیاء عظام علیہم السلام کے وارث ہیں اور مخلوقات میں سے بہتر یہی علماء ہیں کہ کل قیامت کے دن ان کے قلم کی سیاہی کو اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا اور اس سیاہی کا پلہ بھاری رہے گا۔ (دفتر اوّل نمبر ۳۳)

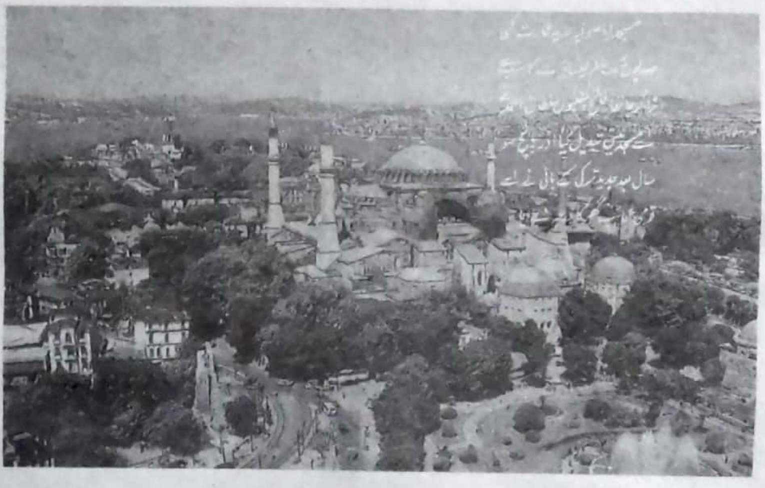
آپ نے خصوصاً شاہی خاندان کے افراد، اہل دربار اور قرابت داروں کو ترغیب دلائی کہ وہ باطل شعائر کو مٹانے اور اسلام کو خلاف شریعت امور سے محفوظ رکھنے کے لیے میدانِ عمل میں آئیں اور حقیقی اسلامی اقدار کی ترویج کے لیے جدوجہد کریں۔ اس سلسلے میں خانِ اعظم کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس بزرگ خاندان کے بزرگوں (حضرات نقشبندیہ) کے ساتھ آپ کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں تاثیر بخشی ہے اور آپ کی حق پرستی کی عظمت اہل زمانہ کی نظروں میں ظاہر ہو گئی ہے تو آپ کوشش فرمائیں، کم از کم اتنا تو ہو کہ اہل کفر کے بڑے بڑے احکام جو اہل اسلام میں رائج ہوئے ہیں مٹ جائیں اور اہل اسلام ان خلاف شریعت امور سے محفوظ رہیں۔ اس سے پہلی سلطنت (اکبری دور) شریعت مصطفوی (ﷺ) کی دشمن معلوم ہوتی تھی اور موجودہ سلطنت (جہانگیر کے دور) میں ظاہری طور پر وہ عناد نہیں اگر ہے تو بے عملی کی وجہ سے۔ ڈر یہ ہے کہ ایسا نہ ہو یہاں بھی عناد و دشمنی تک نوبت آ جائے اور مسلمانوں پر معاملہ اس سے بھی زیادہ تنگ ہو جائے۔ (دفتر اول مکتوب ۲۵)

شاہی امراء میں سے شیخ فرید بخاری کے نام اپنے مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ''گزشتہ صدی میں جو بھی مصیبت اسلام اور اہل اسلام کے سر پر آئی وہ اسی جماعت (علماء سوء) کی بدبختی اور بے باکی کی وجہ سے تھی۔ یہی لوگ بادشاہ کو راہِ راست سے بھٹکاتے تھے۔ بہتر فرقے جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے ان سب کے مقتدا اور پیشوا یہی بڑے علماء ہوئے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو علماء سوء کے بغیر گمراہ ہوئے ہوں اور ان کی گمراہی کا اثر دوسروں تک پہنچا ہو۔ اس زمانے کے اکثر صوفی نما جاہل لوگ بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص امداد کی طاقت کے باوجود کسی قسم کی مدد میں کمی کرتا ہے جس کے باعث اسلام کے کارخانے میں خلل واقع ہو جاتا ہے تو وہ شخص سزا کا مستحق ہے۔ اس لیے یہ کم سرمایہ حقیر فقیر بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولت اسلام کے مددگاروں کے گروہ میں داخل کرے اور اس بارے میں کوشش کرے۔ مــن کثــر ســواد فهــو منـهــم۔ جس نے قوم کی جمعیت کو زیادہ کیا وہ انہیں میں سے ہے کے مطابق اُمید ہے کہ اس بے استطاعت کو بھی اس بزرگ جماعت میں داخل کر لیں۔ یہ فقیر اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح خیال کرتا ہے جس نے اپنا تھوڑا سا سوت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں نام شامل کر لیا تھا۔ آنجناب کی بزرگ ذات سے توقع ہے کہ جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ذاتی طاقت وقوت اور بادشاہ کا قرب پورے طور پر عطا فرمایا ہے تو شریعت مصطفوی ﷺ کو رواج دینے کے لیے خلوت وجلوت اور ظاہر وباطن میں کوشش کرتے رہیں گے اور مسلمانوں کو ذلت وپستی سے نکالیں گے۔'' (دفتر اوّل مکتوب ۴۷)

حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے مریدین وخلفاء کو دولت مندوں کی صحبت سے پرہیز اور فقرا کی صحبت کی ترغیب فرماتے، اپنے ایک خلیفہ ملا محمد صدیق بدخشی کے نام اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''فقراء کے آستانوں کی خاکروبی دولت مندوں کے ہاں



صدر نشینی سے بہتر ہے آج یہ بات اگر آپ کو معقول معلوم ہو یا نہ ہو آخر کار معقول معلوم ہو جائے گی مگر اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مرغن غذائیں اور فاخرہ لباس کی تمنا آرزو نے تم کو اس مصیبت میں ڈال دیا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے اگر اصل کی طرف رجوع کر لیں جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رکاوٹ کا سبب بنے اسے دشمن جان کر اس سے فرار اختیار کریں اور پرہیز کریں۔

آپ نے بدعات کا بھی سختی سے تدارک کیا اور جب بھی کوئی ایسا امر سامنے آیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوٹوک الفاظ میں اس کو رد کیا اور اُمت کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ اپنے ایک خلیفہ جمال الدین تلوی کے نام اپنے ایک مکتوب میں آپ رقمطراز ہیں۔

''ہاں بعض خلفاء متاخرین نے اس طریقہ عالیہ میں بعض اختراعات نکالی ہیں اور اکابرین کی اصل راہ چھوڑ دی ہے۔ ان کے مریدوں کی ایک جماعت اس کا اعتقاد رکھتی ہے کہ ان نئی اختراعات سے اس طریقہ کی تکمیل ہو گئی ہے۔ حاشاوکلا (خدا کی پناہ ایسا نہیں) کبـرت کـلـمـه تخرج من افواههم (کتنی بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے) بلکہ انہی نے اس سلسلے کو تخریب اور نقصان کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ بعض وہ بدعات جو دوسرے سلسلوں میں بھی موجود نہیں، اس طریقہ عالیہ میں جاری کر دہ ہیں، مثلاً نماز تہجد جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور قرب وجوار کے لوگ نماز تہجد کے لیے جمع ہوتے ہیں اور نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کرتے ہیں حالانکہ کراہت تحریمہ کے ساتھ یہ عمل مکروہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب میں سے مذکورہ چند اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ حقیقت بہ خوبی آشکار ہوتی ہے کہ آپ نے کس جرأت اور بے باکی کے ساتھ احیائے دین اور اعلائے کلمہ حق کا فریضہ انجام دیا۔ آپ نے اپنی دینی فراست وبصیرت اور منفرد طرز تبلیغ کے ذریعے سازشی عناصر اور باطل پرستوں کے اسلام کو نقصان پہنچانے کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ آپ کی انہی دینی خدمات کے صلہ میں ملت اسلامیہ نے متفقہ طور پر آپ کو مجدد الف ثانی کا لقب دیا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت مجدد نے جس دور میں اپنے مکتوبات کے ذریعے احیائے دین اور فروغ اسلام کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اس وقت ذرائع ابلاغ نہایت محدود اور سست رفتار تھے، اس کے مقابلہ میں آج ذرائع ابلاغ میں ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ ذرائع ابلاغ یا انفارمیشن کی منتقلی نے ایک مکمل ٹیکنالوجی کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ ہم اپنے پیغام اور نقطہ نظر کو انٹرنیٹ کے ذریعے سیکنڈوں میں اطراف عالم میں پہنچا سکتے ہیں۔ آج کوئی بھی اس انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دسترس سے باہر نہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے علماء ومشائخ اس جدید سہولت سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔

دوسری طرف سے انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام کے خلاف باطل افکار کی ایک یلغار ہے جس نے ایک طوفان کی صورت اختیار کر لی ہے اگر اس کا مقابلہ نہ کیا گیا تو وہ دن دور نہیں جب مسلمانوں کا کوئی گھران باطل افکار کا شکار ہوئے بغیر رہ سکے گا۔

اس وقت جب ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرات لاحق ہیں، اسلام کی اساس اور اس کے بنیادی عقائد پر حملے کیے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ ایمان اور جذبۂ جہاد کو نکال کر انہیں صرف نام کا مسلمان بنانے کی کوششیں اپنے عروج پر ہیں یہ علماء وقت کی بڑی ذمے داری ہے کہ وہ ان حالات میں خاموش تماشائی نہ بنے رہیں بلکہ اپنے آپ کو اسلامی اقدار کی حفاظت اور مسلمانوں کو باطل افکار کی یلغار سے محفوظ رکھنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں اور ان وسائل کو اختیار کریں جو دور حاضر میں دین کی سلامتی اور اس کی بقاء کے لیے ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمے داریوں کا احساس کرنے اور انہیں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے عملی اقدام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۔ ایم اے : پی ۔ ایچ ۔ ڈی

عِلمِ غیب

وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو. (انعام، ۵۹)

اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، اُنھیں وہی جانتا ہے

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کی ایک فکر انگیز کوشش جو آپ کے دلوں میں علم بھر دے



علم ایک عظیم قوت ہے، دورِ جدید میں علم کی اہمیت وقوت اور نمایاں ہو کر سامنے آ گئی ہے، قرآنِ کریم نے انسان کو لکھنے پڑھنے (سورۂ علق) اور تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا۔ (سورۂ طٰ) اور انسان کو وہ راز ہائے سربستہ بتائے کہ اس کا دماغ روشن ہو گیا...... قرآنِ کریم علم و دانش کا عظیم خزانہ ہے...... اس میں علم اور مشتقات علم کا ۸۰۰ سے زیادہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور کتاب و کتابت کا ۲۰۰ سے زیادہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے...... اس سے قرآنِ کریم کی نظر میں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں" (ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۴۷) آپ نے تحصیل علم کی تاکید شدید فرمائی اور علم کی فضیلت کو آشکارا فرمایا...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا "فضیلت تو صرف اہل علم کو ہے۔" (ایضاً ص ۴۶) خود قرآنِ کریم میں حضرت طالوت علیہ السلام کو علم ہی کی وجہ سے بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا گیا...... (سورۂ بقرہ، ۲۴۷) اور علم ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں پر فضیلت پائی...... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت اور قیادت و بادشاہت کے لیے علم کتنا اہم ہے۔

علم دو قسم کا ہے...... ایک وہ جو ہم مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حاصل کرتے ہیں...... ہم اسی کو علم سمجھتے ہیں اور اسی پر یقین رکھتے ہیں لیکن ایک علم وہ ہے جو براہِ راست پڑھایا جاتا ہے...... اس کے لیے نہ کسی مدرسے کی ضرورت، نہ اسکول کی ضرورت، نہ کالج کی ضرورت، نہ یونیورسٹی کی ضرورت...... یہ ایک پوشیدہ علم ہے جس کو قرآن حکیم نے "علم غیب" سے تعبیر فرمایا ہے۔ (سورۂ کہف، ۶۵) اور اس پر ایمان لانا مسلمان کی نشانی قرار دیا۔ (سورۂ بقرہ، ۳) یہ علم وہ ہے جس کو نہ انسانی عقل پا سکتی ہے اور نہ اُس کے ظاہری و باطنی حواس...... یہ علم سارے علوم پر غالب ہے اور تحصیل و کسب سے اس کا کوئی تعلق نہیں...... یہ محض اللہ کے فضل و کرم سے بارش کی طرح برستا ہے، چشمے کی طرح اُبلتا ہے۔

قرآن حکیم نے بہت سی آیات میں "علم غیب" کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ علم اللہ اور صرف اللہ ہی کے لیے ثابت ہے...... مثلاً یہ آیات ملاحظہ ہوں۔

اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے ۔ (سورۂ انعام، ۵۹)

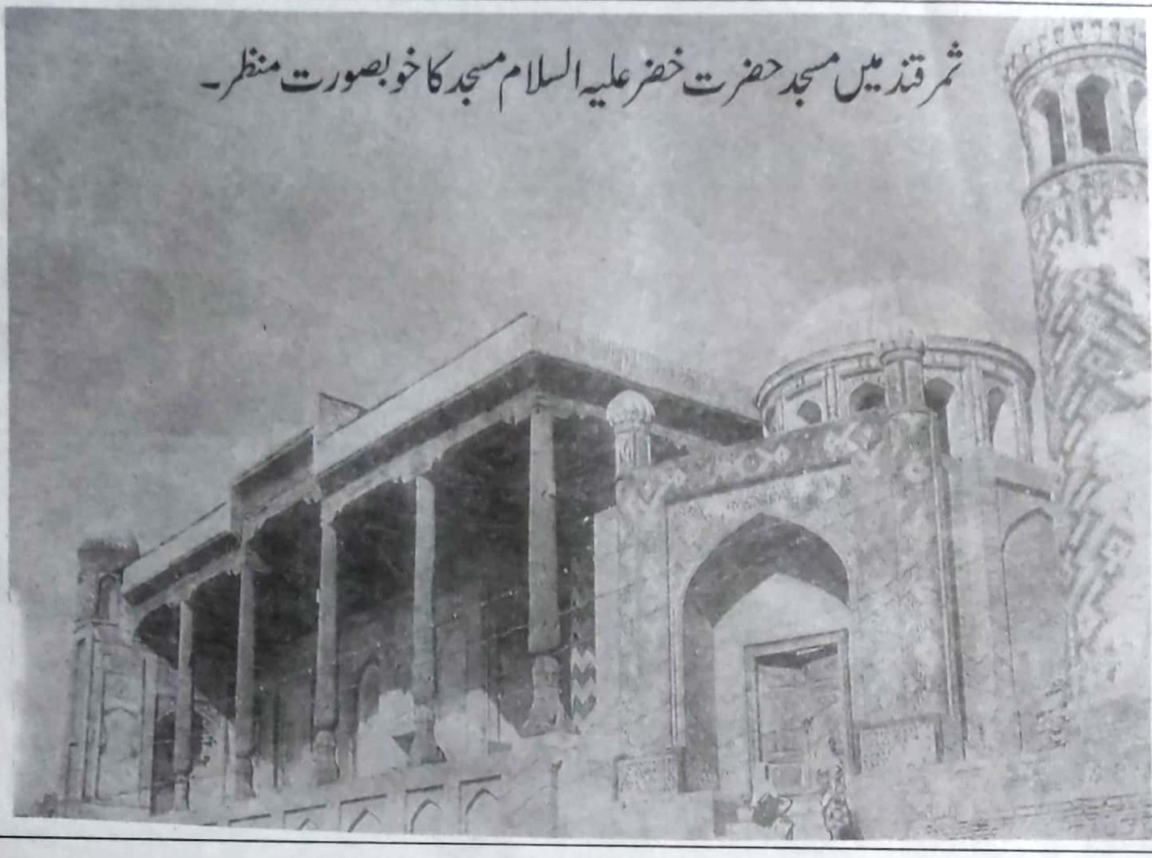
میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کی سب چھپی چیزیں۔ (سورۂ بقرہ، ۳۳)

تم فرماؤ، غیب تو اللہ کے لیے ہے۔ (سورۂ یونس، ۲۰)

اور حضور انور ﷺ سے یہ فرمایا کہ آپ بھی اعلان فرما دیجیے۔

تم فرما دو، تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے


بنی سعد کی بستی میں حضرت حلیمہ کے گھر کے نیچے کنواں



ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔
(سورۂ انعام، ۵)

اور یہ خزانے ہم کسی کو نہیں دیتے...... یہی سب سے اہم نکتہ ہے جس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے...... اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

غیب کا جاننے والا وہی ہے، سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں، مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ (سورۂ جن ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع نہیں کرتے لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، اُن کو منتخب فرما لیتے ہیں۔ (سورۂ آل عمران، ۷۹)

پھر یہی نہیں کہ صرف یہ بات کہی گئی ہو اور "علم غیب" عطا نہ کیا گیا ہو نہیں نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو یہ علم عطا بھی فرمایا جس کا قرآن حکیم میں تفصیل سے ذکر ہے۔ مثلاً یہ آیات ملاحظہ فرمائیں۔

اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے رُوبرو کر دیں۔ (سرۂ بقرہ ۳۱)

حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور جو بھی منظور ہوا اُن کو تعلیم فرمایا۔ (سورۂ بقرہ ۲۵۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس "علم غیب" کا یوں ذکر فرمایا۔

اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی کی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں۔ (سورۂ نمل ۱۶)

حضرت لوط علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا فرمایا۔ (سورۂ انبیاء، ۷۴)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے اُن کو علم دیا تھا لیکن اکثر اس کا علم نہیں رکھتے۔ (سورۂ یوسف، ۶۸)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود بھی اپنے بیٹوں کے سامنے اس عطائے ربانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

کیوں، میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (سورۂ یوسف، ۹۶)

حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے اُن کو حکمت اور علم عطا فرمایا۔ (سورۂ یوسف ۲۲)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور جب اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور درست ہو گئے، ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا۔ (سورۂ قصص، ۱۴)

اور حضرت خضر علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے اُن کو اپنے پاس سے خاص طور کا علم سکھایا تھا۔ (سورۂ کہف، ۶۵)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو "علم غیب" عطا فرمایا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ان حضرات قدسیہ نے کبھی کبھی اس علم کا اظہار بھی فرمایا جیسا کہ قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں۔

اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھائے ہو اور جو رکھ آتے ہو۔ (سورۂ آل عمران ۴۹)

یعنی جس جس نے جو کچھ اپنے گھر میں کھایا اور جو کچھ گھر میں رکھا سب آپ کی نظر میں تھا...... حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے فرما رہے ہیں۔

جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لیے ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیتا ہوں یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے۔ (سورۂ یوسف، ۳۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرمایا ہے، اس عطائے خاص سے انکار، قرآن سے انکار ہے...... یہ علم کوئی معمولی علم نہیں...... بڑے اہتمام اور تیاری کے بعد عطا فرمایا جاتا ہے اور جس کو عطا فرمایا جاتا ہے اس کے آگے اور پیچھے فرشتوں کے پہرے لگا دیے جاتے ہیں...... ارشاد فرماتا ہے۔

سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں، مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو، تو اس (پیغمبر) کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) بھیج دیتا ہے۔ (سورۂ جن، ۲۶)

بے شک جس کو یہ علم عطا کیا گیا اس کو بہت کچھ عطا کیا گیا...... تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو یکساں "علم غیب" حاصل نہیں بلکہ جس طرح انبیاء و رسل میں درجات ہیں۔ (سورۂ بقرہ ۲۵۳) اس طرح "علم غیب" بھی درجہ بدرجہ عطا کیا گیا ہے...... قرآن حکیم سے اس کی تصدیق ہوتی ہے...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ "علم غیب" سیکھنے کی درخواست کی جو اللہ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے درخواست منظور کی مگر یہ ہدایت



جبل سلع کے دامن میں غزوہ خندق کی عظیم الشان یادگار "مسجد فتح" جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی فتح کے لئے متواتر تین دن تک دعا فرمائی (اس کے علاوہ پانچ مساجد بھی ہیں)

فرمائی کہ "دیکھتے جانا، بولنا نہیں، جب تک میں نہ بولوں۔" (سورۂ کہف، ٧٠) حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کرتے گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ سمجھ سکے۔ آخر رہا نہ گیا، پوچھ لیا، حضرت خضر علیہ السلام نے راز سے پردہ اُٹھا دیا مگر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ نہ رکھا۔ یہ پوری تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے۔ (سورۂ کہف، ٦٥، ٨٢) اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یکساں "علم غیب" نہیں دیا گیا۔

"علم غیب" حضور ﷺ کو بھی عطا فرمایا گیا...... یہ "علم غیب" ہی آپ کا بڑا معجزہ تھا، مختلف انبیاء کو مختلف معجزات دیے گئے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ معجزہ عطا فرمایا...... کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو جو علم غیب دیا گیا وہ سب آپ کو دیا گیا اور اس کے سوا جو کچھ دیا وہ سوائے اللہ کے کسی کو نہیں معلوم...... حضور انور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کی صفاتِ حسنہ کے جامع تھے اور اُن کے علوم ومعارف کے بھی جامع تھے۔

حضور انور ﷺ کو جو کچھ دیا گیا اس کے متعلق ارشاد ہے۔

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (سورۂ نساء، ١١٣)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب کوئی چیز ایسی نہ رہی جو آپ نہ جانتے ہوں، اس لیے اس نعمت کو اللہ نے "فضل عظیم" کہا ہے...... رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ پڑھایا، اللہ نے پڑھایا۔ (سورۂ اعلیٰ، ٦) اگر استاد، شاگرد سے یہ بات کہے "میں نے تم کو پڑھایا ہے، تم تو کچھ نہ جانتے تھے" تو یہ حق ہے، گستاخی وبے ادبی نہیں...... لیکن اگر کوئی شاگرد، اپنے استاد سے یہ کہے "تم تو کچھ نہ جانتے تھے، تمہارے استاد نے تم کو پڑھایا ہے" تو یہ سراسر بے ادبی اور گستاخی ہوگی...... تاریخ انسانیت میں ایسا بے ادب شاگرد نظر نہیں آتا...... اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو پڑھایا جو کچھ عطا فرمایا، اللہ ہی نے عطا فرمایا تو اگر اس نے قرآن کریم میں عطا سے پہلے کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا ماتدری ماالکتب ولاالایمان۔ (سورۂ شوریٰ، ٥٦) تو یہ اللہ کے شان کے لائق ہے، ہمیں زیب نہیں دیتا کہ بے ادب وگستاخ شاگرد کی طرح آپ کے حضور وہ بات کہیں جو حق جل مجدہ نے آپ سے فرمائی...... بے شک اللہ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا...... جو شخص اس فضل الٰہی کا انکار کرتا ہے یا اس کی تخفیف کرتا ہے وہ اللہ کے فضل کا انکار کرتا ہے اور اللہ کے فضل کی تخفیف کرتا ہے جو ایسا کرتا ہے اُس کو کون مسلمان کہہ سکتا ہے...... موحد کی شان تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے ہر ہر حکم کا احترام کرتا ہے، اس پر خود عمل کرتا ہے اور دوسروں کو عمل کرواتا ہے...... حضور انور ﷺ کا دربار، بڑا دربار ہے، اُن کے حضور بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں...... اُن کی محفل مبارک سے بلا اجازت اُٹھنے والے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی جارہی ہے...... آپ بھی سنیے...... ارشاد ہوتا ہے۔

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے...... اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں کھسک جاتے ہیں، سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا اُن پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔ (سورۂ نور، ٦٣)

آپ خود اندازہ لگائیں جس محفل مبارک کا یہ ادب ہو اس میں رونق محفل سرکارِ دو عالم ﷺ کا کیا ادب ہوگا؟...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس محفل پاک میں سر جھکائے دم بخود بیٹھے رہتے تھے...... بات بات پر کہتے "یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان!" ہر سوال کا ایک ہی جواب تھا "اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔"

بے شک حضور انور ﷺ کو اُن کے پروردگار نے "علم غیب" عطا فرمایا۔ اس حقیقت کو تین جہتوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(١) آپ کو براہِ راست "علم غیب" عطا کیا۔

(٢) آپ کو قرآن عطا فرمایا گیا جو "علم غیب" کا خزانہ ہے۔

(٣) آپ کو "شاہد" بنا کر بھیجا گیا اور شاہد وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود بھی ہو اور دیکھ بھی رہا ہو یعنی اس کو ہر بات

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے......اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں کھسک جاتے ہیں، سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا اُن پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔ (سورۂ نور، ٦٣)



حجر اسود کا خوبصورت سونے کا بنا ہوا خول ترکی کے مشہور میوزیم توپ کاپی میں رکھا ہوا ہے

کا عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔

(الف) حضور انور ﷺ کے "علم غیب" کو پہلی جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات آپ کے "علم غیب" کی تصدیق کرتی ہیں۔

(۱) یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف (سورۂ ہود، ۴۹)

(۲) یہ خبریں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس۔ (سورۂ یوسف، ۲)

(۳) اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں۔ (سورۂ تکویر، ۲۴)

(ب) حضور انور ﷺ کے "علم غیب" کو دوسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

(۱) ہم نے آپ پر یہ قرآن اُتارا ہے جو کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے۔ (سورۂ نحل، ۸۹)

(۲) (یہ قرآن) کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن وہ تصدیق ہے اس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا۔ (سورۂ یوسف ۱۱۱)

(۳) ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔ (سورۂ انعام ۳۸)

(۴) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (سورۂ مائدہ، ۱۵)

(۵) اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں۔ (سورۂ نمل، ۷۵)

(۶) اور کوئی دانہ زمین کے اندھیروں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب کتاب مبین میں ہے۔ (سورۂ انعام ۵۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، ان آیات میں پہلے "کتاب مبین" قرآن حکیم کا ذکر فرمایا پھر یہ فرمایا کہ اس روشن کتاب میں کیا کیا کچھ ہے...... غور فرمائیں...... یہ روشن کتاب جس میں زمین و آسمان کی ہر شے کا بیان ہے، جس ذات قدسی پر اُتری، اُس کے علم و دانش کا کیا عالم ہوگا۔

(ج) حضور ﷺ کے "علم غیب" کو تیسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات کریمہ ہم کو ایک نئے جہان میں لے جاتی ہیں جہاں ہم حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں، مگر جو کچھ کہا گیا اُس پر دل و جان سے ایمان لاتے ہیں کہ اگر ایمان نہ لائیں تو کہیں کے نہ رہیں، ان آیات پر خوب غور فرمائیں اور علم مصطفیٰ ﷺ کی وسعت و پہنائی کا اندازہ لگائیں، اللہ اکبر! ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں، ان کا ربّ کریم ہی جانے کہ اس نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو کس قدر "علم غیب" عطا فرمایا...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے......

(۱) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔ (سورۂ فتح ۸)

(۲) اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر لائیں گے۔ (سورۂ نساء، ۴۱)



(۳) بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دے گا۔ (سورۂ مزمل، ۱۵)

(۴) اور جس دن ہم ہر اُمت سے ایک ایک گواہی جو انہیں میں سے ہوگا ان کے مقابلے میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلے میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ (سورۂ نحل ۸۹)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حضور ﷺ نہ صرف اپنی اُمت بلکہ دوسرے انبیاء کی اُمتوں کے اعمال کی بھی گواہی دیں گے اور گواہی وہی دیتا ہے جس کے سامنے کوئی کام یا کوئی بات ہوئی ہو...... ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے ہیں، وہ ہمارے احوال و اعمال سے بے خبر نہیں...... اس پس منظر میں یہ احادیث کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ایک حدیث پاک میں فرمایا۔ جس طرح میں آگے دیکھتا ہوں اُسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۱۶)

(۲) دوسری حدیث میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے وادیٔ ازرق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر وادیٔ ہرشیٰ میں حضرت یونس علیہ السلام کو اُونی جُبّہ پہنے سُرخ اُونٹنی پر سوار دیکھا۔ (ابن ماجہ، ص ۲۰، ۲۰۸)

(۳) تیسری حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنت و دوزخ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۸۰)

(۴) چوتھی حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنت و دوزخ میں جانے والے ہر فرد کو نام بنام جانتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان فی القدر، الفصل الثانی، ص ۹)

(۵) پانچویں حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک شخص نے فلاں...... نے یہ دریافت کیا کہ وہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟ آپ نے برملا ارشاد فرمایا، تو دوزخ میں جائے

ہم دو قسم کا ہے...... ایک وہ جو ہم مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حاصل کرتے ہیں...... ہم اسی کو علم سمجھتے ہیں اور اسی پر یقین رکھتے ہیں لیکن ایک علم وہ ہے جو براہِ راست پڑھایا جاتا ہے...... اس کے لیے نہ کسی مدرسے کی ضرورت، نہ اسکول کی ضرورت، نہ کالج کی ضرورت، نہ یونیورسٹی کی ضرورت...... یہ ایک پوشیدہ علم ہے جس کو قرآن حکیم نے "علمِ غیب" سے تعبیر فرمایا ہے۔ (سورۂ کہف، ۶۵) اور اس پر ایمان لانا ہر مسلمان کی نشانی قرار دیا۔ (سورۂ بقرہ، ۳) یہ علم وہ ہے جس کو نہ انسانی عقل پا سکتی ہے اور نہ اُس کے ظاہری و باطنی حواس...... یہ علم سارے علوم پر غالب ہے اور تحصیل وکسب سے اس کا کوئی تعلق نہیں...... یہ محض اللہ کے فضل و کرم سے بارش کی طرح برستا ہے، چشمے کی طرح اُبلتا ہے۔

گا۔ (بخاری شریف، ج ۳، ص ۸۵۵)

(۶) چھٹی حدیث پاک میں فرمایا، میری ساری اُمت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

(مسلم شریف، ج ۱، ص ۲۰۷)

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوا۔

کیا اُس شخص کے پاس علم غیب ہے کہ اُس کو دیکھ رہا ہے؟

(سورۂ نجم، ۳۵)

اس آیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم غیب اُسی کے پاس ہوتا ہے جو دیکھ بھی رہا ہو...... قرآن کریم میں متعدد مقامات میں حضور علیہ السلام کی شانِ دید کو بیان کیا گیا ہے۔

(سورۂ مجادلہ، ۷، سورۂ ابراہیم، ۱۹، سورۂ بقرہ، ۲۴۳؛ سورۂ حج، ۱۸، سورۂ نور، ۴۱، سورۂ فیل، ۱)

سچی بات یہ ہے کہ جس نے اللہ کو دیکھ لیا، اس کے آگے کوئی چیز چھپی نہ رہی سب ظاہر ہوگئی، حضور انور ﷺ خود فرمارہے ہیں۔

میں نے اپنے ربّ عزّوجل کو دیکھا، اس نے اپنا دستِ قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اُس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی، اُسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔ (ترمذی شریف بروایت معاذ بن جبلؓ، مشکوٰۃ شریف، کراچی، ص ۷۲)

اب تک تو حضور اکرم ﷺ کے علم کی وسعتوں اور آپ کے دیکھنے کی باتیں ہو رہی تھیں...... لیکن جو "علم غیب" آپ کو عطا کیا گیا اور جو کچھ آپ کو دکھایا گیا، کیا اس نعمتِ عظمیٰ کی خیرات اپنے غلاموں کو بھی آپ نے تقسیم فرمائی؟...... بہت سی احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے عطا فرمایا اور خوب عطا فرمایا، اور کیوں عطا نہ فرماتے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمانے ہی کے لیے بھیجا ہے...... مشہور و محبوب صحابہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۱) نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور علیہ السلام نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ (انباء المصطفیٰ، ص ۸، بحوالہ مسند احمد و طبقات ابن سعد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، کوئی چیز نہ چھوڑی۔

جسے یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا، بھول گیا۔ (انباء المصطفیٰ، ص ۔ بحوالہ بخاری شریف و مسلم شریف ......)

ایک حدیث میں آتا ہے......

(۳) [illegible] حضور ﷺ نے کسی فتنے چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک [illegible] کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا [illegible] بتادیا۔ (مشکوٰۃ شریف باب الفتن)

(۴) [illegible] رمضان [illegible] ۲ھ ۱۲ [illegible] میں [illegible] پیش آیا، جہاد شروع ہونے سے قبل میدانِ جہاد میں [illegible] رکھ رکھ کر دشمنانِ اسلام کے مقتولین کی نشاندہی فرمادی کہ فلاں شخص اس اس جگہ قتل کیا جائے گا...... جب جہاد ختم ہوا تو جس شخص کے لیے اپنے دستِ مبارک سے جس جگہ کی نشان دہی فرمائی تھی، وہ وہیں پڑا ہوا ملا...... ایک انچ آگے نہ پیچھے۔

(مسلم شریف، ج ۲، کتاب الجہاد)

بخاری شریف میں ایک طویل حدیث آتی ہے، جو ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۵) سورج ڈھلنے کے بعد نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے، پھر ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، جب سلام پھیر دیا تو آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا، نیز اُن بڑے بڑے امور کا جو اس سے پہلے ہیں...... پھر فرمایا "اگر کوئی مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے کیوں کہ اللہ کی قسم تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اس کے متعلق بتادوں گا، جب تک کہ میں اس جگہ ہوں...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ زار و قطار رونے لگے اور رسول اللہ ﷺ بار بار فرماتے رہے کہ "مجھ سے پوچھ لو" "مجھ سے پوچھ لو!" (بخاری شریف، کتاب الاعتصام، ج ۳، ص ۸۵۵)

اس حدیث پاک پر یہ آیت کریمہ گواہ ہے۔

اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں۔ (تکویر، ۲۴)

یعنی جو پوچھو گے، بتایا جائے گا...... جو مانگو گے...... دیا جائے گا......

حضور ﷺ کا قسم کھا کر یہ فرمانا کہ جو پوچھو گے بتایا جائے گا...... اور پھر بار بار فرمانا، مجھ سے پوچھ لو، مجھ سے پوچھ لو، اس حقیقت پر گواہ ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ کے فضل و کرم سے "غیب" حاصل تھا...... ایک عرب عالم شیخ احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی نے ایک فاضلانہ کتاب لکھی ہے، جس کا عنوان ہے "مطابقۃ الاختراعات العصریہ لما اخبر بہ سید البریہ" (مفتی احمد میاں برکاتی نے "اسلام اور عصری ایجادات" کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے جو ۱۹۸۰ء میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے) مصنف نے اس کتاب میں ان غیبی خبروں کو جمع کیا ہے جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں۔ پڑھ پڑھ کر حیرت بڑھتی جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ماضی و مستقبل حضور ﷺ کے سامنے آئینہ تھے...... اور کیوں نہ ہوں کہ سرکار خود فرمارہے ہیں۔

میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں (بخاری شریف، ص ۸۴۸، مسلم شریف مع فتح الملہم، کراچی، ج ۲، ص ۱۱۶)

خزانے کا مالک وہی ہوتا ہے جس کے پاس کنجیاں ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ بے اختیار ہوگیا بلکہ اس سے تو اللہ کا اختیار اور قدرت اور ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے حبیب کریم ﷺ کو کتنا نوازا ہے۔ یہی وہ کنجیاں ہیں جن سے آیات قرآنی کے معانی کے خزانے کھولے جاتے ہیں۔ قرآن کو ہم بھی دیکھتے ہیں، ہم بھی پڑھتے ہیں۔ مگر [illegible] قرآنی میں نگاہ مصطفیٰ ﷺ جو کچھ دیکھتی ہے ہم نہیں دیکھ سکتے...... صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں...... قرآن کریم کی ایک آیت ہے۔

اور اُن کے لیے تیار رکھو جو "قوت" تمہیں بن پڑے۔

(سورۂ انفال، ۶۰) (یعنی دشمنانِ اسلام کے لیے)

یہاں لفظ "قوت" کے معنی میں بظاہر کوئی راز نہیں ہوتا لیکن جب اس راز سے حضور ﷺ پردہ اٹھاتے ہیں تو انسانی عقل حیران ہو جاتی ہے...... لفظ "قوت" کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

خبردار، یہ قوت "رمی" ہے...... خبردار، یہ قوت "رمی" ہے...... خبردار، یہ قوت "رمی" ہے۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۴۳)

عربی میں رمی کے معنی "پھینکنا" آتے ہیں چنانچہ حج میں جمرات پر جو کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اس کو "رمی" کہتے ہیں...... اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اُن تمام ہتھیاروں کا ذکر فرمایا جو آج ہمارے سامنے ہیں اور قوت کا توازن اس ملک کے حق میں ہے جس کے پاس یہ ہتھیار ہیں...... خصوصاً خطرناک ایٹم بم، راکٹ، میزائل وغیرہ...... یہ سب ہتھیار پھینکے جاتے ہیں اور قوت کا راز بنے ہوئے ہیں۔

احادیث کا مطالعہ کریں تو آپ کو غیبی خبروں کا ایک سیلاب اُمنڈتا نظر آئے گا۔

اُوپر جو کچھ عرض کیا گیا اُس کی روشنی میں ہمیں علم غیب کے بارے میں ان حقائق کا علم ہوتا ہے، ان حقائق کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیے۔

(۱) پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ "علم غیب" ایک حقیقت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ "علم غیب" اللہ ہی کے لیے ہے۔

(۳) تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو "علم غیب" عطا فرماتا ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۶) چھٹی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور انور ﷺ نے یہ علم غیب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا ہے اور انہوں نے ہم کو بتایا۔

اس وقت دنیائے اسلام، عالمی سازش کی زد میں ہے، دشمنانِ اسلام کا ہدف حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، یہی وہ مرکز قلب و نظر ہے جس سے زندگی ملتی ہے، اس سازش کے تحت مسلمانانِ عالم کو ہر اُس سوچ اور ہر اُس عمل سے روکا جارہا ہے جس سے دل و دماغ میں حضور انور ﷺ کی محبت و عظمت کا نقش بیٹھتا چلا جائے۔ اس سازش سے آپ خود کو محفوظ رکھیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور انور ﷺ کو سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ بے شک۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے وجود میں حباب

اقبال

آپ کے خط



سینما کے باعث شرم اشتہاری بورڈ

میں آپ کے مؤقر جریدے کے ذریعے عوام الناس کو یہ بات پہنچانا چاہتی ہوں کہ سینما کے بورڈ عورتوں کے خلاف بدسلوکی کی بدترین نشانی ہیں۔ ان میں بے حیائی اور برہنگی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ بورڈ عام ایسے شہروں اور قصبوں میں ملتے ہیں جہاں سینما گھر موجود ہیں۔ پچھلے کئی سالوں میں سینما کے بورڈ بنانے کا ایک خاص انداز پیدا کیا گیا جس میں عورتوں کی جنسی اشیا کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔ ان کے وجود اور شخصیت کے عام پہلوؤں کو ختم کر کے انہیں محض ''جسم'' بنا دیا جاتا ہے۔ تمام سینما بورڈز میں سب سے زیادہ حد سے تجاوز کرنے والے پنجابی فلموں کے بورڈ ہوتے ہیں۔ سینما کے بورڈز کا حقیقت سے رشتہ بدستور ٹوٹ رہا ہے۔

سینما گھروں کے سامنے ایسے اشتہاری بورڈ دیکھنے کو ملتے ہیں جن پر نگاہ پڑتے ہی ہر قسم کی سجاوٹ کے علاوہ چمکیلے کپڑوں اور بھڑکیلے رنگوں میں ملبوس، دیوہیکل، شکلیں نظر آتی ہیں خاص کر لاہور کی ایبٹ روڈ پر۔ یہ ہنرمند افراد جو ایسی تصاویر بناتے ہیں ان سے میری التجا ہے کہ اس جریدے کے ذریعے کہ وہ انسانیت کا بھی کچھ خیال رکھے۔ عورت کو ایک چیز بنا کے پیش کرتے ہیں۔ وہ اس تصویر میں حقیقت اور شرافت کا بھی کچھ رنگ ڈالے۔ جسم کی نمائش کرنا ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ محبوبہ کے علاوہ عورت کے اور کئی حسین روپ ہیں جن کو ایک اچھے انداز سے عوام کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ معاشرے میں عورت کا صرف یہی کردار نہیں ہوتا دوسرے اور بھی مطالبے ہیں جو سینما بورڈ کے ساختی اجزا کو مزید مضبوط کر سکتی ہیں۔

(عابدہ عباسی......کراچی)

تحریکِ آزادی یا دہشت گردی؟

آج کل دنیا بھر میں دہشت گردی کے خاتمے کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس پروپیگنڈے کی آڑ میں امریکا طاقت کے نشے میں دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتا ہے۔ دنیا میں دہشت گردی کا نام ''احتجاج'' ہے۔

کیوں کہ جب انسان اپنے جائز حقوق کے حصول میں ناکام ہوتا ہے تو پھر وہ بغاوت یا دہشت گردی کے حربے سے کام لیتا ہے۔ وہ دوسرے کا حق نہیں مارتا بلکہ اسے اپنے جائز حقوق لینے کی خواہش ہوتی ہے وہ ہرگز ہرگز کسی کا استحصال نہیں کرتا۔ مثلاً مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین (اللہ کے سپاہی) اپنے مقدس وطن کشمیر کی آزادی کے لیے نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے بھارتی سامراج سے جہاد کر رہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر ایک کروڑ چالیس لاکھ بیس ہزار کشمیریوں کے بنیادی اور پیدائشی حق خودارادیت کا مسئلہ ہے۔ جسے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو پوری دنیا اور خود بھارت نے تسلیم کر رکھا ہے۔

اگر امریکا اور یورپ کی سوچ یہ ہے کہ اس مسئلے پر پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ نہ ہو وہ یہ ایٹمی جنگ روکنے کی خواہش تو رکھتے ہیں لیکن وہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے کوئی فارمولا پیش کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ یہ حقیقت بھی اب واضح ہو چکی ہے کہ بھارت کا زیادہ عرصہ تک کشمیر پر غاصبانہ قبضہ برقرار رکھنا ممکن نہیں رہا۔ اس لیے کہ جو قربانیاں کشمیری عوام نے دی ہیں وہ آزادی کی تاریخ میں شہادت کے طور پر لکھی جا چکی ہیں۔

بھارت ایک عرصۂ دراز سے کشمیری مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہا ہے اور اس کے ساتھ اقوام متحدہ کی قراردادیں اور تقسیم ہند کے اصولوں پر عملدرآمد کرنے سے بھی انکاری ہے۔ کشمیری عوام نے بھارت کی بزدل افواج کے ظلم وستم کا مردانہ وار مقابلہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی منزل صرف اور صرف ہر قیمت پر ''آزادی'' ہے حالانکہ بھارت مسلسل ٹال مٹول سے کام لے کر استصواب رائے کو معرض التوا میں ڈالتا رہا ہے۔

مشرق تیمور کی مختصر عیسائی آبادی کو بلاتاخیر امریکا اور یورپی ممالک نے مل کر آزادی دلا دی مگر کشمیر میں کشمیریوں پر ظلم اور آزادی کے لیے کیوں تاخیر؟ حقیقت یوں ہے کہ غیر مسلم یہودی اور عیسائی امریکا ہو یا یورپ بھی مسلمانوں کے ازلی اور ابدی دشمن ہیں۔

مزید برآں ہم ایک غاصب کے خلاف جسے بھارتی سامراج کہتے ہیں۔ ایک ہی مطالبہ کرتے ہیں اور تاقیامت کریں گے کہ ہمارا وطن کشمیر آزاد کر دو ''ایک آزاد وطن کشمیر'' کیوں کہ ہم



سب کشمیریوں نے آزادی حاصل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے کہ ہمارے خون کا آخری قطرہ بھی آزادیٔ وطن کے لیے قربان ہے۔ چنانچہ ہم دنیا کے امن پسند، انصاف پسند اور انسانیت پر یقین رکھنے والے ممالک سے کہتے ہیں کہ آپ کا فرض بنتا ہے کہ وہ بھارت کو راہ راست پر لانے کے لیے اسے سمجھائیں اور اس کی تشدد کی پالیسی کشمیریوں کے خلاف دہشت گردی بند کرانے کا بندوبست کریں۔

(محمد نواز بٹ...... فرانس)

ہماری خواتین اور نماز

آج دنیا کا ہر انسان گناہوں سے رکنے کا نسخہ تلاش کرنے میں مصروف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا بتلایا ہوا نسخہ اکسیر کا درجہ رکھتا ہے اور وہ تلاوت قرآنِ پاک اور نماز کا پڑھنا ہے۔ جمہوریہ پاکستان کا ہر گورنمنٹ افسر دنیا کی ڈیوٹی میں تو کوتاہی ایک دن بھی پسند نہیں کرتا اور جس کی شاہی ہمیشہ رہے گی اس رب العالمین کی ڈیوٹی کا ساری عمر خیال تک نہیں آتا۔

آج اس ماڈرن دور میں جب عورتوں کو نماز کا کہا جاتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہم کو گھریلو کاروبار سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ ان کے خیال میں شاید جن کا کوئی کاروبار نہیں ان کے لیے نماز فرض ہے۔ گھر کی صفائی کے لیے، میک اَپ کے لیے، سوٹ بدلنے کے لیے، سیر و سیاحت کرنے کے لیے، رنگا رنگ کھانے پکانے کے لیے تو وقت ہے اور جو احکم الحاکمین ہزاروں نعمتیں دیتا ہے۔ اس کا حکم بجالانے کے لیے چند منٹ کا بھی وقت نہیں۔ ہائے افسوس! موجودہ دور میں تو نوے فیصد عورتیں بے نماز ہیں بلکہ اس سے زیادہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں، بہنوں کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چل کر نمازی بن کر آخرت سنوارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

(شبانہ خان نذیر احمد...... گجرات)

گاؤں نور پور کے مسائل

میں آپ کی توجہ اپنے گاؤں نور پور (سخی محمد بخش کھوسہ) کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

میرا گاؤں بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ سب سے اہم مسئلہ پانی کا ہے۔ واٹر سپلائی منظور کی گئی ہے لیکن ابھی تک کام شروع نہیں ہوا۔ دوسرا مسئلہ بجلی کا ہے، گھر گھر میں میٹر لگا ہوا ہے لیکن پھر بھی تھری فیس میٹر لگ گئے ہیں بل گھر کا الگ آتا ہے تھری فیس کا الگ۔ یہاں کے لوگ اکثر غریب ہیں فصلوں میں ٹماٹر پیاز ہوتے ہیں۔ جب ٹماٹر پیاز بیچنے کا ٹائم آتا ہے تو ریٹ بالکل گر جاتے ہیں۔ اب ہمارے پاس آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہیں جو اتنے معیاری بل ادا کر دیے جائیں پکی سڑک ابھی تک تعمیر نہیں ہوئی۔ اسپتال کا عملہ ٹھیک طور پر کام نہیں کر رہا ہے۔ مریض جاتا ہے تو چٹھی لکھ دیتے ہیں کہ میڈیکل سے دوائی لے کر آؤ، خدارا اس طرف توجہ دیں۔

(محمد امین کھوسہ۔ بلوچستان)



فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

عالمی ذرائع ابلاغ میں امریکی، مکاری، ظلم، جارحیت اور سازشوں کا تذکرہ تو ہوتا رہتا ہے اس پر تفصیلی گفتگو اور بحث ومباحثے بھی ہر وقت ہوتے رہتے ہیں لیکن اس حقیقت پر بہت کم روشنی ڈالی جاتی ہے کہ یہودیت کا اس میں کیا کردار ہے۔ درحقیقت امریکا یہودیت ہی کا جسم ہے جس کا ہر فعل یہودی نظریے کے گرد گھومتا ہے۔ امریکی انتظامیہ پر یہودی اجارہ داری ہے۔ خود عیسائیوں کو یہودیوں نے کس درجہ اندھیرے میں رکھا ہے اور ان کے حقوق پر کس حد تک قابض ہیں اس کا اندازہ امریکی عیسائی بھی نہیں کر سکتے۔ یہودی سازش ماضی میں بھی عیاں تھی اور آج بھی ہے۔

یہودیوں کا مقصد صرف اسرائیل کا قیام نہیں بلکہ وہ اپنی حکومت کو پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں ان کے مذہبی اور مقدس کتاب (Talmud) میں یہودیوں کو دنیا کے دوسرے اقوام پر ترجیح دی ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ”اللہ نے یہودیوں کو تمام قوموں کے خون اور دولت پر مکمل اختیار دیا ہے۔“

(Talmud Seph.jp.921)

یاد رہے کہ (Talmud) آسمانی کتاب ”توریت“ کی یہودی شرح ہے اسرائیلی وزیراعظم ایریل شرون نے اپنے پہلے دورِ حکومت میں اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ وہ اسرائیلی حکومت کو اُردن، شام، عراق، لبنان اور مصر تک کو تصور کرتے ہیں اور اس کے خواب دیکھتے ہیں۔

دوسری طرف امریکا کے روپ میں یہودی دنیا پر اپنی بادشاہت عرصۂ دراز سے قائم رکھے ہوئے ہیں۔ امریکی حکومت دنیا میں ایک آمرانہ حکومت کی واضح مثال ہے۔ جہاں قاضی بھی وہی ہے اور جلاد بھی۔ عدالت بھی اسی کی ہے اور فیصلہ بھی۔ یوں دنیا ایک قطبی اور ایک ہی طاقت کے زیر نگیں ہے۔ امریکا جس کی طرف ہنس کر دیکھتا ہے اس کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اور جس کو ٹیڑھی نظر سے دیکھتا ہے اس کو ذلیل و خوار تصور کیا جاتا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی اور ہزاروں لوگوں کی زندگی کا بدلہ لاکھوں افغانیوں سے لے کر اس نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک امریکی کی قیمت سو غیر امریکی سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ اسی ذہنیت کے بل بوتے پر عراق پر بھی حملہ آور ہونا چاہتا ہے یہ بھی یہودی سازش ہے۔

یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ امریکی حمایت سب سے پہلے اسرائیل کی ہے بلکہ شیرون اور سیکریٹری خارجہ نے تو حملے کی صورت میں امریکا کی بھرپور مدد کی یقین دہانی کرائی ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر عراق کے خلاف اسرائیل بھی کیمیائی ہتھیار استعمال کرے گا اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اسرائیل کیمیائی ہتھیار بڑے پیمانے پر بنا رہا ہے اور اس کے پاس اس کا ذخیرہ بھی موجود ہے افسوس کی بات یہ ہے کہ جس ملک کو جس جرم کی سزا دی جاتی ہے سزا دینے والا اسی جرم کا کھلے عام مرتکب ہو رہا ہے لیکن ساری دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ بین الاقوامی مبصروں اور انصاف کے داعیوں کے منہ سے زبان غائب ہے یہی ظلم و ناانصافی کی انتہا ہے۔ لہٰذا اقوام عالم بالخصوص اقوام مسلم کو ان سازشوں کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ آپس میں اتحاد اور لین دین کو بڑھانا چاہیے ایک مسلم دنیا ہونی چاہیے۔ دنیا کے ستر فیصد توانائی کے ذخائر کے مالک مسلمان ممالک چاہیں تو دنیا پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ ان یہودی سازشوں کے مقابلے کے لیے یک جان اور یک آواز ہو کر چلنا چاہیے۔ ہماری آزادی، پہچان، عزت و آبرو امریکا کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ اتحاد و یگانگت میں ہے جیسا کہ اقبال کہتے ہیں۔

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رنگ جاں پنجہ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش لذت نمود میں ہے

(غلام عباس...... کراچی)

☆☆☆

صابرہ

داستانِ مجاہد

دعوت اسلام جہاد سیل کا ایک ولولہ انگیز سلسلہ جو اُمت مسلمہ کے نوجوانوں میں پھر سے جہاد کا جذبہ بیدار کردے

مسلمانوں کے ماضی کی داستان دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ سے زیادہ روشن ہے اگر ہمارے نوجوان غفلت اور جہالت کے پردے اُٹھا کر اس روشن زمانے کی معمولی سی جھلک بھی دیکھ سکیں تو مستقبل کے لیے انھیں ایک ایسی شاہراہِ عمل نظر آئے گی جو کہکشاں سے زیادہ درخشاں ہے۔

سورج کئی بار مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہوا۔ چاند نے اپنے مہینے بھر کا سفر ہزاروں بار طے کیا۔ ستارے لاکھوں بار رات کی تاریکی میں چمکے اور صبح کی روشنی میں غائب ہو گئے۔ ابنِ آدم کے باغ میں کئی بار بہار اور خزاں نے اپنا اپنا رنگ جمایا۔ جنت سے نکالے ہوئے انسان کی نئی بستی ایک ایسی رزم گاہ تھی جس میں فطرت کے مختلف عناصر ہمیشہ برسرِ پیکار رہے۔ طرح طرح کے انقلابات آئے۔ تہذیب وتمدن نے کئی چولے بدلے۔ ہزاروں قومیں قعرِ مذلت سے اٹھیں اور آندھی اور بگولہ بن کر ساری دنیا پر چھا گئیں لیکن قانونِ فطرت میں کمال اور زوال کا رشتہ ایسا مضبوط ہے کہ کسی کو بھی ثبات نہیں۔ وہ قومیں جو تلواروں کے سائے میں فتح کے نقارے بجاتی ہوئی اٹھیں، طاؤس اور رباب کی تانوں میں مدہوش ہو کر سو گئیں۔ کوئی اس نیلگوں آسمان سے پوچھے جس کے وسیع سینے پر گزرے ہوئے زمانے کی ہزاروں داستانیں نقش ہیں۔ جس نے قوموں کو بنتے اور بگڑتے دیکھا ہے جس نے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کو تاج وتخت سے محروم ہو کر گداؤں کا لباس پہنتے اور گداؤں کو اپنے سر پر تاج رکھتے دیکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان داستانوں کے بار بار دہرائے جانے سے کچھ بے نیاز ہو گیا ہو لیکن ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ صحرا نشینانِ عرب کی ترقی اور تنزل کی طویل داستان جو ربع مسکوں کی تمام داستانوں سے مختلف ہے، اسے ابھی تک یاد ہوگی۔ اگرچہ اس داستان کا کوئی حصہ بھی دل چسپی سے خالی نہیں لیکن اس وقت ہمارے سامنے اس کا وہ رنگین باب ہے جب کہ مغرب ومشرق کی وادیاں، پہاڑ اور صحرا مسلمانوں کے سمندِ اقبال کے قدم چوم رہے تھے اور ان کی خارا شگاف تلواروں کے سامنے ایران اور روما کے سلطان عاجز آ چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ترکستان اندلس اور ہندوستان کی سرزمین مسلمانوں کو قوتِ تسخیر کے امتحان کی دعوت دے رہی تھی۔

بصرہ سے کوئی بیس میل کے فاصلے پر سرسبز وشاداب نخلستان کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی تھی، جس کے ایک سیدھے سادے مکان کے صحن میں صابرہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت عصر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف تین بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ لڑکوں نے ہاتھوں میں لکڑی کی دو چھوٹی چھوٹی چھڑیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ لڑکی غور سے ان کی حرکات کا معائنہ کر رہی تھی۔ بڑے لڑکے نے چھڑی گھماتے ہوئے چھوٹے کی طرف دیکھا اور کہا۔

''دیکھو نعیم! میری تلوار!''

چھوٹے لڑکے نے بھی اپنی چھڑی گھمائی اور کہا۔

''میرے پاس بھی تلوار ہے۔ آؤ ہم جنگ کریں۔''

''تم رو پڑو گے۔'' بڑے لڑکے نے کہا۔

''نہیں۔ تم رو پڑو گے!'' چھوٹے لڑکے نے جواب دیا۔

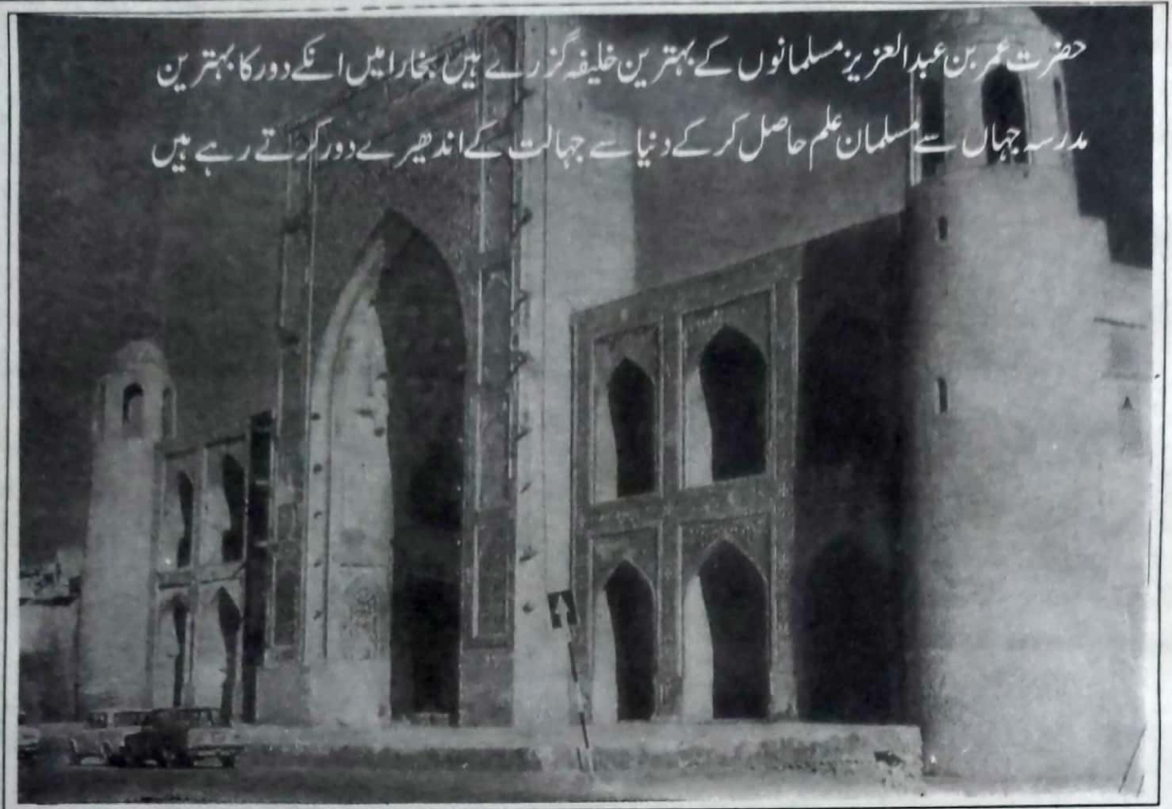
''تو پھر آؤ۔'' بڑے نے تن کر کہا۔



معصوم بچے ایک دوسرے پر وار کرنے لگے اور لڑکی قدرے پریشان ہو کر یہ تماشا دیکھنے لگی۔ اس لڑکی کا نام عذرا تھا۔ چھوٹے لڑکے کا نام نعیم اور بڑے کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ نعیم سے تین سال بڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی لیکن نعیم کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ واقعی میدانِ کارزار میں کھڑا ہے۔ نعیم وار کرتا اور عبداللہ متانت سے روکتا۔ اچانک نعیم کی چھڑی اس کے بازو پر لگی۔ عبداللہ نے قدرے غصے میں آ کر وار کیا۔ اب نعیم کی کلائی پر چوٹ لگی۔ اور اس کے ہاتھ سے چھڑی گر پڑی۔

عبداللہ نے کہا۔ ''دیکھو اب رونا مت۔''

''میں نہیں، تم رو پڑو گے۔'' نعیم نے



غصّے سے لال پیلا ہوتے ہوئے جواب دیا اور زمین سے ایک ڈھیلا اُٹھا کر عبداللہ کے ماتھے پر دے مارا۔ اس کے بعد اس نے اپنی چھڑی اُٹھالی اور گھر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ عبداللہ بھی سر سہلاتا ہوا اس کے پیچھے بھاگا لیکن اتنی دیر میں نعیم صابرہ کی گود میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''امی! بھائی مارتا ہے۔'' اس نے کہا۔

عبداللہ غصّے سے ہونٹ کاٹ رہا تھا لیکن ماں کو دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

ماں نے پوچھا۔ ''عبداللہ! کیا بات ہے؟''

اُس نے جواب دیا۔ ''امی! اس نے مجھے پتھر مارا ہے۔''

''تم لڑے کیوں تھے بیٹا؟'' صابرہ نے نعیم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''ہم تلواروں سے جنگ کر رہے تھے۔ اس نے میرا ہاتھ توڑ دیا۔ پھر میں نے بھی بدلہ لیا۔''

''تلواروں سے؟ تلواریں تم کہاں سے لائے؟''

''یہ دیکھو امی!'' نعیم نے اپنی چھڑی دکھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ لکڑی کی ہے لیکن مجھے لوہے کی تلوار چاہیے۔ لے دو نا۔ میں جہاد پر جاؤں گا۔''

کم سن بیٹے کے منہ سے جہاد کا لفظ سننے کی خوشی وہی مائیں جان سکتی ہیں جو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو لوری دیتے وقت یہ گایا کرتی تھیں۔

''اے ربِ کعبہ! میرا یہ لال مجاہد بنے اور تیرے محبوب کے لگائے ہوئے درخت کو جوانی کے خون سے سیراب کرے۔''

نعیم کی زبان سے تلوار اور جہاد کے الفاظ سن کر صابرہ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور اس کے رگ و ریشہ میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس نے فرطِ انبساط سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ماضی اور حال کو فراموش کر چکی تھی اور تصور میں اپنے بیٹوں کو نوجوان مجاہدوں کے لباس میں خوبصورت گھوڑوں پر سوار میدانِ جنگ میں دیکھ رہی تھی۔

وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے لال دشمن کی صفوں کو چیرتے اور روندتے ہوئے جا رہے ہیں اور دشمن کے گھوڑے اور ہاتھی ان کے بے پناہ حملوں کی تاب نہ لا کر آگے آگے بھاگ رہے ہیں۔ اس کے نوجوان بیٹے ان کے تعاقب میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریاؤں میں گھوڑے ڈال رہے ہیں۔ وہ دشمن کے نرغے میں کئی بار اٹھ اٹھ کر گرتے ہیں اور بالآخر زخموں سے نڈھال ہو کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے خاموش ہو جاتے ہیں۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ جنت کی حوریں ان کے لیے شرابِ طہور کے جام لیے کھڑی ہیں۔ صابرہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور سجدے میں سر رکھ کر دعا مانگی۔

نعیم کی زبان سے تلوار اور جہاد کے الفاظ سن کر صابرہ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور اس کے رگ و ریشہ میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس نے فرطِ انبساط سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ماضی اور حال کو فراموش کر چکی تھی اور تصور میں اپنے بیٹوں کو نوجوان مجاہدوں کے لباس میں خوبصورت گھوڑوں پر سوار میدانِ جنگ میں دیکھ رہی تھی۔

''اے زمین و آسمان کے مالک! جب مجاہدوں کی مائیں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تو میں کسی سے پیچھے نہ رہوں گی۔ ان بچوں کو اس قابل بنا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی روایات کو قائم رکھ سکیں۔''

ہمارے کالجوں، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں پلے ہوئے نوجوان کا علم اور عقل پہاڑوں کی بلندی اور سمندروں کی گہرائی کو خاطر میں نہ لانے والے مجاہدوں کے دلوں کا راز کیسے جان سکتی ہے۔ رباب کے تاروں کی جنبش کے ساتھ لرز جانے والے نازک مزاج انسانوں کو تیروں اور نیزوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے والے جواں مردوں کی داستانیں کس قدر حیرت زا معلوم ہوں گی۔ اپنے گھونسلے کے اردگرد چکر لگانے والی چڑیا عقاب کے اندازِ پرواز سے کس طرح واقف ہو سکتی ہے۔

صابرہ کا بچپن اور جوانی زندگی کے ناہموار ترین راستوں سے گزر چکے تھے۔ اس کے رگ و ریشہ میں عرب کے ان شہسواروں کا خون تھا جو کفر و اسلام کی ابتدائی جنگوں میں اپنی تلواروں کے جوہر دکھا چکے تھے۔ ان کا دادا جنگِ یرموک سے غازی بن کر لوٹا اور قادسیہ میں شہید ہوا۔ وہ بچپن ہی سے غازی اور شہید کے الفاظ سے آشنا تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جب وہ اپنی توتلی زبان سے ابتدائی حروف ادا کرنے کی کوشش کیا کرتی تو اس کی ماں کا سکھلایا ہوا پہلا

فقرہ ''ابا غازی'' اور چند دنوں کے بعد کا سبق ''ابا شہید'' تھا۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے کے بعد اس کی جوانی اور بڑھاپے سے ہر وہ توقع کی جاسکتی تھی جو ایک مسلمان فرض شناس عورت سے وابستہ کی جاسکتی ہے۔ وہ بچپن میں عرب عورتوں کی شجاعت کے افسانے سنا کرتی تھی۔ بیس سال کی عمر میں اس کی شادی عبدالرحمٰن کے ساتھ ہوئی۔ نوجوان شوہر ایک مجاہد کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھا اور وفا شعار بیوی کی محبت اسے گھر کی چار دیواری میں بند کر دینے کی بجائے ہمیشہ جہاد کے لیے اُبھارتی رہی۔

عبدالرحمٰن جب آخری مرتبہ جہاد پر روانہ ہوا تو اس وقت عبداللہ کی عمر تین سال اور نعیم کی عمر تین مہینے سے کچھ کم تھی۔ عبدالرحمٰن نے عبداللہ کو اٹھا کر گلے لگالیا اور نعیم کو صابرہ کی گود سے لے کر پیار کیا۔ چہرے پر قدرے ملال کے آثار پیدا ہوئے لیکن فوراً ہی مسکرانے کی کوشش کی۔ رفیقِ حیات کو میدانِ جنگ کی طرف رخصت ہوتا دیکھ کر صابرہ کے دل میں تھوڑی دیر کے لیے طوفان سا اُمڈ آیا لیکن اس نے اپنی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسوؤں کو بہنے کی اجازت نہ دی۔

عبدالرحمٰن نے کہا۔ ''صابرہ مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر میں جنگ سے واپس نہ آیا تو میرے بیٹے تلواروں کو زنگ آلود نہ ہونے دیں گے۔''

''آپ تسلی رکھیں۔'' صابرہ نے جواب دیا۔ ''میرے لال کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔''

عبدالرحمٰن نے خدا حافظ کہہ کر گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھا۔ صابرہ نے اس کے رخصت ہونے کے بعد سجدے میں سر رکھ کر دعا کی۔

''اے زمین و آسمان کے مالک! اسے ثابت قدم رکھنا۔''

جب شوہر اور بیوی صورت اور سیرت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے لیے قابلِ رشک ہوں تو محبت کے جذبات کا کمال کی حد تک پہنچ جانا کوئی نئی بات نہیں۔ بے شک صابرہ اور عبدالرحمٰن کا تعلق جسم اور روح کا تعلق تھا اور رخصت کے وقت لطیف جذبات کو اس طرح دبالینا کسی حد تک عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن وہ کون سا عظیم الشان مقصد تھا جس کے لیے یہ لوگ دنیا کی تمام خواہشات اور تمناؤں کو قربان کر دیتے تھے؟ وہ کونسا مقصد تھا جس نے تین سو تیرہ کو ایک ہزار کے مقابلے میں لا کھڑا کیا تھا؟ وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مجاہدوں کو دریاؤں اور سمندروں میں کودنے، تپتے ہوئے وسیع صحراؤں کو عبور کرنے اور فلک بوس پہاڑوں کو روندنے کی قوت عطا کی تھی؟

ان سوالات کا جواب ایک مجاہد ہی دے سکتا ہے۔

عبدالرحمٰن کو رخصت ہوئے سات مہینے گزر چکے تھے۔ اس بستی کے چار اور آدمی بھی اس کے ہمراہ گئے تھے۔ ایک دن عبدالرحمٰن کا ایک ساتھی واپس آیا اور اونٹ سے اترتے ہوئے صابرہ کے گھر کی طرف بڑھا۔ اس کے آتے ہی بہت سے لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہوگئے۔ کسی نے عبدالرحمٰن کے متعلق پوچھا۔ نووارد نے کوئی جواب نہ دیا اور چپ چاپ صابرہ کے مکان میں داخل ہوگیا۔

صابرہ نماز کے لیے وضو کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر اٹھی۔ نووارد آگے بڑھا اور چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوگیا۔

صابرہ نے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پا کر پوچھا۔

''وہ نہیں آئے؟''

''وہ شہید ہوگئے۔''

''شہید!'' ضبط کے باوجود صابرہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطرے بہہ نکلے۔ نووارد نے کہا۔ ''اپنے آخری لمحات میں جب وہ زخموں سے چور تھے۔ انہوں نے یہ خط مجھے اپنے خون سے لکھ کر دیا تھا۔''

صابرہ نے اپنے شوہر کا آخری خط کھول کر پڑھا۔

''صابرہ! میری آرزو پوری ہوئی۔ اس وقت جب کہ میں زندگی کے آخری سانس پورے کر رہا ہوں۔ میرے کانوں میں ایک عجیب راگ گونج رہا ہے۔ میری روح جسم کی قید سے آزاد ہوکر اس راگ کی گہرائیوں میں کھو جانے کے لیے پھڑ پھڑا رہی ہے۔ میں زخموں سے چور ہونے کے باوجود ایک فرحت سی محسوس کرتا ہوں۔ میری روح ایک ابدی سرور کے سمندر میں غوطے کھا رہی ہے۔ میں اس بستی کو چھوڑ کر ایک ایسی دنیا میں جا رہا ہوں جس کا ہر ذرہ اس دُنیا کی تمام رنگینیاں اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے۔

میری موت پر آنسو نہ بہانا۔ میں اپنے مقصود کو پا چکا ہوں۔ یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم سے دور جا رہا ہوں۔ ہم کسی دن ایسے مقام پر اکٹھے ہوں گے جو دائمی سرور کا مرکز ہے۔ جہاں کی صبح شام سے اور بہار خزاں سے آشنا نہیں۔ یہ مقام اگرچہ چاند اور ستاروں سے کہیں بلند ہے مگر مردِ مجاہد وہاں ایک ہی جست میں پہنچ سکتا ہے۔ عبداللہ اور نعیم کو اس مقام پر پہنچ جانے کا راستہ دکھانا تمہارا فرض ہے۔ میں تمہیں بہت کچھ لکھتا مگر میری روح جسم کی قید سے آزاد ہونے کے لیے بے قرار ہے۔ میں آقائے نامدار کے پاؤں چومنے کے لیے بے تاب ہوں۔ میں تمہیں اپنی تلوار بھیج رہا ہوں۔ بچوں کو اس کی قدر و قیمت بتانا۔ جس طرح میرے لیے تم ایک فرض شناس بیوی تھیں۔ میرے بچوں کے لیے ایک فرض شناس ماں بننا۔ ماںتا کو اپنے ارادوں میں حائل نہ ہونے دینا۔ انہیں یہ بتانا کہ مجاہد کی موت کے سامنے دنیا کی زندگی بے حقیقت اور ہیچ ہے۔'' (تمہارا شوہر)



میری موت پر آنسو نہ بہانا۔ میں اپنے مقصود کو پا چکا ہوں۔ یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم سے دور جا رہا ہوں۔ ہم کسی دن ایسے مقام پر اکٹھے ہوں گے جو دائمی سرور کا مرکز ہے۔ جہاں کی صبح شام سے اور بہار خزاں سے آشنا نہیں۔ یہ مقام اگرچہ چاند اور ستاروں سے کہیں بلند ہے مگر مردِ مجاہد وہاں ایک ہی جست میں پہنچ سکتا ہے۔ عبداللہ اور نعیم کو اس مقام پر پہنچ جانے کا راستہ دکھانا تمہارا فرض ہے۔

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں ● یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

INTERNATIONAL

دعوتِ اسلام

ماھنامہ

کراچی

sue No.1 Vol.4, May. 2002.

Rs.15.00



یا اللہ عزوجل

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماہنامہ دعوتِ اسلام کراچی

☆ جلد نمبر: 1 ☆ شمارہ نمبر: 4 ☆ مئی 2002ء

چیف ایڈیٹر:۔ ناصر علی جہانگیر
ایڈیٹر:۔ نشید اللہ قادری
خصوصی تحریر:۔ فقیہ العصر الحاج مولانا مفتی محمد امین مدظلہ العالی
جنرل منیجر:۔ محمد ندیم قادری
لے آؤٹ ڈیزائنر:۔ اختر حسین
کمپیوٹر ڈیزائننگ:۔ سید ساجد عالم
پبلشر:۔ ناصر علی جہانگیر
پرنٹر:۔ ہمدرد پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

☆.☆ ضروری معلومات وہدایات ☆.☆

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/15 روپے، سالانہ چندہ =/180 روپے، بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔ اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر ہر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی، اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202 روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کیلئے 180 روپے منی آرڈر کریں، کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے، آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے، کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ 7 دینا ہے، انگلینڈ و دیگر ممالک میں فی پرچہ ایک پونڈ سالانہ چندہ دس پونڈ ہے۔ امریکہ میں فی پرچہ دو ڈالر اور سالانہ چندہ بیس ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کیلئے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں، خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخنامہ اشتہارات:۔ آخری صفحہ ٹائٹل مکمل فی اشاعت 500 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت فور کلر 2500 روپے، عام صفحات فی صفحہ فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات مضمون اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے | سالانہ چندہ 180 روپے

دفتر:۔ 35، چوتھی منزل رمضان چیمبرز بلمور یا اسٹریٹ آف آئی آئی چندریگر روڈ کراچی
موبائل نمبر:۔ 0320-4066861

اس شمارے میں

نورِ ہدایت



لوگو! بچو، اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جبکہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا۔ فی الواقع اللہ عزوجل کا وعدہ سچا ہے۔ پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکہ باز تم کو اللہ عزوجل کے معاملے میں دھوکہ دینے پائے۔

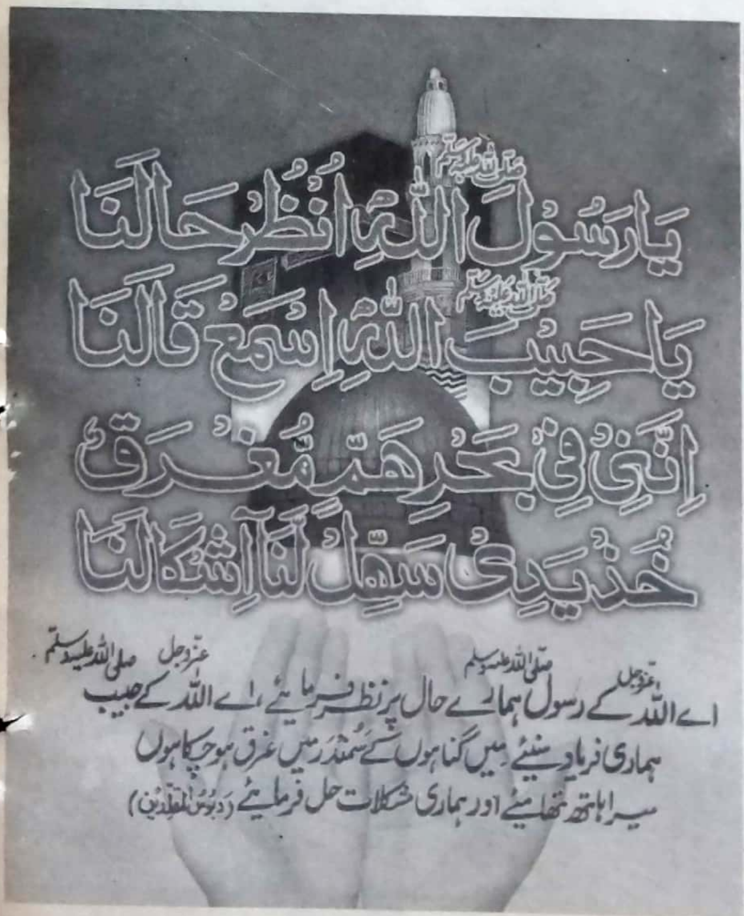
اس گھڑی کا علم اللہ عزوجل کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے، اللہ عزوجل ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

(سورۂ لقمان.....آیات: 33-34)

نورِ نبوّت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ عزوجل کے حضور معافی اور بخشش کی التجا و استدعا کی تو وہ سیاہ نقطہ زائل ہو کر قلب صاف ہو جاتا ہے، اور اگر اس نے گناہ کے بعد توبہ و استغفار کی بجائے مزید گناہ کئے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ قلب پر چھا جاتی ہے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان خطا کار ہے اور گناہگاروں میں وہ بہتر ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)



عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ماہ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے۔ جس کی آغوش میں نور مبین کے جلوے قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ جب فرمان خداوندی:

و ذکرھم بایام اللہ۔

آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرنی ہے۔ جو سید ایام اللہ یعنی یوم ولادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یہ وہ مبارک دن ہے۔ جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔

اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت، ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشریح: عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذات پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقت محمدی ﷺ ہے اور اس دار دنیا میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا پیدا ہونا ولادت محمدی ﷺ ہے اور چالیس سال کی عمر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا وحی نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثت محمدی ﷺ ہے۔ اب اس اجمالی گفتگو کے بعد تفصیل کی طرف آیئے اور سب سے پہلے خلقت محمدی ﷺ کا بیان قرآن اور حدیث کی روشنی میں۔

خلقت محمدی ﷺ

حافظ محمد زبیر حسین

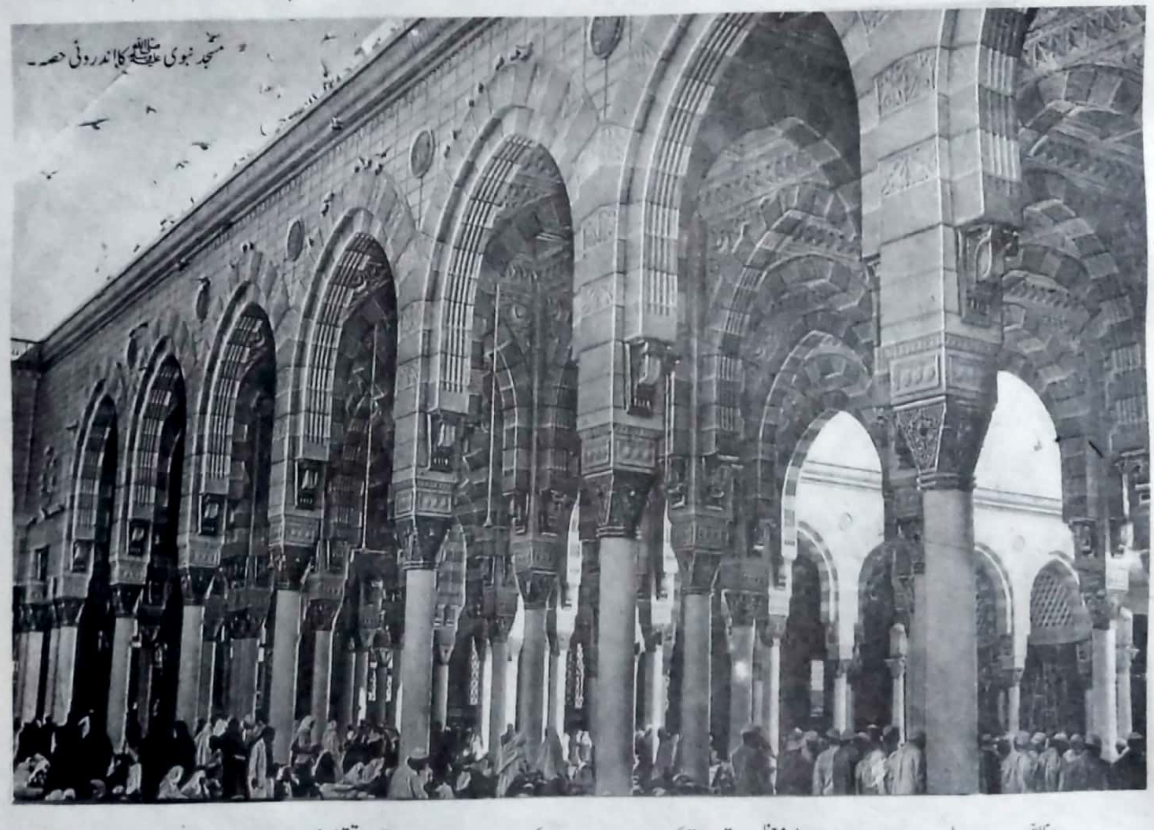
اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے۔ جس کا مقتضا یہ ہے کہ ذات محمدی ﷺ بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ۔ ''اور جب لیا اللہ (عزوجل) نے عہد نبیوں سے جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے پاس رسول معظم جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے۔ اور اس کی ضرور مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر جو کوئی پھر جائے۔ اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔''

ترجمہ۔ ''اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب! بولے کیوں نہیں۔ (بے شک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔''

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور ﷺ کے نفس قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ عزوجل کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار کیا۔ اس واقعے کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفوی علیہ التحیہ والثنا مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔ نیز فرمایا:

ترجمہ۔ ''اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو بیٹا ہے مریم کا اور لیا ہم نے ان سے پکا اقرار۔''



مسجد نبوی ﷺ کا اندرونی حصہ۔

اللہ عزوجل کے راستے کا مجاہد، حج وعمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے مہمان ہیں وہ جو دعا کرتے ہیں اللہ عزوجل قبول فرماتے ہے اور جو مانگتے ہیں اللہ عزوجل عطا فرماتا ہے (الحدیث)

اس آیت کریمہ جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر عہد لیا وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ عہد و اقرار کرایا یہ واقعہ بھی عالم ارواح کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اسی وقت نہ ہوگئی ہوتی تو اس کا عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ امر کہ خلقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح ارشادات پائے جاتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تو صراحتاً وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ:۔ ''سب رسول ہیں۔ فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ (عزوجل) نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے۔''

دوسری جگہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما ارسلناک الا رحمة للعلمین ٥

ترجمہ:۔ ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے۔''

اس آیت میں العلمین اس طرح اپنے عموم پر ہے۔ جیسے الحمد اللہ رب العالمین میں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں العلمین قرائن خارجیہ کی وجہ سے مخصوص ہے لیکن اس آیت کریمہ میں کوئی دلیل خصوصی نہیں پائی جاتی۔ بعض قرائن خارجیہ اس کے عموم کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ اللعلمین ہونا جہت رسالت سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں۔

لہٰذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے رسول ہوں گے۔ اسی کے لئے رحمت قرار پائیں گے۔ اب یہ معلوم کریجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے لئے رسول بن کر تشریف لائے؟ تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے۔

ارسلت الی الخلق کافة

ترجمہ:۔ ''میں ساری مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

جب وہ ساری مخلوق کے لئے رسول ہوئے تو رسول عالمین قرار پائے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہوں۔ ثابت ہوا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام عالمین کے لئے عام ہے اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لئے عام اور ما سویٰ اللہ کو محیط ہے۔

رہا یہ شبہ کہ کفار و مشرکین وغیرہ بدترین لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت نہیں۔ اس لئے کہ وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ظہور رحمت کے مراتب ہر ایک کے حق میں متفاوت ہیں۔ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے رحمت ہیں۔ اس بارے میں مومن و کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں۔'' مگر رحمت ہر ایک کے حق میں مختلف اور متفادت ہے کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لئے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے منہ پھیرا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

وسعت رحمتی کل شی

ترجمہ:۔ ''میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔''

مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن و رحیم ہونے میں کچھ فرق آئے گا؟ ''یا کل شئی'' کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائے گا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نہیں یہ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ

مجھے در پہ پھر بلانا مدنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے در پہ پھر بلانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم
مئے عشق بھی پلانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

تری جب کہ دید ہوگی جبھی میری عید ہوگی
مرے خواب میں تم آنا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے سب ستا رہے ہیں مرا دل دُکھا رہے ہیں
تمھیں حوصلہ بڑھانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کرم بڑا کرم ہے ترے ہاتھ میں بھرم ہے
سرِ حشر بخشوانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

شہا! ایسا جذبہ پاؤں کہ میں خوب سیکھ جاؤں صلی اللہ علیہ وسلم
تری سُنّتیں سکھانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

تری سُنّتوں پہ چل کر مری روح جب نکل کر
چلے تم گلے لگانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

مرے والدین محشر میں گو بھول جائیں سرور صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے تم نہ بھول جانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

مری عادتیں ہوں بہتر بنوں سُنّتوں کا پیکر
مجھے مُتّقی بنانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں مبلّغ آقا صلی اللہ علیہ وسلم جتنے کرو دُور اُن سے فتنے
بُری موت سے بچانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

مرے غوث رضی اللہ عنہ کا وسیلہ رہے شاد سب قبیلہ
انھیں خُلد میں بسانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

مری آنے والی نسلیں ترے عشق ہی میں مچلیں
انہیں نیک تم بنانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

ترے غم میں کاش عطّار رہے ہر گھڑی گرفتار
غمِ مال سے بچانا مَدَنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

محمد الیاس قادری مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے۔ بعض افراد اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ رحمت خداوندی سے فائدہ اٹھائیں۔ معلوم ہوا کہ کسی کا رحمت سے فائدہ رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثنا، تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اور عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہوگئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد عالم کے لئے رحمت ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبہ ایجاد ہیں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایجاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی فرد ممکن وجود نہیں ہوسکتا۔ وجود ہے اور عدم اس کی ضد۔ کل موجودات نعمت وجود میں حضور ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ وجود کا سبب اور واسطہ ہو وہ یقیناً اس کے لئے رحمت ہے۔ رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہوتی ہے۔ وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے۔ چونکہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے حضور ﷺ کا وجود ہونا ضروری ہوگا۔ نیز یہ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور اکرم ﷺ کا عالمین سے پہلے موجود مخلوق ہونا ضروری ہے کیوں کہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور ﷺ کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان جلد 2 صفحہ 52 صاحب تفسیر روح المعانی نے صفحہ 96 پ 17 اسی آیت کے ذیل میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو یہاں فرمایا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فروغ سے پہلے ہوتا ہے۔ اس لئے ذات پاک محمد یہ ﷺ کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمدللہ خوب واضح ہوگیا کہ خلقت محمدی ﷺ تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

تیسری آیت جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ آیت کریمہ:

وانا اول المسلمین

ترجمہ:۔ ''یعنی میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔''

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں:

اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کی روح پاک کا ذرہ جو ہر مقدس جمیع کون یعنی تمام ماسوی اللہ پر مقدم ہے۔''

(عرائس البیان جلد 1 صفحہ 238)



مہر نبوی ﷺ جو اہم خطوط، مراسلات اور فرمانوں پر ثبت کی جاتی تھی۔

ظاہر ہے کہ اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ:۔ ''پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ہوسکتے ہیں۔ جب کہ حضور ﷺ سب سے پہلے ہوں۔''

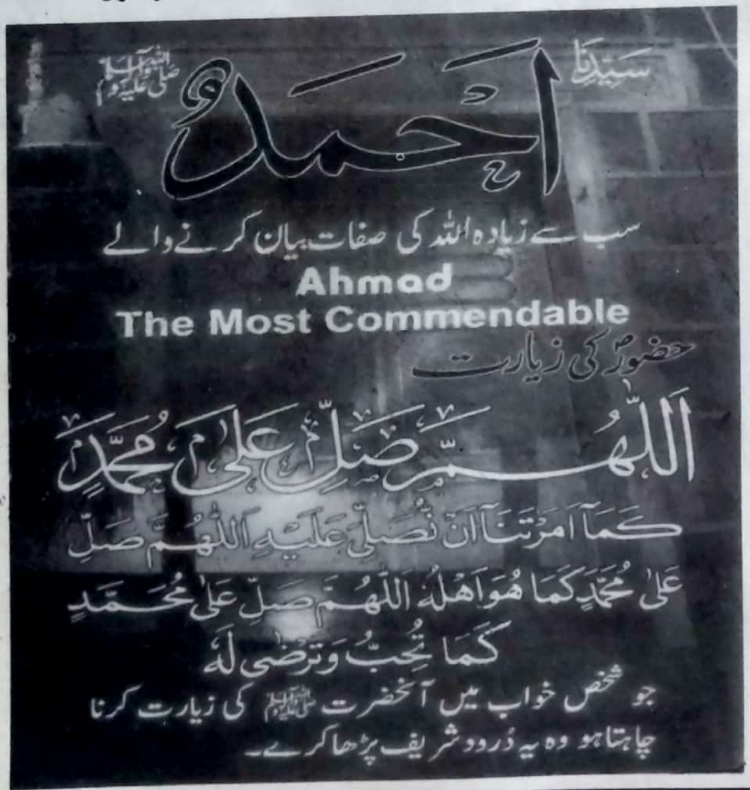
لہٰذا اس آیت سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔

اس آیت کے بعد احادیث میں مضمون کو ملاحظہ فرمائیے:

حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت امام عبدالرزاق صاحب مصنف نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے۔ جے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پہلے پیدا فرمایا؟'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ''اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ جنت تھی، نہ دوزخ تھی، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے قلم بنایا۔ دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے سے آسمان بنائے اور دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا۔ جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔''

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ



جو میرے ساتھ جہاد کرنے سے محروم رہا اسے چاہئے سمندر میں جہاد کرے۔ (حدیث)



(مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 9، سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 30، زرقانی جلد اول صفحہ نمبر 46)

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے جلیل القدر محدثین جیسے امام زرقانی اور امام ابن حجر مکی اور علامہ فارسی اور علامہ دیار بکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القریٰ، مواہب اللدنیہ مطالع المسرات خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اعتماد اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔

امام عبدالرزاق صاحب مصنف جو اس حدیث کے مخرج ہیں۔ امام احمد بن حنبل جیسے اکابر ائمہ دین کے استاد ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

صفحہ 311 جلد 6 امام احمد بن صالح مصری کہتے ہیں:

''میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا؟'' انہوں نے فرمایا ''نہیں۔'' امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ حدیقہ ندیہ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔''

اس حدیث کا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل النبوۃ میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فارسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی عقائد میں اہل سنت کے امام سیدنا ابوالحسن: اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔''

اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ''در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 2) پھر حدیث جابر کا مضمون بیان فرمایا کثیر التعداد جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا اس کی تصحیح فرمانا۔ اس پر اعتماد کر کے اس سے مسائل کا استنباط کرنا اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔ خصوصاً سیدنا عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث ثانی نوع ستین من آفات اللسان کی مسئلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق الحدیث الصحیح و زمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے جو اس حدیث کی صحت میں مدہ رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نور کی اضافت بیانیہ ہے اور نور سے مراد ذات ہے۔ (زرقانی جلد اول صفحہ 46) حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذات مقدسہ سے پیدا فرمایا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کا مادہ ہے۔ یا نعوذ باللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ عزوجل کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔

تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا

اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اس سے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لئے ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہور اول تھی۔ بغیر اس کے کہ ذات خداوندی نور محمدی ﷺ کا مادہ یا حصہ



یہ اللہ عزوجل کی شان ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کی شان مسلمان کو کیسے کیسے طریقے سے دکھاتا ہے گزشتہ دنوں پھلوں کے بادشاہ آم پر اسم محمد واضح طور پر ابھر کر سامنے آگیا جو کہ سرکار علیہ صلوٰۃ وسلام سے محبت کرنے والوں کے لیے ضرب اسلام نے خصوصی طور پر پیش کیا

اور جزو قرار پائے یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے جس کا سمجھنا ہمارے لئے ایسا ہی ہے۔ جیسا قرآن و حدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔ البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور



سے ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور آئینہ محمدی ﷺ نور ذات احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی ﷺ کو نور خداوندی سے قرار دینا صحیح ہوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا اور اس ایک شیشے سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ فیضان وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا۔

اس کے بعد اس شبے کو بھی دور کرتے جائیے کہ جب ساری مخلوق کے نور سے موجود ہوئی تو ناپاک، خبیث اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو گیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید توہین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارضی میں جمادات و نباتات اور کل معدنیات جملہ موالید اور جواہر اقسام کے حقائق لطیفہ اور خواص و اوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہے۔ اور کسی اچھی بری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا۔ نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کے لئے قباحت یا نقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا زہر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات و نباتات وغیرہ کے الوان طعوم و روائح، کھٹا میٹھا مزا، اچھی بری تو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لئے عار کا موجب نہیں کیوں کہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں جا سکتا ہے۔ البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج

ایک رات دن کی پہرے داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے۔(حدیث)

اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف و خواص پائے جاتے ہیں۔ جن کی بناء پر انہیں قبیح، ناپاک اور برا کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اس طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک پر نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں تو انوار محمدی ﷺ کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے معاذ اللہ کیوں کر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور حق میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ نجاستوں کا جو کھاد کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اس کے نجس اجزاء پودوں کی غذا بن کر غلہ اناج، پھول اور پھل سبزیوں اور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ اور وہی اجزائے غلیظ غلہ اور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں۔ جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے ہیں اور کسی قسم کا تردد دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاکی کے اثرات آتے ہیں۔ جو محض امور اعتباریہ ہیں۔ حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اس لئے کل مخلوق کا نور محمدی ﷺ سے موجد ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

تقسیم نور:

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نور محمدی ﷺ تقسیم ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا تو اس میں شعاع در شعاع بڑھتا گیا اور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس

مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا۔ دیکھئے (زرقانی علی المواہب جلد اول صفحہ 46) رہا یہ شبہ کہ نور محمدی ﷺ سے روح محمد ﷺ مراد ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں نور نبیک من نورہ وارد ہے۔ جس طرح نورہ میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے اللہ تعالیٰ مراد ہے۔ اسی طرح نور نبیک میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ لہٰذا ذات محمدی ﷺ کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس مقام پر یہ کہنا



سرکاری دو عالم نور مجسم جان کائنات حضرت محمد ﷺ کی وہ مقدس تلوار کہ جو ہمیشہ کفر و شرک کے خلاف [illegible] نیام رہی اور جب تک شمع رسالت ﷺ کے پروانوں نے اپنے آقا علیہ صلوٰۃ السلام کی جہاد کی سنت مبارکہ پر عمل کیا دنیا کی بڑی طاقتیں مسلمانوں کے سامنے سرنگوں رہی مگر جیسے ہی اس سنت اعظم کو مسلمانوں نے چھوڑ کر طاؤس و رباب کو اپنایا دنیا بھر کی ذلت ان کا مقدر بن گئی آج تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرانے کیلئے بے تاب ہے۔

صرف روح پاک نور ہے۔ جسم اقدس نور نہیں بلکہ بشری پر مبنی ہے۔ جسم اور اس کی لطافت اور نورانیت پر انشاء اللہ عزوجل ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔ سردست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حدیث جابر میں تمام اشیاء سے پہلے جس نور محمدی ﷺ کی خلقت کا بیان ہے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کا نور ہے اور وہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسیمہ کا جوہر لطیف کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا گیا ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفیٰ ﷺ کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا اور نور پاک ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود پشت آدم میں ہونے کے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پر وہ غالب ہو جاتا تھا۔'' یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ پشت آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف اجزائے جسمیہ ہے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں۔ نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں۔ جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آباء کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ سنگ بنیاد اور سبب اصلی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزاء نہیں۔ نہ روح کا کل ہیں۔ کیوں کہ ایک بدن میں ایک روح سما سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہتہً باطل ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک نہیں رکھی تھی۔ بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں۔ جو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (حدیث)

نورذات محمدی ﷺ کی شعاعیں تھیں۔

ارواح نبی آدم کا ان آباء کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ استقرر حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لئے بھیجتا ہے۔ اور چار باتیں لکھ دیتا ہے۔ اس کا عمل، عمر، رزق اور دوزخی یا جنتی ہونا پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (مشکوۃ صفحہ 20) پر معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ شکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ضروری ازالہ:

شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پشت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد ارواح نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ وہ ان کے اشخاص مثالیہ ہے۔ جو مثالی صورتوں میں ان کی پشت میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ نور محمدی ﷺ اپنی عزت وکرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا اور پشت آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمیہ کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے تھے۔ جو اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

تطبیق:

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا تھا۔ اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی ﷺ پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھی۔ جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے۔ دونوں تطبیق یہ ہے کہ جب نور مبارک پشت آدم علیہ السلام ہی میں تھا لیکن اپنے کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔

الحمد للہ عزوجل ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدن مبارک بھی نور تھا۔

صاحب روح المعانی حضور ﷺ کے اول خلق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول قبض میں واسطہ عظمیٰ ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے۔'' چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے ''سب سے پہلے وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ اے جابر۔''

(تفسیر روح المعانی صفحہ 96)

اس حدیث جابر مذکورہ کو مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب (نشر الطیب صفحہ 6) پر تفصیل سے لکھا ہے۔

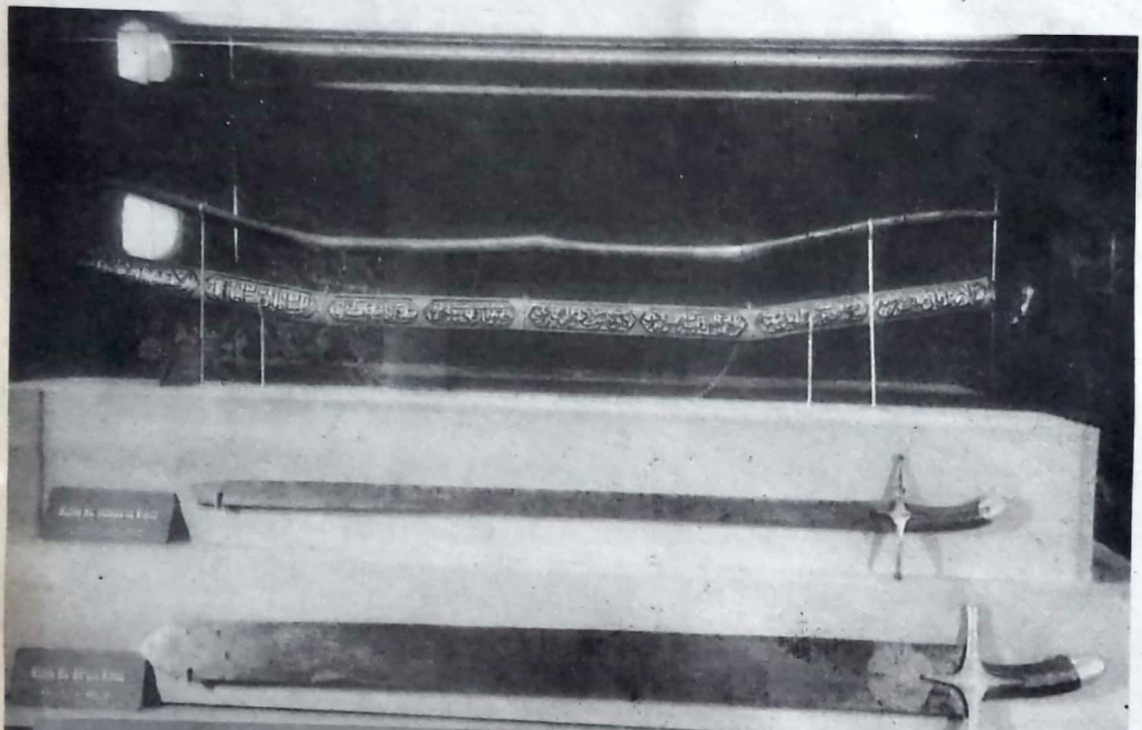
حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ:

امام احمد بیہقی و حاکم نے حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کیا۔ مشکوۃ شریف میں یہ بھی حدیث بہ روایت شرح السنہ مذکورہ ہے۔

(مواہب اللدینہ جلد 1، صفحہ 4)

ایک شبہ کا ازالہ:

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی دنیا میں تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی یہ معنی دنیا میں مستحق ہو سکتے ہیں۔ عالم ارواح میں ان کا معنی ثابت ہونا ممکن نہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔ یہ کہنا پڑے گا۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نہیں ہیں۔ اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔ کیوں کہ علم الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونا اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب ﷺ کو فائز فرما دیا بایں معنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے۔ اگرچہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کردے تو اس احادیث کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا۔ اس کا منصب جلیل پہلے ہی ثابت ہوگیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے سے ثابت تھا لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔ اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہوگیا کہ ثبوت کمال کے لئے اس وقت ظہور لازم نہیں۔ اسی لئے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم ﷺ تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی



مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی انتہائی خوبصورت تلواریں ترکی کے میوزیم توپ کاپی میں مسلمانوں کو عزت سے جینے کے لیئے دعوت جہاد دے رہی ہیں

ہوا۔

حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ترجمہ:۔''آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی۔ یہ روایت ترندی شریف کی ہے۔ اور علامہ ابوعیسیٰ ترندی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ابونعیم نے حلیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔

(مواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 6)

حدیث امام زین العابدین علی علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضرت امام زین العابدین اپنے والد ماجد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا''میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔''

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 29)

ازالہ شبہ:

اس روایت میں خلق آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کا ذکر ہے۔ حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے۔ یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار برس کا ذکر ہے۔ اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔ لہٰذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

حدیث ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا: آپ کی عمر کتنے سال ہے؟

عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اے جبرائیل! میرے رب کی عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔''

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 29، روح المعانی جلد 3 صفحہ 543)

آیات واحادیث کی روشنی میں بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت مبارک کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے آگیا اور اس اثناء میں بعض فوائد بھی مذکور ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ولادت محمدی ﷺ کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

ولادت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم:

بیان سابق میں یہ بات آچکی ہے کہ حضور ﷺ کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا۔ جوان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ نور مبین اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ ابونعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباؤاجداد سفاح سے پاک ہیں۔ یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم حوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا۔ جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی یا بے حیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے



ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔

(مواہب اللدنیہ جلد 1)

مشکوۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ سرکار ارشاد فرمارہے تھے کہ اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمالیا۔ (الخ)



دلائل النبوۃ میں ابونعیم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت لاتے ہیں۔ ام المومنین رسول ﷺ سے نقل کرتی ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا۔ میں نے حضرت محمد ﷺ جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا اور نہ خاندان بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 26)

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابوبکر ابن مروہا سے اور وہ ابوسعید بن عمرو انصاری سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد ماجد سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ ایک جوان ہوگئے۔ تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا۔ سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے۔ وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والدین ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا، اس واقعے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس نوجوان کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قبیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جناب عبداللہ اپنی والدہ کے شکم مبارک میں جلوہ گر ہوئے۔

جناب عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان کی پیشانی میں چمکتا رہا۔ جب مکہ میں قحط ہوتا تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل شبیر کی طرف جاتے اور ان کے ذریعے سے تقریب خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو نور محمدی ﷺ کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برتی۔



اللہ تعالی کی شان کے بکری پر اسم محمد ﷺ نمایاں ظاہر ہے

(مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 15)

ابو نعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے بطریق عطا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند جلیل جناب عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی جو یہودیہ ہوگئی تھی اور وہ کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی۔ اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بلانے لگی۔ مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا۔

(مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 19)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباد امہات الی آدم وحوا علیہما السلام کے زنا و فاحشی سے پاک ہونے پر اجماع امت ہے۔ البتہ ہر فرد کے مومن ہونے میں اختلاف ہے۔ رواحض نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباء کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضرورت ایمان سے قرار دیا اور اہل سنت نے ان کو ظنی اور مجتہد چنہ مانا اسی وجہ سے اس مسئلے میں علماء کے اقوال مختلف ہوگئے لیکن متاخرین جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کل آباء وامہات مومن و مواحد ہیں اور کسی کا کفر و شرک قطعاً ثابت نہیں اب محققین متاخرین کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ محاورات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے۔ اور جن روایات میں ''ان ابی اوباک فی النار'' آیا ہے۔ وہاں بھی لفظ اب سے ابولہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کے لئے حضور ﷺ کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ

غیر نبی اور غیر رسول کے لئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ایام فترۃ میں تھے۔ اس لئے ان کی نجات کے لئے اعتقاد توحید کافی تھا۔ کسی شریعت و احکام الٰہی کا اس وقت وجود نہ تھا۔ جس کی وجہ سے کوئی گناہ قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا۔ لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تا کہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ماجدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان بھی اس لئے نہ تھا کہ معاذ اللہ وہ کفر پر مرے تھے بلکہ صرف اس لئے ان کو زندہ کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی بابت۔

یعنی موت حضور ﷺ کی نبوت اور اسلام ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی جو کفر جاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ بحالت کفر مرے ہوں۔

ملا علی قاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین معظمین کے کفر پر بہت زور دیا ہے لیکن اخیر میں رجوع کر لیا۔ اور توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ (حاشیہ نیز حاشیہ نمبر 5 صفحہ 526) پر ہے۔

ونقل توبة عن ذلك في النقوز

المستحسن

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا۔ اہل علم پر مخفی نہیں اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا ایسی بات کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلے کے سوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ خوش عقیدگی ضائع ہونے والی چیز نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور وہ اس قول شنیع سے تائب ہونے کا فقیر کا رجحان طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے علاوہ بھی خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہوگئی ہے۔ ان کے حق میں بھی ہمیں یہی حسن ظن رکھنا چاہئے کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توفیق توبہ عطا فرمادی ہوگی۔

وما ذلك على الله بعزيز

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علماء کا وہ کلام جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے۔ درحقیقت وہ ان روافض کا رد ہے۔ جو اس مسئلے کو قطعی قرار دے کر اسے ضرورت دین میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے منوان کلام کالت الشيعة اور اس کے بعد قال اصحابت سے واضح ہے۔ یہ نہیں کہ ان کا یہ کلام اہل سنت کے رد میں ہے اور معاذ اللہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ کو ایذا پہنچائی ہو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!



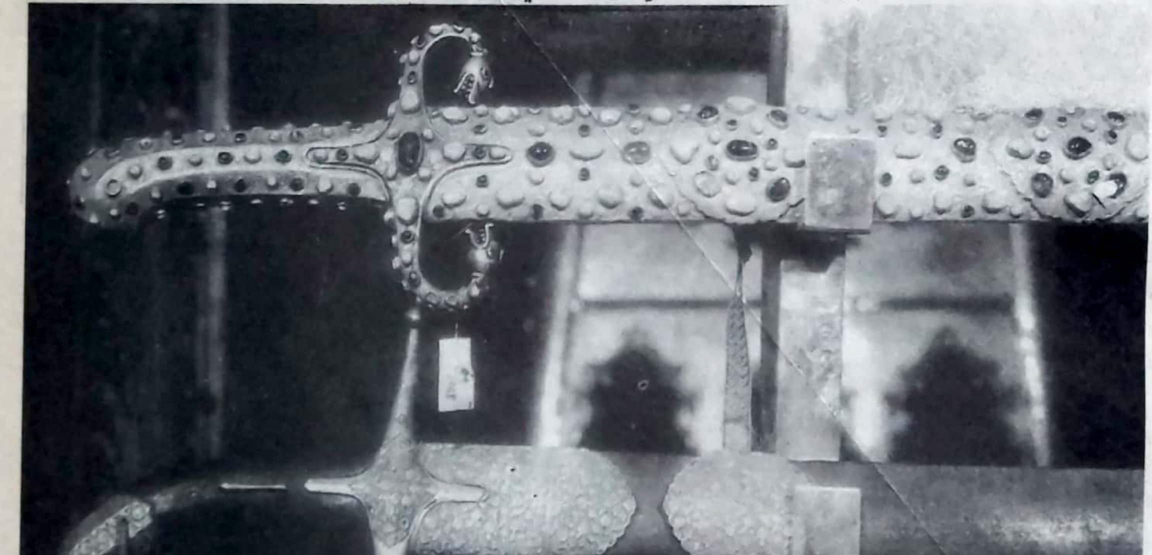
مواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ جب اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ معاذ اللہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے آیا تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہوا اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔

(مواہب اللدنیہ، جلد اول صفحہ 15)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ لے گئے تھے۔ انہیں چھڑانے کے لئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت و ہیبت نور مقدس کی وجہ سے ابرہہ ازراہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اترا پھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔

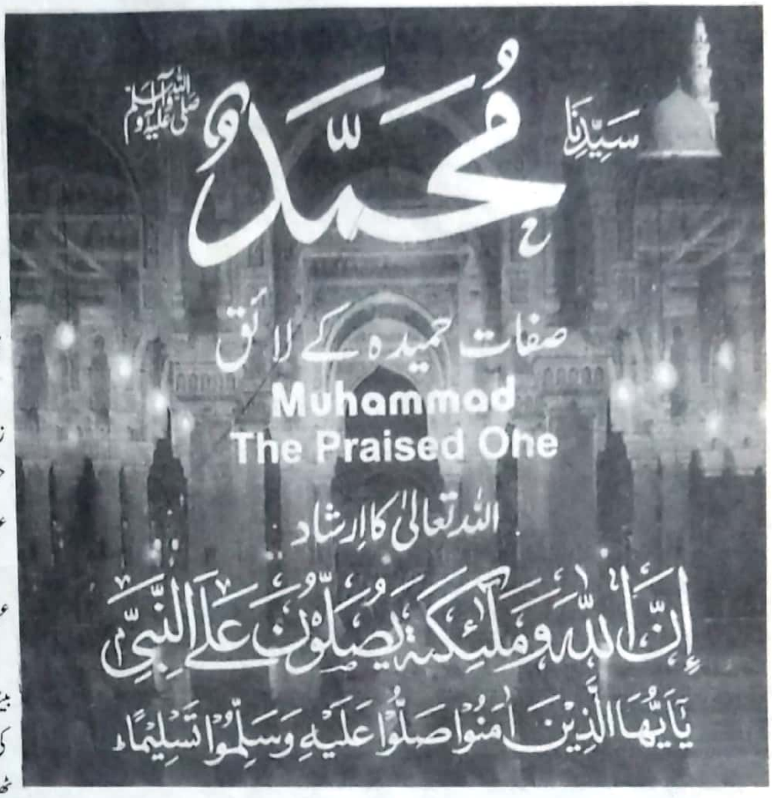
(مواہب اللدنیہ جلد 1 تاریخ حبیب الٰہ)

ابرہہ نے لشکر دینے کے لئے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے



مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی تلوار مبارکہ کو خوبصورت یاقوت اور ہیروں کے بنے ہوئے دستوں سے مزین کیا گیا ہے

بدترین آوازیں دو ہیں۔ راگ اور نوحہ گری۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)



چہرے کو دیکھا تو فوراً جھک گیا اور اس کی زبان لرزنے لگی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت خرائے مارنے لگتا ہے۔ جب ہوش آیا تو عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریش ہیں۔ (مواہب اللدینہ، جلد اول صفحہ 15)

ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ کا ہاتھی تھا۔ باقی سب ہاتھ سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے سجدہ کرلیا کرتے تھے اور اس بڑے ہاتھی نے (باوجود سدھائے ہونے کے بھی) ابرہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لائے تو اس نے سائیس کو حکم دیا کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھ کو حاضر کرے جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرے پر نظر کی تو اس کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا۔ جیسے اونٹ بیٹھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی دی، ہاتھی نے کہا،

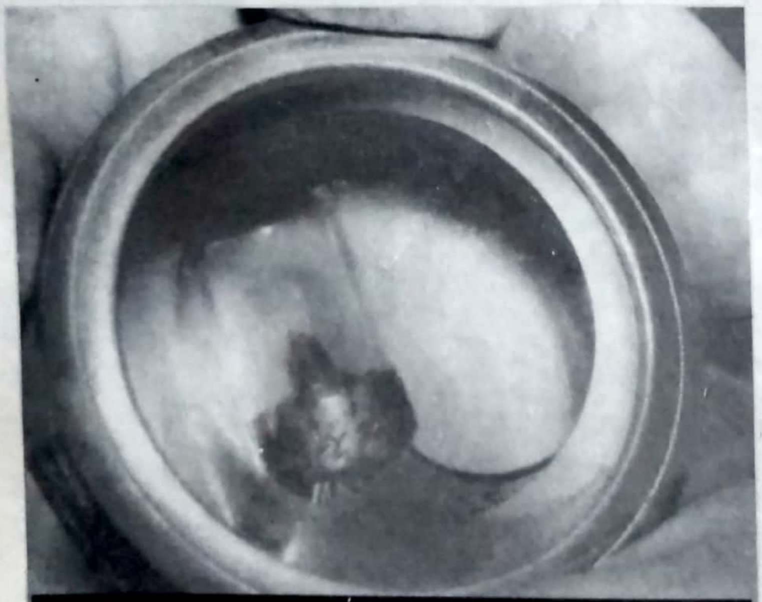
''سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے۔ اے عبدالمطلب۔'' (مواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 16/15 انسان العیون جلد 1 صفحہ 57)

عبدالمطلب کی مدد اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قربانی:

ابتداء میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک صاحب زادے حارث تھے۔ آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معاون ہوں تو ان میں سے ایک بیٹھے کی قربانی دوں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب زم زم کھودنے میں مصروف ہو گئے اور یہ کام ان کے لئے بڑی عزت و فخر کا موجب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹھے پورے کر دیئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

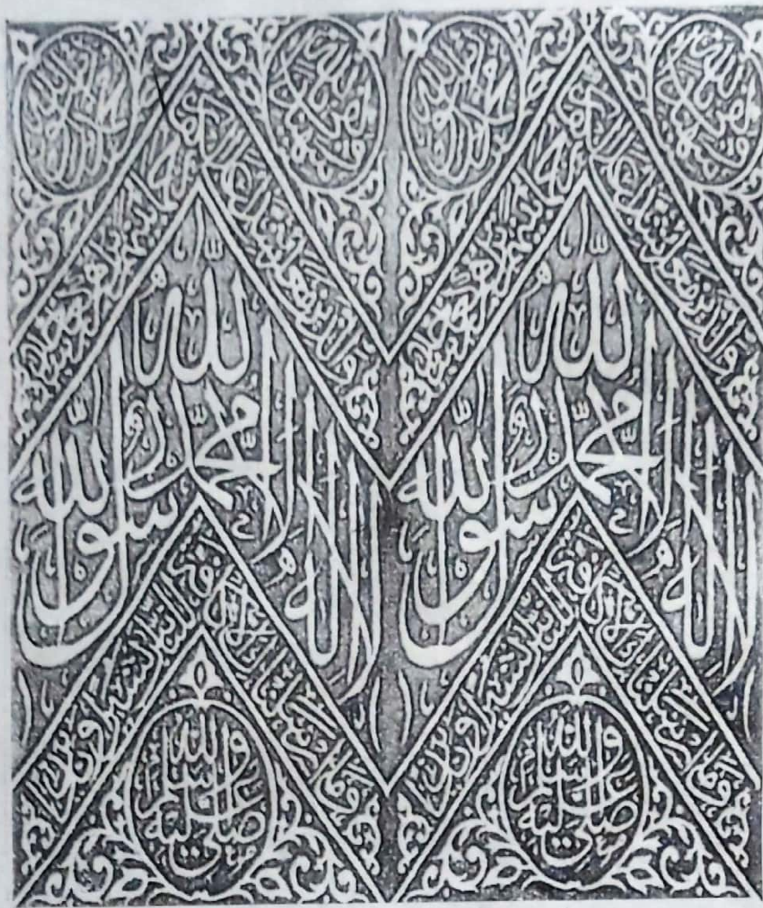
حارث، زبیر، حجل، فرار، حقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابو طالب، عبداللہ۔

اب بیٹوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو ایک رات جناب عبدالمطلب کعبہ مطہرہ کے پاس قیام لیل میں مشغول تھے۔ خواب میں دیکھا ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ عبدالمطلب اس بیت (کعبہ شریف) کے رب کی جو نذر مانی تھی۔ وہ پوری کیجئے۔


سرکار دو عالم ﷺ کا موئے مبارک بے قرار دلوں کیلئے چین کا باعث ہے (ضرب اسلام فوٹو سروس)

عبدالمطلب مرعوب ہو کر گھبراتے ہوئے اٹھے۔ اور حکم دیا فوراً ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء و مساکین کو کھلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر اگلی رات سوئے تو خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے ''اس سے بڑی چیز قربان کیجئے'' بیدار ہو کر اونٹ قربان کر دیا اور مساکین کو کھلا دیا پھر اگلی رات سوئے تو ندا آئی اس سے بھی بڑی چیز قربان کیجئے۔ فرمایا اس سے بڑی چیز کیا ہے؟ ندا دینے والے نے کہا ''اپنے ایک بیٹے کی قربانی دیجئے۔ جس کی آپ نے نذر مانی تھی۔'' آپ یہ سن کر غمگین ہوئے اور اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وفا نذر کی طرف دعوت دی۔ سب نے کہا ''ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ ہم سے جس کو چاہیں ذبح کر دیں۔'' آپ نے فرمایا قرعہ اندازی کرلو۔ قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا جو جناب عبدالمطلب کے محبوب ترین بیٹے تھے۔ قرعہ نکلنے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا۔ چھری لی اور ذبح کرنے کے لئے چل دیئے۔ جب چھری پھیرنے کا ارادہ کیا تو سادات قریش سب جمع ہو کر آ گئے۔ اور عبدالمطلب سے کہنے لگے ''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا ''میں اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں۔'' سرداران قریش بولے کہ ہم آپ کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر کر کے سبکدوش ہو جائیں اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کے لئے بیٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہو جائے گی۔ سرداران قریش نے مشورہ کر کے جناب عبدالمطلب سے کہا۔ چلئے فلاں کاہنہ کے پاس جس کا نام قطبہ ہے (بعض نے اس کاہنہ کا نام سجاح بھی بتایا ہے) شاید وہ آپ کو ایسی بات بتائے۔ جس میں آپ کے لئے کشادگی اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کاہنہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا ''تم میں خون بہا کتنا ہوگا۔ کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے بتایا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کریں اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکل آئے تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ ڈالیں۔ اور جب تک عبداللہ کا نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں۔ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام کا قرعہ نکل آئے تو اونٹوں کو حضرت عبداللہ

گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر پہرہ دینے والا جب صبح کرتا ہے تو جنت اس پر واجب ہو چکی ہوتی ہے۔ (حدیث)



روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاف کا نمونہ

کی بجائے ذبح کریں۔ وہ قربانی گویا عبداللہ کی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہر قرعہ پر عبداللہ کا نام نکلتا رہا اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹ تک پہنچے تو جناب عبداللہ کی بجائے اونٹوں کے نام قرعہ نکلا اور سو اونٹوں کو قربان کر دیا گیا۔ یہ قربانی اونٹوں کی نہیں بلکہ جناب عبداللہ (حضور ﷺ کے والد ماجد) کی قربانی قرار پائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب

(انتہی، مواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 16 ۔17)

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے بیٹا ذبح کرنے کی نذر اس وقت مانی تھی۔ جب آپ کو زمزم کا کنواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا اور اس سلسلے میں آپ کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ پر آسان کر دیا تو میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔

(مواہب اللدینہ جلد 1 صفحہ 17)

نسب شریف

مشکوۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباس مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ حضرت عبداللہ کا بیٹا اور حضرت عبدالمطلب کا پوتا، اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بلایا یعنی انسان بنایا انسان میں دو فرقے پیدا کیے عرب اور عجم۔ مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا۔ یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں کیا۔ یعنی بن ہاشم میں پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب اچھا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح یعنی بدکاری سے نہیں پیدا ہوا ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک شفاح یعنی جاہلیت کا کوئی موروث مجھ کو نہیں پہنچا۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں بے احتیاطی ہوا کرتی تھی۔ میرے آباء و امہات سب اس سے منزہ رہے۔ پس میرے نسب میں کوئی اس کا میل نہیں ہے۔ روایت کیا۔ اس کو طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے اوسط میں (مواہب اللدینہ)



سرکار دو عالم ﷺ کا جبہ مبارک لاہور کی بادشاہی مسجد میں اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا ہوا ہے۔

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد عورت بطور سفاح کے نہیں ہے۔ کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی داخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو۔ وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی۔ یعنی آپ کے سب اصول ذکور و اناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اسلاف طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصفی مہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوئے جیسے عرب و عجم پھر قریش وغیرہ و علی ہذا میں بہترین شعبے میں رہا۔ (مواہب اللدینہ)

دلائل ابو نعیم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق و مغرب میں پھرا سو میں نے کوئی شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اس طرح عبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن یعنی حدیث کے صفحات پر نمایاں ہیں (مواہب اللدینہ) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہو۔

اخاتھا گردیدہ ام

دھوپ کی بجائے شجر اسلام کی ٹھنڈی اور عدل وانصاف کی چھاؤں میں سکون کی زندگی گزار سکیں گے۔

مہر تاباں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام

لیکن تو چیزے دیگری

مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

نسب نامہ:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوحی بن غالب بن خیر بن مالک بن نفر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مغر بن نزار بن معد بن عدنان (فائدہ) ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ جناب عدنان تک لکھا ہے کیوں کہ اس کے بعد نسب بیان کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ کذب النسابون'' اور محتاط علماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف لکھا ہے۔

زمانہ طفولیت:

ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔

(مواہب اللدینہ)

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو اپنے دودھ کے ساتھ ہی سب سے اول جو کام فرمایا وہ یہ تھا۔

"اللہ اکبر کبیر او الحمد اللہ کثیر او سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا"

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود — طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود — دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب — نام ہوا مصطفیٰ ﷺ تم کروڑوں درود

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات — اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو حفظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث — تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج — کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود

جان جہان مسیح داد کہ دل ہے جریح — نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود

اف یہ رہ سنگلاخ آہ یہ پاشاخ شاخ — اے میرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود

تم سے کھلا باب خود تم سے ہے سب کا وجود — تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود

خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ — آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود

گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عضو عفور — بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز — ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود

آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس — بس یہی ہے آسرا تم پہ کروڑوں درود

طارم اعلیٰ کا عرش جس کف پا کا ہے فرش — آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

کہنے کو ہیں عام و خاص ایک تمہیں ہو خلاص — بند سے کر دو رہا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو شفائے مرض خلق خدا خود عرض — خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود

آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط — المدد اے رہنما تم پہ کروڑوں درود

بے ادب و بدلحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ — عفو پہ بھولا رہا تو پہ کروڑوں درود

لو تہ دامن کی شمع جھونکوں میں روز جمع — آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروڑوں درود

سینہ ہے کہ داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ — طیبہ سے آ کر صبا تم پہ کروڑوں درود

گیسوو قد لام الف کر دو بلا منصرف — لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

تم نے برنگ فلک جیب جہاں کر کے شق — نور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود

نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک — تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروڑوں درود

خلق تمہاری جمیل خلق تمہارا جلیل — خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے ماہ تمام جملہ رسل کے امام — نوشہ ملک خدا تم پہ کروڑوں درود

برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن — ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود

اپنے خطا داروں کو اپنے ہی دامن میں لو — کون کرے یہ عطا تم پہ کروڑوں درود

کر کے تمہاری گناہ مانگیں تمہاری پناہ — تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

جب آپ ذرا سمجھدار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے۔ (مواہب اللدینہ)

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں۔ ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا، اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی۔ میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب ٹھہر جاتے، وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب چلنے لگتے، وہ بھی چلنے لگتا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ (مواہب اللدینہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مل کر چلی (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اور اس سال سخت قحط تھا۔ میری گود میں ایک بچہ تھا۔ مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا۔ رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا۔ میں ایک دراز گوش پر سوار تھی۔ جو غائت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے۔ ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی، اور یہ سنتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم ہیں، قبول نہ کرتی (کیوں کہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ ہوتی۔ حضرت حلیمہ کو ادھر دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا)۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا یہ تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں خالی جاؤں۔ میں تو اس یتیم کو لاتی



ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ برکت عطاء فرمائے۔ غرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرودگاہ پر لائی۔ اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر دودھ پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے۔ اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا غرض اس نے دودھ غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری۔ اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا، اے حلیمہ تو بڑے برکت والے بچے کو لائی، میں نے کہا، ہاں مجھے بھی یہی امید ہے پھر مکہ سے روانہ ہوئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ، ذرا آہستہ چلو یہ تو وہی ہے، جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا ہاں وہی ہے۔ وہ کہنے لگیں ''بے شک اس میں کوئی بات ہے۔ پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا لیکن میری بکریاں دودھ سے بھری آئیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے مگر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیوں کہ چراگاہ میں رکھا گیا تھا، وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دو سال ہو گئے۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشوونما اور بچوں سے زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا کہ آپ ﷺ اور رہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سے اصرار کر کے دوبارہ مکہ جانے کے بجائے سے پھر اپنے گھر لے آئے سو چند مہینے بعد ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا، مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ لیا، لٹایا اور شکم چاک کیا۔ میں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہیں لیکن رنگ متغیر ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا؟ فرمایا ''دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے کچھ ڈھونڈ نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ڈیرے پر لائے۔ تب شوہر نے حلیمہ سے کہا اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو، ان کے گھر پہنچا دے۔ میں آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی۔ پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمت کر چکی۔ خدا جانے کیا اتفاق ہوتا۔ اسی لئے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں، سچ بتلا۔ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا، کہنے لگیں تجھ کو شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ شیطان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے بعض حالات حمل اور ولادت کے بیان کئے۔ اور بعد میں فرمایا اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ۔ (سیرت ابن ہشام)



حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ اور جزامہ کے بھائی اور یہ جزامہ شیما کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ سب اولاد ہیں۔ حارث بن عبدالعزیٰ کے جو شوہر ہیں۔ حلیمہ کے (فی زاد المعاد) بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمامہ اور زاد المعاد)

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس کے بارے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو اور ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اس طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ کیا پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہ وزنی نکلیں گے۔

(سیرت ابن ہشام)

اس جملہ میں آپ ﷺ کو بشارت سنائی کہ آپ ﷺ نبی ہونے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے ماہ رمضان میں غار حرا میں چوتھی بار معراج شب میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔ (شمامہ، تغیر یسیر)



سرکار دوعالم نور مجسم ﷺ کی جائے پیدائش مبارک

ایام طفولیت مبارکہ میں شق صدر کے بعد سینہ اقدس کو ٹانکے لگائے گئے:

صحیح مسلم جلد اول صفحہ 92 پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کے ساتھ آئے۔ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر لٹا کر سینہ اقدس چاک کیا، قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زم زم کے پانی سے دھو کر سینہ اقدس میں رکھ کر سینہ مبارک بند کر دیا۔ وہ بچے جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھیل رہے تھے، آپ ﷺ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے ''ان محمد اقد قتل'' (محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے) تو لوگ دوڑے ہوئے آئے تو محمد ﷺ کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے سینہ اقدس میں سوئی سے (سیئے جانے) نشان دیکھتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شق صدر مبارک کے متعلق روحانی، مثالی، کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں بلکہ یہ ''شق'' اور چاک کیا جانا، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے کیوں کہ سینہ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور علیہ السلام کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اسے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متغیر ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ شق صدر مبارک بچپن میں ہوا یا جوانی میں۔ قبل بعثت ہوا یا بوقت معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صفات حیات حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے کیوں کہ انسان کا دل روح حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینہ سے باہر آ جانا روح حیات کا بدن سے نکل جانا ہے گویا اس واقعے میں اشارہ ہے کہ جس طرح قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اسی طرح وہ روح مقدس کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے۔

یہ واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ۔ فضیلت شق صدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔



کان فیہ الطست التی یغسل فیھا قلوب للانبیاء
(فتح الملہم جلد اول صفحہ 100)

یعنی تابوت میں وہ طشت بھی تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے۔ چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حیات حقیقی عطا کی گئی۔ لہٰذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا۔ تا کہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات پہ دلیل قائم کی گئی۔ اور اس طرح بلا تخصیص و تقید مطلقاً حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

قلب مبارک کا دھویا جانا

قلب اطہر کا زم زم سے دھویا جانا کسی الائش کی وجہ سے نہ تھا کیوں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الطیبین الطاہرین ہیں۔ ایسے طیب و طاہر کہ ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا۔ لہٰذا قلب اقدس کا زم زم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زم زم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں بلکہ قلب اطہر کے ساتھ جاءِ زم زم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

شق صدر کی حکمتیں:

شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفضل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل:

علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمت بلیغ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پہ دلیل قائم ہو گئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبضہ روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے۔ لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا۔ پھر اسے شگاف دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں کیوں کہ جس کا دل بدن سے باہر ہوا اور وہ پھر بھی زندہ رہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے؟

قلب مبارک میں آنکھیں اور کان:

جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زم زم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے۔

جو شخص مجھ پر دن میں ہزار بار درود پڑھے وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔ (الحدیث)

قلب سدید فیہ عینان تبصران واذنان تسمعان

ترجمہ:۔ ”قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔“ (فتح الباری جلد 13 صفحہ 410)

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون

ترجمہ:۔ ”میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔“

دائمی ادراک:

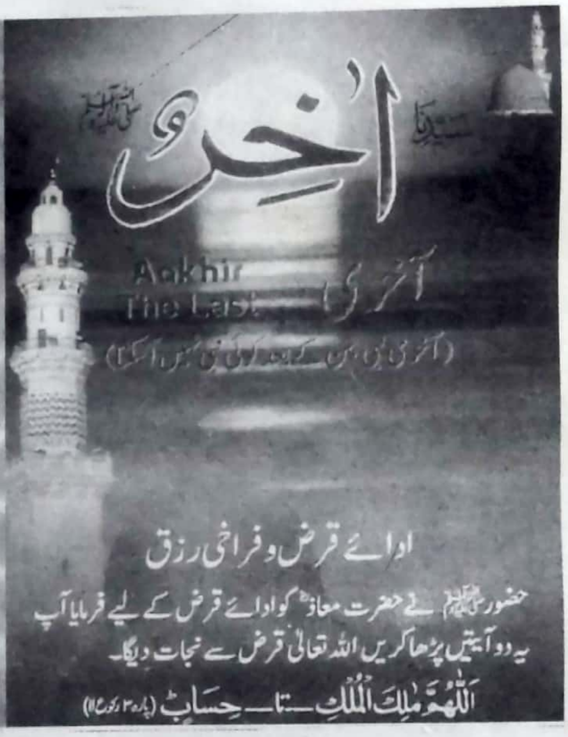
جب اللہ تعالیٰ نے بطور فرق عادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا احیانا ہے۔ دائمی نہیں قطعاً باطل ہوگیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیوں کر عارضی اور احیانا ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

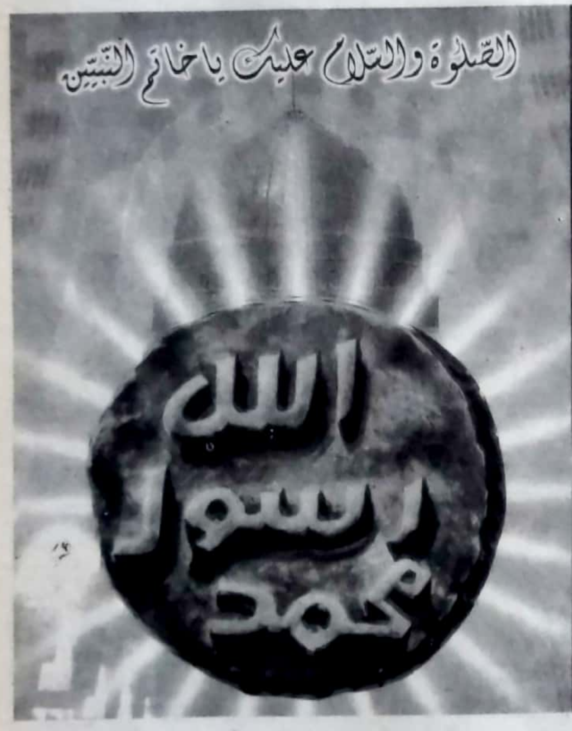
شق صدر مبارک اور حضور ﷺ کا نور ہونا:

علامہ شہاب الدین فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور ﷺ کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:

وکرنہ مخلوقا من النور لاینا فیہ کما توھم

(نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد 2 صفحہ 238)





نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور:

اقول! باللہ التوفیق جو بشریت عیوب و نقائص بشریت سے پاک ہو اس کا بشر ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا، شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے۔

اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے؛

فلم یکن الشق بالۃ ولم یسل الدم

ترجمہ:۔ ”شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا، وہ نہ اس شگاف سے خون بہا۔“ (روح البیان جلد 5 صفحہ 106)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غلبہ دے اور بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا۔ اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا۔ اور خون بھی ضرور بہتا۔ (جیسے غزوہ احد میں) تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شب معراج شق صدر مبارک:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس اوپر نیچے تک چاک کیا۔ اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا اور اس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا۔ اور کہا کہ آپ کے اندر یہ شیطان کا ایک حصہ تھا۔

خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ؟

علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں خون کا لوتھڑا پیدا فرمایا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے، یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے۔ (جس طرح قوت سامعہ آواز کو اور قوت باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوت شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوت ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو اور قوت لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے) یہ لوتھڑا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو التقائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہی مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا کیوں کہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذات مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیت میں سے ہے لہٰذا اس کا پیدا کیا جانا خلقت انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہے اور اس کا نکال دینا یہ ایک امر آخر ہے۔ جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی نظیر بدن

انسانی میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلفہ کا ہونا اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اس طرح بعض دیگر زائد چیزیں (جن کا پیدا ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے اور ان کا ازالہ طہارت و نظافت کے لئے ضروری ہے) مختصر یہ کہ اب اشیائے زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا تکملہ ہے۔ اور ان کا زائل کرنا کمال تطہر و تنظیف کا مقتضی ہے۔ اشرح شفا لملا علی قاری جلد 1 صفحہ 374) اتول وباللہ التوفیق۔

چونکہ ذات مقدسہ میں خط شیطانی باقی ہی نہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمزاد مسلمان ہو گیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ولكن اسلم فلايا مرنى الابخير

ترجمہ:۔ ''میرا ہمزاد مسلمان ہو گیا۔ لہٰذا سوائے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔''



میمن مسجد میں عالمی میلاد النبی ﷺ کانفرنس کے موقع پر انتہائی روح پرور منظر

علامہ شہاب الدین نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے لئے، جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم ہوتا ہے اور اس سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے۔ اس طرح وہ منجمد خون قلب انسانی کے لئے ایسا ہے جیسے چھوہارے کے لئے گٹھلی اگر ابتداء اس میں گٹھلی نہ ہو وہ پختہ نہیں ہو سکتا لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ چھوہارے کے گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی دل میں خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟ اگر اس طرح یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ قلب اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا۔ انگور کے دانے میں بیج یا کھجور کے دانے میں گٹھلی ہوتی ہے اور قلب اطہر سے اس کا بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا جیسے کھجور اور انگور کی گٹھلی اور بیج کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ اس لوتھڑے کو قلب اطہر میں ابتداء کیوں پیدا کیا گیا۔ (نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض صفحہ 239) رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کہا کہ:

هذه حظك من الشيطان

تو اس کا جواب یہ ہے، اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک میں شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے۔ بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہو سکتی ہے تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا جب اس کو آپ ﷺ کے **قلب مبارک** سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے۔

الفاظ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہ رہا تو اب ممکن ہی نہیں۔ کہ ذات مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو۔ عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے تعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں متمثل فرما دیا اور یہ بمثل رسول اللہ ﷺ کے حق میں انتہائی عظمت و رفعت شان کا موجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے تھے اور بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کے لئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ ﷺ کی طبیعت میں تھا اور لڑکپن میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں وقت مقرر تھے کہ اسی وقت رکھنے والے جائے ضرور میں اٹھ کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ ﷺ کی ستر برہنہ نہ ہوتی اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے (تواریخ حبیب اللہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا۔ اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا کیوں کہ بچپن میں انسان مکلف بھی نہیں ہوتا طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف بھی نہیں سمجھا جاتا۔ دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا۔ اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھ لو۔ میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ابن عساکر نے حلیمہ بن عرخطہ سے روایت کیا ہے کہ میں معظمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابو طالب، چلو پانی کی دعا مانگو۔ ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ

قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ ان کے منہ اور ہاتھ آثار وضو سے چمکتے ہوں گے تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

ایک لڑکا۔ اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہوا ہو۔ (یہ لڑکے رسول اللہ ﷺ تھے) جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے۔ ابو طالب نے ان صاحب زادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی۔ اور صاحب زادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا (مواہب اللدنیہ) اور یہ واقعہ آپ ﷺ کی صغرسنی میں ہوا۔ (التواریخ حبیب اللہ)

ایک مرتبہ آپ ﷺ ابو طالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے۔ راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر، سردار سب عالموں کے ہیں۔ اور اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے سو ابو طالب نے مال تجارت وہیں فروخت کیا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ پھر آئے۔ (تواریخ حبیب اللہ)

آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے تو سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شمامتہ)

گویا آپ کی برکت خود ابو طالب کی کفالت کر رہی تھی اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

ان کے اسمائے مبارک کہ آپ جن کی تربیت میں رہے:

آپ ابھی زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل میں گزارے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ "شام" کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیماری کی حالت میں ٹھہر گئے اور وہیں پر وفات پائی۔

(تواریخ حبیب اللہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف اپنے اقارب سے ملنے گئی تھیں۔ مکہ کو واپس آتے ہوئے۔ درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیرت ابن ہشام)

اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (مواہب اللدینہ)

پھر آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ ﷺ آٹھ سال کے ہوئے۔ عبدالمطلب کی بھی وفات ہوگئی۔ (سیرت ابن ہشام)

اور انہوں نے ابو طالب کو آپ ﷺ کی پرورش سونپ دی تھی چنانچہ پھر آپ ﷺ ان کی کفالت میں رہے۔

(سیرت ابن ہشام)

یہاں تک کہ انہوں نے نبوۃ کا زمانہ بھی پیا اور سات روز تک آپ ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔

(تواریخ حبیب اللہ)

پھر چند روز تک ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ جو ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور آپ ﷺ ہی کے ساتھ حضرت ابو سلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا "مسروح" بھی دودھ پیتا تھا پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ان ہی "حلیمہ سعدیہ" نے آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ابو سفیان ابن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا۔ یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے۔ اور اس زمانے میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ سو اس عورت نے بھی آپ ﷺ کو ایک دن دودھ پلا دیا۔ جب حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ایک ثوبیہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (زاد المعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ ﷺ رہے۔ وہ یہ ہیں۔ آپ ﷺ کی والدہ ثوبیہ اور حلیمہ سعدیہ۔ شیماء آپ ﷺ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے۔ یہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے والد سے میراث میں ملی تھیں۔

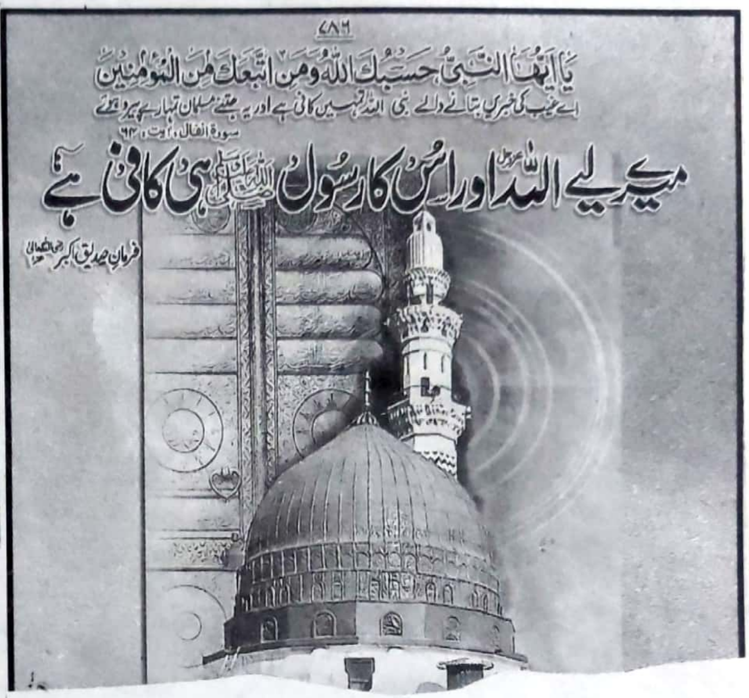


بعد میں آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا۔ جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (زاد المعاد)

شباب سے نبوت تک کے بعض حالات:

جب آپ ﷺ چودہ یا پندرہ برس کے ہوئے اور یا بیس

سال کے ہوئے تو قریش اور قیس میں ایلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس واقعے میں بعض تواریخ میں آپ ﷺ بھی تشریف فرما



رہے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے اعمام کو تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعے کا بڑا حصہ ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

اس واقعے سے آپ ﷺ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ ﷺ سے درخواست کی میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جایئے اور میرا غلام میسرہ آپ ﷺ کے ہمراہ رہے گا۔ آپ نے قبول فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں شخص ہیں۔ راہب نے کہا "اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی نہیں اترا۔" آپ ﷺ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کے مال کا دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا (یہ تو آپ ﷺ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا۔

حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا، ورقہ نے کہا "اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقلہ تھیں یہ سب سن کر آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ ﷺ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین و خوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہوگیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

راہب کا نام نسطور تھا۔ (تواریخ حبیب اللہ)

جب آپ پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سر نو شروع کرنے کا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع پر تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو۔ آخر اہل الرائے نے مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب سے پہلے آئے۔ اس کے فیصلے پر سب عمل کرو لہٰذا سب سے پہلے حضور سید نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے سب دیکھ کر کہنے لگے۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امین ہیں اور قریش آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تھام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے۔ جب وہاں پہنچا تو آپ ﷺ نے خود اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔"

(سیرت ابن ہشام)

اس فیصلے سے سب راضی ہو گئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنائیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔ (تواریخ حبیب اللہ بتغیر الفاظ)

بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور نزول وحی:

جب آپ چالیس برس کے ہوئے آپ ﷺ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے اور نبوت سے چھ ماہ قبل ہی سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ دوشنبہ کے دن جبرائیل علیہ السلام سورۃ اقراء کی شروع کی آیتیں آپ پر لائے۔ اور آپ ﷺ مشرف بہ نبوت ہو گئے۔ اس کے ایک عرصے کے بعد سورۃ مدثر کی اول آیتیں نازل ہوئیں۔ تو آپ ﷺ نے حسب حکم دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ۔ پھر آیت آئی۔

فاصدع بما تومر

آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ جس پر کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابو طالب آپ ﷺ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابو طالب سے کہا کہ یا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں



گے۔ انہوں نے حوالے کو نہ قبول کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابو طالب آپ ﷺ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت جا رہے اور

اے ایمان والو! اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ جب تمہیں رسول ﷺ اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کردے گی۔ (البیان)

کفار نے آپ ﷺ سے اور بنی ہاشم و مطلب سے برادری قطع کردی اور سوداگروں کو منع کردیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں۔ اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ ﷺ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخرکار آپ ﷺ کو وحی الٰہی کے ذریعے اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کا کاغذ کو بالکل کھالیا۔ سوائے اللہ عزوجل کے نام کے جو اس مین کہیں تھا۔ ایک حروف نہیں چھوڑا آپ ﷺ نے یہ حال ابو طالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد ﷺ کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کردیں گے اور اگر صحیح ہو تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا۔ فی الواقع ایسا ہی تھا۔ تب قریش اس ظلم سے باز آئے۔ اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابو طالب آپ ﷺ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ ﷺ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے۔

(تواریخ حبیب اللہ وغیرہ)

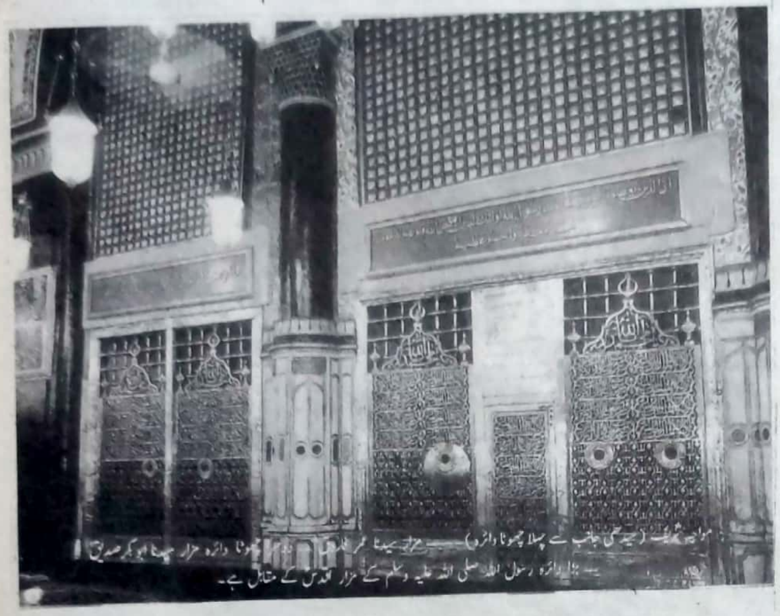
اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا۔ اور غزہ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا۔ اس کا ہاتھ خشک ہوگیا اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھیا ور اسی سال حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابو طالب کا انتقال ہوگیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی۔

(شامہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ شریف آکر نو سال کی عمر میں رخصت ہوکر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں۔ آپ ﷺ کا نکاح مکہ میں ہوا اور حضور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں۔

(تواریخ حبیب اللہ)

اس سال دہم میں آپ ﷺ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کے لئے اور نیز اس لئے تھا کہ ان سے کچھ مدد ضرور لیں (کیوں کہ بعد وفات ابو طالب کے کوئی باوجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ ﷺ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ وہاں سے ملول ہوکر مکہ واپس ہوئے اور جب آپ بطن نخلہ میں ایک دن کی راہ پر مکہ سے مدینے پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ ﷺ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینو لے کہ یہ ایک قریہ ہے۔ موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ سب بلاتوقف مسلمان ہوگئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جاکر اسلام کی دعوت دی۔ سورۃ احقاف آیۃ۔



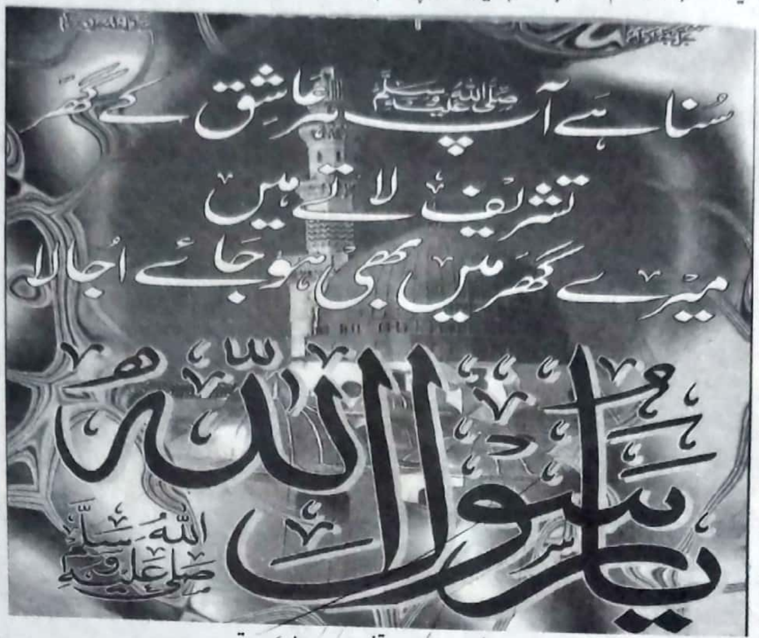
واذ صرفنا الیک نفذا من الجن

میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ سنہ گیارہ نبوت میں آپ ﷺ موسم حج میں اسلام کی دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ نصارئ کے آپ ﷺ کو ملے۔ آپ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام کی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عن قریب پیدا ہوں گے اور انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ ﷺ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے ملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ میں جاکر انہوں نے آپ ﷺ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ ﷺ کا ذکر پہنچایا۔ اگلے سال نبوت کا بارہواں سال تھا۔ بارہ آدمیوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی پانچ پہلے اور سات انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی۔ اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ آپ ﷺ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائط اور



بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی ﷺ پر اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (البیان)

دعوت اسلام کے لئے مدینہ شریف بھیج دیا۔ مصعب نے تعلیم قرآن وشرائط اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار کے مسلمان ہوگئے۔ تھوڑے ان میں سے باقی رہے پھر اگلے سال کہ نبوت سے تیرہواں سال تھا۔ ستر آدمی شرفائے انصار میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور عہد وپیمان آپ ﷺ کے ساتھ کیا کہ آپ ﷺ جب مدینہ کو تشریف لے جائیں گے۔ ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ ﷺ کے مدینہ پر چڑھ کر آئے گا۔ ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔



شب میلاد مبارک، لیلتہ القدر سے افضل ہے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ماثبت بالسنتہ میں ارقام فرماتے ہیں۔ جس کا اردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔

''شب میلاد مبارک لیلتہ القدر سے بلاشبہ افضل ہے۔ اس لئے کہ میلاد کی رات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے۔ اور شب قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل قرار پائے گی۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے جانے کی وجہ سے مشرف والی ہے۔ نیز لیلتہ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیتہ المیلاد بنفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فضل واحسان ہے اور لیلتہ المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل واحسان فرمایا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ اللعالمین ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلائق اہل سموات والارضین پر عام ہوگئیں۔''

(انتہی ماثبت بالسنہ صفحہ 78)

امام قسطلانی نے بھی (مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ 27/36 پر لیتہ القدر پر شب میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اقدس ہوا اور ولادت مقدسہ مومنین کے حق میں کمال فرحت وسرور کا موجب ہے۔ جس کا اظہار محافل میلاد، انواع واقسام کے مبرات خیرات وصدقات کی صورت میں اہل محبت مومنین مخلصین ہمیشہ کرتے رہے۔ جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں۔ ان پر اتمام حجت کے لئے قرآن وحدیث ورات علماء محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں۔

(واللہ ولی التوفین)

حضور ﷺ کا ظہور اور پیدائش موجب فرحت وسرور ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی محبت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے فرما دیجئے اور اسی فضل اور اسی کی رحمت سے، تو اس پر چاہئے کہ وہ خوشی کریں۔ وہ بہتر ہے، اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''



ظاہر ہے کہ نصیحت شفاء ہدایت و رحمت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے اور اللہ عزوجل کی سب سے بڑی رحمت ونعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کے ظہور جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے۔ اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے۔ جو ظہور ذات محمدی ﷺ سے خوش نہیں نعمت الٰہی کو بیان کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما بنعمة ربک فحدث

''اپنے رب کی نعمت بیان کرو''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ ہیں۔ (بخاری جلد 3 صفحہ 566) لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدس اور بیان مبارک از روئے قرآن کریم مطلوب محبوب ہے۔

حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی منانے پر کافر کو بھی فائدہ ملتا ہے:

بخاری شریف میں ہے:

ترجمہ: ''حضرت عروہ فرماتے ہیں، ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی۔ جسے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا، ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے اسے بہت بری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی۔ سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔'' فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے: ترجمہ: ''سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ

جب کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا سنے تو اس پر درود وسلام واجب ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مرگیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بری حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھ کو کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔''

یہ حدیث (حمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد 20 صفحہ 95) پر علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ارقام فرمائی یہاں دو اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

اعتراض اول

قرآن مجید میں ہے۔ لایخفف عنھم العذاب

''کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا'' ابولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیف عذاب کیوں کر متصور ہو سکتی ہے؟

جواب: اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں۔ جن میں بعض بالکل رکیک اور ناقابل اعتناء ہیں اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن عسقلانی شارح بخاری نے فتح الباری میں اکثر اقوال نقل فرما کر قابل وثوق مسلک نقل کیا اور آخر میں اپنے قول سے بھی اس کی تائید فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے:

امام قرطبی نے فرمایا ''یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی۔ ابن منیر نے حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیے ہیں۔ ایک تو محال ہے۔ وہ یہ ہے کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعت کا اعتبار کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ طاعت کا معتبر ہونا قصد صحیح کی شرط سے مشروط ہے۔ اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے عمل پر محض بطور تفضل کو... کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں تو جاننا چاہئے کہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا طاعت معتبرہ نہ تھی اور اس عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان فرما دے تو یہ ممکن ہے جیسا کہ ابوطالب پر احسان فرمایا اور اس مسئلے پر توقیف ہی کی اتباع کی جا سکتی ہے۔ (یعنی تخفیف عذاب کی نفی اثبات کا قول ورود نص پر موقوف ہے۔ جس کے حق میں جو کچھ نص میں وارد ہوا اس کی اتباع کی جائے گی۔'' (فتح الباری جلد 9 صفحہ 119)

میں ابن عسقلانی کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ ابولہب پر تفضل یا اسی طرح کسی دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ وہ اس ذات کے اکرام کے لئے ہوتا ہے۔ جس کے لئے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ لہٰذا ابولہب کے حق میں تخفیف عذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام واجلال کے لئے ہے۔



اعتراض دوم

سوال: غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر تعین کر لیا جائے؟

جواب: ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے حقیقت واقعہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو۔ غیر مسلم کے خواب کانی الجملہ سچا ہونا اور ان سے بعض حقائق کا پتہ چلنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔


قرآن مجید کا انتہائی قدیم قلمی نسخہ

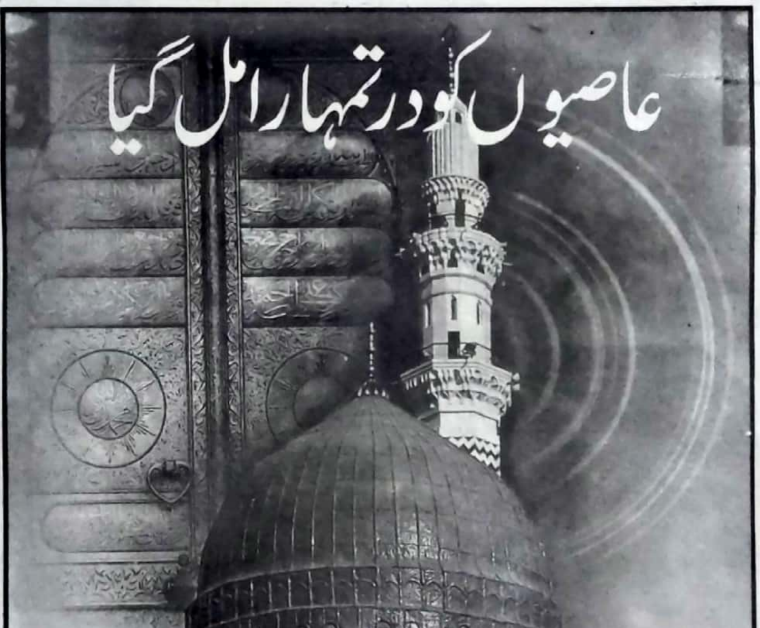
دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دوست جو کافر تھے۔ انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں یہاں فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان وتوحید کی طرف دعوت دی۔ لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ بطور استنباط اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادت باسعادت پر اظہار مسرت بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی امید کا سبب قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 2 پر یہی مضمون امام ابن جزری سے نقل فرماتے ہیں: ابن جزری نے کہا کہ ''شب میلاد کی خوشی کی وجہ سے جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ حالانکہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مومن وموحد کا کیا حال ہوگا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے۔ میرے محمد ﷺ! کی اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عمیم، جنات نعیم میں داخل کرے۔''

درود پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا دوسرا نام ہے

تحریر:۔ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

درود پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا دوسرا نام ہے جو روح رواں گلستان، بھٹکے ہوں کا رہنما، دونوں جہانوں کا آسرا، افضل المخلوقات اور سید الکائنات ہیں۔ درود پاک تاجدار انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نذرانہ عقیدت، عظمت شان، ایمان کامل کا اعلان، اوصاف جمیلہ کی تعریف و توصیف، لامتناہی محبت وعقیدت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کا دوسرا نام ہے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 56 میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ:۔ ''بے شک اللہ (عزوجل) اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی ﷺ) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔



درود پاک کی اقسام:

درود پاک کی کئی قسمیں ہیں مثلاً درود ابراہیمی، درود خضری، درود تنجینا، درود مقدس، درود اکبر، درود شاذلی، درود کوثر، درود محمود، درود نصرت، درود مقرب، درود مکرم، درود شفاعت وغیرہ۔

درود پاک کی فضیلت و اہمیت:

درود پاک کی فضیلت پر بے شمار کتابیں اور مضامین تحریر کئے گئے ہیں مثلاً ڈاکٹر سید حامد حسین بلگرامی کا مضمون صلوٰۃ و سلام الامام اسماعیل بن اسحاق المالکی کی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد منصور الزمان صدیقی کی تصنیف درود شریف کی فضیلت، مولانا محمد یوسف فقیر دہلوی کی فضائل درود شریف علامہ یوسف بن اسماعیل نبہائی کی فضائل درود شریف اور علامہ عالم فقری کی کتاب فضائل و برکات درود شریف درود پاک کی کتب میں علامہ بوصیری کا قصیدہ بردہ شریف ایک منظوم درود پاک ہے۔

یہ درودوں کے چراغ اور سلاموں کے دیئے
اہل ایماں کو شب غم میں ضیاء دیتے ہیں
(خواجہ عابد نظامی)

قدرت اللہ شہاب نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب شہاب نامہ کے صفحات 1154-1152 پر درود پاک کے مختلف فضائل ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں۔

''ساری کائنات میں ایک اور صرف ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسان کے درمیان یکساں طور پر مشترک ہے''۔

درود شریف پڑھنے والے کو اپنی استعداد اور خلوص کے مطابق صاحب درود کی توجہ کا شرف ضرور حاصل ہوتا ہے اگرچہ ہزاروں افراد ہزاروں مختلف مقامات پر ایک ہی وقت درود شریف پڑھ رہے ہوں ان سب پر فرداً فرداً بیک آن صاحب درود کی توجہ کا منعکس ہونا نہ کوئی عجیب بات ہے اور نہ کوئی مشکل امر ہے چراغ اگر چھوٹا ہو تو اس کی روشنی پھیلانے کے لئے اسے ایک کمرے سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن سورج کی شعائیں ہر جگہ بیک وقت یکساں طور پر باآسانی پہنچتی ہیں شرط صرف اتنی ہے کہ رخ سورج کی جانب ہو۔

دنیاوی اصطلاح میں درود شریف کی مثال شاہی ڈسپیچ بکس کی سی ہے جو دعا اس ڈسپیچ بکس میں بند ہو کر اللہ عزوجل کے دربار میں پہنچے اس کی جانب خصوصی اور فوری توجہ منعطف ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔

درود شریف کی فضیلت (احادیث کی روشنی میں):

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ عزوجل اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ (نسائی شریف)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا جس نے مجھ پر اکثر درود پاک پڑھا ہوگا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ عزوجل اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

صلوا علی الحبیب

حبیب ﷺ پر درود پڑھو!

(مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پاک پڑھے اس پر اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دن بھر میں مجھ پر ہزار بار درود پاک پڑھا وہ مرے گا نہیں جب تک وہ جنت میں اپنی آرام گاہ نہ دیکھ لے گا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس اس انداز میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بہت ہشاش بشاش تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیوں نہ خوش ہوں کہ ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اے محبوب ﷺ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی آپ ﷺ پر ایک بار درود پاک کیا آپ ﷺ اس بات پر راضی ہی کہ آپ ﷺ کا کوی امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پاک پڑھے تو میں اور میرے فرشتے اس پر دس رحمتیں بھیجیں اور میں اس کے دس گناہ مٹا دوں اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دوں۔

سیدنا ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو کاہل (رضی اللہ عنہ) جو شخص مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین مرتبہ میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے درود پاک پڑھتے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ پیش نہ کیا جائے (ترمذی شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ عزوجل ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور جو قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔ (القول البدیع)

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر یہ کہا خداوندا انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما اس درود پڑھنے والے کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (مسند امام احمد)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے جو شخص مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے وہ فرشتہ مجھ کو اس کا ور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا رہے گا کہ فلاں کا بیٹا ہے اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ مسلمان مصافحہ کرتے وقت درود پڑھتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے رب غفور و رحیم ان کے سب کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ عزوجل آسمانوں سے فرشتے روانہ کرتا ہے۔ ان کے پاس سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں۔ وہ جمعرات کے دن اور جمعہ کی شب میں جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے اس کا نام لکھ لیتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں تو سوئی گر گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوئی تلاش کرنے لگیں۔ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے سارے گھر میں روشنی ہوگئی اور سوئی مل گئی۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کا چہرہ مبارک کتنا روشن ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ویل یعنی ہلاکت ہے اس بندے کے لئے جو مجھے قیامت کے دن نہیں دیکھ سکے گا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہوگا جو حضور صلی

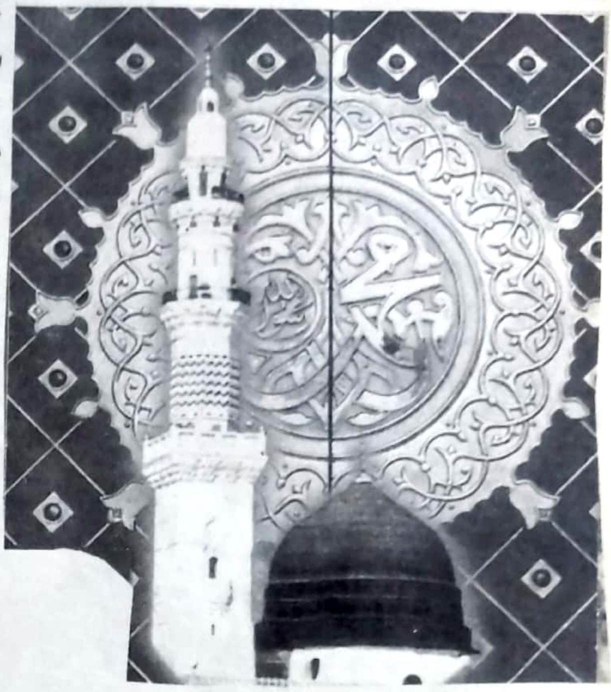
فرشتے اور حوریں زمین پر

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ رحمت دو عالم ﷺ جنگ کے خاتمے پر ایک صحابی کی لاش اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر لا رہے تھے، مگر آپ ﷺ اپنے پاؤں مبارک اس احتیاط سے زمین پر رکھ رہے ہیں جیسے وہ کسی اور کے پاؤں پر آجائیں گے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس شہید صحابی کی تدفین کی اور دیکھنے والوں نے ایک بار پھر دیکھا کہ دوران تدفین آنحضور ﷺ اچانک مسکرا دیئے ہیں۔

دیکھنے والے دونوں باتوں کو مفہوم سمجھ نہیں پائے تھے۔ رات بڑی مشکل سے گزاری۔ اگلے روز مسجد نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ محبوب حق ﷺ تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھنے کی جسارت کی "یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، اتنا بتا دیجئے کہ کل آپ ﷺ ایک شہید صحابی رضی اللہ عنہ کی لاش اٹھائے اپنے پاؤں مبارک اس طرح رکھ رہے تھے جیسے کوئی بہت بڑے ہجوم میں رک رک کر چلتا ہے۔ جبکہ بوقت تدفین آپ ﷺ اچانک مسکرا دیئے تھے، آخر کیا وجہ تھی؟

رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا "میرے پیارے شہید صحابی رضی اللہ عنہ حضرت جلیب رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں اس قدر جوق در جوق فرشتے تھے کہ ہمارے پاؤں ایک دوسرے پر پڑ رہے تھے۔ اس لئے میں محتاط قدموں سے چل رہا تھا۔ البتہ جب شہید صحابی کو قبر میں اتارا جا رہا تھا تو جنت کی حوریں قطار در قطار استقبال کے لئے حاضر تھیں۔ میں شہید حق کی اس قدر تعظیم و تکریم دیکھ کر فرط انبساط سے مسکرا دیا۔"

جب شہادت اور مسلمان لازم و ملزوم ہیں اور شہید کے بلند رتبے کا کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا تو کیوں نہ ہم ہر وقت اپنے آپ کو جہاد کے لئے تیار رکھیں۔



اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے گا، آپ ﷺ نے فرمایا وہ بخیل ہے عرض کیا بخیل کون ہے فرمایا جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا (القول البدیع)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نقل ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اوپر روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔

درود شریف کے آداب:

درود شریف کے آداب حسب ذیل ہیں:

☆......درود شریف ایک ایسا وظیفہ ہے جو ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے یعنی درود پاک پڑھنے کی نہ کوئی تعداد مقرر ہے اور نہ وقت۔

☆......درود پاک پورے ذوق وشوق اور لگن سے پڑھنا چاہئے۔

☆......درود پاک پڑھنے والے کا جسم اور لباس صاف ہونا چاہئے۔

☆......درود پاک باوضو پڑھا جائے۔

درود پاک کے فضائل (ایک اجمالی خاکہ):

مختلف کتب میں درود شریف پڑھنے سے حسب ذیل فیوض و برکات ہوتی ہیں۔ اس کے فائدے بے شمار ہیں۔

☆......درود شریف پڑھنے سے تکالیف دور ہوتی ہیں۔

☆......بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

☆......خطرہ اور خوف ٹل جاتا ہے۔

☆......تہمتوں سے نجات ملتی ہے۔

☆......دشمن پر فتح نصیب ہوتی ہے۔

☆......رضائے الٰہی اور عفت کا حصول۔

☆......مال میں برکت اور پاکیزگی ہوتی ہے۔

☆......طہارت ذات نصیب ہوتی ہے۔

☆......صفائی قلب اور فارغ البالی نصیب ہوتی ہے۔

☆......تمام امور میں برکات ہوتی ہے۔

☆ اموال، اسباب اور اولاد در اولاد (چار پشتوں تک) برکات کا نزول ہوتا ہے۔

☆......قیامت کی ہولناکیوں سے نجات ملتی ہے۔

☆......دنیا کی بلاکتوں سے چھٹکارا ملتا ہے۔

☆......زمانے کی تنگیوں سے خلاصی ہوتی ہے۔

☆......بھولی ہوئی اشیاء یاد آ جاتی ہے۔

☆......غربت ختم ہو جاتی ہے۔

☆......مومن پل صراط سے جھپکتے ہی گزر جائے گا۔

☆......مسلمانوں کے دلوں میں درود شریف پڑھنے والے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

☆......نبی ﷺ کی سچی محبت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔

☆......روز قیامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوگا۔

☆......خواب میں تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔

☆......ملائکہ درود شریف پڑھنے والے سے محبت کرتے ہیں اور مرحبا کہتے ہیں۔

☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب سلام کے حصول کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

الغرض درود پاک کی لذیذ ترین خاصیت یہ ہے کہ عشاق کو دولت زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہے۔ درود پاک بے شمار فیوض و برکات کا موجب ہے یہ ایسی اہم ترین عبادت ہے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔



حق پر قائم رہنے والے مقدار میں کم ہوتے ہیں۔ مگر منزلت واقتدار میں زیادہ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عالمی اہمیت

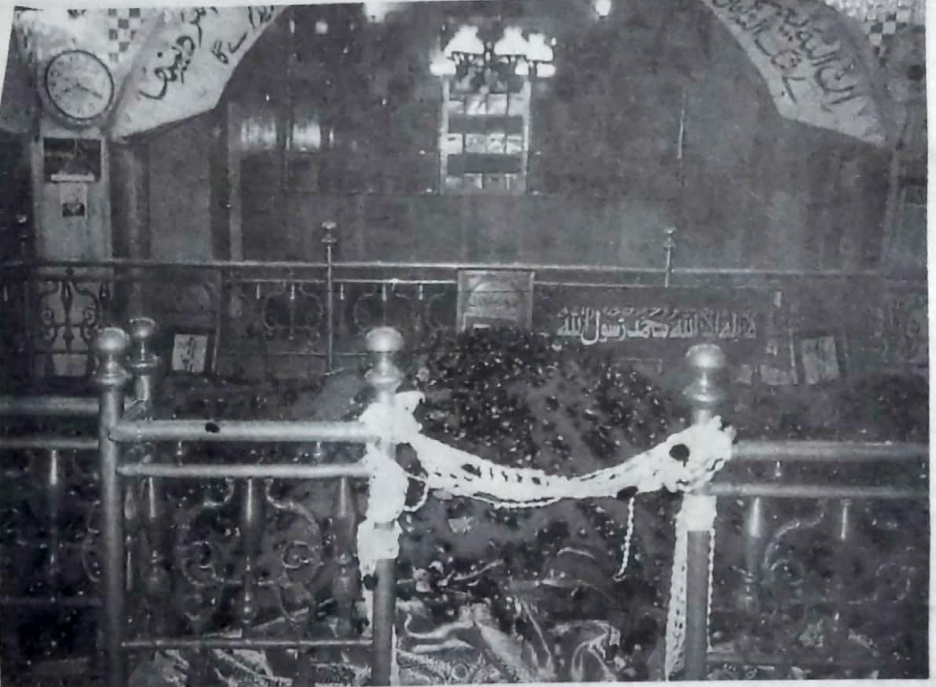
پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون

(آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے معروف سنی عالم تھے، وہ 1856ء میں پیدا ہوئے اور 1921ء میں انہوں نے وصال فرمایا۔ وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام تھے اور اس قدر عظیم تھے کہ انہیں اسلامی صدی کے مجدد کے لقب سے پکارا گیا۔ اسلامی صدی کا مجدد وہ ہوتا ہے جو اپنے دور کے تمام لوگوں میں اہم ترین شخصیت ہو۔ پہلی صدیوں کے مجددین امام غزالی علیہ الرحمہ کی طرح لوگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے میں عظیم ترین اہمیت کے مراتب حاصل کئے، مثلاً امام غزلی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن سے یورپ نے فلسفہ سیکھا.......... اس مقالے کا مقصد تمام دنیا کے لئے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و نظریات کی اہمیت واضح کرنا ہے۔ کوئی بھی شخص دنیا بھر کے لئے اہم ہوتا ہے اگر اس کے یہاں اپنے دور کی دنیا کے اہم ترین مسائل کا حل موجود ہو.......... کارل مارکس یا لینن عالمی اہمیت کے حامل سمجھے جاتے تھے کیوں کہ ان کے افکار و نظریات تمام انسانیت کی رہنمائی کرتے محسوس ہوتے تھے۔

اس مقالے میں ہم ثابت کریں گے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے افکار و تعلیمات سے اس صدی کے اہم ترین مسائل کا حل پیش فرمایا.......... ہماری صدی بھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی صدی ہے اور ہماری دنیا کو بھی اسی طرح کے مسائل درپیش ہیں جس طرح امام احمد رضا کے وقت میں تھے.......... اس لئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی اہمیت آج ہمارے لئے بھی اتنی ہی ہے جس قدر 1921ء میں ان کے وصال کے وقت کے لوگوں کے لئے تھی۔

بہتر ہوگا کہ ہم اپنے مقالے کا آغاز عہد جدید کے مرکزی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش سے کریں۔

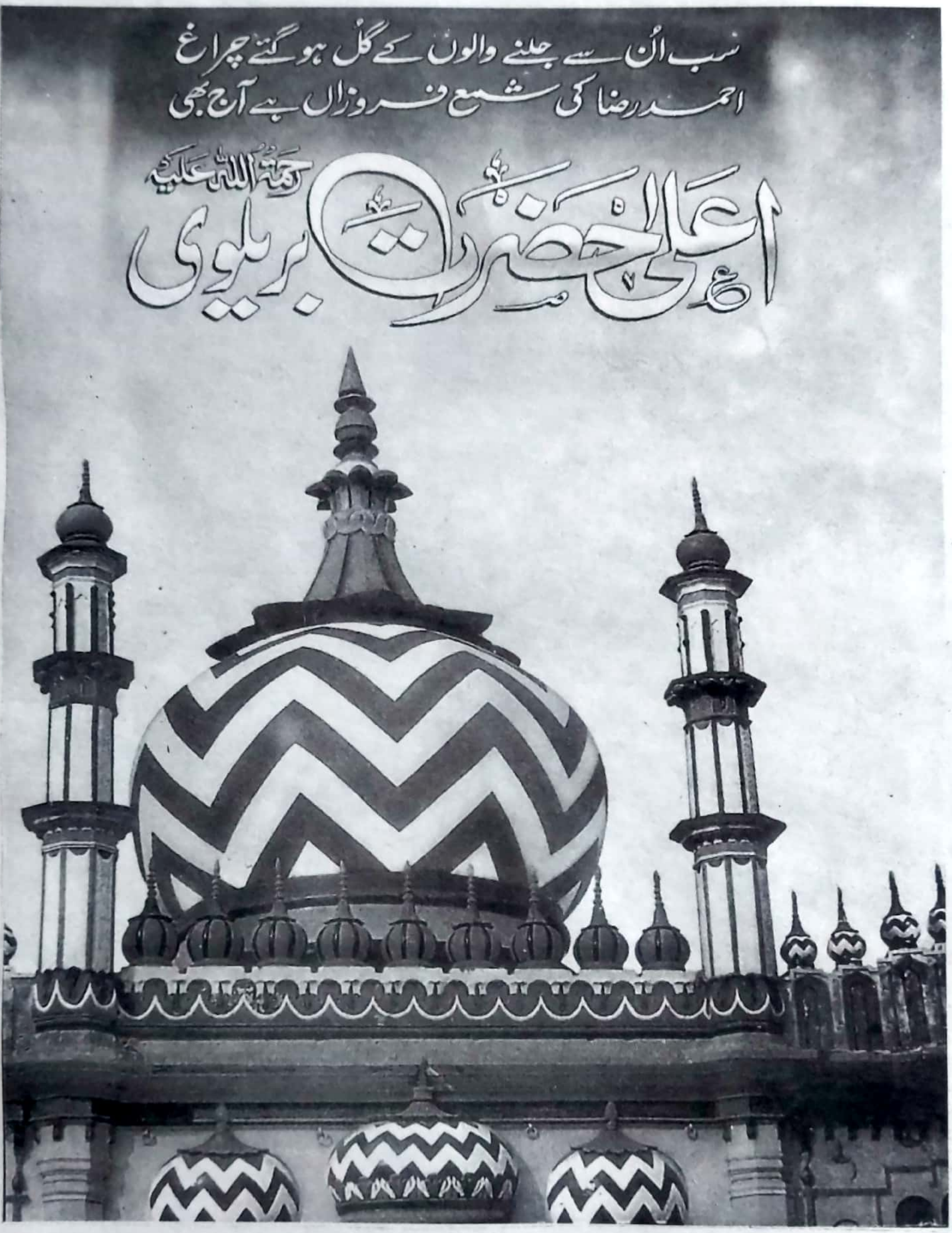


یہ جدید دور نئی تہذیب کی کامیابی اور پھر ناکامی کا دور ہے۔ سو سال پہلے سائنس پر بہت گہرا اعتقاد تھا، اس وقت سے اب تک ہم سائنس کی تنگ دامنی اور بہتر دنیا کی تعمیر میں ناکامی کا مشاہدہ کر چکے ہیں بلکہ سائنس نے اور بھی نئے خدشات کو جنم دیا ہے جس سے سائنس پر یقین ختم ہو کر رہ گیا ہے.......... اس عہد نے سرمایہ داری کا بحران بھی دیکھا ہے اور سرمایہ داری کے مغربی متبادل کی ناکامی بھی.......... کمیونزم ناکام ہو گیا ہے.......... سفید نسلی تعصب اپنی تمام تر دہشتوں کے ساتھ نازی ازم میں ملاحظہ کیا جا چکا ہے.......... اور ایک جمائتی اجتماعیت کے نظریہ نے بھی تصور سے کہیں بڑھ کر خوف پیدا کیا ہے.......... جدید زمانہ ایسا زمانہ ہے جس میں جدید ثقافت بھی ناکام ہو گئی ہے۔

یہ عہد، یورپ اور بقیہ دنیا دونوں میں جدید ثقافت کی تخریب کا عہد ہے.......... یہ عہد ہر طرف الحاد کے عروج کے ساتھ مذہب کی موت کا عہد ہے.......... بلکہ اس سے بھی اہم، دنیا میں موجودہ مذاہب کے زوال کے سبب مذاہب کے نئے گھٹیا نمونوں کے ظہور کا عہد ہے.......... یہ عہد، بھیڑ چال کی ذہنیت، اجتماعی تحریکوں، فرد کی تذلیل کا عہد ہے.......... جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا یک جماعتی اجتماعیت کے ذریعے انسان کی شرمناک کارستانیوں کا عہد ہے۔ جدید دور نے ان تمام جدتوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا مسلم دنیا کو خاص طور پر متاثر کیا ہے۔

یہ جدید دور اسلام، اہل اسلام اور روح انسانی سب کے لئے گہری تاریک رات ہے.......... یہی وہ دور ہے جس میں مغرب نے روایتی ''مسلم معاشرہ'' کو کچل کر رکھ دیا ہے.......... اس کی وجہ مسلم سیاسی قوت کا زوال اور ان مسلمانوں کی روحانی سراندازی ہے جنہوں نے مغرب کو قبول کیا، اس کی پیروی کی، اس کی ستائش کی اور اس کی پرستش کی.......... یوں دنیا سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا تصور معدوم ہو گیا.......... اور متعصب لادینیت اور دہریت نے اس کی جگہ لے لی.......... اسی سے وہابیت نے جنم لیا..........

یہاں اسلام دین کی حیثیت سے ختم ہو گیا اور جدیدیت کی صورت میں مغرب کی بھونڈی تقلید اور بنیاد پرستی کی صورت میں میوزم اور فاشزم طرز کی سماجی و سیاسی تحریک اس کی متبادل بن گئی۔ روایتی معاشرہ تباہ ہوا اور اس کی جگہ مغرب کا درآمد شدہ نو آبادیتی، نسلیت پرستی اور سرمایہ دارانہ معاشرہ آ گیا......... اور پھر جب مغرب خود ہی ناکام ہو گیا تو اب ہم ان تمام کھنڈرات کے بیچ کھڑے ہیں جنہیں مغرب نے کمیونزم سے فاشزم، فاشزم سے نیشنلزم اور نیشنلزم سے کیپٹلزم کی شکل میں تعمیر کرنے کی کوشش کی۔



عالمی حیثیت کی حامل وہی شخصیت ہو سکتی ہے جو دور جدید کی خوفناک شکستوں اور ناکامیوں میں انسانیت کی رہنمائی کی اہلیت رکھتی ہو......... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی شخصیت تھے اور اسی وجہ سے ان کی عالمی اہمیت ہے.... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے اصل کام کو اختصار سے بیان کرنا بہت آسان ہے........ انہوں نے تمام عمر اہل سنت کے عقائد کے مطابق

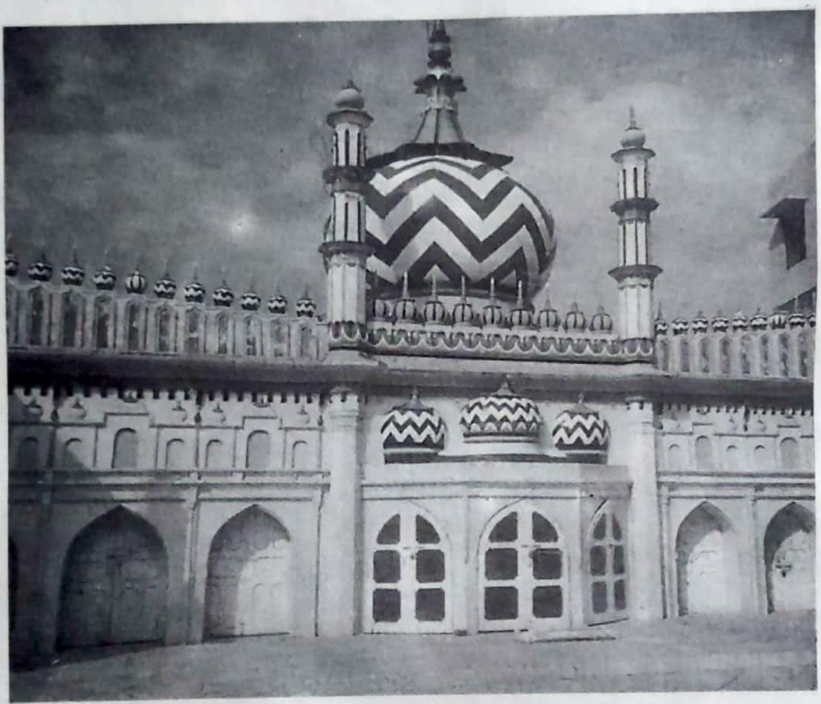
اسلامی اور اسلامی سوسائٹی کا جدید دنیا کے حملوں کے خلاف دفاع کیا، خاص طور پر ان اندرونی حملوں کے خلاف جوان مسلمانوں کی طرف سے تھے جن کا مقصد اہل سنت کے عقائد کے مطابق اسلام سے جان چھڑا کر ایک نئی چیز کو رائج کرنا تھا......... اہل سنت کے عقائد کے مطابق اسلام اور اسلامی سوسائٹی کے دفاع کی کاوشیں ہی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی اہمیت کو اجاگر کرتی

ہیں......... یہ عالمی اہمیت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے عالم دین ہونے اور سنی عالم کی حیثیت سے کام کرنے سے شروع ہوئی......... انہوں نے زندگی بھر ایک عالم ہی کی حیثیت سے کام کیا......... انہوں نے ہر اس شخص کے سوالوں کے جواب دیئے جس نے ان سے رابطہ کیا......... ان کا کردار، اسلام کا گہرا علم رکھنے والے ایک دانشور کا کردار تھا......... انہوں نے بطور ایک

مذاق (تمسخر) کی بدولت آپس میں کینہ اور فساد پیدا ہوتا ہے۔

روایتی اسلامی اسکالر تعلیم پائی تھی اور اس میں بھی بے پناہ وسعت تھی......... وہ مختلف اسلامی اور دوسرے علوم میں بھی ماہر تھے جن میں اسلامی مذہبی علوم وفنون کے علاوہ ریاضی اور فلکیات بھی شامل تھے......... ایک متجر تعلیم یافتہ عالم کی حیثیت سے محض تحقیق طلب سوالوں کے جواب لکھ کر دنیا کو متاثر کرنا شاندار اہمیت رکھتا ہے۔

آج کل اجتماعی تنظیم سازی کا ایسا دور ہے جس میں وسیع دفتری نظام نے فرد کو نگل لیا ہے......... امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرز پر کام کرنے سے انکار کیا......... ان کے دور میں اجتماعی تحریکیں ابھرنا شروع ہو چکی تھیں مگر وہ کسی کے قریب تک نہ گئے......... انہوں نے کبھی بھی ایک بیوروکریٹ، سیاستداں یا منتظم بننے کی خواہش نہ کی......... اس اجتماعی تنظیم سازی کے تصور کو مودودی کی طرح کے لوگ اسلام میں داخل کرنے کا سبب بنے......... امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے شروع دن ہی سے اس کی مخالفت کی......... انہوں نے اجتماعی تحریکوں مثلاً تحریک تربیت دینے سے بھی مجتنب رہے۔



آج کے جدید دور کا انسان اندر سے مر چکا ہے کیوں کہ آج اچھے فرد کی مانگ نہیں رہی بلکہ محض ایسا فرد درکار ہوتا ہے جو نعرے لگائے اور جس طرح اسے کہا جائے عمل کرتا رہے.........
امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ عصر جدید میں فرد کو یوں مر جانے کی ضرورت نہیں......... انہوں نے عالمانہ رائے دیتے ہوئے بڑی سادگی سے اپنا کام کیا......... ہٹلر، اسٹالن اور اجتماعی تشہیر کے اس دور میں آج بھی اچھے فرد پر بھروسہ کرنے کی عالمی اہمیت ہے......... یہ دور حکمت و دانائی کی موت اور شعبہ جاتی تخصص کا دور بھی ہے۔

پہلے زمانے کے مقابلے میں آج ایک طالب علم کم سے کم شے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانتا ہے......... یونیورسٹی ایسی جگہ قرار پائی ہے جہاں پروفیسر بھی اپنے چھوٹے سے مخصوص مضمون کے بارے میں کافی علم نہیں رکھتا......... کیمرج یونیورسٹی میں حکمت و دانش کا کوئی پروفیسر نہیں ہے......... تعلیم یافتہ مسلمان اپنے ماضی سے کٹ چکے ہیں......... کسی بھی روایتی تعلیم یا علم کا وجود اب کم ہی نظر آتا ہے......... اب پڑھا لکھا طبقہ سابقہ ادوار کے روایتی علوم اور حکمت و دانش کو چھوئے بغیر محض اپنے محدود مضامین کا مطالعہ کرتا ہے......... ایک ماہر فلکیات صرف فلکیات کا علم رکھتا ہے، اسے اس حکمت و دانش کی ذرہ بھر خبر نہیں ہوتی جو دو سو سال قبل کے ماہر فلکیات کو حاصل تھی.........

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اس علمی روایت کے لئے سامنے آئے جو مغرب میں اپنی موت مر چکی تھی......... ان کا مقصد علم کو ممکنہ حد تک وسیع کرنا تھا......... ایسا علم جس کا محور اسلامی فنون سے پھوٹنے والی دانش و حکمت تھی......... ایسا علم جس کا ایک ہزار سالہ قدیم روایت سے گہرا رابطہ تھا......... امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں ایک ہزار سال پہلے تک کے مصنفین کے حوالے دیتے تھے.........
امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فلکیات، سیاسیات بلکہ بینکاری اور کرنسی تک کے سوالوں پر بھی سیر حاصل عالمانہ رائے دیتے تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ روحانی وجدان سے متعلق مشکل ترین سوالات پر بھی تبصرہ و تجزیہ کرنے کی اہلیت رکھتے تھے.........
بلاشبہ امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ اپنے اسلامی دور میں صدیوں پرانی ثقافت کا دفاع کر رہے تھے آج کی ثقافت تو بالکل بے بنیاد ہو کر رہ گئی ہے......... ادب اور آرٹ کا ماضی کی روایات سے رابطہ منقطع ہو چکا ہے......... آج یورپی مصوری اور شاعری پچاس سال پہلے کی روایت کی پاسداری بھی نہیں کر رہی جب کہ امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے قدیم زمانوں تک کی فنی روایت کو نبھایا ہے......... یہ پوری انسانی تاریخ سے کشید شدہ مکمل ثقافت تھی......... اسی وجہ سے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی عالمی اہمیت ہے۔

امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے طب میں بھی دلچسپی لی......... طب جدید کا بڑا قصور یہ ہے کہ اس کا طب کی قدیم روایت سے کوئی سابقہ نہیں رہا......... اور یہ حکیم و دانا انسانوں کے بجائے تنگ نظر سائنسدانوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہے.........
امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ محض ایک دانا اور ذہین عالم دین، ماہر فنون اور طبیب ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے تمام تر قدیم روایتی حکمت و دانش کو اندرونی و بیرونی حملوں سے بچایا......... شاید دنیا کے لئے امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے زیادہ اہمیت اس بات میں تھی کہ انہوں نے (معضرت رساں) سائنس کی مخالفت کی......... امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے اکثر دور میں سائنس کی پرستش ہوتی تھی......... یہ نیوٹن اور ڈاروِن پر مکمل ایمان کا دور تھا......... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری ایام کے قریب آئن اسٹائن کے انقلاب نے سائنس کی پرستش کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کیے......... خاص طور پر مسلم دنیا ہی میں سائنس کی پوجا ہوتی تھی اور سائنس ہی کو مغربی تسلط کی وجہ گردانا جاتا تھا......... اسی سائنس کی مدد سے سفید فام اقوام نے نوآبادیات کے لوگوں پر قابو پا رکھا تھا......... سائنس کی پرستش میں بہت سے نام نہاد مسلمان بھی شامل تھے......... اور ان مسلمانوں میں سے سرسید احمد خاں جیسے لوگوں نے اسلام کو اس طرح تبدیل کرنے کی کوشش کی کہ اسلام سائنس کے بارے میں مغرب کے نظریات کے مطابق ڈھل جائے......... یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس سے بھی زیادہ کچھ کیا......... انہوں نے سائنس ہی کو مسلمانوں پر استبداد، مسلط ہونے کی وجہ قرار دیا......... مسلمان سائنس پرست نہیں تھے......... انہیں سائنس پرست بننے پر مجبور کیا گیا......... اس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے کہیں آزادی نہ ہو اور سائنس کے نام پر مسلمانوں کی مرضی کے بغیر مغربی ماہرین اور "جدید مسلم ماہرین" ہر جگہ حکومت کریں......... یقیناً آج ہم جانتے ہیں کہ یہ سائنس زیادہ تر حماقت ہے۔

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کے وقت میں سائنس سخت نسلیت پرست تھی......... اور 1921ء میں ان کے وصال کے وقت اس سائنس نے مغرب میں کیمونسٹ اور فاشسٹ استبداد کا جواز فراہم کیا تھا......... سائنس کی پرستش کے تباہ کن منطقی نتائج آج اچھی طرح سمجھے جا رہے ہیں، خاص طور پر مسلم دنیا نے سائنس کے ہاتھوں خوفناک نقصان اٹھائے ہیں......... ان

تم پردے میں وہ کام نہ کرو جو لوگوں کے سامنے نہیں کر سکتے۔

نقصانات میں سے ایک سائنس کو ہر غلطی سے مبرا سمجھنے والی نوعیت وسطی ایشیاء کی کمیونسٹ رجیم کے ہاتھوں ماحول کی مکمل تباہی کا سانحہ ہے.......... آج ساری دنیا سائنس سے منہ موڑ کر اس روایتی قدیمی حکمت و دانش کی طرف رجوع کر رہی ہے جو دنیا پر سائنس کی حکمرائی سے قبل موجود تھی.......... لیکن امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے سو سال قبل سائنس کے خلاف جہاد کیا......... اگر آپ سائنس پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف پڑھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ انہوں نے سائنسدانوں کی کس قدر تذلیل کی ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن اور اسلام ہی میں کامل سچائیاں ہیں اور کسی بھی طرح ان کی تردید کی اجازت نہیں دی جا سکتی.......... اگر کبھی سائنس دانوں نے ایسا کیا بھی تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دلائل کو اسلامی دلائل سے رد کیا اور ان کے پرخچے اڑا دیئے......... اس طرح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سائنس میں بھی عظیم تھے.......... اگرچہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کسی طور پر بھی عام سائنس داں نہیں تھے مگر وہ ریاضی اور فلکیات اتنی اچھی طرح جانتے تھے کہ رات کو آسمان دیکھ کر گھڑی کا وقت درست کر لیتے تھے......... وہ مغربی سائنسی نظریات سے بھی آگاہی رکھتے تھے......... انہوں نے ستاروں کے جھکاؤ کی بناء پر بڑی تباہی کی پیشگوئی کرنے والے ایک مغربی ماہر فلکیات کا جواب لکھا اور اپنے جواب میں انہوں نے مکمل طور پر آسمانوں اور کشش ثقل سے متعلق مغربی نظریات کو بنیاد بنایا اور صحیح طور پر پیشگوئی فرمائی کہ کوئی تباہی نہیں آئے گی اور ان کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی.......... آپ کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جز، یا اسلامی قانون سے گلو خلاصی کے لئے، اس کی کوئی دلیل مانی جا سکتی ہے.......... اگرچہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تو آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے یہی ان کی عالمی اہمیت کی ایک بڑی دلیل ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی بھی روایتی حکمت و دانش کو ترک نہیں کیا جانا چاہئے بلکہ سائنس کو چاہئے کہ وہ حکمت و دانش کی رقیب یا متبادل بن کر نہیں بلکہ ہمیشہ اس کی خادم بن کر رہے.......... ایک سو سال بعد اب یہی صورت حال ہے جس کی طرف خود مغرب بھی رجوع کر رہا ہے جیسا کہ سبز سیاست اور سبز تحریک سے ظاہر ہے.......... لیکن دنیا میں اب بھی استبداد کی مدد کرنے والی سائنس کی احمقانہ پرستش جاری ہے.......... مغرب اب جان گیا ہے کہ اسٹالن کے جبر اور ہٹلر کے نسلی تعصب کے پیچھے سائنس کا کیا کردار تھا.......... اسی لئے مغرب نے سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھنا شروع کر دیا ہے.......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ہی سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھ رہے تھے.......... جب کہ ابھی اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا.......... وہ سائنس کو اس مقام پر رکھتے تھے جس کی وہ اہل تھی.......... روایتی حکمت و دانش ابھی زندہ تھی اور وہ خود بھی اس روایتی دانش سے لبریز تھے.......... وہ صحیح تھے اور مغرب غلطی پر تھا۔

ہاں! مغرب کے اپنی غلطی کے اعتراف سے سو سال قبل!.......... اپنی زندگی میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے سائنس دانوں کی حماقتوں کا جواب دینے کی جدوجہد فرمائی.......... لیکن بلاشبہ احمق یورپیوں کی پوری دنیا کے مقابل وہ یکہ و تنہا تھے.......... تاہم انہوں نے سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھنے کے لئے مسلمانوں کو ضروری کام پر لگا دیا.......... انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سب سے بڑا چیلنج سائنس کی پرستش اور اس کا وہ طریقہ تھا جس سے وہ اسلامی حکمت و دانش کو دھمکا رہی تھی..........

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے مقابلے میں آج ہم سائنس کو چیلنج کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہیں کیوں کہ آج مغرب میں بہت سے لوگ خود ہی سائنس کی محدودیت کو جان گئے ہیں.......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سائنس کے مقابل اسلام کا دفاع کرنے اور سائنس کی حدیں واضح کرنے کی کاوشوں کی وجہ سے عالمی اہمیت کی حامل شخصیت ہیں.......... صرف امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کو اپنا کر ہی مسلم دنیا اپنے تباہ کن ماضی اور حال سے پیچھا چھڑا سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور سادہ طریقہ سے بھی عالمی اہمیت رکھتے ہیں.......... وہ ایک آفاقی تھے.......... جدید دور سخت نیشنلزم اور نسلیت پرستی کا دور ہے.......... لیکن امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ چونکہ مسلمان تھے اس لئے کوئی ملک یا براعظم ان کا وطن نہیں تھا.......... پوری اسلامی دنیا ان کی مادر وطن تھی.......... ان کی شہرت ساری اسلامی دنیا تک پھیلی ہوئی تھی.......... خود مکہ معظمہ میں ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا.......... انہوں نے اسلام کی بین الاقوامی ثقافت کا تصور دیا.......... وہ تمام لوگوں سے مخاطب ہوئے.......... انہوں نے بہت سی زبانوں میں استفتاء کے جواب لکھے.......... وہ ہمیشہ اسی زبان میں جواب دیتے جس زبان میں سوال کیا جاتا تھا.......... آج کے دور میں خواتین و حضرات کتنے ہی زیادہ ہوں، جب ایک ہی ملک، ایک ہی گروہ یا ایک ہی نسل کی طرف دیکھتے ہیں تو بڑا عجیب لگتا ہے حتیٰ کہ ایک عالمی شہرت کا حامل گلوکار بھی آفاقی نہیں ہوتا بلکہ محض امریکی کہلاتا ہے.......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایک آفاقی شخصیت تھے.......... اور یقیناً وہ ایسے ہی تھے کیوں کہ وہ ایک سنی مسلمان

پیغامِ اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو، بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو دیوبندی ہوئی، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑیئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت کے نور ہیں۔ حضور ﷺ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے خدا اور رسول ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

(وصایا شریف صفحہ۔3 از مولانا حسنین رضا)

تھے......... اور ان کا مقصد اہل سنت کے نظریات وعقائد کے مطابق اسلام کا دفاع تھا......... اہل سنت کے مطابق اسلام ہی تمام مذاہب میں سب سے زیادہ آفاقی ہے......... عیسائیت کا مرکز سفید فام نسل ہے......... کیتھولک عیسائیت کا مرکز اٹلی ہے......... جب کہ اہل سنت کے مراکز بہت سارے ہیں۔ اپنی تمام تر قدیم روایات کے ساتھ عرب، ترکی، وسط ایشیا، انڈیا، مصر یا اسی طرح کے دیگر ممالک......... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام آفاقی پیغام ہے......... وہ کہتے ہیں کہ عالمی اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ جو تمام ملکوں، تمام نسلوں اور تمام قوموں میں موجود ہے......... کس قدر اہم پیغام ہے یہ دنیا بھر کے لئے۔

آج ہم مرگ مذہب کے دور میں رہ رہے ہیں......... مذہب کو سائنس کے مطابق اور جدید بنانے کی کاوشوں نے مذہب و روحانیت کو نکال باہر کیا ہے......... سچی روحانیت تقریباً ختم ہوگئی ہے اور مذہب محض سیکولر مقاصد کے لئے رہ گیا ہے۔

آج امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات سچ ثابت ہو رہے ہیں......... یہ ایک مرد مومن کی فراست اور اس کی بصیرت تھی......... سب کچھ صدقہ تھا عاشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا......... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا دور اب شروع ہوا ہے......... ہم اسلام دشمن اور غیر اسلامی حکومتوں اور معاشروں کی دنیا میں رہ رہے ہیں جس کا مذہب سے رابطہ کٹ چکا ہے......... ہمیں امام نے سکھایا کہ ہم اس دنیا میں کس طرح ہر باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے وقار کے ساتھ زندہ رہیں......... اب تک ہم وہ تمام پہلو ملاحظہ کر چکے ہیں جن کی وجہ سے امام اہمیت کے حامل ہیں......... انہوں نے جتنا جو کچھ بھی کیا اس کی اہمیت یہی ہے کہ انہوں نے جدید دنیا کے حملوں کے خلاف عقائد اہل سنت کے مطابق اسلام کا دفاع کیا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ عالمی اہمیت کے حامل ہیں کیوں کہ اہل سنت کے عقائد اور اسلام، عالمی اہمیت کے حامل ہیں اور عقائد اہل سنت اور ان کے نظریات ہی دنیا کے مسائل کا جواب رکھتے ہیں......... انہیں عقائد و نظریات کا نام اسلام ہے اور یہی سچا مذہب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پوری دنیا کے لئے، تمام انسانیت کے لئے اہمیت رکھتے ہیں کیوں کہ وہ ایک اللہ عزوجل اس کے سچے رسول ﷺ اور دین حق کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں......... انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل واکمل محبت اور عزت وعظمت کو اسلام اور اپنی زندگی اور اپنی تمام علمی کاوشوں کا مرکز بنائے رکھا......... اور یہی ان کی عالمی اہمیت کا سبب ہے......... انہوں نے اپنے عہد کی ہر باطل تحریک کا رد کیا اور بیخ کنی کی بھرپور کوشش کی......... انہوں نے انگریزی اقتدار کو تسلیم کیا نہ انگریزی کچہری میں گئے یہاں تک کہ لفافوں پر ہمیشہ انگریزوں کی تصویر والے ڈاک ٹکٹ کو الٹا لگایا، یہ کہتے ہوئے کہ انگریزوں کو الٹا لٹکا رہا ہوں......... تحریک ہجرت، تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات وغیرہ کی مخالفت کی......... آج لوگوں کو اعتراف ہے کہ امام نے صحیح کیا تھا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کس قدر دوراندیش تھے؟......... انہوں نے واقعات کو کبھی بھی جذبات کی رو میں بہنے نہیں دیا......... وہ ہر شے کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھتے تھے......... وہ سدا صراط مستقیم پر قائم رہے......... اور ایک سچے اسلامی مدبر اور جہاں دیدہ سیاسی مبصر کی حیثیت نے قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا......... یہ ہے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی عالمی اہمیت۔

اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمی نظریات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(سابق ایڈیشنل سیکریٹری، وزارت تعلیم سندھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ماہر تعلیم بھی تھے اس لئے ندوۃ العلماء کی نصاب کمیٹی کے وہ ایک اہم رکن تھے، بعد میں کسی وجوہ کی بناء پر علیحدہ ہو گئے، وہ خود دار العلوم منظر اسلام کے بانی بھی تھے اور بکثرت طلبہ کو انہوں نے پڑھایا تھا، تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے۔ انہوں نے تعلیم و تدریس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ملت کی ترقی اور نشو و نما کے لئے تعلیم اور نصاب تعلیم کی تشکیل و ترتیب دیتے وقت یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ ترقی اور نشو و نما کی نہج کیا ہونی چاہئے۔ نہج کا تعین قومی مزاج، قومی نظریات اور قومی ضروریات کو سامنے رکھ کر کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف درج ذیل ہے:

اسلامی تصور:۔ اسلام کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہئے کیوں کہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کا دین کیا ہے؟

مقصدیت:۔ تعلیم کا بنیادی مقصد خدا رسی اور رسول شناسی ہونا چاہئے تا کہ ایک عالم گیر فکر ابھر کر سامنے آئے۔ سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیاء کی معرفت سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے۔

اولیت:۔ ابتدائی سطح پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کا نقش طالب علم کے دل پر بٹھایا جائے کہ اس وقت کا بتایا ہوا پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ آل واصحاب اور اولیاء وعلماء کی محبت و عظمت دل میں پیدا کی جائے۔

صداقت:۔ جو کچھ پڑھایا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو۔ جھوٹی باتیں انسان کی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں جس طرح جسم کے لئے صحیح غذا ضروری ہے اسی طرح ذہن اور دماغ کے لئے بھی صحیح غذا ضروری ہے۔ صحت فکر اسی سے وابستہ ہے۔

افادیت:۔ صرف انہیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں کام آئیں۔ غیر ضروری اور غیر مفید علوم و فنون کو نصاب سے خارج کر دیا جائے اس سے افراد کی توانائی، مال اور عمر تینوں ضائع ہوتے ہیں جو ایک بڑا قومی نقصان ہے۔

للهیت:۔ اساتذہ کے لئے لازم ہے کہ ان کے دل میں اخلاص و محبت اور قومی تعمیر کی لگن ہو۔ وہ علم کو کھانے کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ طلبہ کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہوں۔

حمیت و غیرت:۔ طلبہ میں خودداری اور خودشناسی کا جوہر پیدا کریں تا کہ وہ دست سوال دراز کرنے کے عادی نہ ہو جائیں اور اپنا یہ جوہر کھو کر معاشرے کے لئے ایک بوجھ اور اسلام کے لئے ایک داغ نہ بن جائیں۔

حرمت:۔ طالب علم کے دل میں اور تعلیم متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

صحبت:۔ طالب علم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور بگڑنے کی ہوتی ہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مفید کھیل اور سیر و تفریح کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں تا کہ طالب علم کی طبیعت میں نشاط و انبساط باقی رہے اور وہ مسلسل تحصیل تعلیم سے اکتا نہ ہو جائے۔

سکنیت:۔ آخر میں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سکنیت پر زور دیتے ہیں یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پرسکون اور باوقار ہونا چاہئے تا کہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر پیدا نہ ہو۔

اپنے آپ کو بہتر سمجھ لینا جہالت ہے، ہر آدمی کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہئے۔

اتحادِ اہلسنت کی عملی و حقیقی صورت فکرِ رضا رحمۃ اللہ علیہ

محمود رضا مصطفائی / محمد انیس قادری عطاری

ہو حلقہ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

عشق کی لافانی اور کٹھن راہوں کے شاہ سوار، محبت کے پر پیچ راستوں پر عقیدتوں اور نیاز مندوں کے قافلے ہر سو، ہر لمحہ اور ہر جہت گامزن ہیں، ہماری مراد اس قافلے عشق و مستی سے ہے جس کو ہم عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز سپاہی اور لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالے سرفروشوں کی حیثیت سے جانتے ہیں، جن کا مسلک پیروی محبت، جن کا مذہب عشق حقیقی ہے، جن کی ضنانی الحبت کا عملی ثبوت یہ ہے کہ ان کے دست حق پرست پر لاکھوں اور کروڑوں غیر مسلم محبت اور عشق و مستی کا جام نوش کر کے راہِ حق پر استوار و گامزن ہیں یہ اسی عشق و محبت کا فیضان ہے۔ جس کا وعدہ یوم ازل میں سب نے ''است بربکم'' کا جام نوش کرنے کے بعد معلومہ وجود میں آ کر جس نے یاد رکھا وہ رب کا دوست اور مددگار بنا اور جس نے بھلا دیا وہ اس کے غضب کا شکار ہے۔

یہ عشق و محبت کا راستہ ہے۔ جس پر چلتے ہوئے دین آج سارے مسکن انسانی میں اپنا وجود رکھتا ہے۔ یہ اس گروہ کا، اس قافلے کا نشان امتیاز ہے جس کو ہم مسلک حق ''اہل سنت و جماعت'' کہتے ہیں آج یہ گروہ حق اپنے روز ازل سے زیادہ موجودہ دور کی تمام تر مشکلات کا سامنا کر رہا ہے آج ان کو جس میدان عمل میں جو کبھی جنگ لڑنی تھی وہ اس میدان جنگ میں بیشتر محاذ پر پسپائی کا سامنا کر رہا ہے اور مخالفین اس کے عمل و حرکت کے بیشتر راستے مسدود کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں، یہ آپس میں ہی دست و گریباں ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے کے عمامے خود اپنے ہاتھوں سے اچھالنے میں مصروف ہیں یہ خود ہی ذلت کے اس گڑھے میں گرنے کو کمربستہ ہو رہے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں اور روکنے والا اگر کوئی ایسا قدم اٹھانے کی کوشش کرے تو وہ اپنوں کی ہی نظر میں دشمن ٹھہرتا ہے الغرض یہ کہ اہل سنت و جماعت جس کو حرف عام میں ''سنی'' کہتے ہیں جو شاید اپنے نام کی طرح ''سن'' ہو چکے ہیں، جذبات واحساسات اور خلوص ویقین ان میں عنقا ہو چکے ہیں، یہ پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہیں جو اپنی اس بھیڑ چال میں مصروف ہو کر منزل حقیقی کو فراموش کر بیٹھے۔ بالآخر تعداد کثیر میں ہوتے ہوئے بھی پیش منظر سے پس منظر میں چلے گئے، زمانے کی حریف طاقتوں نے ان کو دیوار سے لگانے کی کوششیں جاری رکھی ہوئیں ہیں اور وہ اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو رہے ہیں ان کے اکابرین و ذمہ داران اپنے مسلکی فرائض کو پس پشت ڈال کر ذاتی و گروہی مفادات کے چکر میں الجھ کر منزل و جستجو کی راہ سے کوسوں دور کھڑے ہیں، اپنے پیٹ کی طلب کی خاطر مسلک کی لاج کو خود اپنے قدموں تلے روندنے کا جرم کر بیٹھے ہیں، تنظیمی و سیاسی غلطیوں کی نا ختم ہونے والی کڑی تا حال پوری قوم کو جکڑے ہوئے ہے اور اس اندھی، شخصی زنجیر میں جکڑے سنی حیران و پشیمان ہیں کہ ان کو منزل کا راہ ونشان دکھانے والے ہی خود نشان منزل کھو چکے ہیں۔ وہ دوسروں کا درماں کیسے بنیں جو خود درد کا شکار ہیں.....؟ معجزات پر یقین کرنے والے پھر کسی معجزہ کے انتظار میں ذاتی و شخصی تقلید کی صلیب پر لٹکے ہوئے تقلید جامد کا شکار ہو رہے ہیں۔ حرکت وعمل کے لئے غیروں کی طرف منتظر نگاہ ہیں۔ چند حکومتوں کے ابرو اشارہ کے منتظر ہیں کہ ہواؤں کے رخ جدھر کو ہوئے وہ بھی اس سمت کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اڑتے پھرتے ہیں بغیر کسی منزل ونشان کے۔

کارکنان حق اپنے لیڈروں، راہنماؤں اور امیروں کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتے ہیں کہ شاید کسی کی طرف سے کوئی اتحاد اہل سنت کی حقیقی صورت نظر آئے مگر صد افسوس نعرہ بازی کی حد تک تو سب کا

> ''اتحاد اہل سنت یعنی ہر سنی دوسرے سنی کا حقیقی برادر''
> ان کا کردار ایک عمارت ایک جسم کی مانند ہونا چاہئے
> ایک حصے کی تکلیف تمام حصے محسوس کریں اور اس کو رفع
> کرنے کی کوشش میں تمام ہاتھ برابر ہوں یہ جب ہوگا
> جب تمام سنی متحد ہوں گے، ایک ہوں گے،
> یک جان ہوں گے۔

یہی حال ہے مگر عمل کے میدان میں صفر۔ خود ساختہ اصولوں اور بے بنیاد واندھی عقیدت و محبت کے راستے بے عملی کا شکار یہ سنی ایک ایسے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں جو ان کو تباہی و بربادی کے عمیق غاروں میں دھکیلے لے جا رہے ہیں ایک دوسرے کے کندھوں اور پیٹھ پیچھے اپنی نفرتوں کی بندوقوں سے ایک دوسرے کو زخمی و فنا کرنے کی پالیسی پر گامزن یہ سنی نفرتوں اور عداوتوں کے اندھے کنوؤں میں گرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ ذاتی و گروہی نفرت وعناد وبغض کے ہاتھ مسلک کی بربادی اور بدنامی کا سبب بھی بنتے جا رہے ہیں یہ ایسے جرم ہیں کہ جن کی تلافی ابھی ممکن ہے اور اس کی اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف اتحاد اہل سنت ہی ہے۔ ان کی عظمت اور سربلندی اگر کسی چیز میں پوشیدہ ہے تو وہ فقط اتحاد کی عملی کوششوں میں، اگر وہ اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنا چاہتے ہیں تو ان کو ذاتی و گروہی اختلافات اور خود پرستی و خود شخصی عناد و زعم کو پس پشت ڈالنا ہوگا، محبت و عشق و مستی کی تحریک کو شروع کرنا ہوگا، باہمی اعتماد کے ذریعے ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سننا اور سمجھنا ہوگا اختلاف برائے اختلاف اور تنقید برائے تنقید کو ختم کرنا ہوگا، ایثار و محبت، الفت و عشق او ربالآخر تحریک رحمت اللعالمین ﷺ کو بحال کرنا ہوگا، حرکت وعمل سے عاری لوگوں کو ہر کام اچھنبہ معلوم ہوگا مگر راہنمایان فکر و دانش اور حرکت و عمل کے جوئے راز کو یہ بہت مسکن نظر آئے گا۔ تبدیلی واتحاد اور انقلاب کے لئے جن بنیادی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے کیا وہ ان کے پاس موجود نہیں یہ بالکل غلط بات ہے یہ اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں یہ اس بچے کی سی بات ہے جس کے ابھی ہاتھ پیر مضبوط نہ ہوں جو بھاگ دوڑ نہ کر سکتا ہو۔ یہ کسی دیوانے کی بڑ تو ہو سکتی ہے لیکن کسی ذی ہوش وذہین وفطین دل ودماغ کا مالک ایسی بات کرنا تو دور کی بات وہ ایسی سوچ پر بھی تین حرف بھیج سکتا ہے۔ یعنی نظریاتی فکر، افرادی قوت، راہنمایان فکر و دانش، ارباب حل وعقد، سیاسی، مذہبی اور دینی لیڈرشپ، تحریک محبت وعشق ومستی، شہدائے باوفا، غیور وغیرت مند کارکنان غرض کسی چیز کی کمی نہیں اگر ہے تو اصولوں کی کمی، باہمی اعتماد کی کمی، عزت وعقیدت کی کمی، باہمی رواداری کی کمی، الغرض بہت سی ذاتی وگروہی بیماریاں ہیں اور ان کی تشخیص اور اس کے لئے دوا ودعا وہ حکیم ہی کر سکتا ہے جو اس مرض اور مریض کو اچھی طرح جانتا اور اس مریض و مرض پر غور وفکر کرتا ہو اور بہترین اور اعلیٰ جراحی کرنے پر بھی قادر ہو۔ اگر کوئی نیک نیتی اور پر خلوص جذبہ سے اس عمل جراحی کو ادا کرنے پر تیار ہو تو اس کو اس عمل کے لئے مختلف میدانوں میں کام کرنا ہوگا، ہمارے تمام مسئلوں کا حل صرف اور صرف اتحاد اہل سنت میں مضمر ہے اگر ہم اپنی ذاتی اور شخصی انا پرستی کو چھوڑ کر ایک ایسی شخصیت کو آئیڈیل بنا کر اتحاد و انقلاب کی بات کریں جس کی ذات اور شخصیت ہمارے کسی کے لئے بھی اختلاف کا سبب نہیں بلکہ ہماری سوچ، ہماری پرواز خیال، ہمارے عقائد ونظریات، ہمارا دین وایمان، ہمارا مسلک سب کا سب اس شخصیت کا ہی مرہون منت احسان ہے ہماری مراد اس عظیم فکر، سیاسی راہنما، دینی رہبر، سنت نبوی ﷺ کا مکمل وحقیقی پیکر، عشق حقیقی ومجازی کا شاہ سوار، فنافی الرسول ﷺ، مفتی، مجدد اعظم، موائد ملت، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت عبد المصطفیٰ الشاہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلی شریف قدس سرہ سے ہے۔ جن سے کسی بھی حقیقی وصحیح العقیدہ سنی کو اختلاف نہیں ہو سکتا اگر ان کے نام نامی کے نام کو اور آپ کی فکر کو مشعل راہ بنا کر اتحاد وانقلاب کی کوشش کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیاب نہ ہوں مگر اس کے لئے چاہئے حقیقی محبت وعشق، درست فکر کی پیروی، غلط انداز میں کسی کی خواہشات اور پیروی کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے کہ فلاں صاحب چلیں گے تو میں کام کروں گا یا فلاں کے مدرسے، مسجد، خانقاہ یا کسی کی آمدن وپیٹ پر زد پڑتی ہے اس لئے یہ کام نہیں ہو سکتا یہ تو وہی بات ہے کہ سورج سے آنکھ بند کر لینے سے سورج کی

پست خیال، آوارہ مزاج اور فحش لوگوں سے دور رہو۔

حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا یہ مسئلے آنکھ بند کر لینے سے حل نہیں ہو سکتے ان کے لئے حقیقت پسندی اور باہمی اعتماد کی ضرورت ہے، وسعت قلبی کی تمنا ہے، سروں پر سجے ہوئے عمامے اور چہروں پر ڈارھیوں کی رونق اس بات کی متمنی ہے کہ ان کا احترام کیا جائے نا کہ ان کو اتار پھیکا یا نوچا جائے اس وقت اولین ضرورت اگر ہے تو صرف یہ کہ فکر رضا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنایا اور اس پر حقیقی طور پر پیروی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ گو کہ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی تقریروں، خطبوں اور بیانات کے ذریعے فکر رضا رحمۃ اللہ علیہ کو عام کرنے پر کام کر رہے ہیں لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا ہے تو بتایئے کہ عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر یا 25 صفر المظفر کو ٹیلی ویژن، ریڈیو یا اخبارات پر خصوصی پروگرام نظر کیوں نہیں آتے....؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ فکر رضا رحمۃ اللہ علیہ کو نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ سے خاص ربط کا اظہار قرار دیا جائے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کو بذریعہ انقلاب فکر رضا رحمۃ اللہ علیہ کے برپا کرنے پر زور دیا جائے اس سے پہلے اتحاد اہل سنت کی عملی حقیقی کیا صورت ہوگی یہ زیادہ اہم سوال ہے....؟

اس پر روشنی ڈالنے سے پہلے عرض گزار ہوں کہ ان تمام تجاویز کو خالصتاً محبت و عشق کی تحریک رحمت اللعالمین ﷺ کے حوالے سے دیکھا جائے نا کہ کسی پیر، عالم، مقرر، لیڈر، رہنما یا امیر کی تحقیر و تذلیل کی نظر سے۔ ان گزارشات کو نہ دیکھا جائے، ہم یہ گزارشات صرف اور صرف اپنی مسلک و دین سے محبت و عشق کے سبب بیان کر رہے ہیں، کسی بھی شخص کی بے عزتی یا اس پر تنقید برائے تنقید مقصد نہیں۔ ہماری نظر میں اتحاد اہل سنت کی حقیقی صورت یہ ہونی چاہئے یا اس طریقہ کار کو اپنایا جائے تو اتحاد اہل سنت کی حقیقی و عملی صورت واضح ہو سکتی ہے اور یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔

''اتحاد اہل سنت یعنی ہر سنی دوسرے سنی کا حقیقی برادر'' ان کا کردار ایک عمارت ایک جسم کی مانند ہونا چاہئے ایک حصے کی تکلیف تمام حصے محسوس کریں اور اس کو رفع کرنے کی کوشش میں تمام ہاتھ برابر ہوں یہ جب ہوگا جب تمام سنی متحد ہوں گے، ایک ہوں گے، یک جان ہوں گے، ''سنی رابطہ کونسل'' اس غلط فہمی کو شروع میں ہی دور کر دینا چاہتی ہے کہ سنی رابطہ کونسل سنی تنظیموں، جماعتوں اور تحریکوں کے اتحاد سے زیادہ اتحاد عوام اہل سنت کو ضروری گردانتی ہے کیوں کہ سنی تنظیمیں، جماعتیں اور تحریکیں اپنے اپنے مدار میں جو کام کر رہی ہیں وہ بھی ضروری ہیں یعنی جو تنظیمیں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں وہ ان جماعتوں کا کردار ادا نہیں کر سکتی جو سیاسی پلیٹ فارم سے اپنی جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے ہیں نہ ہی وہ ان تحریکوں کا کردار ادا کر سکتی ہیں جو جہاد اور حقوق اہل سنت کا معرکہ لڑنے میں مصروف ہیں۔ سنی رابطہ کونسل صرف یہ چاہتی ہے کہ ان تنظیموں، تحریکوں اور جماعتوں کی طرف سے دوسرے کی تحقیر و توہین کا عملی رویہ ختم کیا جائے کارکنوں و ہمدردوں میں برداشت کا مادہ پیدا کیا جائے۔ تمام قائدین، لیڈرز، رہنما، امیر حضرات سنی عوام کے سر کے تاج ہیں، علماء، خطباء، مقرر حضرات سنی عوام کے دست و بازو ہیں نہ کہ دشمن۔ ان کے دل اور دروازے تمام سنیوں کے لئے کھلے ہونے چاہئے۔ اگر کوئی سنی کسی بھی سنی جماعت، تنظیم یا تحریک سے وابستہ ہے تو کسی کے رویے میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئے وہ سب سے پہلے سنی ہے بعد میں کچھ اور۔

جب سیاسی جماعت کو سیاسی قوت کی ضرورت ہو تو تمام سنی سیاسی ہوں جب دعوت و تبلیغ کی ضرورت ہو تمام سنی مبلغ ہوں جب حقوق اہل سنت کی حفاظت کا معاملہ ہو تو تمام سنی ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہوں بغیر کسی شخصی بغض کے بغیر کسی تنظیمی نفرت کے اور نہ ہی ان کے دل میں کسی کے پیر، مرشد، خانقاہ یا صاحب مزار کا عناد ہو وہ فقط سنی ہوں اول تا آخر سنی۔ یہ ہے اتحاد اہل سنت کی عملی و اصلی شکل و صورت۔

اتحاد اہل سنت سے پہلے اور بعد کے کرنیوالے کام:

سنی سپریم کونسل:۔ اس میں ہر سنی تنظیم تحریک، جماعت کا امیر، قائد، رہنما رکن ہو سکتا ہے تمام احباب مل کر بیٹھ کر سنیت کے درپیش مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لئے اجلاس کریں اور اس کا حل پیش کریں اس طرح سنی عوام کو ایک سمت میں لے کر چلنے میں آسانی ہوگی اور تمام فیصلوں میں اعتماد بھی ہوگا اس میں ضروری نہیں کہ امیر، قائد، رہنما ہی شرکت کریں ان کی طرف سے نامزد افراد بھی ہو سکتے ہیں لیکن فیصلے کی صورت اس کے پابند ہوں گے۔

مرکزی تنظیم المدارس:۔ اس کے زیر اہتمام مدارس ہوں گے چاہے ان کو کوئی دعوت و تبلیغ کے زیر اہتمام چلایا جا رہا ہو یا سیاسی و جہادی و حقوق کی تنظیموں کے تحت وہ کام کر رہے ہوں سب اس کے رکن ہوں گے نصاب اپنا ہی رہے گا طریقہ کار بھی وہی رہے گا مرکز اس میں کوئی حکم یا اتھارٹی نہیں ہوگا۔

مرکزی تنظیم المساجد:۔ اس کے زیر اہتمام ایک بورڈ بنایا جائے گا تا کہ وہ تمام مساجد کے سلسلے میں عملی کام کرے ان کی رجسٹریشن ان کی دیکھ بھال اور ان کے دیگر مسائل کو حل کرنے کی عملی کوشش کرے اور اس طرح تمام مساجد ایک منظم کے تحت ہوں گی شعوری، نظریاتی اور عقائد و فکر کی اشاعت و تبلیغ میں موثر کردار ادا کرنے کے قابل ہوں گی، ایک آواز بھی ہوں گی۔

> کارکنان حق اپنے لیڈروں، راہنماؤں اور امیروں کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتے ہیں کہ شاید کسی کی طرف سے کوئی اتحاد اہل سنت کی حقیقی صورت نظر آئے مگر صد افسوس نعرہ بازی کی حد تک تو سب کا یہی حال ہے مگر عمل کے میدان میں صفر۔

سنی سیاسی پلیٹ فارم: ۔ یہ وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے سنی سیاسی جماعتیں فعال اور امداد کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت پیچھے ہیں ان کو فعال کرنے کے لئے ان میں عملی اقدامات کی ضرورت ہے، متحرک، جذبے والے کارکنوں کو مورل سپورٹ کی ضرورت ہے تا کہ وہ سیاسی طور پر مضبوط ہوں۔ سیاسی طور پر ان کی پشت پر ایک مضبوط اور سیاسی سوجھ بوجھ والی باہمت قیادت موجود ہو تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اعتماد، جوش سے کام کر سکیں۔ سیاسی جماعتوں کے اغراض و مقاصد اور منشور کی از سر نو تدوین کی جائے اور ان کو موجودہ ملکی، عالمی، سیاسی، مسلکی صورت حال سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت پر زور دیا جائے اور ان کو اس قابل بنانے پر توجہ دی جائے تا کہ سنی عوام ایک پلیٹ فارم ایک پرچم تلے اپنے سیاسی حقوق حاصل کرنے میں کامیاب رہیں۔

سنی اقتصادی پلیٹ فارم: ۔ یہ تمام خواب شرمندہ تعبیر ہوں گے جب سنی مالی، مادی اور اقتصادی طور پر مستحکم ہوں گے تمام سنیوں کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ وہ اپنے سنی بھائی کی مدد کے پابند ہیں۔ جو مال سے امداد کر سکتے ہیں وہ مادی سپورٹ دیں اور جو جسمانی، ذہنی، فکری طور پر توانا ہیں وہ ان کی مدد کریں جو اس شعبے میں کمزور ہیں اس طرح ایک مرکزی بیت المال بھی قائم کیا جا سکتا ہے جس سے کمزور اور نادار سنی احباب کی مدد کی جائے اور ان کو مورل سپورٹ دی جائے تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں اور دوسروں کی امداد کے قابل ہو جائیں اس بیت المال میں تمام افراد جو صاحب حیثیت ہیں وہ اپنی زکوۃ، خیرات، فطرانہ، واجبات اور قرض حسنہ سے امداد کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

یہ ہیں وہ عملی اقدامات جن کے کرنے سے اتحاد اہل سنت کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے اس میں مزید سوچ اور اضافہ ہو سکتا ہے، سنی رابطہ کونسل خلوص دل و نیت سے اتحاد اہل سنت کی داعی ہے، سنی رابطہ کونسل یہ بات شروع میں ہی واضح کر دینا چاہتی ہے کہ اس کا مدعا یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی نئی تنظیم، تحریک یا جماعت کھڑی کرے بلکہ وہ اتحاد اہل سنت کا پرچار کر رہی ہے۔ اور نہ ہی تنظیموں، جماعتوں اور تحریکوں کو ایک دوسرے میں مدغم کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی اپنے طور پر کوئی قیادت مسلط کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی کسی کی لیڈر شپ کو چیلنج کرنا چاہتی ہے تمام لیڈرز، قائدین اور امراء کی دل سے قدر و محبت کرتی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری خیال کرتی ہے کہ کسی کو کسی قیمت پر اتحاد اہل سنت میں روڑے اٹکانے کی اجازت نہیں دے گی کیوں کہ اتحاد اہل سنت وقت کی اولین ضرورت ہے۔ سنی رابطہ کونسل اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ نجدی افکار کے پھیلنے کی وجہ سے سنی عوام کو سنی علماء حق کو اور غیرت مند و غیور سنی کارکنوں کو ایک ''معرکہ بدر'' کا سامنا کرنے کے لئے ذہنی و جسمانی اور روحانی و اخلاقی طور پر تیار رہنا چاہئے کیوں کہ غلیظ نجدی افکار نے ہمارے گھروں، ہمارے ذہنوں، ہمارے بچوں و بچیوں، نوجوانوں ہمارے بزرگوں ہمارے معاشروں کو اپنی غلاظت سے آلودہ کر دیئے ہیں اس گند دیوبند کو صاف کرنے کے لئے ہمیں اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی طور پر ایک اور روحانی، نظریاتی، فکری، مالی، مادی، اخلاقی اور اقتصادی طور پر ایک اور ''معرکہ بدر'' کی تیاری مکمل کر لینی چاہئے کیوں کہ بقول علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

فضائے بدر پیدا کر تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں فرشتے قطار اندر قطار اب بھی

آخری التماس:۔ سنی رابطہ کونسل اس تصویری خاکہ کو مکمل کرنے کے لئے تمام سنی قائدین، امراء اور رہنماؤں کی امداد اور وسعت قلبی کی متمنی ہے اور غیور و غیرت مند نظریاتی و مسلکی کارکنوں کی ہمت، طاقت اور استقامت کی منتظر توجہ ہے تا کہ ہم سب مل کر اس اتحاد اہل سنت کے حقیقی اور عملی خواب کو شرمندہ تعبیر اور اس تصویری خاکہ میں اپنی جوانیوں اپنے گرم و پرجوش لہو سے رنگ بھر سکیں تا کہ آنے والا وقت ہمارا ہو۔

ہماری شان ہماری پہچان
ہمارا دین ہمارا ایمان

اس دعا کہ ساتھ آپ سے اجازت چاہیں گے کہ ہمارا عظیم الشان پروردگار اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صدقے میں ہم سب کو خلوص نیت سے اتحاد اہل سنت کے لئے فروغ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور تقلید امام احمد رضا قدس سرہ کو عام کرنے کے لئے ہمہ وقت، ہمہ جہت پوری تندہی سے کام کرنے کی ہمت، طاقت اور استقامت عطاء کرے اور روز جزا و قبر کی شرمندگی سے اپنی اور پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں محفوظ و آمان میں رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆......☆.....☆

بری اور اچھی باتوں میں فرق!

ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ بری خصلتوں اور خراب عادتوں سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو بچائے رکھے اور نیک خصلتوں اور اچھی عادتوں کو خود بھی اختیار کرے اور اپنے سب متعلقین کو بھی اس پر کار بند ہونے کی انتہائی تاکید کرے۔ یوں تو اچھی عادتوں اور بری عادتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر ہم یہاں ان چند بری خصلتوں اور خراب عادتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن میں اکثر مسلمان خصوصاً عورتیں گرفتار ہیں اور ان بری عادتوں کی وجہ سے لوگ اپنے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر کے دونوں جہاں کی سعادتوں سے محروم ہو رہے ہیں۔

غصہ:

بے محل اور بے موقع بات بات پر بکثرت غصہ کرنا، یہ بہت خراب عادت ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان غصہ میں آکر دنیا کے بہت سے بنے بنائے کاموں کو بگاڑ دیتا ہے اور کبھی کبھی غصہ کی جھلاہٹ میں خداوند کریم کی ناشکری اور کفر کا کلمہ بکنے لگتا ہے۔ اور اپنے ایمان کی دولت کو غارت اور برباد کر ڈالتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بے محل اور بات بات پر غصہ کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے کسی عمل کا حکم دیجئے مگر بہت ہی تھوڑا ہو تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''غصہ مت کر'' یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 433 و احیاء العلوم جلد 3 صفحہ 165 مصری)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔
(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 433 مجتبائی)

> ☆ ...... درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو غصہ اچھا ہے۔

غصہ کب برا، کب اچھا ہے؟:

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ بذات خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے۔ اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو غصہ اچھا ہے، مثلاً کسی بھوکے پیاسے دودھ پیتے بچے کے رونے پر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے اس لئے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی برمحل ہے۔ لہٰذا یہ غصہ برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے؟ یقیناً یہ غصہ بُرا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے اس سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے۔

غصہ کا علاج:

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کو چاہئے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے۔ اس لئے کہ بے محل اور مفسد غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے اس لئے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔
(مشکوٰۃ جلد 2 ص 434 مجتبائی)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آ جائے تو آدمی کو چاہئے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اتر جائے گا۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے تا کہ غصہ ختم ہو جائے۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 434)

حسد:

کسی کو کھاتا پیتا یا پھلتا پھولتا آسودہ حال دیکھ کر دل جلانا اور اس کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا۔ اس خراب جذبہ کا نام ''حسد'' ہے۔ یہ بہت ہی خبیث عادت اور نہایت ہی بری بلا، اور گناہ عظیم ہے۔ حسد کرنے والے کی ساری زندگی جلن اور گھٹن کی آگ میں جلتی رہتی ہے اور اسے چین اور سکون نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ حسد کرنے والے کے حسد سے آپ خدا کی پناہ مانگتے رہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔
(احیاء العلوم جلد 3 صفحہ 187 مصری)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ اور اے اللہ عزوجل کے بندو تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ (احیاء العلوم ج 3 صفحہ 187)

حسد اس لئے بہت بڑا گناہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ عزوجل پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں آدمی اس نعمت کے قابل نہیں تھا۔ اس کو یہ نعمت کیوں دی ہے؟ اب تم خود ہی سمجھ لو کہ اللہ عزوجل پر کوئی اعتراض کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

حسد کا علاج:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد کرنے سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت و نعمت برباد نہیں ہو سکتی۔ اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میرے حسد سے اس کا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ بلکہ میرے حسد کا نقصان دین و دنیا میں مجھ کو ہی پہنچ رہا ہے کہ میں خواہ مخواہ دل کی جلن میں مبتلا ہوں اور ہر وقت حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہوں۔ اور میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میری نیکیاں قیامت میں اس کو مل جائیں گی۔ پھر یہ بھی سوچے کہ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اس کو خداوند کریم نے یہ نعمتیں دی ہیں اور میں اس پر ناراض ہو کر حسد میں جل رہا ہوں تو میں گویا خداوند تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کر کے اپنا دین و ایمان خراب کر رہا ہوں۔ یہ سوچ کر پھر اپنے دل میں اس خیال کو جمائے کہ اللہ عزوجل علیم و حکیم ہے۔ جو شخص جس چیز کا اہل ہوتا ہے اللہ عزوجل اس کو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اللہ عزوجل کے نزدیک چونکہ وہ ان نعمتوں کا اہل تھا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے اس کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور میں چونکہ ان کا اہل نہیں تھا اس لئے اللہ عزوجل نے مجھے نہیں دیں۔ اس طرح حسد کا مرض دل سے نکل جائے گا اور حاسد کو حسد کی جلن سے نجات مل جائے گی۔

(احیاء العلوم ج3 صفحہ 196 مصری)

لالچ:

یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت خراب عادت ہے اللہ عزوجل کی طرف سے بندے کو جو رزق و نعمت اور مال و دولت یا جاہ و مرتبہ ملا ہے اس پر راضی ہو کر قناعت کر لینا چاہئے۔ دوسروں کی دولتوں اور نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر خود بھی اس کو حاصل کرنے کے پھیر میں پریشان حال رہنا اور غلط و صحیح ہر قسم کی تدبیروں میں دن رات لگے رہنا۔ یہی جذبہ حرص و لالچ کہلاتا ہے اور حرص و طمع درحقیقت انسان کی ایک پیدائشی خصلت ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر آدمی کے پاس دو میدان بھر کر سونا ہو جائے تو پھر وہ ایک تیسرے میدان کو طلب کرے گا کہ وہ بھی سونے سے بھر جائے اور ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص اس سے توبہ کرے اللہ عزوجل اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا۔

(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 450 مجتبائی)

اور ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں ایک امید دوسری مال کی محبت۔

(احیاء العلوم ج3 صفحہ 238 وغیرہ)

لالچ اور حرص کا جذبہ خوراک، لباس، مکان، سامان، دولت، عزت، شہرت، غرض ہر نعمت میں ہوا کرتا ہے۔ اگر لالچ کا جذبہ کسی انسان میں بڑھ جاتا ہے تو وہ انسان طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بے مروتی کے کاموں میں پڑ جاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی نہیں چوکتا۔ بلکہ سچ پوچھئے تو حرص و طمع اور لالچ درحقیقت ہزاروں گناہوں کا سرچشمہ ہے اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے۔

لالچ کا علاج:

اس قلبی مرض کا علاج صبر و قناعت ہے یعنی جو کچھ خدا کی طرف سے بندے کو مل جائے اس پر راضی ہو کر خدا کا شکر بجا لائے اور اس عقیدہ پر جم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اسی وقت فرشتہ خدا کے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے۔ انسان کی عمر، انسان کی روزی، انسان کی نیک نصیبی، انسان کی بدنصیبی، یہی انسان کا نوشتہ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ خدا کی رضا اور اس کی عطا پر راضی ہو جاؤ اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھا دو کہ جو میری تقدیر میں تھا وہ مجھے ملا اور جو میری تقدیر میں ہوگا وہ آئندہ ملے گا اور اگر کچھ کمی کی وجہ سے قلب میں تکلیف ہو اور نفس ادھر ادھر لپکے تو صبر کر کے نفس کی لگام کھینچ لو۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کا نور چمک اٹھے گا اور حرص و لالچ کا اندھیرا بادل چھٹ جائے گا۔

کنجوسی:

بخیلی بہت ہی منحوس خصلت ہے۔ بخیل مال رکھتے ہوئے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے، وطن اور سفر ہر جگہ ہر حال میں ہر چیز میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھاتا ہے اور ہر جگہ ذلیل ہوتا ہے اور کوئی بھی اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سخی اللہ عزوجل سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے انسانوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ عزوجل سے دور ہے، جنت سے دور ہے، انسانوں سے دور ہے، جہنم سے قریب ہے اور یقیناً سخی جاہل، عبادت گزار بخیل سے زیادہ اللہ عزوجل کو پیارا ہے۔ (مشکوٰۃ ج1 صفحہ 165 مجتبائی)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دھوکہ باز اور بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

(مشکوٰۃ جلد 1 صفحہ 165 مجتبائی)

اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو دونوں ایک ساتھ مومن میں اکٹھا جمع نہیں ہوں گی۔ ایک کنجوسی اور دوسری بداخلاقی۔ (مشکوٰۃ ج1 صفحہ 165 مجتبائی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں خصلتیں بری ہیں اور یہ دونوں بری خصلتیں مومن میں ایک ساتھ نہیں پائی جائیں گی۔ مومن اگر بخیل ہوگا تو بداخلاق نہیں ہوگا۔ اور اگر بداخلاق ہوگا تو بخیل نہیں ہوگا۔ اور اگر تم کسی ایسے منحوس آدمی کو دیکھو کہ وہ بخیل بھی ہے اور بداخلاق بھی ہے تو سمجھ لو کہ اس کے ایمان میں کچھ فتور ضرور ہے اور یہ کامل درجے کا مسلمان نہیں ہے۔

بخیل کا علاج:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کنجوسی ایک ایسا مرض ہے کہ اس کا علاج بے حد دشوار ہے خصوصاً بڈھا آدمی اگر بخیل ہو تو وہ تقریباً لاعلاج ہے اور کنجوسی کا سبب مال کی محبت ہے۔ جب تک مال کی محبت دل سے زائل نہیں ہوگی۔ کنجوسی کی بیماری رفع نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی اس کے دو علاج بہت ہی کامیاب اور کارآمد ہیں اور وہ یہ ہیں اول یہ کہ آدمی یہ سوچے کہ مال کے مقاصد کیا ہیں؟ اور میں کس لئے پیدا کیا گیا ہوں؟ اور مجھے دنیا میں مال جمع کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ عالم آخرت کے لئے بھی ذخیرہ جمع کرنا چاہئے۔ جب یہ خیال دل میں جم جائے گا تو پھر دل میں دنیا کی بے ثباتی اور عالم آخرت کا دھیان پیدا ہوگا اور ناگہاں دل میں ایک ایسا نور پیدا ہو جائے گا کہ دنیا سے اور دنیا کے مال و اسباب سے بے رغبتی اور نفرت پیدا ہونے لگے گی پھر بخیلی اور کنجوسی کی بیماری خود بخود دفع ہو جائے گی اور جذبہ سخاوت اس طرح پیدا ہو جائے گا کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے اس کو لذت محسوس ہونے لگے گی۔

اور دوسرا علاج یہ ہے کہ بخیلوں اور سخی لوگوں کی حکایات پڑھے اور عالموں سے بکثرت اس قسم کے واقعات سنتا رہے کہ بخیلوں کا انجام کتنا برا ہوا ہے اور سخی لوگوں کا انجام کتنا اچھا اچھا ہوا ہے۔ اس قسم کے واقعات و حکایات پڑھتے پڑھتے، سنتے سنتے بخیلی سے نفرت اور سخاوت کی رغبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور

☆......حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد کرنے سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت و نعمت برباد نہیں ہو سکتی۔

ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے اور رعب دبدبہ جاتا رہتا ہے۔ یہ موت سے غفلت کا نشان ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

رفتہ رفتہ کنجوسی کا مرض زائل ہوجاتا ہے۔

(احیاء العلوم ج3 صفحہ 262 وغیرہ)

تکبر:

یہ شیطانی خصلت اتنی بری اور اس قدر تباہ کن عادت ہے کہ یہ بھوت بن کر جس انسان کے سر پر سوار ہوجائے سمجھ لو کہ اس کی دنیا و آخرت کی تباہی یقینی ہے۔ شیطان اپنی اس منحوس خصلت کی وجہ سے مردود بارگاہ الٰہی ہوا۔ اور خداوند قہار و جبار نے لعنت کا طوق اس کے گلے میں پہنا کر اس کو جنت سے نکال دیا۔

تکبر کے معنی یہ ہیں کہ آدمی دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھے۔ یہی جذبہ شیطان ملعون کے دل میں پیدا ہوگیا تھا کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو فرشتے چونکہ تکبر کی نحوست سے پاک تھے۔ سب فرشتوں نے سجدہ کرلیا لیکن شیطان کے سر میں تکبر کا سودا سمایا ہوا تھا اس نے اکڑ کر کہہ دیا کہ۔

ترجمہ:۔ ''میں حضرت آدم (علیہ السلام) سے اچھا ہوں۔ اے اللہ (عزوجل)! تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔''

اس ملعون نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے سے حقیر سمجھا اور سجدہ نہیں کیا۔

یاد رکھو کہ جس آدمی میں تکبر کی شیطانی خصلت پیدا ہوجائے گی اس کا وہی انجام ہوگا جو شیطان کا ہوا کہ وہ دونوں جہاں میں خداوند قہار و جبار کی پھٹکار سے مردود اور ذلیل و خوار ہوگیا۔

یاد رکھو کہ تکبر خدا کو بے حد ناپسند ہے اور یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہیں داخل ہوگا اور جس شخص کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

(مشکوٰۃ ج2 صفحہ 433 مجتبائی)

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ میدان محشر میں تکبر کرنے والوں کو اس طرح لایا جائے گا کہ ان کی صورتیں تو انسانوں کی ہوں گی مگر ان کے قد چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور ذلت و رسوائی میں یہ گھرے ہوئے ہوں گے اور یہ لوگ گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لائے جائیں گے اور جہنم کے اس جیل خانہ میں قید کردیے جائیں گے۔ جس کا نام ''بولس'' (ناامیدی) ہے اور وہ ایسی آگ میں جلائے جائیں گے جو تمام آگوں کو جلادے گی جس کا نام ''نارالانیار'' ہے اور ان لوگوں کو جہنمیوں کا پیپ پلایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ جلد2 صفحہ 433)

پیاری بہنو اور عزیز بھائیو! کان کھول کر سن لو کہ تم لوگ جو کھانے، کپڑے، چال چلن، مکان، سامان، تہذیب و تمدن، مال و دولت ہر چیز میں اپنے کو دوسروں سے اچھا اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھتے رہتے ہو۔ اسی طرح بعض علما اور بعض عبادت گزار علم و عبادات میں اپنے کو دوسروں سے بہتر اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھ کر اکڑتے ہیں۔ یہی تکبر ہے خدا کے لئے اس شیطانی عادت کو چھوڑ دو اور تواضع و انکساری کی عادت ڈالو۔ یعنی دوسروں کو اپنے سے بہتر اور اپنے کو ہر چیز میں دوسروں سے کمتر سمجھو۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے لئے تواضع و انکساری کرے گا اللہ عزوجل اس کو بلند فرمادے گا۔ وہ خود کو چھوٹا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل تمام انسانوں کی نگاہوں میں اس کو عظمت والا بنا دے گا اور جو شخص گھمنڈ اور تکبر کرے گا۔ اللہ عزوجل اس کو پست کردے گا وہ خود کو بڑا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل اس کو تمام انسانوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل بنا دے گا۔

گھمنڈ کا علاج:

گھمنڈ اور تکبر کا علاج یہ ہے کہ غریبوں اور مسکینوں کی صحبت میں رہنے لگے اور ان لوگوں کی خدمت کرے۔ تواضع و انکساری کا طریقہ اختیار کرے اور اپنے دل میں یہ ٹھان لے کہ میں ہر مسلمان کی تعظیم اور اس کا اعزاز و اکرام کروں گا۔ خواہ اس کے کپڑے کتنے ہی میلے کیوں نہ ہوں میں اس کو اپنے برابر بیٹھاؤں گا اور ہر وقت اس کا دھیان رکھے کہ خداوند کریم کا شکر ہے کہ مجھ کو اس نے دوسروں سے اچھا بنا دیا ہے لیکن وہ جب چاہے مجھ کو سارے جہاں سے بدتر بنا سکتا ہے۔ اپنی کمتری اور کوتاہی کا خیال اگر دل میں جم گیا تو تکبر کا بھوت لاکھوں کوس دور بھاگ جائے گا۔

چغلی:

یعنی کسی کی بات سن کر کسی دوسرے سے اس طور پر کہہ دینا کہ دونوں میں اختلاف اور جھگڑا لڑائی ہوجائے۔ یہ بہت بڑا گناہ اور بہت خراب عادت ہے۔ تجربہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اس گناہ میں مبتلا ہیں۔ حدیث شریف میں چغل خوری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ چغل خور جنت میں نہیں داخل ہوگا اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک ناپسند وہ ہے جو ادھر ادھر کی باتوں میں لگائی بجھائی کرکے مسلمان بھائیوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈالتا ہے۔ اور ایک حدیث میں یہ بھی فرمان رسول ﷺ ہے کہ چغل خور کو آخرت سے پہلے اس کی قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ چغلی کی برائی کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔

(احیاء العلوم جلد3 صفحہ 155)

مسلمان بھائیو اور بہنو! کسی کی کوئی بات سنو تو خوب سمجھ لو کہ تم اس بات کے امین ہوگئے۔ اگر دوسروں تک اس بات کے پہنچانے میں کوئی دین و دنیا کا فائدہ ہو جب تو تم ضرور اس بات کا چرچا کرو، لیکن اگر اس بات کو دوسروں تک پہنچانے میں دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کا اندیشہ ہو تو خبردار۔ خبردار ہرگز کبھی بھی اس بات کا نہ چرچا کرو نہ کسی دوسرے سے کہو ورنہ تم پر امانت میں خیانت کرنے اور چغل خوری کا گناہ ہوگا اور اس گناہ کا دنیا میں بھی تم پر یہ وبال پڑے گا کہ تم سب کی نگاہوں میں بے وقار اور ذلیل و خوار ہو جاؤ گے اور آخرت میں بھی عذاب جہنم کے حق دار ٹھہرو گے۔

غیبت:

کسی کو غائبانہ برا کہنا، یا پیٹھ پیچھے اس کا کوئی عیب بیان کرنا یہی غیبت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے۔ صحابہ نے کہا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ جاننے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اپنے بھائی کی ان باتوں کو بیان کرنا جن کو وہ ناپسند سمجھتا ہے۔ یہی غیبت ہے تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ بتائیے کہ اگر میرے اس دینی بھائی میں واقعی وہ باتیں موجود ہوں۔ تو کیا ان باتوں کا ذکر کرنا بھی غیبت کہلائے گا؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر اس کے اندر وہ باتیں واقعی ہوں گی جبھی تو تم اس کی غیبت کرنے والے کہلاؤ گے اور اگر اس میں وہ باتیں نہ ہوں اور تم اپنی طرف سے گھڑ کر کہو گے جب تو تم اس پر بہتان لگانے والے ہوجاؤ گے جو ایک دوسرا گناہ کبیرہ ہے جس کا کرنے والا جہنم کا ایندھن بنے گا۔ (مشکوٰۃ باب حفظ اللسان صفحہ 412)

یاد رکھو کہ غیبت اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ ''غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے۔''

(مشکوٰۃ باب حفظ اللسان صفحہ 415)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میں نے

☆......حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کنجوسی ایک ایسا مرض ہے کہ اس کا علاج بے حد دشوار ہے خصوصاً بڈھا آدمی اگر بخیل ہو تو وہ تقریباً لاعلاج ہے اور کنجوسی کا سبب مال کی محبت ہے۔ جب تک مال کی محبت دل سے زائل نہیں ہوگی۔ کنجوسی کی بیماری رفع نہیں ہوسکتی۔

مومن وہ ہے جسے نیکی مسرور کرے اور برائی افسردہ کر دے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

معراج کی رات میں کچھ لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں کو کھرچ کھرچ کر نوچ رہے ہیں میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کی غیبت اور آبروریزی کیا کرتے تھے۔

(احیاء العلوم جلد 3 صفحہ 141)

یاد رکھو کہ پیٹھ پیچھے کسی آدمی کی ان باتوں کو بیان کرنا جن کو وہ پسند نہیں کرتا یہ غیبت ہے خواہ اس کا کوئی ظاہری عیب ہو یا باطنی، اس کا پیدائشی عیب ہو یا اس کا اپنا پیدا کیا ہوا عیب ہو، اس کے بدن، اس کے کپڑوں، اس کے خاندان ونسب، اس کے اقوال وافعال، چال ڈھال، اس کی بول چال غرض کسی عیب کو بھی بیان کرنا یا طعنہ مارنا یہ سب غیبت ہی میں داخل ہے۔ لہٰذا اس غیبت کے گناہ سے ہر مسلمان مرد وعورت کو بچنا لازم اور ضروری ہے۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ: ترجمہ: ''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔'' (حجرات)

مطلب یہ ہے کہ غیبت اس قدر گناہ اور گھناؤنا گناہ ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا تو جس طرح تم ہرگز ہرگز کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کی لاش کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاؤ۔ اسی طرح ہرگز ہرگز کبھی کسی کی غیبت مت کیا کرو۔

کن کن لوگوں کی غیبت جائز ہے؟:

حضرت علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی (متوفی 676ھ) نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ شرعی اغراض و مقاصد کے لئے کسی کی غیبت کرنی جائز اور مباح ہے اور اس کی چھ صورتیں ہیں۔

اول:۔ مظلوم کا حاکم کے سامنے کسی ظالم کے ظالمانہ عیوب کو بیان کرنا، تاکہ اس کی دادرسی ہو سکے۔

دوم:۔ کسی شخص کی برائیوں کو روکنے کے لئے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی برائیوں کو بیان کرنا تاکہ وہ اپنے رعب داب سے اس شخص کو برائیوں سے روک دے۔

سوم:۔ مفتی کے سامنے فتویٰ طلب کرنے کے لئے کسی کے عیوب کو پیش کرنا۔

چہارم:۔ مسلمانوں کو شر و فساد اور نقصان سے بچانے کے لئے کسی کے عیوب کو بیان کر دینا مثلاً جھوٹے راویوں، جھوٹے گواہوں، بدمذہبوں کی گمراہیوں، جھوٹے مصنفوں اور واعظوں کے جھوٹ اور ان لوگوں کے مکر وفریب کو لوگوں سے بیان کر دینا۔ تاکہ لوگ گمراہی کے نقصان سے بچ جائیں۔ اسی طرح شادی بیاہ کے بارے میں مشورہ کرنے والے سے فریق ثانی کے واقعی عیبوں کو بتا دینا یا خریداروں کو نقصان سے بچانے کے لئے سامان یا سودا بیچنے والے کے عیوب سے لوگوں کو آگاہ کر دینا۔

پنجم:۔ جو شخص علی الاعلان فسق وفجور اور قسم قسم کے گناہوں کا مرتکب ہو۔ مثلاً چور، ڈاکو، زناکار، خیانت کرنے والا، ایسے اشخاص کے عیوب کو لوگوں سے بیان کر دینا، تاکہ لوگ نقصان سے محفوظ رہیں اور ان لوگوں کے پھندوں میں نہ پھنسیں۔

ششم:۔ کسی شخص کی پہچان کرانے کے لئے اس کے کسی مشہور عیب کو اس کے نام کے ساتھ ذکر کر دینا۔ جیسے حضرات محدثین کا طریقہ ہے کہ ایک ہی نام کے چند راویوں میں امتیاز اور ان کی پہچان کے لئے اعمش (چندھا) اعرج (لنگڑا) اعمیٰ (اندھا) احوال (بھینگا) وغیرہ عیبوں کو ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ جس کا مقصد ہرگز ہرگز نہ توہین وتنقیص ہے نہ ایذا رسانی۔ بلکہ اس کا مقصد صرف راویوں کی شناخت اور ان کی پہچان کا نشان بتانا ہے۔ (نواوی علی المسلم صفحہ 322)

اوپر ذکر کی ہوئی صورتوں میں چونکہ کسی کے عیبوں کو بیان کر دینا ہے اس لئے بلاشبہ یہ غیبت تو ہے لیکن ان صورتوں میں شریعت نے جائز رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کی غیبت کر دے تو نہ کوئی حرج ہے نہ کوئی گناہ بلکہ بعض صورتوں میں اس قسم کی غیبت مسلمانوں پر واجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایسے موقعوں پر کہ اگر تم نے کسی کے عیب کو نہ بیان کر دیا تو کسی مسلمان کے نقصان میں پڑ جانے کا یقین یا غالب گمان ہو۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان رقم لے کر جا رہا ہو اور ایک سفید پوش ڈاکو تسبیح و مصلّی لئے ہوئے بزرگ بنا ہوا اس مسلمان کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو اور مسلمان بالکل ہی اس ڈاکو کے بارے میں لاعلم ہو اور تم کو یقین ہے کہ یہ ڈاکو ضرور بالضرور اس بھولے بھالے مسلمان کو دھوکا دے کر لوٹ لے گا اور تم اس ڈاکو کے عیب کو جانتے ہو تو اس صورت میں ایک بھولے بھالے مسلمان کو نقصان سے بچانے کے لئے ڈاکو کے عیب کو اس مسلمان سے بیان کر دینا تم پر واجب ہے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

اگر بینی کہ نابینا وچاہ است
اگر خاموش می مانی گناہ است

یعنی تم اگر دیکھو کہ ایک اندھا جا رہا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے تو تم پر لازم ہے کہ اندھے کو بتا دو کہ تیرے آگے کنواں ہے اس سے بچ کر چل۔ اور اگر تم اس کو دیکھ کر چپ رہ گئے۔ اور اندھا کنوئیں میں گر پڑا تو یقیناً تم گناہگار ٹھہرو گے۔

بہتان:

جھوٹ موٹ اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر کوئی الزام یا عیب لگانا اس کو افترا، تہمت اور بہتان کہتے ہیں۔ یہ بہت خبیث اور ذلیل عادت ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ خاص کر کسی پاک دامن مرد یا عورت پر زناکاری کی تہمت لگانا یہ تو اتنا بڑا گناہ ہے کہ شریعت کے قانون میں اس شخص کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور عمر بھر کسی معاملہ میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور قیامت کے دن یہ شخص دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔

جھوٹ:

یہ وہ گندی گھناؤنی اور ذلیل عادت ہے کہ دین و دنیا میں جھوٹے کا کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ جھوٹا آدمی ہر جگہ ذلیل وخوار ہوتا ہے اور ہر مجلس اور ہر انسان کے سامنے بے وقار اور بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین یعنی کان کھول کر سن لو کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے اور وہ خدا کی رحمتوں سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں اور بہت سی حدیثوں میں جھوٹ کی برائیوں کا بیان ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ اس لعنتی عادت سے زندگی بھر بچتا رہے بہت سے ماں باپ بچوں کو چپ کرانے کے لئے ڈرانے کے طور پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ چپ رہو گھر میں ''ماؤں'' بیٹھا ہے یا چپ رہو صندوق میں لڈو رکھے ہوئے ہیں تم روؤ گے تو سب لڈو دھول مٹی ہو جائیں گے۔ حالانکہ نہ گھر میں ''ماؤں'' ہوتا ہے نہ صندوق میں لڈو ہوتا ہے نہ رونے سے لڈو دھول مٹی ہو جاتا ہے تو خوب سمجھ لو یہ سب بھی جھوٹ ہی ہے۔ اس قسم کی بولیاں بول کر ماں باپ گناہ کبیرہ کرتے ہیں اور اس قسم کی باتوں کو لوگ جھوٹ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یقیناً ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو وہ جھوٹ ہے اور ہر جھوٹ حرام ہے خواہ بچے سے جھوٹی بات کہو یا بڑے سے۔ آدمی سے جھوٹی بات کہو یا جانور سے۔ جھوٹ بہر حال

☆........حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے لئے تواضع و انکساری کرے گا اللہ عزوجل اس کو بلند فرما دے گا۔ وہ خود کو چھوٹا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل تمام انسانوں کی نگاہوں میں اس کو عظمت والا بنا دے گا۔

جھوٹ ہے اور جھوٹ حرام ہے۔

کب اور کون سا جھوٹ جائز ہے:

کافر یا ظالم سے اپنی جان بچانے کے لئے یا دو مسلمانوں کو جنگ سے بچانے اور صلح کرانے کے لئے اگر کوئی جھوٹی بات بول دے تو شریعت نے اس کی رخصت دی ہے۔ مگر جہاں تک ہو سکے اس موقع پر بھی ایسی بات بولے اور ایسے الفاظ منہ سے نکالے کہ کھلا ہوا جھوٹ نہ ہو بلکہ کسی معنی کے لحاظ سے وہ صحیح بھی ہو اس کو عربی زبان میں "توریہ" کہتے ہیں۔ مثلاً ڈاکو نے تم سے پوچھا کہ تمہارے پاس مال ہے کہ نہیں؟" اور تم کو یقین ہے کہ اگر میں اقرار کرلوں گا تو ڈاکو مجھے قتل کر کے میرا مال لوٹ لے گا تو اس وقت تم یہ کہہ دو کہ "میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔" اور نیت یہ کر لو کہ میری جیب یا میرے ہاتھ میں کوئی مال نہیں ہے بکس یا جھولے میں ہے تو اس معنی کے لحاظ سے تمہارا یہ کہنا کہ "میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔" یہ سچ ہے اور اس معنی کے لحاظ سے کہ میری ملکیت میں کوئی مال نہیں ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ اسی قسم کے الفاظ کو عربی میں "توریہ" کہا جاتا ہے۔ اور جہاں جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ فلاں فلاں موقعوں پر مسلمان جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ "توریہ" کے الفاظ بولے۔ اور اگر کھلا ہوا جھوٹ بولنے پر کوئی مسلمان مجبور کر دیا جائے تو اس کو لازم ہے کہ وہ دل سے اس جھوٹ کو برا جانتے ہوئے جان و مال کو بچانے کے لئے صرف زبان سے جھوٹ بول دے اور اس سے توبہ کرے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

عیب جوئی:

ادھر ادھر کان لگا کر لوگوں کی باتوں کو چھپ چھپ کر سننا یا تاک جھانک کر لوگوں کے عیبوں کو تلاش کرنا۔ یہ بڑی ہی چھچھوری حرکت اور خراب عادت ہے۔ دنیا میں اس کا انجام بدنامی اور ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کا عذاب ہے ایسا کرنے والوں کے کانوں اور آنکھوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ قرآن مجید میں اور حدیثوں میں خداوند قدوس اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "کسی کے عیبوں کو تلاش کرنا حرام اور گناہ ہے۔" مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں یہ عیب زیادہ پایا جاتا ہے۔ لہٰذا پیاری بہنو! تم اس گناہ سے خود بھی بچو اور دوسری عورتوں کو بھی بچاؤ۔

گالی گلوچ:

اس گندی عادت کی برائی ہر چھوٹا بڑا جانتا ہے۔ یقیناً پھوہڑ اور فحش الفاظ اور گندے کلاموں کا بولنا یہ کمینوں اور ذلیل لوگوں کا طریقہ ہے۔ اور شریعت میں حرام و گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سباب المسلم فسوق یعنی کسی مسلمان سے گالی گلوچ کرنا یہ فاسق کا کام ہے۔

آج کل عورت و مرد بھی اس بلا میں مبتلا ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑوں کی فحش کلامیوں اور گالیوں کو سن سن کر بچے بھی گندی اور پھوہڑ گالیاں بکنے لگتے ہیں اور پھر بچپن سے بڑھاپے تک اس گندی عادت میں گرفتار رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ کبھی ہرگز ہرگز گالیاں اور گندے الفاظ منہ سے نہ نکالیں۔ کون نہیں جانتا کہ کبھی کبھی گالی گلوچ کی وجہ سے خوں ریز لڑائیاں ہو جایا کرتی ہیں اور مسلمانوں کی جان و مال کا عظیم نقصان ہو جایا کرتا ہے اس لئے مسلم معاشرہ کو تباہ کرنے میں بدزبانوں اور گالیوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ لہٰذا اس عادت کو ترک کر دینا بے حد ضروری ہے خاص کر عورتوں کو اپنی سسرال میں اس کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے۔ کیوں کہ سینکڑوں عورتوں کو طلاق ان کی بدزبانیوں اور گالیوں کی وجہ سے ہو جایا کرتی ہے اور پھر میکہ اور سسرال والوں میں مستقل جھگڑوں کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اور دونوں خاندان تباہی و بربادی کے غار میں گر کر ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں۔

فضول بکواس:

مردوں اور عورتوں کی بری عادتوں میں سے ایک بہت بری عادت بہت زیادہ بولنا اور فضول بکواس ہے۔ کم بولنا اور ضرورت کے مطابق بات چیت یہ بہت ہی پسندیدہ عادت ہے۔ ضرورت سے زیادہ بات اور فضول کی بکواس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں جس سے بہت بڑے بڑے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور شر و فساد کے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اللہ عزوجل کو یہ ناپسند ہے کہ بلاضرورت قیل اور قال اور فضول اقوال آدمی کی زبان سے نکلیں۔" اسی طرح کثرت سے لوگوں کے سامنے کسی چیز کا سوال کرتے رہنا اور فضول کاموں میں اپنے مالوں کو برباد کرنا یہ بھی اللہ عزوجل کو ناپسند ہے یہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی زبانوں کو فضول باتوں سے ہمیشہ بچائے رکھو کیوں کہ بہت سی فضول باتیں ایسی بھی زبانوں سے نکل جاتی ہیں جو بولنے والوں کو جہنم میں پہنچا دیتی ہیں۔ اسی لئے تمام بزرگوں نے یہ فرمایا ہے کہ تین عادتوں کو لازم پکڑو۔ کم بولنا، کم سونا، کم کھانا، کیوں کہ زیادہ بولنا، زیادہ سونا، زیادہ کھانا۔ یہ عادتیں بہت ہی خراب ہیں اور ان عادتوں کی وجہ سے انسان دین و دنیا میں ضرور نقصان اٹھاتا ہے۔

ناشکری:

خداوند کریم کے انعاموں اور انسانوں کے احسانوں کی ناشکری اس منحوس اور بری عادت میں نوے فیصد مرد و عورت گرفتار ہیں۔ بلکہ عورتیں تو ننانوے فیصد اس بلا میں مبتلا ہیں۔ ذرا کسی گھرانے کو یا کسی عورت کے کپڑوں یا زیورات کو اپنے سے خوش حال اور اچھا دیکھ لیا تو خدا کی ناشکری کرنے لگتی ہیں اور کہنے لگتی ہیں کہ خدا نے ہمیں نہ معلوم کس جرم کی سزا میں مفلس اور غریب بنا دیا۔ خدا کا ہم پر کوئی فضل ہی نہیں ہوتا۔ میں نگوڑی ایسے پھوٹے کرم لے کر آئی ہوں کہ نہ میکے میں سکھ نصیب ہوا نہ سسرال میں ہی کچھ دیکھا۔ فلانی فلانی گھی دودھ میں نہا رہی ہیں۔ اور میں فاقوں سے مر رہی ہوں۔ اسی طرح عورتوں کی عادت ہے کہ اس کا شوہر اپنی طاقت بھر کپڑے، زیورات، ساز و سامان دیتا رہتا ہے۔ لیکن اگر کبھی کسی مجبوری سے عورت کی کوئی فرمائش پوری نہیں کر سکا تو عورتیں کہنے لگتی ہیں کہ تمہارے گھر میں ہائے ہائے کبھی سکھ نصیب نہیں ہوا۔ اس اجڑے گھر میں ہمیشہ ننگی بھوکی ہی رہ گئی کبھی بھی تمہاری طرف سے میں نے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ میری قسمت پھوٹ گئی جو تمہارے جیسے فتو فقیر سے بیاہی گئی میرے ماں باپ نے مجھے بھاڑ میں جھونک دیا۔ اس قسم کی ناشکری کرتی اور جلی کٹی باتیں سناتی رہتی ہیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کو دیکھی تو صحابہ نے کہا کہ یارسول اللہ! ﷺ اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں زیادہ تعداد میں جہنمی ہوگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ عورتیں ایک دوسرے پر بہت زیادہ لعنت ملامت کرتی رہتی ہیں اور ناشکری کرتی رہتی ہیں۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ کیا عورتیں ناشکری کیا کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں احسان کی ناشکری کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔ ان عورتوں کی یہ عادت ہے کہ تم پوری زندگی

☆......جو شخص گھمنڈ اور تکبر کرے گا۔ اللہ عزوجل اس کو پست کر دے گا وہ خود کو بڑا سمجھے گا مگر اللہ عزوجل اس کو تمام انسانوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل بنا دے گا۔

بھر میں ان کے ساتھ احسان کرتے رہو لیکن اگر کبھی کچھ بھی کمی دیکھیں گی تو یہی کہہ دیں گی کہ میں نے کبھی بھی تمہاری طرف سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 9 وغیرہ)

عزیز بہنو! ان لو خدا کے انعاموں اور شوہر یا دوسروں کے احسانوں کی ناشکری بہت ہی خراب عادت اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے کہ وہ ہمیشہ اپنوں سے کمزور اور گری ہوئی حالت والوں کو دیکھا کرے کہ اگر میرے پاس گھٹیا کپڑے اور زیور ہیں تو خدا کا شکر ہے کہ فلاں اور فلانی سے تو ہم بہت ہی اچھی حالت میں ہیں کہ ان لوگوں کو بدن ڈھانپنے کے لئے پھٹے پرانے کپڑے بھی نصیب نہیں ہوتے اسی طرح اگر میرے شوہر نے میرے لئے معمولی غذا کا انتظام کیا ہے تو اس پر بھی شکر ہے کیوں کہ فلانی فلانی عورتیں تو فاقہ کیا کرتی ہیں۔ بہر حال اگر تم اپنے سے کمزوروں اور غریبوں پر نظر رکھو گے تو شکر ادا کرو گے اور اگر تم اپنے سے مالداروں پر نظر کرو گی تو تم ناشکری کی بلا میں پھنس کر اپنے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر ڈالو گی اس لئے لازم ہے کہ ناشکری کی عادت چھوڑ کر ہمیشہ خدا کے انعاموں اور شوہر وغیرہ کے احسانوں کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ ''اگر تم شکر ادا کرتے رہو گے تو میں تم کو زیادہ سے زیادہ نعمتیں دیتا رہوں گا۔''

ترجمہ:۔ ''اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت ہی سخت ہے۔''

اس آیت نے اعلان کر دیا کہ شکر ادا کرنے سے خدا کی نعمتیں بڑھتی ہیں اور ناشکری کرنے سے خدا کا عذاب اتر پڑتا ہے۔

جھگڑا تکرار:

بات بات پر ساس سسر اور بہو یا شوہر یا عام مسلمان مردوں اور عورتوں سے جھگڑا تکرار کر لینا۔ یہ بھی بہت بری عادت اور گناہ کا کام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جھگڑالو آدمی خدا کو بے حد ناپسند ہے۔ اس لئے اگر کسی سے کوئی اختلاف ہو جائے یا مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سہولیت اور معقول گفتگو سے معاملات کو طے کر لینا نہایت ہی عمدہ اور بہترین عادت ہے۔ جھگڑے تکرار کی عادت کمینوں اور بدتہذیب لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ عادت انسان کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔ کیوں کہ جھگڑالو آدمی کا کوئی بھی دوست نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر شخص کی نگاہوں میں قابل نفرت ہو جاتا ہے اور لوگ اس کے جھگڑے کے ڈر سے اس کو منہ نہیں لگاتے اس سے بات نہیں کرتے۔

کاہلی:

یہ ایسی منحوس عادت ہے کہ اس کی وجہ سے سینکڑوں دوسری خراب عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مکان، سامان، کپڑوں اور بدن کی گندگی، برتنوں اور سامانوں کی بے ترتیبی، وقت پر کھانے پینے سے محرومی، شوہر اور سسرال والوں کی ناراضگی، بچوں کا پھوہڑ پن، طرح طرح کی بیماریاں وغیرہ وغیرہ یہ ساری بلائیں اور مصیبتیں اسی کاہلی کے سب انڈے بچے ہیں۔ اسی لئے اس عادت کو ہرگز ہرگز اپنے قریب نہیں آنے دینا چاہئے بلکہ دینی و دنیاوی کاموں میں ہر وقت چاق چوبند ہو کر لگے رہنا چاہئے۔ خوب یاد رکھو! کہ محنتی آدمی ہر شخص کا پیارا ہوتا ہے۔ اور کاہل آدمی ہر ایک در سے پھٹکارا جاتا ہے اور ہر کام میں مار پڑتی ہے۔ کاہل آدمی نہ دنیا کا کام کر سکتا ہے اور نہ دین کا۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ:

اللھم انی اعوذبک من الکسل

ترجمہ:۔ اے اللہ (عزوجل)! میں کاہلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

ضد:

اپنی کسی بات پر اس طرح اڑ جانا کہ کوئی لاکھ سمجھائے مگر کسی کی بات اور سفارش قبول نہ کرے۔ اس بری خصلت کا نام ''ضد'' ہے۔ یہ اس قدر خراب اور منحوس عادت ہے کہ آدمی کی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ ایسے آدمی کو دنیا میں سب لوگ ''ضدی'' اور ''ہٹ دھرم'' کہنے لگتے ہیں۔ اور کوئی بھی اس کو منہ لگانے اور اس سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہی وہ خبیث عادت تھی جس نے ابوجہل کو جہنم میں دھکیل دیا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں نے اس کو لاکھوں مرتبہ سمجھایا۔ اور اس نے شق القمر اور کنکریوں کے کلمہ پڑھنے کا معجزہ بھی دیکھ لیا مگر پھر بھی اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور ایمان نہیں لایا۔ قرآن و حدیث میں یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اپنے بزرگوں اور مخلص دوستوں کا مشورہ ضرور مان لے۔ اور مسلمانوں کی جائز سفارشوں کو قبول کر کے اپنی رائے اور اپنی بات کو چھوڑ دے اور حق ظاہر ہو جانے کے بعد ہرگز ہرگز اپنی رائے اور اپنی بات پر ضد کر کے اڑا نہ رہے۔ بہت سے آدمی خاص طور سے عورتیں اس بری عادت میں مبتلا ہیں۔ خدا کے لئے ان سب کو چاہئے کہ اس بری عادت کو چھوڑ کر دونوں جہان کی سعادتوں سے سرفراز ہوں۔

بدگمانی:

بہت سے مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جہاں انہوں نے دو آدمیوں کو الگ ہو کر چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے دیکھا کہ فوراً ان کو یہ بدگمانی ہو جاتی ہے کہ ضرور میرے شوہر کی فلانی عورت سے کچھ ساز باز ہے۔ اسی طرح شوہروں کا حال ہے کہ اگر ان کی بیویاں میکے میں زیادہ ٹھہر گئیں یا میکہ کے رشتہ داروں سے بات یا ان کی خاطر و مدارت کرنے لگیں تو شوہروں کو یہ بدگمانی ہو جاتی ہے کہ میری بیوی فلاں فلاں مردوں سے محبت کرتی ہے کہیں کوئی بات تو نہیں ہے۔ بس اس بدگمانی میں طرح طرح کی جستجو اور ٹوہ لگانے کی فکر میں مبتلا ہو کر دن رات دماغ میں الم غلم قسم کے خیالات کی کھچڑی پکانے لگتے ہیں اور کبھی کبھی رائی کا پہاڑ اور پھانس کا بانس بنا ڈالتے ہیں۔

پیاری بہنو اور بھائیو! یاد رکھو کہ بدگمانیوں کی یہ عادت بہت بری بلا، اور بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ترجمہ:۔ ''بعض گمان گناہ ہیں۔''

لہٰذا جب تک کھلی ہوئی دلیل سے تم کو کسی بات کا یقین نہ ہو جائے ہرگز ہرگز محض بے بنیاد گمانوں سے کوئی رائے قائم نہ کر لیا کرو۔

کان کا کچا:

بہت سے مردوں اور عورتوں میں یہ خراب عادت ہوا کرتی ہے کہ اچھا برا یا سچ جھوٹا جو آدمی بھی کوئی بات کہہ دے اس پر یقین کر لیتے ہیں اور بلا چھان بین اور تحقیقات کے اس بات کو مان کر اس پر طرح طرح کے خیالات و نظریات کا محل تعمیر کرنے لگتے ہیں یہ وہ عادت بد ہے کہ آدمی کو شکوک و شبہات کے دلدل میں پھنسا دیتی ہے۔ اور خواہ مخواہ آدمی اپنے مخلص دوستوں کو دشمن بنا لیتا ہے اور خود غرض و فتنہ پرداز لوگ اپنی چالوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ:۔ ''جب کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے۔ تو تم خوب اچھی طرح جانچ پڑتال کر لو۔''

مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی خبر پر بھروسہ کر کے تم یقین مت کر لیا کرو۔ بلکہ خوب اچھی طرح تحقیقات اور چھان بین کر کے

☆......ادھر ادھر کان لگا کر لوگوں کی باتوں کو چھپ چھپ کر سننا یا تاک جھانک کر لوگوں کے عیبوں کو تلاش کرنا۔ یہ بڑی ہی چھچھوری حرکت اور خراب عادت ہے۔ دنیا میں اس کا انجام بدنامی اور ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کا عذاب ہے۔

خبروں پر اعتماد کرو۔ ورنہ تم سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی رہیں گی۔ لہٰذا خبردار، خبردار کان کے کچے مت ہو۔ اور ہر آدمی کی بات سن کر بلا تحقیقات کئے نہ مان لیا کرو۔

ریاکاری:

کچھ مردوں اور عورتوں کی یہ خراب عادت ہوتی ہے کہ وہ دین یا دنیا کا جو کام بھی کرتے ہیں۔ وہ شہرت، ناموری اور دکھاوے کے لئے کرتے ہیں۔ اس خراب عادت کا نام ''ریاکاری'' ہے۔ اور یہ سخت گناہ کی بات ہے حدیث شریف میں ہے کہ ریاکاری کرنے والوں کو قیامت کے دن خدا کا منادی اس طرح میدان محشر میں پکارے گا کہ اے بدکار، اے بدعہد، اے ریاکار! تیرا عمل غارت ہوگیا اور تیرا اجر و ثواب برباد ہوگیا۔ تو خدا کے دربار سے نکل جا اور اس شخص سے اپنا ثواب طلب کر جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا۔ (احیاء العلوم ج3 صفحہ 294)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس عمل میں ذرہ بھر بھی ریاکاری کا شائبہ ہو اس عمل کو اللہ عزوجل قبول نہیں فرماتا ہے...... اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کو اللہ عزوجل نے ریاکاری کرنے والے قاریوں کے لئے تیار فرمایا ہے۔ (احیاء العلوم ج 3 صفحہ 394)

تعریف پسندی:

کچھ مرد اور عورتیں اس خراب عادت میں مبتلا ہیں کہ جو شخص ان کے منہ پر ان کی تعریف کر دے وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے عیبوں کی نشاندہی کر دے اس پر مارے غصہ کے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی یہ خصلت بھی نہایت ناقص اور بہت بری عادت ہے۔ اپنی تعریف کو پسند کرنا اور اپنی تنقید پر ناراض ہو جانا یہ بڑی بڑی گمراہیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص تمہاری تعریف کرے تو تم اپنے دل میں سوچو کہ اگر واقعی وہ خوبی تمہارے اندر موجود ہو تو تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہرگز ہرگز اپنی اس خوبی پر اکڑ کر اور اترا کر خوش نہ ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی شخص تمہارے سامنے تمہاری خامیوں کو بیان کرے تو ہرگز ہرگز اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرو۔ بلکہ اس کو اپنا مخلص دوست سمجھ کر اس کی قدر کرو اور اپنی خامیوں کی اصلاح کر لو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہر تعریف کرنے والا دوست نہیں ہوا کرتا۔ اور ہر تنقید کرنے والا دشمن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن و حدیث کی مقدس تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہو کر پھول جانے والا آدمی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو بے حد ناپسند ہے۔ اور اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے ارد گرد اکثر چاپلوسی کرنے والوں کو مجمع اکٹھا ہو جایا کرتا ہے اور یہ خود غرض لوگ تعریفوں کا پل باندھ کر آدمی کو بے وقوف بنایا کرتے ہیں۔ اور جھوٹی تعریفوں سے آدمی کو الو بنا کر اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں۔ اور پھر لوگوں سے اپنی مطلب برآری اور بے وقوف بنانے کی داستان بیان کر کے لوگوں کی خوش طبعی اور ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد و عورت کو چاپلوسی کرنے والوں اور منہ پر تعریف کرنے والوں کی عیارانہ چالوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور ہرگز ہرگز اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہونا چاہئے۔

چند اچھی عادتیں

حلم:

غصہ کو برداشت کر لینا۔ اور غصہ دلانے والی باتوں پر غصہ نہ کرنا اس کو حلم اور بردباری کہتے ہیں۔ یہ مسلمان کی بہت ہی بلند مرتبہ عادت ہے اور اس عادت والے کو خداوند قدوس دنیا و آخرت میں بڑے بڑے مراتب و درجات عطا فرماتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں رب العزت جل جلالہ نے فرمایا کہ:

ترجمہ:۔ ''غصہ کو پی جانے والوں، اور لوگوں کو معاف کر دینے والوں اور اس قسم کے اچھے اچھے کام کرنے والوں کو اللہ عزوجل اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔''

اللہ اکبر! غصہ کو ضبط اور برداشت کرنے والوں کو خداوند قدوس اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ سبحان اللہ! کوئی بندہ یا بندی اللہ عزوجل کا محبوب اور پیارا بن جائے اس سے بڑھ کر اور کون سی دوسری نعمت ہو سکتی ہے؟

لہٰذا پیاری بہنو اور بھائیو! تم اپنی یہ عادت بنا لو کہ کوئی کتنی ہی سخت بات تم کو کہہ دے مگر تم اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لو اور اگر غصہ آ جائے تو غصہ کو پی جاؤ اور ہرگز ہرگز اپنے غصہ کا اظہار نہ کرو۔ نہ کوئی انتقام لو۔ اگر تم نے یہ عادت ڈال لی تو پھر یقین کر لو کہ تم خدا اور اس کی تمام مخلوق کے پیارے بن جاؤ گے اور خداوند کریم بڑے بڑے درجات و مراتب کا تم کو تاج پہنا کر نیک بختی اور خوش نصیبی کا تاجدار بنا دے گا۔

تواضع و انکساری:

اپنے کو دوسروں سے چھوٹا اور کمتر سمجھ کر دوسروں کی تعظیم و تکریم کے ساتھ خاطر و مدارت کرنی اس عادت کو تواضع اور انکساری کہتے ہیں۔ یہ نیک عادت درحقیقت جوہر نایاب ہے کہ اللہ عزوجل جس کو اس عادت کی توفیق عطا فرما دیتا ہے گویا اس کو خیر کثیر کا خزانہ عطا فرما دیتا ہے جو شخص ہر ایک کو اپنے سے بہتر اور اپنے کو سب سے کمتر سمجھے گا وہ ہمیشہ گھمنڈ اور تکبر کی شیطانی خصلت سے بچا رہے گا اور اللہ عزوجل اس کو دونوں جہاں میں سربلندی اور عزت و عظمت کا بادشاہ بلکہ شہنشاہ بنا دے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

ترجمہ:۔ ''جو شخص اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لئے تواضع اور انکساری کی خصلت اختیار کرے گا اللہ عزوجل اس کو سربلندی عطا فرمائے گا۔''

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ:

''مجھ کو میرے پیر عارف خدا اور روشن دل شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ نے دریائی سفر میں کشتی پر یہ دو نصیحت فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے کو اچھا اور بڑا نہ سمجھو۔ اور دوسری یہ کہ دوسروں کو برا اور کمتر نہ سمجھو۔ بلکہ سب کو اپنے سے بہتر اور اپنے کو سب سے کمتر سمجھ کر دوسروں کے سامنے تواضع و انکساری کا مظاہرہ کرتے رہو اور خبردار ہرگز ہرگز کبھی بھی تکبر اور گھمنڈ کی شیطانی ڈگر پر چل کر دوسروں کو اپنے سے حقیر نہ سمجھو۔

یاد رکھو کہ تواضع اور عاجزی و انکساری کی عادت رکھنے والا آدمی ہر شخص کی نظروں میں عزیز ہو جاتا ہے۔ اور متکبر آدمی سے ہر شخص نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس لئے ہر مرد و عورت کو لازم ہے کہ تواضع کی عادت اختیار کرے اور کبھی بھی ہرگز تکبر اور گھمنڈ نہ کرے۔

عفو و درگزر:

اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ ظلم و زیادتی کر بیٹھے یا ایذا پہنچائے یا کسی سے کوئی خطا یا قصور ہو جائے یا تمہیں کسی طرح کا نقصان پہنچائے تو بدلہ و انتقام لینے کی بجائے اس کو معاف کر دینا یہ قرآن مجید کا مقدس حکم اور رسولوں کا مبارک طریقہ ہے۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا ''لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دو اور درگزر کی خصلت اختیار کرو۔'' ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے ان مجرموں اور خطاکاروں کو جنہوں نے برسوں تک آپ پر طرح طرح کے ظلم کئے تھے۔ فتح مکہ کے دن جب یہ سب مجرمین آپ کے سامنے لرزتے اور کانپتے ہوئے آئے تو آپ نے ان سب مجرموں کی خطاؤں کو معاف فرما دیا اور کسی سے بھی

☆...... حدیث شریف میں ہے کہ جھگڑالو آدمی خدا کو بے حد ناپسند ہے۔ اس لئے اگر کسی سے کوئی اختلاف ہو جائے یا مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سہولیت اور معقول گفتگو سے معاملات کو طے کر لینا نہایت ہی عمدہ اور بہترین عادت ہے۔

کوئی انتقام اور بدلہ نہیں لیا۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ تمام کفار مکہ نے اس اخلاق محمدی ﷺ سے متاثر ہو کر کلمہ پڑھ لیا۔

عزیز بھائیو اور پیاری بہنو! تم بھی اپنی یہی عادت بنا لو کہ گھر میں یا گھر کے باہر ہر جگہ لوگوں کے قصور کو معاف کر دیا کرو۔ اس سے لوگوں کی نظروں میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا اور خداوند کریم بھی تم پر مہربان ہو کر تمہاری خطاؤں کو بخش دے گا۔

صبر وشکر:

مصیبتوں اور جسمانی و روحانی تکلیفوں پر اپنے نفس کو اس طرح قابو میں رکھنا کہ نہ زبان سے کوئی برا لفظ نکلے۔ نہ گھبرا گھبرا کر اور پریشان حال ہو کر ادھر ادھر بھٹکتا اور بھاگتا پھرے بلکہ بڑی سے بڑی آفتوں اور مصیبتوں کے سامنے عزم و استقلال کے ساتھ جم کر ڈٹے رہنا۔ اس کا نام ''صبر'' ہے۔ صبر کا کتنا بڑا ثواب اور اجر ہے۔ اس کو بچہ بچہ جانتا ہے۔ قرآن مجید میں خداوند کریم کا فرمان ہے کہ:

ترجمہ:- ''صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ عزوجل کی مدد ہوا کرتی ہے۔'' اور خداوند کریم نے اپنے حبیب ﷺ سے یہ ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ:- ''اے محبوب! آپ اسی طرح صبر کریں جس طرح تمام ہمت والے رسولوں نے صبر کیا ہے۔''

اس دنیا میں رنج و راحت اور غمی و خوشی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر شخص کو اس دنیاوی زندگی میں تکلیف اور آرام دونوں سے پلا پڑنا ضروری ہے۔ اس لئے ہر انسان پر لازم ہے کہ کوئی نعمت و راحت ملے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرے اور کوئی تکلیف و رنج پہنچے تو اس پر صبر کرے۔ غرض صبر کی عادت ایک نہایت ہی بہترین عادت ہے اور مثل مشہور ہے کہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر مرد و عورت کو چاہئے کہ صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

قناعت:

انسان کو جو کچھ خدا کی طرف سے مل جائے اس پر راضی ہو کر زندگی بسر کرتے ہوئے حرص اور لالچ کو چھوڑ دینا۔ اس کو ''قناعت'' کہتے ہیں۔ قناعت کی عادت انسان کے لئے خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ قناعت پسند انسان سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال رہتا ہے اور حریص اور لالچی انسان ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اے قناعت تو مجھ کو تونگر اور مالدار بنا دے۔ کیوں کہ تجھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے۔ ہر انسان خصوصاً عورتوں کو چاہئے کہ ان کو بیٹے شوہروں کی طرف سے جو کچھ مل جائے اس پر راضی رہ کر قناعت کریں۔ اور دوسری عورتوں کی دیکھا دیکھی حرص و لالچ کی عادت سے ہمیشہ دور رہیں تو انشاء اللہ عزوجل ان کی زندگی نہایت ہی سکون و اطمینان کے ساتھ بسر ہوگی اور نہ وہ خود پریشان حال رہیں گی۔ نہ اپنے شوہر کو پریشانی میں ڈالیں گی۔

رحم وشفقت:

خدا کی ہر مخلوق انسان ہو یا جانور اگر وہ رحم کے لائق ہوں تو ان پر رحم کرنا، اور ان کے ساتھ مہربانی و شفقت کا سلوک اور برتاؤ کرنا یہ انسان کی بہترین خصلت، اور اعلیٰ درجے کی قابل تعریف عادت ہے اور دنیا و آخرت میں اس پر بے حد ثواب ملتا ہے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے اے لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔'' (مشکوٰۃ ج 2 صفحہ 423 مجتبائی)

☆......کچھ مردوں اور عورتوں کی یہ خراب عادت ہوتی ہے کہ وہ دین یا دنیا کا جو کام بھی کرتے ہیں۔ وہ شہرت، ناموری اور دکھاوے کے لئے کرتے ہیں۔ اس خراب عادت کا نام ''ریاکاری'' ہے۔ اور یہ سخت گناہ کی بات ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

نرم خوئی، مہربانی اور رحم و کرم کی عادت خداوند کریم کی بہت ہی بڑی نعمت ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس کو رفیق اور نرم دلی کی عادت خداوند کریم کی طرف سے عطا کر دی گئی اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا بہت بڑا حصہ مل گیا۔ اور جو نرم دلی اور رحم و مہربانی کی خصلت سے محروم کر دیا گیا۔ وہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔ (مشکوٰۃ ج 2 صفحہ 331 مجتبائی)

خوش اخلاقی:

ہر ایک کے ساتھ خوش روئی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا یہ وہ پیغمبرانہ خصلت ہے، جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''یقیناً تم سب مسلمانوں میں سب سے زیادہ مجھے وہ شخص محبوب ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں۔''
(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 431)

ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! سب سے بہترین چیز جو اللہ عزوجل نے انسان کو عطا فرمائی ہے وہ کیا چیز ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اچھے اخلاق'' اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں سب سے زیادہ وزن دار نیکی اچھے اخلاق ہوں گے۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 431 مجتبائی)

ہر مرد و عورت کو لازم ہے کہ اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں، بلکہ ہر ملنے جلنے والے کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئے، خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے لوگوں سے ملنا جلنا بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی عادت اور ثواب کا کام ہے جو لوگ ہر وقت گال پھلائے، منہ لٹکائے اور پیشانی پر بل ڈالے ہوئے تیوری چڑھائے ہوئے ہر آدمی سے بداخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ بہت ہی منحوس و مغرور ہیں اور وہ دنیا و آخرت کی سعادتوں اور خوش نصیبیوں سے محروم ہیں۔ نہ ان کو کبھی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ نہ ان سے مل کر دوسروں کا دل خوش ہوتا ہے بلکہ ایسے مردوں اور عورتوں کے چہروں پر ہر وقت ایسی رعونت اور نحوست برستی رہتی ہے کہ ان کا چہرہ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابھی ابھی سو کر اٹھے ہیں اور ابھی منہ نہیں دھویا ہے۔

حیاء:

ہر آدمی خصوصاً عورتوں کے حق میں حیاء کی عادت وہ انمول زیور ہے جو عورت کی عفت و پاک دامنی کی دارومدار اور نسوانیت کے حسن و جمال کی جان ہے، جس مرد یا عورت میں حیاء کا جوہر ہوگا وہ تمام عیب لگانے والے اور برے کاموں سے فطری طور پر رک جائے گا اور تمام رذائل سے پاک و صاف رہ کر اچھے اچھے کاموں اور فضائل و محاسن کے زیورات سے آراستہ ہو جائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''حیاء درخت ایمان کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔''
(بخاری شریف ج 1 کتاب الایمان صفحہ 6)

صفائی ستھرائی:

یہ مبارک عادت بھی مردوں اور عورتوں کے لئے نہایت ہی بہترین خصلت ہے جو انسانیت کے سر کا ایک بہت ہی قیمتی تاج ہے۔ امیری ہو یا فقیری ہر حال میں صفائی و ستھرائی انسان کے وقار و شرف کا آئینہ دار اور محبوب پروردگار ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا یہ اسلامی نشان ہے کہ وہ اپنے بدن، اپنے مکان و سامان، اپنے دروازے اور صحن وغیرہ ہر ہر چیز کی پاکی اور صفائی ستھرائی کا ہر وقت دھیان رکھے گندگی اور پھوہڑ پن انسان کی عزت و عظمت کے بدترین دشمن ہیں۔ اس لئے ہر مرد و عورت کو ہمیشہ صفائی ستھرائی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ صفائی ستھرائی سے

صحت وتندرستی بڑھتی ہے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عزوجل پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھوہڑ اور میلے کچیلے رہنے والے لوگوں سے بے حد نفرت تھی۔ چنانچہ آپ اپنے صحابہ کرام کو ہمیشہ صفائی ستھرائی کا حکم دیتے رہتے اور اس کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔

پھوہڑ عورتیں جو صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتی ہیں وہ ہمیشہ شوہروں کی نظروں میں ذلیل وخوار رہتی ہیں بلکہ بہت سی عورتوں کو ان کے پھوہڑپن کی وجہ سے طلاق مل جاتی ہے اس لئے عورتوں کو صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

سادگی:

خوراک، پوشاک، سامان زندگی، رہن سہن ہر چیز میں بے جا تکلفات سے بچنا، اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی رکھنا یہ بہت ہی پیاری عادت اور نہایت ہی نفیس خصلت ہے۔ سادہ طرز زندگی

> ☆......یقیناً تم سب مسلمانوں میں سب سے زیادہ مجھے وہ شخص محبوب ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

میں امیری ہو یا فقیری ہر جگہ ہر حال میں راحت ہی راحت ہے۔ اس عادت والا آدمی نہ کسی پر بوجھ بنتا ہے۔ نہ خود قسم قسم کے بوجھوں سے زیر بار ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مقدس بیویوں کا وہ مبارک طریقہ ہے جو تمام دنیا کے مردوں اور عوتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ سادگی کی زندگی بسر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کریمہ پر عمل کرے اور دنیا و آخرت کی راحتوں اور سعادتوں سے سرفراز ہو!

سخاوت:

اپنی طاقت اور حیثیت کے لحاظ سے سخاوت کی عادت ایک نہایت ہی نفیس خصلت ہے۔ چنانچہ کنجوس کے بیان میں سخاوت کی فضیلت اور اس کے بارے میں حدیث شریف ہم تحریر کر چکے ہیں۔

شیریں کلامی:

ہر آدمی سے بات چیت کرنے میں نرم لہجہ اور شیریں زبانی کے ساتھ گفتگو کی عادت یہ انسانی خصائل میں سے بہترین عادت ہے۔ اس سے ہر آدمی کا دل جیتا جا سکتا ہے گفتگو میں کڑوا لہجہ، چیخنا چلانا، ڈانٹ پھٹکار منہ بگاڑ کر جواب دینا یہ اتنی مردود عادتیں ہیں کہ ان سے آدمی ہر ایک کی نظر میں قابل نفرت ہو جاتا ہے۔

گناہوں کا بیان

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ گناہ صغیرہ (چھوٹے چھوٹے گناہ)۔ گناہ کبیرہ (بڑے بڑے گناہ) گناہ صغیرہ نیکیوں اور عبادتوں کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن گناہ کبیرہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک کہ آدمی سچی توبہ کر کے اہل حقوق سے ان کے حقوق کو معاف نہ کرالے۔

گناہ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟

گناہ کبیرہ ہر اس گناہ کو کہتے ہیں جس سے بچنے پر خداوند قدوس نے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (حاشیہ بخاری صفحہ 36)

اور بعض علماء کرام نے فرمایا کہ ہر وہ گناہ جس کے کرنے والے پر اللہ عزوجل و رسول ﷺ نے وعید سنائی، یا لعنت فرمائی۔ یا عذاب وغضب کا ذکر فرمایا وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(فیوض الباری جلد 1 صفحہ 405)

گناہ کبیرہ کون کون ہیں؟

گناہ کبیرہ کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر ان میں سے چند مشہور کبیرہ گناہوں کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ جو یہ ہیں۔ شرک کرنا، جادو کرنا، خون ناحق کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، زنا کرنا، غلام بازی کرنا، چوری کرنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینی، ظلم کرنا، ڈاکہ ڈالنا، ماں باپ کو تکلیف دینا، حیض ونفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا، جوا کھیلنا، صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا، اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہو جانا، اللہ عزوجل کے عذاب سے بے خوف ہو جانا، ناچ دیکھنا، عورتوں کا بے پردہ ہو کر پھرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، دو مسلمانوں کو آپس میں لڑا دینا، امانت میں خیانت کرنا، کسی کا مال یا زمین و سامان وغیرہ غصب کر لینا، نماز روزہ اور حج وزکوۃ وغیرہ فرائض کو چھوڑ دینا، مسلمانوں کو گالی دینا، ان سے ناحق طور پر مار پیٹ کرنا وغیرہ وغیرہ سینکڑوں گناہ کبیرہ ہیں۔ جن سے بچنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی ان گناہوں سے روکنا لازم اور ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی گناہ کرتے دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو گناہ کرنے سے روک دے۔ اور اگر ہاتھ سے اس کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کر دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اپنے دل سے نہیں رکھتا تو زبان سے منع کر دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اپنے دل سے اس گناہ کو برا سمجھ کر اس سے بیزاری ظاہر کر دے اور یہ ایمان کا نہایت ہی کمزور درجہ ہے۔

(مشکوۃ جلد 2 صفحہ 436 مجتبائی)

اور ایک اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ کوئی آدمی کسی قوم میں رہ کر گناہ کا کام کرے اور وہ قوم قدرت رکھتے ہوئے بھی اس آدمی کو گناہ کرنے سے نہ روکے تو اللہ عزوجل اس ایک آدمی کے گناہ کے سبب سے پوری قوم کو ان کے مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ (مشکوۃ جلد 2 صفحہ 437)

گناہوں سے دنیاوی نقصان

گناہوں سے آخرت کا نقصان، اور عذاب جہنم کی سزائیں، اور قبر میں قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا ہونا۔ اس کو تو ہر شخص جانتا ہے مگر یاد رکھو کہ گناہوں کی نحوست سے آدمی کو دنیا میں بھی طرح طرح کے نقصان پہنچتے رہتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

روزی کم ہو جانا، بلاؤں کا ہجوم، عمر گھٹ جانا، دل میں اور بعض مرتبہ تمام بدن میں اچانک کمزوری پیدا ہو کر صحت خراب ہو جانا، عبادتوں سے محروم ہو جانا، عقل میں فتور پیدا ہو جانا، لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جانا، کھیتوں اور باغوں کی پیداوار میں کمی ہو جانا، نعمتوں کا چھن جانا، ہر وقت دل کا پریشان رہنا، اچانک لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو جانا، اللہ عزوجل اور اس کے فرشتوں اور اس کے نبیوں اور اس کے نیک بندوں کی لعنتوں میں گرفتار ہو جانا، چہرے سے ایمان کا نور نکل جانے سے چہرے کا بے رونق ہونا، شرم وغیرت کا جاتا رہنا، ہر طرف سے ذلتوں، رسوائیوں اور ناکامیوں کا ہجوم ہو جانا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا وغیرہ وغیرہ گناہوں کی نحوست سے بڑے بڑے دنیاوی نقصان ہوا کرتے ہیں۔

عبادتوں کے دنیاوی فوائد

عبادتوں سے آخرت کے فوائد تو ہر شخص کو معلوم ہیں کہ اللہ عزوجل اپنے عبادت گزار بندوں کو آخرت میں جنت کی بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ لیکن اس سے غافل نہ رہو کہ عبادت سے آخرت کے فائدوں کے علاوہ عبادت کی برکت سے بہت سے دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً روزی بڑھنا، مال سامان اولاد ہر چیز میں برکت ہونا، بہت سی دنیاوی تکلیفوں اور پریشانیوں کا دفع ہو جانا، بہت سی بلاؤں کا ٹل جانا، سب کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جانا، نور ایمان کی وجہ سے چہرے کا بارونق ہو جانا، عمر کا بڑھ جانا، پیداوار میں خیر وبرکت ہو جانا، بارش ہونا، ہر جگہ عزت و آبرو ملنا، فاقہ سے بچا رہنا، دن بدن نعمتوں میں ترقی ہونا، بہت سی بیماریوں سے شفا پا جانا، آئندہ آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچنا، شادمانی و مسرت اور اطمینان قلب کی زندگی نصیب ہونا، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دنیاوی فائدے ہیں جو عبادت کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔

عورت......!

عورت اسلام سے پہلے:

اسلام سے پہلے عورتوں کا حال بہت خراب تھا، دنیا میں عورتوں کی کوئی عزت و وقعت ہی نہیں تھی۔ مردوں کی نظر میں اس سے زیادہ عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ مردوں کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ایک ''کھلونا'' تھیں۔ عورتیں دن رات مردوں کی قسم قسم کی خدمت کرتی تھیں۔ اور طرح طرح کے کاموں سے یہاں تک کہ دوسروں کی محنت مزدوری کر کے جو کچھ کماتی تھیں وہ بھی مردوں کو دے دیا کرتی تھیں مگر ظالم مرد پھر بھی ان عورتوں کی کوئی قدر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ جانوروں کی طرح ان کو مارتے پیٹتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر عورتوں کے کان، ناک وغیرہ اعضاء کاٹ لیا کرتے تھے اور کبھی کبھی قتل بھی کر ڈالتے تھے۔ عرب کے لوگ لڑکیوں کو دفن کر دیا کرتے تھے اور باپ کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے جس طرح باپ کی جائیداد اور سامان کے مالک ہو جایا کرتے تھے اسی طرح اپنے باپ کی بیویوں کے بھی مالک بن جایا کرتے تھے۔ اور ان عورتوں کو زبردستی لونڈیاں بنا کر رکھ لیا کرتے تھے۔ عورتوں کو ان کے ماں، باپ، بھائی، بہن یا شوہر کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا نہ عورتیں کسی چیز کی مالک ہوا کرتی تھیں۔ عرب کے بعض قبیلوں میں یہ ظالمانہ دستور تھا کہ بیوہ ہو جانے کے بعد عورتوں کو گھر سے باہر نکال کر ایک چھوٹے سے تنگ و تاریک جھونپڑے میں ایک سال تک قید میں رکھا جاتا تھا۔ وہ جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں نہ غسل کر سکتی تھیں نہ کپڑے بدل سکتی تھیں۔ کھانا پانی اور اپنی ساری ضرورتیں اسی جھونپڑے میں پوری کرتی تھیں۔ بہت سی عورتیں تو گھٹ گھٹ کر مر جاتی تھیں اور جو زندہ بچ جاتی تھیں تو ایک سال کے بعد ان کے آنچل میں اونٹ کی مینگنیاں ڈال دی جاتی تھیں اور ان کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ کسی جانور کے بدن سے اپنے بدن کو رگڑیں پھر سارے شہر کا اسی گندے لباس میں چکر لگائیں اور ادھر ادھر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی ہوئی چلتی رہیں۔ یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ ان عورتوں کی عدت ختم ہوگئی ہے۔ اسی طرح کی دوسری بھی طرح طرح کی خراب اور تکلیف دہ رسمیں تھیں جو غریب عورتوں کے لئے مصیبتوں اور بلاؤں کا پہاڑ بنی ہوئی تھیں اور بے چاری مصیبت کی ماری عورتیں گھٹ گھٹ کر اور رو رو کر اپنی زندگی کے دن گزارتی تھیں اور ہندوستان میں تو بیوہ عورتوں کے ساتھ ایسے ایسے دردناک ظالمانہ سلوک کئے جاتے تھے کہ جن کو سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ ہندو دھرم میں ہر عورت کے لئے فرض تھا کہ وہ زندگی بھر قسم قسم کی خدمتیں کر کے ''پتی پوجا'' (شوہر کی پوجا) کرتی رہے اور شوہر کی موت کے بعد اس کی ''چتا'' کی آگ کے شعلوں پر زندہ لیٹ کر ''ستی'' ہو جائے۔ یعنی شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ عورت بھی جل کر راکھ ہو جائے۔ غرض پوری دنیا میں بے رحم اور ظالم مرد عورتوں پر ایسے ایسے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے کہ ان ظلموں کی داستان سن کر ایک دردمند انسان کے سینے میں رنج و غم سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ ان مظلوم اور بیکس عورتوں کی مجبوری و لاچاری کا یہ عالم تھا کہ سماج میں نہ ان عورتوں کے کوئی حقوق تھے نہ ان کی مظلومیت پر داد و فریاد کے لئے کسی قانون کا کوئی سہارا تھا۔ ہزاروں برس تک یہ ظلم و ستم کی ماری دکھیاری عورتیں اپنی اس بے کسی اور لاچاری پر روتی بلبلاتی اور آنسو بہاتی رہیں۔ مگر دنیا میں کوئی بھی ان عورتوں کے زخموں پر مرہم رکھنے والا، اور ان کی مظلومیت کے آنسوؤں کو پونچھنے والا دور دور تک نظر نہیں آتا تھا نہ دنیا میں کوئی بھی ان کے دکھ درد کی فریاد کو سننے والا تھا۔ نہ کسی کے دل میں ان عورتوں کے لئے بال برابر بھی رحم و کرم کا کوئی جذبہ تھا۔ عورتوں کے اس حال زار پر انسانیت رنج و غم سے بے چین اور بے قرار تھی۔ مگر اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ رحمت خداوندی کا انتظار کرے کہ ارحم الراحمین غیب سے کوئی ایسا سامان پیدا فرما دے کہ اچانک ساری دنیا میں ایک انوکھا انقلاب نمودار ہو جائے اور لاچار عورتوں کا سارا دکھ درد دور ہو کر ان کا بیڑا پار ہو جائے۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین کی رحمت کا آفتاب جب طلوع ہو گیا تو ساری دنیا نے اچانک یہ محسوس کیا کہ ؎

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدا تھا، سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

عورت اسلام کے بعد:

جب ہمارے رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے ''دین اسلام'' لے کر تشریف لائے تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارا چمک اٹھا۔ اور اسلام کی بدولت ظالم مردوں کے ظلم و ستم سے کچلی اور روندی ہوئی عورتوں کا درجہ اس قدر بلند و بالا ہو گیا کہ عبادات و معاملات بلکہ زندگی اور موت کے ہر مرحلہ اور ہر موڑ پر عورتیں مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہو گئیں اور مردوں کی برابری کے درجہ پر پہنچ گئیں۔ مردوں کی طرح عورتوں کے بھی حقوق مقرر ہو گئے۔ اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے خداوندی قانون آسمان سے نازل ہو گئے۔ اور ان کے حقوق دلانے کے لئے اسلامی قانون کی ماتحتی میں عدالتیں قائم ہو گئیں۔ عورتوں کو مالکانہ حقوق حاصل ہو گئے۔ چنانچہ عورتیں اپنے مہر کی رقموں، اپنی تجارتوں، اپنی جائیدادوں کی مالک بنا دی گئیں۔ اور اپنے ماں باپ، بھائی بہن اولاد اور شوہروں کی میراثوں کی وارث قرار دی گئیں۔ غرض وہ عورتیں جو مردوں کی جوتیوں سے زیادہ ذلیل و خوار اور انتہائی مجبور و لاچار تھیں وہ مردوں کے دلوں کا سکون اور ان کے گھروں کی ملکہ بن گئیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے صاف صاف لفظوں میں اعلان فرما دیا کہ۔

ترجمہ:۔ ''اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کر دیں تا کہ تمہیں ان سے تسکین حاصل ہو۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت و شفقت پیدا کر دی۔''

اب کوئی مرد بلاوجہ نہ عورتوں کو مار پیٹ سکتا ہے۔ نہ ان کو گھروں سے نکال سکتا ہے، نہ کوئی ان کے مال و اسباب یا

☆......اسلام سے پہلے عورتوں کا حال بہت خراب تھا، دنیا میں عورتوں کی کوئی عزت و وقعت ہی نہیں تھی۔ مردوں کی نظر میں اس سے زیادہ عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ مردوں کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ایک ''کھلونا'' تھیں۔

جائیدادوں کو چھین سکتا ہے بلکہ ہر مرد مذہبی طور پر عورتوں کے حقوق ادا کرنے پر مجبور ہے۔ چنانچہ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا کہ۔

ترجمہ:۔"عورتوں کے مردوں پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر اچھے سلوک کے ساتھ۔" (سورۂ بقرہ رکوع28)

اور مردوں کے لئے یہ فرمان جاری فرمادیا کہ:

ترجمہ:۔"اور اچھے سلوک سے عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرو۔" (سورۂ نساء رکوع3)

تمام دنیا دیکھ لے کہ دین اسلام نے میاں بیوی کی اجتماعی زندگی کی صدارت اگرچہ مرد کو عطا فرمائی ہے۔ اور مردوں کو عورتوں پر حاکم بنادیا ہے تاکہ نظام خانہ داری میں اگر کوئی بڑی مشکل آن پڑے تو مرد اپنی خداداد طاقت و صلاحیت سے اس مشکل کو حل کردے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جہاں مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر واجب کردیئے ہیں۔ وہاں عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرادیئے ہیں۔ اس لئے عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کے حقوق میں بکڑے ہوئے ہیں، تاکہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کر کے اپنی اجتماعی زندگی کو شادمانی و مسرت کی جنت بنادیں۔ اور نفاق و شقاق اور لڑائی جھگڑوں کے جہنم سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہوجائیں۔

عورتوں کو درجات و مراتب کی اتنی بلند منزلوں پر پہنچا دینا۔ یہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ احسان عظیم ہے کہ تمام دنیا کی عورتیں اگر اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس احسان کا شکریہ ادا کرتی رہیں پھر بھی وہ اس عظیم الشان احسان کی شکر گزاری کے فرض سے سبکدوش نہیں ہوسکتیں۔ سبحان اللہ! تمام دنیا کے محسن اعظم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت کا کیا کہنا؟

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ماویٰ ضعیفوں کا ملجیٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

عورت کی زندگی کے چار دور

عورت کی زندگی کے راستہ میں یوں تو بہت سے موڑ آتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی کے چار دور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(1) عورت کا بچپن (2) عورت بالغ ہونے کے بعد (3) عورت بیوی بن جانے کے بعد (4) عورت ماں بن جانے کے بعد۔

اب ہم عورت کے ان چاروں زمانوں کا، اور ان وقتوں میں عورت کے فرائض اور اس کے حقوق کا مختصر تذکرہ صاف صاف لفظوں میں تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ ہر عورت ان حقوق و فرائض کو ادا کر کے اپنی زندگی کو دنیا میں بھی خوشحال بنائے اور آخرت میں بھی جنت کی لازوال نعمتوں اور دولتوں سے سرفراز و مالامال ہوجائے۔

عورت کا بچپن:

عورت بچپن میں اپنے ماں باپ کی پیاری بیٹی کہلاتی ہے۔ اس زمانے میں جب تک وہ نابالغ بچی رہتی ہے۔ شریعت کی طرف سے نہ اس پر کوئی چیز فرض ہوتی ہے نہ اس پر کسی قسم کی ذمہ داریوں کا کوئی بوجھ ہوتا ہے۔ وہ شریعت کی پابندیوں سے بالکل آزاد رہتی ہے اور اپنے ماں باپ کی پیاری اور لاڈلی بیٹی بنی ہوئی کھاتی پیتی، پہنتی، اوڑھتی اور ہنستی کھیلتی رہتی ہے اور وہ اس بات کی حقدار ہوتی ہے کہ ماں باپ، بھائی بہن اور سب رشتہ ناطہ والے اس سے پیار و محبت کرتے رہیں اور اس کی دل بستگی اور دل جوئی میں لگے رہیں اور اس کی صحت و صفائی، اور اس کی عافیت اور بھلائی میں ہر قسم کی انتہائی کوشش کرتے رہیں تاکہ وہ ہر قسم کی فکروں اور رنجوں سے فارغ البال، اور ہر وقت خوش و خرم اور خوش حال رہے۔ جب وہ کچھ بولنے لگے تو ماں باپ پر لازم ہے کہ اس کو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کا نام سنائیں پھر اس کو کلمہ وغیرہ پڑھائیں۔ جب وہ کچھ اور زیادہ سمجھ دار ہوجائے تو اس کو صفائی ستھرائی کے ڈھنگ اور سلیقے سکھائیں۔ اس کو نہایت پیار و محبت اور نرمی کے ساتھ انسانی شرافتوں کی باتیں بتائیں۔ اور اچھی اچھی باتوں کا شوق، اور بری باتوں سے نفرت دلائیں۔ جب پڑھنے کے قابل ہوجائے تو سب سے پہلے اس کو قرآن شریف پڑھائیں۔ جب کچھ اور زیادہ ہوشیار ہوجائے تو اس کو پاکی و ناپاکی، وضو و غسل وغیرہ کا اسلامی طریقہ بتائیں اور ہر بات اور ہر کام میں اس کو اسلامی آداب سے آگاہ کرتے رہیں۔ جب وہ سات برس کی ہوجائے تو اس کو نماز وغیرہ ضروریات دین کی باتیں تعلیم کریں۔ اور پردہ میں رہنے کی عادت سکھائیں اور برتن دھونے، کھانے پینے، سینے پرونے اور چھوٹے موٹے گھریلو کاموں کا ہنر بتائیں اور عملی طور پر اس سے یہ سب کام لیتے رہیں اور اس کی کاہلی اور بے پروائی اور شرارتوں پر روک ٹوک کرتے رہیں اور خراب عورتوں اور بدچلن گھرانوں کے لوگوں سے میل جول پر پابندی لگادیں اور ان لوگوں کی صحبت سے بچاتے رہیں۔ عاشقانہ اشعار اور گیتوں اور عاشقی معشوقی کے مضامین کی کتابوں سے، گانے بجانے اور کھیل تماشوں سے دور رکھیں تاکہ بچیوں کے اخلاق و عادات اور چال چلن خراب نہ ہوجائیں۔ جب تک بچی بالغ نہ ہوجائے ان باتوں کا دھیان رکھنا ہر ماں باپ کا اسلامی فرض ہے۔ اگر ماں باپ اپنے ان فرائض کو پورا نہ کریں گے تو وہ سخت گناہ گار ہوں گے۔

عورت جب بالغ ہو جائے:

جب عورت بالغ ہوگئی تو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی طرف سے شریعت کے تمام احکام کی پابند ہوگئی۔ اب اس پر نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے تمام مسائل پر عمل کرنا فرض ہوگیا اور اللہ عزوجل کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو ادا کرنے کی وہ ذمہ دار ہوگئی۔ اب اس پر لازم ہے کہ وہ خدا کے تمام فرضوں کو ادا کرے اور چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچتی رہے۔ اور یہ بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ماں باپ اور بڑوں کی تعظیم و خدمت بجا لائے اور اپنے چھوٹے بھائیوں بہنوں اور دوسرے عزیز و اقارب سے پیار و محبت کرے۔ پڑوسیوں اور رشتے ناطے کے تمام چھوٹوں، بڑوں کے ساتھ ان کے مراتب و درجات کے لحاظ سے نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرے۔ اچھی اچھی عادتیں سیکھے اور تمام خراب عادتوں کو چھوڑ دے اور اپنی زندگی کو پورے طور پر اسلامی ڈھانچے میں ڈھال کر سچی پکی پابند شریعت اور ایمان والی عورت بن جائے اور اس کے ساتھ ساتھ محنت و مشقت اور صبر و رضا کی عادت ڈالے مختصر یہ کہ شادی کے بعد اپنے اوپر آنے والی تمام گھریلو ذمہ داریوں کی معلومات حاصل کرتی رہے کہ شوہر والی عورت کو کس طرح اپنے شوہر کے ساتھ نباہ کرنا اور اپنا گھر سنبھالنا چاہئے۔ وہ اپنی ماں اور بڑی بوڑھی عورتوں سے پوچھ پوچھ کر اس کا ڈھنگ اور سلیقہ سیکھے اور اپنے رہن سہن اور چال چلن کو اس طرح سدھارے اور سنوارے کہ نہ شریعت میں گنہگار ٹھہرے، نہ برادری و سماج میں کوئی اس کو طعنہ مار سکے۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سونے جاگنے، بات چیت غرض ہر کام ہر بات میں جہاں تک ہو سکے خود تکلیف اٹھائے مگر گھر والوں کو آرام و راحت پہنچائے۔ بغیر ماں باپ کی اجازت کے نہ کوئی سامان اپنے استعمال میں لائے نہ کسی دوسرے کو دے۔ نہ گھر کا ایک پیسہ یا ایک دانہ ماں باپ کی اجازت کے بغیر خرچ کرے نہ بغیر ماں باپ سے پوچھے کسی کے گھر یا ادھر ادھر جائے۔ غرض ہر کام، ہر بات میں ماں کی اجازت اور رضامندی کو اپنے لئے ضروری

☆......عرب کے بعض قبیلوں میں یہ ظالمانہ دستور تھا کہ بیوہ ہوجانے کے بعد عورتوں کو گھر سے باہر نکال کر ایک چھوٹے سے تنگ و تاریک جھونپڑے میں ایک سال تک قید میں رکھا جاتا تھا۔ وہ جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں نہ غسل کرتی تھیں نہ کپڑے بدل سکتی تھیں۔

سمجھے۔ کھانے، پینے، سینے پرونے، اپنے بدن، اپنے کپڑے اور مکان وسامان کی صفائی غرض سب گھریلو کام دھندوں کا ڈھنگ سیکھ لے اور اس کی عملی عادت ڈال لے تاکہ شادی کے بعد اپنی سسرال میں نیک نامی کے ساتھ زندگی بسر کرے اور میکہ والوں اور سسرال والوں کے دونوں گھروں کی چہیتی اور پیاری بنی رہے۔

پردہ کا خاص طور پر خیال اور دھیان رکھے۔ غیر محرم مردوں اور لڑکوں کے سامنے آنے جانے، تاک جھانک اور ہنسی مذاق سے انتہائی پرہیز رکھے۔ عاشقانہ اشعار، اخلاق کو خراب کرنے والی کتابوں اور رسائل و اخبارات کو ہرگز نہ دیکھے۔ بدکردار اور بے حیا عورتوں سے بھی پردہ کرے اور ہرگز کبھی ان سے میل جول نہ رکھے۔ کھیل تماشوں سے دور رہے اور مذہبی کتابیں خصوصاً سیرت المصطفیٰ و سیرت رسول عربی، تمہید ایمان اور میلاد شریف کی کتابیں مثلاً زینۃ المیلاد وغیرہ علمائے اہل سنت کی تصنیفات پڑھتی رہے۔

فرض عبادتوں کے ساتھ نفلی عبادتیں بھی کرتی رہے۔ مثلاً تلاوت قرآن و تسبیح فاطمہ و میلاد شریف پڑھتی پڑھاتی رہے اور گیارہویں شریف و بارہویں شریف و محرم شریف وغیرہ کی نیاز و فاتحہ بھی کرتی رہے کہ ان اعمال سے دنیا و آخرت کی بے شمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہرگز ہرگز ان کی بات نہ سنے اور اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔

☆ ......جب ہمارے رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے ''دین اسلام'' لے کر تشریف لائے تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارا چمک اٹھا۔

عورت شادی کے بعد:

نکاح: جب لڑکی بالغ ہو جائے تو ماں باپ کو لازم ہے کہ جلد از جلد مناسب رشتہ تلاش کر کے اس کی شادی کر دیں۔ رشتہ کی تلاش میں خاص طور سے اس بات کا دھیان رکھنا بے حد ضروری ہے کہ ہرگز ہرگز کسی بدمذہب کے ساتھ رشتہ نہ ہونے پائے بلکہ دیندار اور پابند شریعت اور مذہب اہل سنت کے پابند کو اپنی رشتہ داری کے لئے منتخب کریں۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے شادی کرنے میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔

دولتمندی، خاندانی شرافت، خوبصورتی، دینداری
لیکن تم دینداری کو ان سب چیزوں پر مقدم سمجھو۔
(مشکوٰۃ جلد 2، صفحہ 26 مجتبائی)

اولاد کی تمنا اور اپنی ذات کو بدکاری کی نیت سے بچانے کے لئے نکاح کرنا سنت اور بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن شریف میں فرمایا کہ۔

ترجمہ:۔ ''تم لوگ بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے نیک چلن غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کر دو۔'' (پارہ 18 رکوع 10)

حدیث شریف میں ہے کہ توراۃ شریف میں لکھا ہے کہ......... ''جس شخص کی لڑکی بارہ برس کی عمر کو پہنچ گئی اور اس نے اس لڑکی کا نکاح نہیں کیا اور وہ لڑکی بدکاری کے گناہ میں پڑ گئی تو اس کا گناہ لڑکی والے کے سر پر بھی ہوگا۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 271 مجتبائی)

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

''اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں کی امداد اپنے ذمہ کرم پر لی ہے۔ (1) وہ غلام جو اپنے آقا سے آزاد ہونے کے لئے کسی قدر رقم ادا کرنے کا عہد کرے اور اپنے عہد کو پورا کرنے کی نیت رکھتا ہو۔ (2) خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا (3) وہ نکاح کرنے والا یا نکاح کرنے والی جو نکاح کے ذریعہ حرام کاری سے بچنا چاہتا ہو۔'' (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 267 مجتبائی)

عورت جب تک اس کی شادی نہیں ہوتی وہ اپنے ماں باپ کی بیٹی کہلاتی ہے مگر شادی ہو جانے کے بعد عورت اپنے شوہر کی بیوی بن جاتی ہے اور اب اس کے فرائض اور اس کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں وہ تمام حقوق و فرائض جو بالغ ہونے کے بعد عورت پر لازم ہو گئے تھے اب ان کے علاوہ شوہر کے حقوق کا بھی بہت بڑا بوجھ عورت کے سر پر آ جاتا ہے جس کا ادا کرنا ہر عورت کے لئے بہت ہی بڑا فریضہ ہے۔ یاد رکھو کہ شوہر کے حقوق کو اگر عورت نہ ادا کرے گی تو اس کی دنیاوی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی اور آخرت میں وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلتی رہے گی اور اس کی قبر میں سانپ بچھو اس کو ڈستے رہیں گے اور وہ دونوں جہان میں ذلیل وخوار اور طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار رہے گی۔ اس لئے شریعت کے حکم کے مطابق ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو ادا کرتی رہے اور عمر بھر اپنے شوہر کی فرماں برداری و خدمت گزاری کرتی رہے۔

شوہر کے حقوق:

اللہ عزوجل نے شوہروں کو بیویوں پر حاکم بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے۔ اس لئے ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور خوشی خوشی اپنے شوہر کے ہر حکم کی تابعداری کرے۔ کیوں کہ اللہ عزوجل نے شوہر کا بہت بڑا حق بنایا ہے۔ یاد رکھو کہ اپنے شوہر کو راضی و خوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اور شوہر کو خوش اور ناراض رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔'' (مشکوٰۃ شریف جلد 2 صفحہ 281 مجتبائی)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ مرتے وقت اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ عورت جنت میں جائے گی۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی کام کے لئے بلائے تو وہ عورت اگرچہ چولہے کے پاس بیٹھی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اٹھ کر شوہر کے پاس چلی آئے۔''

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورت چاہے کتنے بھی ضروری کام میں مشغول ہو مگر شوہر کے بلانے پر سب کاموں کو چھوڑ کر شوہر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ ''اگر شوہر اپنی عورت کو یہ حکم دے کہ پیلے رنگ کے پہاڑ کو کالے رنگ کا بنا دے اور کالے رنگ کے پہاڑ کو سفید بنا دے تو عورت کو اپنے شوہر کا یہ حکم بھی بجا لانا چاہئے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد 2 صفحہ 283 مجتبائی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے مشکل اور دشوار سے دشوار کام کا بھی اگر شوہر حکم دے تو جب بھی عورت کو شوہر کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کے ہر حکم کی فرماں برداری کے لئے اپنی طاقت بھر کمربستہ رہنا چاہئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ ''جب شوہر بیوی کو اپنے بچھونے پر بلائے اور عورت آنے سے انکار کر دے اور اس کا شوہر اس بات سے ناراض ہو کر سو رہے تو رات بھر خدا کے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (مشکوٰۃ شریف جلد 2 صفحہ 280 مجتبائی)

پیاری بہنو! ان حدیثوں سے سبق ملتا ہے کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہے اور ہر عورت پر اپنے شوہر کا حق ادا کرنا فرض ہے۔ شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے نیچے لکھے ہوئے یہ چند حقوق بہت زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

1:۔ عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے۔ نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر، نہ کسی دوسرے کے گھر۔

2:۔ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال و سامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت

جس طرح شبنم سے کنواں نہیں بھر سکتا۔ اسی طرح حریصوں کی آنکھ کا کاسہ نعمت دنیا سے نہیں بھر سکتا۔

کے کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے نہ شوہر کی کوئی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے۔

3:۔ شوہر کا مکان اور مال و سامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کر دیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہوگا اور اس پر خدا کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

4:۔ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

5:۔ بچوں کی نگہداشت، ان کی تربیت اور پرورش خصوصاً شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے لئے بہت بڑا فریضہ ہے۔

6:۔ عورت کو لازم ہے کہ مکان اور اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ پھوہڑ، میلی کچیلی نہ بنی رہے۔ بلکہ بناؤ سنگار سے رہا کرے تاکہ شوہر اس کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اپنے بناؤ سنگار اور اپنی اداؤں سے شوہر کا دل خوش کر دے اور اگر شوہر کسی بات کی قسم کھا جائے تو وہ اس کی قسم کو پوری کر دے اور اگر شوہر غائب رہے تو وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال میں حفاظت اور خیر خواہی کا کردار ادا کرتی رہے۔''

(مشکوۃ شریف جلد 2 صفحہ 268 مجتبائی)

شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ:

یاد رکھو کہ میاں بیوی کا رشتہ ایک ایسا مضبوط تعلق ہے کہ ساری عمر اسی بندھن میں رہ کر زندگی بسر کرنی ہے۔ اگر میاں بیوی میں پورا پورا اتحاد اور ملاپ رہا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اور اگر خدا نہ کرے میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور جھگڑے تکرار کی نوبت آ گئی تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں کہ میاں بیوی دونوں کی زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے اور دونوں عمر بھر گھٹن اور جلن کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

اس زمانے میں میاں بیوی کے جھگڑوں کا فساد اس قدر زیادہ پھیل گیا ہے کہ ہزاروں مرد اور ہزاروں عورتیں اس بلا میں گرفتار ہیں اور مسلمانوں کے ہزاروں گھر اس اختلاف کی آگ میں جل رہے ہیں اور میاں بیوی دونوں اپنی زندگی سے بیزار ہو کر دن رات موت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مقام پر چند ایسی نصیحتیں لکھ دیں کہ اگر مرد و عورت ان پر عمل کرنے لگیں تو اللہ عزوجل سے امید ہے کہ میاں بیوی کے جھگڑوں سے مسلم معاشرہ پاک ہو جائے گا اور مسلمانوں کا ہر گھر امن و سکون اور آرام و راحت کی جنت بن جائے گا۔

1:۔ ہر عورت شوہر کے گھر میں قدم رکھتے ہی اپنے اوپر یہ لازم کر لے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے شوہر کا دل اپنے ہاتھ میں لئے رہے اور اس کے اشاروں پر چلتی رہے۔ اگر شوہر حکم دے کہ دن بھر دھوپ میں کھڑی رہو، یا رات بھر جاگتی ہوئی مجھے پنکھا جھلتی رہو تو عورت کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تھوڑی تکلیف اٹھا کر اور صبر کر کے اس حکم پر بھی عمل کرے اور کسی وقت اور کسی حال میں بھی شوہر کے حکم کی نافرمانی نہ کرے۔

2:۔ ہر عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج کو پہچان لے اور بغور دیکھتی رہے کہ اس کے شوہر کو کیا کیا چیزیں، اور کون کون سی باتیں ناپسند ہیں اور وہ کن کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کون کون سی باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، پہننے اوڑھنے اور بات چیت میں اس کی عادت اور اس کا ذوق کیا اور کیسا ہے؟ خوب اچھی طرح شوہر کا مزاج پہچان لینے کے بعد عورت کو لازم ہے کہ وہ ہر کام شوہر کے مزاج کے مطابق کرے خواہ شوہر کی مرضی کے لئے عورت وہی کام کرے جو شوہر کے مزاج کے مطابق ہو۔ ہرگز ہرگز شوہر کے مزاج کے خلاف نہ کوئی بات کرے نہ کوئی کام۔

3:۔ عورت کو لازم ہے کہ شوہر کو کبھی جلی کٹی باتیں نہ سنائے نہ کبھی اس کے سامنے غصہ میں چلا چلا کر بولے۔ نہ اس کی باتوں کا کڑوا تیکھا جواب دے۔ نہ کبھی اس کو طعنہ مارے نہ کوسنے دے۔ نہ اس کی لائی ہوئی چیزوں میں عیب نکالے نہ شوہر کے مکان و سامان وغیرہ کو حقیر بتائے، نہ شوہر کے ماں باپ یا اس کے خاندان یا اس کی شکل و صورت کے بارے میں کوئی ایسی بت کہے جس سے شوہر کے دل کو ٹھیس لگے اور خواہ مخواہ اس کو سن کر برا لگے اس قسم کی باتوں سے شوہر کا دل دکھ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ شوہر کو بیوی سے نفرت ہونے لگتی ہے جس کا انجام جھگڑے لڑائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ میاں بیوی میں زبردست بگاڑ ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو طلاق کی نوبت آ جاتی ہے یا بیوی اپنے میکے میں بیٹھ رہنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اپنی بھاوجوں کے طعنے سن سن کر کوفت اور گھٹن کی بھٹی میں جلتی رہتی ہے اور میکہ اور سسرال والوں کے دونوں خاندانوں میں بھی اسی طرح اختلاف کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ کبھی کورٹ کچہری کی نوبت آ جاتی ہے اور کبھی مار پیٹ ہو کر مقدمات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اور دونوں خاندان لڑ بھڑ کر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

4:۔ عورت کو چاہئے کہ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگے بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اگر کوئی زیور یا کپڑا یا سامان پسند آ جائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ اس کو لا سکے تو کبھی ہرگز ہرگز شوہر سے اس کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر کبھی ہرگز کوئی شکوہ شکایت نہ کرے۔ نہ غصہ سے منہ پھلائے نہ طعنہ مارے۔ نہ افسوس ظاہر کرے۔ بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے۔ کیوں کہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود ہی پوچھے کہ میں تمہارے لئے کیا لاؤں تو عورت کو چاہئے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر کوئی چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ آئے مگر عورت کو ہمیشہ یہی چاہئے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔ ایسا کرنے سے شوہر کا دل بڑھ جائے گا اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے گا۔ اور اگر عورت نے شوہر کی لائی ہوئی چیز کو ٹھکرا دیا۔ اور اس میں عیب نکالا۔ یا اس کو حقیر سمجھا تو اس سے شوہر کا دل ٹوٹ جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اور آگے چل کر جھگڑے لڑائی کا بازار گرم ہو جائے گا اور میاں بیوی کی شادمانی و مسرت کی زندگی خاک میں مل جائے گی!

5:۔ عورت پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کی صورت و سیرت پر نہ طعنہ مارے نہ کبھی شوہر کی تحقیر اور اس کی ناشکری کرے۔ اور ہرگز ہرگز کبھی بھول کر بھی اس قسم کی جلی کٹی بولیاں نہ بولے کہ ہائے اللہ! میں کبھی اس گھر میں سکھی نہیں رہی۔ ہائے ہائے میری تو ساری عمر مصیبت ہی میں کٹی۔ اس اجڑے گھر میں آ کر میں نے کیا دیکھا۔ میرے ماں باپ نے مجھے بھاڑ میں جھونک دیا کہ مجھے اس گھر میں بیاہ دیا۔ مجھ نگوڑی کو اس گھر میں کبھی آرام نصیب نہیں ہوا۔ ہائے میں کس پھکڑ اور دلدر سے بیاہی گئی۔ اس گھر میں تو ہمیشہ الو ہی بولتا رہا۔ اس قسم کے طعنوں اور کوسنوں سے شوہر کی دل شکنی یقینی طور پر ہوگی جو میاں بیوی کے نازک تعلقات کی گردن پر چھری پھیر دینے کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ شوہر اس قسم کے طعنوں اور کوسنوں کو سن سن کر عورت سے بیزار ہو جائے گا اور محبت کی جگہ نفرت و عداوت کا ایک ایسا خطرناک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا کہ میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات کی ناؤ ڈوب جائے گی جس پر

☆......قرآن مجید نے صاف صاف لفظوں میں اعلان فرما دیا کہ۔ ترجمہ:۔ ''اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کر دیں تاکہ تمہیں ان سے تسکین حاصل ہو۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت و شفقت پیدا کر دی۔''

تمام عمر پچھتانا پڑے گا مگر افسوس کہ عورتوں کی یہ عادت بلکہ فطرت بن گئی ہے کہ وہ شوہروں کو طعنے اور کوسنے دیتی ہی رہتی ہیں اور اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرتی رہتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو بکثرت دیکھا۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں بکثرت جہنم میں نظر آئیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ عورتوں میں دو بری خصلتوں کی وجہ سے، ایک تو یہ کہ عورتیں دوسروں پر بہت زیادہ لعن طعن کرتی رہتی ہیں۔ دوسری یہ کہ عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی رہتی ہیں۔ چنانچہ تم عمر بھر ان عورتوں کے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کرتے رہو لیکن اگر کبھی ایک ذرا سی کمی تمہاری طرف سے دیکھ لیں گی۔ تو یہی کہیں گی کہ میں نے کبھی تم سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری شریف جلد 1 صفحہ 9)

6:۔ بیوی کو لازم ہے کہ ہمیشہ اٹھتے بیٹھے، بات چیت میں ہر حالت میں شوہر کے سامنے باادب رہے اور اس کے اعزاز و اکرام کا خیال رکھے۔ شوہر جب کبھی بھی باہر سے گھر میں آئے تو عورت کو چاہئے کہ سب کام چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہو اور شوہر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس کی مزاج پرسی کرے اور فوراً ہی اس کے آرام و راحت کا انتظام کر دے اور اس کے ساتھ دلجوئی کی باتیں کرے اور ہرگز ہرگز ایسی کوئی بات نہ سنائے نہ کوئی ایسا سوال کرے جس سے شوہر کا دل دکھے۔

7:۔ اگر شوہر کو عورت کی کسی بات پر غصہ آ جائے تو عورت کو لازم ہے کہ اس وقت خاموش ہو جائے اور اس وقت ہرگز کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے شوہر کا غصہ اور زیادہ بڑھ جائے اور اگر عورت کی طرف سے کوئی قصور ہو جائے اور شوہر غصہ میں بھر کر عورت کو برا بھلا کہہ دے اور ناراض ہو جائے تو عورت کو چاہئے کہ خود روٹھ کر اور گال پھلا کر نہ بیٹھ جائے بلکہ عورت کو لازم ہے کہ فوراً ہی عاجزی اور خوشامد کر کے شوہر سے معافی مانگے اور ہاتھ جوڑ کر، پاؤں پکڑ کر جس طرح وہ مانے اسے منالے۔ اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو بلکہ شوہر ہی کا قصور ہو جب بھی عورت کو تن کر اور منہ بگاڑ کر بیٹھ رہنا نہیں چاہئے۔ بلکہ شوہر کے سامنے عاجزی و انکساری ظاہر کر کے شوہر کو خوش کر لینا چاہئے کیوں کہ شوہر کا حق بہت بڑا ہے۔ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اپنے شوہر سے معافی تلافی کرنے میں عورت کی کوئی ذلت نہیں ہے بلکہ یہ عورت کے لئے عزت اور فخر کی بات ہے کہ وہ معافی مانگ کر اپنے شوہر کو راضی کر لے۔

8:۔ عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب نہ لیا کرے کیوں کہ شوہروں کے خرچ پر عورتوں کے روک ٹوک لگانے سے عموماً شوہروں کو چڑ پیدا ہو جاتی ہے اور شوہروں پر غیرت سوار ہو جاتی ہے کہ میری بیوی ہو کر مجھ پر حکومت جتاتی ہے اور میری آمدنی خرچ کا مجھ سے حساب طلب کرتی ہے۔ اس چڑ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی کے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے کہیں آنے جانے پر روک ٹوک نہ کرے نہ شوہر کے چال چلن پر شبہ اور بدگمانی کرے کہ اس سے میاں بیوی کے تعلقات میں فساد و خرابی ہو جاتی ہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

9:۔ جب تک ساس اور خسر زندہ ہیں عورت کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں کی بھی تابعداری اور خدمت گزاری کرتی رہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان دونوں کو راضی اور خوش رکھے۔ ورنہ یاد رکھو! کہ شوہر ان دونوں کا بیٹا ہے اگر ان دونوں نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کر چانپ چڑھا دی تو یقیناً شوہر عورت سے ناراض ہو جائے گا اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات تہس نہس ہو جائیں گے۔ اسی طرح اپنے جیٹھوں، دیوروں اور نندوں، بھاوجوں کے ساتھ بھی خوش اخلاقی برتے اور ان سبھوں کی دلجوئی میں لگی رہے اور کبھی ہرگز ہرگز ان میں سے کسی کو ناراض نہ کرے۔ ورنہ دھیان رہے کہ ان لوگوں سے بگاڑ کا نتیجہ میاں بیوی کے تعلقات کی خرابی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ عورت کو سسرال میں ساس اور خسر سے الگ تھلگ رہنے کی ہرگز کبھی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ مل جل کر رہنے میں ہی بھلائی ہے۔ کیوں کہ ساس اور خسر سے بگاڑ اور جھگڑے کی یہی جڑ ہے اور یہ خود سوچنے کی بات ہے کہ ماں باپ نے لڑکے کو پالا پوسا اور اس امید پر اس کی شادی کی کہ بڑھاپے میں ہم کو بیٹے اور اس کی دلہن سے سہارا اور آرام ملے گا لیکن دلہن نے گھر میں قدم رکھتے ہی اس بات کی کوشش شروع کر دی کہ بیٹا اپنے ماں باپ سے الگ تھلگ ہو جائے تو تم خود ہی سوچو کہ دلہن کی اس حرکت سے ماں باپ کو کس قدر غصہ آئے گا اور کتنی جھنجلاہٹ پیدا ہوگی اس لئے گھر میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور قسم قسم کے فتنہ و فساد شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ میاں بیوی کے دلوں میں پھوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور جھگڑے تکرار کی نوبت آ جاتی ہے اور پھر پورے گھر والوں کی زندگی تلخ اور تعلقات درہم برہم ہو جاتے ہیں لہٰذا بہتر اسی میں ہے کہ ساس اور خسر خود ہی اپنی خوشی سے بیٹے کو اپنے سے الگ کر دیں تو پھر الگ رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن الگ رہنے کی صورت میں بھی الفت و محبت اور میل جول رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ ہر مشکل میں پورے کنبے کو ایک دوسرے کی امداد کا سہارا ملتا رہے اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ پورے کنبے کی زندگی جنت کا نمونہ بنی رہے۔

10:۔ عورت کو اگر سسرال میں کوئی تکلیف ہو یا کوئی بات ناگوار گزرے تو عورت کو لازم ہے کہ ہرگز ہرگز میکہ میں آ کر چغلی نہ کھائے۔ کیوں کہ سسرال کی چھوٹی چھوٹی سی باتوں کی شکایت میکہ میں آ کر ماں باپ سے کرنی یہ بہت ہی خراب اور بری بات ہے۔ سسرال والوں کو عورت کی اس حرکت سے بے حد تکلیف پہنچتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں گھروں میں بگاڑ اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی نظروں میں بھی قابل نفرت ہو جاتی ہے۔ اور پھر میاں بیوی کی زندگی لڑائی جھگڑوں سے جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

11:۔ عورت کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھے۔ میلی کچیلی اور پھوہڑ نہ بنی رہے بلکہ اپنے شوہر کی مرضی اور مزاج کے مطابق بناؤ سنگار بھی کرتی رہے۔ کم سے کم ہاتھ پاؤں میں مہندی، کنگھی چوٹی، سرمے کاجل وغیرہ کا اہتمام کرتی رہے۔ بال بکھرے اور میلے کچیلے چڑیل بنی نہ پھرے کہ عورت کا پھوہڑ پن عام طور پر شوہروں کی نفرت کا باعث ہوا کرتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ شوہر عورت کے پھوہڑ پن کی وجہ سے متنفر ہو جائے اور دوسری عورتوں کی طرف تاک جھانک شروع کر دے تو پھر عورت کی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی اور پھر اس کو عمر بھر رونے دھونے اور سر پیٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔

12:۔ عورت کے لئے یہ بات بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ جب تک شوہر اور ساس اور خسر وغیرہ نہ کھا پی لیں خود نہ کھائے بلکہ سب کو کھلا پلا کر خود سب سے اخیر میں کھائے۔ عورت کی اس ادا سے شوہر اور اس کے سب گھر والوں کے دل میں عورت کی قدر و منزلت اور محبت بڑھ جائے گی۔

13:۔ عورت کو چاہئے کہ سسرال میں جا کر اپنے میکہ والوں کی بہت زیادہ تعریف اور بڑائی نہ بیان کرتی رہے کیوں کہ اس سے سسرال والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہماری بہو ہم لوگوں کو بے قدر سمجھتی ہے اور ہمارے گھر والوں اور گھر کے ماحول کی توہین کرتی ہے۔ اس لئے سسرال والے بھڑک کر بہو کی بے قدری اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

14:۔ گھر کے اندر ساس، نندیں یا جٹھانی دیورانی یا کوئی دوسری دو عورتیں آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہی ہوں تو عورت کو

☆......جب وہ کچھ بولنے لگے تو ماں باپ پر لازم ہے کہ اس کو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کا نام سنائیں پھر اس کو کلمہ وغیرہ پڑھائیں۔ جب وہ کچھ اور زیادہ سمجھدار ہو جائے تو اس کو صفائی ستھرائی کے ڈھنگ اور سلیقے سکھائیں۔

چاہئے کہ ایسے وقت میں ان کے قریب نہ جائے اور نہ یہ جستجو کرے کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہی ہیں اور بلاوجہ یہ بدگمانی بھی نہ کرے کہ کچھ میرے ہی متعلق باتیں کر رہی ہوں گی کہ اس سے خواہ مخواہ دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بہت بڑا گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے فساد ہونے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

15۔ عورت کو یہ بھی چاہئے کہ سسرال میں اگر ساس یا نندوں کو کوئی کام کرتے دیکھے تو جھٹ پٹ اٹھ کر خود بھی وہ کام کرنے لگے۔ اس سے ساس اور نندوں کے دل میں یہ اثر پیدا ہوگا کہ وہ عورت کو اپنا غمگسار اور رفیق کار بلکہ اپنا مددگار سمجھنے لگیں گی جس سے خود بخود ساس نندوں کے دل میں ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ خصوصاً ساس، خسر اور نندوں کی بیماری کے وقت عورت کو بڑھ چڑھ کر خدمت اور تیمارداری میں حصہ لینا چاہئے کہ ایسی باتوں سے ساس، خسر، نندوں بلکہ شوہر کے دل میں عورت کی طرف سے جذبہ محبت پیدا ہو جاتا ہے اور عورت سارے گھر کی نظروں میں وفادار و خدمت گزار سمجھی جانے لگتی ہے۔ اور عورت کی نیک نامی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

16۔ عورت کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ اگر شوہر غریب ہو اور گھریلو کام کاج کے لئے نوکرانی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے گھر کا گھریلو کام کاج خود کر لیا کرے اس میں ہرگز ہرگز نہ عورت کی کوئی ذلت ہے نہ شرم۔ بخاری شریف کی بہت سی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں۔ کنویں سے پانی بھر کر اور اپنی مقدس پیٹھ پر مشک لاد کر پانی لایا کرتی تھیں۔ خود ہی چکی چلا کر آٹا بھی پیس لیتی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے مبارک ہاتھوں میں کبھی کبھی چھالے پڑ جاتے تھے۔ اسی طرح امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ اپنے غریب شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے یہاں اپنے گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کر لیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ اونٹ کو کھلانے کے لئے باغوں میں سے کھجوروں کی گٹھلیاں چن چن کر اپنے سر پر لاتی تھیں اور گھوڑے کے لئے گھاس چارہ بھی لاتی تھیں اور گھوڑے کی مالش بھی کرتی تھیں۔

17۔ ہر بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور گھر کے اخراجات کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھے اور گھر کا خرچ اس طرح چلائے کہ عزت و آبرو سے زندگی بسر ہوتی رہے۔ اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو ہرگز ہرگز شوہر پر بیجا فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے۔ اس لئے کہ اگر عورت نے شوہر کو مجبور کیا اور شوہر نے بیوی کی محبت میں قرض کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا لیا اور خدانہ کرے اس قرض کا ادا کرنا دشوار ہو گیا تو گھریلو زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہو جائے گا اور میاں بیوی دونوں کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔ اس لئے ہر عورت کو لازم ہے کہ صبر و قناعت کے ساتھ جو کچھ بھی ملے خدا کا شکر ادا کرے اور شوہر کی جتنی آمدنی ہو اسی کے مطابق خرچ کرے۔ اور گھر کے اخراجات کو ہرگز ہرگز آمدنی سے بڑھنے نہ دے۔

18۔ عورت کو لازم ہے کہ سسرال میں پہنچنے کے بعد ضد اور ہٹ دھرمی کی عادت بالکل ہی چھوڑ دے۔ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف ہوئی فوراً غصہ میں آگ بگولا ہو کر الٹ پلٹ شروع کر دیتی ہیں۔ یہ بہت بری عادت ہے لیکن میکہ میں چونکہ ماں باپ اپنی بیٹی کا ناز اٹھاتے ہیں اس لئے میکہ میں تو ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ وغیرہ سے عورت کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا لیکن سسرال میں ماں باپ سے نہیں بلکہ ساس، خسر اور شوہر سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان میں سے کون ایسا ہے جو عورت کا ناز اٹھانے کو تیار ہوگا۔ اس لئے سسرال میں عورت کی ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ اور چڑچڑا پن عورت کے لئے بے حد نقصان کا سبب بن جاتا ہے کہ پورے سسرال والے عورت کی ان خراب عادتوں کی وجہ سے عورت سے بالکل ہی بیزار ہو جاتے ہیں اور عورت سب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔

19۔ عموماً سسرال کا ماحول میکہ کے ماحول سے الگ تھلگ ہوتا ہے اور سب نئے نئے لوگوں سے عورت کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے سچ پوچھو تو سسرال ہر عورت کے لئے ایک امتحان گاہ ہے۔ جہاں اس کی ہر حرکت و سکون پر نظر رکھی جائے گی اور اس کے ہر عمل پر تنقید کی جائے گی۔ نیا ماحول ہونے کی وجہ سے ساس اور نندوں سے کبھی کبھی خیالات میں ٹکراؤ بھی ہوگا اور اس موقع پر بعض وقت ساس اور نندوں کی طرف سے جلی کٹی اور طعنوں، کوسنوں کی کڑوی کڑوی باتیں بھی سننی پڑیں گی ایسے موقعوں پر صبر اور خاموشی عورت کی بہترین ڈھال ہے۔ عورت کو چاہئے کہ ساس اور نندوں کو ہمیشہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی رہے اور ان کے طعنوں کوسنوں پر صبر کر کے بالکل ہی جواب نہ دے اور چپ سادھ لے یہ بہترین طریقہ عمل ہے۔ ایسا کرتے رہنے سے انشاء اللہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ساس اور نندیں خود ہی شرمندہ ہو کر اپنی حرکتوں سے باز آجائیں گی۔

20۔ عورت کو سسرال میں خاص طور پر بات چیت میں اس چیز کا دھیان رکھنا چاہئے کہ نہ تو اتنی زیادہ بات چیت کرے کہ جو سسرال والوں اور پڑوسیوں کو ناگوار گزرے اور نہ اتنی کم بات کرے کہ منت و خوشامد کے بعد بھی کچھ نہ بولے اس لئے کہ یہ غرور گھمنڈ کی علامت ہے۔ جو کچھ بولے سوچ سمجھ کر بولے اور اتنی نرم اور پیار بھرے لہجوں میں بات کرے کہ کسی کو ناگوار نہ گزرے اور کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے کسی کے دل پر ٹھیس لگے تا کہ عورت سسرال والوں اور رشتہ ناطہ والوں اور پڑوسیوں سب کی نظروں میں ہردلعزیز بنی رہے۔

☆......جب عورت بالغ ہوگئی تو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی طرف سے شریعت کے تمام احکام کی پابند ہوگئی۔ اب اس پر نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ کے تمام مسائل پر عمل کرنا فرض ہو گیا۔

بہترین بیوی کی پہچان:

اوپر لکھی ہوئی ہدایتوں کے مطابق سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہترین بیوی کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

بہترین بیوی وہ ہے!

1۔ جو اپنے شوہر کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھے۔

2۔ جو اپنے شوہر کے تمام حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

3۔ جو اپنے شوہر کی خوبیوں پر نظر رکھے اور اس کے عیوب اور خامیوں کو نظر انداز کرتی رہے۔

4۔ جو خود تکلیف اٹھا کر اپنے شوہر کو آرام پہنچانے کی ہمیشہ کوشش کرتی رہے۔

5۔ جو اپنے شوہر سے اس کی آمدنی سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے اور جو مل جائے اس پر صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

6۔ جو اپنے شوہر کے سوا کسی اجنبی مرد پر نگاہ نہ ڈالے۔ نہ کسی کی نگاہ اپنے اوپر پڑنے دے۔

7۔ جو پردے میں رہے اور اپنے شوہر کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔

8۔ جو شوہر کے مال اور مکان و سامان اور خود اپنی ذات کو شوہر کی امانت سمجھ کر ہر چیز کی حفاظت و نگہبانی کرتی رہے۔

9۔ جو اپنے شوہر کی مصیبت میں اپنی جانی و مالی قربانی کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دے۔

10۔ جو اپنے شوہر کی زیادتی اور ظلم پر بہت صبر کرتی رہے۔

11۔ جو میکہ اور سسرال دونوں گھروں میں ہردلعزیز اور باعزت ہو۔

12۔ جو پڑوسیوں اور ملنے جلنے والی عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور شرافت و مروت کا برتاؤ کرے اور سب اس کی خوبیوں کے مداح ہوں۔

13۔ جو مذہب کی پابند اور دیندار ہو، اور حقوق اللہ و حقوق العباد کو ادا کرتی ہو۔

14۔ جو سسرال والوں کی کڑوی کڑوی باتوں کو برداشت کرتی رہے۔

15۔ جو سب گھر والوں کو کھلا پلا کر سب سے آخر میں خود کھائے پیے۔

خواتین کا ضربِ اسلام

ہر ماہ ہفت روزہ ضرب اسلام کیساتھ شائع کیا جاتا ہے

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار خاتون کی داستان جس پر فرشتے رشک کرتے ہیں

خواتین کے لیے ایک ایسا روحانی میگزین
جو آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کرسکتا ہے

موجودہ شمارہ تعارفی اشاعت کے طور پر شائع کیا جارہا ہے قارئین اس میگزین کو
خوبصورت بنانے کیلئے اپنی تجاویز اور مشورے ضرور روانہ کریں (ادارہ)

قیمت صرف 10 روپے

عبادت و استعانت

سعدیہ اطہر بنت مسعود ملت

قرآن کریم کا آغاز سورہ فاتحہ سے ہوتا ہے۔ اس سورہ کو ام الکتاب کہا جاتا ہے۔ یہ وہ سات آیات ہیں۔ جن کا قرآن عظیم میں بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

''اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔'' (سورہ حجر 87)

اس سورۃ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے الوہیت کی شان اور عبدیت کا سلیقہ بتا دیا۔ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا کہ عبادت کس کی کریں اور مدد کس سے چاہیں۔

زمانہ جاہلیت میں کوئی پتھر کے بتوں کے سامنے سجدہ کرتا تھا۔ کوئی چمکتے تاروں اور دہکتے آفتاب کو سجدہ کرتا، کوئی درخت کو سجدہ کرتا، کوئی زمین کو سجدہ کرتا، اللہ کو سب بھولے ہوئے تھے۔ انسان کی باطنی قوتیں منتشر تھیں۔ جس کو اللہ نے بہترین ساخت میں پیدا فرمایا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خود ذلیل وخوار کر لیا تھا۔

ترجمہ:

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں''

علامہ اقبال توحید کے اس عظیم درس کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہتے ہیں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

قرآن کے تصور توحید نے انسان کی بکھری ہوئی باطنی قوتوں کو یکجا کیا اور پھر عرب کا وہ انسان جو کمزور ہو چکا تھا۔ جس کو کوئی پوچھتا تک نہیں تھا۔ اس کو سب پوچھنے لگے، اس کو سب دیکھنے لگے، جو کمزور تھا قوی ہو گیا، جو مغلوب تھا وہ غالب ہو گیا، جو محکوم تھا وہ حاکم ہو گیا۔ تصور توحید نے جزیرہ عرب کے انسانوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا، پھر انہوں نے ساری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

قرآن کریم نے ہم کو تصورات اور نظریات کی ایک دنیا دی ہے۔ تصورات نے علمی اور سائنسی میدانوں میں انقلاب برپا کیا، علوم وفنون کی ساری بہاریں قرآن کے طفیل ہیں۔

توحید اور عبادت کے تصور سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان سے منہ موڑ کر اپنی طرف لگا لیا، نہیں نہیں قرآن کریم میں اللہ نے اپنے محبوبوں کا ذکر کیا ہے اور محبوبوں کے محبوب حضور اکرم ﷺ کی محبت کو اپنی محبت کے مساوی رکھا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

''اے محبوب تم فرمادو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ آل عمران 31)

محبت رسول ﷺ اور تعظیم رسول ﷺ عبادت کے منافی نہیں بلکہ سچ پوچھئے، حضور ﷺ کی محبت اور حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر سے عبادت عبادت ہو جاتی ہے۔ امام غزالی نے فرمایا۔

''کہ تشہد میں نماز پڑھنے والا حضور اکرم ﷺ کو اپنے سامنے محسوس کرے۔''

یہ خیال بالکل باطل ہے کہ حضور ﷺ کے خیال آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ایسی اطاعت کا حکم دیا، جو جذبہ عشق ومحبت کے تحت کی جائے۔ اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب نہیں، جیسے کوئی غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے، جیسے کوئی ملازم اپنے افسر کی اطاعت کرتا ہے، جیسے رعایا اپنے بادشاہ کی کرتی ہے، اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب ہیں، جیسے ایک محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے، جیسے ایک عاشق اپنے معشوق کی اطاعت کرتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ایسی اطاعت کا حکم دیا، جو جذبہ عشق ومحبت کے تحت کی جائے۔ اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب نہیں، جیسے کوئی غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے، جیسے کوئی ملازم اپنے افسر کی اطاعت کرتا ہے، جیسے رعایا اپنے بادشاہ کی کرتی ہے، اللہ کو ایسی اطاعت مطلوب ہیں، جیسے ایک محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے، جیسے ایک عاشق اپنے معشوق کی اطاعت کرتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اطاعت کو محبوبیت کا وسیلہ فرمایا، جو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

یہاں صاف غیر اللہ کو پکارنے کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات اور احادیث سے یہ اندازہ ہوا کہ غیر اللہ کا اطلاق اسی پر کیا جائے گا جو اللہ کے محبوب اور مطلوب نہ ہو۔ اللہ کا وہ محبوب جس کے ذکر و فکر سے اللہ یاد آتا ہو۔ قرآن کریم کی رو سے غیر اللہ نہیں۔

نے حضور ﷺ کی اطاعت کو محبوبیت کا وسیلہ فرمایا، جو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

ترجمہ:

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں اور تمہیں ڈراتے ہیں اسکے سوا اوروں سے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔(سورہ زمر۔36)

بعض لوگ عبادت اور اطاعت میں فرق نہیں کرتے اور اطاعت کو عبادت سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عبادت، عبادت ہے اور اطاعت، اطاعت ہے۔ ابلیس یہ رمز محبت نہ سمجھ سکا اور ہمیشہ کیلئے مردود ہوا۔

قرآن کریم میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

مثلاً ایک جگہ فرمایا۔

ترجمہ:

"اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر تاکہ فلاح پاؤ" (سورہ مائدہ 35)

صبر اور نماز سے بھی مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ صبر ایک نفسیاتی کیفیت ہے اور نماز ایک روحانی فطری اور عملی کیفیت ہے، یہ اللہ نہیں غیر اللہ ہے اس کے باوجود فرمایا کہ ان سے مدد طلب کرو۔ اسی طرح حدیث شریف میں آیا کہ۔

"جب کوئی راستہ بھول جائے تو کہے کہ اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو"

یہاں صاف غیر اللہ کو پکارنے کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات اور احادیث سے یہ اندازہ ہوا کہ غیر اللہ کا اطلاق اسی پر کیا جائے گا جو اللہ کے محبوب اور مطلوب نہ ہو۔ اللہ کا وہ محبوب جس کے ذکر و فکر سے اللہ یاد آتا ہو۔ قرآن کریم کی رو سے غیر اللہ نہیں۔

ایک عینی شاہد نے بیان کیا ہے کہ کراچی کے ایک علاقے میں جب ایک قاتل نے ایک معصوم انسان کے برسٹ مارنا چاہا تو اس نے حضور غوث اعظمؒ کو مدد کے لئے پکارا ساری گولیاں ادھر ادھر چلی گئیں اور ایک گولی بھی اسے نہ لگی اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

المختصر عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کریں اور اس نسبت سے اس کے ولیوں اور محبوبوں کی تعظیم و تکریم کریں اور استعانت کا مفہوم یہ ہو کہ مدد کریں اور اس کی محبت کے طفیل اس کے پیاروں کے وسیلوں سے مدد چاہیں تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

"ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا"

اس سے معلوم ہوا کہ استعانت کا مفہوم یہ نہیں کہ ابلیس کی طرح اللہ کے محبوبوں سے پیٹھ پھیر کر اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ بلکہ ان کی محبتیں لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہوں۔ اللہ تعالی ہم کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ یہی استعانت کی حقیقت ہے۔

ایک عینی شاہد نے بیان کیا ہے کہ کراچی کے ایک علاقے میں جب ایک قاتل نے ایک معصوم انسان کے برسٹ مارنا چاہا تو اس نے حضور غوث اعظمؒ کو مدد کے لئے پکارا ساری گولیاں ادھر ادھر چلی گئیں اور ایک گولی بھی اسے نہ لگی اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

رسولِ عربی ﷺ کے معزز قاصد لوٹ آؤ سرکار ﷺ کا پیغام تیرے نام ہے

دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع جلانے کے لئے ایک خوبصورت تحریر

حبش کی تپتی ہوئی خاک سے اڑ کر جن ذروں نے عرش کی بلندیوں پر اپنا آشیانہ بنایا تھا ان میں ایک حبش نژاد عبداللہ اسود بھی ہیں۔

غلامی کی زندگی نے ان کے دل کی خاکستر کو اس طرح روند ڈالا تھا کہ ایک بجھے ہوئے چراغ کی طرح ان کی زندگی کی ساری امنگوں نے دم توڑ دیا تھا۔

کہتے ہیں کہ زلف جاناں کی جو خوشبو مدینے سے اڑ کر خطہ زمین میں دور دور تک پھیل گئی تھی، ایک دن انہیں بھی محسوس ہوئی، کسی راہگیر نے ان سے کہا۔

”تم نے کچھ سنا ہے؟ دنیا کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کے لئے مدینہ میں ایک نئی پناہ گاہ کھلی ہے، رحمتوں کے پیکر میں آسمان سے کوئی عجیب وغریب انسان اترا ہے دلوں کے کتنے ہی ویرانے اس کے قدم کی آہٹ سے آباد ہوگئے ہیں۔ مظلوموں، زیردستوں اور مسکینوں کے لئے اس کی شفقتوں کی گود ہمیشہ کھلی رہتی ہے۔ اس کی پلکوں کے سائے میں ہر وقت کام کا دریا لہراتا رہتا ہے، اس کی شاداب نگاہیں جلتے ہوئے زخموں کے لئے تسکین کا مرہم ہیں۔ اس کے ہونٹوں کا تبسم بجھی ہوئی خاکستر کے لئے زندگی کی بشارت ہے۔

جلدی کرو! امیدوں کے قافلے زمین کے کناروں سے سمٹتے ہوئے آرہے ہیں تم بھی ان کی اڑائی ہوئی گرد میں شامل ہو جاؤ۔ اگر خوبی قسمت سے تم مدینے کے نخلستان میں پہنچ گئے تو تمہاری پامال زندگی جگمگا اٹھے گی۔

یہ خبر سن کر حضرت عبداللہ کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک اٹھیں، انہوں نے عالم تحیر میں دریافت کیا۔

”کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ اپنی سرشت کا کوئی نیا انسان ہو تو البتہ ایسا ہو سکتا ہے، ورنہ آج کی بھری دنیا میں مظلوموں اور زیردستوں کا کون حامی ہے۔ روئے زمین کے جو غم نصیب میٹھے بول کے لئے ترس گئے ہیں بھلا انہیں شفقتوں کی گود میسر آسکتی ہے۔ اگر کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہے تو بہت اچنبھے کی بات ہے۔“

راہگیر نے پرجوش لہجے میں جواب دیا۔ ”اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو مدینہ اسی خطہ زمین پر واقع ہے، تم وہاں جا کر تجربہ کر لو، میں کہہ رہا ہوں کہ وہ انسانی پیکر میں ضرور ہے، لیکن وہ اس دنیا کا انسان نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے وجود کا سررشتہ کسی اور عالم سے ملتا ہے۔“

اس گفتگو کے بعد عبداللہ کے سینے میں ایک ایسی آتش شوق بھڑک اٹھی جس نے ان کی ہستی کا صبر وقرار چھین لیا۔ آنکھوں کی نیند اڑ گئی، بیتاب آرزوؤں کی راتیں قیامت کی طرح دراز ہوگئیں، ویرانوں سے انس بڑھ گیا آبادیوں سے وحشت ہونے لگی۔ یکا یک ایک دن انہیں پتہ چلا کہ ملک شام کا کوئی تجارتی قافلہ مدینہ کے نخلستان سے ہوتا ہوا مکہ جا رہا ہے، یہ خبر معلوم کر کے خوشی سے ان کا چہرہ کھل گیا۔ ان کی پیشانی سے بشاشت کا نور ٹپکنے لگا وہ اضطراب شوق کی بیخودی میں اٹھے اور قافلے کی گزرگاہ پر کھڑے ہوگئے کئی دن کے انتظار کے بعد ایک دن دور سے انہیں اڑتے ہوئے غبار کا طوفان نظر آیا قافلے کی علامت دیکھ کر ان کی روح پر فرحت وانبساط کے بادل چھاگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد قافلے میں شامل ہوتے ہی ان کے دل کی دنیا بدل گئی، غم کا سارا بوجھ اتر گیا۔ شب وروز چلتے چلتے بالآخر ایک دن وہ حجاز کی سرحد میں داخل ہوگئے، کچھ اور فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک منزل پر قافلہ کے لوگوں نے مدینے کے راستے کی نشاندہی کر کے انہیں رخصت کر دیا۔

اب وہ اکیلے ہی مدینے کی طرف چل رہے تھے۔ جذب شوق کے علاوہ اب کوئی ان کا شریک سفر نہیں تھا۔ متواتر کئی دن کی مسافت طے کرنے کے بعد انہیں کھجوروں کے جھنڈ نظر آئے، ان کے دل نے بے ساختہ آواز دی، شاید یہی مدینے کا وہ نخلستان ہے، جس کی گود میں مظلوموں کی پناہ گاہ ہے اور کچھ فاصلہ طے کیا تو مدینے کی پہاڑیاں چمکنے لگیں چند قدم چل کر اب مدینے کی وہ آبادی نظر کے سامنے تھی جہاں پہنچنے کے لئے دل میں جذبہ شوق کا تلاطم برپا تھا۔

ایک وارفتہ حال دیوانے کی طرح جیسے ہی وہ مدینے میں داخل ہوئے گلی کوچوں میں لوگوں سے اپنی منزل مقصود کا پتہ پوچھنا شروع کیا ان کی بے قراری دیکھ کر ایک صاحب انہیں مسجد نبوی شریف کے دروازے تک پہنچا کر واپس ہوگئے، مسجد کے فرش پر کونین کے شہنشاہ مدینے کے مسکینوں کو اپنی آغوش رحمت میں لئے بیٹھے تھے۔

حضرت عبداللہ کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی جمال ونور کی زیبائی خود آواز دے رہی تھی کہ آؤ! کعبہ مقصود یہاں ہے۔ جیسے ہی چہرہ انور پر نظر پڑی

دل کا عالم زیر و زبر ہو گیا۔ جذبہ شوق کی بیخودی میں آگے بڑھے اور قدموں پر سر رکھ دیا۔ آنکھوں کی راہ سے قلب و روح کا سارا غبار ڈھل گیا۔ روئے زمین کی روندی ہوئی ایک مشت خاک اب اس قدم کے نیچے آ گئی تھی جو کائنات کی سب سے باعزت جگہ تھی۔

مدتوں کی ایک پیاسی روح چشمہ رحمت سے سیراب ہو چکنے کے بعد اسلام و ایمان کے سررشتے سے ہمیشہ کے لئے منسلک ہو گئی۔

اکرام و آسائش کے باغ فردوس میں پہنچ کر بالکل پہلی مرتبہ وہ روحانی مسرتوں کی ایک نئی زندگی سے روشناس ہوئے۔ اب عبداللہ اسود کسی رہگزر کا سنگریزہ نہیں تھے، سینہ صدف میں پرورش پانے والے گوہر کی طرح محفوظ تھے۔ جدھر نکل جاتے ایسا لگتا کہ شفقت و اعزاز کی ہر آغوش انہی کے لئے کھلی ہوئی ہے۔ کبھی جس کا چوکھٹ پر کھڑا رہنا باعث عار تھا آج اسے پلکوں پر جگہ مل گئی تھی۔ آسمان سے اترنے والے اس ''نئے انسان'' کی آواز میں کتنا حیرت انگیز اعجاز تھا، جس نے پلک جھپکتے ہزاروں برس کا مزاج بدل دیا تھا۔ مدینے میں انسانی زندگی کا جو نیا پیمانہ رائج تھا اسے دیکھ دیکھ کر حضرت عبداللہ حیران رہا کرتے تھے۔

بارگاہ رسالت کی شفقتوں نے انہیں اس طرح سینے سے لگا لیا کہ وہ اپنی پامال زندگی کا سارا غم بھول گئے۔ مسجد نبوی کا صحن ان کی ساری امیدوں کا آشیانہ بن گیا تھا، کونین کی نعمتوں کے مرکز میں ان کے لئے کس بات کی کمی تھی، ہر وقت عشق و عرفان کی سرمستی میں وہ نہال و مسرور رہا کرتے تھے۔

ایک دن شام کا خوشگوار موسم تھا۔ زلف معنبر کی خوشبو سے سارا مدینہ مہک اٹھا۔ جلوؤں کی بکھری ہوئی چاندنی میں در و دیوار چمک رہے تھے اسی عالم میں حضرت عبداللہ اسودؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آج ان کی حاضری کا انداز بالکل نرالا تھا۔ منہ کھول کر شاید کچھ کہنا چاہتے تھے۔

سرکار نے بھی ان کے مچلتے ہوئے شوق کا عالم محسوس فرما لیا ارشاد فرمایا۔ کہو کیا کہنا چاہئے تھا؟

یہ سننا تھا کہ اچانک صبر و ضبط کا پیمانہ ٹوٹ گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور روتے بھی کہاں؟ آخر اس سرکار کے سوا اس گیتی پر اشکوں کے گوہر کا شناسا بھی کون تھا۔

سرکار نے اپنی آستین میں ان کی آنکھوں کا آنسو جذب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر مت روؤ! رحمت و کرم کا آبگینہ بڑا نازک ہوتا ہے، میں تمہارا معروضہ شوق سننے کے لئے ویسے ہی تیار ہوں اپنا مدعا بیان کرو۔

اپنے دلگیر جذبات پر قابو پانے کے بعد انہوں نے اپنی تمنا کا یوں اظہار کیا'' سرکار کے قدموں کی پناہ میں آجانے کے بعد زندگی کی ساری آرزو پوری ہو گئی آخرت کا بھی کوئی غم نہیں ہے کہ اس کے لئے سرکار کے دامن کا سہارا بہت کافی ہے۔ اب زندگی کی رفاقت کے لئے یہ عہد شباب کی صرف ایک تمنا باقی رہ گئی ہے اور وہ شادی۔ حضورؐ! کئی جگہ نکاح کا پیغام بھیجا لیکن کہیں بھی قبول نہیں کیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سیاہ فام حبشی جس کا نہ کوئی گھر ہے نہ در ہے، نہ کوئی کمائی ہے نہ دھمائی ہے ایسے خانہ بدوش شخص کو کون اپنی لڑکی دے گا؟

حضور کی چوکھٹ سے لگے رہنے کے علاوہ میرے پاس ہنر ہی کیا ہے کہ میں زندگی کے اسباب فراہم کروں۔ ساری کونین تو اسی سنگ در پر سمٹ آئی ہے۔ اب میں اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ سرکار کے دست کرم میں کیا نہیں ہے۔ قسمت کی یہ پیچ بھی کھل ہی جائے گی۔ بس ایک نگاہ کرم کی دیر ہے۔

کچھ اس دردناک عجز و نیاز کے ساتھ انہوں نے اپنی سرگزشت غم بیان کی کہ رحمت مجسم کو پیار آ گیا۔ تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اپنے دل کو آزردہ نہ کرو۔ تمہارے رشتہ نکاح کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ جاؤ! بنو کلب کے قبیلے کے سردار کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دے۔''

یہ حکم سنتے ہی عبداللہ کا چہرہ فرط مسرت سے پھول کی طرح کھل گیا۔ وہ جانتے تھے کہ جو لوگ حضور کے حکم پر اپنی جان دے رہے ہیں وہ اپنی لڑکی دینے سے کیونکر انکار کر سکیں گے۔ انہیں سب سے زیادہ خوشی اس بات

ائمہ حنفیہ اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ عورت کا چہرہ عورت نہیں ہے اور اگر چہرہ کھولنے سے کوئی فتنہ نہ مرتب ہو تو اس کا کھولنا جائز ہے لیکن اگر کسی فتنہ کا احتمال ہو تو فتنہ کے سد باب اور فساد کو دور کرنے کے لئے اس کا کھولنا حرام ہو جائے گا۔

کی تھی کہ عرب کی سب سے حسین وجمیل دوشیزہ بارگاہ رسالت سے ان کے عقد نکاح کے لئے نامزد کی گئی تھی۔

دوسرے دن وہ علی الصباح خوشی کے ترنگ میں اٹھے اور سیدھے بنو کلب کے قبیلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آج کامیابی کی نشاط میں ان کے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ انہیں زندگی میں بالکل پہلی مرتبہ خوشی کا یہ لمحہ میسر آیا تھا۔

قبیلے کے سردار کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے دستک دی۔ اندر سے آواز کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ جواب دیا میں رسول اللہ کا قاصد ہوں سردار قبیلہ کے نام ان کا ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ کا نام نامی سنتے ہی دلوں کی سرزمین ہل گئی۔ سارے گھر میں خوشی کا تہلکہ مچ گیا۔ دوڑے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے دروازہ کھولا۔ "اے زہے نصیب! میرے آقا نے کیا پیغام بھیجا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا میری زندگی کی معراج ہو گی کہ آج سرکار کی چشم کرم میری طرف متوجہ ہوگئی۔"

قاصد کو اعزاز کی مسند پر بٹھایا اور خود گوش بر آواز بن کر کھڑے ہوگئے۔ گھر کی مستورات اور فرخندہ فال صاحبزادی بھی دروازے سے لگ کر کھڑی ہوگئیں۔

انتہائی شوق انتظار کے عالم میں حضرت عبداللہؓ نے سرکار کا یہ پیغام سنایا۔

حضور انور ﷺ نے آپ کی صاحبزادی کے نام میرے لئے پیغام نکاح بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ اسے قبول کرلیں۔"

یہ سن کر سردار قبیلہ پر ایک سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک عجیب کشمکش کا عالم ان پر طاری ہوگیا۔ ایک آقائے کونین کا حکم تھا جو کسی طرح بھی ٹالا نہیں جاسکتا تھا اور دوسری طرف اپنی شہرہ آفاق بیٹی کا مستقبل جسے نظر انداز کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اسی شش و پنج کے عالم میں وہ کچھ دیر تک خاموش رہے۔

حضرت عبداللہ نے ان کی خاموشی سے محسوس کیا کہ انہیں یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ وہ فوراً یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شاید آپ کو یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ اس لئے اب میں واپس جا رہا ہوں۔ سرکار کے سامنے آپ کی اس کیفیت کا اظہار کردوں گا"

یہ کہہ کر جیسے ہی وہ دروازے کے باہر نکلے، سردار قبیلہ کی صاحبزادی چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے دروازے پر آ کر کھڑی ہوگئی اور ایک اضطراب انگیز کیفیت میں آواز دی۔

"رسول عربی کے معزز قاصد واپس لوٹ آؤ! اللہ کے رسول کا بھیجا ہوا پیغام میرے نام ہے میرے باپ کے نام نہیں۔ آزردہ خاطر ہو کر نہ جاؤ، مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔"

یہ سنتے ہی قاصد کے قدم رک گئے۔ وہ واپس پلٹ آیا۔ اس کے بعد صاحبزادی اپنے باپ سے مخاطب ہوئی۔

"ابا جان! آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ دونوں جہان میں اس سے زیادہ معزز رشتہ اور کہاں مل سکتا ہے۔ آپ یہ نہیں خیال فرماتے کہ کل محشر کی سرزمین پر سارے جہاں کی لڑکیوں میں یہ فخر صرف آپ کی بیٹی کو حاصل ہوگا کہ اس کا رشتہ نکاح سرور کونین ﷺ نے طے فرمایا تھا۔ اصل اعزاز وہاں کا ہے، یہاں کی جھوٹی عت وشہرت میں کیا رکھا ہے۔ ہمارے خاندان کے لئے رہتی دنیا تک برقرار رہنے والی یہ عزت کیا کم ہے کہ خدا کے حبیب کی نگاہ انتخاب ہمارے گھر پر پڑی ہے۔ غلاموں کی بھری آبادی میں لڑکیوں کی کیا کمی تھی۔ لیکن یہ تو ہماری ہی قسمت ہے کہ سرکار کی نوازش بے پایاں کے ہم مستحق ہوئے۔"

بیٹی کی یہ گفتگو سن کر باپ کے سوچنے کا انداز اس طرح یکلخت بدل گیا جیسے کوئی چونک کر کسی پر پیچ راستے سے واپس پلٹ آئے۔ فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے قاصد سے متوجہ ہوئے۔

"سرکار سے کہہ دینا کہ فرمان عالی میرے سر آنکھوں پر ہے۔ وہ جب چاہیں عقد نکاح کی مہم سر انجام دینے کے لئے حاضر ہوں۔"

یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ اسود کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مسرتوں کے خمار میں جھومتے ہوئے وہ بارگاہ رسالت کی طرف واپس لوٹے، خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہی یہ بشارت سنائی۔

اے تربیت کرنے والو! مسلمان اگر قیامت میں ان لوگوں کی رفاقت چاہتا ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین ہیں، جن کی رفاقت بہت اچھی ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے دین اور عزت وآبرو کا خیال رکھے، اس سلسلہ میں محتاط رہے اور ہمیشہ تقویٰ اور ورع کے پہلو پر عمل کرے۔

"حضور! قبیلے کے سردار نے رشتہ نکاح منظور کر لیا۔ اس کی بیٹی بھی سرکار کے حکم کی تعمیل میں سر بکف ہے۔"

یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو پھر اب دیر کیا ہے، جاؤ نکاح کا انتظام کرو، بازار سے ضروری سامان خریدو۔ سامان کی خریداری کے لئے سرکار رسالت نے انہیں چند درہم عنایت فرمائے اور بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں جس سے بھی ملاقات ہوئی اسے خوشی کی ترنگ میں یہ خبر سناتے ہوئے کہا "سرکار نے فلاں سردار کی بیٹی سے میرا رشتہ نکاح طے فرما دیا ہے۔ نکاح کی مجلس میں آپ ضرور تشریف لائیے گا۔"

بازار میں جیسے ہی انہوں نے قدم رکھا، ایک منادی کی آواز کان میں گونجی۔

"میدان جنگ سے اسلام نے اپنے جانثاروں کو آواز دی ہے۔ سرفروش مجاہدین کا لشکر تیار کھڑا ہے، کوثر کی شراب کے متوالو چلو۔ خون سے بھیگی ہوئی سرزمین پر جنت کے اترنے کے دن آ گئے۔ خوش بختیوں کے میدان میں جو بھی سبقت لے جانا چاہتا ہے آگے بڑھے اور بے نقاب جلوؤں کا تماشا دیکھے۔"

یہ آواز سن کر عبداللہ چونک گئے فیلہ کرنے میں ایک لمحے سے زیادہ کی تاخیر نہیں ہوئی انہوں نے سوچا مومن کی ساری خوشی تو اسلام ہی کے دامن سے وابستہ ہے۔ دین کی عزت کا پرچم سلامت رہا تو زندگی میں مسرت و نشاط کی سینکڑوں شامیں آ سکتی ہیں اور خدانخواستہ اسلام ہی کا سورج گہن میں آ گیا تو شادی کے لمحات کو خون آلود ہونے سے کون بچا سکتا ہے۔

یہ سوچ کر فوراً انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور جو پیسے وہ شادی کا سامان خریدنے کے لئے لائے تھے ان سے سامان جنگ خرید لیا اور چپکے سے لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ اس اندیشے سے کہ کہیں سرکار ہمیں واپس نہ کر دیں انہوں نے اپنا سارا جسم کالے کمبل میں ڈھانپ لیا تھا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور اسی ڈر سے جب تک وہ میدان جنگ تک نہیں پہنچ گئے لشکر کے بیچ میں نہیں۔ کنارے کنارے چلتے رہے۔

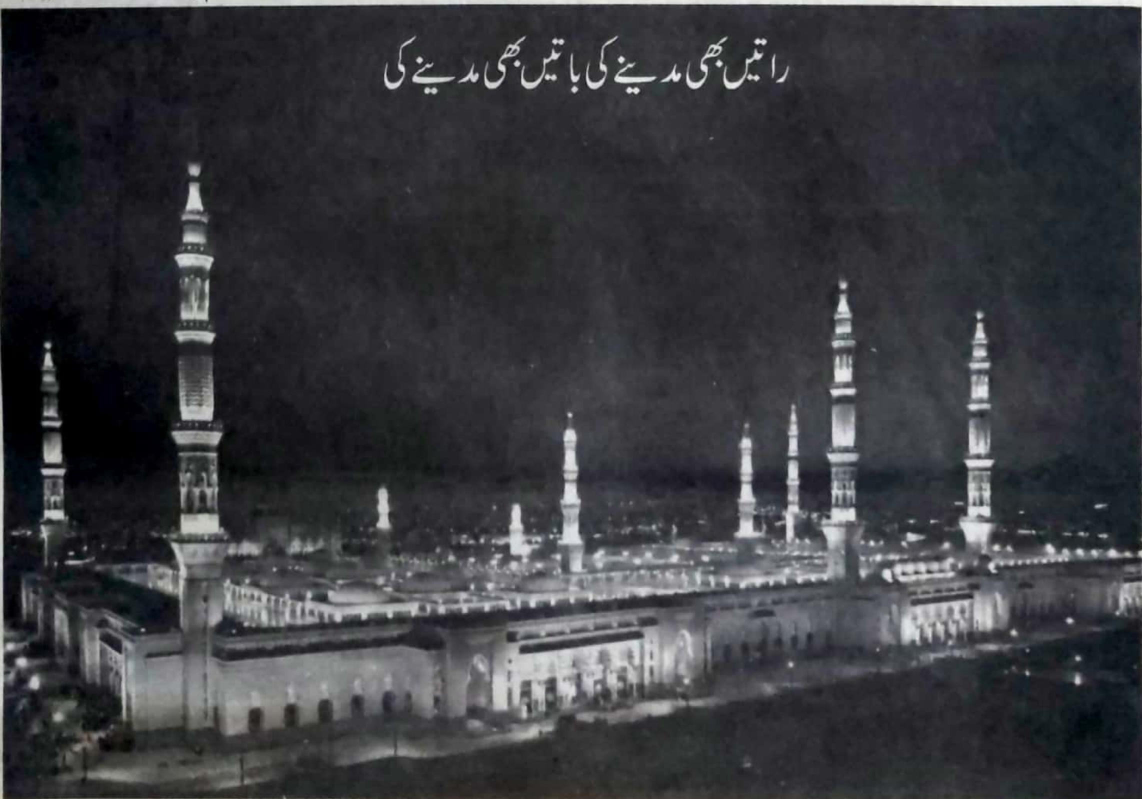
اسلام کی زندگی کے لئے ذرا سرفروشی کا یہ اشتیاق تو ملاحظہ فرمائیے۔ وہ اس لئے چھپ رہے تھے کہ کوئی انہیں میدان جنگ کی طرف جانے سے نہ روک سکے اور آج کا نوجوان اس لئے سر چھپانے کی جگہ تلاش کرتا ہے کہ کوئی اسے میدان جنگ کی طرف نہ کھینچ کر لے جائے۔

میدان جنگ میں پہنچ کر دونوں طرف کی فوجیں صف آراء ہو گئیں جب خوب گھمسان کا رن چھڑ گیا تو حضور ﷺ نے دور سے دیکھا کہ کالے کمبل میں لپٹا ہوا کوئی شخص بجلی کی طرح تلوار چلا رہا ہے۔ صرف اس کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ باقی سارا بدن چھپا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ہاتھ کی گردش کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ عبداللہ اسود ہیں۔ لیکن وہ یہاں کیسے؟ وہ تو مدینے میں نکاح کی تیاری کر رہے تھے۔ چند صحابہ نے بھی اس کی تصدیق کی کہ یہ عبداللہ اسود ہی معلوم ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی فتح مبین پر جنگ ختم ہوئی تو سرکار نے حکم دیا کہ شہیدوں اور زخمیوں کی لاشیں الگ الگ کی جائیں۔ چند شہدائے کرام کی لاشیں اکٹھی کی گئیں تو دیکھا گیا کہ عبداللہ اسود کی گردن پر خون کی ایک سرخ لکیر پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور پھول کی طرح چہرہ کھلا ہوا تھا۔

ان کی نعش جیسے ہی نظر کے سامنے آئی۔ سرکار مدینہ ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ عبداللہ اسود کے لئے جنت کو دلہن کی طرح سنوارا گیا ہے۔ حوران جناں انہیں اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے عالم جاوید کا دولہا بنا رہی ہیں۔"



کیا موسیقی روح کی غذا ہے؟

بعض احادیث میں دف بجانے اور اشعار پڑھنے کا ذکر ملتا ہے لہٰذا اگر شادی بیاہ کے مواقع پر دف بجا کر گانے وغیرہ گا لئے جائیں تو کیا حرج ہے؟ بعض لوگ موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہیں اس کے متعلق ارشاد فرمائیے؟

شیخ الاسلام مجدد دین وملت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ نے اس مسئلہ کو بھی اپنے فتاویٰ میں نہایت تحقیق وتفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ تحریر کئے دیتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

شریعت مطہرہ نے نکاح کے اعلان کی غرض سے صرف دف بجانے کی اجازت دی ہے جبکہ اس سے تجاوز کرکے مکروہ کھیل اور شیطانی لذت حاصل کرنے کی حد تک نہ پہنچے۔ اسی لئے علماء نے یہ قید لگائی کہ دف موسیقی کے قواعد پر نہ بجایا جائے، سرتال کی رعایت نہ ہو اور نہ ہی اس میں جھانج یا گھنگرو ہوں کہ وہ مستی لاتے ہیں اور ناجائز ہیں۔

دف کا بجانا مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے اور نہ ہی یہ باعزت وباحیا عورتوں کو زیب دیتا ہے بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے کے اشعار ہوں جن میں نہ کوئی فحش مضمون ہو نہ کوئی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق وفجور کی باتیں، نہ عورتوں میں عشقیہ باتوں کے چرچے اور نہ ہی ان کی آواز نامحرم مردوں کو پہنچے غرض یہ کہ ہر طرح منکرات اور فتنوں سے پاک ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کا نکاح انصار میں کر دیا، حضور ﷺ تشریف لائے تو فرمایا، کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا، اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھیجا ہے؟ عرض کی نہیں۔ آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، انصار کو گیت پسند ہیں، اچھا ہوتا اگر تم کسی کو ساتھ بھیج دیتے جو یہ گیت گاتے "ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے اللہ ہمیں زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔" (ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، حلال (نکاح) اور حرام (زنا) کے درمیان امتیاز آواز اور دف سے ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ایک روایت میں ہے کہ عید کے دن دو بچیاں حضرت عائشہؓ کے گھر دف بجا کر گیت گا رہی تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور انہیں ڈانٹنے لگے۔ آقا ومولیٰ ﷺ وہاں چادر اوڑھے آرام فرما تھے آپ نے چہرہ اقدس سے چادر ہٹا کر فرمایا، اے ابوبکر! انہیں کچھ نہ کہو کیوں کہ آج عید کا دن ہے۔ (بخاری)

بخاری شریف جلد دوم میں ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ کی شادی کے موقع پر حضور ﷺ تشریف لائے تو کچھ بچیوں نے دف بجا کر شہدائے بدر کی شجاعت کے اشعار پڑھے۔ اس حدیث کے تحت امام بدرالدین محمود عینی فرماتے ہیں، اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ دف بجانا اور جائز گانے کے ذریعے نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے تاکہ نکاح اور زنا میں فرق ہو جائے کیونکہ زنا خفیہ ہوتا ہے۔

مرقاۃ میں ہے کہ وہ لڑکیاں حد شہوت کو نہ پہنچی تھیں اور ان کے دف میں گھنگرو نہ تھے۔ یہ حدیث نکاح کے اعلان کی غرض سے اور ولیمہ کے وقت دف بجانے کی دلیل ہے، بعض لوگوں نے ختنہ، عیدین، سفر سے آمد اور احباب کی خوشی کے اجتماع کو بھی اسی سے لاحق کیا ہے لیکن یہاں وہ دف مراد ہے جو اگلوں کے زمانے میں ہوتا تھا اور ایسا دف جس میں گھنگرو ہوں وہ بالاتفاق ناجائز ہونا چاہئے۔

اعلیٰ حضرتؒ مروجہ گانے بجانے کو ناجائز وحرام قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور کچھ لوگ کھیل (تماشہ) کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں

مرقاۃ میں ہے کہ وہ لڑکیاں حد شہوت کو نہ پہنچی تھیں اور ان کے دف میں گھنگرو نہ تھے۔ یہ حدیث نکاح کے اعلان کی غرض سے اور ولیمہ کے وقت دف بجانے کی دلیل ہے، بعض لوگوں نے ختنہ، عیدین، سفر سے آمد اور احباب کی خوشی کے اجتماع کو بھی اسی سے لاحق کیا ہے لیکن یہاں وہ دف مراد ہے جو اگلوں کے زمانے میں ہوتا تھا اور ایسا دف جس میں گھنگرو ہوں وہ بالاتفاق ناجائز ہونا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، امام حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول وغیرہم ائمہ صحابہ و تابعینؓ نے اس آیت کریمہ میں (کھیل تماشہ کی بات) کی تفسیر گانے بجانے سے فرمائی ہے۔

بے سمجھے، اور اسے ہنسی (مذاق) بنالیں، ان کے لئے لذت کا عذاب ہے۔" (لقمان: ۶ کنزالایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، امام حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول وغیرہم ائمہ صحابہ و تابعینؓ نے اس آیت کریمہ میں (کھیل تماشہ کی بات) کی تفسیر گانے بجانے سے فرمائی ہے۔

ابو الصہباء کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "کھیل کی بات سے مراد گانا ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔" آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔

بلکہ خود حدیث پاک حضور ﷺ کا ارشاد ہے گانے والی عورتوں کو سکھانا اور ان کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے۔ ایسے ہی کاموں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ کچھ لوگ کھیل باتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے دور کر دیں۔ یہ حدیث امام بغوی نے ابو امامہؓ سے روایت کی۔

امام اہلسنت قرآن حکیم سے دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین سے فرمایا "دور ہو تو ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک سب کا بدلہ جہنم سے بھرپور سزا، اور ڈگا دے (یعنی پھسلا دے) ان میں سے جس پر تو قدرت پائے اپنی آواز سے" (بنی اسرائیل)

امام مجاہد نے جو سلطان المفسرین عبداللہ بن عباسؓ کے جلیل و بزرگ شاگردوں میں سے ہیں، اس آیت میں "شیطان کی آواز" کی تفسیر گانے بجانے اور مزامیر سے کی ہے۔ (ہادی الناس) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔ (خزائن العرفان)

بعض علماء نے گانے بجانے کو "زنا کا منتر" قرار دیا ہے کیونکہ یہ نہ صرف خدا کی یاد سے غافل کرتا ہے بلکہ نفسانی جذبات پر ایسے اثر کرتا ہے جیسے آگ پر تیل ڈالا جائے۔ تعجب تو یہ ہے کہ بعض کلمہ گو مسلمان بھی غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی اسے "روح کی غذا" قرار دیتے ہیں حالانکہ گانے بجانے کی مذمت میں قرآن پاک کی مذکورہ آیات کے علاوہ متعدد احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱......رسول معظم ﷺ کا ارشاد ہے، گانا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو پروان چڑھاتا ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

۲......آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جو گانے والی لونڈی کی مجلس میں اس کا گانا سنے گا قیامت کے دن اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (احکام القرآن لابن العربی)

اس دور میں لونڈیاں ہی گایا کرتی تھیں اور گانا سننے کے لئے ان کے پاس جانا پڑتا تھا اس لئے حدیث پاک میں ان کا ذکر ہوا جبکہ موجودہ دور میں آڈیو/ ویڈیو کیبل کے ذریعے یہ برائی گھر گھر پھیل رہی ہے لہٰذا یہ حدیث مبارکہ ان سب لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے جو کسی بھی ذریعے سے گانے سنتے ہیں۔ نیز جب

ایک عینی شاہد نے بیان کیا ہے کہ کراچی کے ایک علاقے میں جب ایک قاتل نے ایک معصوم انسان کے برسٹ مارنا چاہا تو اس نے حضور غوث اعظمؒ کو مدد کے لئے پکارا ساری گولیاں ادھر ادھر چلی گئیں اور ایک گولی بھی اسے نہ لگی اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

گانا سننے والے کے لئے یہ عذاب ہے تو گانے والے کس قدر عذاب کے مستحق ہوں گے؟

۳...... رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا اور موسیقی کے آلات حرام فرما دیئے نیز ہر نشہ آور چیز کو بھی حرام فرما دیا۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

۴...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت کے کچھ لوگ ہونگے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے (یعنی جائز کاموں کی طرح انہیں اختیار کریں گے) (بخاری)

۵...... حضور پرنور ﷺ کا ارشاد ہے، میری امت کے کچھ لوگ شراب کو اس کا نام بدل کر پئیں گے اور معازف ومزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ گانے سنیں گے۔ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سور بنا دے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

۶...... آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جب گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں اور کثرت سے شراب پی جائے اور بعد میں آنے والے اگلے لوگوں پر لعنت کریں اس وقت تم سرخ ہوا، زلزلے، زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسنے کا نیز ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگاتار ظاہر ہوں گی جیسے ہار کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو اس کے دانے مسلسل گر رہے ہوں۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ)

۷...... نور مجسم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، مجھے میرے رب نے باجوں اور مزامیر یعنی موسیقی کے آلات اور بتوں اور صلیبوں اور جاہلیت کی چیزیں مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مسند احمد۔ مشکوٰۃ)

۸...... غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، اس امت کے آخر میں ایسے لوگ آئیں گے جو ایک شب

قاضی عیاض مالکی نے کتاب الشفاء جلد اول میں یہ حدیث قدسی نقل فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے "میں نے ایمان کا مکمل ہونا اپنے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر کرنے پر موقوف کر دیا ہے اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔"

شراب نوشی اور گانے بجانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔ عرض کی گئی، کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ فرمایا، ہاں وہ کلمہ گو اور روزہ رکھنے والے ہوں گے لیکن وہ آلات موسیقی اور گانے والی عورتوں کے عادی ہو چکے ہوں گے۔ (ابن حبان، طبرانی)

آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ گانا سننا روح کی غذا ہے یا اللہ تعالیٰ کے عذاب اور آقا و مولیٰ ﷺ کی ناراضگی کا باعث؟ اب آپ قرآن سے پوچھئے کہ روح کی غذا کیا ہے؟ جواب ملے گا "جب ان (ایمان والوں) پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے" (الانفال۔۲)

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے "وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے" (الرعد۔ ۲۸)

معلوم ہوا کہ مومنوں کے لئے قرآن کریم کی تلاوت روح کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر روح کی غذا ہے، چونکہ رسول کریم کا ذکر بھی ذکر الٰہی ہے اس لئے وہ بھی روح کی غذا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بیشک اللہ نے تمہارے لئے نازل فرمایا، ایک ایسے رسول جو تم پر اللہ کی روشن آیتیں تلاوت کرتا ہے۔" (الطلاق۔۱۰)

یہاں ذکر سے مراد رسول کریم ﷺ ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

قاضی عیاض مالکی نے کتاب الشفاء جلد اول میں یہ حدیث قدسی نقل فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے "میں نے ایمان کا مکمل ہونا اپنے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر کرنے پر موقوف کر دیا ہے اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔"

پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب لبیب ﷺ کا ذکر اور قرآن حکیم کی تلاوت ایمان والوں کے لئے دلوں کا سکون اور روح کی غذا ہیں۔ غموں کا دور ہونا اور گناہوں سے پاک ہونا بھی روحانی نشوونما کا اہم ذریعہ ہے اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ درود وسلام بھی روح کی غذا ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں جب ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں تمام وقت درود شریف پڑھوں تو آقا ﷺ نے فرمایا، پھر تو یہ تمہارے تمام غموں کو دور کر دے گا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا۔ (جامع ترمذی)

☆☆☆☆☆

شادی بیاہ کی رسمیں

آج کل شادی بیاہ کے مواقع پر مختلف رسمیں رائج ہوگئی ہیں مثلاً پھولوں کا سہرا، ابٹن مایوں، مہندی، بری، بندوق سے فائرنگ، آتشبازی پٹاخے، ویڈیو فلم اور گانا بجانا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ان رسوم ورواج کی کیا حیثیت ہے؟

صدر الشریعہ فرماتے ہیں، رسوم کی بنا عرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہیں لہذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اس وقت تک اسے حرام یا ناجائز نہیں کہہ سکتے مگر یہ ضرور ہے کہ رسوم کی پابندی اس حد تک کرسکتا ہے کہ کسی حرام فعل میں مبتلا نہ ہو۔

بعض لوگ اس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پرواہ نہیں مگر رسم کا چھوڑنا گوارہ نہیں۔ مثلاً لڑکی جوان ہے اور رسوم ادا کرنے کو روپیہ نہیں تو یہ نہ ہوگا کہ رسمیں چھوڑ دیں اور نکاح کردیں کہ سبکدوش ہوں اور فتنہ کا دروازہ بند ہو۔ اب رسوم کے پورا کرنے کو بھیک مانگتے، طرح طرح کی فکریں کرتے ہیں اس خیال میں کہ کہیں سے قرض مل جائے تو شادی کریں برسوں گزار دیتے ہیں اور یوں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (بہار شریعت)

اب ہم ان امور کا جائزہ لیتے ہیں جو سوال میں مذکور ہیں۔ اعلیٰ حضرتؒ نے رسوم کے متعلق دو اہم قواعد بیان فرمائے ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں، شرعت شریف کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کو خدا اور رسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری، اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع میں نہ اس کی خوبی بیان ہوئی نہ برائی، وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے کہ اس کے فعل وترک میں ثواب نہ عتاب۔

دوم: کسی سے مشابہت کی بناء پر کسی فعل کی ممانعت اسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا ارادہ مشابہت کا ہو، یا وہ فعل اہل باطل کا شعار وعلامت خاصہ ہو جس کے سبب وہ پہچانے جاتے ہوں۔ یا اگر خود اس فعل کی مذمت شرع مطہر سے ثابت ہو تو اسے برا کہا جائے گا ورنہ ہرگز نہیں، اور پھولوں کا سہرا ان سب باتوں سے پاک ہے لہذا جائز ہے۔ (ہادی الناس فی رسوم الاعراس)

دولہا دلہن کو ابٹن لگانا، مائیوں بٹھانا جائز ہے (بشرطیکہ کوئی اور خلاف شرع امور جیسے گانا بجانا اور نامحرموں سے اختلاط وغیرہ نہ پائے جائیں) دولہا کو مہندی لگانا ناجائز ہے۔ ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جائز ہے البتہ دولہا کو ریشمی کپڑے پہننا حرام ہے۔ (بہار شریعت)

فی زمانہ صرف مہندی کی رسم پر لاکھوں خرچ کر دیئے جاتے ہیں جو کہ اسراف وحرام ہے پھر اس موقع پر عورتوں کا بن سور کر بے پردہ نامحرموں کے سامنے آنا حرام......... مزید یہ کہ گانا بجانا ہوتا ہے وہ بھی حرام......... ستم بالائے ستم یہ کہ ان تمام خرافات کی ویڈیو فلم بنائی جاتی ہے تاکہ بے پردہ عورتوں کے ناچ گانے اور دیگر بے حیائیاں جب دل چاہے دیکھی جائیں، ظاہر ہے کہ یہ ویڈیو فلم بنانا اور بنوانا بھی حرام و سخت گناہ کا باعث ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ فرماتے ہیں، نکاح کے اعلان کی خاطر بندوق سے چند فائر کرنا جائز ہے جبکہ کھیل کود یا فخر ومستی کے طور پر جائز نہیں۔ آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا گیا ارشاد ہوا "اور فضول نہ اڑا، بیشک (مال) اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں" (بنی اسرائیل)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں "ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگ کھیل تماشے کے لئے آتشبازی کرتے ہیں اور پٹاخے چھوڑتے ہیں، یہ بہت بری بدعتوں میں سے ہے۔"

ناچ اور گانے بجانے کی رسم کے متعلق صدر الشریعہ مولانا امجد علی قادریؒ فرماتے ہیں، اکثر جاہل

اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ فرماتے ہیں، نکاح کے اعلان کی خاطر بندوق سے چند فائر کرنا جائز ہے جبکہ کھیل کود یا فخر ومستی کے طور پر جائز نہیں۔ آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا گیا ارشاد ہوا "اور فضول نہ اڑا، بیشک (مال) اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں" (بنی اسرائیل)

جس شادی میں ایسی حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز نہ شریک ہوں، اگر نادانستہ شریک ہو گئے ہوں تو فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی بیوی بیٹی ماں بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے (والعیاذ باللہ) ہرگز ہرگز اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت ومروت روا نہ رکھیں کیونکہ "خدا کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں" (حدیث)
(ہادی الناس فی رسوم الاعراس)

گھرانوں میں رواج ہے کہ محلّہ کی یا رشتہ دار عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے۔ اول ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا، مزید برآں عورتوں کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق وہجر ووصال کے اشعار (بہار شریعت)

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں، ایک ناپاک ملعون رسم جو بے تمیز احمق جاہل گھرانوں نے ہندوؤں سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس میں حاضر مردوں اور عورتوں کو لچھے دار سنانا، سمدھیانہ کی عفیف پاکدامن عورتوں کو زنا کے الفاظ سے تعبیر کرنا کرانا خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا عورتوں کے مجمع میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا بے غیرت خبیث بے حمیت مردوں کا اس شہد پن کو جائز رکھنا، کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر قطعی بندوبست نہ کرنا، یہ وہ گندی ومردود رسم ہے جس پر اللہ عزوجل کی صدہا لعنتیں اترتی ہیں، اس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اس کی مناسب روک تھام نہ کرنے والے سب فاسق و فاجر، مرتکب کبائر، مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں۔

جس شادی میں ایسی حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز نہ شریک ہوں، اگر نادانستہ شریک ہو گئے ہوں تو فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی بیوی بیٹی ماں بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے (والعیاذ باللہ) ہرگز ہرگز اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت ومروت روا نہ رکھیں کیونکہ "خدا کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں" (حدیث) (ہادی الناس فی رسوم الاعراس)

ناچ کے متعلق صدر الشریعہ رقمطراز ہیں، ناچ میں جن فواحش و بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ ایسی ہی مجلسوں میں اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں، دھن دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، بازاریوں سے تعلق اور برے برے نتائج رونما ہوتے ہیں اگر کوئی ان بدکاریوں سے محفوظ رہا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حیا وغیرت اٹھا کر طاق پر رکھ دیتا ہے۔ (بہار شریعت)

مذکورہ بالا ناجائز رسموں کو ایسا لازم سمجھ لیا گیا ہے کہ گویا ان کے بغیر شادی ہی نہ ہوگی۔ صدر الشریعہ رقم طراز ہیں، ناچ، باجے اور آتشبازی حرام ہیں، کون ان کی حرمت سے واقف نہیں مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو گویا شادی ہی نہ ہوئی بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ حرام کام نہ ہوں تو اسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں (خدا کی پناہ) یہ خیال نہیں کرتے کہ بری رسم ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے دوسرے مال ضائع کرنا ہے تیسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے گناہوں کے مجموعہ کے برابر اس اکیلے پر گناہ کا بوجھ ہے (کہ اگر یہ اپنے گھر گناہوں کے سامان نہ پھیلاتا تو آنے والے ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوتے)

ناچ کے متعلق صدر الشریعہ رقمطراز ہیں، ناچ میں جن فواحش و بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ ایسی ہی مجلسوں میں اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں، دھن دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، بازاریوں سے تعلق اور برے برے نتائج رونما ہوتے ہیں اگر کوئی ان بدکاریوں سے محفوظ رہا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حیا وغیرت اٹھا کر طاق پر رکھ دیتا ہے۔ (بہار شریعت)

شوہر و بیوی کے حقوق و فرائض

شریعت مطہرہ میں شوہر اور بیوی کے جو حقوق اور فرائض بیان ہوئے ہیں وہ ارشاد فرمائیے۔

کچھ اہم باتیں پچھلے سوال کے جواب میں تحریر کی جا چکی ہیں اس مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے پہلے وہ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے جن میں شوہر کے حقوق اور بیوی کی ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں۔

۱..... آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے تمام حقوق ادا نہ کرے۔ (احمد ترمذی ابن ماجہ)

۲..... نور مجسم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، جو عورت اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔ (ترمذی)

۳..... حبیب کبریا ﷺ نے فرمایا، عورت پر اس کے شوہر کا عظیم حق ہے اتنا عظیم حق کہ اگر شوہر کا تمام جسم زخمی ہو جس سے پیپ اور خون بہتا اور عورت اس کے زخمی جسم کو زبان سے چاٹے تب بھی شوہر کا حق ادا نہ ہو گا۔ (مسند احمد)

۴..... حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، جب عورت پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ابو نعیم۔ مشکوۃ)

۵..... آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، وہ عورت سب سے بہتر ہے جسے اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے، جب اسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور اس کے جان و مال کے حوالے سے جو باتیں اس کے شوہر کو ناپسند ہوں، ان کی مخالفت نہ کرے۔ (نسائی)

۶..... نور مجسم ﷺ کا ارشاد ہے، جب شوہر اپنی بیوی کو بستر پر بلائے تو وہ انکار کردے اور اس کا شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ (بخاری)

۷..... مختار کل ختم الرسل ﷺ نے فرمایا، عورت پر سب لوگوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے جبکہ مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے۔ (بہار شریعت۔ بحوالہ حاکم)

۸..... نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور سوائے فرض کے کسی دن بھی اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے، اگر بغیر اجازت روزہ رکھا تو گناہ گار ہوئی، بغیر اجازت اس کا کوئی عمل مقبول نہیں اگر عورت نے کرلیا تو شوہر کو ثواب ہے اور عورت کو گناہ۔ نیز بغیر اجازت شوہر کے گھر سے نہ جائے اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ عرض کی گئی، اگر شوہر ظالم ہو؟ ارشاد فرمایا اگرچہ ظالم ہو (پھر بھی بغیر اجازت گھر سے نہ جائے) (بہار شریعت بحوالہ ابن عساکر)

محبوب خدا ﷺ کا ارشاد ہے، جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیکی کی یاد دلائے نیز اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہداء کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔ اگر اس کا شوہر مومن اور نیک ہے تو جنت میں وہ اس کی بیوی ہوگی ورنہ شہداء میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا۔ (ایضاً)

۹..... احمد مختار ﷺ نے فرمایا، اے عورتو! خدا سے ڈرو اور شوہر کی رضامندی کی تلاش میں رہو کیونکہ عورت کو اگر معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا حق ہے تو جب تک شوہر کھانا کھاتا رہتا یہ اس کے پاس کھڑی رہتی۔ (بہار شریعت بحوالہ ابو نعیم)

۱۰..... آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بستر کو نہ چھوڑے اور اس کی قسم کو سچا کردے اور بغیر اس کی اجازت کے باہر نہ جائے اور اس شخص کو مکان میں نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔ (بہار شریعت بحوالہ طبرانی)

۱۱..... نور مجسم ﷺ نے فرمایا، عورت ایمان کا مزا اس وقت تک نہ پائے گی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ (ایضاً)

۱۲..... محبوب خدا ﷺ کا ارشاد ہے، جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیکی کی یاد دلائے نیز اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہداء کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔ اگر اس کا شوہر مومن اور نیک ہے تو جنت میں وہ اس کی بیوی ہوگی ورنہ شہداء

غیب بتانے والے آقا ﷺ کا ارشاد ہے، میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ بیشک وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہے اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس کو چھوڑ تو یہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔

میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا۔ (ایضاً)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے بیوی پر شوہر کے مندرجہ ذیل شرعی حقوق بیان کئے ہیں۔

۱......عورت شوہر کو جماع سے نہ روکے جبکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو۔

۲......عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کہیں نہ جائے۔

۳...... وہ کسی نامحرم (اجنبی) کو شوہر کی غیر موجودگی میں گھر نہ آنے دے۔

۴......اپنی عصمت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔

ان فرائض کے علاوہ بعض حقوق اخلاقی طور پر عورت کی ذمہ داری ہوتے ہیں جیسے شوہر سے حسن اخلاق سے پیش آنا، ہر جائز کام میں شوہر کی فرمانبرداری، کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا پرونا، صفائی ستھرائی اور اولاد کی اچھی تربیت وغیرہ۔ بیوی کی یہ بھی نہایت اہم ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کی آمدنی کا خیال رکھتے ہوئے خرچ کرے نیز شوہر سے بیجا مطالبے نہ کرے۔

بیویوں کے حقوق کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔“ (النساء۔۱۹، کنز الایمان)

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ”عورتوں کا بھی حق (مردوں پر) ایسا ہی ہے جیسا ان پر (مردوں کا حق) ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔“ (البقرہ۔۲۲۸، کنز الایمان)

اب وہ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں شوہر پر بیوی کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔

۱......غیب بتانے والے آقا ﷺ کا ارشاد ہے، میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ بیشک وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہے اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس کو چھوڑ تو یہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی وہ تمہارے لئے سیدھی نہیں ہو سکتی، اگر تم اس سے نفع لینا چاہو تو اسی حالت میں نفع حاصل کرو اور اگر تم سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اس کا توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲......آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا، عورتوں کے معاملے میں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۳......حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہو۔ (ترمذی)

۴......نور مجسم ﷺ کا ارشاد ہے، جب تم کھاؤ اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے گالی نہ دو اور اسے گھر سے نہ نکالو۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۵......حبیب کبریا ﷺ نے فرمایا، کوئی مومن اپنی ایمان والی بیوی کو برا نہ جانے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو کوئی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔ (مسلم)

۶......شوہر و بیوی میں نا اتفاقی اور لڑائی کروانے والوں کی مذمت مین ارشاد فرمایا، وہ ہم میں سے نہیں جو عورت اور اس کے شوہر یا غلام اور اس کے آقا میں

شوہر و بیوی میں نا اتفاقی اور لڑائی کروانے والوں کی مذمت مین ارشاد فرمایا، وہ ہم میں سے نہیں جو عورت اور اس کے شوہر یا غلام اور اس کے آقا میں پھوٹ ڈالے۔ (ابوداؤد)

پھوٹ ڈالے۔(ابوداؤد)

۷...... آقا ومولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کریں۔(ترمذی)

۸...... ایک صحابی نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میری بیوی تیز زبان والی ہے (اسے کیا سزا دی جائے؟)، ارشاد ہوا اسے طلاق دے دو۔ عرض کی، اس سے میرے بچے ہیں اور ہمارا پرانا ساتھ ہے۔ ارشاد فرمایا! اسے حکم دو یعنی نصیحت کرو، اگر اس میں بھلائی ہو گی تو نصیحت قبول کرے گی، اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارنا۔(ابوداؤد)

۹...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اپنی بیوی کو بے دردی سے غلاموں کی طرح نہ مارے، پھر رات میں اسی سے صحبت کرے گا۔(بخاری ومسلم)

۱۰...... مختار کل ختم الرسل ﷺ کا ارشاد ہے، عورتیں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں، تم ان سے سختی کا برتاؤ نہ کرنا سوائے اس کے کہ وہ کھلی نافرمانی پر اتر آئیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بستر علیحدہ کرلو اور اگر (ان کی مزید نافرمانیوں کے باعث) انہیں مارو تو ایسا نہ مارنا کہ کوئی شدید چوٹ آئے، اور پھر جب وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو انہیں ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈنا۔(ریاض الصالحین)

ان احادیث کریمہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے شوہر پر بیوی کے مندرجہ ذیل شرعی حقوق بیان کئے ہیں۔

۱...... مرد جیسا خود کھائے ویسا ہی بیوی کو کھلائے۔

۲...... جیسا خود پہنے ویسا لباس اسے پہنائے نیز اپنی استطاعت کے مطابق بیوی کی دیگر جائز ضروریات پر خرچ کرے یا اسے خرچ دے۔

۳...... حسب استطاعت، بیوی کے لئے رہائش کا مناسب انتظام کرے۔

۴...... کم از کم ایک بار مجامعت کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ کوئی مرد چار ماہ سے زائد اپنی بیوی سے دور نہ رہے۔

ایک صحابی نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میری بیوی تیز زبان والی ہے (اسے کیا سزا دی جائے؟)، ارشاد ہوا اسے طلاق دے دو۔ عرض کی، اس سے میرے بچے ہیں اور ہمارا پرانا ساتھ ہے۔ ارشاد فرمایا! اسے حکم دو یعنی نصیحت کرو، اگر اس میں بھلائی ہو گی تو نصیحت قبول کرے گی، اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارنا۔(ابوداؤد)

ان فرائض کے علاوہ بیوی سے حسن اخلاق سے پیش آنا، اس کی مناسب عرصہ بعد اس کے والدین سے ملاقات کرانا، اس کی دینی تربیت کرنا وغیرہ یہ سب شوہر کیا اخلاقی ذمہ داریاں ہیں جو کہ بیوی کے حقوق میں سے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث میں سے سب سے پہلی حدیث شریف کے تحت شارحین فرماتے ہیں کہ عورت کی فطرت میں عقل وفہم کے اعتبار سے کمزوری اور اپنی بات منوانے کی ضد شامل ہے اور یہی اس کا ٹیڑھا پن ہے۔ لہٰذا عورت میں اگر ایسی خامیاں ہوں جو خلاف شرع نہ ہوں تو ان خامیوں اور غلطیوں کو برداشت کیا جائے اور نرمی ومحبت سے اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اگر ہر بات پر اسے ملامت کی جائے گی اور اس کی غلطیوں پر سخت رویہ اختیار کیا جائے گا تو پھر معاملہ بگڑ سکتا ہے۔

مفتی خلیل خاں قادری رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

''اسلامی خاندان میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا بہی خواہ، ایک دوسرے کا ہمدرد اور ایک دوسرے کا پردہ پوش رہنا چاہئے اور باہمی روادار سے کام لینا چاہئے۔ دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، وہ اس کے لئے اوڑھنا بچھونا ہے یہ اس کے لئے اوڑھنا بچھونا۔ جس طرح لباس جسم کے عیبوں کو چھپاتا ہے اور اس کے حسن وخوبی کو ابھارتا ہے اسی طرح شوہر اور بیوی کا اخلاقی کمال یہ ہے کہ ایک دوسرے کی کمزوری کو چھپائیں، اس پر صبر کریں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کو نگاہ میں رکھیں اور بہتر سے بہتر صورت میں اپنے باہمی تعلقات کو ظاہر کریں۔''(سنی بہشتی زیور)

ان فرائض کے علاوہ بیوی سے حسن اخلاق سے پیش آنا، اس کی مناسب عرصہ بعد اس کے والدین سے ملاقات کرانا، اس کی دینی تربیت کرنا وغیرہ یہ سب شوہر کیا اخلاقی ذمہ داریاں ہیں جو کہ بیوی کے حقوق میں سے ہیں۔

شوہر و بیوی کے مابین اختلافات

ہمارے معاشرے میں شوہر و بیوی کے درمیان نااتفاقی ولڑائی عام سی بات ہوگئی ہے اس کا کیا سبب ہے؟ اس مسئلہ کے حل کے بارے میں اسلامی تعلیمات ارشاد فرمائیے؟

شوہر و بیوی کے مابین لڑائی جھگڑے یا نااتفاقی کا ایک بڑا سبب علم دین سے ناواقفیت اور دین سے دوری ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے شوہر و بیوی کے علیحدہ علیحدہ حقوق بیان فرمادیئے ہیں اس مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ دونوں محبت واحترام سے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ اس موضوع پر مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد وخلیفہ صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی قادری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس نااتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ شوہر و بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتے۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو لونڈی سے بدتر کرکے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام رہے، جو میں چاہوں وہ ہو، چاہے کچھ ہو جائے مگر میری بات میں فرق نہ آئے۔ جب ایسے خیالات فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے گی؟ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا ہے کہ "مرد عورتوں پر حاکم ونگراں ہیں"۔ اس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا ہے "عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت کرو"

مرد کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کے ذمہ عورت کے کیا حقوق ہیں، وہ انہیں ادا کرے اور اسی طرح عورت شوہر کے حقوق دیکھے اور پورے کرے۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے سروکار نہ رکھے اور یہی فساد کی جڑ ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک دوسرے کی بیجا باتوں کو تحمل سے برداشت کرے اور اگر کسی موقع پر دوسری طرف سے زیادتی ہو تو یہ فساد پر آمادہ نہ ہو کیونکہ ایسی جگہ ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سلجھی ہوئی بات الجھ جاتی ہے۔ (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ 66)

اب شوہر و بیوی کے حقوق کے بارے میں ہم قرآن کریم سے رہنمائی لیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"مرد افسر (یعنی حاکم) ہیں عورتوں پر، اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے، تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں (اپنی عفت اور شوہر کے گھر، مال اور راز کی) جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا، اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں (ہلکی ضرب) مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، بیشک اللہ بلند (اور) بڑا ہے۔" (النساء۔ ۳۴، کنزالایمان)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا، ان کے والد انہیں سید عالم ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور ان کے شوہر کی شکایت کی، اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا گیا ہے اور عورتوں کو ان کی اطاعت لازم ہے اور مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کی تمام جائز ضروریات کا خیال رکھیں، ان کی حفاظت و نگہبانی کریں نیز ان کی اصلاح اور دینی تربیت کا بھی خاص اہتمام کریں۔

چونکہ مرد کو گھر کی ریاست میں حاکم کا درجہ دیا گیا ہے اس لئے عورت پر لازم ہے کہ وہ اس حاکم کی اطاعت کرے ورنہ گھر کی سلطنت کا امن وسکون تباہ و برباد ہو جائے گا البتہ عورت کسی خلاف شرع کام میں شوہر کی اطاعت کی پابند نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت دی اس کے متعلق صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت دی اس کے متعلق صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مردوں کو عورتوں پر عقل و دانائی (جسمانی قوت اور) جہاد، نبوت وخلافت، امامت واذان وخطبہ، جماعت وجمعہ وتکبیر وتشریق اور حدود وقصاص کی شہادت

کے اور ورثہ میں دو گنے حصے اور تعصیب اور نکاح وطلاق کے مالک ہونے اور نسبوں کے ان کی طرف نسبت کئے جانے اور نماز روزہ کے کامل طور پر قابل ہونے کے ساتھ (کیونکہ ان کے لئے کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے کہ وہ نماز روزہ کے قابل نہ ہوں) اور داڑھیوں اور عماموں کے ساتھ فضیلت دی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں، عورت کے ذمہ یہ تین فرائض ہیں جو قرآن کریم نے اس پر عائد کئے۔

اول: اپنے شوہر کی اطاعت گزار اور وفادار ہو

دوم: سلیقہ شعار ہو کہ شوہر کے مال و دولت کو برباد نہ کرے۔

سوم: عفت مآب ہو تا کہ اپنی اور اپنے شوہر کی عزت و ناموس پر آنچ نہ آنے دے (سنی بہشتی زیور حصہ دوم ص 209)

مذکورہ آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کی صورت میں شوہر کو چاہئے کہ پہلے بیوی کو پیار سے سمجھائے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کو پسند نہیں ہے اور قرآن و حدیث کی رو سے تم پر میری اطاعت لازم ہے چنانچہ ہمیں کوئی خلاف شرع کام نہیں کرنا چاہئے۔

اگر سمجھانے سے بات نہ بنے تو شوہر کو چاہئے کہ اپنا بستر علیحدہ کر لے مگر بیوی کو ہرگز ہرگز گھر سے نہ نکالے۔ شوہر کا یوں ناراضگی ظاہر کرنا بھی اصلاح کا حکمت بھرا طریقہ ہے، اگر بیوی پھر بھی ضد اور نافرمانی سے باز نہ آئے اور بدزبانی پر اتر آئے تو شوہر کو اختیار ہے کہ بیوی کو ہلکے مار مارے مگر چہرے پر نہ مارے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر بیوی کی اصلاح کے لئے اسے معمولی طور پر مارنا جائز فرمایا ہے۔

۱...... جب شوہر اپنے لئے آرائش و زینت کا حکم دے اور بیوی انکار کر دے۔

۲...... جب شوہر صحبت کے لئے بلائے اور وہ عذر شرعی کے بغیر منع کر دے۔

۳...... جب عورت نماز نہ پڑھے اور حیض و جناب کا غسل کرنے سے غافل رہے۔

۴...... جب عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی ہو۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ازدواجی تعلقات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ دونوں کو ایک دوسرے کی حاجت ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے لہذا جو اس حقیقت کو ذہن نشین رکھے گا، وہ مارنے کا ہرگز ارادہ نہ کرے گا۔ یہ تمام احکامات اس لئے دیئے گئے ہیں کہ اختلاف و جھگڑے کی صورت میں معاملہ فوراً طلاق تک نہ پہنچے بلکہ ابتداء میں ہی اسے پیار و محبت کے ذریعے یا ناراضگی ظاہر کر کے ختم کیا جائے۔ دراصل شوہر و بیوی کے مابین تعلق کی بنیاد ہی الفت و محبت پر رکھی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔'' (الروم۔ ۲۱، کنز الایمان)

اس آیت کے تحت مفتی محمد خلیل خاں قادری فرماتے ہیں

''آیت کریمہ میں تین باتیں بیان فرمائی گئیں جو خانگی نظام زندگی کے لئے سنگ بنیاد اور بطور اصل کے بیان ہوئی ہیں اور جس کا لحاظ شوہر و بیوی دونوں کو یکساں رکھنا ضروری ہے۔

اول: مردوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویں تمہارے ہی ہم جنس مخلوق ہیں، تمہاری جیسی خواہشات، جذبات اور احساسات ان میں بھی موجود ہیں، بے روح مخلوق اور بے حس جسم نہیں۔

دوم: ان کی پیدائش کا منشا یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے لئے سرمایہ راحت و تسکین ہیں، تمہارے لئے سکون قلب کا باعث ہیں، تمہارے درد کا درماں اور تمہارے غم کا مداوا ہیں، تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں تا کہ تمہارا دل ان سے لگے، تمہارا جی ان سے بہلے۔

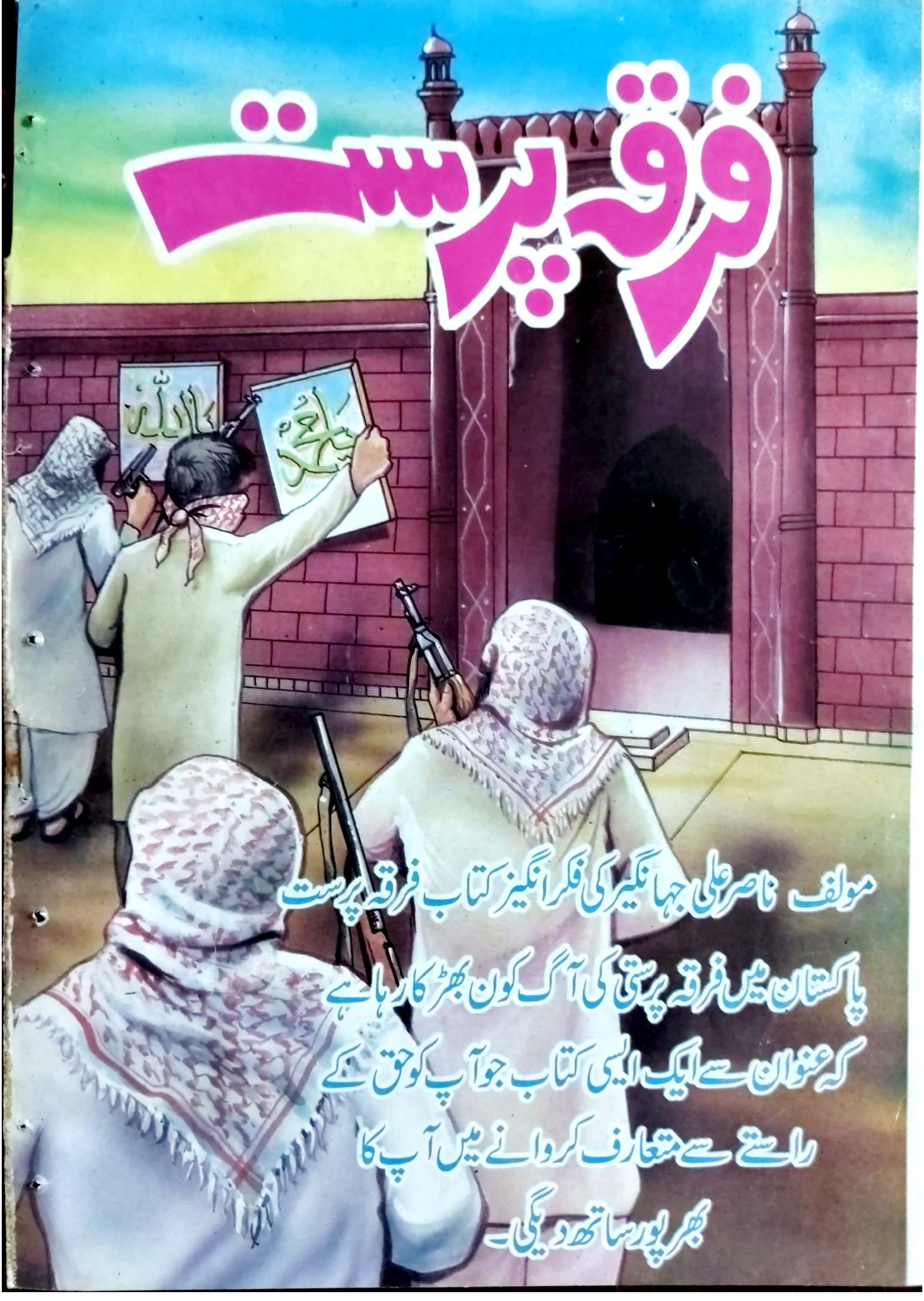
سوم: تمہارے اور ان کے تعلقات کی بنیاد ہی باہمی محبت، اخلاص اور ہمدردی پر ہونی چاہئے۔

(سنی بہشتی زیور)

انسان کو زندگی کا سفر نہایت دشوار اور پیچیدہ راستوں میں طے کرنا پڑتا ہے، اس سفر میں خوشیوں کی روشنیاں بھی ہیں اور غموں کے اندھیرے بھی، کامیابیوں کی امیدیں بھی ہیں اور ناکامیوں کی وحشتیں بھی۔ بلکہ اکثر و بیشتر زندگی مصائب و آلام میں گھری رہتی ہے۔ ایسے مشکل حالات میں انسان کو اپنے ایک ہم جنس رفیق سفر کی طلب ہوتی ہے جو اس کے پست حوصلوں کو بلند کرے، جو اس کے دکھ سکھ میں شریک ہو اور جو اس کے لئے سکون قلب کا باعث ہو۔ رب کریم کا احسان ہے کہ اس نے انسان کو اس کی جنس سے بیوی کی صورت میں ایک رفیق سفر عطا کیا اور اس کا مقصد تخلیق انسان کے لئے باعث تسکین ہونا بیان فرمایا۔ نیز ان کے درمیان محبت و رحمت کے ایسے گرانقدر جذبات پیدا فرمائے کہ دونوں ایک دوسرے کا پردہ بن گئے جو ہر عیب کو چھپا لیا ہے اور زیب و زینت کا باعث بھی ہے۔ جب اخلاص و محبت سے تعلق قائم ہو جائے تو پھر علیحدگی تو درکنار اس کا تصور ہی اذیت و پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ سے یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ میاں بیوی کی گھریلو زندگی پر سکون اور خوشگوار ہونی چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر عورت کی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ اسے تب رب تعالیٰ نے سکون و آرام کا باعث قرار دیا ہے۔

ممکن ہے کہ اس لڑائی جھگڑے والی صورتحال پیدا کرنے میں عورت کی بجائے مرد یا پھر دونوں ہی قصور وار ہوں۔ اس مسئلہ کا واحد حل یہی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو بھی سمجھیں اور اپنے فرائض کو بھی، اور پھر ایک اخلاص کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔


فرقہ پرست
مولف ناصر علی جہانگیر کی فکر انگیز کتاب فرقہ پرست
پاکستان میں فرقہ پرستی کی آگ کون بھڑکا رہا ہے
کہ عنوان سے ایک ایسی کتاب جو آپ کو حق کے
راستے سے متعارف کروانے میں آپ کا
بھرپور ساتھ دیگی۔